انبیاء ومرسلین عَلَیْہِمُ السَّلَام کی پاکیزہ سیرت اور ان
کی قوموں کے احوال کا منفرد بیان

سیرتُ الانبیاء

صفحات: 869

مصنف: شیخ الحدیث والتفسیر، ابو صالح مفتی محمد قاسم قادری عطاری مدظلہ العالی

انبیاء ومرسلین عَلَیْہِمُ السَّلَام کی پاکیزہ سیرت کا منفرد بیان

از: شیخ الحدیث والتفسیر، ابو صالح مفتی محمد قاسم قادری عطاری مدظلہ العالی

ناشر

مکتبۃ المدینہ کراچی

نام کتاب : **سیرت الانبیاء**

مصنف : شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی اَبُو الصَّالِح مُحَمَّد قَاسِم اَلْقَادِرِی مدظلہ العالی

پہلی بار : ربیع الاول ۱۴۴۲ھ، نومبر 2020ء

تعداد : 5000 (پانچ ہزار)

ناشر : مکتبۃ المدینہ فیضان مدینہ محلّہ سوداگران پرانی سبزی منڈی کراچی

مکتبۃ المدینہ کی بعض شاخیں

	شاخ	فون
01	کراچی: فیضانِ مدینہ پرانی سبزی منڈی	فون: UAN: +92 21 111 25 26 92
02	لاہور: داتا دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ	فون: 92 312 4968726
03	فیصل آباد: امین پور بازار	فون: 041-2632625
04	میرپور کشمیر: فیضانِ مدینہ چوک شہیداں میرپور	فون: 05827-437212
05	حیدرآباد: فیضانِ مدینہ آفندی ٹاؤن	فون: 022-2620123
06	ملتان: نزد پیپل والی مسجد اندرون بوہڑ گیٹ	فون: 061-4511192
07	راولپنڈی: فضل داد پلازہ کمیٹی چوک اقبال روڈ	فون: 051-5553765
08	نواب شاہ: چکرا بازار نزد MCB بینک	فون: 0244-4362145
09	سکھر: فیضانِ مدینہ، مدینہ مارکیٹ بیراج روڈ	فون: 0310-3471026
10	گوجرانوالہ: فیضانِ مدینہ شیخوپورہ موڑ	فون: 055-4441616
11	گجرات: مکتبۃ المدینہ فوارہ چوک	فون: 0333-6261212 053-3512226

E.mail: ilmia@dawateislami.net
www.dawateislami.net

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

کتاب ”سیرت الانبیاء“ کا مطالعہ کرنے کی نیتیں

فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: ”نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ“ مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ۶/ ۱۸۵ حدیث: ۵۹٤۲)

دو مَدَنی پھول:

(۱) اچھّی نیّت کے بغیر کسی بھی نیک کام کا ثواب نہیں ملتا۔

(۲) جتنی اچھّی نیّتیں زِیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ ملے گا۔

(1) اللہ تعالیٰ کی رضا پانے اور اپنے علم میں اضافے کے لئے کتاب ”سیرت الانبیاء“ کا شروع سے آخر تک مطالعہ کروں گا۔ (2) باوضو ہو کر اور قبلہ کی طرف منہ کر کے مطالعہ کرنے کی کوشش کروں گا۔ (3) قرآنی آیات کی درست مخارج کے ساتھ تلاوت کروں گا۔ (4) آیات کا ترجمہ پڑھ کر اسے سمجھنے کی کوشش کروں گا۔ (5) صالحین کے تذکرے کے وقت نازل ہونے والی رحمتِ الٰہی سے حصہ پاؤں گا۔ (6) اپنے دل میں موجود انبیاء و مرسلین عَلَیْہِمُ السَّلَام کی عزت و عظمت میں اضافہ کروں گا اور ان کی توہین و بے ادبی سے بچوں گا۔ (7) انبیاء و مرسلین عَلَیْہِمُ السَّلَام سے متعلق درست عقائد و نظریات کا علم حاصل کر کے ان پر استقامت کے ساتھ کاربند رہوں گا۔ (8) ان کی پاکیزہ سیرت و کردار سے رہنمائی لے کر اپنے احوال کی اصلاح کروں گا۔ (9) سیرتِ انبیاء پر عمل کرتے ہوئے اپنی طاقت کے مطابق نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے کا فریضہ سر انجام دوں گا۔ (10) عذابِ الٰہی کا شکار ہونے والی قوموں کے دردناک انجام سے عبرت لیتے ہوئے ان جیسے اعمال کرنے سے بچوں گا۔ (11) قرآن میں سابقہ قوموں کے احوال بیان کرنے کی حکمتوں پر غور و فکر کر کے اپنی اصلاح کروں گا۔ (12) ابلیس، بلعم بن باعوراء اور قارون کے مقام و انجام کا مطالعہ کر کے اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے ڈروں گا۔ (13) اس کے مطالعہ کا ثواب آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ساری امت کو ایصال کروں گا۔ (14) کتابت وغیرہ میں شرعی غلطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مطلع کروں گا (ناشرین و مصنف وغیرہ کو کتابوں کی اغلاط صرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)

فہرست

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ط

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اللہ تعالیٰ نے زمین پر اپنی خلافت کے لیے اپنے دستِ قدرت سے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو بنایا، پھر ان میں اپنی طرف سے ایک خاص روح ڈالی اور جنت میں رہائش عطا کی، یہاں ان کی زوجہ حضرت حوا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا کو بنایا، ایک عرصہ تک یہ دونوں جنت میں رہے، پھر ان کی تخلیق کے اصل مقصد کی تکمیل کے لیے درخت کا پھل کھانے کے بعد انہیں جنت سے زمین پر اتار دیا گیا۔ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام پہلے انسان بھی تھے اور زمین پر پہلے نبی بھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اولاد کی نعمت سے نوازا جس سے رفتہ رفتہ انسانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا اور لوگ مختلف قوموں، قبیلوں میں تقسیم ہو کر زمین کے مختلف خطوں میں آباد ہوتے چلے گئے۔ آسمانی صحیفوں، قرآنی تعلیمات اور جدید ترین تحقیق کے مطابق ابتدا میں انسان توحید اور مذہب کے ماننے والے ہی تھے، وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان رکھتے اور صرف اسی کی عبادت گزار تھے جبکہ کفر و شرک بعد کی پیداوار ہیں۔ انسان کی زمین پر آمد کے بعد گزرتے وقت کے ساتھ ابلیس کی کوششیں رنگ لانا شروع ہوئیں اور لوگ اس کے بہکاوں اور وسوسوں کا شکار ہو کر گناہ اور گمراہی میں مبتلا ہو گئے؛ یہاں تک کہ خالقِ حقیقی، معبودِ برحق کی بندگی چھوڑ دی اور اپنے ہی ہاتھوں سے تراشے بتوں کو خدا کا شریک اور اپنا معبود ٹھہرا لیا۔

کفر و شرک، گمراہی اور بد عملی کے اُس ماحول میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانے، شرک سے روکنے، ایمان لانے پر جنت کی بشارت دینے اور کفر و انکار پر عذاب کی وعید سنانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب بندوں کو نبوت و رسالت کا منصب عطا فرما کر ان کے پاس بھیجا۔ ان میں سب سے پہلے کفار کی طرف حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کو رسول بنا کر بھیجا گیا، انہوں نے سینکڑوں سال تک بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہِ ہدایت پر لانے کی کوشش کی لیکن گنے چنے لوگوں کے علاوہ کوئی بھی صراطِ مستقیم پر چلنے کے لیے تیار نہ ہوا، آخر کار جب ان لوگوں کے ایمان لانے کی امیدیں ختم ہو گئیں تو حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے ان کے خلاف دعا کی اور ایک بہت بڑے طوفان کے ذریعے روئے زمین کے تمام کفار ہلاک کر دیئے گئے جبکہ حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام اور اہلِ ایمان کو ربِ کریم نے اس عذاب سے محفوظ رکھا۔

طوفان ختم ہونے کے بعد حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام اہلِ ایمان کے ساتھ کشتی سے زمین پر اُتر آئے اور ایک شہر

آباد کیا، پھر آپ سے انسانوں کی نسل آگے چلی، اسی لئے آپ کو ''آدمِ ثانی'' (یعنی دوسرے آدم) کہا جاتا ہے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے وصال کے کچھ عرصہ بعد لوگ بت پرستی کے رستے پر چل پڑے اور ان کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے مختلف اوقات میں مختلف قوموں کی طرف پے درپے انبیاء و مرسلین عَلَیْہِمُ السَّلَام کو روشن نشانیوں اور معجزات کے ساتھ بھیجا، لوگوں کی ہدایت و نصیحت کے لیے ان پیغمبروں پر کئی صحیفے اور کتابیں نازل فرمائیں۔ ان سب کی دعوت اور تبلیغ و نصیحت کا ایک ہی محور تھا کہ اے لوگو! واحد اور حقیقی خدا پر ایمان لاؤ، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، اسی کے سامنے اپنی جبینِ نیاز جھکاؤ اور اسی کی بارگاہِ بے نیاز میں سجدہ ریز ہو، اس کے بھیجے ہوئے نبیوں اور رسولوں عَلَیْہِمُ السَّلَام پر ایمان لاؤ، ان کی اطاعت و فرمانبرداری پر کمربستہ ہو جاؤ، گناہ و نافرمانی، سرکشی اور ہٹ دھرمی سے بچو اور لوگوں کے حقوق ادا کرو۔ یہ نصیحتیں قبول کرنے کی بجائے عموماً قوم کے سرکردہ افراد نے ان رسولوں کا مذاق اڑایا، ان پر پھبتیاں کسیں، طعن و تشنیع کے نشتر چلائے، انہیں اپنے جیسا بشر قرار دے کر اطاعت سے منہ موڑا، غریب لوگوں پر اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے انہیں ایمان لانے سے روکا بلکہ بہت سے نبیوں کو شہید کر دیا اور ان اقوام کی بے باکی کا یہ عالَم تھا کہ عذابِ الٰہی کی وعیدیں سن کر ڈرنے کی بجائے الٹا نزولِ عذاب کا مطالبہ کر دیتے اور آخر کار ان کی سرکشی اپنے انجام کو پہنچی اور بہت سی اقوام مختلف عذابوں سے ہلاک کر دی گئیں۔

انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کائنات کی عظیم ترین ہستیاں اور انسانوں میں ہیروں موتیوں کی طرح جگمگاتی شخصیات ہیں جنہیں خدا نے وحی کے نور سے روشنی بخشی، حکمتوں کے سرچشمے ان کے دلوں میں جاری فرمائے اور سیرت و کردار کی وہ بلندیاں عطا فرمائیں جن کی تابانی سے مخلوق کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں۔ ان کی ربانی سیرتوں، راہِ خدا میں کاوشوں اور خدائی پیغام پہنچانے میں اٹھائی گئی مشقتوں میں تمام انسانیت کے لئے عظمت، شوکت، کردار، ہمت، حوصلے اور استقامت کا عظیم درس موجود ہے۔ ان کی سیرت کا مطالعہ آنکھوں کو روشنی، روح کو قوت، دلوں کو ہمت، عقل کو نور، سوچ کو وسعت، کردار کو حسن، زندگی کو معنویت، بندوں کو نیاز اور قوموں کو عروج بخشتا ہے۔

اس وقت کتاب ''سیرت الانبیاء'' آپ کے ہاتھوں میں ہے جس کا موضوع اس کے نام سے ہی ظاہر ہے۔ مطالعۂ کتاب سے پہلے تین ابواب میں انبیاء و مرسلین عَلَیْہِمُ السَّلَام اور ان کی اقوام سے متعلق کچھ ضروری باتیں اور چوتھے باب میں اس کتاب کا منہج و اسلوب ملاحظہ ہو۔

باب:01

انبیاء ومرسلین عَلَیْہِمُ السَّلَام کا تعارف

نبی اور رسول کی تعریف:

نبی اُس بشر (یعنی انسان) کو کہتے ہیں جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت ورہنمائی کے لیے وحی بھیجی ہو اور ان میں سے جو نئی شریعت یعنی اسلامی قانون اور خدائی احکام لے کر آئے؛ اسے رسول کہتے ہیں۔

وحی کی تعریف:

نبی ہونے کے لیے اُس پر وحی ہونا ضروری ہے، خواہ فرشتہ کی معرفت ہو یا بلاواسطہ اور وحی کا لغوی معنی ہے: پیغام بھیجنا، دل میں بات ڈالنا، خفیہ بات کرنا۔ شریعت کی اصطلاح میں وحی وہ خاص قسم کا کلام ہے جو کسی نبی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہو۔ نیز وحیِ نبوت، انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کے لیے خاص ہے، جو اسے کسی غیرِ نبی کے لیے مانے وہ کافر ہے۔

وحی کی مختلف صورتیں:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ[1]

ترجمہ: اور کسی آدمی کیلئے ممکن نہیں کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر یا (یوں کہ وہ آدمی عظمت کے) پردے کے پیچھے ہو یا (یہ کہ) اللہ کوئی فرشتہ بھیجے تو وہ فرشتہ اس کے حکم سے وحی پہنچائے جو اللہ چاہے۔ بیشک وہ بلندی والا، حکمت والا ہے۔

آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں کسی آدمی کیلئے ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام فرمائے البتہ تین صورتیں ایسی ہیں جن میں کسی فردِ بشر سے کلام ممکن ہے۔

(1) وحی کے طور پر یعنی اللہ تعالیٰ کسی واسطہ کے بغیر اس کے دل میں اِلقا فرما کر اور بیداری میں یا خواب میں

[1]... پ۲۵، الشوریٰ: ۵۱.

اِلہام کرکے کلام فرمائے۔ اس صورت میں وحی کا پہنچنا فرشتے اور سماعت کے واسطے کے بغیر ہے اور آیت میں ”اِلَّا وَحْیًا“ سے یہی مراد ہے۔ نیز اس میں یہ قید بھی نہیں کہ اس حال میں جس کی طرف وحی کی گئی ہو وہ کلام فرمانے والے کو دیکھتا ہو یا نہ دیکھتا ہو۔

امام مجاہد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام کے سینۂ مبارک میں زبور کی وحی فرمائی اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو فرزند ذبح کرنے کی خواب میں وحی فرمائی اور محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے معراج میں اسی طرح کی وحی فرمائی جس کا ”فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى“ میں بیان ہے۔ یہ سب اسی قسم میں داخل ہیں، انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے خواب حق ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے خواب وحی ہیں۔

(2) وہ آدمی عظمت کے پردے کے پیچھے ہو یعنی رسول پسِ پردہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنے، وحی کے اس طریقے میں بھی کوئی واسطہ نہیں لیکن سننے والے کو اس حال میں کلام فرمانے والے کا دیدار نہیں ہوتا۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اسی طرح کے کلام سے مشرف فرمائے گئے۔

یہاں یہ مسئلہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کے لئے کوئی ایسا پردہ ہو جیسا جسم اور جسمانی چیزوں کے لئے ہوتا ہے اور آیت میں مذکور پردہ سے مراد سننے والے کا دنیا میں دیدار نہ کر سکنا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کوئی فرشتہ بھیجے تو وہ فرشتہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وحی پہنچائے۔ وحی کے اس طریقے میں رسول کی طرف وحی پہنچنے میں فرشتے کا واسطہ ہے۔[1]

انبیاء و مرسلین کی تعداد:

انبیاء و مرسلین عَلَیْہِمُ السَّلَام کی تعداد سے متعلق روایات مختلف ہیں، اس لئے ان کی صحیح تعداد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، ہمارے لیے حکم یہ ہے کہ ہم ان کی کوئی تعداد معین نہ کریں کیونکہ معین تعداد پر ایمان لانے میں کسی نبی کی نبوت کا انکار ہونے یا کسی غیر نبی کو نبی مان لینے کا احتمال موجود ہے اور یہ دونوں باتیں بذاتِ خود کفر ہیں۔

[1] ... تفسیر کبیر، الشوریٰ، تحت الآیۃ: ۵۱، ۹/۶۱۱، مدارک، الشوریٰ، تحت الآیۃ: ۵۱، ص ۱۰۹۳، ابو سعود، الشوریٰ، تحت الآیۃ: ۵۱، ۵/۵۳۴، ملتقطاً۔

اسمائے انبیاء:

یوں تو حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام سے لے کر آخری نبی حضرت محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تک بہت سے انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام تشریف لائے؛ البتہ ان میں سے 27 کا ذکر صراحت کے ساتھ قرآنِ مجید میں موجود ہے: (1) حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام، (2) حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام، (3) حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام، (4) حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام، (5) حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام، (6) حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام، (7) حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام، (8) حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام، (9) حضرت ہارون عَلَیْہِ السَّلَام، (10) حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام (کہ راجح قول کے مطابق یہ بھی نبی ہیں۔) (11) حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام، (12) حضرت لُوط عَلَیْہِ السَّلَام، (13) حضرت ہُود عَلَیْہِ السَّلَام، (14) حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام، (15) حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام، (16) حضرت ایّوب عَلَیْہِ السَّلَام، (17) حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام، (18) حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام، (19) حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام، (20) حضرت الیاس عَلَیْہِ السَّلَام، (21) حضرت یسع عَلَیْہِ السَّلَام، (22) حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام، (23) حضرت ادریس عَلَیْہِ السَّلَام، (24) حضرت ذوالکفل عَلَیْہِ السَّلَام، (25) حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام، (26) حضرت عزیر عَلَیْہِ السَّلَام، (27) خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔

ان کے علاوہ تورات میں حضرت شیث عَلَیْہِ السَّلَام، حضرت دانیال عَلَیْہِ السَّلَام، حضرت یوشع عَلَیْہِ السَّلَام، حضرت شمویل عَلَیْہِ السَّلَام، حضرت ارمیا عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت شعیا عَلَیْہِ السَّلَام کے مبارک نام بھی مذکور ہیں۔

معجزہ کی تعریف:

نبی کے دعوئ نبوّت میں سچے ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ وہ اپنی سچائی کا اعلانیہ دعویٰ فرما کر ایسے امور ظاہر کرنے کا ذمہ لیتے ہیں جو عادۃً محال ہوں اور منکروں کو اس جیسے امور ظاہر کرنے کی دعوت دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن کے دعویٰ کے مطابق محالِ عادی امر ظاہر فرما دیتا ہے اور منکرین سب اسے ظاہر کرنے سے عاجز رہتے ہیں، اسی کو معجزہ کہتے ہیں۔

یاد رہے کہ یہ بات یقینی، قطعی اور حتمی ہے کہ حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تشریف آوری کے بعد اب کوئی نیا نبی ہرگز نہیں ہو سکتا، لہٰذا اب اگر کوئی نبوت کا دعوی کرے تو وہ یقیناً جھوٹا ہے، ایسے شخص سے معجزہ دکھانے کا مطالبہ کرنے سے متعلق امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: اگر مدعِیِ نبوت سے اِس خیال سے کہ اس کا عجز (یعنی نہ کر سکنا) ظاہر ہو معجزہ طلب کرے تو حرج نہیں اور اگر تحقیق کے لئے معجزہ طلب کیا کہ یہ معجزہ بھی دکھا سکتا ہے یا نہیں؛ تو

فوراً کافر ہو گیا۔ [1]

مشہور معجزات:

قرآن و حدیث میں انبیاء و مرسلین کے کثیر معجزات کا ذکر ہے، جیسے حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کی اونٹنی جو پہاڑ سے نکلی تھی۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے عصا کا سانپ بن جانا، ہاتھ کا روشن ہو جانا، پتھر پر عصا مارنے سے پانی کے چشمے جاری ہو جانا، دریا پر عصا مارنے سے اس میں خشک راستے بن جانا۔ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا دودھ پینے کے دنوں میں کلام فرمانا، مُردوں کو زندہ کرنا، پیدائشی نابینا کو آنکھوں کا نور اور کوڑھ کے مریض کو شفا دینا اور ہمارے آقا محمد مصطفیٰ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے معجزات بے شمار ہیں مثلاً: چاند کو دو ٹکڑے کرنا، سفرِ معراج، انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کر دینا، جانوروں اور لکڑی کے ستون کا کلام کرنا، پرندوں کا فریاد کرنا اور درختوں، پتھروں کا سجدہ کرنا وغیرہ۔

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کیا خوب فرماتے ہیں:

اپنے مولیٰ کی ہے بس شان عظیم جانور بھی کریں جن کی تعظیم
سنگ کرتے ہیں ادب سے تسلیم پیڑ سجدے میں گرا کرتے ہیں

انگلیاں پائیں وہ پیاری پیاری جن سے دریائے کرم ہیں جاری
جوش پر آتی ہے غمخواری تشنے سیراب ہوا کرتے ہیں

ہاں یہیں کرتی ہیں چڑیاں فریاد ہاں یہیں چاہتی ہے ہرنی داد
اسی در پر شترانِ ناشاد گلہء رنج و عنا کرتے ہیں

آسمانی کتابیں اور صحیفے:

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی رہنمائی کے لئے بہت سے انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام پر صحیفے (چھوٹے سائز کی کتابیں) اور کتابیں نازل فرمائیں، ان میں سے چار کتابیں بہت مشہور ہیں:

(1) تورات: یہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر نازل ہوئی، یہ سب سے پہلی آسمانی کتاب ہے، اس سے پہلے انبیاء

---

[1] ... ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص ۱۳۴۔

عَلَیْہِمُ السَّلَام کو صحیفے (چھوٹے سائز کی کتابیں) ہی ملتے تھے۔ اس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِیْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌۚ یَحْكُمُ بِهَا النَّبِیُّوْنَ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِیْنَ هَادُوْا وَ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا عَلَیْهِ شُهَدَآءَ[1]

ترجمہ: بیشک ہم نے تورات نازل فرمائی جس میں ہدایت اور نور ہے، فرمانبردار نبی اور ربانی علماء اور فقہاء یہودیوں کو اسی کے مطابق حکم دیتے تھے کیونکہ انہیں (اللہ کی اس) کتاب کا محافظ بنایا گیا تھا اور وہ اس کے خود گواہ تھے۔

(2) **زبور:** یہ حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام پر نازل ہوئی۔ اس میں 150 سورتیں ہیں، سب دعا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا پر مشتمل ہیں، ان میں حلال و حرام، فرائض اور حدود و احکام کا ذکر نہیں ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا[2]

ترجمہ: اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی۔

(3) **انجیل:** یہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر نازل ہوئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اٰتَیْنٰهُ الْاِنْجِیْلَ فِیْهِ هُدًى وَّ نُوْرٌۙ وَّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ هُدًى وَّ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَ[3]

ترجمہ: اور ہم نے اسے انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور نور تھا اور وہ (انجیل) اس سے پہلے موجود تورات کی تصدیق فرمانے والی تھی اور پرہیز گاروں کے لئے ہدایت اور نصیحت تھی۔

(4) **قرآنِ مجید:** یہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر نازل ہوئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَ لَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًاؕ(۱) قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَ یُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا[4]

ترجمہ: تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل فرمائی اور اس میں کوئی ٹیڑھ نہیں رکھی۔ لوگوں کی مصلحتوں کو قائم رکھنے والی نہایت معتدل کتاب تاکہ اللہ کی طرف سے سخت عذاب

1…پ۶، المائدۃ:۴۴۔ 2…پ۱۵، بنی اسرائیل:۵۵۔ 3…پ۶، المائدۃ:۴۶۔ 4…پ۱۵، الکہف:۱،۲۔

سے ڈرائے اوراچھے اعمال کرنے والے مومنوں کو
خوشخبری دے کہ ان کے لیے اچھاثواب ہے۔

ان کتابوں کے علاوہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام ، حضرت شیث عَلَیْہِ السَّلَام ، حضرت ادریس عَلَیْہِ السَّلَام ، حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام پر بہت سے صحیفے اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر نزولِ تورات سے پہلے کچھ صحیفے نازل ہوئے۔ صحیفوں سے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ وَ بِالزُّبُرِ وَ بِالْكِتٰبِ الْمُنِیْرِ (1)

ترجمہ: ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں اور صحیفے اورروشن کر دینے والی کتابیں لے کر آئے۔

آسمانی کتابوں سے متعلق 4 ضروری باتیں:

(1) تمام آسمانی کتابوں میں سب سے افضل ”قرآنِ مجید“ ہے اور یہاں افضل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے لیے اس میں ثواب زائد ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ ایک ،اُس کا کلام ایک ؛اِس میں زیادہ فضیلت والے اور کم فضیلت والے کی گنجائش نہیں ہے۔

(2) سب آسمانی کتابیں اور صحیفے حق اور سب کلامِ الٰہی ہیں،اُن میں جو کچھ ارشاد ہوا سب پر ایمان لانا ضروری ہے، البتہ ایک اہم بات ذہن نشین رہے کہ اگلی کتابوں کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اُمّت کے سپرد کی تھی،اُن سے اِن کی حفاظت نہ ہو سکی اور کلامِ الٰہی جیسا اُترا تھا؛اُن کے ہاتھوں میں ویسا باقی نہ رہا، بلکہ اُن کے شریروں نے تو یہ کیا کہ اُن میں تحریفیں کردیں،یعنی اپنی خواہش کے مطابق کمی بیشی کر دی، لہٰذا جب اُن کتابوں کی کوئی بات ہمارے سامنے پیش ہو اور وہ ہماری کتاب قرآن کے مطابق ہے تو ہم اُس کی تصدیق کریں گے اور اگر مخالف ہے تو یقین جانیں گے کہ یہ اُن کی تحریفات سے ہے اور اگر موافقت، مخالفت کچھ معلوم نہیں تو حکم ہے کہ ہم اس بات کی نہ تصدیق کریں نہ انکار، بلکہ یوں کہیں گے: اللہ تعالیٰ،اُس کے فرشتوں،اُس کی کتابوں اور اُس کے رسولوں پر ہمارا ایمان ہے۔

(3) دین اسلام چونکہ روزِ قیامت تک باقی رہنے والا دین ہے، اس لیے قرآنِ پاک کی حفاظت کی ذمہ داری مخلوق کو نہ دی گئی بلکہ ربِّ کائنات نے خود اس کی حفاظت کا ذمہ لیا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

(1)... پ۲۲،فاطر:۲۵

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ [1]

ترجمہ: بیشک ہم نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور بیشک ہم خود اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

لہٰذا اس میں کسی حرف یا نقطہ کی کمی بیشی محال ہے، اگرچہ ساری دنیا اس کو بدلنے پر جمع ہو جائے، تو جو یہ کہے کہ اس میں سے کچھ پارے، یا سورتیں، یا آیتیں بلکہ ایک حرف بھی کسی نے کم کر دیا، یا بڑھا دیا، یا بدل دیا، وہ قطعاً کافر ہے، کہ اس نے مذکورہ بالا آیتِ قرآنی کا انکار کر دیا۔

(4) قرآنِ پاک کے علاوہ جتنی آسمانی کتابیں نازل ہوئیں وہ صرف انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کو زبانی یاد تھیں اور ان کی امت کے لوگ صرف دیکھ کر ہی ان کی تلاوت کر سکتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی امت کو یہ خصوصیت عطا فرمائی ہے کہ ان میں چھوٹوں سے لے کر بڑوں تک بے شمار ایسے لوگ موجود ہیں جنہیں قرآنِ پاک زبانی یاد ہے۔

اوصافِ انبیاء:

انبیاء و مرسلین عَلَیْہِمُ السَّلَام انتہائی اعلیٰ اور عمدہ اوصاف کے مالک تھے، چنانچہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَحَلِیْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِیْبٌ [2]

ترجمہ: بیشک ابراہیم بڑے تحمل والا، بہت آہیں بھرنے والا، رجوع کرنے والا ہے۔

حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کے بارے میں فرمایا:

وَ اذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِسْمٰعِیْلَ٘-اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا ۚ وَ كَانَ یَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ۪-وَ كَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِیًّا [3]

ترجمہ: اور کتاب میں اسماعیل کو یاد کرو بیشک وہ وعدے کا سچا تھا اور غیب کی خبریں دینے والا رسول تھا۔ اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا اور وہ اپنے رب کے ہاں بڑا پسندیدہ بندہ تھا۔

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے بارے میں ہے:

---

1 ... پ۱۴، الحجر: ۹۔ 2 ... پ۱۲، ھود: ۷۵۔ 3 ... پ۱۶، مریم: ۵۴، ۵۵۔

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ﳛ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّاۙ(۳۰) وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ۪ وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّاﳚ(۳۱) وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ٘ وَ لَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا [1]

ترجمہ: بچے نے فرمایا: بیشک میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔ اور اس نے مجھے مبارک بنایا ہے خواہ میں کہیں بھی ہوں اور اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کی تاکید فرمائی ہے جب تک میں زندہ رہوں۔ اور (مجھے) اپنی ماں سے اچھا سلوک کرنے والا (بنایا) اور مجھے متکبر، بدنصیب نہ بنایا۔

اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بارے میں فرمایا:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْۚ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ۪ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِیْنَ [2]

ترجمہ: تو اے حبیب! اللہ کی کتنی بڑی مہربانی ہے کہ آپ ان کے لئے نرم دل ہیں اور اگر آپ تُرش مزاج، سخت دل ہوتے تو یہ لوگ ضرور آپ کے پاس سے بھاگ جاتے تو آپ ان کو معاف فرماتے رہو اور ان کی مغفرت کی دعا کرتے رہو اور کاموں میں ان سے مشورہ لیتے رہو پھر جب کسی بات کا پختہ ارادہ کرلو تو اللہ پر بھروسہ کرو بیشک اللہ توکل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ [3]

ترجمہ: بیشک اللہ نے ایمان والوں پر بڑا احسان فرمایا جب ان میں ایک رسول مبعوث فرمایا جو انہی میں سے ہے۔ وہ ان کے سامنے اللہ کی آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ یہ لوگ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

---

❶...پ١٦، مریم: ٣٠-٣٢۔ ❷...پ٤، اٰل عمران: ١٥٩۔ ❸...پ٤، اٰل عمران: ١٦٤۔

اور ارشاد فرمایا:

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ٘-یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىٕثَ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْؕ-فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤۙ-اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۠ (1)

ترجمہ: وہ جو اس رسول کی اتباع کریں جو غیب کی خبریں دینے والے ہیں، جو کسی سے پڑھے ہوئے نہیں ہیں، جسے یہ (اہل کتاب) اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ انہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں اور انہیں برائی سے منع کرتے ہیں اور ان کیلئے پاکیزہ چیزیں حلال فرماتے ہیں اور گندی چیزیں ان پر حرام کرتے ہیں اور ان کے اوپر سے وہ بوجھ اور قیدیں اتارتے ہیں جو ان پر تھیں تو وہ لوگ جو اس نبی پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اس کی مدد کریں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

مزید احادیث و آثار میں موجود بے شمار اوصاف میں سے 42 اوصاف کی فہرست بھی ملاحظہ ہو (1) حکمت آمیز گفتگو کرنا۔ (2) اچھی بات کے سوا خاموش رہنا۔ (3) حصول علم کے لیے سفر کرنا۔ (4) علم میں اضافے کا خواہش مند رہنا۔ (5) لوگوں کو دین کا علم سکھانا۔ (6) بھلائی کے کاموں کی طرف ان کی رہنمائی کرنا۔ (7) لوگوں کی خیر خواہی اور ان کے حقوق ادا کرنا۔ (8) ضعیفوں، یتیموں، مفلسوں، مساکین اور خادمین کے ساتھ شفقت و مہربانی سے پیش آنا۔ (9) بردباری اور حسنِ اخلاق سے پیش آنا۔ (10) لوگوں کی خطاؤں سے درگزر کرنا۔ (11) ان کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں پر صبر و تحمل کرنا۔ (12) برائی کا بدلہ بھلائی سے دینا۔ (13) مخلوقِ خدا کو وعظ و نصیحت کرنا۔ (14) حق بات بیان کرنے میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔ (15) عدل و انصاف سے کام لینا اور حق فیصلہ کرنا۔ (16 تا 18) سخاوت، مہمان نوازی اور مہمانوں کی عزت و تکریم میں سب سے آگے ہونا۔ (19) والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا۔ (20) ان کے ساتھ تعظیم و ادب سے پیش آنا۔ (21) ان کے لیے دعائیں کرنا۔ (22) بھائیوں اور دیگر رشتہ داروں

(1)... پ۹، الاعراف: ۱۵۷.

سے وقتِ ملاقات مصافحہ، معانقہ کرنا اور خندہ پیشانی سے پیش آنا۔ (23) خود کو اللہ تعالیٰ کا محتاج بندہ ماننا۔ (24) اس کی تقدیر اور رضا پر راضی رہنا۔ (25) اپنے تمام معاملات میں اسی پر بھروسہ رکھنا۔ (26) رحمتِ الٰہی کی امید اور خوفِ خدا کے درمیان رہنا۔ (27) نارِ جہنم سے یقینی آزادی کا پروانہ ملنے کے باوجود جہنم سے خدا کی پناہ مانگتے رہنا۔ (28) تذکرۂ جہنم کے وقت اشک بار ہو جانا۔ (29) گناہوں سے معصوم ہونے کے باوجود بارگاہِ غفار میں توبہ و استغفار کرنا۔ (30) اپنی راتیں قیام و نماز اور ذکر و اذکار میں گزارنا۔ (31) روزے رکھنا۔ (32) مسجدِ حرام و دیگر مساجد میں اعتکاف کرنا۔ (33، 34) خانۂ کعبہ کا حج اور قربانی کرنا۔ (35) کلامِ الٰہی کی تلاوت ان کی مقدس زبانوں سے جاری رہنا۔ (36) نیک کاموں میں جلدی کرنا۔ (37) بارگاہِ الٰہی میں دعائیں کرنا۔ (38) قبولیتِ دعا کے اوقات، مقامات اور آدابِ دعا کا خیال رکھنا۔ (39) دعا میں مختصر اور جامع الفاظ ذکر کرنا۔ (40، 41) دورانِ دعا اپنی عاجزی و انکساری کا اظہار کرنا اور تقاضائے حال کے مطابق اپنے نیک اعمال کا وسیلہ پیش کرنا۔ (42) وقتِ وصال اپنی اولاد کو دین پر قائم رہنے کی وصیت کرنا۔

فضائلِ انبیاء:

قرآن و حدیث میں انبیاء و مرسلین عَلَیْہِمُ السَّلَام کے انفرادی اور مجموعی بے شمار فضائل بیان ہوئے ہیں، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَ اٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَ اَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ [1]

ترجمہ: یہ رسول ہیں ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت عطا فرمائی، ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلندی عطا فرمائی اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو کھلی نشانیاں دیں اور پاکیزہ روح سے اس کی مدد کی۔

اس آیت میں جملہ انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام میں سے بطورِ خاص تین انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کا ذکر فرمایا گیا۔

(1) حضرتِ موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام۔ ان سے اللہ تعالیٰ نے کوہِ طور پر بلا واسطہ کلام فرمایا؛ جبکہ یہی شرف سیدُ الانبیاء صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو معراج میں حاصل ہوا۔

---

[1]... پ۳، البقرۃ: ۲۵۳.

(2)حضرتِ عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام۔ انہیں روشن نشانیاں عطا ہوئیں، جیسے مردے کو زندہ کرنا، بیماروں کو تندرست کرنا، مٹی سے پرندہ بنانا، غیب کی خبریں دینا وغیرہ، نیز روحُ القُدُس یعنی حضرتِ جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے ذریعے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی تائید کی گئی جو ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتے تھے۔

(3)یہ وہ ہستی ہیں جن کے بارے میں فرمایا کہ کسی کو ہم نے درجوں بلندی عطا فرمائی اور وہ ہمارے آقا و مولا، ملجاء وماویٰ، حضور پر نور، سیدُ الانبیاء، محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہیں کہ آپ کو کثیر درجات کے ساتھ تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام پر فضیلت عطا فرمائی۔ حضور پُر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وہ خصائص و کمالات جن میں آپ تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام پر فائق و افضل ہیں اور ان میں آپ کا کوئی شریک نہیں، بے شمار ہیں کیونکہ قرآنِ کریم میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ درجوں بلند کیا اور ان درجوں کا کوئی شمار قرآنِ کریم میں ذکر نہیں فرمایا گیا، تو اب ان درجوں کی کون حد لگا سکتا ہے؟

مزید ارشاد فرمایا:

اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ مِنْ ذُرِّیَّةِ اٰدَمَ ۗ وَ مِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۫ وَّ مِنْ ذُرِّیَّةِ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْرَآءِیْلَ ۫ وَ مِمَّنْ هَدَیْنَا وَ اجْتَبَیْنَا ؕ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُكِیًّا[1]

ترجمہ: یہ وہ انبیاء ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا، جو آدم کی اولاد میں سے ہیں اور ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا اور ابراہیم اور یعقوب کی اولاد میں سے ہیں اور ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں ہم نے ہدایت دی اور چن لیا۔ جب ان کے سامنے رحمٰن کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو یہ سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے گر پڑتے ہیں۔

اور ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ[2]

ترجمہ: بیشک اللہ نے آدم اور نوح اور ابراہیم کی اولاد اور عمران کی اولاد کو سارے جہان والوں پر چن لیا۔

اور ارشاد فرمایا:

1...پ۱۶، مریم: ۵۸۔ 2...پ۳، آل عمران: ۳۳۔

وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَؕ-كُلًّا هَدَیْنَاۚ-وَ نُوْحًا هَدَیْنَا مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ وَ اَیُّوْبَ وَ یُوْسُفَ وَ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَؕ-وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَۙ(۸۴) وَ زَكَرِیَّا وَ یَحْیٰى وَ عِیْسٰى وَ اِلْیَاسَؕ-كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَۙ(۸۵) وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ الْیَسَعَ وَ یُوْنُسَ وَ لُوْطًاؕ-وَ كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِیْنَۙ(۸۶) وَ مِنْ اٰبَآىٕهِمْ وَ ذُرِّیّٰتِهِمْ وَ اِخْوَانِهِمْۚ-وَ اجْتَبَیْنٰهُمْ وَ هَدَیْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ[1]

ترجمہ: اور ہم نے انہیں اسحاق اور یعقوب عطا کیے۔ ان سب کو ہم نے ہدایت دی اور ان سے پہلے نوح کو ہدایت دی اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو (ہدایت عطا فرمائی) اور ایسا ہی ہم نیک لوگوں کو بدلہ دیتے ہیں۔ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو (ہدایت یافتہ بنایا) یہ سب ہمارے خاص بندوں میں سے ہیں۔ اور اسماعیل اور یَسَع اور یونس اور لوط کو (ہدایت دی) اور ہم نے سب کو تمام جہان والوں پر فضیلت عطا فرمائی۔ اور ان کے باپ دادا اور ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے (بھی) بعض کو (ہدایت دی) اور ہم نے انہیں چن لیا اور ہم نے انہیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: کچھ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم درِ اقدس پر بیٹھے امام الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے تشریف لانے کا انتظار کر رہے تھے۔ کچھ دیر بعد آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے حجرۂ مبارکہ سے نکلے اور جب ان کے قریب پہنچے تو انہیں باتیں کرتے ہوئے سنا، کوئی کہہ رہا تھا: تعجب ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنا خلیل بنایا۔ دوسرے نے کہا: اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے بے واسطہ کلام فرمانا کس قدر تعجب والا ہے۔ تیسرے نے کہا: حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور اس کی خاص روح ہیں۔ چوتھے نے کہا: حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا ہے۔ جب وہ سب کہہ چکے تو حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قریب آئے اور ارشاد فرمایا: میں نے تمہارا کلام اور تمہارا تعجب کرنا سنا کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام خَلِیْلُ اللہ ہیں۔ ہاں وہ ایسے ہی ہیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نَجِیُّ اللہ ہیں اور بیشک وہ ایسے ہی ہیں۔ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام رُوحُ اللہ

1...پ۷، الانعام: ۸۴-۸۷۔

ہیں اور وہ واقعی ایسے ہی ہیں۔ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام صَفِیُّ اللہ ہیں اور حقیقت میں وہ ایسے ہی ہیں۔(اب میری شان) سن لو! میں اللہ تعالیٰ کا پیارا ہوں ؛ اور کچھ فخر مقصود نہیں۔ میں روزِ قیامت حمد کا جھنڈا اٹھاؤں گا جس کے نیچے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام اوران کے سواسب ہوں گے ؛اور کچھ فخر نہیں۔ میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور میری شفاعت مقبول ہے ، اور کچھ فخر نہیں۔سب سے پہلے میں دروازۂ جنت کی زنجیر ہلاؤں گا، اللہ تعالیٰ میرے لئے دروازہ کھول کر مجھے اندر داخل کرے گا اور میرے ساتھ فقرائے مومنین ہوں گے؛اور یہ فخر کی وجہ سے نہیں کہتا۔ میں بارگاہِ الٰہی میں سب اگلے پچھلوں سے زیادہ عزت والا ہوں؛اور یہ بڑائی کے طور پر نہیں فرماتا۔[1]

فضائلِ انبیاء سے متعلق دو اہم باتیں:

(1) نبی ہونے میں تو تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام برابر ہیں اور قرآن میں جہاں یہ آتا ہے کہ ہم ان میں کوئی فرق نہیں کرتے اس سے یہی مراد ہوتا ہے کہ اصلِ نبوت میں ان کے درمیان کوئی فرق نہیں؛ البتہ ان کے مَراتِب جداگانہ ہیں، خصائص و کمالات میں فرق ہے، ان کے درجات مختلف ہیں، بعض بعض سے اعلیٰ ہیں اور ہمارے آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سب سے اعلیٰ ہیں۔[2]

(2) جب انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے باہمی فضائل بیان کئے جائیں تو صرف وہ فضائل بیان کریں جو قرآن مجید، احادیثِ مبارکہ یا اولیاء و محقِّق علماء سے ثابت ہوں، اپنی طرف سے گھڑ کر کوئی فضیلت بیان نہ کی جائے اور ان فضائل کو بھی اس طرح بیان نہ کیا جائے جس سے معاذ اللہ کسی نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی تحقیر کا پہلو نکلتا ہو۔

باب:02

انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام اور سیرت سے متعلق اہم باتیں

(1) انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کا بشری صورت میں ظہور نبوت کے منافی نہیں:

انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کا بشری صورت میں ظہور ان کی نبوت کے منافی نہیں کیونکہ دستورِ الٰہی یہی ہے کہ اس

1... ترمذی، کتاب المناقب، باب ما جاء فی فضل النبی، ٥/٣٥٤، حدیث: ٣٦٣٦، مشکاۃ المصابیح، کتاب احوال القیامۃ وبدء الخلق، باب فضائل سید المرسلین، ٢/٣٥٦، حدیث: ٥٧٦٢۔

2... خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ٢٥٣، ١/١٩٣، مدارک، البقرۃ، تحت الآیۃ: ٢٥٣، ص١٣٠، ملتقطاً۔

نے کسی قوم کی طرف فرشتے کو رسول بنا کر نہیں بھیجا بلکہ جو نبی اور رسول بھیجے وہ سب انسان، مرد اور اپنی قوم کے ہم زبان ہی تھے اور ان کی طرف فرشتوں کے ذریعے احکامات وغیرہ کی وحی کی جاتی تھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى[1]

ترجمہ: اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے وہ سب شہروں کے رہنے والے مرد ہی تھے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِیُبَیِّنَ لَهُمْ[2]

ترجمہ: اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم کی زبان کے ساتھ ہی بھیجا تاکہ وہ انہیں واضح کرکے بتادے۔

(2) انبیاء و مرسلین عَلَیْهِمُ السَّلَام اور عام انسانوں میں فرق:

ان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ نبی اور رسول خدا کے خاص اور معصوم بندے ہوتے ہیں، ان کی نگرانی اور تربیت خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ صغیرہ کبیرہ گناہوں سے بالکل پاک ہوتے، عالی نسب، عالی حسب (یعنی بلند سلسلۂ خاندان)، انسانیت کے اعلیٰ مرتبے پر پہنچے ہوئے، خوبصورت، نیک سیرت، عبادت گزار، پرہیزگار، تمام اخلاقِ حسنہ سے آراستہ اور ہر قسم کی برائی سے دور رہنے والے ہوتے ہیں۔ انہیں عقلِ کامل عطا کی جاتی ہے جو اوروں کی عقل سے انتہائی بلند و بالا ہوتی ہے۔ کسی حکیم اور فلسفی کی عقل اور کسی سائنسدان کی فہم و فراست اس کے لاکھویں حصے تک بھی نہیں پہنچ سکتی اور عقل کی ایسی بلندی کیوں نہ ہو کہ یہ خدا کے لاڈلے بندے اور اس کے محبوب ہوتے ہیں۔ پھر تمام مخلوق حتی کہ سارے نبیوں اور رسولوں عَلَیْهِمُ السَّلَام میں سب سے بڑھ کر کامل و اکمل عقل ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کو عطا فرمائی گئی ہے۔

(3) انبیاء و مرسلین عَلَیْهِمُ السَّلَام اور غیبی امور کا علم:

انبیاء و مرسلین عَلَیْهِمُ السَّلَام کی تشریف آوری کا ایک بنیادی مقصد ہی غیب کی خبر دینا ہے، جیسے اخروی حساب کتاب، جنت و دوزخ، ثواب عذاب، حشر نشر اور فرشتے وغیرہ سب غیب ہی کی خبریں ہیں جو خدا کی عطا کردہ ہیں۔ ارشادِ

1... پ۱۳، یوسف: ۱۰۹۔ 2... پ۱۳، ابراھیم: ۴۔

باری تعالیٰ ہے:

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ [1]	**ترجمہ**: اور (اے عام لوگو!) اللہ تمہیں غیب پر مطلع نہیں کرتا البتہ اللہ اپنے رسولوں کو منتخب فرمالیتا ہے جنہیں پسند فرماتا ہے۔

جبکہ اللہ تعالیٰ کا اپنا علم ذاتی ہے جس کی کوئی حد نہیں اور یہ ہمیشہ سے ہے۔

(4) عبادت وریاضت سے نبوت نہیں مل سکتی:

نبوّت و رسالت ملنے میں عبادت و ریاضت اور نیک اعمال کا کوئی کردار ہے نہ ذاتی طور پر مستحق ہونے کا کوئی عمل دخل بلکہ یہ خاص اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہے عطا فرمائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ [2]	**ترجمہ**: اللہ اسے خوب جانتا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھے۔

اور ارشاد فرمایا:

يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ [3]	**ترجمہ**: وہ اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے خاص فرمالیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

ہاں دیتا اسی کو ہے جسے اس عظیم منصب کے قابل بناتا ہے جو حصولِ نبوت سے پہلے مذموم اخلاق سے پاک اور تمام اچھے اخلاق سے مزین ہو کر ولایت کے جملہ مدارج طے کر چکتا ہے اور اپنے نسب و جسم، قول و فعل اور حرکات و سکنات میں ہر ایسی بات سے پاک صاف ہوتا ہے جو باعثِ نفرت ہو، اسے کامل عقل عطا کی جاتی ہے جو دوسروں کی عقل سے بے حد زیادہ ہوتی ہے، کسی حکیم اور فلسفی کی عقل اس کے لاکھویں حصے تک بھی نہیں پہنچ سکتی۔

(5) ختمِ نبوت:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❶... پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۷۹۔ ❷... پ۸، الانعام: ۱۲۴۔ ❸... پ۳، اٰل عمرٰن: ۷۴۔

اَللّٰهُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِؕ-اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ[1]

ترجمہ: اللہ فرشتوں میں سے اور آدمیوں میں سے رسول چن لیتا ہے، بیشک اللہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

انسانوں کی ہدایت کے لئے ان میں سے ہی بعض کو نبوت ورسالت کے لئے چن لینا اللہ تعالیٰ کی قدیم عادت ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تشریف آوری کے بعد بھی لوگوں کو نبوت ورسالت کے عظیم منصب کے لئے منتخب کرے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبوت ورسالت کے لئے جنہیں چننا تھا چن لیا اور جنہیں چن لیا وہ دائمی نبی اور رسول ہو گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر نبوت و رسالت کا منصب ختم فرما دیا لہٰذا ان کی تشریف آوری کے بعد نبوت ورسالت کا سلسلہ مکمل طور پر اختتام پزیر ہو گیا اور اب قیامت تک کسی بھی صورت میں کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔

سیدِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے آخری نبی ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَؕ-وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا[2]

ترجمہ: محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے آخر میں تشریف لانے والے ہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا ہے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بنی اسرائیل میں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام حکومت کیا کرتے تھے، جب ایک نبی کا وصال ہوتا تو دوسرا نبی ان کا خلیفہ ہوتا، (لیکن یاد رکھو!) میرے بعد ہرگز کوئی نبی نہیں ہے، ہاں! عنقریب خلفاء ہوں گے اور کثرت سے ہوں گے۔[3]

مسلم شریف میں ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے بہت حسین و جمیل ایک گھر بنایا، مگر اس کے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اس کے گرد گھومنے لگے اور تعجب سے یہ کہنے لگے کہ اس نے یہ اینٹ کیوں نہ رکھی؟ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا میں (قصرِ نبوت کی) وہ اینٹ ہوں اور میں خَاتَمُ النَّبِیّٖن ہوں۔[4]

1... پ۱۷، الحج: ۷۵۔ 2... پ۲۲، الاحزاب: ۴۰۔ 3... بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، ۲/۴۶۱، حدیث: ۳۴۵۵۔

4... مسلم، کتاب الفضائل، باب ذکر کونہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین، ص۱۲۵۵، حدیث: ۲۲۸۶۔

ابو داوٗد شریف میں ہے۔رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: عنقریب میری امت میں تیس کذاب ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک یہ گمان کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خَاتَمُ النَّبِیّٖن ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔[1]

اور سنن ترمذی میں ہے: سید الانبیاء صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بیشک رسالت و نبوت ختم ہو گئی تو میرے بعد نہ کوئی رسول ہے اور نہ ہی نبی۔[2]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ سچا اور اس کا کلام سچا، مسلمان پر جس طرح لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللہ ماننا، اللہ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی کو اَحد، صَمد، لَا شَرِیْكَ لَہ (یعنی ایک، بے نیاز اور اس کا کوئی شریک نہ ہونا) جاننا فرضِ اوّل و مَناطِ ایمان ہے، یونہی مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو خَاتَمُ النَّبِیّٖن ماننا، ان کے زمانے میں خواہ ان کے بعد کسی نبیٔ جدید کی بِعثَت کو یقیناً محال و باطل جاننا فرضِ اَجل و جزءِ اِیقان ہے۔ ''وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ'' نصِ قطعی قرآن ہے، اس کا منکر نہ منکر بلکہ شبہ کرنے والا، نہ شاک کہ ادنیٰ ضعیف احتمال خفیف سے توہّم خلاف رکھنے والا، قطعاً اجماعاً کافر ملعون مُخَلَّد فِی النِّیْرَان (یعنی ہمیشہ کے لئے جہنمی) ہے، نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اس کے عقیدۂ ملعونہ پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ جانے وہ بھی کافر، جو اس کے کافر ہونے میں شک و تَرَدُّد کو راہ دے وہ بھی کافر بَیِّنُ الْکَافِر جَلِیُّ الْکُفْرَان (یعنی واضح کافر اور اس کا کفر روشن) ہے۔[3]

(6) فیضانِ نبوت:

یہاں ایک بات قابلِ توجہ ہے کہ نبوت و رسالت حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ختم ہو گئی لیکن فیضانِ نبوت جاری رہے گا اور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اب بھی بہت سے امتیوں کی تربیت فرماتے ہیں، جیسا کہ اولیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِم سے اس کے کثیر اقوال و واقعات مروی ہیں، بلکہ خود قرآن سے ثابت ہے؛ چنانچہ فرمایا:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ

ترجمہ: وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اللہ کی آیتیں

1... ابوداؤد، کتاب الفتن والملاحم، باب ذکر الفتن ودلائلھا، ۴/۱۳۲، حدیث: ۴۲۵۲۔

2... ترمذی، کتاب الرؤیا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ذھبت النبوۃ... الخ، ۴/۱۲۱، حدیث: ۲۲۷۹۔

3... فتاوی رضویہ، ۱۵/ ۶۳۰۔

وَ الْحِكْمَةَ ۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍۙ وَّ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ [1]

تلاوت فرماتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتا ہے اور بیشک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔ اور ان سے (بعد والے) دوسرے لوگوں کو (بھی یہ رسول پاک کرتے اور علم دیتے ہیں) جو ان (موجودہ لوگوں) سے ابھی نہیں ملے اور وہی بہت عزت والا، بڑا حکمت والا ہے۔

(7) نبوت کے جھوٹے دعویدار کے لیے وعید:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَ لَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ [2]

ترجمہ: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون؟ جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا کہے: میری طرف وحی کی گئی حالانکہ اس کی طرف کسی شے کی وحی نہیں بھیجی گئی۔

تفسیر صراط الجنان میں ہے: یہ آیت مُسَیْلِمَہ کذّاب کے بارے میں نازل ہوئی جس نے یمن کے علاقے یمامہ میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا۔ قبیلۂ بنی حنیفہ کے چند لوگ اس کے فریب میں آگئے تھے۔ یہ کذاب، سیدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کے زمانۂ خلافت میں حضرت وحشی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ اس کے بارے میں فرمایا کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون؟ جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے اور کہے کہ میری طرف وحی کی گئی حالانکہ اس کی طرف کسی شے کی وحی نہیں بھیجی گئی۔

یہ آیت صراحت کے ساتھ مرزا قادیانی کا بھی رد کرتی ہے کیونکہ وہ بھی اس کا مدعی تھا کہ میری طرف وحی نازل کی جاتی ہے۔ آج کل قادیانی لوگوں کو مختلف طریقوں سے دھوکہ دیتے ہیں۔ کچھ یہ کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد نے نبوت کا نہیں بلکہ مجدد ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور ہم اسے صرف مجدد مانتے ہیں جبکہ بعض کہتے ہیں کہ مرزا نے مطلق نبوت ورسالت کا دعویٰ نہیں کیا تھا بلکہ ایک خاص قسم کی نبوت کا دعویٰ کیا تھا حالانکہ مرزا قادیانی کی کتابوں میں بیسیوں جگہ

---

[1]... پ۲۸، الجمعۃ: ۲، ۳۔ [2]... پ۷، الانعام: ۹۳۔

مُطلق نبوت و رسالت کا دعویٰ موجود ہے اور جو ظلی و بروزی نبوت کا دعویٰ ہے وہ بھی نبوت ہی کا دعویٰ ہے اور وہ بھی قطعاً کفر ہے، نیز مرزا کے منکروں کو کافر اور ماننے والوں کو صحابی اور بیویوں کو ازواجِ مطہرات کہنا ان کی کتابوں میں عام ہے لہٰذا کسی بھی مسلمان کو ان کے دھوکے میں نہیں آنا چاہیے۔

(8) عصمتِ انبیاء:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه فرماتے ہیں: مسلمان ہمیشہ یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ حضرات انبیائے کرام عَلَيْهِمُ السَّلَام کبیرہ گناہوں سے مطلقاً اور گناہِ صغیرہ کے عمداً ارتکاب، اور ہر ایسے امر سے جو مخلوق کے لیے باعثِ نفرت ہو اور مخلوقِ خدا اِن کے باعث اُن سے دور بھاگے، نیز ایسے افعال سے جو وجاہت و مروت اور معززلوگوں کی شان اور مرتبہ کے خلاف ہیں قبلِ نبوت اور بعدِ نبوت بالاجماع معصوم ہیں۔[1]

(9) حیاتِ انبیاء:

انبیاعَلَيْهِمُ السَّلَام اپنی اپنی قبروں میں اُسی طرح حقیقی حیات کے ساتھ زندہ ہیں، جیسے دنیا میں تھے۔ یہ کھاتے پیتے اور جہاں چاہیں آتے جاتے ہیں۔ وعدۂ الٰہی پورا ہونے کے لیے ایک لمحے کو اُن پر موت طاری ہوئی، پھر بدستور زندہ ہوگئے، اُن کی زندگی، شہدا کی زندگی سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے، اسی لیے شہید کا ترکہ تقسیم ہو گا اور اُس کی بیوی عدت کے بعد نکاح کر سکتی ہے جبکہ انبیاءِ کرام عَلَيْهِمُ السَّلَام کے ہاں ایسا نہیں، نہ ان کا ترکہ تقسیم ہو گا اور نہ ان کی زوجہ کسی سے نکاح کر سکتی ہے۔

رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: انبیاءِ کرام عَلَيْهِمُ السَّلَام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان میں نماز پڑھتے ہیں۔[2]

اور فرمایا: مجھ پر جمعہ کے دن درود زیادہ پڑھو کیونکہ یہ حاضری کا دن ہے جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور مجھ پر کوئی درود نہیں پڑھتا مگر اس کا درود مجھ پر پیش ہوتا ہے حتی کہ اس سے فارغ ہو جائے۔ حضرت ابو درداء رَضِيَ اللّٰهُ عَنْه نے عرض کی: کیا موت کے بعد بھی؟ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر نبیوں کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے، لہٰذا اللہ

---

[1] ... فتاویٰ رضویہ، ۲۹/ ۳۶۰، ملخصاً۔

[2] ... مسند ابو یعلی، مسند انس بن مالک، ثابت البنانی عن انس، ۳/ ۲۱۶، حدیث: ۳۴۱۲.

تعالیٰ کا نبی زندہ ہے، اسے رزق دیا جاتا ہے۔[1]

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں:

اَنبیا کو بھی اجل آنی ہے مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اُسی آن کے بعد اُن کی حیات مثلِ سابق وہی جسمانی ہے

(10) درجاتِ انبیاء:

انبیاء و مرسلین عَلَیْہِمُ السَّلَام کے درجات مختلف ہیں، ان میں بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَیْنَا عِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ وَاَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ[2]

ترجمہ: یہ رسول ہیں ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت عطا فرمائی، ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلندی عطا فرمائی اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو کھلی نشانیاں دیں اور پاکیزہ روح سے اس کی مدد کی۔

اور ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا[3]

ترجمہ: اور بیشک ہم نے نبیوں میں ایک کو دوسرے پر فضیلت عطا فرمائی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی۔

درجات میں ان کی ترتیب یہ ہے کہ سب سے افضل ہمارے آقا و مولیٰ سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہیں۔ آپ کے بعد سب سے بڑا مرتبہ حضرت ابراہیم خلیلُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام کا ہے، پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام، پھر حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کا، اِن حضرات کو بطورِ خاص اُولو العزم یعنی عزم و ہمت والے رسول کہتے ہیں۔ مجموعی طور پر یہ پانچوں حضرات باقی تمام انبیاء و مرسلین خواہ وہ انسانوں میں سے ہوں یا فرشتوں میں سے،

❶...ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ذکر وفاتہ...الخ، ۲/۲۹۱، حدیث: ۱۶۳۷۔ ❷...پ۳، البقرۃ: ۲۵۳۔ ❸...پ۱۵، بنی اسرائیل: ۵۵۔

یونہی جنات اور دیگر تمام مخلوقاتِ الٰہی سے افضل ہیں۔

تو ہے خورشیدِ رسالت پیارے چھپ گئے تیری ضیا میں تارے
انبیاء اور ہیں سب مہ پارے تجھ سے ہی نور لیا کرتے ہیں

(11)اسرائیلی روایات:

انبیاء ومرسلین عَلَیْہِمُ السَّلَام کی سیرت سے متعلق اور تفسیر وغیرہ کی کتابوں میں ان سے متعلق بہت سے ایسے واقعات موجود ہیں جو اسرائیلی یعنی یہودیوں اور عیسائیوں کی طرف سے ہم تک پہنچنے والی روایات کا ذخیرہ ہیں۔ یہ روایات تین طرح کی ہیں

(1) وہ روایات جن کا سچا ہونا قرآن و سنت اور دیگر دلائل سے ثابت ہے جیسے فرعون کا غرق ہونا اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا کوہِ طور پر تشریف لے جانا وغیرہ۔ یہ قابل قبول ہیں۔

(2) وہ روایات جن کا جھوٹا ہونا قرآن و سنت اور دیگر سے ثابت ہے جیسے اسرائیلی روایات میں معاذ اللہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے کفر کا ارتکاب کرنے کا ذکر ہے جبکہ قرآن کریم میں اس کی تردید موجود ہے جیسا کہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا[1] **ترجمہ:** اور سلیمان نے کفر نہ کیا بلکہ شیطان کافر ہوئے۔

ایسی روایات کو غلط و باطل سمجھنا ضروری ہے۔

(3) وہ روایات جن کے سچا یا جھوٹا ہونے میں قرآن و سنت اور دیگر دلائل شرعیہ خاموش ہیں۔ ان کے بارے میں حکم یہ ہے کہ ہم نہ ان کی تصدیق کریں گے نہ انکار بلکہ خاموش رہیں گے تاکہ اگر یہ جھوٹے ہوں تو ہم ان کی تصدیق کرنے والے قرار نہ پائیں اور سچے ہوں تو ان کا انکار کرنے والے نہ ٹھہریں۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اہلِ کتاب تم سے جو بات بیان کریں تو تم ان کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب بلکہ یوں کہو: ہم اللہ تعالیٰ، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔ لہٰذا اگر ان کی بات سچی ہوئی تو تم ان کی تکذیب کرنے والے نہ ہوگے اور اگر باطل ہوئی تو تم

[1]... پ۱، البقرۃ: ۱۰۲۔

ان کی تصدیق کرنے والے نہ ہوں گے۔[1]

باب:03

گزشتہ امتوں کے مجموعی احوال

بعثتِ انبیاء کے مقاصد

اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ کی مقدس ہستیوں کو مخلوق کی طرف بھیجنے کی حکمتیں اور مقاصد قرآن مجید میں بیان فرمائے ہیں، ان میں سے 5 درج ذیل ہیں۔

(1) اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کی اطاعت کی جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ[2]

ترجمہ: اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

(2) یہ ایمان واطاعت پر لوگوں کو جنت کی بشارت اور کفر و نافرمانی پر جہنم کی وعید سنادیں۔ ارشاد فرمایا:

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ[3]

ترجمہ: اور ہم رسولوں کو اسی حال میں بھیجتے ہیں کہ وہ خوشخبری دینے والے اور ڈر سنانے والے ہوتے ہیں تو جو ایمان لائیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو ان پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

(3) بارگاہِ الٰہی میں لوگوں کے لیے کوئی عذر باقی نہ رہے۔ ارشاد فرمایا:

رُسُلًا مُّبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ لِئَلَّا یَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا[4]

ترجمہ: (ہم نے) رسول خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے (بھیجے) تاکہ رسولوں (کو بھیجنے) کے بعد اللہ کے یہاں لوگوں کے لئے کوئی عذر (باقی) نہ رہے اور اللہ

1... مسند احمد، مسند الشامیین، حدیث ابی نملة الانصاری، ۶/۱۰۲، حدیث: ۱۷۲۲۵۔ 2... پ۵، النساء: ۶۴۔ 3... پ۷، الانعام: ۴۸۔

4... پ۶، النساء: ۱۶۵۔

زبردست ہے، حکمت والا ہے۔

(4)دینِ اسلام کو دلائل اور قوت دونوں اعتبار سے دیگر تمام ادیان پر غالب کردیا جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖۙ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (1)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے اگرچہ مشرک ناپسند کریں۔

(5) حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی امت کو قرآن اور شرعی احکام پہنچادیں۔ ارشاد فرمایا:

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِیْۤ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَاۤ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَاۡ عَلَیْهِمُ الَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ وَ هُمْ یَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ (2)

ترجمہ: اسی طرح ہم نے تمہیں اس امت میں بھیجا جس سے پہلے کئی امتیں گزر گئیں تاکہ تم انہیں پڑھ کر سناؤ جو ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی ہے حالانکہ وہ رحمٰن کے منکر ہورہے ہیں۔

قرآن میں واقعاتِ انبیاء بیان کرنے کی حکمتیں:

ان واقعات کو بیان کرنے کی مختلف حکمتیں ہیں جن میں سے 4درج ذیل ہیں۔

(1)لوگ ان واقعات کو سن کر سابقہ لوگوں کے حالات جانیں اور غور و فکر کے ذریعے ان کی کامیابی و ناکامی کے اسباب سے واقف ہوں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ (3)

ترجمہ: یہ ان لوگوں کا حال ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو تم یہ واقعات بیان کرو تاکہ وہ غور و فکر کریں۔

(2) عقل مند لوگ ان واقعات سے عبرت و نصیحت حاصل کریں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ (4)

ترجمہ: بیشک ان رسولوں کی خبروں میں عقل مندوں کیلئے عبرت ہے۔

---

(1)... پ۱۰، التوبۃ: ۳۳۔ (2)... پ۱۳، الرعد: ۳۰۔ (3)... پ۹، الاعراف: ۱۷۶۔ (4)... پ۱۳، یوسف: ۱۱۱۔

(3) انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام اور ان کی امتوں کے احوال کا بیان حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نبوت و رسالت پر واضح دلیل بنے کہ کوئی کتاب پڑھے بغیر اور کسی عالم کی صحبت میں بیٹھے بغیر آپ کا ان واقعات کا صحیح صحیح بتادینا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کو یہ سب واقعات خدا نے بتائے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ قَالُوْۤا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِیَ تُمْلٰى عَلَیْهِ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا۝ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا [1]

ترجمہ: اور کافروں نے کہا: (یہ قرآن) پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جو اس (نبی) نے کسی سے لکھوالی ہیں تو یہی ان پر صبح وشام پڑھی جاتی ہیں۔ تم فرماؤ: اُسے تو اس نے نازل فرمایا ہے جو آسمانوں اور زمین کی ہر پوشیدہ بات جانتا ہے، بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(4) حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ہمت و طاقت اور حوصلہ و استقامت حاصل ہو تاکہ قوم کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفیں برداشت کرنا اور ان پر صبر کرنا آسان ہو جائے، ارشاد فرمایا:

وَ كُلًّا نَّقُصُّ عَلَیْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ [2]

ترجمہ: اور رسولوں کی خبروں میں سے ہم سب تمہیں سناتے ہیں جس سے تمہارے دل کو قوت دیں۔

گزشتہ امتوں کے مجموعی احوال:

قرآن مجید میں انبیاء و مرسلین عَلَیْہِمُ السَّلَام اور ان کی قوموں کے احوال انفرادی اور مجموعی دونوں طرح سے بیان کیے گئے ہیں، انفرادی احوال کی تفصیل تو آپ اصل کتاب میں پڑھیں گے جبکہ کچھ مجموعی احوال یہاں ملاحظہ ہوں، چنانچہ سورۂ ابراہیم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ۬ؕ وَ الَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ لَا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَرَدُّوْۤا اَیْدِیَهُمْ فِیْۤ اَفْوَاهِهِمْ وَ قَالُوْۤا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَاۤ

ترجمہ: کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبریں نہ آئیں جو تم سے پہلے تھے (یعنی) نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور جو ان کے بعد ہوئے جنہیں اللہ ہی جانتا ہے۔ ان کے پاس ان کے رسول روشن دلائل لے کر

❶... پ۱۸، الفرقان: ۵، ۶۔ ❷... پ۱۲، ھود: ۱۲۰۔

اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَ اِنَّا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَاۤ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ [1]

تشریف لائے تو وہ اپنے ہاتھ اپنے منہ کی طرف لے گئے اور کہنے لگے: ہم اس کے ساتھ کفر کرتے ہیں جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے اور بیشک جس راہ کی طرف تم ہمیں بلارہے ہو اس کی طرف سے ہم دھوکے میں ڈالنے والے شک میں ہیں۔

ارشاد فرمایا:

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ-یَدْعُوْكُمْ لِیَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ یُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّىؕ-قَالُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَاؕ-تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ [2]

ترجمہ: ان کے رسولوں نے فرمایا: کیا اس اللہ کے بارے میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے۔ وہ تمہیں بلاتا ہے تاکہ تمہارے گناہوں کو بخش دے اور ایک مقررہ مدت تک تمہیں مہلت دے۔ انہوں نے کہا: تم تو ہمارے جیسے آدمی ہو، تم چاہتے ہو کہ ہمیں ان سے روک دو جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے رہے ہیں تو تم کوئی واضح دلیل لے کر آؤ۔

ارشاد فرمایا:

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَمُنُّ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖؕ-وَ مَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نَّاْتِیَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِؕ-وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ(۱۱) وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَ قَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَاؕ-وَ لَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَاۤ اٰذَیْتُمُوْنَاؕ-وَ عَلَى اللّٰهِ

ترجمہ: ان کے رسولوں نے ان سے فرمایا: ہم تمہارے جیسے ہی انسان ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے اور ہمیں کوئی حق نہیں کہ ہم اللہ کے حکم کے بغیر کوئی دلیل تمہارے پاس لے آئیں اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ پر بھروسہ نہ کریں

❶...پ۱۳، ابراھیم:۹۔ ❷...پ۱۳، ابراھیم:۱۰۔

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ [1]

حالانکہ اس نے تو ہمیں ہماری راہیں دکھائی ہیں اور تم جو ہمیں ستا رہے ہو ہم ضرور اس پر صبر کریں گے اور بھروسہ کرنے والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

ارشاد فرمایا:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ۙ﴿۱۳﴾ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ [2]

ترجمہ: اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا: ہم ضرور تمہیں اپنی سرزمین سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین میں آجاؤ تو ان رسولوں کی طرف ان کے رب نے وحی بھیجی کہ ہم ضرور ظالموں کو ہلاک کردیں گے۔ اور ضرور ہم ان کے بعد تمہیں زمین میں اقتدار دیں گے۔ یہ اس کیلئے ہے جو میرے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اور میری وعید سے خوفزدہ رہے۔

ارشاد فرمایا:

وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۙ﴿۱۵﴾ مِّنْ وَّرَآىٕهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ۙ﴿۱۶﴾ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآىٕهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ [3]

ترجمہ: اور انہوں نے فیصلہ طلب کیا اور ہر سرکش ہٹ دھرم ناکام ہوگیا۔ جہنم اس کے پیچھے ہے اور اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا۔ بڑی مشکل سے اس کے تھوڑے تھوڑے گھونٹ لے گا اور ایسا لگے گا نہیں کہ اسے گلے سے اتار لے اور اسے ہر طرف سے موت آئے گی اور وہ مرے گا نہیں اور اس کے پیچھے ایک اور سخت عذاب ہوگا۔

سورۂ فجر میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

[1] ...پ۱۳، ابراھیم: ۱۱، ۱۲۔

[2] ...پ۱۳، ابراھیم: ۱۳، ۱۴۔

[3] ...پ۱۳، ابراھیم: ۱۵-۱۷۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۞ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۞ الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ ۞ وَ ثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۞ وَ فِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ ۞ الَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ ۞ فَاَكْثَرُوْا فِیْهَا الْفَسَادَ ۞ فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ [1]

ترجمہ: کیا تم نے نہ دیکھا کہ تمہارے رب نے عاد کے ساتھ کیسا کیا؟ اِرَم (کے لوگ)، ستونوں (جیسے قد) والے۔ کہ ان جیسا شہروں میں پیدا نہ ہوا۔ اور ثمود (کے ساتھ) جنہوں نے وادی میں پتھر کی چٹانیں کاٹیں۔ اور فرعون (کے ساتھ) جو میخوں والا تھا۔ جنہوں نے شہروں میں سرکشی کی۔ پھر ان میں بہت فساد پھیلایا۔ تو ان پر تمہارے رب نے عذاب کا کوڑا برسایا۔

سابقہ امتوں پر نزولِ عذاب کے اسباب:

گزشتہ امتیں مختلف اعمال و افعال کی وجہ سے عذابِ الٰہی کا شکار ہوئیں، یہاں ان کے کچھ اعمال درج ذیل ہیں۔

(1) غیرِ خدا کی عبادت کرنا:

ارشاد فرمایا:

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَیْكَ مِنْهَا قَآىٕمٌ وَّ حَصِیْدٌ ۞ وَ مَا ظَلَمْنٰهُمْ وَ لٰكِنْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَمَاۤ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِیْ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَ مَا زَادُوْهُمْ غَیْرَ تَتْبِیْبٍ [2]

ترجمہ: یہ بستیوں کی خبریں ہیں جو ہم تمہیں سناتے ہیں ان میں سے کوئی ابھی قائم ہے اور کوئی کاٹ دی گئی۔ اور ہم نے ان پر ظلم نہ کیا بلکہ خود انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تو اللہ کے سوا جن معبودوں کی عبادت کرتے تھے وہ ان کے کچھ کام نہ آئے جب تیرے رب کا حکم آیا اور انہوں نے ان کے نقصان میں ہی اضافہ کیا۔

(2،3) باطل کے ذریعے خدا کے رسولوں سے جھگڑنا، قدرت و وحدانیت پر دلالت کرنے والی نشانیوں اور عذابِ الٰہی کو مذاق بنالینا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

(1) ... پ۳۰، الفجر: ۶-۱۳۔

(2) ... پ۱۲، ھود: ۱۰۰، ۱۰۱۔

وَ مَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَۚ-وَ یُجَادِلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِیُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَ اتَّخَذُوْۤا اٰیٰتِیْ وَ مَاۤ اُنْذِرُوْا هُزُوًا(1)

ترجمہ: اور ہم رسولوں کو خوشخبری دینے والے اور ڈر کی خبریں سنانے والے بنا کر ہی بھیجتے ہیں اور کافر باطل باتوں کے ذریعے جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے سے حق بات کو مٹادیں اور انہوں نے میری نشانیوں کو اور جس سے انہیں ڈرایا جاتا تھا اسے مذاق بنالیا۔

(5،4) خدا کی روشن نشانیوں کو جادو کہنا، ظلم و تکبر کے سبب ان کا انکار کرنا۔

ارشاد فرمایا:

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰیٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ(۱۳) وَ جَحَدُوْا بِهَا وَ اسْتَیْقَنَتْهَاۤ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّاؕ-فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ(2)

ترجمہ: پھر جب ان کے پاس آنکھیں کھولتی ہوئی ہماری نشانیاں آئیں تو وہ کہنے لگے: یہ تو کھلا جادو ہے۔ اور انہوں نے ظلم اور تکبر کی وجہ سے ان نشانیوں کا انکار کیا حالانکہ ان کے دل ان نشانیوں کا یقین کر چکے تھے تو دیکھو فساد کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا؟

(7،6) مصائب کے باوجود خدا کی طرف متوجہ نہ ہونا اور رسولوں کی نصیحتیں بھلا دینا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ یَتَضَرَّعُوْنَ(۴۲) فَلَوْ لَاۤ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَ لٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ(۴۳) فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَیْءٍؕ-حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا

ترجمہ: اور بیشک ہم نے تم سے پہلی اُمتوں کی طرف رسول بھیجے تو انہیں سختی اور تکلیف میں گرفتار کردیا تاکہ وہ کسی طرح گڑگڑائیں۔ تو کیوں ایسا نہ ہوا کہ جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو گڑگڑاتے لیکن ان کے تو دل سخت ہوگئے تھے اور شیطان نے ان کے اعمال ان کے لئے آراستہ کردیئے تھے۔ پھر جب انہوں نے

1... پ۱۵، الکہف: ۵۶۔ 2... پ۱۹، النمل: ۱۳، ۱۴۔

بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ (1)

ان نصیحتوں کو بھلا دیا جو انہیں کی گئی تھیں تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب وہ اس پر خوش ہوگئے جو انہیں دی گئی تو ہم نے اچانک انہیں پکڑ لیا پس اب وہ مایوس ہیں۔

(9،8) مال واولاد کی کثرت پر غرور کرنا، خود کو عذابِ الٰہی سے محفوظ سمجھنا۔

ارشاد فرمایا:

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَاۤ اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَ قَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ۙ وَّ مَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ (2)

ترجمہ: اور ہم نے (جب کبھی) کسی شہر میں کوئی ڈر سنانے والا بھیجا تو وہاں کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا کہ تم جس (ہدایت) کے ساتھ بھیجے گئے ہو ہم اس کے منکر ہیں۔ اور انہوں نے کہا: ہم مال اور اولاد میں بڑھ کر ہیں اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔

(10) غلط کاموں میں باپ دادا کی اندھی پیروی کرنا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ كَذٰلِكَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَاۤ ۙ اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴿۲۳﴾ قٰلَ اَوَ لَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَیْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ (3)

ترجمہ: اور ایسے ہی ہم نے تم سے پہلے جب کسی شہر میں کوئی ڈر سنانے والا بھیجا تو وہاں کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم ان کے نقشِ قدم کی ہی پیروی کرنے والے ہیں۔ نبی نے فرمایا: کیا اگرچہ میں تمہارے پاس اس سے بہتر دین لے آؤں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ انہوں نے کہا: جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے

(1)... پ۷، الانعام: ۴۲-۴۴۔ (2)... پ۲۲، سبا: ۳۴، ۳۵۔ (3)... پ۲۵، الزخرف: ۲۳-۲۵۔

ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں۔ تو ہم نے ان سے بدلہ لیا تو دیکھو جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟

(11) علماء کا لوگوں کو فساد اور گناہوں سے نہ روکنا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَاۤ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ [1]

ترجمہ: توتم سے پہلی گزری ہوئی قوموں میں سے کچھ ایسے فضیلت والے لوگ کیوں نہ ہوئے جو زمین میں فساد کرنے سے منع کرتے البتہ ان میں تھوڑے سے ایسے تھے جنہیں ہم نے نجات دی اور ظالم لوگ اسی عیش و عشرت کے پیچھے پڑے رہے جو انہیں دیا گیا اور وہ مجرم تھے۔ اور تمہارا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو بلاوجہ ہلاک کردے حالانکہ ان کے رہنے والے اچھے لوگ ہوں۔

(12) بد فعلی اور ہم جنس پرستی میں مبتلاء ہونا۔

ارشاد فرمایا:

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۸۲﴾

ترجمہ: اور (ہم نے) لوط کو بھیجا، جب اس نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم وہ بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے جہان میں کسی نے نہیں کی۔ بیشک تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت سے جاتے ہو بلکہ تم لوگ حد سے گزرے ہوئے ہو۔ اور ان کی قوم کا اس کے سوا کوئی جواب نہ تھا کہ انہوں نے کہا: ان کو اپنی بستی سے

[1]... پ۱۲، ھود: ۱۱۶، ۱۱۷.

فَاَنْجَیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ﳲ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ(۸۳) وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًاؕ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِیْنَ(1)

نکال دو۔ یہ لوگ بڑے پاک بنتے پھرتے ہیں۔ تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی سوائے اس کی بیوی کے۔ وہ باقی رہنے والوں میں سے تھی۔ اور ہم نے ان پر بارش برسائی تو دیکھو، مجرموں کا کیسا انجام ہوا؟

(13 تا 17) ناپ تول میں کمی کرنا، زمین میں فساد پھیلانا، راہگیروں کو ڈرانا، اہلِ ایمان کو راہِ خدا سے روکنا، دین میں ٹیڑھا پن چاہنا۔

ارشاد فرمایا:

وَ اِلٰى مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًاؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَیْلَ وَ الْمِیْزَانَ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَاؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ(۸۵) وَ لَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًاۚ وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ كُنْتُمْ قَلِیْلًا فَكَثَّرَكُمْ۪ وَ انْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ(2)

ترجمہ: اور مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب کو بھیجا: انہوں نے فرمایا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آگئی تو ناپ اور تول پورا پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کرکے نہ دو اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم ایمان لاؤ۔ اور ہر راستے پر یوں نہ بیٹھو کہ راہگیروں کو ڈراؤ اور اللہ کے راستے سے ایمان لانے والوں کو روکو اور تم اس میں ٹیڑھا پن تلاش کرو اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے تو اس نے تمہاری تعداد میں اضافہ کردیا اور دیکھو، فسادیوں کا کیسا انجام ہوا؟

نافرمان لوگوں کی ہلاکت ظلم نہیں:

یہاں ایک بات قابلِ توجہ ہے کہ کفر و شرک اور نافرمانی و سرکشی میں مبتلا لوگوں کی ہلاکت اور ان کی

❶...پ۸، الاعراف: ۸۰-۸۴۔ ❷...پ۸، الاعراف: ۸۵، ۸۶۔

بستیوں، شہروں کی تباہی و بربادی ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظلم اور ناانصافی ہرگز نہیں بلکہ انصاف ہی انصاف اور حکمت کے تقاضے کے عین مطابق ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْۤ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَ مَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰۤى اِلَّا وَ اَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ [1]

ترجمہ: اور تمہارا رب شہروں کو ہلاک کرنے والا نہیں ہے جب تک ان کے مرکزی شہر میں رسول نہ بھیجے جو ان پر ہماری آیتیں پڑھے اور ہم شہروں کو ہلاک کرنے والے نہیں ہیں مگر (اسی وقت) جب ان کے رہنے والے ظالم ہوں۔

اور ارشاد فرمایا:

اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ۙ۬ وَ قَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَ اَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَ الْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ [2]

ترجمہ: کیا ان کے پاس ان سے پہلے لوگوں (یعنی) قومِ نوح اور عاد اور ثمود اور قومِ ابراہیم اور مدین اور الٹ جانے والی بستیوں کے مکینوں کی خبر نہ آئی؟ ان کے پاس بہت سے رسول روشن نشانیاں لے کر تشریف لائے تو اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کررہے تھے۔

گزشتہ امتوں کے واقعات ہمارے لیے باعثِ عبرت ہیں:

قرآنِ کریم میں انبیاءِ کرام عَلَيْهِمُ السَّلَام اور ان کی قوموں کے احوال کا بیان ہماری عبرت و نصیحت کے لئے ہے کہ ہمیں ان لوگوں کے اعمال و افعال، سیرت و کردار اور بدترین انجام معلوم ہو اور ہم ان لوگوں جیسے کام کرنے سے بچیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ارشاد فرمایا:

وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَ هِيَ

ترجمہ: اور تیرے رب کی گرفت ایسی ہی ہوتی ہے

1... پ۲۰، القصص:۵۹.　2... پ۱۰، التوبۃ:۷۰.

ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ ﴿۱۰۲﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَ ذٰلِكَ یَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ [1]

جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے جبکہ وہ بستی والے ظالم ہوں بیشک اس کی پکڑ بڑی شدید دردناک ہے۔ بیشک اس میں اُس کیلئے نشانی ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرے۔ وہ ایسا دن ہے جس میں سب لوگ اکٹھے ہوں گے اور وہ دن ایسا ہے جس میں ساری مخلوق موجود ہوگی۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ؕ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَ لَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اتَّقَوْا ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ حَتّٰۤى اِذَا اسْتَایْــٴَـسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ وَ لَا یُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ [2]

ترجمہ: اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے وہ سب شہروں کے رہنے والے مرد ہی تھے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے تو کیا یہ لوگ زمین پر نہیں چلے تاکہ دیکھ لیتے کہ ان سے پہلوں کا کیا انجام ہوا اور بیشک آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لیے بہتر ہے۔ تو کیا تم سمجھتے نہیں؟ یہاں تک کہ جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی اور لوگ سمجھے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا ہے تو اس وقت ان کے پاس ہماری مدد آگئی تو جسے ہم نے چاہا اسے بچالیا گیا اور ہمارا عذاب مجرموں سے پھیرا نہیں جاتا۔ بیشک ان رسولوں کی خبروں میں عقل مندوں کیلئے عبرت ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ وَ لٰكِنْ

ترجمہ: اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ضرور ہم ان پر آسمان اور زمین سے

[1] ... پ۱۲، ھود: ۱۰۲، ۱۰۳۔ [2] ... پ۱۳، یوسف: ۱۰۹-۱۱۱۔

كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۶﴾ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآىِٕمُوْنَ ﴿۹۷﴾ اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۸﴾ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾ اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَاۤ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآىِٕهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ [1]

برکتیں کھول دیتے مگر انہوں نے تو جھٹلایا تو ہم نے انہیں ان کے اعمال کی وجہ سے پکڑ لیا۔ کیا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہوگئے کہ ان پر ہمارا عذاب رات کو آئے جب وہ سو رہے ہوں۔ یا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن کے وقت آجائے جب وہ کھیل میں پڑے ہوئے ہوں۔ کیا وہ اللہ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہیں تو اللہ کی خفیہ تدبیر سے صرف تباہ ہونے والے لوگ ہی بے خوف ہوتے ہیں۔ اور کیا وہ لوگ جو زمین والوں کے بعد اس کے وارث ہوئے انہیں اِس بات نے بھی ہدایت نہ دی کہ اگر ہم چاہیں تو ان کے گناہوں کے سبب انہیں پکڑلیں اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگادیتے ہیں تو وہ کچھ نہیں سنتے۔ یہ بستیاں ہیں جن کے احوال ہم تمہیں سناتے ہیں اور بیشک ان کے پاس ان کے رسول روشن دلائل لے کر تشریف لائے تو وہ اس قابل نہ ہوئے کہ اس پر ایمان لے آتے جسے پہلے جھٹلا چکے تھے۔ اللہ یونہی کافروں کے دلوں پر مہر لگادیتا ہے۔

عبرت ونصیحت کے حصول کا وقت ابھی ہے:

خدا نے گزشتہ امتوں کے برے اعمال اور ان کا بدترین انجام قرآن میں انتہائی واضح الفاظ میں بیان فرمادیا اور اس بیان کا ایک اہم مقصد بھی بتادیا کہ ان واقعات سے اس امت کے کفار اور دیگر لوگ عبرت ونصیحت حاصل کریں،

[1]...پ۹، الاعراف: ۹۶-۱۰۱۔

اس حوالے سے یاد رکھیں! عبرت و نصیحت کے حصول کا وقت ابھی ہے، اسے بڑھاپے تک مؤخر کرنا، آج کل کی امید پر اس سے منہ پھیرنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی مہلت سے فائدہ نہ اٹھانا انتہائی نادانی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَ اَنْذِرِ النَّاسَ یَوْمَ یَاْتِیْهِمُ الْعَذَابُ فَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَاۤ اَخِّرْنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِیْبٍۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَ نَتَّبِعِ الرُّسُلَؕ اَوَ لَمْ تَكُوْنُوْۤا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍۙ(۴۴) وَّ سَكَنْتُمْ فِیْ مَسٰكِنِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ تَبَیَّنَ لَكُمْ كَیْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَ ضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ[1]

ترجمہ: اور لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جب ان پر عذاب آئے گا تو ظالم کہیں گے: اے ہمارے رب! تھوڑی دیر تک ہمیں مہلت دیدے تاکہ ہم تیری دعوت کو قبول کرلیں اور رسولوں کی غلامی کرلیں۔ (کہا جائے گا، اے کافرو!) تو کیا تم پہلے قسم نہ کھاچکے تھے کہ تمہیں (تو دنیا سے) ہٹنا ہی نہیں۔ اور تم ان کے گھروں میں رہے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اور تمہارے لئے بالکل واضح ہوگیا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا اور ہم نے تمہارے لئے مثالیں بیان کیں۔

لٰہذا اب ہر کوئی غور کرلے کہ اس نے ابھی سے گزشتہ اقوام کے اعمال و انجام سے عبرت و نصیحت حاصل کر کے خود کو سدھارنا ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اطاعت میں زندگی بسر کرنی ہے یا اسے آئندہ پر مؤخر کر کے اپنی آخرت کو خطرے میں ڈالنا ہے۔

باب:04

سیرت الانبیاء کا منہج و اسلوب

(1) انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی سیرت کے بیان میں قرآن و حدیث کے ساتھ ساتھ معتبر تفاسیر، شروحات، سیرت و تاریخ اور اخلاق و آداب کی کتابوں سے استفادہ کیا گیا اور واقعات کے انتخاب میں قابلِ اعتماد واقعات کو ترجیح دی گئی ہے۔

(2) سیرت کے مختلف عنوانات کے مطابق ابواب بندی کی گئی اور ہر جگہ ابتدائی صفحے میں ابواب کی فہرست بھی ڈال دی گئی ہے۔

1... پ۱۳، ابراھیم: ۴۴، ۴۵۔

(3) قرآنِ پاک میں تذکرۂ انبیاء کے مقامات کی بطورِ خاص نشاندہی اور آخر میں جداگانہ باب کے تحت انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کے ذکرِ خیر پر مشتمل احادیث کا بیان ہے۔

(4) قرآنی آیات کا ترجمہ ''کنزالعرفان'' ذکر کیا گیا ہے۔

(5) اختصار کے ساتھ ساتھ جامعیت کو بھی خصوصی طور پر پیشِ نظر رکھا گیا ہے تاکہ قاری کے ذوق کی تسکین ہو اور مزید تشنگی کم سے کم رہے۔

(6) ہر باب کے آخر میں ''درس و نصیحت'' کے عنوان کے تحت اصلاحی نکات بھی بیان کیے گئے ہیں تاکہ بیانِ واقعہ کا اصل مقصد حاصل کرنے میں سہولت رہے۔

(7) طویل اسرائیلی روایات ذکر کرنے سے حتی الامکان اجتناب کیا ہے تاکہ واقعاتِ انبیاء کی اصل غرض یعنی تذکیر و نصیحت اپنی جگہ برقرار رہے اور یہ واقعات صرف افسانوی حیثیت اختیار نہ کریں۔

مفتی محمد قاسم عطاری

30 جولائی 2020

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام

فہرست ابواب

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام

حضرتِ آدم عَلَیْہِ السَّلَام سب سے پہلے انسان اور تمام انسانوں کے باپ ہیں اسی لئے آپ کا لقب ابو البشر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خاص اپنے دستِ قدرت سے آپ کا جسم مبارک بنایا اور ان میں اپنی طرف سے ایک خاص روح پھونک کر پسندیدہ صورت پر پیدا فرمایا۔ انہیں کائنات کی تمام اشیاء کے ناموں، ان کی صفات اور ان کی حکمتوں کا علم عطا فرمایا۔ فرشتوں نے ان کی علمی فضیلت کا اقرار کرکے انہیں سجدہ کیا جبکہ ابلیس سجدے سے انکار کرکے مردود ہوا۔ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کثیر فضائل سے مشرف ہیں اور قرآن و حدیث میں آپ کا کثرت سے تذکرہ موجود ہے جس کی روشنی میں ہم نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی سیرت و احوال کو 13 ابواب میں تقسیم کرکے بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی سیرت سے علم و عمل کی برکتیں حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

باب:1

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے واقعات کے قرآنی مقامات

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا اجمالی تذکرہ قرآنِ کریم میں متعدد مقامات پر موجود ہے اور تفصیلی ذکر درجِ ذیل 7 سورتوں میں کیا گیا ہے:

(1) سورۂ بقرہ، آیت: 30 تا 39۔ (2) سورۂ اعراف، آیت: 11 تا 25۔ (3) سورۂ حجر، آیت: 26 تا 44۔

(4) سورۂ بنی اسرائیل، آیت: 61 تا 65۔ (5) سورۂ کہف، آیت: 50۔ (6) سورۂ طٰہٰ، آیت: 115 تا 127۔

(7) سورۂ صٓ، آیت: 71 تا 85۔

باب:2

خلیفہ کے بارے فرشتوں سے مشورہ

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی تخلیق سے پہلے اللہ تعالیٰ نے مشورے کے انداز میں فرشتوں سے کلام فرمایا، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (1)

ترجمہ: اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا: میں زمین میں اپنانائب بنانے والا ہوں۔

فرشتوں کی بارگاہِ الٰہی میں عرض:

زمین میں خلیفہ بنانے کی خبر سن کر فرشتوں نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی:

اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِكُ الدِّمَآءَۚ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ (2)

ترجمہ: کیا تو زمین میں اسے نائب بنائے گا جو اس میں فساد پھیلائے گا اور خون بہائے گا حالانکہ ہم تیری حمد کرتے ہوئے تیری تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکی بیان کرتے ہیں۔

فرشتوں کو جواب:

فرشتوں کی عرض کے جواب میں اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا:

قَالَ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (3)

ترجمہ: بیشک میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

کیونکہ خلیفہ بنانے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حکمتیں تم پر ظاہر نہیں۔ ان میں انبیاء ورسل عَلَیْهِمُ السَّلَام بھیجے جائیں گے نیز ان میں شہداء وصدیقین بھی ہوں گے، صالحین وعابدین بھی، علماء عاملین بھی اور اولیاء کاملین بھی۔ (4)

متعلقات

یہاں اس واقعہ سے متعلق 16 اہم باتیں ملاحظہ ہوں:

خلیفہ کی تعریف اور اس کا مصداق:

خلیفہ اُسے کہتے ہیں جو احکامات جاری کرنے اور دیگر اختیارات میں اصل کا نائب ہو۔ اگرچہ دیگر انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ السَّلَام بھی اللہ تعالٰی کے خلیفہ ہیں، جیسے حضرت داوٗد عَلَیْهِ السَّلَام سے ارشاد فرمایا:

❶...پ۱، البقرۃ:۳۰. ❷...پ۱، البقرۃ:۳۰. ❸...پ۱، البقرۃ:۳۰. ❹...ابن کثیر، البقرۃ، تحت الآیۃ:۳۰، ۱/۱۲۴-۱۲۵.

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ(1) **ترجمہ:** اے داوٗد! بیشک ہم نے تجھے زمین میں (اپنا) نائب کیا۔

لیکن یہاں (سورۂ بقرہ کی آیت 30 میں) خلیفہ سے ''حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام'' مراد ہیں۔(2) اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں اس سے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کی اولاد دونوں مراد ہوں۔

یہاں مزید ایک بات یاد رہے کہ اگرچہ ظاہری طور پر سب سے پہلے خلیفہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ سب سے پہلے خلیفہ ہمارے آقا محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہی ہیں، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں: صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُم نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، آپ کے لیے نبوت کب ثابت ہوئی؟ ارشاد فرمایا: (میں اس وقت بھی نبی تھا) جبکہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام روح اور جسم کے درمیان تھے۔(3)

ظاہر میں میرے پھول حقیقت میں میرے نخل
اِس گل کی یاد میں یہ صدا بوالبشر کی ہے

خلیفہ بنانے کی حکمت:

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو خلیفہ بنانے کی وجہ یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی حاجت ہے بلکہ خلیفہ بنانے کی حکمت بندوں پر رحمت فرمانا ہے کیونکہ عام بندوں میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ کسی واسطے کے بغیر اللہ تعالیٰ سے احکام حاصل کر سکیں بلکہ عام آدمی تو فرشتے کے واسطے سے بھی حاصل نہیں کر سکتا (اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے اور انسانوں کے درمیان ایک خلیفہ بنایا جس کا نام نبی اور رسول رکھا اور اسے ایسی صلاحیت عطا فرمائی کہ وہ فرشتوں کے واسطے سے یا براہ راست اللہ تعالیٰ سے احکام حاصل کر کے انسانوں تک پہنچا سکے۔) لہٰذا انسانوں میں سے ہی رسولوں (اور نبیوں) کو (خلیفہ بنا کر) بھیجنا اللہ تعالیٰ کی رحمت، لطف اور احسان ہے۔(4)

فرشتوں کا تعارف:

فرشتے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی تخلیق سے بھی پہلے سے موجود ہیں اور حدیثِ پاک میں ہے: فرشتوں کو نور

1...پ۲۳، صٓ: ۲٦۔ 2...مدارک، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۳۰، ص ۴۴، ملخصاً۔

3...ترمذی، کتاب المناقب، باب ما جاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۵/ ۳۵۱، حدیث: ۳٦۲۹۔ 4...صاوی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۳۰، ۱/ ۴۷۔

سے پیدا فرمایا گیا۔[1] فرشتے نہ مرد ہیں نہ عورت اور نہ ہی مرد و عورت کے درمیان تیری جنس۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ طاقت دی ہے کہ جو شکل چاہیں بن جائیں اسی لیے کبھی یہ انسان کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور کبھی دوسری شکل میں۔ یہ کھانے پینے اور دیگر انسانی عوارض سے پاک اور بے نیاز ہیں۔ یہ معصوم یعنی ہر طرح کے چھوٹے بڑے گناہوں سے پاک ہیں۔ یہ وہی کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ انہیں حکم دے اور جان بوجھ کر، یا بھولے سے، یا غلطی سے، الغرض کسی طرح بھی حکمِ الٰہی کی خلاف ورزی نہیں کرتے، یہ خدا کے عزت والے بندے ہیں، قرآن میں ان کی مختلف ذمہ داریوں کا بیان ہے جیسے روح قبض کرنا، اہلِ ایمان کی مدد کرنا، رسولوں کی نصرت وحمایت کرنا، وحی لانا اور کائنات کے کاموں کی تدبیر کرنا۔

فرشتوں سے مشورے کے انداز میں کلام کرنے کا سبب:

علمِ الٰہی کامل ذاتی، محیط، لامتناہی، ازلی ابدی ہے، اللہ تعالیٰ مشورے کی حاجت سے پاک ہے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو خلیفہ بنانے کی خبر ظاہری طور پر مشورے کے انداز میں دی، اس میں حکمت یہ ہے کہ فرشتے تخلیقِ آدم کی حکمت دریافت کریں اور ان پر خلیفہ کی عظمت وشان ظاہر ہو کہ پیدائش سے پہلے ہی جسے خلیفہ کا لقب عطا کر دیا گیا اور آسمان والوں کو ان کی پیدائش کی بشارت دی گئی ہے (تو یقیناً وہ کوئی عظیم ہستی ہے)۔[2]

فرشتوں کی عرض کا مقصد:

فرشتوں نے انسان کے بارے میں جو کلام کیا کہ انسان فساد کرے گا اور خون بہائے گا اس کلام کا مقصد اللہ تعالیٰ کی تخلیق یا اس کی مشیت وارادے پر اعتراض کرنا نہ تھا اور نہ ہی انسان کے مقام و مرتبہ کا انکار مقصود تھا اور یونہی انسانوں سے حسد بھی اس کا منشاء نہ تھا کیونکہ فرشتے معصوم ہیں اور ان سے امرِ الٰہی پر اعتراض یا کسی سے حسد متصور نہیں۔ ان کی عرض اظہارِ تعجب اور خلیفہ بنانے کی حکمت معلوم کرنے کے لیے تھی، گویا انہوں نے یوں عرض کی: اے اللہ! انسانوں کی پیدائش میں کیا حکمت ہے حالانکہ یہ لوگ زمین میں فساد کریں اور خون بہائیں گے؟ اگر اس تخلیق کا مقصد یہ ہے کہ وہ تیری عبادت کریں تو اس کے لئے ہم موجود ہیں جو دن رات کسی کوتاہی اور اکتاہٹ کے بغیر تیری عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔[3]

---

❶...مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب فی احادیث متفرقۃ، ص۱۲۲۱، حدیث: ۷۴۹۵. ❷...مدارک، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۳۰، ص۴۲، ملتقطاً.

❸...ابن کثیر، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۳۰، ۱/۱۲۴، ملتقطًا.

فرشتوں کی فساد و خون ریزی کی نسبت کا مصداق:

فرشتوں نے انسانوں کی طرف فساد پھیلانے اور خون ریزی کی نسبت اس لئے کی تھی کہ انہیں معلوم تھا کہ اولادِ آدم میں سے کچھ لوگ فساد اور خون ریزی کریں گے اور یہ علم فرشتوں کو یا تو صراحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا تھا، یا انہوں نے لوحِ محفوظ سے پڑھا تھا، یا انہوں نے ان جِنّات پر قیاس کیا تھا جو پہلے زمین پر آباد تھے اور وہاں فساد کرتے تھے۔

درس ونصیحت

یہاں دو باتیں قابلِ توجہ ہیں:

قرآن میں نائب کے لیے استعمال کیے گئے الفاظ: قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نائب کے لیے چار الفاظ ذکر فرمائے ہیں۔ (1) خلیفہ۔ (2) آدم۔ (3) بشر۔ (4) انسان۔ ان کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نائب ہونے کے اعتبار سے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو "خلیفہ" گندمی رنگ کی وجہ سے "آدم" جسم کی ظاہری وضع قطع اور کھال کی ساخت کے اعتبار سے "بشر" اور حقیقت و ماہیت کے اعتبار سے "انسان" فرمایا گیا ہے۔

ماتحت افراد سے مشورہ کرنے کی ترغیب: تخلیقِ آدم سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے مشورے کے انداز میں کلام فرمایا اس میں ہمارے لیے یہ تعلیم ہے کہ ہم بھی کوئی اہم کام شروع کرنے سے پہلے اپنے ماتحت افراد سے مشورہ کر لیا کریں، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ یا تو مزید کوئی اچھی رائے مل جائے گی جس سے کام اور زیادہ بہتر طریقے سے ہو جائے گا یا اس کام سے متعلق ماتحت افراد کے ذہن میں موجود خلش کا ازالہ ہو جائے گا۔

باب: 3

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی تخلیق

اس باب میں فرشتوں سے مشورہ فرمانے کے بعد حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی تخلیق کے مختلف مراحل اور اس کے بعد کے چند احوال کا بیان ہے، تفصیل کے لیے درج ذیل سطور ملاحظہ فرمائیں:

تخلیقِ آدم کے مختلف مراحل:

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو زمین سے ایک مشت مٹی لی گئی، پھر اس مٹی کو مختلف پانیوں سے گوندھا گیا یہاں تک کہ وہ گارا بن گئی اور چپکنے لگی، پھر وہ گارا سیاہ ہو گیا اور اُس میں بو پیدا ہوئی، پھر اس سیاہ رنگ اور بو والی مٹی سے انسان کی صورت بنائی گئی، جب وہ سوکھ کر خشک ہو گئی تو جس وقت ہوا اس میں سے گزرتی تو وہ بجتی اور اس میں آواز پیدا ہوتی تھی۔ تخلیقِ آدم کے یہ مراحل قرآنِ کریم میں مختلف مقامات پر بیان کئے گئے ہیں، چنانچہ ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ (1)

ترجمہ: بیشک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے جسے اللہ نے مٹی سے بنایا پھر اسے فرمایا: ''ہو جا'' تو وہ فوراً ہو گیا۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ (2)

ترجمہ: اور بیشک ہم نے انسان کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا۔

اور ارشاد فرمایا:

الَّذِیْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ (3)

ترجمہ: وہ جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی اور انسان کی پیدائش کی ابتدا مٹی سے فرمائی۔

تیسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِیْنٍ لَّازِبٍ (4)

ترجمہ: بیشک ہم نے انہیں چپکنے والی مٹی سے بنایا۔

چوتھے مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (5)

ترجمہ: اور بیشک ہم نے انسان کو خشک بجتی ہوئی مٹی سے بنایا جو ایسے سیاہ گارے کی تھی جس سے بُو آتی تھی۔

---

(1)...پ۳، آل عمران:۵۹۔ (2)...پ۱۸، المؤمنون:۱۲۔ (3)...پ۲۱، السجدۃ:۷۔ (4)...پ۲۳، الصافات:۱۱۔ (5)...پ۱۴، الحجر:۲۶۔

پانچویں مقام پر ارشاد فرمایا:

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ[1] **ترجمہ:** اس نے انسان کو ٹھیکری جیسی بجنے والی سوکھی مٹی سے پیدا کیا۔

مذکورہ بالا آیات کے علاوہ سورۂ انعام، آیت: 02۔ سورۂ اعراف، آیت: 11 اور 189۔ سورۂ حج، آیت: 05۔ سورۂ روم، آیت: 20۔ سورۂ سجدہ، آیت: 07۔ سورۂ فاطر، آیت: 11۔ سورۂ صافات، آیت: 11 اور سورۂ مومن، آیت: 67 میں بھی حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی تخلیق کا مختصر تذکرہ کیا گیا ہے۔

نیز احادیث و روایات اور اقوالِ علماء میں بھی حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی تخلیق اور اس کے بعد کے احوال کا ذکر موجود ہے، جس کا نیچے تفصیل سے ذکر کیا جاتا ہے۔

تخلیقِ آدم کا آغاز:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے کہ فرشتوں سے مشورہ فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو زمین کی طرف بھیجا تاکہ وہ اس سے مٹی لے کر آئیں تو زمین نے کہا: میں اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتی ہوں کہ مجھ سے کچھ کم کیا جائے یا میری کوئی چیز خراب کی جائے۔ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام مٹی لیے بغیر واپس لوٹ آئے اور عرض کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، زمین نے تیری پناہ طلب کی تو میں نے اسے پناہ دے دی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت میکائیل عَلَیْہِ السَّلَام کو بھیجا تو ان سے بھی زمین نے وہی کہا اور انہوں نے بھی اسے پناہ دے دی اور لوٹ کر بارگاہ الٰہی میں وہی عرض کی جو حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے کی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیل عَلَیْہِ السَّلَام کو بھیجا۔ زمین نے ان سے پناہ طلب کی تو انہوں نے فرمایا: میں اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتا ہوں کہ اس کا حکم نافذ کیے بغیر واپس لوٹ جاؤں۔ چنانچہ انہوں نے سطح زمین سے مٹی لے لی۔[2]

تخلیقِ آدم کے لیے جمع کی گئی مٹی کی نوعیت اور اس کا اثر:

پوری روئے زمین سے مختلف رنگوں اور مختلف صفات کی حامل مٹی کی ایک مٹھی برابر مقدار جمع فرمائی گئی اور یہی وجہ ہے کہ انسانوں کی صورت، سیرت، نفسیات اور طبیعت بھی مختلف ہے جیسے مٹی کی اقسام و خواص مختلف ہوتے ہیں،

1...پ۲۷، الرحمٰن: ۱۴.

2...تاریخ ابن عساکر، آدم نبی اللہ یکنی ابا محمد... الخ، ۷/۳۷۷.

حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو (مٹی کی) ایک مٹھی سے پیدا کیا جسے اس نے تمام روئے زمین سے لیا، لہٰذا اولادِ آدم زمین کے اندازے کے مطابق آئی (یعنی چونکہ مٹی مختلف قسموں کی تھی اس لیے انسانوں کی صورتیں اور سیرتیں بھی مختلف ہوئیں) تو ان میں سرخ اور سفید اور کالے اور درمیانے (یعنی سانولے یا سفیدی سرخی سے مخلوط) اور نرم و سخت اور خبیث و پاکیزہ ہیں۔[1]

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی مرحلہ وار تخلیق کی حکمت:

یقیناً اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر تھا کہ وہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی مرحلہ وار تخلیق کرنے کی بجائے ایک ہی وقت میں یکبارگی آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی تخلیق کر دیتا لیکن اس نے اپنی حکمت کاملہ کے تحت ایسا نہیں فرمایا بلکہ عالَم کبیر یعنی کائنات کی پیدائش کی طرح عالَم صغیر یعنی انسان کو بھی مرحلہ وار پیدا فرمایا۔ اس میں ہمارے لیے یہ تعلیم ہے کہ ہم بھی اپنے کام اطمینان سے اور مرحلہ وار کیا کریں۔

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی صورت بنانے کا مقام:

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی مٹی کو مکہ اور طائف کے درمیان مقامِ نعمان میں رکھا گیا اور مختلف مراحل سے گزرنے کے بعد جب اس مٹی میں انسانی صورت قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہو گئی تو اسے جنت میں لے جایا گیا جہاں حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی صورت بنائی گئی۔[2]

بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی مبارک صورت زمین پر بنائی گئی پھر اسے جنت میں لے جایا گیا جہاں ان میں روح ڈالی گئی۔

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی صورت اور قد مبارک:

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی تخلیق خاص اپنے دستِ قدرت سے فرمائی، جیسا کہ ابلیس کے سجدہ نہ کرنے پر اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا:

---

[1]... ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ البقرۃ، ۴/۴۴۴، حدیث: ۲۹۶۵۔ [2]... مرقاۃ المفاتیح، ۹/۳۶۹، تحت الحدیث: ۵۷۰۲، ملخصاً۔

يَاِبْلِيْسُ مَامَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَاخَلَقْتُ بِيَدَيَّ (1)

ترجمہ: اے ابلیس! تجھے کس چیز نے روکا کہ تو اسے سجدہ کرے جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا؟

اور اللہ تعالیٰ نے ہی آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی تخلیق کو پایۂ تکمیل تک پہنچا کر اُس جسم مبارک میں اپنی ایک خاص اور معزز روح پھونکی، جیسا کہ فرشتوں کو دیئے جانے والے اس حکم سے ظاہر ہے:

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ (2)

ترجمہ: پھر جب میں اسے ٹھیک بنالوں اور اس میں اپنی خاص روح پھونکوں تو تم اس کے لیے سجدے میں پڑ جانا۔

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی صورت اور قد مبارک کے بارے حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا اور ان کے قد کی لمبائی 60 گز تھی۔ (3)

اپنی صورت پر پیدا کرنے سے کیا مراد ہے، تو علماء نے فرمایا ہے کہ "اپنی صورت" کے لفظ میں اگر ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے تو اسکا معنی ہے "اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنی پسندیدہ صورت پر پیدا فرمایا" یا یہ معنی ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنی صفات پر پیدا فرمایا کہ انہیں علم، تصرف، سمع وبصر اور قدرت وغیرہ سے سرفراز فرمایا۔

اور اگر "اپنی صورت" کے الفاظ میں ضمیر کا مرجع آدم عَلَیْہِ السَّلَام ہیں تو اس کا معنی یہ ہو گا کہ "اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو ان کی شکل و ہیئت پر پیدا فرمایا، یعنی جس شکل میں انہیں رہنا تھا شروع سے ہی انہیں وہ شکل دی، دوسروں کی طرح نہ کیا کہ پہلے بچے ہوں پھر جوان، پھر بوڑھے وغیرہ۔" یا، یہ معنی ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو ان کی صفت پر پیدا کیا کہ وہ شروع ہی سے عالم، عارف، ہدایت یافتہ اور نیک تھے۔" (4)

---

1 ...پ۲۳، ص: ۷۵۔ 2 ...پ۲۳، ص: ۷۲۔ 3 ...بخاری، کتاب الاستئذان، باب بدء السلام، ۴/۱۶۴، حدیث: ۶۲۲۷۔

4 ...مرقاۃ المفاتیح، ۸/۴۵۳، ۴۵۴، تحت الحدیث: ۴۶۲۸، اشعۃ اللمعات، ۵/۸۳۳، ۸۳۴، ملخصاً۔

نیز یہاں ”گز“ سے مراد شرعی گز یعنی ایک ہاتھ (ڈیڑھ فٹ) ہے، یعنی حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام 60 ہاتھ (90 فٹ) کے ہی پیدا ہوئے، دوسرے انسانوں کی طرح نہیں کہ پہلے بہت چھوٹے پیدا ہوتے ہیں پھر بڑھتے رہتے ہیں کیونکہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی پیدائش ماں باپ سے نہ تھی، اس لیے چھوٹا پیدا کرنے کی حاجت ہی نہ تھی۔ نیز بظاہر اتنا لمبا قد عجیب اور ناممکن معلوم ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت پر نظر کی جائے تو نہ یہ عجیب ہے اور نہ ہی ناممکن، کیونکہ اللہ تعالیٰ اتنی لمبی قامت والا انسان بنانے پر خوب قادر ہے۔

اہلِ جنت کا قد حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے قد برابر ہوگا:

مذکورہ بالا حدیثِ پاک کے آخر میں ہے: جو بھی جنت میں جائے گا وہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی صورت پر ہوگا اور اس کا قد 60 گز ہوگا پھر حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے بعد اب تک مخلوق (قد و قامت میں) کم ہوتی رہی ہے۔[1]

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کا جسم دیکھ کر ابلیس کا گمان:

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی جنت میں صورت بنائی تو جب تک اسی حالت میں رکھنا چاہا تو انہیں چھوڑے رکھا۔ ابلیس ان کے آس پاس گردش کرنے لگا، وہ دیکھتا تھا کہ یہ کیا چیز ہے تو جب اس نے انہیں خالی پیٹ دیکھا تو سمجھ گیا کہ یہ ایسی مخلوق پیدا کی گئی ہے جو اپنے اوپر قابو نہ رکھے گی۔[2]

اپنے اوپر قابو نہ رکھنے سے ابلیس کی مراد یہ تھی کہ یہ مخلوق شہوت اور غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو نہ رکھے گی اور شیطانی وسوسے آسانی سے دور نہ کر سکے گی۔[3]

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ابلیس نے مذکورہ بالا اندازہ کیسے لگایا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابلیس چونکہ بہت بڑا عالم تھا اس لئے وہ تخلیق کی حکمتوں اور سبب و مسبب میں ارتباط کا علم رکھتا تھا، چنانچہ جب اس نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے قالب میں پیٹ کی خالی جگہ دیکھی جسے بھرا جا سکتا ہے، یونہی جب یہ دیکھا کہ انسان کی رگوں میں خون کے

1... بخاری، کتاب الاستئذان، باب بدء السلام، ۴/۱۶۴، حدیث: ۶۲۲۷.

2... مسلم، کتاب البر و الصلة و الآداب، باب خلق الانسان خلقا لا یتمالک، ص۱۰۷۹، حدیث: ۶۶۴۹. 3... شرح السیوطی علی مسلم، ۵/۵۳۹.

ساتھ دوڑنا، اس کے پیٹ اور شرم گاہ کی شہوت کو ابھارنا اور وسوسے ڈالنا ممکن ہے تو ان اسباب کی بنیاد پر اس نے اندازہ لگایا کہ یہ مخلوق اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکے گی، بھوک کے وقت اسے غذا سے صبر نہ ہو گا، غصے اور شہوت کے وقت نفس کو دبانے پر قدرت نہ ہو گی اور خود سے وسوسے دور کرنا بھی اس کے لیے بے حد دشوار ہو گا۔

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے جسم میں روح جمعہ کے دن پھونکی گئی:

مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو مخلوق کے آخر میں، جمعہ کے دن، عصر کے بعد، دن کی آخری ساعت میں، عصر سے لے کر رات تک کے درمیان پیدا فرمایا۔ [1]

یہاں حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی پیدائش سے مراد یا تو ان کے جسم شریف کی تکمیل ہے، یا جسم شریف میں روح پھونکنا مراد ہے کیونکہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے جسم کی ساخت تو بہت عرصہ تک ہوتی رہی، ہر قسم کی مٹی پانی کا جمع فرمانا پھر اس کا خمیر کرنا، پھر اعضاء ظاہری باطنی کا بنانا، پھر بہت روز تک سکھانا اس میں بہت دن لگے، یہ ایک دن اور ایک ساعت میں نہیں ہوا۔ [2]

یومِ جمعہ کی حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام سے نسبت:

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے، حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بہترین دن جس میں سورج نکلے وہ جمعہ کا دن ہے، اسی دن حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو پیدا کیا گیا، اسی دن انہیں (جنت سے زمین پر) اتارا گیا، اسی دن ان کی توبہ قبول فرمائی گئی، اسی دن ان کی وفات ہوئی اور اسی دن قیامت قائم ہو گی۔ [3]

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو چھینک آنا:

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام میں روح ڈالی اور روح ان کے سر تک پہنچی تو انہیں چھینک آ گئی۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے کہا: ”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ“ (سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہان والوں کا پالنے والا ہے) تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان

---

❶...مسلم، کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار، باب ابتداء الخلق وخلق آدم، ص۱۱۴۹، حدیث: ۷۰۵۴۔ ❷...مرآۃ المناجیح، ۷/۶۰۶۔

❸...ابو داود، کتاب الصلاۃ، باب فضل یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ، ۱/۳۹۰، حدیث: ۱۰۴۶۔

سے فرمایا: ”یَرْحَمُكَ اللہُ“ (یعنی اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے گا۔)[1]

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کا فرشتوں کو سلام اور ان کا جواب:

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو پیدا کیا تو فرمایا: جاؤ ان لوگوں پر سلام کرو، جو کہ فرشتوں کی ایک جماعت ہے، بیٹھی ہوئی ہے اور غور سے سننا کہ وہ تمہیں کیا جواب دیتے ہیں؟ پھر وہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہوگا، چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام گئے اور کہا: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم۔ ان سب نے کہا: اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ وَرَحْمَۃُ اللہِ تو انہوں نے ان کے لیے ”وَرَحْمَۃُ اللہِ“ بڑھا دیا۔[2]

ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو تخلیق فرمایا اور ان میں روح پھونکی تو انہیں چھینک آئی۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ”اَلْحَمْدُ لِلّٰہ“ کہنے کا ارادہ فرمایا تو اذنِ الٰہی سے آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ کی تم پر رحمت ہے۔ اے آدم! فرشتوں کی اس بیٹھی ہوئی جماعت کے پاس جاؤ اور کہو: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم۔ چنانچہ انہوں نے ”اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم“ کہا تو فرشتوں نے جواب دیا: عَلَیْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللہِ۔ پھر آپ عَلَیْہِ السَّلَام بارگاہِ الٰہی میں لوٹے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یہ تمہارا اور تمہاری اولاد کا آپس میں سلام ہے۔[3]

یہاں اس حدیثِ پاک سے متعلق چند اہم باتیں ملاحظہ ہوں:

(1) چھینک آنے پر حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کا حمدِ الٰہی کرنا اللہ تعالیٰ کی توفیق، تعلیم اور اس کے حکم سے تھا۔

(2) یہاں حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے بطورِ خاص اس لئے حمد کی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور قدرتِ کاملہ سے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو نئے طور پر وجود بخشا، نیز آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو متناسب قد و قامت اور صحت و تندرستی کے ساتھ پیدا کیا اسی لیے (روح پھونکے جانے کے بعد) آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو چھینک آئی جو کہ مزاج کی درستی کی علامت ہے، اس فضل و احسان پر آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی۔

---

1 ...صحیح ابن حبان، کتاب التاریخ، باب بدء الخلق، ۸/۱۳-۱۴، حدیث: ۶۱۳۲۔

2 ... بخاری، کتاب الاستئذان، باب بدء السلام، ۴/۱۶۴، حدیث: ۶۲۲۷۔ 3 ...ترمذی، کتاب التفسیر، ۵/۲۴۱، حدیث: ۳۳۷۹۔

(3) یہاں اللہ تعالیٰ کے "یَرْحَمُكَ الله" فرمانے میں دو احتمال ہیں (1) یہ بندوں کی تعلیم کے لیے دعائیہ کلمہ کی صورت میں بیان فرمایا جیسے سورۂ فاتحہ میں ہمیں سیدھے راستے کی دعا کے الفاظ سکھائے ہیں تو یہاں سکھایا کہ اولادِ آدم چھینک کے جواب میں کیا کہا کریں۔ (2) یہ فرمان خبر کے لیے ہے یعنی اس میں خبر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر رحمت ہے۔

(4) حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو فرشتوں کے پاس جا کر سلام کرنے کا فرمایا گیا، اس میں عاجزی اور اِس ادب کی تعلیم ہے کہ آنے والا بیٹھے ہوؤں کو سلام کرے اگرچہ آنے والا افضل اور بیٹھے ہوئے لوگ مفضول ہوں۔

(5) فرشتوں نے جواب میں "وَرَحْمَةُ الله" کے الفاظ بڑھائے۔ اس میں یہ درس ہے کہ جوابِ سلام میں کچھ الفاظ زیادہ کرنا مستحب ہے۔

(6) سلام کرنا مخلوق کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے میں داخل ہے۔

(7) سلام کرنے سے محبت اور مسلمان بھائیوں کے دلوں میں الفت پیدا کرنے کا دروازہ کھلتا ہے اور یہ چیز کمالِ ایمان کی طرف لے جاتی ہے۔

(8) ملاقات کے وقت سلام کرنا بہت پرانی سنت ہے۔

(9) اپنے رب کی طرف لوٹنے سے مراد یہ ہے کہ حصولِ برکت کے لیے اس جگہ لوٹے جہاں پہلے رب تعالیٰ سے کلام کیا تھا ورنہ رب تعالیٰ کی رحمت و قدرت ہر جگہ ہے۔[1]

باب:4

فرشتوں کے سامنے فضیلتِ آدم کا اظہار

اس باب میں فرشتوں کے سامنے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی عظمت و فضیلت اور برتری کے اظہار کا ذکر ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

---

1 ...مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب السلام، ۸/۴۱۲-۴۱۴، ۴۴۱-۴۴۲، ملتقطاً۔

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو علم عطا ہونا اور فرشتوں کو اشیاء کے نام بتانے کا حکم:

تخلیق کے بعد ایک موقع پر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے سامنے تمام اشیاء پیش فرمائیں اور بطورِ الہام آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو ان کے نام، کام، صفات، خصوصیات، اصولی علوم اور صنعتیں سکھا دیں۔ پھر یہ تمام چیزیں فرشتوں کے سامنے پیش کر کے فرمایا: اگر تم اپنے اس خیال میں سچے ہو کہ تم سے زیادہ علم والی کوئی مخلوق نہیں اور خلافت کے مستحق تم ہی ہو تو ان چیزوں کے نام بتاؤ (کیونکہ خلیفہ کا کام اختیار استعمال کرنا، کاموں کی تدبیر کرنا اور عدل وانصاف کرنا ہے اور یہ اس کے بغیر ممکن نہیں کہ خلیفہ کو وہ تمام چیزیں معلوم ہوں جن پر اسے اختیار دیا گیا اور جن کا اسے فیصلہ کرنا ہے۔) قرآن کریم میں ہے:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓىٕكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ [1]

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھا دیے۔ پھر ان سب اشیاء کو فرشتوں کے سامنے پیش کر کے فرمایا: اگر تم سچے ہو تو ان کے نام تو بتاؤ۔

فرشتوں کا اعترافِ عجز:

فرشتے اگرچہ صاحبِ علم و عرفان تھے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں علم الاسماء عطا نہیں فرمایا تھا اس لئے وہ اشیاء کے نام نہ بتا سکے اور بارگاہِ الٰہی میں اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہوئے عرض گزار ہوئے:

سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَاؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ [2]

ترجمہ: (اے اللہ!) تو پاک ہے۔ ہمیں تو صرف اتنا علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھا دیا، بیشک تو ہی علم والا، حکمت والا ہے۔

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کا اشیاء کے نام بتانا اور فرشتوں کو تنبیہ:

فرشتوں کے اعترافِ عجز پر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمایا: اے آدم! تم فرشتوں کو ان چیزوں کے نام بتا دو، چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ہر چیز کا نام بتانے کے ساتھ ساتھ اس کی تخلیق کی حکمت بھی بیان کر دی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا:

---

[1] ...پ۱، البقرۃ:۳۱۔ [2] ...پ۱، البقرۃ:۳۲۔

اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِۙ وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ [1]

ترجمہ: (اے فرشتو!) کیا میں نے تمہیں نہ کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی تمام چھپی چیزیں جانتا ہوں اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔

فرشتوں نے جو بات ظاہر کی وہ یہ تھی کہ انسان فساد انگیزی اور خون ریزی کرے گا اور جو بات چھپائی یعنی دل میں سوچی تھی وہ یہ تھی کہ خلافت کے مستحق وہ خود ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے زیادہ علم و فضل والی کوئی مخلوق پیدا نہ فرمائے گا۔ [2]

متعلقات

یہاں اس واقعہ سے متعلق 2 باتیں ملاحظہ ہوں:

فرشتوں کو اشیاء کے ناموں کا علم نہ دینے کی حکمت:

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو اشیاء کے ناموں کا علم عطا فرمایا تو ہی آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان کے نام بتائے، اگر وہ فرشتوں کو بھی علم عطا فرما دیتا تو وہ بھی ان کے نام بتا سکتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو خلافت کا منصب عطا کرنا تھا اس لیے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو پہلے تمام اشیاء، ان کے ناموں اور ان کی کیفیات کا علم عطا فرمایا گیا اور فرشتوں کو چونکہ منصبِ خلافت پر فائز کرنا مقصود ہی نہ تھا اس لیے انہیں ہر ہر چیز، اس کے نام اور کیفیت کا علم عطا نہ کیا گیا۔

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے علم کی شان:

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کا علم اس قدر وسعت کے باوجود حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دریائے علم کا ایک قطرہ ہے۔ امام بوصیری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ اپنے قصیدہ ہمزیہ میں فرماتے ہیں:

لَكَ ذَاتُ الْعُلُوْمِ مِنْ عَالِمِ الْغَیْبِ وَ مِنْهَا لِاٰدَمَ الْاَسْمَاءَ

یعنی یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، غیب جاننے والے ربِّ کریم کی طرف سے آپ کو علوم کی اصل حاصل ہے اور حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو حاصل تمام اشیاء کا علم آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے علوم کا ایک حصہ ہے۔

---

1 ...پ۱، البقرۃ: ۳۳۔ 2 ...بیضاوی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۳۳، ۱/ ۲۹۰-۲۹۱۔

اور علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں: حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کا علم ہمارے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے علم سے ماخوذ ہے کیونکہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو علوم کی اصل بلکہ ہر کمال کی اصل عطا کی گئی ہے اور حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے علوم کے ذریعے جو کہ علمِ مصطفٰی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ایک حصہ ہیں، صرف فرشتوں کو عاجز کیا جبکہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے علوم کے ذریعے ساری مخلوق کو عاجز کر دیا اور یہی بات حق ہے۔[1]

درس ونصیحت

یہاں بطور درس و نصیحت 2 باتیں ملاحظہ ہوں:

علم کی فضیلت: حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو جو فرشتوں پر فضیلت عطا ہوئی اس کا ظاہری سبب ان کا علم تھا، اس سے معلوم ہوا کہ علم خلوتوں اور تنہائیوں کی عبادتوں سے افضل ہے۔

نامعلوم بات پر لاعلمی ظاہر کر دی جائے: اشیاء کے نام معلوم نہ ہونے پر فرشتوں نے اپنی لاعلمی کا اعتراف کر لیا۔ اس میں ہر صاحبِ علم بلکہ ہر مسلمان کے لیے یہ نصیحت ہے کہ جو بات معلوم نہ ہو اس کے بارے میں لاعلمی کا صاف اظہار کر دیا جائے، لوگوں کی ملامت سے ڈر کر یا عزت وشان کم ہونے کے خوف سے کبھی کوئی بات گھڑ کر بیان نہ کریں۔

باب: 5

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو سجدۂ تعظیمی

اس باب میں حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو فرشتوں کے سجدہ کرنے، ابلیس کے انکار و تکبر اور بارگاہِ الٰہی سے اس کی مردودیت کا بیان ہے، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

تخلیقِ آدم سے پہلے فرشتوں کو سجدے کی تاکید:

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تو فرشتوں کو اس کی پیشگی خبر دینے کے ساتھ ساتھ یہ تاکید بھی کر دی کہ تخلیق مکمل ہونے اور روح پھونکے جانے کے بعد فرشتے انہیں سجدہ کریں، جیسا کہ سورۂ صٓ

1... صاوی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۳۳، ۱/ ۵۱۔

میں ارشاد فرمایا:

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ(۷۱) فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ [1]

ترجمہ: جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں مٹی سے انسان بنانے والا ہوں۔ پھر جب میں اسے ٹھیک بنالوں اور اس میں اپنی خاص روح پھونکوں تو تم اس کے لیے سجدے میں پڑ جانا۔

اور سورۂ حِجر میں ارشاد فرمایا:

وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ(۲۸) فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ [2]

ترجمہ: اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں ایک آدمی کو بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں جو مٹی بدبودار سیاہ گارے کی ہے۔تو جب میں اسے ٹھیک کرلوں اور میں اپنی طرف کی خاص معزز روح اس میں پھونک دوں تو اس کے لیے سجدے میں گر جانا۔

فرشتوں کو سجدے کا حکم اور ابلیس کا انکار و تکبر:

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی تخلیق مکمل ہونے اور ان میں روح پھونکے جانے کے فوری بعد یا فرشتوں کے سامنے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی فضیلت ظاہر کیے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمام فرشتوں نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو ایک ساتھ سجدہ کیا، لیکن ابلیس نے سجدہ نہ کیا اور تکبر کے طور پر یہ سمجھتا رہا کہ وہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے افضل ہے اور اس جیسے انتہائی عبادت گزار، فرشتوں کے استاد اور مقربِ بارگاہِ الٰہی کو سجدہ کا حکم دینا حکمت کے خلاف ہے۔ اپنے اس باطل عقیدے، حکمِ الٰہی سے انکار اور تعظیمِ نبی سے تکبر کی وجہ سے وہ کافر ہو گیا۔ قرآنِ مجید میں ابلیس کا یہ حال مختلف الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، چنانچہ، سورۂ اعراف میں ارشاد فرمایا:

وَ لَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا

ترجمہ: اور بیشک ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہاری

---

[1] ...پ۲۳، ص:۷۱، ۷۲.

[2] ...پ۱۴، الحجر:۲۸، ۲۹.

لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ﳓ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ ؕ لَمْ یَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ (1)

صورتیں بنائیں پھر ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا، وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ ہوا۔

سورۂ طٰہٰ میں ارشاد فرمایا:

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰى (2)

ترجمہ: اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب سجدے میں گر گئے، اس نے انکار کر دیا۔

سورۂ حجر میں ارشاد فرمایا:

فَسَجَدَ الْمَلٰٓىٕكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۙ﴿۳۰﴾ اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰۤى اَنْ یَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ (3)

ترجمہ: تو جتنے فرشتے تھے سب کے سب سجدے میں گر گئے۔ سوائے ابلیس کے، اس نے سجدہ والوں کے ساتھ ہونے سے انکار کر دیا۔

سورۂ کہف میں ارشاد فرمایا:

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ (4)

ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا: آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، وہ جنوں میں سے تھا تو وہ اپنے رب کے حکم سے نکل گیا۔

سورۂ بقرہ میں ارشاد فرمایا:

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰى وَ اسْتَكْبَرَ ﳓ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ (5)

ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے علاوہ سب نے سجدہ کیا۔ اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافر ہو گیا۔

سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 61 میں بھی اسی طرح بیان ہوا ہے اور سورۂ صٓ میں ارشاد فرمایا:

---

❶...پ۸، الاعراف: ۱۱. ❷...پ۱۶، طٰہٰ: ۱۱۶. ❸...پ۱۴، الحجر: ۳۰، ۳۱. ❹...پ۱۵، الکہف: ۵۰. ❺...پ۱، البقرة: ۳۴.

فَسَجَدَ الْمَلٰٓىٕكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَۙ(۷۳) اِلَّاۤ اِبْلِیْسَؕ-اِسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ(۱)

ترجمہ: تو تمام فرشتوں نے اکٹھے سجدہ کیا۔ سوائے ابلیس کے۔ اس نے تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا۔

ابلیس سے پوچھ گچھ:

ابلیس کا اصل تعلق اگرچہ جنات سے تھا لیکن چونکہ یہ فرشتوں کا ہی ایک فرد شمار ہوتا اور اس پر بھی فرشتوں کے احکام جاری ہوتے تھے اور اسے بھی سجدہ کرنے کا باقاعدہ حکم تھا جیسا کہ سورۂ اعراف میں صراحت ہے:

مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَؕ(2)

ترجمہ: جب میں نے تجھے حکم دیا تھا تو تجھے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا؟

اس لیے جب اس نے سجدہ نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھ گچھ کرتے ہوئے فرمایا: اے ابلیس! تو نے فرشتوں کے ساتھ اسے سجدہ کیوں نہیں کیا جسے میں نے خاص اپنے دستِ قدرت سے تخلیق فرمایا ہے، کیا تو نے ابھی تکبر کیا ہے یا تو پہلے سے ہی تکبر کرنے والوں میں سے تھا۔ چنانچہ سورۂ حجر میں ہے:

یٰۤاِبْلِیْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ(3)

ترجمہ: اے ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ نہ ہوا۔

اور سورۂ صٓ میں ہے:

یٰۤاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّؕ-اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ(4)

ترجمہ: اے ابلیس! تجھے کس چیز نے روکا کہ تو اسے سجدہ کرے جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا؟ کیا تو نے تکبر کیا ہے یا تو تھا ہی متکبروں میں سے؟

ابلیس کا جواب:

ابلیس نے جواب دیتے ہوئے کہا: یا اللہ! تو نے مجھے آگ سے بنایا ہے اور آدم کو مٹی سے۔ چونکہ آگ مٹی سے اعلیٰ ہوتی ہے اس لیے میں آدم سے افضل ہوں لہٰذا میری شان کے لائق نہیں کہ مٹی سے بنائے ہوئے انسان کو سجدہ کروں۔ ابلیس کے جواب سے متعلق سورۂ اعراف میں ہے:

---

(1)...پ۲۳، ص:۷۳، ۷۴۔ (2)...پ۸، الاعراف:۱۲۔ (3)...پ۱۴، الحجر:۳۲۔ (4)...پ۲۳، ص:۷۵۔

قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ (1)

ترجمہ: ابلیس نے کہا: میں اس سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے بنایا۔

اور سورۂ حجر میں ہے:

قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (2)

ترجمہ: اس نے کہا: میرے لائق نہیں کہ میں کسی انسان کو سجدہ کروں جسے تو نے بجتی ہوئی مٹی سے بنایا جو سیاہ بدبودار گارے سے تھی۔

اور سورۂ ص میں ہے:

قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ (3)

ترجمہ: اس نے کہا: میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے پیدا کیا۔

ابلیس کا خود کو افضل سمجھنا باطل تھا کیونکہ افضل وہ ہے جسے مالک و مولیٰ فضیلت دے، اللہ کی بارگاہ میں فضیلت کا مدار اصل اور جوہر پر نہیں بلکہ مالک کی اطاعت و فرمانبرداری پر ہے، نیز آگ کا مٹی سے برتر ہونا بھی صحیح نہیں کیونکہ آگ کی صفات میں طیش، تیزی اور بلندی چاہنا ہے اور یہ چیزیں تکبر کا سبب بنتی ہے جبکہ مٹی کی صفات میں ٹھہراؤ، عاجزی اور صبر ہے، یونہی مٹی سے ملک آباد ہوتے ہیں جبکہ آگ سے ہلاک ہوتے ہیں۔ نیز مٹی امانت دار ہے، جو چیز اِس میں رکھی جائے مٹی اسے محفوظ رکھتی ہے جبکہ آگ میں جو چیز ڈالی جائے، اسے آگ فنا کر دیتی ہے۔ نیز مٹی آگ کو بجھا دیتی ہے اور آگ مٹی کو فنا نہیں کر سکتی۔ نیز یہاں ایک اور بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو اس پر سجدہ کرنا لازم و واجب تھا لیکن یہ اس کی حماقت و بدبختی تھی کہ اس نے اللہ تعالیٰ کا صریح حکم موجود ہوتے ہوئے اس کے مقابلے میں قیاس کیا اور جو قیاس نص کے خلاف ہو وہ ضرور مردود ہے۔

ابلیس کا مردود ہونا:

یہاں ایک سوال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ وہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو سجدہ کریں تو انہوں نے سجدہ کر دیا لیکن ابلیس تو فرشتہ نہیں تھا پھر اسے سجدہ نہ کرنے پر مردود کیوں کر دیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سجدے کا حکم صرف فرشتوں کو ہی نہیں ابلیس کو بھی تھا جیسا کہ اوپر آیت میں صراحت گزر چکی اور حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو سجدہ نہ

(1)...پ۸، الاعراف: ۱۲۔ (2)...پ۱۴، الحجر: ۳۳۔ (3)...پ۲۳، ص: ۷۶۔

کرنے میں ابلیس نے کئی گناہوں کا ارتکاب کیا۔

(1) اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی۔

(2) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبی حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی تعظیم سے انکار کیا۔

(3) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی توہین کی کہ انہیں اپنے سے کم تر قرار دیا۔

(4) حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے مقابلے میں تکبر کیا۔

(5) حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے فضل و شرف پر حسد کیا۔

(6) مقربین و صالحین یعنی فرشتوں کی جماعت سے جدا راستہ اختیار کیا۔

ان گناہوں کا انجام یہ ہوا کہ ابلیس کی ہزاروں برس کی عبادت و ریاضت برباد ہو گئی، فرشتوں کا استاد ہونے کی عظمت چھن گئی، اسے بارگاہِ الٰہی سے مردود اور ذلیل و رسوا کر کے نکال دیا گیا، اور پھر توبہ و رجوع کی بجائے مقابلہ کرنے اور سرکشی پر اتر آنے کی وجہ سے قیامت تک کے لئے اس کے گلے میں لعنت کا طوق ڈال دیا گیا۔ قرآنِ مجید میں مختلف مقامات پر اس کا یہ انجام بیان کیا گیا ہے، چنانچہ

سورۂ اعراف میں ہے:

فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ (1)

ترجمہ: تو یہاں سے اُتر جا، پس تیرے لئے جائز نہیں کہ تو اس مقام میں تکبر کرے، نکل جا، بیشک تو ذلت والوں میں سے ہے۔

سورۂ حجر میں ہے:

فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۳۴﴾ وَّ اِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ (2)

ترجمہ: تو جنت سے نکل جا کیونکہ تو مردود ہے۔ اور بیشک قیامت تک تجھ پر لعنت ہے۔

اور سورۂ صٓ میں ہے:

فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۷۷﴾ وَّ اِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْۤ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ (3)

ترجمہ: تو جنت سے نکل جا کہ بیشک تو دھتکارا ہوا ہے۔ اور بیشک قیامت تک تجھ پر میری لعنت ہے۔

(1)...پ۸، الاعراف: ۱۳۔
(2)...پ۱۴، الحجر: ۳۴، ۳۵۔
(3)...پ۲۳، صٓ: ۷۷، ۷۸۔

ابلیس کی طرف سے مہلت کا مطالبہ اور انتقام کا اعلان:

اپنے مردود اور لعنتی ہونے کے بارے میں سن کر ابلیس نے بارگاہِ الٰہی میں قیامت قائم ہونے تک مہلت کا مطالبہ کر دیا۔ اس کا یہ مطالبہ قرآن مجید میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ

سورۂ اعراف میں ہے:

اَنْظِرْنِیْۤ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ (1)

ترجمہ: تو مجھے اس دن تک مہلت دیدے جس میں لوگ اٹھائے جائیں گے۔

سورۂ حجر میں ہے:

رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْۤ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ (2)

ترجمہ: اے میرے رب! تو مجھے اس دن تک مہلت دے دے جب لوگ اٹھائے جائیں۔

یہی بات پارہ 23، سورۂ ص کی آیت نمبر 79 میں بھی مذکور ہے۔

مہلت کے مطالبے کے ساتھ ابلیس نے اپنے مکروہ عزم کا اظہار کرتے ہوئے کہا: اے میرے رب! اگر تو نے قیامت تک مجھے مہلت دی تو میں ضرور اپنی ذلت و رسوائی کا انتقام لوں گا اور اس کی تمام اولاد کو گمراہی کی چکی میں پیس کر رکھ دوں گا جسے تو نے میرے اوپر معزز بنایا ہے البتہ کچھ لوگ میرے مکر و فریب اور گمراہی کے بچھائے ہوئے جال سے محفوظ رہیں گے۔ قرآن کریم میں ابلیس کا یہ عزم ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

اَرَءَیْتَكَ هٰذَا الَّذِیْ كَرَّمْتَ عَلَیَّ٘ لَىٕنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّیَّتَهٗۤ اِلَّا قَلِیْلًا (3)

ترجمہ: بھلا دیکھ تو جسے تو نے میرے اوپر معزز بنایا، اگر تو نے مجھے قیامت تک مہلت دی تو ضرور میں تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ اس کی اولاد کو پیس ڈالوں گا۔

ابلیس کو جواب:

ابلیس کے انتقام کے عزم و اعلان پر اسے جواب دیا گیا: نکل یہاں سے، تو وسوسے ڈال کر اور معصیت کی طرف بلا کر جسے راہِ ہدایت سے پھسلا سکتا ہے پھسلا دے، اپنے مکر و فریب کے تمام جال استعمال کر لے اور اپنے سواروں پیادوں

---

(1)...پ۸، الاعراف: ۱۴۔ (2)...پ۱۴، الحجر: ۳۶۔ (3)...پ۱۵، بنی اسرائیل: ۶۲۔

کے سارے لشکر لے کر انسانوں پر چڑھائی کر دے، تو لوگوں کے مالوں میں اور ان کی اولاد میں ان کا شریک ہو جا اور ان سے طرح طرح کے وعدے کرتا رہ، الغرض لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے تم سے جو ہو سکتا ہے کر لے لیکن یاد رکھ! جو میرے خاص بندے ہیں ان پر تیرا کوئی داؤ چلنے والا نہیں، وہ تیرے وسوسوں اور فریب کاریوں سے بچ کر گمراہی سے محفوظ رہیں گے۔ یہ جواب قرآن کریم میں ان الفاظ کے ساتھ دیا گیا ہے:

قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿۶۳﴾ وَ اسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَ اَجْلِبْ عَلَیْهِمْ بِخَیْلِكَ وَ رَجِلِكَ وَ شَارِكْهُمْ فِی الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ وَ عِدْهُمْ ؕ وَ مَا یَعِدُهُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۶۴﴾ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ (1)

ترجمہ: اللہ نے فرمایا: چلا جا تو ان میں جو تیری پیروی کرے گا تو بیشک جہنم تم سب کی بھرپور سزا ہے۔ اور تو اپنی آواز کے ذریعے جسے پھسلا سکتا ہے پھسلا دے اور ان پر اپنے سواروں اور پیادوں کے ذریعے چڑھائی کر دے اور مالوں اور اولاد میں تو ان کا شریک ہو جا اور ان سے وعدے کرتا رہ اور شیطان ان سے دھوکے ہی کے وعدے کرتا ہے۔ بیشک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں۔

ابلیس کا پھسلانا "وسوسے ڈالنا اور معصیت کی طرف بلانا" ہے۔ (2)

سواروں اور پیادوں کے ذریعے چڑھائی کرنے سے مراد یہ ہے کہ اپنے تمام مکر و فریب کے جال اور اپنے تمام لشکر ان کے خلاف استعمال کر لے۔

مال و اولاد میں شریک ہونے سے مراد یہ ہے کہ جو گناہ مال یا اولاد کے متعلق ہو، ابلیس اس میں شریک ہے، مثلاً سود اور مال حاصل کرنے کے دوسرے حرام طریقے اور یونہی فسق و ممنوعات میں خرچ کرنا، نیز زکوٰۃ نہ دینا یہ وہ مالی امور ہیں جن میں شیطان کی شرکت ہے جبکہ زنا اور ناجائز طریقے سے اولاد حاصل کرنا یہ اولاد میں شیطان کی شرکت ہے۔ (3)

ابلیس کے مطالبے کی منظوری:

اللہ تعالیٰ نے ابلیس کا مطالبہ منظور کرتے ہوئے اسے مہلت دے دی البتہ اس کی مدت اس کے تقاضے کے

---

❶...پ۱۵، بنی اسرائیل: ۶۳-۶۵. ❷...روح البیان، الاسراء، تحت الآیۃ: ۶۴، ۵/ ۱۸۰. ❸...مدارک، الاسراء، تحت الآیۃ: ۶۴، ص۶۳۰، ملخصاً.

مطابق قیامت کے دن تک کی بجائے پہلی بار صور میں پھونک مارے جانے تک رکھی، چنانچہ سورۂ اعراف میں ہے:

قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ (1)

ترجمہ: اللہ نے فرمایا: تجھے مہلت ہے۔

اور سورۂ حجر میں ہے:

فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ﴿۳۷﴾ اِلٰى یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ (2)

ترجمہ: پس بیشک تو ان میں سے ہے جن کو معین وقت کے دن تک مہلت دی گئی ہے۔

اور یہی بات پارہ23، سورۂ صٓ کی آیت نمبر80، 81 میں بھی مذکور ہے اور یہاں معین وقت سے مراد پہلے نفخہ کا وقت ہے، چنانچہ جب پہلی بار صور پھونکا جائے گا تو سب کے ساتھ ابلیس بھی موت کا شکار ہو جائے گا۔

ابلیس کے عزائم:

مہلت مل جانے پر ابلیس ملعون نے اپنے مزید عزائم کا اظہار کیا، (1) میں ضرور تیرے بندوں سے مقررہ حصہ لے کر انہیں اپنا اطاعت گزار بناؤں گا۔ (2) لوگوں کو کبھی طویل عمر کی، کبھی لذاتِ دنیا کی، کبھی خواہشاتِ باطلہ وغیرہ کی امیدیں دلاؤں گا۔ (3) انہیں حکم دوں گا تو یہ ضرور چوپایوں کے کان چیریں گے (4) اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے۔ (5) میں راہِ ہدایت پر لوگوں کی تاک میں بیٹھ جاؤں گا اور ان کے آگے پیچھے، دائیں بائیں چاروں جہتوں سے حملہ آور ہو کر انہیں دنیا و آخرت سے متعلق وسوسے ڈالوں گا، دین کے معاملے میں شکوک و شبہات کا شکار اور گناہوں کی طرف راغب کروں گا اور بہت سے لوگ تیرے شکر گزار بندے نہ رہیں گے۔ (6) لوگوں کے سامنے تیری نافرمانی کو خوبصورت اور خوشنما بنا کر پیش کروں گا۔ (7) تمام لوگوں کو گمراہ کر دوں گا البتہ تیرے خاص اور چنے ہوئے بندے میرے قابو میں نہیں آسکیں گے۔

چنانچہ سورۂ نساء میں ہے:

وَ قَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿۱۱۸﴾ وَّ لَاُضِلَّنَّهُمْ وَ لَاُمَنِّیَنَّهُمْ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ

ترجمہ: اور اس نے کہا: میں ضرور تیرے بندوں سے مقررہ حصہ لوں گا۔ اور میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا اور انہیں امیدیں دلاؤں گا اور انہیں حکم دوں گا تو یہ

---

❶...پ۸، الاعراف: ۱۵۔ ❷...پ۱۴، الحجر: ۳۷، ۳۸۔

وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ [1]

ضرور جانوروں کے کان چیریں گے اور میں انہیں ضرور حکم دوں گا تو یہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے۔

سورۂ اعراف میں ہے:

قَالَ فَبِمَاۤ اَغْوَیْتَنِیْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِیْمَ ۙ﴿۱۶﴾ ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمْ مِّنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ وَ عَنْ اَیْمَانِهِمْ وَ عَنْ شَمَآىِٕلِهِمْ ؕ وَ لَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِیْنَ [2]

ترجمہ: شیطان نے کہا: مجھے اِس کی قسم کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ضرور تیرے سیدھے راستہ پر لوگوں کی تاک میں بیٹھوں گا۔ پھر ضرور میں ان کے آگے اور ان کے پیچھے اور ان کے دائیں اور ان کے بائیں سے ان کے پاس آؤں گا اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔

سورۂ حجر میں ہے:

قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَغْوَیْتَنِیْ لَاُزَیِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۙ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ [3]

ترجمہ: اس نے کہا: اے رب میرے! مجھے اس بات کی قسم کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ضرور زمین میں لوگوں کے لئے (نافرمانی) خوشنما بنادوں گا اور میں ضرور ان سب کو گمراہ کردوں گا۔ سوائے اُن کے جو اِن میں سے تیرے چنے ہوئے بندے ہیں۔

اور سورۂ ص میں ہے:

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۙ﴿۸۲﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ [4]

ترجمہ: اس نے کہا: تیری عزت کی قسم ضرور میں ان سب کو گمراہ کردوں گا۔ مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں۔

سورۂ حجر کی آیت 39 میں ابلیس نے گمراہ کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی، اِس میں یا تو شیطان نے خود کو مجبورِ محض مان کر یہ بات کی جو یقیناً اس کی جہالت تھی کہ اپنے اختیار کی نفی کیسے کر سکتا تھا جبکہ خود اسے معلوم تھا کہ اس نے جو

---

❶...پ۵، النساء:۱۱۸، ۱۱۹۔ ❷...پ۸، الاعراف:۱۶، ۱۷۔ ❸...پ۱۴، الحجر:۳۹، ۴۰۔ ❹...پ۲۳، ص:۸۲، ۸۳۔

کچھ کیا اپنی مرضی سے کیا تھا۔یا پھر شیطان نے گمراہ کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بے ادبی و گستاخی کے طور پر کی اور یہ مفہوم بھی بعید نہیں کیونکہ ابلیس حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنے سے کم تر قرار دے کر نبی کا گستاخ تو ہو ہی چکا تھا تو اب اللہ تعالیٰ کا بھی گستاخ بن گیا کیونکہ نبی کا گستاخ بالآخر اللہ تعالیٰ کا بھی کھلم کھلا گستاخ بن جاتا ہے۔

ابلیس کو جواب:

ابلیس نے جب اپنے عزائم کا اظہار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے جواب بھی دیا، چنانچہ سورۂ اعراف میں ہے:

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَـٴَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِیْنَ [1]

ترجمہ: اللہ نے فرمایا: تو یہاں سے ذلیل و مردود ہو کر نکل جا۔ بیشک ان میں سے جو تیری پیروی کرے گا تو میں ضرور تم سب سے جہنم بھر دوں گا۔

اور سورۂ حجر میں ہے:

قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ ﴿۴۱﴾ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِیْنَ ﴿۴۲﴾ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۴۳﴾ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ [2]

ترجمہ: اللہ نے فرمایا: یہ میری طرف آنے والا سیدھا راستہ ہے۔ بیشک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں سوائے ان گمراہوں کے جو تیرے پیچھے چلیں۔ اور بیشک جہنم ان سب کا وعدہ ہے۔ اس کے سات دروازے ہیں، ہر دروازے کے لیے ان میں سے ایک ایک حصہ تقسیم کیا ہوا ہے۔

اور سورۂ صٓ میں ہے:

قَالَ فَالْحَقُّ ۫ وَ الْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾ لَاَمْلَـٴَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَ مِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ [3]

ترجمہ: اللہ نے فرمایا: تو حق (میری طرف سے ہی ہوتا ہے) اور میں حق ہی فرماتا ہوں۔ بیشک میں ضرور جہنم بھر دوں گا تجھ سے اور ان سب سے جو تیری پیروی کرنے والے ہیں۔

---

1 ...پ۸، الاعراف: ۱۸۔

2 ...پ۱۴، الحجر: ۴۱-۴۴۔

3 ...پ۲۳، ص: ۸۴، ۸۵۔

متعلقات

یہاں اس حکایت سے متعلق 7اہم باتیں ملاحظہ ہوں،

مسجودِ ملائکہ سے متعلق دو اقوال:

فرشتوں نے جو سجدہ کیا اس سے متعلق بعض علماء فرماتے ہیں: یہ سجدہ اللہ تعالیٰ کے لئے تھا اور حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے اعزاز کے لئے منہ ان کی طرف تھا جیسے کعبہ کو منہ کرنے میں ہے (کہ سجدہ اللہ تعالیٰ کے لئے کیا جاتا ہے اور منہ کعبہ شریف کی طرف ہوتا ہے) اور بعض علماء نے فرمایا کہ یہ سجدہ تعظیم و تکریم کے طور پر حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو ہی تھا۔[1] اور یہ سجدہ باقاعدہ پیشانی زمین پر رکھنے کی صورت میں تھا، تعظیم کے طور پر صرف سر جھکانا نہ تھا اگرچہ بعض علماء نے صرف سر جھکانا ہی یہاں مراد لیا ہے۔

فرشتوں کو سجدے کا حکم دینے کی ایک حکمت:

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اس سجدہ سے متعلق بڑی پیاری بات ارشاد فرمائی ہے کہ ''یہ سجدہ در حقیقت اس نور کی تعظیم کے لئے تھا جو حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی مبارک پیشانی میں چمک رہا تھا اور وہ سید المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا نور تھا۔''[2] اسی طرح امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''بیشک فرشتوں کو حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو سجدہ کرنے کا حکم اس لیے دیا گیا تھا کہ محمد مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا نور حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی پیشانی میں رکھا گیا تھا''[3]

سجدے کی اقسام اور ان کے احکام:

بنیادی طور پر سجدے کی دو قسمیں ہیں: (1) عبادت کا سجدہ۔ (2) تعظیم کا سجدہ۔ عبادت کا سجدہ کسی کو معبود سمجھ کر کیا جاتا ہے اور تعظیم کا سجدہ وہ ہوتا ہے جس سے سجدہ کیے جانے والے کی تعظیم مقصود ہو۔ سجدۂ عبادت، اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے کسی اور کے لیے نہیں ہو سکتا اور نہ کسی شریعت میں کبھی جائز ہوا اور تعظیمی سجدہ، پہلی شریعتوں میں جائز تھا ہماری شریعت میں منسوخ کر دیا گیا، اب ''سجدۂ تعظیمی'' حرام ہے۔

---

1 ...رد المحتار، ۹/۶۳۲۔ 2 ...روح البیان، الحجر، تحت الآیۃ: ۳۰، ۴/۴۶۲۔ 3 ...تفسیر کبیر، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۵۳، ۲/۵۲۵۔

تعظیمِ نبی کی برکت اور توہینِ نبی کا انجام:

کائنات میں سب سے پہلے نبی کی تعظیم فرشتوں نے کی اور بارگاہِ الٰہی میں مزید قرب سے سرفراز ہوئے جبکہ سب سے پہلے نبی کی تعظیم سے انکار، اور ان کی گستاخی کا ارتکاب ابلیس نے کیا جس کی سزا میں تمام تر علم و عبادت اور مقام و مرتبہ کے باوجود مردود و ملعون ہوا اور روزِ قیامت ہمیشہ کے لیے عذابِ جہنم کا حقدار ٹھہرا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کی تعظیم کرنا فرشتوں کا مبارک عمل ہے جس پر عمل کرنے والا فرشتوں کی سیرت پر عمل پیرا ہے جبکہ نبی کی بے ادبی، گستاخی اور توہین کرنا ابلیس کا کام ہے اور گستاخ و بے ادب لوگ شیطان کے پیروکار ہیں۔ یہ مسئلہ ہمیشہ ذہن نشین رکھیں کہ نبی کی تعظیم و توقیر فرض ہے اور اِن کی ادنیٰ توہین، گستاخی اور انہیں جھٹلانا کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے نبیوں، ولیوں کا باادب رکھے اور بے ادبی سے اور بے ادبوں کی صحبت و شر سے ہمیشہ محفوظ فرمائے۔

اظہارِ عزائم کے باوجود ابلیس کو فنا نہ کرنے کی حکمت:

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ابلیس نے اپنے عزائم واضح کر دیئے تھے تو ظاہراً مصلحت کا تقاضا یہ تھا کہ اسے فنا کر کے لوگوں کی گمراہی کا ذریعہ ہی ختم کر دیا جاتا، لیکن ایسا نہیں کیا گیا، اس کی وجہ کیا ہے؟ جواب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ابلیس کو فنا کر کے گمراہی کا ذریعہ ختم کر دیتا اور تمام انسان مومن ہوتے اور نیک اعمال ہی کرتے لیکن انسانوں کی پیدائش سے مقصود تو یہ تھا کہ بندوں کو خیر و شر اور نیکی و بدی کی صلاحیت و اختیار دے کر انہیں آزمایا جائے تو اگر شیطان ہی کا خاتمہ کر دیا جاتا تو یہ آزمائش ہی ختم ہو جاتی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو فنا کرنے کی بجائے اسے مہلت اور اختیار دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مَا كَانَ لَهٗ عَلَیْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِیْ شَكٍّؕ وَ رَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ (1)

ترجمہ: اور شیطان کا ان پر کچھ قابو نہ تھا مگر اس لیے کہ ہم دکھادیں کہ کون آخرت پر ایمان لاتا اور کون اس کے بارے میں شک میں ہے اور تیرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے۔

چنانچہ پھر خیر و شر کی اس آزمائش کا پورا نظام یوں وجود میں آیا کہ اللہ تعالیٰ نے نیکی کی طرف بلانے کے لیے

(1)...پ۲۲، سبا: ۲۱۔

انبیاء و مرسلین عَلَیْہِمُ السَّلَام کو بھیجا، نیز ان کے نائبین اولیاء اور علماء کو پیدا فرمایا اور برائی کی طرف راغب کرنے کے لیے ابلیس کو مہلت و اختیار دیا اور اس کی ذریت کو پیدا فرمایا اور خود انسان میں بھی دو قوتیں رکھ دیں، ایک قوت اسے کفر و گمراہی اور برائی کی طرف راغب کرتی ہے اور دوسری اسے ایمان اور نیکی کی طرف متوجہ کرتی ہے، نیز انسان کو عقل عطا کی اور یہ اختیار دے دیا کہ وہ ایمان و کفر اور نیکی و برائی کی ترغیبات میں سے کسی ایک کو اختیار کر لے، تو جو ایمان اور نیکی اختیار کرے گا وہ کامیابی سے سرفراز ہوگا اور کفر و برائی اختیار کرنے والا ناکامی سے دوچار ہوگا، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ نَفْسٍ وَّ مَا سَوّٰىهَا ۪ۙ(۷) فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰىهَا ۪ۙ(۸) قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۪ۙ(۹) وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا [1]

ترجمہ: اور جان کی اور اس کی جس نے اسے ٹھیک بنایا۔ پھر اس کی نافرمانی اور اس کی پرہیزگاری کی سمجھ اس کے دل میں ڈالی۔ بیشک جس نے نفس کو پاک کر لیا وہ کامیاب ہو گیا۔ اور بیشک جس نے نفس کو گناہوں میں چھپا دیا وہ ناکام ہو گیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ عزائم کے اظہار کے باوجود ابلیس کو مہلت و اختیار دینا اور اسے فنا نہ کرنا انسان کے امتحان اور اس کی آزمائش کے لیے ہے۔

غور و فکر: یہاں ہمیں اپنی ذات اور اعمال پر غور کرنا چاہیے کہ اپنے ایمان و عمل کے اعتبار سے اِس آزمائش میں ہم کامیاب ثابت ہو رہے ہیں یا شیطان کے بہکاوے اور نفس کی شرارتوں کا شکار ہو کر ناکامی کے گڑھے میں گر رہے ہیں۔ صحیح ایمان و عقیدہ کے ساتھ فرائض و واجبات کی پابندی اور سنن و مستحبات پر عمل کرنے والا نیز اپنے نفس کو بری خواہش اور گناہ سے بچانے والا کامیابی کی شاہراہ پر گامزن ہے جبکہ باطل عقیدے والا یا فرائض و واجبات کا تارک اور گناہ کی دلدل میں دھنسا ہوا شخص ناکامی کی طرف رواں دواں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کو ابلیس نہیں بہکا سکتا:

اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے اور خاص بندوں سے مراد انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام اور اولیاء عظام رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِم ہیں۔

[1] ...پ۳۰، الشمس: ۷-۱۰۔

مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام معصوم اور اولیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِم گناہوں سے محفوظ ہیں۔ ابلیس انہیں بہکانے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔اللہ تعالیٰ ہمیں ان مبارک ہستیوں کے صدقے شیطان و نفس کے شر سے محفوظ فرمائے۔

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں:صوفیاءِ کرام کے نزدیک شیطان سے جنگ کرنے اور اسے مغلوب کرنے کے دو طریقے ہیں:(1) شیطان کے مکر و فریب سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی پناہ لی جائے۔(2)شیطان سے مقابلہ کرنے،اسے دفع دور کرنے اور اس کی تردید و مخالفت کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہئے۔۔۔ہمارے علماءِ کرام فرماتے ہیں کہ شیطان سے مقابلہ کرنے اور اس پر غلبہ حاصل کرنے کے تین طریقے ہیں:(1)تم شیطان کے مکر و فریب اور اس کی حیلہ سازیوں سے ہوشیار ہو جاؤ کیونکہ جب تمہیں اس کی حیلہ سازیوں کا علم ہو گا تو وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا، جس طرح چور کو جب معلوم ہو جاتا ہے کہ مالک مکان کو میرے آنے کا علم ہو گیا ہے تو وہ بھاگ جاتا ہے۔ (2)جب شیطان تمہیں گمراہیوں کی طرف بلائے تو تم اسے رد کر دو اور تمہارا دل قطعاً اس کی طرف متوجہ نہ ہو اور نہ تم اس کی پیروی کرو کیونکہ شیطان لعین ایک بھونکنے والے کتے کی طرح ہے،اگر تم اسے چھیڑو گے تو وہ تمہاری طرف تیزی کے ساتھ لپکے گا اور تمہیں زخمی کر دے گا اور اگر تم اس سے کنارہ کشی اختیار کر لو گے تو وہ خاموش رہے گا۔ (3)اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ ذکر کرتے رہو اور ہمہ وقت خود کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں مصروف رکھو۔[1] اللہ تعالیٰ ہمیں ان طریقوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا کرے اور شیطان کے شر سے محفوظ فرمائے،اٰمین۔یہاں ایک اور بہت مفید طریقہ عرض ہے کہ کسی سنی صحیح العقیدہ باعمل، خوفِ خدا رکھنے والے شیخ کامل کے مرید بن جائیں اور اس کی صحبت میں بیٹھیں اور اس کی نصیحت پر عمل کریں،یونہی اچھے،نیک لوگوں کو اپنا دوست بنائیں اور انہی کی صحبت میں بیٹھیں۔بروں کی صحبت شیطان کے بدترین اور مؤثر ترین جالوں میں سے ایک جال ہے۔

درس ونصیحت

انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کے واقعات میں ہمارے لئے بہت سے درس اور نصیحتیں ہیں لہٰذا ان واقعات کو درس حاصل

1...منہاج العابدین، الباب الثالث، العائق الثالث: الشیطان، ص۴۶.

کرنے کی نیت سے پڑھیں۔ یہاں اس باب سے حاصل ہونے والی چند مزید نصیحتیں بیان کی جاتی ہیں:

حکمِ الٰہی کے مقابل قیاس کا استعمال: فرشتوں نے کسی پس و پیش کے بغیر حکمِ الٰہی پر فوری عمل کرتے ہوئے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو سجدہ کیا جبکہ شیطان نے حکمِ الٰہی کو اپنی عقل کے ترازو میں تولا، اسے عقل کے خلاف جانا اور اس پر عمل نہ کر کے بربادی کا شکار ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حکمِ الٰہی کو من و عن اور چوں چرا کے بغیر تسلیم کرنا ضروری ہے۔ حکمِ الٰہی کے مقابلے میں اپنی عقل استعمال کرنا، اپنی فہم و فراست کے پیمانے میں تول کر اس کے درست ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کرنا اور مخالفِ عقل جان کر عمل سے منہ پھیر لینا کفر کی دلدل میں دھکیل سکتا ہے۔

تکبر کی مذمت: ابلیس سے سرزد ہونے والے گناہوں میں بنیادی گناہ تکبر تھا۔ حدیث پاک میں ہے: تکبر حق بات کو جھٹلانے اور دوسروں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔[1] تکبر کبیرہ گناہ ہے اور جس کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت میں داخل نہ ہو گا اور متکبروں کو قیامت کے دن لوگ اپنے پاؤں سے روندیں گے۔

لمبی امیدوں سے نجات کا طریقہ: شیطان مردود کا بہت بڑا ہتھیار لمبی امیدیں دلانا ہے چنانچہ وہ لمبے عرصے تک زندہ رہنے کی سوچ انسان کے دل، دماغ میں بٹھا کر موت سے غافل، توبہ سے دور اور گناہوں میں مشغول رکھتا ہے، حتی کہ اسی غفلت میں اچانک موت آ جاتی ہے اور گناہوں سے توبہ اور نیکی کرنے کی طاقت ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتی ہے۔ اس کا حل موت، قبر اور آخرت کی یاد ہے۔

تخلیقاتِ الٰہی میں خلافِ شرع تبدیلیوں کا شرعی حکم: اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں خلافِ شرع تبدیلیاں حرام ہیں اور ان سے بچنا لازم ہے جیسے لڑکیوں کا ابروؤں کے بالوں کو خوبصورتی کے لئے باریک کرنا، چہرے وغیرہ پر سوئیوں کے ذریعے تل یا کوئی نشان ڈالنا، مرد یا عورت کا بدن پر ٹیٹو بنوانا، مختلف خوشی وغیرہ کے مواقع پر چہرے کو مختلف رنگوں سے بگاڑنا، لڑکوں کا اپنے کان چھیدنا، لڑکیوں کا سر کے بال لڑکوں جیسے چھوٹے چھوٹے کاٹنا اور مرد کا داڑھی منڈانا۔

انبیاء کی گستاخی کا حکم: اللہ تعالیٰ کے انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کی گستاخی ایسا بڑا جرم ہے جس کی سزا میں زندگی بھر کی عبادت و ریاضت برباد ہو جاتی ہے۔ ابلیس جیسے انتہائی عبادت گزار کا انجام اس کی عبرت انگیز مثال ہے۔

---

[1] ...مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر وبیانہ، ص۶۱، حدیث: ۲۶۵۔

باب:6

حضرت حوا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی تخلیق اور نکاح

اس باب میں حضرت حوا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی تخلیق، نکاح اور ان کے فضائل کا بیان ہے، تفصیل کے لیے درجِ ذیل سطور ملاحظہ ہوں:

حضرت حوا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی تخلیق:

ابلیس ملعون کو جنت سے نکالنے کے بعد حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو وہاں آباد کر دیا گیا۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام جنت میں اکیلے چلتے پھرتے تھے۔ یہاں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا کوئی ہم جنس نہ تھا جس سے انسیت حاصل کرتے۔ ایک بار اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر نیند طاری کر دی، پھر اسی حالت میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی بائیں پسلی نکال کر اس سے حضرت حوا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو تخلیق کیا اور پسلی کی جگہ گوشت رکھ دیا۔ اس عمل کے دوران آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو کسی تکلیف کا احساس تک نہ ہوا۔ جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام بیدار ہوئے تو اپنے سر کے پاس ایک خوبصورت خاتون کو بیٹھے ہوئے پایا۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: تم کون ہو؟ انہوں نے عرض کی: میں عورت ہوں۔ فرمایا: تمہیں کیوں پیدا کیا گیا ہے؟ عرض کی: اس لیے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام مجھ سے سکون حاصل کریں۔ فرشتوں نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے علوم کی وسعت معلوم کرنے کیلیے عرض کی: ان کا نام کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: حوا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا۔ عرض کی: ان کا نام ''حوا'' کیوں ہے؟ ارشاد فرمایا: کیونکہ یہ ایک زندہ وجود سے پیدا کی گئی ہے۔[1]

یاد رہے کہ حضرت حوا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا چونکہ مرد و عورت والے باہمی ملاپ سے پیدا نہیں ہوئیں اس لیے یہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد نہیں ہیں۔

حضرت حوا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی تخلیق کا ایک مقصد:

حضرت حوا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی تخلیق کا ایک اہم مقصد یہ تھا کہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام ان سے سکون حاصل کریں اور ان کی تنہائی دور ہو، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

❶...البحر المحیط، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۳۵، ۱/ ۳۰۷، تفسیر طبری، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۳۵، ۱/ ۲۶۷، خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۳۵، ۱/ ۴۵، ملتقطاً۔

هُوَالَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا [1]

ترجمہ: وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کی بیوی بنائی تاکہ اس سے سکون حاصل کرے۔

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کا نکاح اور مہر:

جب حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت حوا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی طرف دستِ محبت بڑھانے کا ارادہ کیا تو فرشتوں نے عرض کی: اے آدم! عَلَیْہِ السَّلَام، ٹھہر جائیں، پہلے ان کا مہر ادا کریں۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: ان کا مہر کیا ہے؟ فرشتوں نے عرض کی: ان کا مہر یہ ہے کہ آپ ہمارے سردار محمد مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر تین یا دس مرتبہ درود پاک پڑھیں۔ [2]

چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے درود پڑھا اور فرشتوں کی گواہی سے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا حضرت حوا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا سے نکاح ہو گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہر موجود چیز کے لیے وسیلہ ہیں یہاں تک کہ اپنے والد حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کا بھی وسیلہ ہیں۔ [3]

مہر سے متعلق ایک اہم مسئلہ:

درودِ پاک پڑھنے کو مہر شمار کرنا حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے لیے تھا جبکہ ہمارے لیے حکم یہ ہے کہ درودِ پاک پڑھنا، تلاوتِ قرآن کرنا، قرآن مجید یا علمِ دین پڑھانا اور حج و عمرہ کروانا عورت کا مہر شمار نہیں ہو سکتے۔

حضرت حوا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے فضائل:

حضرت حوا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو بہت سے فضائل حاصل ہیں، جیسے:

(1) آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی تخلیق بھی ماں باپ کے بغیر ہوئی اور جنت میں ہوئی۔

(2) انسانوں میں سب سے پہلی عورت کا اعزاز آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو حاصل ہے۔

(3) آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کا نکاح پہلے انسان اور نبی حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام سے ہوا اور وہ بھی جنت میں ہوا۔

(4) آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کا نکاح فرشتوں کی گواہی سے ہوا۔

---

❶...پ۹، الاعراف: ۱۸۹۔ ❷...حاشیۃ الصاوی، ۱/۵۲۔ ❸...حاشیۃ الصاوی، ۲/۳۵۵۔

(5) آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کا مہر حضور پُر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر درود پاک پڑھنا مقرر ہوا۔

(6) آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا اُمُّ الْبَشَر یعنی حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی تمام اولاد کی ماں ہیں۔

درس ونصیحت

صفحہ نمبر 96 پر حضرت حوا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی پیدائش کا مقصد یہ بیان ہوا کہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام ان سے سکون حاصل کریں، قرآن کریم میں دیگر عورتوں کی پیدائش کا بھی ایک مقصد یہی بیان ہوا ہے کہ شوہر ان سے سکون حاصل کرے، لہٰذا بیوی کو چاہئے کہ وہ شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے ہر اعتبار سے اپنے شوہر کے آرام اور سکون کا لحاظ رکھے اور کوئی تکلیف نہ دے اور شوہر کو چاہئے کہ بیوی کو خدا کی نعمت سمجھے اور اس کے حقوق ادا کرے اور اگر بیوی کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے تو برداشت اور صبر و تحمل کا مظاہرہ کرے۔

باب:7

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام اور شجرِ ممنوعہ

اس باب میں حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو ایک مخصوص درخت کا پھل کھانے کی ممانعت، شیطان کی طرف سے وسوسہ ڈالنے اور حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے ممنوعہ درخت کا پھل کھالینے کا بیان ہے، اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو ابلیس کی دشمنی کے بارے خبر:

اللہ تعالیٰ نے جنت میں حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو ابلیس کے بارے میں متنبہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اے آدم! عَلَیْہِ السَّلَام، یہ ابلیس تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے، تو یہ تم دونوں کو جنت سے نکلوانہ دے، اگر ایسا ہوا تو تم مشقت میں پڑ جاؤ گے یعنی جنت سے نکل کر زمین پر جانا پڑے گا اور پھر وہاں اپنی غذا اور خوراک کے لئے زمین جوتنے، کاشتکاری کرنے، دانہ نکالنے، پیسنے، پکانے کی محنت میں مبتلا ہونا پڑے گا، چنانچہ سورۂ طٰہٰ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَ لِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى[1]

ترجمہ: اے آدم! بیشک یہ تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے تو یہ ہرگز تم دونوں کو جنت سے نہ نکال دے ورنہ تو مشقت میں پڑ جائے گا۔

---

[1] ...پ۱۶، طٰہٰ:۱۱۷۔

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام سے جنتی نعمتوں کی اہمیت کا بیان:

انسان کو پیٹ بھر کر کھانا اور سیر ہونے کے لئے پانی مل جائے نیز تن ڈھانپنے کے لیے کپڑا اور دھوپ سے بچنے کے لئے درختوں کا سایہ میسر آجائے تو یہ بڑی نعمتیں ہیں۔ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو یہ نعمتیں جنت میں بغیر کسی محنت اور مشقت کے حاصل تھیں اور انسان کو ان نعمتوں کی قدر اس وقت ہوتی ہے جب اسے یہ نعمتیں میسر نہ ہوں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو شیطان کی دشمنی سے خبر دار کرنے کے ساتھ ان کے سامنے جنتی نعمتوں کی اہمیت بھی بیان فرمائی کہ جنت میں آپ نہ بھوک محسوس کریں گے نہ پیاس، نہ اس میں بے لباس ہوں گے اور نہ آپ کو دھوپ لگے گی، الغرض ہر طرح کا عیش و راحت جنت میں موجود ہے اور اس میں محنت اور کمائی کرنے سے بالکل امن ہے اور اگر آپ جنت سے چلے گئے تو ان تمام نعمتوں کے حصول کے لئے آپ کو محنت و مشقت کرنا پڑے گی اس لیے آپ ابلیس کے وسوسوں سے بچ کر رہیں۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِیْهَا وَ لَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَ اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِیْهَا وَ لَا تَضْحٰى [1]

ترجمہ: بیشک تیرے لیے جنت میں یہ ہے کہ نہ تو بھوکا ہوگا اور نہ ہی ننگا ہوگا۔ اور یہ کہ نہ کبھی تو اس میں پیاسا ہوگا اور نہ تجھے دھوپ لگے گی۔

اہلِ جنت کا کھانا پینا بھوک پیاس کی وجہ سے نہ ہوگا کیونکہ جنت میں بھوک اور پیاس اصلاً نہ ہوگی اور نہ ہی وہاں زندہ رہنے کے لیے کھانے پینے کی حاجت ہوگی بلکہ جنت کے تمام کھانے اور مشروبات صرف لذت کے لیے ہوں گے اور جنتی کا جب جو چیز کھانے پینے کا دل چاہے گا وہ فوراً حاضر ہو جائے گی۔

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو مخصوص درخت کے پاس جانے کی ممانعت:

ابلیس کو ذلیل و رسوا کر کے جنت سے نکال دینے اور حضرت حوا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کی زوجہ کو جنت میں ہی رہنے کا حکم دیا اور کسی رکاوٹ کے بغیر کہیں سے بھی کھانے کی اجازت دی البتہ ایک خاص درخت کے قریب جانے سے منع کر دیا۔ چنانچہ سورۂ بقرہ میں ہے:

---

1 ...پ۱۶، طہ: ۱۱۸، ۱۱۹۔

يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَ كُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا۪ وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ [1]

ترجمہ: اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور بغیر روک ٹوک کے جہاں تمہارا جی چاہے کھاؤ البتہ اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ حد سے بڑھنے والوں میں شامل ہو جاؤ گے۔

سورۂ اعراف کی آیت نمبر 19 میں بھی یہی بات مذکور ہے اور یہاں جس درخت کے قریب جانے کی ممانعت فرمائی گئی وہ گندم کا درخت تھا یا کوئی اور، اس کا حقیقی علم اللہ تعالٰی کو ہی ہے۔

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام اور وسوسۂ شیطان:

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے شیطان مردود ہوا تھا، اس لیے اس نے اپنے دل میں کینہ و حسد پال لیا، انتقام کے متعلق سوچتا رہا اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو نقصان پہنچانے کی تاک میں رہا، چنانچہ موقع ملنے پر اس نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو وسوسہ ڈالا اور کہنے لگا: اے آدم! عَلَیْہِ السَّلَام، کیا میں تمہیں ایک ایسے درخت کے بارے میں بتاؤں جس کا پھل کھانے والے کو دائمی زندگی حاصل ہو جاتی ہے اور کیا میں تمہیں ایسی بادشاہت کے متعلق بتادوں جو کبھی فنا نہ ہو گی اور اس میں زوال نہ آئے گا۔ یہ کہہ کر شیطان نے اللہ تعالٰی کی جھوٹی قسم کھاتے ہوئے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام سے کہا: اس درخت میں یہ تاثیر ہے کہ اس کا پھل کھانے والا فرشتہ بن جاتا ہے یا ہمیشہ کی زندگی حاصل کر لیتا ہے اور یوں وسوسوں کے ذریعے دونوں کو اس درخت سے کھانے کی طرف لے آیا۔

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے دل میں چونکہ اللہ تعالٰی کے نام کی عظمت انتہا درجے کی تھی اس لئے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو گمان بھی نہ تھا کہ اللہ تعالٰی کی قسم کھا کر کوئی جھوٹ بھی بول سکتا ہے، نیز جنت قربِ الٰہی کا مقام تھا اور حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بھی اُس مقامِ قرب میں رہنے کا اشتیاق تھا اور فرشتہ بننے یا ہمیشہ کی زندگی مل جانے سے یہ مقام حاصل ہو سکتا تھا اس لئے آپ نے شیطان کی قسم کا اعتبار کر لیا۔ پھر حضرت حوا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا اور حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے اس درخت کا پھل کھالیا۔ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے پھل کھانے سے جو منع کیا گیا تھا اس ممانعت کو محض مکروہِ تنزیہی سمجھتے ہوئے اس میں سے کھایا تھا، یا پھر خاص ایک معین درخت کی ممانعت سمجھتے ہوئے اسی جنس کے دوسرے

[1] ...پ۱، البقرۃ: ۳۵.

درخت سے کھایا تھا لیکن بہر حال یہ ایک اجتہادی خطا تھی جس میں گناہ نہیں ہوتا لیکن وہ بہر حال خطا ضرور ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں حکایت کا یہ حصہ ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ سورۂ طٰہٰ میں ہے:

فَوَسْوَسَ اِلَیْهِ الشَّیْطٰنُ قَالَ یٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَ مُلْكٍ لَّا یَبْلٰى [1]

ترجمہ: تو شیطان نے اسے وسوسہ ڈالا، کہنے لگا: اے آدم! کیا میں تمہیں ہمیشہ رہنے کے درخت اور ایسی بادشاہت کے متعلق بتادوں جو کبھی فنا نہ ہوگی۔

اور سورۂ اعراف میں ہے:

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّیْطٰنُ لِیُبْدِیَ لَهُمَا مَاوٗرِیَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَ قَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَیْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِیْنَ ﴿۲۰﴾ وَ قَاسَمَهُمَاۤ اِنِّیْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿۲۱﴾ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ [2]

ترجمہ: پھر شیطان نے انہیں وسوسہ ڈالا تاکہ ان پر ان کی چھپی ہوئی شرم کی چیزیں کھول دے اور کہنے لگا تمہیں تمہارے رب نے اس درخت سے اسی لیے منع فرمایا ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا تم ہمیشہ زندہ رہنے والے نہ بن جاؤ۔ اور ان دونوں سے قسم کھا کر کہا کہ بیشک میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔ تو وہ دھوکا دے کر ان دونوں کو اُتار لایا۔

درخت کا پھل کھانے کے بعد حضرت آدم و حوا کا حال:

ابلیس کے وسوسہ دلانے کے بعد جب حضرت آدم عَلَیْهِ السَّلَام اور حضرت حوا رَضِیَ اللہُ عَنْهَا نے اس درخت میں سے کھالیا تو ان کے جنتی لباس اتر گئے اور ان پر ان کی شرم کے مقام ظاہر ہوگئے اور وہ اپنا ستر چھپانے اور جسم ڈھانکنے کے لئے جنت کے پتے اپنے اوپر چپکانے لگے۔ درخت کا پھل کھانے کی صورت میں حضرت آدم عَلَیْهِ السَّلَام سے اپنے رب تعالیٰ کے حکم میں لغزش واقع ہوئی اور وہ جو شیطان نے جھوٹ بول کر پھل کھانے کے فوائد بیان کئے تھے وہ سب لاحاصل رہے یعنی نہ فرشتہ بنے، اور نہ ہی دائمی زندگی ملی، گویا جو مقصد چاہا تھا وہ نہ پایا۔ قرآن مجید میں دو مقامات پر حکایت کا یہ پہلو بیان کیا گیا ہے، چنانچہ سورۂ اعراف میں ہے:

---

[1]...پ۱۶، طٰہٰ: ۱۲۰۔ [2]...پ۸، الاعراف: ۲۰-۲۲۔

فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ [1]

ترجمہ: پھر جب انہوں نے اس درخت کا پھل کھایا تو ان کی شرم کے مقام ان پر کھل گئے اور وہ جنت کے پتے ان پر ڈالنے لگے۔

اور سورۂ طٰہٰ میں ہے:

فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ٘ وَ عَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى [2]

ترجمہ: تو ان دونوں نے اس درخت میں سے کھالیا تو ان پر ان کی شرم کے مقام ظاہر ہوگئے اور وہ جنت کے پتے اپنے اوپر چپکانے لگے اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مقصد چاہا تھا وہ نہ پایا۔

حضرت آدم وحوا کو ندائے الٰہی:

درخت کا پھل کھانے کے بعد حضرت آدم عَلَیْهِ السَّلَام اور حضرت حوا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا کو اللہ تعالیٰ نے عظمت و جلال سے خطاب فرمایا:

اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَ اَقُلْ لَّكُمَاۤ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ [3]

ترجمہ: کیا میں نے تمہیں اس درخت سے منع نہیں کیا تھا؟ اور میں نے تم سے یہ نہ فرمایا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے؟

مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْهِ السَّلَام اور حضرت حوا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا پر ممنوعہ کام کرنے پر عتاب فرمایا اور کھلے دشمن شیطان کے دھوکے میں آنے پر تنبیہ فرمائی اور اس عتاب کا مقصد بیان کرتے ہوئے علامہ احمد صاوی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْه فرماتے ہیں:

حضرت آدم عَلَیْهِ السَّلَام سے جو کچھ ہوا یہ اگرچہ حقیقی طور پر معصیت نہیں، اس کے باوجود آپ عَلَیْهِ السَّلَام پر عتاب فرمایا گیا کیونکہ عام نیک لوگوں کی نیکیاں مقرب بندوں کے نزدیک گناہ کا درجہ رکھتی ہیں (مراد یہ ہے کہ حضرت آدم عَلَیْهِ السَّلَام سے وہ کام ہوا جو ان کی شان کے لائق نہ تھا اس لئے عتاب فرمایا گیا) اور یہ چیز حضرت آدم عَلَیْهِ السَّلَام کی عصمت کے منافی

---

❶...پ۸، الاعراف: ۲۲. ❷...پ۱۶، طٰہٰ: ۱۲۱. ❸...پ۸، الاعراف: ۲۲.

نہیں کیونکہ جان بوجھ کر حکمِ الٰہی کی نافرمانی کرنا انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ السَّلَام کے حق میں محال ہے، البتہ یہ ممکن ہے کہ ان سے اجتہاد میں خطا ہو جائے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں بھلا دیا جائے۔

نیز ممنوعہ درخت کا پھل کھانے میں اللہ تعالیٰ کی کچھ تکوینی حکمتیں بھی تھیں چنانچہ علامہ صاوی رَحۡمَۃُ اللہِ عَلَیۡہ فرماتے ہیں: درخت کا پھل کھانے میں متعدد حکمتیں تھیں جیسے مخلوق کا وجود میں آنا اور دنیا کا آباد ہونا وغیرہ اور اس عظیم حکمت کیلئے اللہ تعالیٰ نے انہیں (اپنا حکم) بھلا دیا۔[1]

حضرت آدم وحوا کا اعترافِ خطاء:

حضرت آدم عَلَیۡہِ السَّلَام اور حضرت حوا رَضِیَ اللہُ عَنۡہَا نے اپنی خطا کا اعتراف کرتے ہوئے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی:

رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا ٜ وَ اِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَ تَرۡحَمۡنَا لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ[2]

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اور اگر تو نے ہماری مغفرت نہ فرمائی اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو ضرور ہم نقصان والوں میں سے ہو جائیں گے۔

بعض علماء کے نزدیک اعترافِ خطا جنت میں ہوا اور بعض علماء کے نزدیک زمین پر آمد کے بعد ہوا۔ نیز اس آیت میں اپنی جانوں پر زیادتی کرنے سے مراد "گناہ کرنا" نہیں بلکہ اپنا نقصان کرنا ہے اور وہ اس طرح کہ جنت کی رہائش چھوڑ کر زمین پر آنا پڑا اور وہاں کی آرام کی زندگی کی جگہ یہاں مشقت کی زندگی اختیار کرنا پڑی۔

متعلقات

اس واقعہ سے متعلق 6 اہم باتیں ملاحظہ ہوں:

ابلیس حسد کی وجہ سے حضرت آدم عَلَیۡہِ السَّلَام کا دشمن بنا:

علامہ اسماعیل حقی رَحۡمَۃُ اللہِ عَلَیۡہ فرماتے ہیں: جب ابلیس نے حضرت آدم عَلَیۡہِ السَّلَام پر اللہ تعالیٰ کا انعام واکرام دیکھا تو وہ ان سے حسد کرنے لگا اور اس حسد کی بنا پر وہ آپ عَلَیۡہِ السَّلَام کا دشمن بن گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جسے کسی سے حسد ہو تو وہ اس کا دشمن بن جاتا، اس کی ہلاکت چاہتا اور اسے خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔[3]

---

❶...صاوی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۲۳، ۲/۶۶۴۔ ❷...پ۸، الاعراف: ۲۳۔ ❸...روح البیان، طٰہ، تحت الآیۃ: ۱۱۷-۱۱۹، ۵/۴۳۶۔

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو کس جنت میں رکھا گیا:

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام اسی مشہور جنت میں رکھے گئے تھے جو بعدِ قیامت نیکوں کو عطا ہو گی، وہ کوئی دنیاوی باغ نہ تھا اور اس کی بڑی واضح دلیل یہ ہے کہ قرآن میں ہی اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ اس جنت میں نہ تمہیں دھوپ پہنچے گی اور نہ ہی بھوک پیاس اور یہ صفات باغاتِ جنت کی ہیں جبکہ دنیوی باغ خواہ کتنا ہی گھنا کیوں نہ ہو اس میں دھوپ ضرور ہوتی ہے، یہ نہیں ہوتا ہے پورا باغ ڈھکا ہوا ہو اور اس میں اصلاً دھوپ نہ آئے۔

انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کو ظالم کہنا کیسا؟

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ و دعا کے وقت ”ظَلَمْنَآ“ کہا یعنی ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو ایسے ہی الفاظ سے تنبیہ فرمائی تھی لیکن یہاں یہ اہم مسئلہ یاد رہے کہ مخلوق میں سے کسی کا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کو ظالم کہنا گستاخی اور توہین ہے اور جو انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کو ظالم کہے وہ کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ تو خالق اور مالک و مولیٰ ہے، وہ اپنے بندوں کے بارے میں جو چاہے فرمائے، کسی دوسرے کی کیا مجال کہ وہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام سے متعلق کوئی خلافِ ادب کلمہ زبان پر لائے اور اللہ تعالیٰ کے اس طرح کے خطابات کو اپنی جراءت و بے باکی کی دلیل بنائے۔ اس بات کو یوں سمجھیں کہ بادشاہ کے ماں باپ بادشاہ کو ڈانٹیں اور یہ دیکھ کر شاہی محل کا جمعدار بھی بادشاہ کو انہی الفاظ میں ڈانٹنے لگے تو اس احمق کا کیا انجام ہو گا؟ ہمیں تو انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام اور محبوبانِ خدا کی تعظیم و توقیر اور ادب و اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور ہم پر یہی لازم ہے۔

شیطان کے وسوسہ ڈالنے پر ایک سوال اور اس کا جواب:

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو مردود کر کے جنت سے نکال دیا تھا تو وہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو وسوسہ ڈالنے کے لیے جنت میں کیسے پہنچ گیا؟ مفسرین نے اس سوال کے متعدد جوابات دیئے ہیں: (1) ابلیس سانپ کے منہ میں بیٹھ کر جنت میں داخل ہو گیا تھا۔ (2) دوسرا قول یہ ہے کہ ابلیس جنت میں داخل نہیں ہوا بلکہ یوں ہوا تھا کہ بعض اوقات حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت حوا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا بابِ جنت کے قریب تشریف لے جاتے تھے اور ابلیس جنت سے باہر دروازے کے پاس کھڑا ہوتا تھا، یہاں اس نے قریب آ کر حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو وسوسہ ڈالا۔ (3) ابلیس نے زمین پر رہتے ہوئے ہی حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو جنت میں وسوسہ ڈال دیا تھا کیونکہ اسے اتنی طاقت ملی

ہوئی تھی۔ ان سب کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی عصمت کا بیان:

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو تاکیدی حکم دیا تھا کہ وہ ممنوعہ درخت کے پاس نہ جائیں لیکن یہ حکم انہیں پوری طرح یاد نہ رہا اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام ممنوعہ درخت کے پاس چلے گئے، لیکن اس عمل میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا قصد نہ تھا، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لَقَدْ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَ لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا [1]

ترجمہ: اور بیشک ہم نے آدم کو اس سے پہلے تاکیدی حکم دیا تھا تو وہ بھول گیا اور ہم نے اس کا کوئی مضبوط ارادہ نہ پایا تھا۔

اس آیت میں صراحت ہے کہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے جان بوجھ کر ممنوعہ درخت سے نہیں کھایا بلکہ اس کی وجہ اللہ تعالیٰ کا حکم پوری طرح یاد نہ رہنا تھا اور جو کام سہواً ہو وہ نہ گناہ ہوتا ہے اور نہ ہی اس پر کوئی مؤاخذہ ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: قرآنِ عظیم کے عرف میں اطلاقِ معصیت ''عمد'' (یعنی جان بوجھ کر کرنے) ہی سے خاص نہیں، قَالَ اللہُ تَعَالٰی ''وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ'' آدم نے اپنے رب کی معصیت کی۔[2] حالانکہ خود فرماتا ہے: ''فَنَسِیَ وَ لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا'' آدم بھول گیا ہم نے اس کا قصد نہ پایا۔[3] لیکن سہو نہ گناہ ہے نہ اس پر مؤاخذہ۔[4]

اور علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام سے لغزش کا واقع ہونا ارادے اور نیت سے نہ تھا بلکہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا ارادہ اور نیت حکم کو پورا کرنے اور اس چیز سے بچنے کا تھا جو جنت سے نکال دیئے جانے کا سبب بنے، لہٰذا کسی شخص کے لئے تاویل کے بغیر حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف نافرمانی کی نسبت کرنا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام سے راضی ہے اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی مخالفت کرنے سے معصوم ہیں۔[5]

نیز انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے بارے میں ہمیں کیا عقیدہ رکھنا چاہئے اس کی وضاحت کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: مسلمان ہمیشہ یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ حضرات انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کبیرہ

1...پ۱۶، طٰہٰ: ۱۱۵۔ 2...پ۱۶، طٰہٰ: ۱۲۱۔ 3...پ۱۶، طٰہٰ: ۱۱۵۔ 4...فتاویٰ رضویہ، ۲۹/ ۴۰۰۔ 5...صاوی، طٰہٰ، تحت الآیۃ: ۱۲۱، ۴/ ۱۲۸۳۔

گناہوں سے مطلقاً اور گناہِ صغیرہ کے عمداً ارتکاب، اور ہر ایسے امر سے جو مخلوق کے لیے باعثِ نفرت ہو اور مخلوقِ خدا اِن کے باعث اُن سے دور بھاگے، نیز ایسے افعال سے جو وجاہت و مروت اور معززلوگوں کی شان اور مرتبہ کے خلاف ہیں قبلِ نبوت اور بعدِ نبوت بالاجماع معصوم ہیں۔[1]

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف نافرمانی کی نسبت کرنے کا شرعی حکم:

تلاوتِ قرآنِ کریم یا قراءتِ حدیثِ پاک کے سوا اپنی طرف سے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام یا کسی بھی نبی کی طرف معصیت کی نسبت کرنا (مثلاً فلاں نبی نے گناہ کیا یا فلاں نبی گناہگار ہے کہنا) سخت حرام بلکہ علماءِ کرام رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِم کی ایک جماعت نے اُسے کفر بتایا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: غیرِ تلاوت میں اپنی طرف سے سیّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف نافرمانی و گناہ کی نسبت حرام ہے۔ ائمۂ دین نے اس کی تصریح فرمائی بلکہ ایک جماعتِ عُلَمائے کرام نے اُسے کفر بتایا۔ مولیٰ کو شایاں ہے کہ اپنے محبوب بندوں کو جس عبارت سے تعبیر (یعنی جو چاہے) فرمائے (مگر) دوسرا کہے تو اُس کی زبان گدی کے پیچھے سے کھینچی جائے ”لِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى“ (اللہ کی شان سب سے بلند۔)[2]

بلا تشبیہ یوں خیال کرو کہ زید نے اپنے بیٹے عمرو کو اس کی کسی لغزش یا بھول پر متنبہ (یعنی خبردار) کرنے، ادب دینے، حَزم و عزم و احتیاطِ اتم سکھانے کے لئے مثلاً بیہودہ، نالائق، احمق، وغیرہا الفاظ سے تعبیر کیا (کہ) باپ کو اس کا اختیار تھا۔ اب کیا عمرو کا بیٹا بکر یا غلام خالد انھیں الفاظ کو سند بنا کر اپنے باپ اور آقا عمرو کو یہ الفاظ کہہ سکتا ہے؟ حاشا! (ہرگز نہیں) اگر کہے گا (تو) سخت گستاخ و مردود و ناسزا و مستحقِ عذاب و تعزیر و سزا ہو گا۔ جب یہاں یہ حالت (یعنی عام باپ بیٹوں کا یہ معاملہ) ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ریس کر کے انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کی شان میں ایسے لفظ کا بکنے والا کیونکر سخت شدید و مدید عذابِ جہنم و غضبِ الٰہی کا مستحق نہ ہو گا۔ وَالْعِیَاذُ بِاللہِ تعالیٰ۔۔۔۔ امام ابو عبد اللہ محمد عبدری ابن الحاج مدخل میں فرماتے ہیں: ہمارے علماء رَحِمَہُمُ اللہُ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام میں سے کسی نبی کے بارے میں غیر تلاوت و حدیث میں یہ کہے کہ انہوں نے نافرمانی یا خلاف ورزی کی تو اس کا یہ کہنا کفر ہے۔ اس (طرح کی باتوں) سے ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔[3]

1... فتاویٰ رضویہ، ۲۹/ ۳۶۰، ملخصاً۔ 2... پ۱۴، النحل: ۶۰۔ 3... فتاویٰ رضویہ، ۱/ ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، الجزء الثانی، ملخصاً وملتقطاً۔

درس ونصیحت

یہاں درس ونصیحت کے طور پر 3 باتیں ملاحظہ ہوں:

حسد کی مذمت: حسد شیطانی کام ہے اور یہی وہ پہلا گناہ ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی گئی۔ حسد کی تعریف یہ ہے کہ کسی کی دینی یا دنیاوی نعمت کے زوال (یعنی چھن جانے) کی تمنا کرنا یا یہ خواہش کرنا کہ فلاں شخص کو یہ نعمت نہ ملے۔ حسد اتنی خطرناک باطنی بیماری ہے کہ اس سے ایمان جیسی عظیم دولت چھن جانے کے خطرات لاحق ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس مذموم باطنی بیماری سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

برائی کے اسباب کی روک تھام: حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو اصل ممانعت درخت کا پھل کھانے کی تھی لیکن اس کے لئے فرمایا: "اس درخت کے قریب نہ جانا" اس طرزِ خطاب سے علماء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اصل فعل کے ارتکاب سے بچانے کے لیے اس کے قریب جانے یا قریب لیجانے والی چیزوں سے بھی روکا جاتا ہے۔ علمی اصطلاح میں اسے **سدِّ ذرائع یعنی برائی کے اسباب کی روک تھام** کہتے ہیں۔

سترِ عورت انسانی فطرت میں داخل ہے: حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت حوا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے لباس جدا ہوتے ہی پتوں سے اپنا بدن ڈھانپنا شروع کر دیا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ پوشیدہ اعضاء کا چھپانا انسانی فطرت میں داخل ہے۔ لہٰذا جو لوگ ننگے ہونے کو فطرت کہتے ہیں ان کی فطرتیں مسخ ہو چکی ہیں۔

باب: 8

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی زمین پر آمد اور قبولیتِ توبہ

اس باب میں حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت حوا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی زمین پر تشریف آوری، لغزش پر توبہ اور اس کی قبولیت کا بیان ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

حضرت آدم و حوا کی زمین پر تشریف آوری:

جب حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے ممنوعہ درخت کا پھل کھالیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اور حضرت حوا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو حکم دیا کہ تم دونوں اکٹھے جنت سے زمین پر اتر جاؤ۔ یہی حکم حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی پشت میں موجود ان کی اولاد کے

لیے بھی تھا اور ساتھ ہی انہیں یہ بھی فرما دیا گیا کہ تمہاری اولاد میں سے بعض لوگ بعض کے دشمن ہوں گے، دنیا میں ایک دوسرے سے حسد اور دین میں اختلاف کریں گے، نیز زمین میں تمہیں ایک خاص وقت تک ٹھہرنا اور نفع اٹھانا ہے، اسی میں تم لوگ زندگی بسر کرو گے، اسی میں مرو گے اور اسی سے اٹھائے جاؤ گے اور اے اولادِ آدم! اگر تمہارے پاس میری طرف سے کتاب اور رسول کی صورت میں کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ دنیا میں گمراہ ہو گا اور نہ ہی آخرت میں بدبخت ہو گا کیونکہ آخرت کی بدبختی دنیا میں حق راستے سے بھٹکنے کا نتیجہ ہے تو جو کوئی اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے برحق رسول کی پیروی کرے اور ان کے حکم کے مطابق چلے وہ دنیا میں گمراہ ہونے سے اور آخرت میں اس گمراہی کے عذاب و وبال سے نجات پائے گا اور میری ہدایت کی پیروی کرنے والوں کو نہ قیامت کی بڑی گھبراہٹ کا خوف ہو گا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے بلکہ بے غم جنت میں جائیں گے اور جو لوگ کفر کریں گے اور میری آیتوں کو جھٹلائیں گے وہ ہمیشہ کے لئے جہنمی ہوں گے۔ قرآنِ کریم کی مختلف سورتوں میں یہ باتیں ان الفاظ کے ساتھ بیان کی گئی ہیں، چنانچہ سورۂ اعراف میں ہے:

قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ [1]

ترجمہ: اللہ نے فرمایا: تم اتر جاؤ، تم میں ایک دوسرے کا دشمن ہے اور تمہارے لئے زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا اور نفع اٹھانا ہے۔ (اللہ نے) فرمایا: تم اسی میں زندگی بسر کرو گے اور اسی میں مرو گے اور اسی سے اٹھائے جاؤ گے۔

سورۂ طٰہٰ میں ہے:

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى [2]

ترجمہ: اللہ نے فرمایا: تم دونوں اکٹھے جنت سے اتر جاؤ، تمہارے بعض بعض کے دشمن ہوں گے پھر (اے اولادِ آدم) اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا تو وہ

---

[1] ...پ۸، الاعراف: ۲۴، ۲۵۔ [2] ...پ۱۶، طٰہٰ: ۱۲۳۔

نہ گمراہ ہوگا اور نہ بدبخت ہوگا۔

اور سورۂ بقرہ میں ہے:

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِیْعًا ۚ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝۳۸ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ [1]

ترجمہ: ہم نے فرمایا: تم سب جنت سے اتر جاؤ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی پیروی کریں گے انہیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اور وہ جو کفر کریں گے اور میری آیتوں کو جھٹلائیں گے وہ دوزخ والے ہوں گے، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی توبہ کے کلمات اور قبولیتِ توبہ:

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی ایک عرصۂ دراز تک گریہ وزاری کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں توبہ کے کچھ کلمات الہام فرمائے اور جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان کلمات کے ذریعے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے قبول فرما لیا، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ [2]

ترجمہ: پھر آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھ لئے تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی۔ بیشک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَیْهِ وَ هَدٰى [3]

ترجمہ: پھر اس کے رب نے اسے چن لیا تو اس پر اپنی رحمت سے رجوع فرمایا اور خصوصی قرب کا راستہ دکھایا۔

ایک روایت یہ ہے کہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی دعا میں یہ کلمات عرض کئے:

---

❶...پ۱، البقرة:۳۸، ۳۹۔ ❷...پ۱، البقرة:۳۷۔ ❸...پ۱۶، طٰہٰ:۱۲۲۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا ٚ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ [1]	**ترجمہ:** اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اور اگر تو نے ہماری مغفرت نہ فرمائی اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو ضرور ہم نقصان والوں میں سے ہو جائیں گے۔

اور ایک روایت وہ بھی ہے جو حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے مروی ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

"جب حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام سے اجتہادی خطا ہوئی تو انہوں نے عرش کی طرف اپنا سر اٹھایا اور عرض کی: (اے اللہ!) میں محمد کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں کہ تو میری مغفرت فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وحی فرمائی کہ محمد کون ہیں؟ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، تیرا نام برکت والا ہے، جب تو نے مجھے پیدا کیا تو میں نے سر اٹھا کر تیرے عرش کی طرف دیکھا تو اس میں لکھا ہوا تھا "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه" تو میں نے جان لیا کہ تیری بارگاہ میں اُس شخص سے زیادہ کسی کا مرتبہ اور مقام نہ ہوگا جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وحی فرمائی: اے آدم! یہ تیری اولاد میں سب سے آخری نبی ہیں اور ان کی امت تمہاری اولاد میں سب سے آخری امت ہے اور اگر وہ نہ ہوتے تو اے آدم! میں تمہیں بھی پیدا نہ کرتا۔" [2]

دوسری حدیثِ پاک میں ہے: "جب حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام پر عتاب ہوا تو عرصۂ دراز تک حیران و پریشان رہنے کے بعد انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، مجھے محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صدقے میں معاف فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تم نے محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کو کیسے پہچانا حالانکہ ابھی تو میں نے اسے پیدا بھی نہیں کیا؟ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، جب تو نے مجھے پیدا کر کے میرے اندر روح ڈالی اور میں نے اپنے سر کو اٹھایا تو میں نے عرش کے پایوں پر "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه" لکھا دیکھا، تو میں نے جان لیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اس کا نام ملایا ہے جو تجھے تمام مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تو نے سچ کہا، بیشک وہ تمام مخلوق میں میری بارگاہ میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔ تم اس کے وسیلے سے مجھ سے

---

1 ...پ۸، الاعراف: ۲۳۔ 2 ...معجم الصغیر، باب المیم، من اسمہ: محمد، الجزء الثانی، ص ۸۲۔

دعا کرو میں تمہیں معاف کر دوں گا اور اگر محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا۔[1]

متعلقات

اس حکایت سے متعلق چند اہم باتوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

حضرت آدم و حوا کو زمین پر اتارے جانے کی حکمت:

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت حوا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کو جنت سے زمین کی طرف اترنے کے حکم میں اصل حکمت تخلیقِ آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے اصل مقصد کو پورا کرنا تھا کہ انسانوں کے لئے ایک دار الامتحان قائم ہو، نبیوں، ولیوں اور صالحین کے اعمال اور شانیں واضح ہوں اور نیک و بد کا فرق نمایاں ہو، انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کے ذریعے نیکی و تقویٰ کے اعلیٰ معیار قائم ہوں اور ان کی زندگیاں عام انسانوں کے لئے لائقِ اتباع، نمونہ اور آئیڈیل بن جائیں اور ان انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کی فہرست میں چونکہ آدم عَلَیْہِ السَّلَام بھی داخل ہیں تو یہ سب فضائل انہیں بھی دینا مقصود تھا۔ علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت حوا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کا جنت میں ٹھہرنا مخصوص درخت سے نہ کھانے پر معلق تھا اور اللہ تعالیٰ اپنے علمِ ازلی سے جانتا تھا کہ یہ دونوں اس درخت سے کھائیں گے تو یہ کام مبرم (یعنی ہو کر ہی رہنا) تھا اور جو چیز مبرم پر معلق ہو وہ بھی مبرم ہوتی (یعنی ہو کر ہی رہتی) ہے، اور حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت حوا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کو جنت سے نکالنا ان پر غضب فرمانے کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ ان کی عزت و شرف میں اضافے اور ان کے مرتبے کی بلندی کے لیے تھا کیونکہ یہ دونوں جنت سے دنیا میں تنہا تشریف لائے لیکن (جب واپس جنت میں جائیں گے تو) جنت کی طرف اپنی اولاد کی 120 صفوں کے ساتھ لوٹیں گے اور ان صفوں میں داخل افراد کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔[2]

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی زمین پر تشریف آوری شیطان کی کامیابی نہیں:

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کا جنت سے زمین پر تشریف لانا شیطان کی کامیابی ہرگز نہیں، جیسا کہ امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: وسوسہ ڈالنے سے ملعون شیطان کا مقصد آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو جنت سے نکلوانا نہیں بلکہ ان کے مرتبے کو کم کرنا اور جیسے وہ بارگاہِ الٰہی سے دور ہوا ویسے انہیں دور کرنا مقصد تھا اور وہ اپنے اس مقصد تک نہ

---

1 ... مستدرک، ومن کتاب آیات رسول اللہ ... الخ، استغفار آدم ... الخ، ۳/۵۱۷، حدیث: ۴۲۸۶، معجم الاوسط، من اسمہ محمد، ۵/۳۶، حدیث: ۶۵۰۲، دلائل النبوۃ للبیہقی، جماع ابواب غزوۃ تبوک، باب ما جاء فی تحدیث... الخ، ۵/۴۸۹۔ 2 ... صاوی، طٰہٰ، تحت الآیۃ: ۱۲۳، ۴/۱۲۸۳-۱۲۸۴۔

پہنچ سکا اور نہ ہی اپنی مراد پا سکا بلکہ اس کی جلن اور نفس کا غیظ و غضب بڑھ گیا جبکہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے مقام و مرتبہ میں مزید اضافہ ہو گیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَیْهِ وَ هَدٰى [1] **ترجمہ:** پھر اس کے رب نے اسے چن لیا تو اس پر اپنی رحمت سے رجوع فرمایا اور خصوصی قرب کا راستہ دکھایا۔

اور جب آدم عَلَیْہِ السَّلَام جنت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قرب میں رہنے کے بعد زمین پر اس کے خلیفہ بنے تو اللہ تعالیٰ اور حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام میں کیا دوری ہوئی؟ [2]

دوسرے الفاظ میں یوں کہہ لیں کہ جنت سے زمین پر آنے کی وجہ سے قرب تو ضائع نہ ہوا کیونکہ خدا نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنا نبی بنایا اور نبی اعلیٰ درجے کا مقرب ہوتا ہے اور قرب کے ساتھ بالفعل خلافت کا مزید اضافہ ہو گیا بلکہ خود قرب میں بھی توبہ کی وجہ سے اضافہ ہو گیا کہ توبہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اپنا محبوب بنالیتا ہے، جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ [3] **ترجمہ:** بیشک اللہ بہت توبہ کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

بلکہ یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام اور ابلیس کے درمیان اصل مقابلہ تو توبہ و رجوع الی اللہ کا تھا جس میں حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام سو فیصد کامیاب ہوئے اور شیطان برے طریقے سے ناکام ہوا تو شیطان کو کیا کامیابی ملی، الٹا خود ہی مردود ہو گیا۔

نیز حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام تو عارضی طور پر جنت سے زمین پر تشریف لائے ہیں اور قیامت کے دن اپنی بے شمار اولاد کے ساتھ ہمیشہ کے لیے جنت میں تشریف لے جائیں گے جبکہ ابلیس مردود تو ہمیشہ کے لیے جنت سے نکال دیا گیا اور بروزِ قیامت یہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں جائے گا تو در حقیقت ناکامی اور نامرادی شیطان کا ہی مقدر بنی اور حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام بہر حال کامیاب ہی رہے۔

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو کسی سبب کے بغیر زمین پر نہ بھیجنے کی حکمت:

اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو درخت کا پھل نہ کھانے کا پابند ہی نہ کرتا اور کسی سبب کے بغیر

---

[1]...پ۱۶، طٰہٰ: ۱۲۲۔ [2]...قرطبی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۳۶، ۱/ ۲۵۹، ملخصاً۔ [3]...پ۲، البقرۃ: ۲۲۲۔

ہی زمین کی طرف اتار دیتا لیکن چونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کریم ہے اور کریم کی شان یہ ہے کہ کسی سے اپنی نعمت حجت قائم کیے بغیر واپس نہیں لیتا اس لئے پہلے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے لیے یہ ظاہری حجت قائم کی گئی پھر انہیں زمین کی طرف اتارا گیا۔

جنت سے متعلق عقائد پر ایک اشکال اور اس کا جواب:

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت حوا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے جو واقعات بیان ہوئے ان میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جنت میں حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام پر نیند طاری کی گئی، آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو ایک مخصوص درخت کا پھل نہ کھانے کا پابند کیا گیا، آپ عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت حوا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو جنت سے نکال کر زمین کی طرف اتارا گیا۔ ان پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ جنت کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ اس میں نہ نیند طاری ہوگی، نہ ہی کسی حکم کا پابند کیا جائے گا اور نہ ہی جنت میں داخل ہونے کے بعد کسی جنتی کو اس سے نکالا جائے گا اور حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے واقعات سے واضح ہے کہ یہ تینوں باتیں رونما ہوئی ہیں پھر یہ عقیدہ کیسے درست ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تینوں باتیں قیامت کے دن جنت میں داخل ہونے کے بعد نہیں ہوں گی، اس سے پہلے یہ تینوں باتیں واقع ہوسکتی ہیں جیسا کہ واقعاتِ آدم سے ظاہر ہے۔[1]

زمین پر اترنے کے مقامات اور ان کی ملاقات:

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو ہند میں اور حضرت حوا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو جدہ میں اتارا گیا۔ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام انہیں تلاش کرنے نکل گئے اور عرفات کے میدان میں ان دونوں کی ملاقات ہوئی۔[2]

حضرت ضحاک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت حوا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا جدائی کے بعد 9 ذی الحجہ کو عرفات کے مقام پر جمع ہوئے اور دونوں میں تعارف ہوا اس لئے اس دن کا نام عرفہ اور مقام کا نام عرفات (یعنی پہچاننے کی جگہ) ہوا۔[3]

زمین پر اترنے کے بعد حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی کیفیت:

جب حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام زمین پر تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ ورجوع کے لئے ایک عرصۂ دراز

---

❶...صاوی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۳۶، ۱/ ۵۴، ملخصاً۔ ❷...خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۹۸، ۱/ ۱۳۹۔ ❸...خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۹۸، ۱/ ۱۳۹۔

تک روتے رہے چنانچہ حضرت بریدہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اگر حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام اور تمام اہلِ زمین کی گریہ وزاری کا حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے رونے سے موازنہ کیا جائے تو وہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی گریہ وزاری کے برابر نہ ہو گا۔“[1]

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی توبہ کا مقام:

بعض علماء کے نزدیک جنت میں ہی حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی لغزش سے توبہ کر لی اور اسے وہیں قبول کر لیا گیا تھا اور زمین پر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی گریہ وزاری عاجزی وانکساری کی بنا پر تھی اور بعض علماء کے نزدیک زمین پر تشریف آوری کے بعد حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ کی توفیق سے توبہ واِستغفار میں مشغول ہوئے۔

حضرت حوا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی توبہ:

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ ساتھ حضرت حوا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے بھی توبہ کی تھی اور ان کی توبہ بھی قبول فرمائی گئی البتہ قرآن کریم میں صرف حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی توبہ کا ذکر اس لیے ہے کہ حضرت حوا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے تابع تھیں اور جب متبوع کا ذکر کر دیا جائے تو تابع کا ذکر اسی کے ضمن میں ہو جاتا ہے، اس لیے فقط آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی توبہ کے ذکر پر اکتفا کیا گیا۔

درس ونصیحت

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی لغزش کے بعد جس طرح دعا فرمائی اس میں مسلمانوں کے لئے یہ تربیت ہے کہ ان سے جب کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے گناہ پر ندامت کا اظہار کریں اور مغفرت ورحمت کا عاجزی سے گڑگڑا کر سوال کریں۔ نیز حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی توبہ کے کلمات سے متعلق روایات سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بارگاہِ الٰہی کے مقبول بندوں کے وسیلہ سے ”بحق فلاں“ اور ”بجاہِ فلاں“ کے الفاظ سے دعا مانگنا جائز اور حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام سے ثابت ہے۔

[1]...تاریخ ابن عساکر، آدم نبی اللہ... الخ، ۷/۴۱۵۔

باب:9
سیرتِ آدم عَلَیْہِ السَّلَام اور اہم واقعات

اس باب میں حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی سیرتِ مبارکہ اور چند مزید اہم واقعات کا ذکر ہے، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو جنتی پھلوں اور صنعت کاری کی عطا:

حضرت ابو موسیٰ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے مرفوعاً روایت ہے، فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو جنت سے (زمین کی طرف) روانہ فرمایا تو انہیں جنت کے پھل عطا فرمائے اور ہر چیز کی کاریگری سکھائی، تو تمہارے یہ (دنیاوی) پھل جنت کے پھلوں میں سے ہیں، اِلَّا یہ کہ یہ (دنیاوی) پھل متغیر ہو جاتے ہیں لیکن جنت کے پھل متغیر نہیں ہوتے۔[1]

نماز کی پابندی:

علامہ نجم الدین الغزی شافعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے نماز حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے ادا فرمائی اور مختلف افعال پر مشتمل خشوع و خضوع والی نماز پابندی کے ساتھ ادا کرنے کا حکم آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر ہی نازل ہوا۔[2]

حضرت ثوبان رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے مروی ہے کہ حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نصف النہار کے بعد نماز پڑھنا پسند فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے عرض کی: میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دیکھتی ہوں کہ اس وقت آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نماز پڑھنا پسند فرماتے ہیں (اس میں کیا حکمت ہے؟) ارشاد فرمایا: ”اس گھڑی میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف نظرِ رحمت فرماتا ہے اور یہی وہ نماز ہے جسے حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِمُ السَّلَام پابندی کے ساتھ ادا فرمایا کرتے تھے۔[3]

بَیْتُ اللہ کی تعمیر اور طواف:

حضرت عطا رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے حضرت کعب رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے فرمایا:

---

1 ...مستدرک حاکم، کتاب تواریخ المتقدمین... الخ، ثمار کم ھذہ من ثمار الجنۃ، ۳/۴۰۸، حدیث: ۴۰۴۹۔

2 ...حسن التنبہ، بابِ التشبہ بالنبیین... الخ، ومنھا اقامۃ الصلاۃ... الخ، ۴/۵۳۲۔ 3 ...مسند بزار، ۱۰/۱۰۲، حدیث: ۴۱۶۶۔

مجھے اس بیت (یعنی خانۂ کعبہ) کے بارے میں بتاؤ کہ اس کا کیا معاملہ تھا؟ حضرت کعب رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے عرض کی: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ اس بیت کو آسمان سے نازل فرمایا، یہ کھوکھلے یاقوت سے بنا ہوا تھا اور حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمایا: بیشک یہ میرا بیت ہے تو تم اس کے گرد اسی طرح طواف کرنا اور اس کے پاس اسی طرح نماز پڑھنا جس طرح تم نے فرشتوں کو عرش کے گرد طواف کرتے اور نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ اس بیت کے ساتھ فرشتے بھی اترے اور انہوں نے پتھر سے اس کی بنیادیں بلند کیں، پھر ان بنیادوں پر اس بیت کو رکھ دیا گیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم کو غرق فرمایا تو اس بیت کو اٹھالیا اور اس کی بنیادیں باقی رہیں۔ [1]

حج:

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے زمانے میں بیتُ اللہ کی جگہ ایک بالشت یا اس سے زیادہ تھی۔ فرشتے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام سے پہلے اس کا حج کیا کرتے تھے۔ پھر حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے حج کیا۔ (ایک مقام پر) فرشتوں نے ان کا استقبال کیا اور عرض کی: اے آدم! عَلَیْہِ السَّلَام، آپ کہاں سے تشریف لا رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں نے بیتُ اللہ کا حج کیا ہے۔ فرشتوں نے عرض کی: بیشک آپ سے پہلے (صرف) فرشتوں نے اس کا حج کیا تھا۔ [2]

حضرت وہب بن منبہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی توبہ قبول فرمالی اور انہیں مکہ کی طرف سفر کرنے کا حکم دیا تو زمین کو ان کے لیے لپیٹ دیا یہاں تک کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام مکۂ مکرمہ پہنچ گئے۔ مقامِ ابطح میں فرشتوں کی آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے خوش آمدید کہا اور عرض کی: اے آدم! عَلَیْہِ السَّلَام، ہم آپ کے حج کی نیکی کے منتظر تھے جبکہ ہم نے آپ سے دو ہزار سال پہلے اس بیتُ اللہ کا حج کیا ہے۔ (تعمیرِ کعبہ کے بعد) اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو حکم دیا تو انہوں نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو حج کے تمام احکام سکھادیے، پھر وہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ چلے یہاں تک کہ انہیں عرفات، مزدلفہ، منیٰ اور جمرات کے مقام پر ٹھہرایا اور اللہ تعالیٰ نے

---

1 ...شعب الایمان، الخامس والعشرون من شعب الایمان، باب فی المناسک، ۳/۴۳۶، حدیث: ۳۹۹۰.

2 ... شعب الایمان، الخامس والعشرون من شعب الایمان، باب فی المناسک، ۳/۴۳۴، حدیث: ۳۹۸۶.

آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر نماز، زکوۃ، روزہ اور غسلِ جنابت کے احکام نازل کیے۔[1]

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے ہند سے پیدل چل کر چالیس مرتبہ حج کی سعادت حاصل کی۔[2]

اولادِ آدم سے عہدِ میثاق:

ایک موقع پر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی قیامت تک ہونے والی اولاد سے اپنی ربوبیت اور وحدانیت کا عہد لیا اور انہیں اس کا گواہ بنایا، چنانچہ اس کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْؕ قَالُوْا بَلٰىۚۛ شَهِدْنَاۚۛ[3]

ترجمہ: اور اے محبوب! یاد کرو جب تمہارے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انہیں خود ان پر گواہ بنایا (اور فرمایا) کیا میں تمہارا رب نہیں؟ سب نے کہا: کیوں نہیں، ہم نے گواہی دی۔

تفسیرِ خازن میں ہے کہ یہ ذریت نکالنا اسی ترتیب کے ساتھ ہوا جس طرح دنیا میں انہوں نے ایک دوسرے سے پیدا ہونا تھا یعنی حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی پشت سے ان کی اولاد اور اولاد کی پشت سے ان کی اولاد اسی طرح قیامت تک پیدا ہونے والے لوگ نکالے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے ربوبیت اور وحدانیت کے دلائل قائم فرما کر اور عقل دے کر اُن سے اپنی ربوبیت کی شہادت طلب فرمائی تو سب نے کہا: کیوں نہیں، ہم نے اپنے اوپر گواہی دی اور تیری ربوبیت اور وحدانیت کا اقرار کیا۔[4]

عہدِ میثاق کی حکمت:

اللہ تعالیٰ نے اس عہدِ میثاق کی حکمت بھی بیان فرمائی ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَۙ(۱۷۲) اَوْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا

ترجمہ: (یہ اس لئے ہوا) تاکہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہمیں اس کی خبر نہ تھی۔ یا یہ کہنے لگو کہ شرک

---

1 ... شعب الایمان، الخامس والعشرون من شعب الایمان، باب فی المناسک، ۳/۴۳۵، حدیث: ۳۹۸۹۔ 2 ... تاریخ ابن عساکر، آدم نبی اللہ ... الخ، ۷/۴۲۲۔

3 ... پ۹، الاعراف: ۱۷۲۔ 4 ... خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۷۲، ۲/۱۵۶، ملخصاً۔

مِنۡ قَبۡلُ وَ كُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنۡۢ بَعۡدِهِمۡ ۚ اَفَتُهۡلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الۡمُبۡطِلُوۡنَ [1]

تو پہلے ہمارے باپ دادا نے کیا اور ہم ان کے بعد (ان کی) اولاد ہوئے تو کیا تو ہمیں اس پر ہلاک فرمائے گا جو اہلِ باطل نے کیا۔

یعنی اے اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرنے والو! یہ گواہ بنانا اس لئے تھا تاکہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکو کہ ہم جو کفر و شرک میں مبتلا رہے ہیں اس میں ہمارا قصور نہیں، کیونکہ ہمیں خبر ہی نہ تھی کہ تو ہمارا رب عَزَّوَجَلَّ ہے اور تیرے سوا کوئی بھی رب نہیں اور اے ربِّ کریم! تو بے خبر کو نہیں پکڑتا، لہٰذا ہمیں چھوڑ دے اور عذاب نہ دے اور نہ ہی یہ کہہ سکو کہ ہم کفر و شرک میں اس لئے بے قصور ہیں کہ ہمارے باپ دادا مشرک تھے ہم تو ان کی وجہ سے شرک میں مبتلا ہوئے، قصور ان کا ہے نہ کہ ہمارا۔ انہیں یہ باتیں کہنے کا حق اس لئے نہ ہو گا کہ جب اُن سے عہدِ میثاق لے لیا گیا اور یہ بات ان کے دلوں کی تہہ میں رکھ دی گئی اور اس عہد کی یاددہانی کے لئے اُن کے پاس رسول آئے اور انہوں نے اس عہد کو یاد دلایا، کتابیں اتریں اور ان کے سامنے حق بیان کر دیا گیا تو اب یہ عذر پیش کرنے کا ان کے پاس موقع نہ رہا۔[2]

آیاتِ میثاق سے واضح ہونے والے احکام:

آیاتِ میثاق سے 4 اہم باتیں معلوم ہوتی ہیں:

(1) عمومی طور پر شرعی احکام میں بے خبری معتبر نہیں، کوئی یہ عذر پیش کر کے کہ مجھے معلوم نہیں تھا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں چھوٹ سکتا۔

(2) ہر شخص پر فرض ہے کہ ضرورت کے مطابق دینی مسائل سیکھے۔

(3) باطل عقائد میں باپ دادا کی پیروی درست نہیں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں عقل و شعور بخشا ہے لہٰذا خود تحقیق کر کے درست عقیدے اختیار کرنے چاہئیں۔

(4) گناہ کی بنیاد ڈالنا اگرچہ بڑا جرم ہے مگر گناہ کے مرتکب لوگ خود بھی مجرم ہیں، وہ یہ عذر نہیں کر سکتے کہ ہم چونکہ اس گناہ کو ایجاد کرنے والے نہیں بلکہ دوسروں کی پیروی میں گناہ کئے اس لئے قصوروار بھی نہیں۔

---

❶...پ۹، الاعراف: ۱۷۲، ۱۷۳۔ ❷...بغوی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۷۲، ۲/۱۷۸۔

انعاماتِ الٰہی:

اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر بے شمار انعامات فرمائے، ان میں سے 14 انعامات یہ ہیں:

(1) آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنی قدرت کی عظیم نشانی بنایا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ [1]

ترجمہ: بیشک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے جسے اللہ نے مٹی سے بنایا پھر اسے فرمایا: "ہو جا" تو وہ فوراً ہو گیا۔

(2، 3) آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو خاص اپنے دستِ قدرت سے اور اپنی پسندیدہ صورت پر پیدا فرمایا، جیسا کہ ابلیس سے پوچھ گچھ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

یٰۤاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ [2]

ترجمہ: اے ابلیس! تجھے کس چیز نے روکا کہ تو اسے سجدہ کرے جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا؟

اور حدیثِ پاک میں ہے: "خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ" ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنی (پسندیدہ) صورت پر پیدا فرمایا۔ [3]

(4، 5) آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے بدن میں اپنی طرف سے خاص روح پھونکی اور فرشتوں سے سجدۂ تعظیمی کروایا، جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ [4]

ترجمہ: پھر جب میں اسے ٹھیک بنالوں اور اس میں اپنی خاص روح پھونکوں تو تم اس کے لیے سجدے میں پڑ جانا۔

(6) فرشتوں کے سامنے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی فضیلت و برتری کو ظاہر فرمایا اور فرشتوں نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی عظمت کا اعتراف کیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام

---

[1]...پ۳، اٰل عمران: ۵۹۔ [2]...پ۲۳، صٓ: ۷۵۔ [3]...بخاری، کتاب الاستئذان، باب بدء السلام، ۴/۱۶۴، حدیث: ۶۲۲۷۔ [4]...پ۲۳، صٓ: ۷۲۔

الْمَلٰٓىٕكَةِۙ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ(۳۱) قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَاؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ(۳۲) قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآىٕهِمْۚ فَلَمَّاۤ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآىٕهِمْۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِۙ وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ [1]

سکھا دیے پھر ان سب اشیاء کو فرشتوں کے سامنے پیش کرکے فرمایا: اگر تم سچے ہو تو ان کے نام تو بتاؤ۔ (فرشتوں نے) عرض کی: (اے اللہ!) تو پاک ہے ہمیں تو صرف اتنا علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھا دیا، بے شک تو ہی علم والا، حکمت والا ہے۔ (پھر اللہ نے) فرمایا: اے آدم! تم انہیں ان اشیاء کے نام بتادو۔ تو جب آدم نے انہیں ان اشیاء کے نام بتادیئے تو (اللہ نے) فرمایا: (اے فرشتو!) کیا میں نے تمہیں نہ کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی تمام چھپی چیزیں جانتا ہوں اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔

(7) آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی بے ادبی کرنے پر انتہائی عبادت گزار ابلیس کو بارگاہِ الٰہی سے مردود و ملعون کرکے نکال دیا گیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌۙ(۳۴) وَّ اِنَّ عَلَیْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى یَوْمِ الدِّیْنِ [2]

ترجمہ: تو جنت سے نکل جا کیونکہ تو مردود ہے۔ اور بیشک قیامت تک تجھ پر لعنت ہے۔

(8،9) آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو جنت میں رہائش عطا کی اور مخصوص درخت کے علاوہ آپ کے لئے جنتی نعمتیں مباح فرمائیں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ قُلْنَا یٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَ كُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا۪ وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ [3]

ترجمہ: اور ہم نے فرمایا: اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور بغیر روک ٹوک کے جہاں تمہارا جی چاہے کھاؤ البتہ اس درخت کے قریب نہ جانا۔

(10) آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے جنت میں ہونے والی لغزش جان بوجھ کر نہ ہونے کی گواہی خود رب تعالیٰ نے دی،

---

❶...پ۱، البقرۃ: ۳۱-۳۳۔ ❷...پ۱۴، الحجر: ۳۴، ۳۵۔ ❸...پ۱، البقرۃ: ۳۵۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لَقَدْ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَ لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا [1]	**ترجمہ:** اور بیشک ہم نے آدم کو اس سے پہلے تاکیدی حکم دیا تھا تو وہ بھول گیا اور ہم نے اس کا کوئی مضبوط ارادہ نہ پایا تھا۔

(11تا13) اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنے چنے ہوئے بندوں میں شامل کیا، خاص رحمت سے آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر رجوع فرمایا اور اپنے قربِ خاص کا راستہ دکھایا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَیْهِ وَ هَدٰى [2]	**ترجمہ:** پھر اس کے رب نے اسے چن لیا تو اس پر اپنی رحمت سے رجوع فرمایا اور خصوصی قرب کا راستہ دکھایا۔

(14) آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو آپ کے زمانے میں تمام جہان والوں پر فضیلت بخشی، ارشادِ باری ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ [3]	**ترجمہ:** بیشک اللہ نے آدم اور نوح اور ابراہیم کی اولاد اور عمران کی اولاد کو سارے جہان والوں پر چن لیا۔

باب:10

ہابیل اور قابیل کا واقعہ

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی زندگی میں ان کے دو بیٹوں ہابیل اور قابیل کا ایک اہم واقعہ رونما ہوا جسے قرآن کریم میں بھی بیان کیا گیا ہے، یہاں اس کی تفصیل بھی ملاحظہ ہو:

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام و حوا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا سے نسلِ انسانی کی ابتداء:

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت حوا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے پیدا فرمایا، پھر ان دونوں کے ملاپ سے نسلِ انسانی کی ابتداء فرمائی، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ	**ترجمہ:** اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں

❶...پ۱۶، طٰہ:۱۱۵۔ ❷...پ۱۶، طٰہ:۱۲۲۔ ❸...پ۳، اٰل عمران:۳۳۔

نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً [1]

ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت پھیلا دیئے۔

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد اور ان میں دستورِ نکاح:

منقول ہے کہ حضرت حوا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا بیس یا چالیس مرتبہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام سے حاملہ ہوئیں۔ ہر حمل میں دو دو بچے پیدا ہوئے، ایک لڑکا اور ایک لڑکی (جب یہ جوان ہو جاتے تو) حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام ایک حمل کے لڑکے کا دوسرے حمل کی لڑکی کے ساتھ نکاح فرما دیا کرتے تھے۔ [2]

ایک تو یہ اللہ تعالٰی کی طرف سے حکم تھا اور دوسرا یہ تھا کہ انسان صرف حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد میں سے ہی ہونے تھے کسی اور جنس سے نہیں تو ایک دوسرے کے ساتھ نکاح کرنے کے علاوہ اور کوئی صورت ہی نہ تھی۔ ان ہی اولاد میں قابیل اور ہابیل دو لڑکے تھے جن کے ساتھ ایک ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی۔

قابیل کا اپنی بہن سے نکاح کا مطالبہ اور حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کا اسے مشورہ:

قابیل کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی وہ بہت خوبصورت تھی اور اس کا نام "اقلیما" تھا جبکہ ہابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی "لیوذا" کم خوبصورت تھی۔ جب حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے شرعی دستور کے مطابق "قابیل" کا نکاح "لیوذا" سے اور "ہابیل" کا "اقلیما" سے کرنا چاہا تو قابیل اس پر راضی نہ ہوا اور مطالبہ کیا کہ میرا نکاح "اقلیما" کے ساتھ ہی کیا جائے۔ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے اس سے فرمایا: اقلیما تیرے ساتھ پیدا ہوئی ہے لہٰذا وہ تیری بہن ہے، اس کے ساتھ تیرا نکاح حلال نہیں۔ قابیل کہنے لگا: یہ تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی رائے ہے، اللہ تعالٰی نے یہ حکم نہیں دیا۔ اس پر آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: اگر تم یہ سمجھتے ہو تو تم دونوں اپنی قربانیاں پیش کرو، جس کی قربانی قبول ہو گئی وہی اقلیما کا حقدار ہو گا۔ اس زمانے میں قربانی قبول ہونے کی علامت یہ ہوتی کہ آسمان سے ایک آگ اتر کر اسے کھا جاتی تھی۔ [3]

ہابیل کی قربانی کی مقبولیت:

قابیل کھیتی باڑی کا کام کرتا تھا اور ہابیل بکریاں چَراتے تھے۔ قابیل ہلکی قسم کی گندم کا ایک ڈھیر قربانی کے طور پر

---

[1] ...پ۴، النساء: ۱. [2] ...صاوی، النساء، تحت الآیۃ: ۱، ۲/۳۵۶.

[3] ...البحر المحیط، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۲۷، ۳/۴۷۶، قرطبی، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۲۷، ۳/۴۳، مدارک، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۲۷، ص۲۸۲، ملخصاً۔

لایا جبکہ ہابیل نے رضائے الٰہی کے لئے ایک عمدہ قسم کی بکری قربانی کے لیے پیش کی۔ پھر گندم اور بکری کو پہاڑ پر رکھ دیا گیا۔ اس کے بعد حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے دعا فرمائی تو آسمان سے آگ نازل ہوئی اور اس نے ہابیل کی قربانی کو لے لیا اور قابیل کی گندم کو چھوڑ دیا۔ یوں ہابیل کی قربانی قبول ہو گئی اور یہی اقلیما کے حقدار قرار پائے۔[1]

قابیل کی ہابیل کو قتل کی دھمکی اور ہابیل کا جواب:

ہابیل کی قربانی قبول ہونے پر قابیل کے دل میں بغض و حسد پیدا ہوا اور جب حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام حج کے لئے مکۂ مکرمہ تشریف لے گئے تو قابیل نے ہابیل سے کہا: میں تجھے قتل کر دوں گا۔ ہابیل نے کہا: کیوں؟ قابیل نے کہا: اس لئے کہ تیری قربانی مقبول ہوئی اور میری قبول نہ ہوئی اور اس طرح تو اقلیما کا مستحق ٹھہرا، لیکن اس میں میری ذلت ہے۔ ہابیل نے جواب دیا کہ "اللہ تعالیٰ صرف ڈرنے والوں کی قربانی قبول فرماتا ہے۔ ہابیل کے اس قول کا یہ مطلب تھا کہ "قربانی کو قبول کرنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کام ہے وہ متقی لوگوں کی قربانی قبول فرماتا ہے، تو متقی ہوتا تو تیری قربانی قبول ہوتی، اب اگر تیری قربانی قبول نہیں ہوئی تو یہ خود تیرے افعال کا نتیجہ ہے اس میں میرا کیا قصور ہے۔ اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے میری طرف ہاتھ بڑھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے ایسا نہیں کروں گا کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میری طرف سے ابتدا ہو حالانکہ میں تجھ سے قوی و توانا ہوں، یہ صرف اس لئے کہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ میں گناہگار نہ بنوں بلکہ میرے قتل کرنے کا گناہ اور تیرا سابقہ گناہ یعنی والد کی نافرمانی، حسد اور خدائی فیصلہ کو نہ ماننے کا سارا گناہ تیرے اوپر ہی پڑے۔ قرآن کریم میں حکایت کا یہ حصہ ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَ لَمْ یُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۲۷﴾ لَىٕنْۢ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۸﴾ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ

ترجمہ: اور (اے حبیب!) انہیں آدم کے دو بیٹوں کی سچی خبر پڑھ کر سناؤ جب دونوں نے ایک ایک قربانی پیش کی تو ان میں سے ایک کی طرف سے قبول کر لی گئی اور دوسرے کی طرف سے قبول نہ کی گئی، تو (وہ دوسرا) بولا: میں ضرور تجھے قتل کر دوں گا۔ (پہلے نے) کہا: اللہ صرف ڈرنے والوں سے قبول فرماتا ہے۔ بیشک اگر تو مجھے قتل

[1]... خازن، المائدة، تحت الآیة: ۲۷، ۱/ ۴۸۵، ملتقطاً۔

اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَ اِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِۚ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ[1]

کرنے کے لئے میری طرف اپنا ہاتھ بڑھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ تیری طرف نہیں بڑھاؤں گا۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہانوں کا مالک ہے۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے اوپر ہی پڑ جائیں تو تو دوزخی ہو جائے اور ظلم کرنے والوں کی یہی سزا ہے۔

تاریخِ انسانی کا پہلا قتل:

ہابیل کی خوفِ خدا پر مشتمل اس تمام گفتگو کے بعد بھی قابیل اپنی شہوت کی تسکین کے لئے نفسِ امارہ کے شرکا شکار ہو کر اپنے بھائی کو قتل کرنے کے ارادے پر ڈٹا رہا اور بالآخر قابیل نے ہابیل کو کسی طریقے سے قتل کر دیا اور یوں دنیا و آخرت کا خسارہ اٹھایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِیْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ[2]

ترجمہ: تو اس کے نفس نے اسے اپنے بھائی کے قتل پر راضی کر لیا تو اس نے اسے قتل کر دیا پھر وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گیا۔

لاش چھپانے میں کوے کی مدد:

ہابیل کو قتل کرنے کے بعد قابیل حیران و پریشان ہوا کہ اب اس لاش کو کیا کرے کیونکہ اس وقت تک کوئی انسان مرا ہی نہ تھا، چنانچہ ایک وقت تک وہ لاش کو پشت پر لادے پھرتا رہا پھر جب اسے لاش چھپانے کا کوئی طریقہ سمجھ نہ آیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انسانوں کی تدفین کا طریقہ سکھانے کے لئے ایک کوا بھیجا چنانچہ یوں ہوا کہ دو کوے آپس میں لڑے، ان میں سے ایک نے دوسرے کو مار ڈالا، پھر زندہ کوے نے اپنی چونچ اور پنجوں سے زمین کرید کر گڑھا کھودا، اس میں مرے ہوئے کوے کو ڈال کر مٹی سے دبا دیا۔ کوے کا واقعہ دیکھ کر قابیل کو شرم آئی کہ مجھے اس کوے جتنی بھی سمجھ نہ آئی کہ اپنے بھائی کی لاش چھپا لیتا پھر قابیل نے بھی زمین کھود کر ہابیل کی لاش کو دفن کر دیا۔[3] قرآن کریم میں ہے:

---

❶...پ۶، المائدۃ:۲۷-۲۹۔ ❷...پ۶، المائدۃ:۳۰۔ ❸... خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ:۳۱، ۱/۴۸۶، ملخصاً۔

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا یَّبْحَثُ فِی الْاَرْضِ لِیُرِیَهٗ كَیْفَ یُوَارِیْ سَوْءَةَ اَخِیْهِؕ-قَالَ یٰوَیْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِیَ سَوْءَةَ اَخِیْۚ-فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِیْنَ[1]

ترجمہ: پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کرید رہا تھا تاکہ وہ اسے دکھا دے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے۔ (کوے کا واقعہ دیکھ کر قاتل نے) کہا: ہائے افسوس، میں اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپا لیتا تو وہ پچھتانے والوں میں سے ہو گیا۔

قابیل کا عبرتناک دنیاوی انجام:

ہابیل کو قتل کرنے کے بعد قابیل کا بہت برا حال ہوا، چنانچہ امام مجاہد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ سے مروی ہے کہ جب قابیل نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا تو اسی دن سے اللہ تعالیٰ نے اس کا ایک پاؤں پنڈلی سمیت اس کی ران کے ساتھ ملا دیا اور یہ قیامت تک یونہی ملا رہے گا۔ اس کا چہرہ سورج کی طرف کر دیا کہ جس طرف سورج گھومتا اسی طرف اس کا چہرہ گھوم جاتا تھا۔[2]

اور حضرت عبد الرحمٰن بن فَضَالہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ سے مروی ہے کہ جب قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی عقل زائل اور دل میں سمجھنے کی صلاحیت ختم کر دی، یہ اسی طرح رہا یہاں تک کہ مر گیا۔[3]

قابیل کا اخروی عذاب:

قابیل کا اخروی عذاب بھی بہت سخت ہو گا، جیسا کہ حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: کسی جان کو ظلماً قتل نہیں کیا جاتا مگر اس کے خونِ ناحق میں حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے پہلے بیٹے کا حصہ ضرور ہوتا ہے کیونکہ اسی نے پہلے ظلماً قتل ایجاد کیا۔[4]

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن قابیل کو قتل کے گناہ کی سزا ملے گی اور اُن قاتلین کے گناہِ قتل کی سزا بھی ملے گی جو قیامت تک کسی کو ناحق قتل کر کے جان سے ماریں گے۔

یہاں اس باب سے متعلق 4 اہم باتیں ملاحظہ ہوں:

---

1 ... پ۶، المائدۃ: ۳۱۔ 2 ... تفسیر طبری، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۲۷، ۴/۵۲۸۔ 3 ... کتاب الفتن لنعیم بن حماد، ۱/۶۵۔

4 ... بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم صلوات اللہ علیہ وذریتہ، ۲/۴۱۳، حدیث: ۳۳۳۵۔

سگی بہن سے نکاح حرام ہے:

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی شریعت میں سگی بہن سے نکاح جائز تھا جبکہ ہماری شریعت میں حرام ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ[1]

ترجمہ: تم پر حرام کر دی گئیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں۔

حملہ آور کے سامنے مزاحمت ضروری ہے یا نہیں:

جب کوئی ناحق قتل کے ارادے سے حملہ کرے تو اس وقت جان بچانے کے لیے مزاحمت اور دفاع کرنا واجب ہے، لیکن دھمکی ملنے پر ہابیل کے اس جواب "بیشک اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے میری طرف اپنا ہاتھ بڑھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ تیری طرف نہیں بڑھاؤں گا" سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قتل کے وقت ہابیل نے مزاحمت سے انکار کر دیا تھا اور یہ حکم شرع کے خلاف ہے۔ مفسرین نے اس کے متعدد جوابات دیئے ہیں: (1) ہابیل کا یہ کلام وعظ و نصیحت کے طور پر تھا تاکہ قابیل کے دل میں ناحق قتل کی قباحت بیٹھ جائے اور وہ قتل سے باز رہے۔ (2) ہابیل نے اپنے دفاع کے لیے ہاتھ بڑھانے کی نفی نہیں کی بلکہ قتل کرنے کی غرض سے ہاتھ بڑھانے کی نفی کی تھی۔

قابیل کا اظہارِ ندامت "توبہ" نہیں تھا:

ندامت توبہ میں داخل ہے، جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے "اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ" ندامت توبہ ہے۔ لہٰذا جب قابیل نے اظہارِ ندامت کیا تو وہ توبہ کرنے والوں میں سے ہو گیا، پھر اس کی توبہ کیوں قبول نہ کی گئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ندامت توبہ میں داخل ہے جو گناہ پر ہو اور قابیل کی ندامت اپنے گناہِ قتل پر نہ تھی بلکہ اس پر تھی کہ دفن کا طریقہ کوے سے کیوں معلوم ہوا، خود اس کے اپنے ذہن میں یہ طریقہ کیوں نہ آیا۔

ہابیل و قابیل کے واقعہ میں ہمارے لیے بہت سے درس اور نصیحتیں ہیں، جیسے:

[1] ...پ۴، النسآء: ۲۳۔

ایجادِ گناہ کا نقصان: گناہ ایجاد کرنا، گناہ کرنے سے بھی زیادہ برا اور نقصان دہ ہے کیونکہ گناہ کرنے کی صورت میں اپنے ہی گناہ کی سزا ملے گی جبکہ گناہ ایجاد کرنے کی صورت میں اپنے گناہ کے ساتھ ساتھ، بعد میں ارتکاب کرنے والے تمام افراد کا گناہ بھی کھاتے میں آئے گا اور یوں اس کے گناہوں کا میٹر مسلسل چلتا ہی رہے گا اگرچہ دوسروں کو بھی ارتکابِ گناہ کی سزا ملے گی۔

عشقِ مجازی کا نتیجہ: قابیل کے افعالِ بد سے ظاہر ہوا کہ کسی کو ناحق قتل کرنے پر ابھارنے اور فتنہ وفساد کا ایک بہت بڑا سبب ناجائز عشقِ مجازی ہے جس میں آج کل لوگ شرم وحیا کو بالائے طاق رکھ کر اور پردے کے اسلامی احکام کی پابندی نہ کرنے کی وجہ سے دھڑا دھڑ مبتلا ہو رہے ہیں جس کی وجہ سے قتل وغارت گری کا بازار بھی گرم رہتا ہے۔

حسن پرستی کی مذمت: قابیل عورت کے حسن پر فدا ہوا اور حسن پرستی انتہائی خطرناک عمل ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: عورت کے محاسن کی طرف نظر کرنا ابلیس کے زہر میں بجھے ہوئے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔[1]

نفسانی خواہش کو قابو میں رکھنے کی تلقین: قابیل نے نفسانی خواہش اور شہوت کے تقاضوں پر عمل کیا اور اس کی تکمیل کے لئے شرعی حدود کو پامال کیا۔ ایسی شہوت وخواہش تباہ کن ہے اور اسے قابو میں رکھنا بہت ضروری ہے جس کا بہت مفید طریقہ نگاہ ودل کی حفاظت اور روزوں کی کثرت ہے۔

مسلمان کو دہشت زدہ کرنا حرام ہے: قابیل نے قتل کی دھمکی دے کر اپنے بھائی کو ڈرایا اور اسے دہشت زدہ کیا اور یہ چیز حرام ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ وہ دوسرے مسلمان کو دہشت زدہ کرے۔[2]

ناحق قتل کرنے والے کے نیک اعمال کا حال: قابیل نے اپنے بھائی کو ناحق قتل کیا۔ حدیثِ پاک میں ہے: جس نے کسی مسلمان کو قتل کیا اور اس پر خوش ہوا تو اللہ تعالیٰ اس کا نہ کوئی فرض قبول فرمائے گا اور نہ نفل۔[3]

باب:11

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات اور تجہیز و تکفین

اس باب میں حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے فرزند حضرت شیث عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت، حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی

❶...نوادر الاصول، الاصل الرابع والثلاثون، ۱/۱۴۸، حدیث: ۲۱۳۔ ❷...ابو داود، کتاب الادب، باب من یأخذ الشیء من مزاح، ۴/۳۹۱، حدیث: ۵۰۰۴۔

❸...ابو داود، کتاب الفتن والملاحم، باب فی تعظیم قتل المؤمن، ۴/۱۳۹-۱۴۰، حدیث: ۴۲۷۰۔

وفات اور تجہیز و تکفین کا ذکر ہے، تفصیل کے لیے ذیلی سطور ملاحظہ ہوں:

حضرت شیث عَلَیْہِ السَّلَام کی تنہا ولادت اور اس کا سبب:

ہابیل کے قتل کے کچھ عرصہ بعد حضرت حوا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے ہاں حضرت شیث عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت ہوئی اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام تنہا پیدا ہوئے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے عام معمول سے ہٹ کر تنہا پیدا ہونے کی حکمت بیان کرتے ہوئے علامہ احمد بن محمد قسطلانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”وَضَعَتْ شِیْثًا وَّحْدَهٗ کَرَامَةً لِّمَنْ اَطْلَعَ اللہُ تَعَالٰی بِالنُّبُوَّةِ سَعدَهٗ“ ترجمہ: حضرت حوا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے حضرت شیث عَلَیْہِ السَّلَام کو اکیلا ہی جنم دیا (ان کے ساتھ لڑکی کی ولادت نہیں ہوئی) یہ اس ہستی کی عزت و تکریم کے لیے ہوا جن کی سعادت مندی کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کے ذریعے ظاہر فرمایا۔[1]

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الباقی زرقانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”وَهُوَ الْمُصْطَفٰی فَكَانَ فِيْ وَجْهِ شِيْثٍ نُوْرُ نَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَاءَتِ الْمَلَائِكَةُ مُبَشِّرَةً لِّاٰدَمَ بِهٖ“ یہ ہستی محمد مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ہے۔ حضرت شیث عَلَیْہِ السَّلَام کے چہرے میں ہمارے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا نور تھا اور فرشتے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو اس بات کی خوشخبری دینے آئے۔[2]

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی وصیت:

علامہ احمد بن محمد قسطلانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی وفات کے وقت حضرت شیث عَلَیْہِ السَّلَام کو وصیت فرمائی، پھر حضرت شیث عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی اولاد کو حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے فرمان کے مطابق وصیت فرمائی کہ وہ اس نور کو خوب پاک عورتوں میں ہی رکھیں گے۔ یہ وصیت اولادِ آدم میں جاری رہی اور ایک زمانے سے دوسرے زمانے میں منتقل ہوتی رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نور حضرت عبد المطلب رَضِیَ اللہُ عَنْہ میں رکھا، ان کے ہاں حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی ولادت ہوئی (جو کہ حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے والدِ محترم ہیں۔)[3]

وفات اور کفن دفن:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات اور تجہیز و تکفین سے متعلق حضرت ابی بن کعب رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: ”جب حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں سے فرمایا: اے میرے بیٹو! میرا جنت کے پھل

---

1 ...المواہب اللدنیہ، المقصد الاول، طہارۃ نسبہ، ۱/۴۵۔ 2 ...شرح الزرقانی علی المواہب، المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالیٰ لہ علیہ الصلاۃ والسلام، ۱/۱۴۳۔

3 ... المواہب اللدنیہ، المقصد الاول، طہارۃ نسبہ، ۱/۴۵۔

کھانے کو جی چاہتا ہے۔ چنانچہ بیٹے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے لیے جنتی پھل تلاش کرنے نکل گئے۔ انہیں سامنے سے فرشتے آتے ہوئے ملے جن کے پاس حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کا کفن اور خوشبو تھی، اس کے علاوہ ان کے پاس کلہاڑے، پھاوڑے اور ٹوکریاں بھی تھیں۔ فرشتوں نے ان سے کہا: اے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے بیٹو! تم کیا چاہتے ہو اور کیا تلاش کر رہے ہو؟ یا یہ کہا کہ "تم کیا چاہتے ہو اور کہاں جا رہے ہو۔ انہوں نے کہا: ہمارے والدِ محترم بیمار ہیں اور انہیں جنتی پھل کھانے کی خواہش ہے۔ فرشتوں نے کہا: واپس لوٹ جاؤ، تمہارے والد کی عمر پوری ہو چکی ہے۔ پھر فرشتے (حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی روح قبض کرنے) آئے تو انہیں دیکھ کر حضرت حوا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے پہچان لیا اور آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام سے لپٹ گئیں۔ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: مجھ سے الگ ہو جاؤ، پہلے بھی مجھے تمہارے ذریعے ہی مصیبت پہنچی تھی، میرے اور فرشتوں کے درمیان راستہ خالی کر دو۔ فرشتوں نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی روح قبض کی، انہیں غسل دیا، کفن پہنایا، خوشبو لگائی، آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی قبر کھودی اور لحد تیار کی، پھر حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی نمازِ جنازہ ادا کی، پھر قبر میں داخل ہو کر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو قبر میں رکھا، پھر اینٹیں لگائیں، پھر قبر سے نکل آئے اور اوپر سے مٹی ڈال دی، پھر فرمایا: اے اولادِ آدم! تمہارے لیے (تجہیز و تکفین کا) یہی طریقہ ہے۔[1]

مقامِ دفن:

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی تدفین کے مقام سے متعلق مورخین کا اختلاف ہے۔ مشہور یہ ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو ہند میں اسی پہاڑ کے پاس دفن کیا گیا تھا جس پر آپ عَلَیْہِ السَّلَام جنت سے اترے تھے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ مکہ میں جبلِ ابو قبیس کے پاس دفن ہیں اور بعض کا یہ بھی کہنا ہے جب حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کے زمانے میں طوفان آیا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت حوا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کا جسد مبارک ایک تابوت میں رکھ لیا، پھر انہیں بیت المقدس میں دفن کر دیا۔[2]

باب:12

احادیث میں حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کا تذکرہ

حضور پُر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی مبارک احادیث میں بھی حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کی حکایات کا

---

1 ...مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث عتی بن ضمرۃ... الخ، ۸/۴۹، حدیث: ۲۱۲۹۸۔ 2 ...قصص الانبیاء لابن کثیر، ص ۷۳۔

ذکر فرمایا ہے، ان میں سے کچھ احادیث پچھلی فصلوں میں بیان ہو چکی ہیں، یہاں مزید 6 احادیث ملاحظہ ہوں،

تخلیقِ آدم کا تذکرہ:

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا اور شیطان کو سیاہ آگ کے شعلہ سے پیدا کیا گیا اور حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو اس چیز سے پیدا کیا گیا جس کا تمہارے سامنے بیان کیا گیا ہے (یعنی مٹی سے)۔[1]

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام اور مشاہدۂ اولاد:

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، سید المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو پیدا فرمایا، پھر (اپنی شان کے لائق) اپنے دائیں ہاتھ سے ان کی پشت کو مَلا تو اس سے (مخصوص صورت میں ان کی) اولاد نکلی تو فرمایا: میں نے انہیں جنت کے لیے بنایا، یہ جنتیوں والے کام کریں گے۔ پھر ان کی پشت ملی تو اس سے اولاد نکلی اور فرمایا: میں نے انہیں آگ کے لیے بنایا، یہ لوگ جہنمیوں کے کام کریں گے۔ ایک شخص نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، پھر عمل کی کیا ضرورت رہی؟ ارشاد فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ جب بندے کو جنت کے لیے پیدا فرماتا ہے تو اس سے جنتیوں کے کام لیتا ہے یہاں تک کہ وہ جنتیوں کے اعمال میں سے کسی عمل پر مرتا ہے اس بنا پر اسے جنت میں داخل فرماتا ہے اور جب بندے کو جہنم کے لیے پیدا فرماتا ہے تو اس سے جہنمیوں کے کام لیتا ہے، یہاں تک کہ وہ جہنمیوں کے کاموں میں سے کسی کام پر مرتا ہے جس کی وجہ سے اسے جہنم میں داخل فرماتا ہے (لہٰذا ہمیشہ نیکیاں کرنے کی کوشش کرو)۔[2]

اس حدیثِ پاک میں کام لینے کے معنی یہ ہیں کہ بندے کا قلبی رجحان نیکیوں یا برائیوں کی طرف ہوتا ہے جس سے وہ اپنی خوشی اور اختیار سے نیکیاں یا برائیاں کرتا ہے، لہٰذا نیکی یا برائی کرنے میں بندہ مجبورِ محض نہیں بلکہ نیکی کی رغبت اور برائی کی خواہش ہر انسان کے دل میں موجود ہوتی ہے پھر نیک اور برے کام پر قدرت و اختیار بھی دیدیا جاتا ہے پھر اچھی اور بری راہ آدمی کے سامنے کھول دی جاتی ہے اور انسان اپنی مرضی سے ان میں سے کسی راہ کو اختیار کرتا ہے۔ خلاصۂ کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ جنتیوں والے کام اس بندے سے لیتا ہے جو اپنی مرضی و اختیار سے ہدایت کی راہ اختیار کر کے اچھے اعمال کرنا چاہتا ہے اور اللہ

---

1 ...مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب فی احادیث متفرقۃ، ص۱۲۲۱، حدیث: ۷۴۹۵۔

2 ...ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الاعراف، ۵/۵۲، حدیث: ۳۰۸۶۔

تعالیٰ جہنمیوں والے کام اس سے لیتا ہے جو اپنی مرضی و اختیار سے ہدایت سے منہ موڑ کر برائی کا راستہ اختیار کرتے ہوئے اپنے نفس کے پیچھے چل کر خود ہی گناہوں والی زندگی اختیار کرنا چاہتا ہے۔

حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنی عمر کے چالیس سالوں کا عطیہ:

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو پیدا کیا تو ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا تو ان کی پشت سے ان کی اولاد کی روحیں نکلیں جنہیں اللہ تعالیٰ قیامت تک پیدا فرمانے والا ہے اور ان میں سے ہر انسان کی دو آنکھوں کے درمیان نور کی چمک دی۔ پھر انہیں حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے سامنے پیش فرمایا۔ انہوں نے عرض کی: یارب! یہ کون ہیں؟ ارشاد فرمایا: یہ تمہاری اولاد ہے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان میں ایک شخص کو دیکھا تو ان کی آنکھوں کے درمیان کی چمک پسند آئی، عرض کی: یارب! یہ کون ہے؟ ارشاد فرمایا: حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام۔ عرض کی: یارب! ان کی عمر کتنی مقرر فرمائی ہے؟ ارشاد فرمایا: 60 سال۔ عرض کی: اے میرے رب! میری عمر میں سے چالیس سال انہیں بڑھا دے۔ حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: جب حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی عمر ان چالیس سالوں کے علاوہ پوری ہوئی تو ان کی خدمت میں موت کا فرشتہ حاضر ہوا۔ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے کہا: کیا ابھی میری عمر کے چالیس سال باقی نہیں؟ فرمایا: وہ آپ اپنے فرزند داوٗد کو نہیں دے چکے۔ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے (یاد نہ ہونے کی بنا پر) انکار کیا، تو ان کی اولاد انکار کرنے لگی۔ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام بھول کر درخت سے کھا گئے لہٰذا ان کی اولاد بھولنے لگی حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے (اجتہادی) خطا کی تو ان کی اولاد خطائیں کرنے لگی۔ [1]

اولادِ آدم کے جنتی اور جہنمی گروہ:

حضرت ابو درداء رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو پیدا فرمایا تو ان کے دائیں کندھے پر دستِ قدرت لگایا اور سفید رنگ کی اولاد نکالی جو (ہیئت میں) چیونٹیوں کی مانند تھی، پھر بائیں کندھے پر دستِ قدرت لگایا اور (اس سے) سیاہ رنگ کی اولاد نکالی (ان کی سیاہی ایسی تھی) گویا کہ وہ کوئلے ہیں، پھر دائیں جانب والوں کے لیے فرمایا: یہ جنت کی طرف (جانے والے) ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں (یعنی ان کے جنتی ہونے سے مجھے کوئی نفع نہیں) اور بائیں جانب والوں کے لیے فرمایا: یہ جہنم کی طرف (جانے والے) ہیں

---

1 ... ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الاعراف، ۵/۵۳، حدیث: ۳۰۸۷۔

اور مجھے کوئی پرواہ نہیں (یعنی ان کے جہنمی ہونے سے مجھے کوئی نقصان نہیں)۔[1]

حضرت آدم اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِمَا السَّلَام میں مباحثہ:

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: حضرت آدم اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِمَا السَّلَام نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے سامنے مباحثہ کیا جس میں آدم عَلَیْہِ السَّلَام موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر غالب رہے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے کہا: آپ وہی آدم ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا، آپ میں اپنی خاص روح پھونکی، آپ کو اپنے فرشتوں سے سجدہ کرایا، اپنی جنت میں رکھا، اس کے باوجود آپ نے اپنی لغزش کے سبب لوگوں کو (جنت سے) نیچے زمین کی طرف اتار دیا۔ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: آپ وہی موسیٰ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت کے لیے چن لیا اور ہمکلامی کا شرف بخشا، آپ کو (تورات کی) تختیاں عطا کیں جن میں ہر چیز کا کھلا بیان ہے اور اپنا راز کہنے کے لیے مقرب بنایا۔ بتائیں! آپ کی معلومات کے مطابق اللہ تعالیٰ نے میری تخلیق سے کتنا عرصہ پہلے تورات لکھ دی تھی؟ کہا: چالیس سال پہلے۔ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: کیا آپ نے تورات میں پڑھا ہے کہ آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے رب کی فرمانبرداری سے لغزش کی تو کامیاب نہ ہوئے؟ کہا: ہاں۔ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: کیا آپ میرے اس عمل پر کلام کر رہے ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے میری تخلیق سے چالیس سال پہلے لکھ دیا تھا کہ میں یہ عمل کروں گا۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: پس (یہ فرماکر) حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر غالب آگئے۔[2]

حضرت آدم اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِمَا السَّلَام کے مباحثہ سے متعلق ضروری باتیں:

(1) یہ مباحثہ کب ہوا اس سے متعلق شارحین کے مختلف اقوال ہیں، ان میں سے 3 قول یہ ہیں: (1) ممکن ہے کہ یہ مباحثہ تب ہوا ہو جب (وصالِ موسیٰ کے بعد) آسمانوں میں حضرت آدم اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِمَا السَّلَام کی روحوں کی ملاقات ہوئی۔ (2) یہ احتمال بھی ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی معراج کی رات جب بیت المقدس اور آسمانوں میں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام جمع ہوئے اس وقت دونوں کی ملاقات ہوئی اور اس دوران یہ مباحثہ ہوا ہو۔ (3) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ

---

1 ...مسند امام احمد، من مسند القبائل، حدیث ابی الدرداء، ۱۰/۴۱۷، حدیث: ۲۷۵۵۸۔

2 ...مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم وموسیٰ علیہما السلام، ص۱۰۹۴، حدیث: ۶۷۴۴۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے زمانے میں حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو دیکھنے کی دعا کی ہو جو قبول ہوئی اور حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے قبر منور سے باہر تشریف لاکر آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے ملاقات کی اور اس وقت یہ مباحثہ ہوا۔

(2) حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی یہ گفتگو نہ تو گستاخی کی نیت سے تھی اور نہ ہی اس انداز پر، بلکہ علم کا افادہ و استفادہ تھا۔

(3) یہاں بھی حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی خطا پر وہی کلام ہے کہ وہ اجتہادی تھی، گناہ نہ تھا کیونکہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام ہر چھوٹے بڑے گناہ سے معصوم ہوتے ہیں۔

(4) حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی نظر ظاہری واقع ہونے والے واقعے پر تھی جبکہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کا جواب حقیقت پر مبنی تھا گویا کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے یوں فرمایا: اے موسیٰ! میری یہ لغزش، جنت سے زمین پر آنا اور یہاں یہ باغ و بہار لگانا سب رب تعالیٰ کے ارادہ اور اس کی مرضی سے تھا جس میں ہزاروں راز تھے۔

(5) حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام ممنوعہ درخت سے بھول کر کھانے کے بعد اس پر اظہارِ ندامت اور توبہ استغفار ہی کرتے رہے اور وہ توبہ قبول بھی ہوئی اور شرعی حکم یہ ہے کہ کسی شخص کو توبہ کے بعد ملامت نہیں کی جاسکتی بلکہ اب دوسرے فوائد کے پہلو پر نظر رکھنی چاہیے۔ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی توجہ اسی طرف مبذول کروائی اور اسرارِ الٰہیہ کی طرف اشارہ فرمایا جیسے یہ حکمت کہ وہ بھول انسانوں سے دنیا آباد کرنے اور دارُ الامتحان کے قیام کے لئے اللہ تعالیٰ کے تکوینی امور میں سے تھی۔

لٰہذا کوئی شخص اپنے جان بوجھ کر کیے گئے گناہوں پر یہ عذر پیش نہیں کر سکتا کہ اس کی تقدیر میں ہی یوں لکھا تھا۔ دنیا میں ہر شخص احکامِ الٰہی کا پابند ہے اور اسے راہِ اطاعت اختیار کرنی ہے ورنہ گناہ کے ارتکاب پر گناہگار بھی ہوگا اور سزا کا مستحق بھی۔

(6) حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کا جواب چونکہ حقیقت پر مبنی تھا اس لیے آپ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر غالب رہے۔

روزِ حشر حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی مدح:

حضرت انس رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن ایمان والے جمع ہوں گے اور کہیں گے: کاش! ہمارے رب کی بارگاہ میں کوئی ہماری سفارش کر دے، پھر وہ حضرت آدم عَلَیْہِ

السَّلَام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے: آپ تمام انسانوں کے والد ہیں، اللہ تعالیٰ نے خاص اپنے دستِ قدرت سے آپ کی تخلیق فرمائی اور آپ کو اپنے فرشتوں سے سجدہ کروایا اور آپ کو تمام چیزوں کے ناموں کا علم دیا۔[1]

یہ فضائل یقیناً برحق ہیں لیکن اس کے باوجود آدم عَلَیْہِ السَّلَام شفاعت کی ابتداء کی ہمت نہ کریں گے بلکہ اپنا عذر پیش کریں گے اور بالآخر شفاعت کی ابتداء کا معاملہ حضور سید المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر آکر ہی اختتام پذیر ہوگا۔

باب: 13

ابلیس کا تعارف

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی حکایات میں ایک بنیادی کردار ''ابلیس'' ہے، اس کا کچھ حال احوال تو حکایاتِ آدم کے ضمن میں ہی بیان ہو چکا ہے، یہاں اس سے متعلق مزید کچھ کلام ملاحظہ ہو:

ابلیس کی پیدائش:

ابلیس کو حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی تخلیق سے بہت عرصہ پہلے ایسی آگ سے پیدا کیا گیا جس میں دھواں نہیں ہوتا، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ الْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ[2]

ترجمہ: اور ہم نے اس سے پہلے جن کو بغیر دھویں والی آگ سے پیدا کیا۔

دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

وَ خَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ[3]

ترجمہ: اور اس نے جن کو بغیر دھویں والی آگ کے خالص شعلے سے پیدا کیا۔

حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: ''اَلْجَآنَّ'' سے ابلیس مراد ہے۔[4] لفظ ''اَلْجَآنَّ'' سے متعلق مفسرین کے مزید اقوال بھی ہیں۔

---

1 ...بخاری، کتاب التفسیر، باب قول اللہ تعالیٰ: وعلم آدم الاسماء کلھا، ۳/۱۶۴، حدیث: ۴۴۷۶۔ 2 ...پ۱۴، الحجر: ۲۷۔

3 ...پ۲۷، الرحمٰن: ۱۵۔ 4 ...تفسیر طبری، الحجر، تحت الآیۃ: ۲۷، ۷/۵۱۳۔

ابلیس نام کا سبب:

پہلے سریانی زبان میں اس کا نام عزازیل اور عربی زبان میں حارث تھا، جب اس نے حکمِ الٰہی سے انکار کیا تو اس کا نام "ابلیس" ہوا جس کا معنی ہے "بھلائی سے دور ہونا اور رحمتِ الٰہی سے ناامید ہونا"۔ اس کا ایک نام "شیطان" بھی ہے جس کا معنی ہے "حق سے دور ہونے والا، ہلاک ہونے والا اور جل جانے والا۔

مردودیت سے پہلے ابلیس کی عبادت اور مقام و مرتبہ:

حضرت کعب الاحبار رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ابلیس لعین چالیس ہزار (40,000) سال تک جنت کا خازن رہا اور اَسّی ہزار (80,000) سال تک فرشتوں کے ساتھ رہا۔ بیس ہزار (20,000) سال تک اس نے فرشتوں کو وعظ کیا۔ تیس ہزار (30,000) سال تک کروبین فرشتوں اور ایک ہزار (1000) سال تک روحانیین فرشتوں کا سردار رہا اور چودہ ہزار (14,000) سال تک عرش کے گرد طواف کرتا رہا۔ آسمانِ دنیا میں اس کا نام عابد، دوسرے آسمان میں زاہد، تیسرے آسمان میں عارف، چوتھے آسمان میں ولی، پانچویں آسمان میں متقی، چھٹے آسمان میں خازن، ساتویں آسمان میں عزازیل لکھا تھا اور لوحِ محفوظ میں اس کا نام ابلیس لکھا تھا اور یہ اپنے انجام سے غافل تھا۔ [1]

اللہ تعالٰی کی خفیہ تدبیر سے ڈرو:

اللہ اکبر! ابلیس اس قدر عبادت گزار اور اتنے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے کے باوجود اللہ تعالٰی کی خفیہ تدبیر کا شکار ہوا اور خدائے رحمٰن کی نافرمانی اور اس کے مقرب بندے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی بے ادبی میں مبتلا ہو کر اپنی عبادت و ریاضت کا ثواب بھی ضائع کر بیٹھا، مقام و منصب سے بھی محروم ہوا اور ہمیشہ کے لیے عذابِ جہنم کا حقدار ٹھہرا۔ الامان والحفیظ۔ منقول ہے کہ ابلیس کا یہ انجام دیکھ کر حضرت جبریل اور میکائیل عَلَیْہِمَا السَّلَام رونے لگے تو رب تعالٰی نے (سب کچھ جاننے کے باوجود) دریافت فرمایا: تم کیوں روتے ہو؟ دونوں نے عرض کی: اے ہمارے رب! ہم تیری خفیہ تدبیر سے ڈرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: تم اسی حالت پر رہنا (یعنی کبھی اللہ تعالٰی کی خفیہ تدبیر سے بے خوف نہ ہونا)۔ [2]

اسی طرح ایک روایت میں ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو دیکھا کہ کعبۂ مشرفہ کے پردے سے لپٹے نہات گریہ وزاری کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں یہ دعا کر رہے ہیں: "اِلٰهِیْ لَا تُغَیِّرْ اِسْمِیْ وَلَا تُبَدِّلْ جِسْمِیْ"

---

1 ...صاوی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۳۴، ۱/۵۱۔ 2 ...الرسالۃ القشیریۃ، باب الخوف، ص ۱۲۶، ملخصاً۔

یعنی اے اللہ! کہیں میرا نام نیکوں کی فہرست سے نہ نکال دینا اور کہیں میرا جسم اہلِ عطا کے زمرہ سے نکال کر اہلِ عتاب کے گروہ میں شامل نہ فرما دینا۔ ”[1]

جب گناہوں سے معصوم اور بارگاہِ الٰہی کے مقرب ترین فرشتے اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے اس قدر ڈرتے ہیں تو گناہوں میں لتھڑے ہوئے مسلمان کو تو کہیں زیادہ ڈرنا اور اپنے انجام کے بارے میں فکر مند ہونا چاہئے۔

ابلیس کی اولاد:

قرآنِ کریم میں ابلیس کی ذریت کا ذکر ہوا ہے۔ بعض مفسرین کا یہ کہنا ہے کہ اس سے مراد ابلیس کی پیروی کرنے والے ہیں اور بعض کے نزدیک اس سے مراد ابلیس کی اولاد ہے۔ حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: ابلیس نکاح کرتا ہے اور اس کی ویسے ہی نسل چلتی ہے جیسی انسانوں کی نسل چلتی ہے۔[2]

بعض شیطانوں کے خصوصی نام:

احادیث میں بعض شیطانوں کے خصوصی نام بھی بیان ہوئے ہیں یہاں ان میں سے 3 نام ملاحظہ ہوں:

(1) جیسے وضو کے دوران وسوسے ڈالنے والے شیطان کا نام ”ولہان“ ہے۔[3]

(2) تلاوتِ قرآن کے دوران وسوسے ڈالنے والے شیطان کو ”خنزب“ کہا جاتا ہے۔[4]

(3) نیند کی حالت میں خیالات ڈالنے والے شیطان کا نام ”لَہو“ ہے۔[5]

ان کے علاوہ روایات اور اقوالِ علماء میں بعض شیطانوں کے نام اجدع، اشہب، حباب، داسم، ثبر، وسواس اور خناس وغیرہ بھی مذکور ہیں۔

ابلیس کسی کو زبردستی گمراہ نہیں کر سکتا:

ابلیس کسی کو گناہ اور کفر و گمراہی پر مجبور بھی نہیں کر سکتا بلکہ صرف اس کے دل میں وسوسہ ڈال کر اسے بہکانے کی کوشش کر سکتا ہے اور جو لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں وہ اپنے اختیار سے ہی کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے ایک آیت میں

---

❶...منہاج العابدین، الباب الخامس، الاصل الثانی، ص١٤٦، ملخصاً۔ ❷...البحر المحیط، الکہف، تحت الآیۃ: ٥٠، ٦/١٢٩۔

❸...ترمذی، ابواب الطہارۃ، باب ماجاء فی کراہیۃ الاسراف فی الوضوء بالماء، ١/١٢٢، حدیث: ٥٧۔

❹...مسلم، کتاب الطب، باب التعوذ من شیطان الوسوسۃ فی الصلاۃ، ص٩٣٢، حدیث: ٥٧٣٨۔

❺...جمع الجوامع، قسم الاقوال، حرف الواو، ٨/٩٦، حدیث: ٢٤٧٠٤، ملخصاً۔

وضاحت ہے کہ قیامت کے دن ابلیس کہے گا:

مَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ [1]

ترجمہ: مجھے تم پر کوئی زبردستی نہیں تھی مگر یہی کہ میں نے تمہیں بلایا تو تم نے میری مان لی۔

نیز جو خود ہی اس کی طرف مائل ہوتا اور اسے اپنا دوست بناتا ہے وہی اس کے وسوسوں کا اثر قبول کرتا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۹۹﴾ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَ الَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ [2]

ترجمہ: بیشک اسے ان لوگوں پر کوئی قابو نہیں جو ایمان لائے اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اس کا قابو تو انہیں پر ہے جو اس سے دوستی کرتے ہیں اور وہ جو اس کو شریک ٹھہراتے ہیں۔

لہٰذا اس فریبی سے ہر مسلمان کو ہر وقت ہوشیار رہنے، اور اس کے بہکاوے میں آنے سے بچنے کی سخت ضرورت ہے۔

جہنم کو ابلیس اور اس کے پیروکاروں سے بھر دیا جائے گا:

شیطان اور اس کے پیروکار خواہ وہ انسان ہوں یا جنات سبھی جہنم میں جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان سے جہنم کو بھر دے گا۔ حدیثِ پاک میں ہے، حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جہنم اور جنت میں مباحثہ ہوا تو جہنم نے کہا: مجھ میں جبار اور متکبر لوگ داخل ہوں گے۔ جنت نے کہا: مجھ میں کمزور اور مسکین لوگ داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جہنم سے فرمایا: تم میرا عذاب ہو، میں جس کو چاہوں گا تمہارے ذریعے عذاب دوں گا۔ جنت سے فرمایا: تم میری رحمت ہو، میں تمہارے ذریعے جس پر چاہوں گا رحم کروں گا اور تم میں سے ہر ایک کو پُر ہونا ہے۔ [3]

یاد رہے کہ کفار ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور جو گناہ گار مومن دوزخ میں جائیں گے وہ عارضی طور پر وہاں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ابلیس کی پیروی کرنے سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

---

1 ...پ۱۳، ابراھیم: ۲۲۔ 2 ...پ۱۴، النحل: ۹۹–۱۰۰۔

3 ...مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا واھلھا، باب النار یدخلھا الجبارون والجنۃ یدخلھا الضعفاء، ص۱۱۶۸، حدیث: ۷۱۷۲۔

ابلیس کا دنیاوی اور اخروی انجام:

ابلیس کا دنیاوی انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی بارگاہ سے ذلیل و رسوا کر کے نکال دیا، خود بھی اس پر لعنت فرمائی اور قیامت تک کے لیے مخلوق کی لعنت کا طوق بھی اس کے گلے میں ڈال دیا، جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا، مزید یہ کہ اس کی حسین صورت بدل کر اسے بدشکل روسیاہ کر دیا اور اس کی نورانیت سلب کر لی اور اخروی انجام یہ ہو گا کہ اسے اور اس کے پیروکاروں کو اللہ تعالیٰ جہنم میں ڈال دے گا۔

ابلیس سے متعلق 9 ہدایاتِ الٰہی:

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے عمومی طور پر تمام انسانوں کو اور بطورِ خاص اہلِ ایمان کو شیطان سے متعلق کئی مقامات پر خصوصی ہدایات اور تنبیہات فرمائی ہیں، یہاں ان میں سے 9 ہدایات و تنبیہات ملاحظہ ہوں:

(1) شیطان کا ابتدائی کردار بیان کر کے اسے اور اس کی اولاد کو دوست بنانے سے منع کیا چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَؕ-كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖؕ-اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّیَّتَهٗۤ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِیْ وَ هُمْ لَكُمْ عَدُوٌّؕ-بِئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ بَدَلًا [1]

ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا: آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، وہ جنوں میں سے تھا تو وہ اپنے رب کے حکم سے نکل گیا تو (اے لوگو!) کیا تم اسے اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں، ظالموں کیلئے کیا ہی برا بدلہ ہے۔

(2) شیطان کی فتنہ انگیزی سے بچ کر رہنے کی تاکید فرمائی چنانچہ ارشاد فرمایا:

یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ لَا یَفْتِنَنَّكُمُ الشَّیْطٰنُ كَمَاۤ اَخْرَجَ اَبَوَیْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ یَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِیُرِیَهُمَا سَوْاٰتِهِمَاؕ-اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْؕ-اِنَّا جَعَلْنَا

ترجمہ: اے آدم کی اولاد! تمہیں شیطان فتنہ میں نہ ڈالے جیسے اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکال دیا، ان دونوں سے ان کے لباس اتروا دیئے تاکہ انہیں ان کی شرم کی چیزیں دکھا دے۔ بیشک وہ خود اور اس کا

---

1 ...پ۱۵، الکھف: ۵۰.

الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ (1)

قبیلہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھتے۔ بیشک ہم نے شیطانوں کو ایمان نہ لانے والوں کا دوست بنادیا ہے۔

(3) شیطان کی دشمنی اور بنیادی مقصد بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِیَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ (2)

ترجمہ: بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن سمجھو، وہ تو اپنے گروہ کو اسی لیے بلاتا ہے تاکہ وہ بھی دوزخیوں میں سے ہو جائیں۔

شیطان ہمارا دشمن ہے اور ہمیں اپنے ساتھ جہنم میں لیجانا چاہتا ہے، اس سے بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ ہم بھی اسے دشمن سمجھ کر اس کے وار سے خوب ہوشیار رہیں اور نیک لوگوں کی صحبت اختیار کر لیں۔

(4) شیطان لوگوں میں دشمنی اور بغض و کینہ پیدا کرنا چاہتا ہے اور اس کے لئے جوئے، شراب اور لذات و شہواتِ نفسانی کے ذریعے لوگوں کو غفلت میں ڈالتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ وَ یَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ (3)

ترجمہ: شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض و کینہ ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے تو کیا تم باز آتے ہو؟

(5) شیطان بے حیائی، جھوٹ اور کفر و شرک کے راستوں کی دعوت دیتا ہے، اس لئے اس کی پیروی حرام ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا ۖ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۶۸﴾ اِنَّمَا یَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَ الْفَحْشَآءِ

ترجمہ: اے لوگو! جو کچھ زمین میں حلال پاکیزہ ہے اس میں سے کھاؤ اور شیطان کے راستوں پر نہ چلو، بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ وہ تمہیں صرف برائی اور

---

(1)...پ۸، الاعراف:۲۷۔ (2)...پ۲۲، الفاطر:۶۔ (3)...پ۷، المائدۃ:۹۱۔

وَ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (1)

بے حیائی کا حکم دے گا اور یہ (حکم دے گا) کہ تم اللہ کے بارے میں وہ کچھ کہو جو خود تمہیں معلوم نہیں۔

(6) شیطان کے لوگوں کو ورغلانے کے بیشمار طریقے ہیں جن میں ایک طریقۂ واردات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَ یَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَ اللّٰهُ یَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَ فَضْلًا ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (2)

ترجمہ: شیطان تمہیں محتاجی کا اندیشہ دلاتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تم سے اپنی طرف سے بخشش اور فضل کا وعدہ فرماتا ہے اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے۔

(7) شیطان ہمیں حکمِ الٰہی بھلا کر کافروں، بدمذہبوں اور فاسقوں کی صحبت میں بٹھا دے تو یاد آنے پر فوراً اٹھ جانے کا حکم ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَ اِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ ؕ وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (3)

ترجمہ: اور اے سننے والے! جب تو انہیں دیکھے جو ہماری آیتوں میں بیہودہ گفتگو کرتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لے جب تک وہ کسی اور بات میں مشغول نہ ہو جائیں اور اگر شیطان تمہیں بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

(8) وسوسۂ شیطان کے وقت پناہِ الٰہی طلب کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَ اِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (4)

ترجمہ: اور اے سننے والے! اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ تجھے ابھارے تو (فوراً) اللہ کی پناہ مانگ، بیشک وہی سننے والا جاننے والا ہے۔

(9) بروزِ قیامت شیطان کے فرمانبرداروں سے ہونے والے خطاب کی خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

---

❶...پ۲، البقرۃ:۱۶۸، ۱۶۹۔ ❷...پ۳، البقرۃ:۲۶۸۔ ❸...پ۷، الانعام:۶۸۔ ❹...پ۹، الاعراف:۲۰۰۔

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْكُمْ یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَۚ-اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌۙ(۶۰) وَّ اَنِ اعْبُدُوْنِیْؕ-هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ(۶۱) وَ لَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِیْرًاؕ-اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ[1]

ترجمہ: اے اولادِ آدم! کیا میں نے تم سے عہد نہ لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اور میری عبادت کرنا، یہ سیدھی راہ ہے۔ اور بیشک اس نے تم میں سے بہت سی مخلوق کو گمراہ کر دیا تو کیا تم سمجھتے نہ تھے۔

ان تمام ہدایات و تنبیہات پر غور کرنا نہایت ضروری ہے کہ شیطان ہمارا دشمن ہے، ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے، ہمارے دل میں وسوسے ڈالنے پر قادر ہے، ہمیں بہکانے کی ہر وقت کوشش کرتا رہتا ہے، ہزاروں مکر و فریب جانتا ہے اور ہمیں ہلاک و برباد کرنا چاہتا ہے، ہمارے ایمان کو ضائع اور عمل کو برباد کرنے کی سعی کرتا رہتا ہے، لہٰذا اتنے بڑے دشمن سے غافل رہنا بہت بڑی نادانی ہے۔

ابلیس سے متعلق 7 فرامینِ مصطفیٰ:

احادیث میں بھی ابلیس کے مختلف احوال بیان کیے گئے ہیں، یہاں ان میں سے 7 احادیث ملاحظہ ہوں:

(1) حضرت جابر رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے، پھر وہ اپنے مختلف لشکر (لوگوں میں فتنہ ڈالنے کے لیے) بھیجتا ہے، اس کے نزدیک وہ لشکری سب سے بڑے درجے کا ہوتا ہے جو سب سے زیادہ فتنہ ڈالتا ہے، ان میں سے ایک آکر کہتا ہے: میں نے فلاں کام کیا ہے۔ ابلیس کہتا ہے: تم نے کچھ نہیں کیا۔ پھر ایک اور آکر کہتا ہے: میں نے فلاں شخص کو اس وقت چھوڑا جب اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان (طلاق کے ذریعے) جدائی کروادی۔ تو ابلیس اسے اپنے قریب کرکے کہتا ہے: تو بہت اچھا ہے۔[2]

(2) حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ابلیس سرزمینِ عرب میں بتوں کی پوجا سے مایوس ہو چکا لیکن عنقریب وہ اس سے کمتر کاموں پر وہ تم سے خوش ہو جائے گا اور وہ کام ہلاکت میں ڈالنے والے ہیں لہٰذا جس قدر ہو سکے ظلم سے بچو کیونکہ بندہ قیامت کے دن بے شمار نیکیاں لائے گا اور خیال کرے گا کہ یہ ضرور اسے نجات دلادیں گی، اتنے میں ایک شخص کھڑا ہو کر عرض کرے گا: اے میرے رب! فلاں شخص

---

❶...پ۲۳، یس: ۶۰-۶۲۔ ❷...مسلم، کتاب صفات المنافقین واحکامهم، باب تحریش الشیطان وبعثه سرایاہ...الخ، ص۱۱۵۸، حدیث: ۷۱۰۶۔

نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ رب تعالیٰ فرمائے گا: اس کی کچھ نیکیاں مٹادو۔ (یہ سلسلہ یونہی چلتا رہے گا) یہاں تک کہ اس کے پاس ایک نیکی بھی نہیں بچے گی۔[1]

(3) حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے، حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ابلیس اس بات سے مایوس ہو چکا کہ جزیرۂ عرب کے نمازی اس کی پوجا کریں لیکن وہ انہیں آپس میں بھڑکانے میں مشغول ہے۔[2]

(4) حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے، نبی مکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔[3]

(5) حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے، حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کسی کے پاس شیطان آتا ہے اور اس سے کہتا ہے: فلاں چیز کس نے پیدا کی؟ فلاں چیز کس نے پیدا کی؟ یہاں تک کہ کہتا ہے: تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا؟ جب وہ اس حد کو پہنچے تو ”اَعُوْذُ بِاللّٰہِ“ پڑھ لو اور اس (کے بارے میں سوچنے) سے باز رہو۔[4]

(6) حضرت سبرہ بن ابو فاکہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: شیطان، اِبنِ آدم کے تمام راستوں میں بیٹھ جاتا، اسے اسلام کے راستے سے بہکانے کی کوشش کرتا اور کہتا ہے کہ ”کیا تم اسلام قبول کرو گے اور اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ دو گے؟“ لیکن وہ شخص شیطان کی بات نہیں مانتا اور اسلام قبول کر لیتا ہے تو پھر اس کو ہجرت کرنے کے راستے سے ورغلانے کی کوشش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ”کیا تم ہجرت کرو گے اور اپنے وطن کی زمین اور آسمان چھوڑ دو گے؟“ حالانکہ مہاجر کی مثال تو کھونٹے سے بندھے ہوئے اس گھوڑے کی طرح ہے جو اِدھر سے اُدھر بھاگ رہا ہو اور اس کھونٹے کی حدود سے نکل نہ سکتا ہو۔ (مراد یہ کہ شیطان مہاجر کو ایک بے کس و بے بس کی شکل میں پیش کر کے آدمی کو بہکاتا ہے لیکن اگر) وہ شخص اس کی بات نہیں مانتا اور ہجرت کر لیتا ہے تو شیطان اس کے جہاد کے راستے میں بیٹھ جاتا ہے، وہ اس شخص سے کہتا ہے کہ ”کیا تم جہاد کرو گے اور یہ اپنی جان اور مال کو آزمائش میں ڈالنا ہے اور اگر تم

---

1 ... مستدرک حاکم، کتاب البیوع، ان ابلیس یئس ان تعبد الاصنام بارض العرب، ۲/۳۲۵، حدیث: ۲۲۶۸۔

2 ... مسلم، کتاب صفات المنافقین واحکامھم، باب تحریش الشیطان وبعثہ سرایاہ... الخ، ص۱۱۵۷، حدیث: ۷۱۰۳۔

3 ... مسلم، کتاب السلام، باب بیان انہ یستحب لمن رؤی خالیا... الخ، ص۹۲۲، حدیث: ۵۶۷۸۔

4 ... بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ ابلیس وجنودہ، ۲/۳۹۹، حدیث: ۳۲۷۶۔

جہاد کے دوران مارے گئے تو تمہاری بیوی کسی اور شخص سے نکاح کر لے گی اور تمہارا مال تقسیم کر دیا جائے گا۔“لیکن وہ شخص پھر بھی شیطان کی بات نہیں مانتا اور جہاد کرنے چلا جاتا ہے۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: سو جس شخص نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر یہ حق ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کر دے اور جو مسلمان قتل کیا گیا تو اسے جنت میں داخل کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے اور جو مسلمان غرق ہو گیا تو اسے جنت میں داخل کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے اور جس مسلمان کو اس کی سواری نے ہلاک کر دیا اسے جنت میں داخل کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے۔[1]

(7) حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ سے روایت ہے، حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب ابنِ آدم آیتِ سجدہ پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان ہٹ جاتا ہے اور رو کر کہتا ہے: ہائے میری بربادی! ابنِ آدم کو سجدہ کا حکم دیا گیا تو اس نے سجدہ کیا، لہٰذا اس کے لیے جنت ہے اور مجھے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو میں نے انکار کیا، اب میرے لیے دوزخ ہے۔[2]

سجدۂ تلاوت سجدۂ نماز کے علاوہ ہے اور شیطان نے جس سجدہ کا انکار کیا تھا وہ بھی سجدۂ نماز کے علاوہ تھا اس لیے اسے یہ سجدہ دیکھ کر حسرت ہوتی ہے۔ آیتِ سجدہ پڑھنے یا سننے پر سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہے۔

شیطان سے پناہ مانگنے کی ترغیب:

ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا رہے اور اس میں کسی طرح سستی اور غفلت کا مظاہرہ نہ کرے۔ حدیثِ پاک میں ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: شیطان سے پناہ مانگنے میں غفلت نہ کرو کیونکہ تم اگرچہ اسے دیکھ نہیں رہے لیکن وہ تم سے غافل نہیں۔“[3]

شیطان سے حفاظت کی دعا:

آخر میں شیطان سے حفاظت کی ایک دعا بھی ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت جندب رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ سے روایت ہے، حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جو شخص رات کے وقت اپنے بستر پر جائے تو یہ کہہ لیا کرے: ”بِسۡمِ اللّٰہِ

---

1 …نسائی، کتاب الجهاد، باب ما لمن اسلم وهاجر وجاهد، ص۵۰۹، حدیث: ۳۱۳۱، ملخصاً۔

2 …مسلم، کتاب الایمان، باب بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلاۃ، ص۵۸، حدیث: ۲۴۴۔ 3 …فردوس الاخبار، ۲/ ۵۰، حدیث: ۷۴۱۷۔

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم۔“ [1]

درس ونصیحت

ابلیس کے حالات وواقعات میں ہمارے لیے یہ نصیحت ہے کہ عبادت وریاضت کی بدولت خود کو اعلیٰ مقام پر فائز سمجھنے کی بجائے بارگاہِ الٰہی میں عاجزی وانکساری کرتے رہیں اور اس کی خفیہ تدبیر سے ہر دم خوف زدہ رہیں، نیز ابلیس سے متعلق دی گئی ہدایاتِ الٰہی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اسے اپنا دشمن سمجھیں، اس کے وسوسوں سے بچیں اور اس مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے رہیں۔

اے اللہ! اپنے پیارے بندے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام پر بیشمار درود وسلام اور رحمت وبرکت نازل فرما اور ہمیں ان کے صدقے ان کی مبارک سیرت پر چلنے کی توفیق عطا فرما، اٰمین۔

1...معجم کبیر، ابو سھل الفزاری عن جندب، ۲/۱۷۶، حدیث: ۱۷۲۲.

حضرت شیث عَلَیۡہِ السَّلَام

فہرست ابواب

حضرت شیث عَلَیْہِ السَّلَام

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے بعد ان کے فرزند حضرت شیث عَلَیْہِ السَّلَام کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر 50 صحیفے نازل فرمائے۔ قرآنِ کریم میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا تذکرہ موجود نہیں البتہ سابقہ آسمانی کتابوں، کچھ احادیث اور تاریخ کی کتابوں میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا مختصر ذکرِ خیر موجود ہے۔ ان میں سے کچھ کا تذکرہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی حکایات کے ضمن میں گزر چکا ہے، مزید یہاں ایک باب میں ان کی سیرت سے متعلق چند باتیں درج ذیل ہیں۔

باب: 1

حضرت شیث عَلَیْہِ السَّلَام کا تعارف

نام مبارک اور وجہ تسمیہ:

عربی زبان میں آپ کا نام "شِث" جبکہ عبرانی میں "شیث" ہے اور اس کا معنی ہے "اللہ تعالیٰ کا تحفہ" حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت حوا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا یہ نام اس لیے رکھا تھا کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام حضرت ہابیل رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے قتل کے بعد عطا کیے گئے تھے۔[1]

ولادت:

ایک روایت کے مطابق جب حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی عمر مبارک 130 برس ہوئی تو ان کے ہاں ایک اور فرزند پیدا ہوا۔ یہ شکل و صورت میں بالکل حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام جیسے تھے اور ان کی ولادت پر حضرت حوا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے فرمایا: خدا نے مجھے ہابیل کے عوض ایک بیٹا دیا ہے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت حوا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے ان کا نام "شیث" رکھا۔[2]

تنہا ولادت کا سبب:

سیرتِ آدم کے باب نمبر 11 میں بیان ہوا کہ ہابیل کے قتل کے کچھ عرصہ بعد حضرت حوا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے ہاں حضرت شیث عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت ہوئی اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام تنہا پیدا ہوئے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے عام معمول سے ہٹ کر تنہا

❶...تاریخ الطبری، ذکر ولادۃ حواء شیثا، ۱/۹۸، رقم: ۲۱۰، قصص الانبیاء لابن کثیر، ص۷۲۔ ❷...عہد نامہ قدیم، باب پیدائش، ص۵، ملخصاً۔

پیدا ہونے کی حکمت بیان کرتے ہوئے علامہ احمد بن محمد قسطلانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''وَضَعَتْ شِیْثًا وَحْدَہٗ کَرَامَۃً لِّمَنْ اَطْلَعَ اللہُ تَعَالٰی بِالنُّبُوَّۃِ سَعدَہٗ'' ترجمہ: حضرت حوا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے حضرت شیث عَلَیْہِ السَّلَام کو اکیلا ہی جنم دیا (ان کے ساتھ لڑکی کی ولادت نہیں ہوئی) یہ اس ہستی کی عزت و تکریم کے لیے ہوا جن کی سعادت مندی کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کے ذریعے ظاہر فرمایا۔[1]

علامہ ابو عبداللہ محمد بن عبد الباقی زرقانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''وَھُوَ الْمُصْطَفٰی فَکَانَ فِیْ وَجْہِ شِیْثٍ نُّوْرُ نَبِیِّنَا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجَاءَتِ الْمَلَائِکَۃُ مُبَشِّرَۃً لِّاٰدَمَ بِہٖ'' یہ ہستی محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ہے۔ حضرت شیث عَلَیْہِ السَّلَام کے چہرے میں ہمارے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا نور تھا اور فرشتے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو اس بات کی خوشخبری دینے آئے۔[2]

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی وصیت:

علامہ احمد بن محمد قسطلانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی وفات کے وقت حضرت شیث عَلَیْہِ السَّلَام کو وصیت فرمائی، پھر حضرت شیث عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی اولاد کو حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے فرمان کے مطابق وصیت فرمائی کہ وہ اس نور کو خوب پاک عورتوں میں ہی رکھیں گے۔ یہ وصیت اولادِ آدم میں جاری رہی اور ایک زمانے سے دوسرے زمانے میں منتقل ہوتی رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نور حضرت عبد المطلب رَضِیَ اللہُ عَنْہ میں رکھا، ان کے ہاں حضرت عبداللہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی ولادت ہوئی (جو کہ حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے والدِ محترم ہیں۔)[3]

حضرت شیث عَلَیْہِ السَّلَام کے شمائل:

حضرت وہب رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: اولادِ آدم یعنی بلا واسطہ اولاد میں سے حضرت شیث عَلَیْہِ السَّلَام سب سے معزز، افضل، حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے سب سے زیادہ مشابہ اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔ حضرت

---

1 ... المواھب اللدنیہ، المقصد الاول، طھارۃ نسبہ، ۱/۴۵۔ 2 ... شرح الزرقانی علی المواھب، المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالٰی لہ علیہ الصلاۃ والسلام، ۱/۱۲۳۔

3 ... المواھب اللدنیہ، المقصد الاول، طھارۃ نسبہ، ۱/۴۵۔

آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے وصی اور ولی عہد تھے۔ [1]

حضرت شیث عَلَیْہِ السَّلَام کی نبوت اور آپ پر نازل شدہ صحائف کی تعداد:

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات کے بعد خلافت کی ذمہ داری حضرت شیث عَلَیْہِ السَّلَام کو ملی اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی اور رسول تھے۔ صحیح ابن حبان میں حضرت ابو ذر رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے مروی حدیثِ پاک میں ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت شیث عَلَیْہِ السَّلَام پر 50 صحیفے نازل فرمائے [2]۔ [3]

حضرت شیث عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد:

ایک روایت کے مطابق جب حضرت شیث عَلَیْہِ السَّلَام کی عمر مبارک 105 برس ہوئی تو آپ کے ہاں انوش نامی لڑکا پیدا ہوا۔ انوش کی ولادت کے بعد حضرت شیث عَلَیْہِ السَّلَام 807 سال زندہ رہے اور اس مدت کے دوران مزید کچھ لڑکے اور لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ [4]

حضرت شیث عَلَیْہِ السَّلَام کی وصیت اور وفات:

ایک قول کے مطابق آپ عَلَیْہِ السَّلَام مکہ میں ہی مقیم رہے اور حج و عمرہ کی سعادت حاصل کرتے رہے اور یہیں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات ہوئی۔ [5]

وفات کے وقت آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے بیٹے انوش کو وصیت فرمائی چنانچہ بعدِ وفات انوش نے معاملات سنبھالے، پھر انوش کے بیٹے قینن نے، پھر ان کے بیٹے مہلاییل نے معاملات سنبھالے۔ [6]

---

❶... المعارف لابن قتیبہ، ص۱۰۔ ❷... صحیح ابن حبان، کتاب البر والاحسان، باب ما جاء فی الطاعات وثوابہا، ۱/۲۸۸، حدیث: ۳۶۲۔

❸... البدایۃ والنہایۃ، ذکر وفاۃ آدم... الخ، ۱/۱۵۸۔ ❹... عہد نامہ قدیم، باب پیدائش، ص۵، ملخصاً۔

❺... تاریخ الطبری، ذکر ولادۃ حواء شیثاً، ۶/۱۰۵، رقم: ۲۲۶۔ ❻... البدایۃ والنہایۃ، ذکر وفاۃ آدم... الخ، ۱/۱۵۸۔

حضرت ادریس عَلَیہِ السَّلَام

فہرست ابواب

حضرت ادریس عَلَیْہِ السَّلَام

حضرت ادریس عَلَیْہِ السَّلَام حضرت آدم اور حضرت شیث عَلَیْہِمَا السَّلَام کے بعد تشریف لائے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے آباؤ و اجداد میں سے ہیں۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا اصل نام خنوخ یا اخنوخ ہے اور الٰہی صحیفوں کا بکثرت درس دینے کی وجہ سے آپ کا لقب "ادریس" ہے۔ بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو سب سے پہلے آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ہی ایجاد فرمائیں۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو وعدۂ الٰہی کے مطابق ابھی تک موت نہیں آئی اور اس وقت آپ عَلَیْہِ السَّلَام آسمانوں میں زندہ ہیں اور جب اللہ تعالیٰ چاہے گا اس وقت آپ عَلَیْہِ السَّلَام ضرور وصال فرمائیں گے۔ قرآن و حدیث میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا ذکر موجود ہے اور سیرت و تاریخ کی کتابوں میں بھی مختصر احوال ہی مذکور ہیں، اس لیے یہاں 3 ابواب میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا مختصر ذکرِ خیر ہی کیا گیا ہے۔ تفصیل کے لیے ذیلی سطور ملاحظہ ہوں:

باب: 1

حضرت ادریس عَلَیْہِ السَّلَام کے واقعات کے قرآنی مقامات

قرآنِ کریم میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا تذکرہ دو سورتوں میں موجود ہے:

(1) سورۂ مریم، آیت: 56، 57۔ اس میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے دو اوصاف صدیق اور نبی کا ذکر ہے اور ساتھ ہی آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو آسمان کی طرف اٹھانے کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

(2) سورۂ انبیاء، آیت: 85، 86۔ اس میں حضرت اسماعیل اور حضرت ذوالکفل عَلَیْہِمَا السَّلَام کے ساتھ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو بھی صبر کرنے والا اور قربِ الٰہی کے لائق بندوں میں شمار کیا گیا ہے۔

باب: 2

حضرت ادریس عَلَیْہِ السَّلَام کا تعارف

نام و لقب:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا اصل نام خنوخ یا اخنوخ اور لقب ادریس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر تیس صحیفے نازل فرمائے اور ان صحیفوں کا کثرت سے درس دینے کی وجہ سے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا لقب "ادریس" (یعنی بہت درس دینے والا)

ہوا۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کے والد کے دادا ہیں اور حضرت آدم و شیث عَلَیْہِمَا السَّلَام کی نبوت کے بعد آپ ہی منصبِ نبوت پر فائز ہوئے۔

ولادت:

علامہ احمد بن محمد قسطلانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ لکھتے ہیں: حضرت ادریس عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی مبارک زندگی کے 308 سال پائے تھے۔[1]

سراپائے اقدس:

حضرت سمرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: حضرت ادریس عَلَیْہِ السَّلَام کا رنگ سفید، قد لمبا اور سینہ چوڑا تھا۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے جسمِ اقدس پر بال کم اور سر پر زیادہ تھے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے سینۂ مبارک پر ایک سفید نشان تھا اور یہ برص کا نہیں تھا۔[2]

عملی زندگی:

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: حضرت ادریس عَلَیْہِ السَّلَام کپڑے سلائی کیا کرتے اور ہر ٹانکے پر سبحٰن اللہ کہتے تھے۔ جب شام ہوتی تو اس وقت تک روئے زمین پر کوئی بھی شخص عمل کے لحاظ سے آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے افضل نہ ہوتا۔[3]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: حضرت ادریس عَلَیْہِ السَّلَام (بارگاہِ الٰہی میں عاجزی اور لوگوں کی تعلیم کے لئے) ایک دعا مانگا کرتے اور یہ حکم دیتے تھے کہ یہ دعا بیوقوف لوگوں کو نہ سکھاؤ، وہ دعا یہ تھی:

”یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا ذَا الطَّوْلِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ ظَھْرُ اللَّاجِئِیْنَ وَجَارُ الْمُسْتَجِیْرِیْنَ وَاَنِیْسُ الْخَائِفِیْنَ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ اِنْ کُنْتُ فِیْ اُمِّ الْکِتَابِ شَقِیًّا اَنْ تَمْحُوَ مِنْ اُمِّ الْکِتَابِ شَقَاوَتِیْ وَتُثْبِتَنِیْ عِنْدَکَ سَعِیْدًا وَاِنْ کُنْتُ فِیْ اُمِّ الْکِتَابِ مَحْرُوْمًا مُقَتَّرًا عَلَیَّ فِیْ رِزْقِیْ اَنْ تَمْحُوَ مِنْ اُمِّ الْکِتَابِ حِرْمَانِیْ وَاقْتَارَ رِزْقِیْ وَتُثْبِتَنِیْ عِنْدَکَ سَعِیْدًا مُّوَفَّقًا لِلْخَیْرِ کُلِّہٖ“ ترجمہ: اے بڑی شان و شوکت والے! اے بڑے فضل والے! تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

---

[1]...ارشاد الساری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ذکر ادریس علیہ السلام، ۷/۲۸۶۔ [2]...در منثور، مریم، تحت الآیۃ: ۵۶، ۵/۵۱۷، ملتقطاً۔

[3]...ابن کثیر، مریم، تحت الآیۃ: ۵۷، ۵/۲۱۴۔

تو پریشان حالوں کا مدد گار، پناہ کے طلبگاروں کو پناہ دینے والا اور ڈرنے والوں کو انسیت بخشنے والا ہے۔ میں تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں کہ اگر میں اُمُّ الکتاب (یعنی لوحِ محفوظ) میں شقی (یعنی بدبخت لکھ دیا گیا) ہوں تو تُو اُمُّ الکتاب سے میری شقاوت مٹا دے اور اپنے پاس مجھے خوش بخت تحریر فرما دے اور اگر میں اُمُّ الکتاب میں محروم، رزق میں تنگی دیا ہوا (لکھا گیا) ہوں تو تُو اُمُّ الکتاب سے میری محرومی اور رزق کی تنگی مٹا دے اور مجھے اپنے پاس سعادت مند اور ہر بھلائی کی توفیق دیا ہوا لکھ دے۔[1]

یہ دعا بہت عمدہ ہے، اس میں خوفِ خدا کا اظہار، بارگاہِ الٰہی میں عاجزی، اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے ڈرنا، ایمان پر استقامت کی طلب، برے خاتمے سے پناہ، اچھے خاتمے کے حصول، دنیا و آخرت کی خیر، رزق کی فراوانی اور نیکیوں کی توفیق وغیرہا بہت سی چیزیں مانگی گئی ہیں۔ یہ دعا یاد کرکے اپنے معمولات میں شامل کر لینی چاہیے۔ نیز دعاؤں کے حوالے سے یہاں ایک اور بات قابلِ توجہ ہے کہ قرآن و حدیث میں اکثر و بیشتر انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کی سیرت میں کسی نہ کسی دعا کا تذکرہ ضرور ملتا ہے جیسے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام سے لے کر نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تک انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کے تذکروں میں دعا کا ذکر موجود ہے اور ہمارے پیارے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دعائیں تو اتنی کثرت سے ہیں کہ ان پر علماءِ کرام نے ضخیم کتابیں تصنیف فرما دی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا بہت خاص عبادت، قربِ الٰہی کا عمدہ ذریعہ اور انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کی سنتِ مبارکہ ہے۔ احادیث میں بھی دعائیں مانگنے کے بے شمار فضائل مذکور ہیں، اس لئے دعا مانگنے کو اپنی زندگی کا حصہ ضرور بنانا چاہیے۔

اولیات:

سب سے پہلے آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ہی قلم سے لکھا۔ کپڑوں کو سینے اور سلے ہوئے کپڑے پہننے کی ابتدا بھی آپ عَلَیْہِ السَّلَام ہی سے ہوئی کیونکہ اس سے پہلے جانوروں کی کھالیں بطورِ لباس استعمال ہوتی تھیں، سب سے پہلے ہتھیار بنانے والے، ترازو اور پیمانے قائم کرنے والے اور علمِ نُجوم اور علمِ حساب میں نظر فرمانے والے بھی آپ عَلَیْہِ السَّلَام ہی ہیں۔[2]

علم نجوم اور اس کا حکم:

علمِ نجوم کے شرعی حکم اور اس علم سے متعلق بہارِ شریعت میں ہے: اگر اِس علم سے مقصود یہ ہو کہ اس کے ذریعہ

---

1 ...تاریخ ابن عساکر، عبد الرحمن بن سعید بن بشیر، ۳۴/۳۸۵.

2 ...خازن، مریم، تحت الآیۃ: ۵۶، ۳/۲۳۸، روح البیان، مریم، تحت الآیۃ: ۵۶، ۵/۳۴۱.

سے ماہ و سال، اوقاتِ صلوٰۃ و سمتوں اور موسموں کی اقسام کا حال معلوم کیا جائے اور زکوٰۃ و حج کے اوقات کو جانا جائے تو مضائقہ نہیں یہ جائز ہے اور اگر علم تنجیم سے مقصود یہ ہو کہ اس کے ذریعہ سے آنے والے حوادث کو معلوم کیا جائے اور غیبی امور بتانے کے لئے استعمال کیا جائے اور ستاروں کی گردش کے دنیا پر اثرات ظاہر کرنے کے لئے حاصل کیا جائے تو حرام ہے۔ حضرت عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے فرمایا: ''نجوم کا اتنا علم حاصل کرو جس سے تم اپنے بحری و بری سفر میں راستوں کی شناخت کر سکو اس سے زیادہ نہیں۔'' علمِ نجوم اگرچہ آسمانی علم ہے جو سیّدنا حضرت ادریس عَلَیْہِ السَّلَام کو دیا گیا تھا اور وہ ان کا معجزہ تھا اس میں ظن و تخمین (یعنی گمان و اندازے) یا حسابیات کو دخل نہ تھا، وہ ایک روحانی قوت تھی جو منجانب اللہ عطا کی گئی تھی، وہ علم باقی نہیں رہا، بعد میں لوگوں نے ظن و تخمین اور حسابیات سے کام لینا شروع کر دیا اور ستاروں کے اثرات کو مؤثر بالذات مان لیا جو اسلام کے قطعاً منافی ہے۔ (1)

علم رمل اور اس کا شرعی حکم:

ایک روایت کے مطابق سب سے پہلے علمِ رمل بھی حضرت ادریس عَلَیْہِ السَّلَام نے استعمال فرمایا ہے۔ رمل وہ علم ہے جس میں خطوط اور نقطوں کی اشکال کے ذریعے آئندہ پیش آنے والے حالات و واقعات دریافت کیے جاتے ہیں۔ ہمارے لیے یہ علم سیکھنا حرام ہے، چنانچہ مسلم شریف کی حدیثِ پاک میں ہے، حضرت معاویہ بن حکم رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے عرض کی: ہم میں سے بعض لوگ خط کھینچتے ہیں (یعنی علمِ رمل کے طریقہ سے خطوط کھینچ کر غیبی خبریں معلوم کرتے ہیں، ان کا یہ عمل اسلامی شریعت کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟) ارشاد فرمایا: انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام میں سے ایک نبی خط کھینچتے تھے تو جس کی لکیر ان کے خط کے موافق ہو تو وہ درست ہے۔ (2)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: (یہ) حدیث صراحۃً مفید ممانعت ہے کہ جب حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُس کا جواز موافقت خط انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے مشروط فرمایا اور وہ معلوم نہیں تو جواز بھی نہیں۔ امام نووی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کتابُ الصلوٰۃ باب تحریمُ الکلام میں زیرِ حدیث مذکور فرماتے ہیں: حدیثِ پاک کا مفہوم اور مراد یہ ہے کہ جس آدمی کی لکیریں بعض انبیاءِ کرام کی لکیروں کے موافق ہو جائیں تو اس کے لئے (علمِ رمل) مباح ہے لیکن حصولِ موافقت کے لئے ہمارے پاس یقینی علم تک رسائی کا کوئی راستہ نہیں لہٰذا علم مذکور (ہمارے لئے) مباح

---

1 ...بہار شریعت، ۳/ ۱۰۳۷۔ 2 ...مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب تحریم الکلام فی الصلاۃ... الخ، ص۲۱۶، حدیث: ۱۱۹۹۔

نہیں اور مقصد یہ ہے کہ وہ حرام ہے کیونکہ یقینی موافقت کے بغیر وہ مباح نہیں ہو سکتا اور یقینی موافقت کا ہمارے پاس کوئی راستہ نہیں۔[1]

یعنی مقصودِ حدیث تحریمِ رمل ہے کہ اباحت بشرطِ موافقت ہے اور وہ نامعلوم تو اباحت معدوم۔[2]

اوصاف:

قرآنِ کریم میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے 4 اوصاف بیان کیے گئے ہیں:

(2،1) آپ عَلَیْہِ السَّلَام بہت سچے اور نبی تھے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ۫ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا[3]

ترجمہ: اور کتاب میں ادریس کو یاد کرو بیشک وہ بہت ہی سچا نبی تھا۔

تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام سچے اور صدیق ہیں لیکن یہاں حضرت ادریس عَلَیْہِ السَّلَام کی صداقت و صدیقیت کو بطورِ خاص بیان کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ میں اس وصف کا ظہور بہت نمایاں تھا اور سچائی یقیناً اللہ تعالیٰ کو پسند اور اس کے پسندیدہ بندوں کا قابلِ تعریف وصف ہے۔ غیرِ انبیاء میں سب سے بڑے صدیق سیدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ عَنْہ ہیں جن کا لقب ہی "صدیقِ اکبر" ہے۔ صِدِّیْقِیَّت کے علماء نے بہت سے مراتب بیان فرمائے ہیں: (1) زبان کا صدق۔ (2) نیت و ارادہ میں صدق۔ (3) عزم میں صدق۔ (4) عزم کو پورا کرنے میں صدق۔ (5) عمل میں صدق۔ (6) دین کے تمام مقامات (جیسے خوف، امید، تعظیم، زہد، رضا اور توکل) کی تحقیق میں صدق۔ یہ مراتب لکھنے کے بعد امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جو شخص صدق کے ان تمام مراتب کے ساتھ متصف ہو تو وہ صدیق ہے کیونکہ وہ صدق میں انتہاء کو پہنچا ہوا ہے۔[4]

(4،3) آپ عَلَیْہِ السَّلَام صبر کرنے والے اور قربِ الٰہی کے لائق بندوں میں سے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ

ترجمہ: اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو (یاد کرو) وہ سب صبر کرنے والے تھے۔ اور انہیں ہم نے

1... شرح نووی، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب تحریم الکلام فی الصلاۃ، ۳/۲۳، الجزء الخامس۔ 2... فتاویٰ رضویہ، ۲۳/ ۳۴۵، ۳۴۶۔

3... پ۱۶، مریم: ۵۶۔ 4... احیاء علوم الدین، کتاب النیۃ والاخلاص والصدق، الباب الثالث فی الصدق وفضیلتہ وحقیقتہ، ۵/ ۱۱۷۔

مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ [1] — اپنی رحمت میں داخل فرمایا، بیشک وہ ہمارے قربِ خاص کے لائق لوگوں میں سے ہیں۔

حضرت ادریس عَلَیْہِ السَّلَام استقامت کے ساتھ کتابِ الٰہی کا درس دیتے، عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتے اور اس راہ میں آنے والی مشقتوں پر صبر کرتے تھے، اس لیے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو بھی بطورِ خاص صابرین میں شمار فرمایا گیا۔

نیز قرآنِ کریم میں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کو بھی صالحین فرمایا گیا ہے اور نیک مسلمانوں کو بھی، ان میں فرق یہ ہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کامل ترین صالح ہوتے ہیں جبکہ نیک مسلمان صلاح کے اس مرتبے پر فائز نہیں ہوتے، جیسا کہ امام ماتریدی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: صلاح ہر نبی میں تمام وجوہ کے لحاظ سے متحقق ہوتی ہے جبکہ غیرِ انبیاء میں اس کا کچھ حصہ متحقق ہوتا ہے، اگرچہ نام (صالح) کا اطلاق سب پر ہوتا ہے لیکن اس میں یہ فرق ملحوظ ہوتا ہے۔[2] اس کو علمی زبان میں یہ بھی کہتے ہیں کہ ہر نبی عَلَیْہِ السَّلَام صلاح کا فردِ کامل ہوتا ہے جبکہ غیرِ نبی میں کمالِ صلاح اس درجے پر نہیں ہوتی۔

انعاماتِ الٰہی:

اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر جو انعامات فرمائے ان میں سے دو کا تذکرہ قرآنِ پاک میں بھی موجود ہے:

(1) آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنی خاص رحمت میں داخل فرمایا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِدْرِیْسَ وَ ذَا الْكِفْلِؕ-كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیْنَۚۖ(۸۵) وَ اَدْخَلْنٰهُمْ فِیْ رَحْمَتِنَا [3]

ترجمہ: اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو (یاد کرو) وہ سب صبر کرنے والے تھے۔ اور انہیں ہم نے اپنی رحمت میں داخل فرمایا۔

(2) آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو آسمان پر اُٹھالیا، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَّ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِیًّا [4]

ترجمہ: اور ہم نے اسے ایک بلند مکان پر اٹھالیا۔

رفعتِ ادریس:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

---

❶...پ۱۷، الانبیاء: ۸۵، ۸۶. ❷...البحر المحیط، آل عمران، تحت الآیۃ: ۳۹، ۲/۴۶۹، ملخصاً. ❸...پ۱۷، الانبیاء: ۸۵، ۸۶. ❹...پ۱۶، مریم: ۵۷.

وَّ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِیًّا [1] **ترجمہ:** اور ہم نے اسے ایک بلند مکان پر اٹھالیا۔

بلند مکان پر اٹھالینے کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ اس سے آپ عَلَیْهِ السَّلَام کے مرتبے کی بلندی مراد ہے اور ایک قول یہ ہے کہ آپ عَلَیْهِ السَّلَام کو آسمان پر اٹھالیا گیا ہے اور زیادہ صحیح یہی دوسرا قول ہے۔ [2]

آسمان پر جانے کے واقعہ سے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللهِ عَلَیْه فرماتے ہیں:

آپ (عَلَیْهِ السَّلَام) کے واقعہ میں علماء کو اختلاف ہے، اِتنا تو ایمان ہے کہ آپ آسمان پر تشریف فرما ہیں۔ قرآنِ عظیم میں ہے:

وَّ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِیًّا [3] **ترجمہ:** اور ہم نے اسے ایک بلند مکان پر اٹھالیا۔

بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ بعدِ موت آپ آسمان پر تشریف لے گئے۔ [4]

حضرت ادریس عَلَیْهِ السَّلَام زندہ ہیں:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللهِ عَلَیْه فرماتے ہیں: چار نبی زندہ ہیں کہ اُن کو وعدۂ الٰہیہ ابھی آیا ہی نہیں۔ یوں تو ہر نبی زندہ ہے (جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے):

''اِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللهِ حَيٌّ يُرْزَقُ'' بیشک اللہ (عَزَّوَجَلَّ) نے حرام کیا ہے زمین پر کہ انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے جسموں کو خراب کرے، تو اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کے نبی زندہ ہیں، روزی دیئے جاتے ہیں۔ [5]

اَنبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام پر ایک آن کو محض تصدیقِ وعدۂ الٰہیہ کے لیے موت طاری ہوتی ہے، بعد اِس کے پھر اُن کو حیاتِ حقیقی حِسّی دنیوی عطا ہوتی ہے۔ خیر اِن چاروں میں سے دو آسمان پر ہیں اور دو زمین پر۔ خضر و الیاس عَلَیْهِمَا السَّلَام زمین پر ہیں اور ادریس و عیسیٰ (عَلَیْهِمَا السَّلَام) آسمان پر [6]۔ [7]

حضرت ادریس عَلَیْهِ السَّلَام کو موت ضرور آئے گی:

اسی مقام پر سیدی اعلیٰ حضرت رَحْمَةُ اللهِ عَلَیْه سے سوال ہوا: حضور اِن پر موت طاری ہوگی؟ اس کے جواب میں

1... پ۱۶، مریم: ۵۷۔ 2... خازن، مریم، تحت الآیۃ: ۵۷، ۳/۲۳۸۔ 3... پ۱۶، مریم: ۵۷۔ 4... بغوی، مریم، تحت الآیۃ: ۵۷، ۳/۱۶۷، ملخصاً۔

5... ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ذکر وفاتہ ودفنہ، ۲/۲۹۱، حدیث: ۱۶۳۷۔ 6... در منثور، کہف، تحت الآیۃ: ۶۰، ۵/۴۳۲۔

7... ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص۴۸۴۔

فرمایا:ضرور (کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:)

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ[1] **ترجمہ**: ہر جان کو موت چکھنی ہے۔[2]

رفعتِ ادریس اور رفعتِ مصطفیٰ میں فرق:

یہاں بعض علماء نے ایک بڑی پیاری بات لکھی ہے کہ حضرت ادریس عَلَیْہِ السَّلَام کو جو رفعت عطا کی گئی اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا[3] **ترجمہ**: اور ہم نے اسے ایک بلند مکان پر اٹھالیا۔

اور سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اس سے کہیں زیادہ افضل اور کامل رفعت عطا کی گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دنیاو آخرت میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ذکر بلند کر دیا جیسا کہ ارشاد فرمایا:

وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ[4] **ترجمہ**:اور ہم نے تمہاری خاطر تمہارا ذکر بلند کر دیا۔

اور کوئی خطیب اور کوئی نمازی ایسا نہیں جو یہ ندا نہ دیتا ہو ”اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ“ یوں اللہ تعالیٰ نے زمین کے مشرقوں اور مغربوں میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا دیا۔[5]

درس ونصیحت

کتابِ الٰہی کا درس دینا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی سنت ہے کہ تمام معزز رسولوں نے اپنی کتابوں اور صحیفوں کا درس دیا اور رُسُلِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے بعد جن انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کو سابقہ کتابوں کی ترویج و درس کے لئے بھیجا گیا وہ بھی اُن کتابوں کا درس دیتے رہے۔ اسی لئے حقانی و ربانی علماءِ دین وارثین و نائبینِ انبیاء ہیں اور ان کی بڑی فضیلت ہے کیونکہ علماء بھی کتابُ اللہ کا درس دیتے ہیں اور یونہی بڑے سعادت مند ہیں وہ لوگ جو لوگوں تک اللہ کی کتاب اور دین کو پہنچانے میں کوشش کرتے ہیں جیسے آگے ذکر کردہ آیت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی لوگوں کو اللہ والا بننے کا حکم دیتے تھے اور کتابُ اللہ کے درس کو باعثِ شرف قرار دیتے تھے۔ قرآنِ پاک میں ہے:

---

[1] ...پ۴،اٰل عمران:۱۸۵۔ [2] ...ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص۴۸۴۔ [3] ...پ۱۶،مریم:۵۷۔ [4] ...پ۳۰،الم نشرح:۴۔

[5] ...البداية والنهاية، قصة حبس الشمس على يوشع، ۴۰۲/۴، ملخصاً۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ[1]	**ترجمہ:** کسی آدمی کو یہ حق حاصل نہیں کہ اللہ اسے کتاب و حکمت اور نبوت عطا کرے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میری عبادت کرنے والے بن جاؤ بلکہ وہ یہ کہے گا کہ اللہ والے ہو جاؤ کیونکہ تم کتاب کی تعلیم دیتے ہو اور اس لئے کہ تم خود بھی اسے پڑھتے ہو۔

البتہ یہاں یہ بات یاد رکھیں کہ غیرِ عالم کا اپنی طرف سے درسِ قرآن دینا جائز نہیں بلکہ وہ ماہر عالم کی لکھی ہوئی تفسیر سے ہی پڑھ کر سنائے اور یونہی علماء میں سے بھی انہیں ہی درسِ قرآن دینا چاہئے جنھوں نے معتبر علماءِ کرام سے باقاعدہ قرآن و حدیث کا علم سیکھا ہو اور اچھی طرح اِصلاح لی ہو اور دیگر ضروری علوم کا مُعْتَدْبِہا (اچھا خاصا) مطالعہ کیا ہو۔

باب: 3

احادیث میں حضرت ادریس عَلَیْہِ السَّلَام کا تذکرہ

اس باب میں ان احادیث کا بیان ہے جن میں حضرت ادریس عَلَیْہِ السَّلَام کا تذکرہ ہوا ہے، یہاں آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے متعلق دو احادیث ملاحظہ ہوں:

سب سے پہلے قلم سے لکھنے کا اعزاز:

حضرت ابو ذر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے مروی ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے جس نے قلم سے لکھا وہ حضرت ادریس عَلَیْہِ السَّلَام ہیں۔[2]

اس سے معلوم ہوا کہ قلم سے لکھنا سنتِ انبیاء ہے۔ قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ میں بھی قلم اور اس کی کتابت کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے، چنانچہ ایک مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ﴿۳﴾ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ[3]	**ترجمہ:** پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔

❶...پ ۳، آل عمران: ۷۹۔ ❷...جامع صغیر، حرف الھمزۃ، ص ۱۶۸، حدیث: ۲۸۴۶۔ ❸...پ ۳۰، العلق: ۳، ۴۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

نٓ وَ الْقَلَمِ وَ مَا یَسْطُرُوْنَ[1] **ترجمہ:** نٓ، قلم اور اس کی قسم جو لکھتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: علم کو قید کرلو۔ میں نے عرض کی: اسے قید کرنا کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: اسے لکھ لینا۔[2]

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خطبہ ارشاد فرمایا اور دورانِ گفتگو ایک واقعہ بیان کیا (اختتامِ خطبہ پر ایک یمنی شخص) ابو شاہ نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، (یہ واقعہ) مجھے لکھ دیجئے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ابو شاہ کو لکھ کر دیدو۔[3]

قلم و کتابت کی اہمیت اس سے بھی واضح ہے کہ دورِ رسالت میں وحی اور خطوط قلم سے ہی لکھے جاتے تھے، نیز صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: کتابت میں بڑے منافع ہیں، کتابت ہی سے علوم ضبط میں آتے ہیں، گزرے ہوئے لوگوں کی خبریں اور ان کے احوال اور ان کے کلام محفوظ رہتے ہیں۔ کتابت نہ ہوتی تو دِین و دنیا کے کام قائم نہ رہ سکتے۔[4]

شبِ معراج حضرت ادریس عَلَیْہِ السَّلَام سے ملاقات:

واقعۂ معراج بیان کرتے ہوئے حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: پھر مجھے اوپر لے گئے حتی کہ چوتھے آسمان پر پہنچے، دروازہ کھلوایا گیا، کہا گیا: کون ہیں؟ فرمایا: میں جبریل ہوں۔ پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ جواب دیا: محمدِ مصطفٰی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، پھر سوال ہوا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ فرمایا: جی ہاں۔ کہا گیا: خوش آمدید! کتنا اچھا ہے آپ کا آنا۔ پھر دروازہ کھولا گیا، جب ہم اندر داخل ہوئے تو وہاں حضرت ادریس عَلَیْہِ السَّلَام تھے۔ جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: یہ ادریس عَلَیْہِ السَّلَام ہیں۔ آپ انہیں سلام کریں۔ میں نے انہیں سلام کیا، انہوں نے جواب دیا اور کہا: خوش آمدید، اے صالح بھائی! صالح نبی۔[5]

---

1 ...پ۲۹، القلم: ۱۔ 2 ...مستدرک حاکم، کتاب العلم، قیدوا العلم بالکتاب، ۱/۳۰۳، حدیث: ۳۶۹۔
3 ...ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی الرخصۃ فیہ، ۴/۳۰۴، حدیث: ۲۶۷۶۔ 4 ...خزائن العرفان، العلق، تحت الآیۃ: ۴، ص۱۱۱۲۔
5 ...بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب المعراج، ۲/۵۸۵، حدیث: ۳۸۸۷، ملخصاً۔

یہاں دو امور وضاحت طلب ہیں، ایک یہ کہ روایات کے مطابق چونکہ حضرت ادریس عَلَیْہِ السَّلَام جنت میں ہیں تو چوتھے آسمان پر شبِ معراج تشریف آوری نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تعظیم واکرام واستقبال کے لئے تھی۔

دوسری بات یہ کہ ویسے تو حضرت ادریس عَلَیْہِ السَّلَام حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے آباءواجداد میں سے ہیں لیکن یہاں حدیث میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو بھائی اس لیے کہا گیا کہ نبوت کے لحاظ سے سارے انبیاء آپس میں بھائی ہیں۔

حضرت نوح عَلَیۡهِ السَّلَام

فہرست ابواب

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام دنیا میں چوتھے نبی اور کفار کی طرف بھیجے جانے والے پہلے رسول ہیں۔ طوفان کے بعد چونکہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے نسل انسانی چلی، اس لیے "آدمِ ثانی" کہلاتے ہیں۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے کئی سو سال تک اپنی قوم کو خفیہ، اعلانیہ ہر طرح سے تبلیغ فرمائی اور اس دوران قوم کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں اور تکلیفوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور صبر و تحمل کا مظاہرہ فرمایا۔ عرصۂ دراز تک قوم کو نصیحت کرنے کے باوجود صرف 80 افراد نے ایمان قبول کیا اور جب قوم کے ایمان لانے اور راہِ راست پر آنے کی کوئی امید باقی نہ رہی تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان کے خلاف دعا کی جو قبول ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو کشتی میں سوار کر کے نجات بخشی اور کافروں کو طوفان کا عذاب بھیج کر ہلاک کر دیا۔

قرآن و حدیث میں حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کا بکثرت تذکرہ موجود ہے جس کی روشنی میں ہم نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی سیرت و احوال کو 6 ابواب میں تقسیم کر کے بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی مبارک سیرت سے علم و عمل کی برکتیں عطا فرمائے، اٰمین۔

باب: 1

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کے واقعات کے قرآنی مقامات

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کا اجمالی ذکرِ خیر قرآنِ کریم کی متعدد سورتوں میں موجود ہے جبکہ تفصیلی تذکرہ درج ذیل دس سورتوں میں ہے:

(1) سورۂ اعراف، آیت: 59 تا 64۔ (2) سورۂ یونس، آیت: 71 تا 73۔ (3) سورۂ ہود، آیت: 25 تا 49۔ (4) سورۂ انبیاء، آیت: 76، 77۔ (5) سورۂ مومنون، آیت: 23 تا 30۔ (6) سورۂ شعراء، آیت: 105 تا 122۔ (7) سورۂ عنکبوت، آیت: 14، 15۔ (8) سورۂ صافات، آیت: 75 تا 82۔ (9) سورۂ قمر، آیت: 9 تا 17۔ (10) سورۂ نوح، آیت: 1 تا 28۔

باب:2

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کا تعارف

اس باب میں حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کا تعارف پیش کیا گیا ہے، اس کی تفصیل جاننے کیلئے ذیلی سطور ملاحظہ ہوں:

اسم گرامی اور لقب:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا اسم گرامی یشکر یا عبد الغفار اور لقب ''نوح'' ہے۔ یہ لقب اس لئے ہوا کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ کے خوف کی بنا پر کثرت سے گریہ وزاری کیا کرتے تھے۔ نیز آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو ''آدمِ ثانی'' بھی کہا جاتا ہے، اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: پسماندگانِ طوفان سے کسی کی نسل نہ بڑھی صرف نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی نسل تمام دُنیا میں ہے۔ قرآنِ عظیم فرماتا ہے:

وَ جَعَلْنَا ذُرِّیَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِیْنَ [1] **ترجمہ:** اور ہم نے اسی کی اولاد باقی رکھی۔

اسی لئے انہیں آدمِ ثانی کہتے ہیں۔ [2]

ولادت:

ابن جریر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے قول کے مطابق حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت وفاتِ آدم سے 126 سال بعد ہوئی۔ اہلِ کتاب کی تاریخ کے مطابق ولادتِ نوح اور وفاتِ آدم میں 146 کا فاصلہ ہے اور صحیح ابنِ حبان کی روایت کے مطابق ان میں دس قرن کا فاصلہ ہے، جیسا کہ حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت ہے، ایک شخص نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کے درمیان کتنا فاصلہ تھا؟ ارشاد فرمایا: دس قرن۔ [3]

قرن سے مراد اگر صدی ہو تو ان دونوں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمَا السَّلَام کے درمیان 1000 سال کا فاصلہ ہو گا اور اگر قرن سے مراد نسل ہو تو اس صورت میں ان کے درمیان ہزاروں سال کا فاصلہ ہو گا کیونکہ حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام سے پہلے کے لوگ صدیوں تک زندہ رہتے تھے۔ [4]

1...پ۲۳، الصافات، ۷۷۔ 2...ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص۱۲۹۔ 3...صحیح ابن حبان، کتاب التاریخ، باب بدء الخلق، ۸/۲۴، حدیث: ۶۱۵۷۔

4...قصص الانبیاء لابن کثیر، ص۸۳، ۸۴، ملتقطاً۔

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام صائم الدہر تھے:

حضرت عبد اللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا سے روایت ہے، حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن کے علاوہ ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے۔[1]

بیت الخلاء سے باہر آنے پر حمد کی عادت:

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا سے روایت ہے، حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام جب بھی بیت الخلا سے باہر تشریف لاتے تو یہ کہا کرتے تھے: ”اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذَاقَنِیْ لَذَّتَہٗ وَاَبْقٰی مَنْفَعَتَہٗ فِیْ جَسَدِیْ وَاَخْرَجَ عَنِّیْ اَذَاہُ“ یعنی تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے کھانے کی لذت چکھائی، اس کے فوائد کو میرے جسم میں باقی رکھا اور اس کی اذیت مجھ سے دور کر دی۔[2]

اوصاف:

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کو اللہ تعالیٰ نے بہت عظیم اوصاف سے نوازا تھا، یہاں قرآنِ کریم میں بیان کیے گئے ان کے دو اوصاف ملاحظہ ہوں:

(1) حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ کے اعلیٰ درجہ کے کامل ایمان والے بندوں میں سے تھے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ[3]

ترجمہ: بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل ایمان والے بندوں میں سے ہے۔

(2) آپ عَلَیْہِ السَّلَام ہر حال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کیا کرتے تھے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ذُرِّیَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا[4]

ترجمہ: اے ان لوگوں کی اولاد جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا، وہ یقیناً بہت شکر گزار بندہ تھا۔

علامہ علی بن محمد المعروف خازن رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ فرماتے ہیں: حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کو بطورِ خاص شکر گزار بندہ

1... ابن ماجه، كتاب الصيام، باب ما جاء في صيام نوح عليه السلام، ٢/٣٣٣، حديث: ١٧١٤.

2... شعب الايمان، باب في تعديد نعم الله... الخ، ٤/١١٣، حديث: ٤٤٦٩. 3... پ٢٣، الصافات: ٨١. 4... پ١٥، بنی اسرائیل: ٣.

فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام جب کوئی چیز کھاتے، پیتے یا لباس پہنتے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے اور اس کا شکر بجا لاتے تھے۔[1] یہ ایک قول ہے جو صرف زبان کا شکر بیان کرنے کے لئے ہے ورنہ حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کا شکر اس سے بہت زائد تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صرف شَاکِر یعنی شکر گزار نہیں بلکہ شَکُوْرًا یعنی دائمی شکر کرنے والے قرار دیا ہے اور پھر شکر جیسے زبان سے ہوتا ہے اسی طرح دل اور اعضاء سے بھی ہوتا ہے تو حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کے قلبِ مبارک کا شکر کس قدر تھا، اس کی عظمت کا تو ہم تصور بھی نہیں کرسکتے اور اعضاءِ مبارکہ سے کیسے شکر ادا کرتے تھے وہ بھی ہماری عقل سے وراء ہے۔ صرف ایک چیز دیکھ لیں کہ اعضاء کے شکر میں یہ بات داخل ہے کہ انہیں اطاعتِ الٰہی میں مشغول رکھا جائے اور حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے دیگر عبادات کے ساتھ تبلیغِ دین کی عبادت کو جیسے ادا کیا وہ سورۂ نوح سے ظاہر ہے کہ دن رات، پوشیدہ علانیہ ہر طرح اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی اور اپنے قلب و بدن پر ہونے والی ہر تکلیف کو برداشت کیا۔

انعاماتِ الٰہی:

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام پر اللہ تعالیٰ نے بہت سے انعامات فرمائے، ان میں سے 4 یہ ہیں:

(1) اللہ تعالیٰ نے صرف آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد کو باقی رکھا، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ جَعَلْنَا ذُرِّیَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِیْنَ[2] **ترجمہ:** اور ہم نے اسی کی اولاد باقی رکھی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کے کشتی سے اترنے کے بعد آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد اور ان کی بیویوں کے علاوہ جتنے مرد و عورت تھے سبھی آگے کوئی نسل چلائے بغیر فوت ہوگئے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد سے دنیا کی نسلیں چلیں۔[3]

حضرت سمرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: عرب والے سام کی اولاد سے ہیں، حبشی حام کی نسل سے ہیں اور رومی یافث کی اولاد سے ہیں۔[4]

1... خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۳، ۳/۱۶۱۔ 2... پ۲۳، الصافات: ۷۷۔

3... خازن، الصافات، تحت الآیۃ: ۷۷، ۴/۱۹، مدارک، الصافات، تحت الآیۃ: ۷۷، ص۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ملتقطاً۔

4... ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الصافات، حدیث: ۳۲۴۲۔

(2) نبوت اور کتاب آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد میں رکھی گئی چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے بعد جتنے نبی اور رسول دنیا میں مبعوث ہوئے سب آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد میں سے تھے اور تمام آسمانی کتابیں بھی آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد میں سے مخصوص ہستیوں پر نازل ہوئیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ اِبْرٰهِیْمَ وَ جَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ [1]

ترجمہ: اور بیشک ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی۔

اس آیت میں دو رسولوں کا ذکر ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے بعد حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تک جتنے انبیاء و رسل عَلَیْہِمُ السَّلَام تشریف لائے سب آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد میں سے تھے اور آپ حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی نسل سے ہیں یوں نبوت اور کتاب اولاً حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام اور ثانیاً حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد میں ہوئی۔

(3) بعد والوں میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا ذکرِ جمیل باقی رکھا۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ تَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ [2]

ترجمہ: اور ہم نے بعد والوں میں اس کی تعریف باقی رکھی۔

یہاں بعد والوں سے حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کے بعد والے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام اور اُن کی اُمتیں مراد ہیں اور یہ حقیقت ہم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں کہ دنیا بھر میں حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کا تذکرہ موجود ہے۔

(4) فرشتے، جنات اور انسان سب حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام پر قیامت تک سلام بھیجتے رہیں گے۔ نیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے نوح عَلَیْہِ السَّلَام پر سلام کا کلمہ ہمیشہ موجود رہے گا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ [3]

ترجمہ: تمام جہان والوں میں نوح پر سلام ہو۔

درس ونصیحت

یہاں درس و نصیحت کے طور پر دو باتیں ملاحظہ ہوں:

شکرِ الٰہی بجالانے اور روزہ رکھنے کی ترغیب: حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے اور بکثرت روزہ

---

[1]...پ۲۷، الحدید: ۲۶۔ [2]...پ۲۳، الصافات: ۷۸۔ [3]...پ۲۳، الصافات: ۷۹۔

رکھا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے۔

ذکرِ خیر رہنا اللہ کی رحمت ہے: اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کا ذکرِ خیر باقی رکھا، اس سے معلوم ہوا کہ وفات کے بعد دنیا میں ذکرِ خیر رہنا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔

باب: 3

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی دعوت وتبلیغ

اس باب میں قوم کی عملی حالت اور حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف سے قوم کو توحیدِ خداوندی پر ایمان لانے، اسی کی عبادت کرنے اوراپنی اطاعت کی دعوت دینے کا بیان ہے نیز حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی دعوت کے جواب میں قوم کے طرزِ عمل اور حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم کے خلاف دعاؤں کا ذکر ہے۔

انسانوں میں بت پرستی کی ابتدا:

حضرت ادریس عَلَیْہِ السَّلَام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے بعد رفتہ رفتہ بت پرستی کی وبا عام ہو گئی اور لوگوں نے دیگر بتوں کے ساتھ ساتھ وَدّ، سُواع، یغوث، یعوق اور نسر کے ناموں سے موسوم بتوں کی پوجا شروع کر دی۔ یہ پانچوں بت ان کے نزدیک دوسروں سے زیادہ عظمت والے تھے اور اسی وجہ سے قرآنِ کریم میں بھی ان کے انہیں پانچ بتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ بتوں کی پوجا کا پس منظر بیان کرتے ہوئے حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: یہ (یعنی وَدّ، سُواع، یغوث، یعوق، نسر) حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم کے نیک آدمیوں کے نام ہیں، جب وہ وفات پا گئے تو شیطان نے ان کے دلوں میں یہ بات ڈالی کہ جن جگہوں پر وہ اللہ والے بیٹھا کرتے تھے وہاں ان کے مجسمے بنا کر رکھ دو اور ان بتوں کے نام بھی ان نیک لوگوں کے نام پر ہی رکھ دو۔ لوگوں نے عقیدت کے طور پر ایسا کر دیا لیکن ان کی پوجا نہیں کرتے تھے، جب وہ لوگ دنیا سے چلے گئے اور علم بھی کم ہو گیا تو ان مجسموں کی پوجا ہونے لگ گئی۔[1]

اور حضرت محمد بن کعب قرظی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: وَدّ اور سواع وغیرہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے بیٹوں کے نام ہیں، یہ بہت عبادت گزار تھے، جب ان میں سے ایک شخص کا انتقال ہوا تو لوگ اس پر شدید غمزدہ ہوئے، یہ حال دیکھ

---

[1]... بخاری، کتاب التفسیر، باب ودا ولا سواعا ولا یغوث ویعوق، ۳/۳۶۴، الحدیث: ۴۹۲۰۔

کر شیطان (انسانی شکل میں) ان کے پاس آیا اور کہا: تم اپنے ساتھی پر غمگین ہو؟ لوگوں نے جواب دیا: ہاں۔ اس نے کہا: کیا میں تمہارے لئے اس جیسی تصویر بنادوں جسے تم نماز پڑھتے وقت اپنے سامنے رکھ لینا اور جب تم اسے دیکھو تو وہ ساتھی تمہیں یاد آجائے (اور تمہارے دل کو سکون نصیب ہو) لوگوں نے کہا: ہمیں یہ پسند نہیں کہ نماز پڑھتے وقت ہمارے سامنے کوئی ایسی چیز ہو۔ شیطان نے کہا: تو پھر تم اسے مسجد کے آخری کونے میں رکھ دو۔ لوگوں نے کہا: ہاں یہ ٹھیک ہے۔ چنانچہ شیطان نے ان کے لئے تصویر بنادی اور جب پانچوں اشخاص کا انتقال ہو گیا تو شیطان نے سب کی تصویریں بنا کر مسجد کے کونے میں رکھ دیں، پھر ایک وقت وہ آیا کہ لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت چھوڑ کر ان تصویروں کی پوجا شروع کر دی۔[1]

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی بعثت:

کفر وضلالت کے اندھیروں میں گھرے ان لوگوں کی ہدایت ورہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کو رسول بنا کر بھیجا۔ صحیح قول کے مطابق اس وقت آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی عمر مبارک چالیس سال تھی۔[2]

حکمِ الٰہی اور حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی تعمیل:

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کو عذابِ الٰہی سے ڈرائیں کہ اگر وہ لوگ ایمان نہ لائے تو ان پر دنیا میں بھی خوفناک عذاب آئے گا اور آخرت میں بھی دردناک عذاب کا شکار ہوں گے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖۤ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ[3]

ترجمہ: بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ اس وقت سے پہلے اپنی قوم کو ڈرا کہ ان پر دردناک عذاب آئے۔

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے حکمِ الٰہی کی تعمیل میں قوم سے فرمایا: اے میری قوم! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بہت واضح انداز میں خبردار کرنے اور ڈر سنانے والا ہوں اور تمہیں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرو، شرک نہ کرو اور خدا کے غضب سے بچنے کے لئے اس کی نافرمانی سے دور رہو۔ اگر تم نے میرے احکام کی تعمیل کی اور میرے لائے ہوئے دین کی تصدیق کی تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں عذاب سے محفوظ رکھے گا۔

---

1 ...روح المعانی، نوح، تحت الآیۃ: ۲۳، ۱۲۲/۱۵، ملخصاً۔ 2 ...صاوی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۵۹، ۶۸۴/۲۔ 3 ...پ۲۹، نوح: ۱۔

چنانچہ قرآنِ کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

یٰقَوْمِ اِنِّیْ لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌۙ(۲) اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوْهُ وَ اَطِیْعُوْنِۙ(۳) یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ یُؤَخِّرْكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّىؕ-اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُۘ-لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ[1]

ترجمہ: اے میری قوم! بیشک میں تمہارے لیے کھلا ڈر سنانے والا ہوں۔ کہ اللہ کی بندگی کرو اور اس سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔ وہ تمہارے کچھ گناہ بخش دے گا اور ایک مقررہ مدت تک تمہیں مہلت دے گا بیشک اللہ کی مقررہ مدت جب آجائے تو اسے پیچھے نہیں کیا جاتا۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر تم جانتے۔

قوم کا حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام سے برا سلوک:

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی تبلیغ کے جواب میں قوم نے سرکشی کا مظاہرہ کیا، آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو جھوٹا قرار دیا، توحید کو ماننے اور شرک کو چھوڑنے سے انکار کر دیا اور اس کے علاوہ دھمکی دی کہ اگر تم اپنے وعظ و نصیحت اور دین کی دعوت سے باز نہ آئے تو ہم تمہیں پتھر مار مار کر قتل کر دیں گے۔ اِس انکار و تکذیب اور دھمکیوں کے ساتھ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی شان میں گستاخانہ جملے بھی کہنے لگے کہ یہ پاگل ہے، گویا حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کو جسمانی، روحانی، قلبی، ذہنی ہر طرح کی ایذاء پہنچانے کی اُن سرکشوں نے کوشش کی لیکن حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام بھی اُولُوا الْعَزْم یعنی انتہائی باہمت رسول تھے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے دعوتِ دین کی خاطر ان تمام تکالیف کو برداشت کیا۔ قرآنِ پاک میں ہے:

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَ قَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّ ازْدُجِرَ[2]

ترجمہ: ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا تو انہوں نے ہمارے بندے کو جھوٹا کہا اور کہنے لگے: یہ پاگل ہے اور نوح کو جھڑکا گیا۔

اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اُولُوا الْعَزْم رسولوں کی طرح صبر و برداشت کا حکم دیا اور ان باہمت رسولوں میں حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام بھی داخل ہیں چنانچہ ارشاد فرمایا:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ[3]

ترجمہ: تو (اے حبیب!) تم صبر کرو جیسے ہمت والے

---

[1]...پ۲۹، نوح: ۲-۴۔ [2]...پ۲۷، القمر: ۹۔ [3]...پ۲۶، الاحقاف: ۳۵۔

رسولوں نے صبر کیا۔

قوم کو بڑے دن کے عذاب سے ڈرا کر عبادتِ الٰہی کی دعوت:

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام قوم کے سخت ناروا سلوک کے باوجود انہیں توحید پر ایمان لانے اور عبادتِ الٰہی کی دعوت دیتے رہے، چنانچہ ایک موقع پر آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے قوم سے فرمایا: اے میری قوم! ایمان قبول کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو کیونکہ اس کے سوا کوئی اور ایسا ہے ہی نہیں کہ جس کی عبادت کی جاسکے، وہی تمہارا معبود ہے اور جس چیز کا میں تمہیں حکم دے رہا ہوں اس میں اگر تم میری نصیحت قبول نہ کرو گے اور راہِ راست پر نہ آؤ گے تو مجھے تم پر بڑے دن روزِ قیامت کے عذاب کا خوف ہے۔

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی یہ دعوت قرآنِ کریم میں ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے:

یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ [1]

ترجمہ: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ بے شک میں تم پر بڑے دن کے عذاب کا خوف کرتا ہوں۔

سردارانِ قوم کا غیر دانشمندانہ جواب:

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام چونکہ قوم کے اجتماعی طریقے کے برخلاف چلتے ہوئے بتوں کی پوجا نہیں کرتے تھے اور مزید یہ کہ انہوں نے قوم کو بھی اس سے باز رہنے اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی دعوت دی تو قوم کے سرداروں نے کہہ دیا: ہم قوم کے اجتماعی طرزِ عمل سے جدا راہ اختیار کرنے کے سبب ضرور تمہیں کھلی گمراہی میں دیکھ رہے ہیں، چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے، قوم نے کہا:

اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ [2]

ترجمہ: بیشک ہم تمہیں کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں۔

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کا مشفقانہ جواب:

سردارانِ قوم کا جہالت و سَفاہت سے بھرپور جواب سن کر کمالِ خُلق کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: اے میری قوم! مجھ میں گمراہی کی کوئی بات نہیں بلکہ میں تو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے تمہاری ہدایت

---

❶...پ۸، الاعراف: ۵۹. ❷...پ۸، الاعراف: ۶۰.

کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں (کیونکہ جب دنیاوی بادشاہ کسی ناتجربہ کار اور جاہل کو اپنا وزیر نہیں بناتا یا کوئی اہم عہدہ نہیں سونپتا تو اللہ تعالیٰ جو سب بادشاہوں کا بادشاہ ہے وہ کیسے کسی بیوقوف یا کم علم کو منصبِ نبوت سے سرفراز فرما سکتا ہے) اور میں تو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے وہ پیغامات تم تک پہنچا رہا ہوں جو اس نے دے کر مجھے بھیجا ہے اور تمہاری بھلائی چاہتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ بڑی قدرت والا ہے، دشمنوں پر اس کی گرفت انتہائی سخت ہے اور مجرموں پر آیا ہوا اس کا عذاب کوئی بھی ٹال نہیں سکتا اور کیا تم مجھے جھٹلاتے ہو اور اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تمہیں میں سے ایک مرد کے ذریعے نصیحت آئی تاکہ وہ تمہیں کفر و گناہ کے انجام سے ڈرائے اور تم تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرو اور اس کے سبب تم پر رحم کیا جائے۔

حضرت نوح عَلَیْهِ السَّلَام کا یہ جواب قرآنِ کریم میں اس طرح ذکر کیا گیا ہے:

یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّ لٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۱﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ اَنْصَحُ لَكُمْ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِیُنْذِرَكُمْ وَ لِتَتَّقُوْا وَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ [1]

ترجمہ: اے میری قوم! مجھ میں کوئی گمراہی نہیں لیکن میں تو ربُّ العالمین کا رسول ہوں۔ میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ علم رکھتا ہوں جو تم نہیں رکھتے۔ اور کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تمہیں میں سے ایک مرد کے ذریعے نصیحت آئی تاکہ وہ تمہیں ڈرائے اور تاکہ تم ڈرو اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

ایک جگہ آپ عَلَیْهِ السَّلَام کی تبلیغ کا ذکر قرآنِ پاک میں ان الفاظ کے ساتھ کیا گیا ہے:

اِنِّیْ لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲۵﴾ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ [2]

ترجمہ: (انہوں نے فرمایا:) میں تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا ہوں۔ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ بیشک میں تم پر ایک دردناک دن کے عذاب کا

---

1 ...پ۸، الاعراف: ۶۱ - ۶۳۔ 2 ...پ۱۲، ھود: ۲۵، ۲۶۔

خوف کرتا ہوں۔

یہاں دردناک دن سے قیامت کا دن یا طوفان آنے کا دن مراد ہے اور دن کو مجازی طور پر دردناک اس لئے فرمایا گیا کہ دردناک عذاب اس دن نازل ہو گا۔

سردارانِ قوم کے حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام پر تین اعتراضات:

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی دعوتِ حق سن کر قوم کے کافر سرداروں نے تین اعتراضات کر کے اپنی قوم کو یہ باور کروانے کی کوشش کی آپ عَلَیْہِ السَّلَام نبی نہیں ہیں۔

پہلا اعتراض: تم ہماری طرح بشر ہو اور تمہیں ہم پر کوئی خاص فضیلت حاصل نہیں، اس لیے ہم کیسے مان لیں کہ تم نبی ہو اور تمہاری اطاعت ہم پر لازم ہے۔

دوسرا اعتراض: ہم دیکھ رہے ہیں کہ تمہاری پیروی جن لوگوں نے کی ہے اُن کی اپنی قوم میں کوئی وقعت و عزت نہیں بلکہ وہ گھٹیا قسم کے غریب لوگ ہیں اور تم پر ایمان لانے کی حرکت بھی انہوں نے کسی غور و فکر کے بغیر ہی کی ہے۔

کمینوں سے اُن کی مراد وہ لوگ تھے جو اُن کی نظر میں گھٹیا پیشے رکھتے تھے اور حقیقت یہ ہے کہ اُن کا یہ اعتراض خالصتاً جہالت پر مبنی تھا کیونکہ انسان کے حقیقی مرتبہ و مقام کا مدار اس کے کردار، قبولِ حق، اطاعتِ خداوندی اور اتباعِ نبوی سے ہے جبکہ مال و منصب اور پیشے کو حقیقی عزت میں کوئی دخل نہیں۔ اگر بادشاہت کے منصب والا قوم کو لوٹ کھائے اور سونے کا کاروبار کرنے والا خیانت کرے تو اس کی کیا عزت ہے؟ یہاں اصل عزت تو عوام کی فلاح کی کوشش کرنے اور دیانتداری سے کاروبار کرنے میں ہو گی۔

نیز دیندار اور دیانتدار، نیک سیرت، پیشہ ور کو حقارت کی نظر سے دیکھنا اور انہیں حقیر جاننا جاہلانہ فعل ہے لیکن افسوس کہ لوگوں کی نظر میں آج بھی عزت کا معیار پیسہ ہے خواہ حرام سے کمایا ہو اور منصب ہے خواہ جھوٹ بول کر، دوسروں کا حق مار کر اور رشوت دے کر حاصل کیا ہو۔

تیسرا اعتراض: قوم نے تیسری بات یہ کہی کہ ہمیں تمہارے اندر کوئی ایسی بات نظر نہیں آ رہی جس کی بنا پر تمہیں ہم پر برتری حاصل ہو کیونکہ تمہارے پاس نہ تو ہم سے زیادہ مال ہے اور نہ ہی ریاست بلکہ ہم تمہیں نبوت کے دعویٰ میں اور تمہاری پیروی کرنے والوں کو اس کی تصدیق میں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔

یہاں بھی انکارِ نبوت ورسالت میں وہی جہالت کار فرما ہے کہ فضیلت کا معیار مال و دولت اور عہدہ و منصب کو سمجھا ورنہ حقیقت یہی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک بندے کے لئے ایمان وطاعت فضیلت کا سبب ہے نہ کہ مال وریاست۔ (1)

سردارانِ قوم کے یہ اعتراضات قرآنِ مجید میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیے گئے ہیں:

مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَ مَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِۚ وَ مَا نَرٰى لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِیْنَ (2)

ترجمہ: ہم تو تمہیں اپنے ہی جیسا آدمی سمجھتے ہیں اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ تمہاری پیروی صرف ہمارے سب سے کمینے لوگوں نے سرسری نظر دیکھ کر بغیر سوچے سمجھے کرلی ہے اور ہم تمہارے لئے اپنے اوپر کوئی فضیلت نہیں پاتے بلکہ ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔

آج کے حالات دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ دین سے دور اور مذہب سے بیزار لوگوں کی ذہنیت ہزاروں برس سے یہی چلتی آرہی ہے کہ وہ غریبوں کا مذاق اڑاتے ہیں خواہ وہ کتنے ہی دیندار کیوں نہ ہوں۔

اعتراضات کے جواب سے پہلے غور وفکر کی دعوت:

اعتراضات کا جواب دینے سے پہلے حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے قوم کو غور وفکر کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر میں حق پر ہوا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے پاس سے نبوت عطا کی ہو لیکن تم غور وفکر نہ کرنے کی وجہ سے اس سے غافل و جاہل رہو تو میں کیا کروں یعنی تمہارا غور و فکر کی وجہ سے حق کو نہ سمجھنا تمہارا قصور ہے یا میرا؟ کیا میں تمہیں اپنی نبوت قبول کرنے پر مجبور کروں جبکہ تم ہی اس سے بیزار بیٹھے ہو۔ میرا کام یہ نہیں، مجھے تو صرف یہ حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام تم تک پہنچا دوں۔

جہاں تک تمہاری اس بات کا تعلق ہے کہ میرے پاس مال و دولت نہیں اور اس وجہ سے میں نے پیغامِ الٰہی پہنچانے کا نام لے کر یہ دعوت شروع کی ہے تاکہ تم سے مال و دولت حاصل کرسکوں، تو سن لو! تمہارا یہ گمان سراسر باطل ہے، میں رسالت کی تبلیغ پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا، میرا اجر تو اللہ ربُّ العالمین عَزَّوَجَلَّ کے ذمۂ کرم پر

---

1 ...تفسیر کبیر، هود، تحت الآیة: ۲۷، ۶/ ۳۳۶، ۳۳۷، خازن، هود، تحت الآیة: ۲۷، ۲/ ۳۴۸، مدارك، هود، تحت الآیة: ۲۷، ص ۴۹۴، ملتقطاً.

2 ...پ ۱۲، هود: ۲۷.

ہے، لہٰذا تم اس فاسد گمان کی وجہ سے اپنے آپ کو اُخروی سعادتوں کے حصول سے محروم نہ کرو۔

اور جہاں تک تمہارا میرے ماننے والوں کو گھٹیا اور غریب قرار دینے کا تعلق ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ میں انہیں خود سے دور کر دوں تو سن لو کہ تمہاری وجہ سے غریب مسلمانوں کو اپنے آپ سے دور نہیں کروں گا، کیونکہ یہ تو خدا کی بارگاہ میں حضوری کا شرف اور قرب کی فضیلت پانے والے ہیں تو میں اُنہیں تمہارے گھٹیا کہنے کی وجہ سے کیسے نکال دوں، ہاں اس کے برعکس میں تم لوگوں کو جہالت کا شکار سمجھتا ہوں کیونکہ تم ایمان جیسی عظمت و شرف والی دولت رکھنے والوں کو گھٹیا کہتے ہو۔

پھر یہ بھی ہے کہ بفرضِ محال اگر میں خداوندِ قدوس کے حکم کے برخلاف کافر و فاجر کو تو عزت سے اپنے قریب بٹھاؤں اور متقی مومن کی توہین کر کے اسے اپنی مجلس سے نکال دوں تو یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی صریح خلاف ورزی ہوگی اور اس کی وجہ سے میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کا حق دار ٹھہروں گا، مجھے بتاؤ! پھر اس وقت مجھے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کون بچائے گا؟ یہ سب باتیں تمہیں غور و فکر کی دعوت دیتی ہیں۔[1]

قرآنِ پاک میں حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کا جواب ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے:

یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ اٰتٰىنِیْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّیَتْ عَلَیْكُمْؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَ اَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ(۲۸) وَ یٰقَوْمِ لَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مَالًاؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَ مَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْاؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ لٰكِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ(۲۹) وَ یٰقَوْمِ مَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ[2]

ترجمہ: اے میری قوم! بھلا بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت عطا فرمائی ہو پھر تم (خود ہی) اسے دیکھنے سے اندھے رہو تو کیا میں تمہیں اس (کو قبول کرنے) پر مجبور کروں حالانکہ تم اسے ناپسند کرتے ہو؟۔ اور اے قوم! میں تم سے اس پر کوئی مال نہیں مانگتا، میرا اجر تو اللہ ہی پر ہے اور میں مسلمانوں کو دور نہیں کروں گا بیشک یہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں لیکن میں تم لوگوں کو بالکل جاہل قوم سمجھتا ہوں۔ اور اے میری قوم! اگر میں انہیں

---

❶...صاوی، ھود، تحت الآیۃ: ۲۸، ۳/۹۰۹، تفسیر کبیر، ھود، تحت الآیۃ: ۲۹، ۶/۳۳۹، ۳۴۰، ملتقطاً۔ ❷...پ۱۲، ھود: ۲۸-۳۰۔

دور کر دوں تو مجھے اللہ سے کون بچائے گا؟ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟

سردارانِ قوم کے اعتراضات کا جواب:

سردارانِ قوم کا نظریہ یہ تھا کہ خدا کا رسول مخلوق سے جداگانہ کچھ اور ہی چیز ہونا چاہیے، خزانوں سے لبریز ہو، سب غیبی علوم جانتا ہو، انسان کی بجائے فرشتہ ہو وغیرہا۔ ان عجیب و غریب تخیلات کے جواب میں حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے بڑے خوبصورت جواب دیئے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میرا دعویٰ یہ ہے کہ میں خدا کا نبی ہوں، یہ دعویٰ نہیں کہ خزانوں کا مالک ہوں۔ نبوت کا خزانوں کا مالک ہونے سے کیا تعلق؟ یہ کوئی شرطِ نبوت نہیں لہٰذا جب میں نے ایسا دعویٰ ہی نہیں کیا تو تمہارا یہ اعتراض ظاہری مال و دولت نہ ہونے کی وجہ سے "ہم تمہارے لئے اپنے اوپر کوئی فضیلت نہیں پاتے" بالکل بے محل ہے کیونکہ میں نے کبھی مال کی فضیلت جتائی ہے اور نہ دنیاوی دولت کی توقع رکھنے کا تمہیں کہا ہے اور اپنی دعوت کو مال کے ساتھ وابستہ بھی نہیں کیا پھر تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ ہم تم میں کوئی مالی فضیلت نہیں پاتے۔

اور میں نے تم سے کب یہ کہا ہے کہ میں ہر غیب خود ہی جان لیتا ہوں اور اپنے ماننے والوں کے دلوں کے حال جان کر فیصلہ کروں کہ دل سے ایمان لائے ہیں یا نہیں۔ دنیا میں لوگوں کے ایمان کا فیصلہ ظاہر پر کیا جاتا ہے، لہٰذا اِن کے ظاہر کے پیشِ نظر میں انہیں مسلمان ہی قرار دیتا ہوں۔

یہاں یہ بات یاد رہے کہ انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کو غیب کا علم ملنا قرآن سے ثابت ہے۔ یہاں حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کا فرمانا کافروں کے الزام کی نفی کے طور پر تھا لہٰذا ایسی جگہ علمِ غیب کی نفی سے مراد ذاتی علمِ غیب کی نفی ہوتی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے تو انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام جانتے ہیں جیسا کہ قرآنِ پاک میں ہے:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًاۙ(۲۶) اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ[1]

ترجمہ: غیب کا جاننے والا اپنے غیب پر کسی کو اطلاع نہیں دیتا۔ سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

دوسری آیت میں ہے:

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَیْبِ وَ لٰكِنَّ

ترجمہ: اور (اے عام لوگو!) اللہ تمہیں غیب پر مطلع

1...پ۲۹، الجن: ۲۶، ۲۷۔

اَللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ [1]

نہیں کرتا البتہ اللہ اپنے رسولوں کو منتخب فرمالیتا ہے جنہیں پسند فرماتا ہے۔

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے مزید فرمایا کہ میں نے اپنی دعوت کو اپنے فرشتہ ہونے پر موقوف نہیں کیا تھا کہ تمہیں یہ اعتراض کرنے کا موقع ملتا کہ دعویٰ تو فرشتہ ہونے کا کیا تھا لیکن نکلے بشر، لہٰذا تمہارا یہ اعتراض بھی باطل ہے۔ [2]

نیز میں ان غریب مسلمانوں کے بارے میں جنہیں تم بنظرِ حقارت دیکھتے ہو یہ نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ ہرگز انہیں دنیا و آخرت میں کوئی بھلائی نہ دے گا کیونکہ نیکی یا بدی اِخلاص یا نفاق جو کچھ ان کے دلوں میں ہے اسے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور جزا و سزا بھی اسی نے دینی ہے۔ اب اگر اُن کے ظاہری ایمان کو جھٹلا کر حکمِ شریعت کے خلاف کرتے ہوئے صرف تمہارے کہنے پر اُن کے باطن پر الزام لگاؤں اور انہیں اپنے پاس سے نکال دوں تو ضرور یہ زیادتی ہوگی اور بِحَمْدِ اللہ میں زیادتی کرنے والوں میں سے ہرگز نہیں ہوں۔ [3]

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کا یہ جواب قرآنِ پاک میں ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے:

وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۚۖ اِنِّيْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ [4]

ترجمہ: اور میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں خود ہی غیب جان لیتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور میں ان غریب مسلمانوں کے بارے میں جنہیں تمہاری نگاہیں حقیر سمجھتی ہیں یہ نہیں کہتا کہ اللہ ہرگز انہیں کوئی بھلائی نہیں دے گا۔ اللہ خوب جانتا ہے جو ان کے دلوں میں ہے۔ اگر میں ایسی بات کہوں تو ضرور میں ظالموں میں سے ہوں گا۔

سردارانِ کفار کا مطالبہ:

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کا جواب سن کر کافر سرداروں نے کہا: اے نوح! تم نے ہم سے بہت بحث کرلی، یہ واضح

1... پ۴، اٰل عمران: ۱۷۹۔ 2... خازن، ھود، تحت الآیۃ: ۳۱، ۲/۳۴۹، ملخصاً۔

3... خازن، ھود، تحت الآیۃ: ۳۱، ۲/۳۴۹، مدارك، ھود، تحت الآیۃ: ۳۱، ص۴۹۵، ملتقطاً۔ 4... پ۱۲، ھود: ۳۱۔

ہے کہ ہم نے تمہاری بات مانی نہیں اور تم ہماری بات مان نہیں رہے تو اب اگر تم سچے ہو تو ہم پر وہ عذاب لے آؤ جس سے تم ہمیں دھمکاتے رہتے ہو۔

قرآنِ مجید میں ان کا یہ مطالبہ ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے:

يٰنُوۡحُ قَدۡ جٰدَلۡتَنَا فَاَكۡثَرۡتَ جِدَالَنَا فَاۡتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ [1]

ترجمہ: اے نوح! تم نے ہم سے جھگڑا کیا اور بہت زیادہ جھگڑا کرلیا ہے تو اگر تم سچے ہو تو وہ عذاب لے آؤ جس کی وعیدیں تم ہمیں دیتے رہتے ہو۔

مطالبۂ کفار کا جواب اور تنبیہ:

مطالبۂ کفار کے جواب میں حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: تم پر عذاب نازل کرنے کا اختیار اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے، وہ جب چاہے گا اس عذاب کو تم پر نازل کر دے گا اور جب اس نے عذاب نازل کرنے کا ارادہ فرمالیا تو تم اُس عذاب کو روک سکو گے اور نہ اُس سے بچ سکو گے اور جس دن تم پر عذاب نازل ہوا اور تم وہ عذاب دیکھ کر ایمان لائے تو اس دن میری نصیحت تمہیں کوئی فائدہ نہ دے گی کیونکہ عذاب نازل ہوتے وقت کا ایمان قبول نہیں۔ میری نصیحت تمہیں اس وقت فائدہ دے گی جب تم عذاب کا مُشاہدہ کرنے سے پہلے ایمان لے آؤ۔ [2]

یہ جواب اور تنبیہ قرآنِ پاک میں ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے:

اِنَّمَا يَاۡتِيۡكُمۡ بِهِ اللّٰهُ اِنۡ شَآءَ وَمَاۤ اَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِيۡنَ ۝ وَلَا يَنۡفَعُكُمۡ نُصۡحِىۡۤ اِنۡ اَرَدْتُّ اَنۡ اَنۡصَحَ لَـكُمۡ اِنۡ كَانَ اللّٰهُ يُرِيۡدُ اَنۡ يُّغۡوِيَكُمۡ‌ ؕ هُوَ رَبُّكُمۡ وَاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ [3]

ترجمہ: وہ عذاب تمہارے اوپر اللہ ہی لائے گا اگر وہ چاہے گا اور تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکو گے۔ اور اگر میں تمہاری خیر خواہی کرنا چاہوں تو تب بھی میری نصیحت تمہیں نفع نہیں دے گی اگر اللہ تمہیں گمراہ کرنا چاہتا ہو۔ وہ تمہارا رب ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

---

❶...پ۱۲، ھود: ۳۲۔ ❷...تفسیر کبیر، ھود، تحت الآیۃ: ۳۳، ۳۴، ۶/ ۳۴۱، ۳۴۲، روح البیان، ھود، تحت الآیۃ: ۳۳، ۴/ ۱۲۰، ملتقطاً۔

❸...پ۱۲، ھود: ۳۳، ۳۴۔

کافر سرداروں کا قوم سے خطاب:

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی دعوت سن کر کافر سرداروں نے اپنی قوم سے جو کلام کیا قرآنِ پاک میں ایک جگہ یوں مذکور ہے کہ سرداروں نے اپنے لوگوں سے کہا: یہ تو تمہارے جیسا ہی ایک آدمی ہے جو کھاتا، پیتا ہے، یہ چاہتا ہے کہ تم اسے اپنا بڑا مان کر اس کے تابع ہو جاؤ پھر یہ بڑا سردار بن جائے اور تمہیں اپنا تابع بنالے اور اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہتا کہ رسول بھیجے اور شرک سے منع کرے تو وہ فرشتے اتار دیتا لیکن اس نے ایسا تو نہیں کیا، نیز ہم نے تو اپنے پہلے باپ داداؤں میں یہ بات نہیں سنی کہ بشر بھی رسول ہوتا ہے۔ یہ ایک پاگل آدمی ہے جس پر جنون طاری ہے، اس لیے کچھ عرصہ انتظار کرلو یہاں تک کہ اس کا جنون دور ہو جائے، ایسا ہوا تو خیر ورنہ اسے قتل کر ڈالنا۔[1]

کافر سرداروں کا یہ کلام قرآنِ پاک میں ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے:

مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ یُرِیْدُ اَنْ یَّتَفَضَّلَ عَلَیْكُمْ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓىٕكَةً ۚۖ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِیْۤ اٰبَآىٕنَا الْاَوَّلِیْنَ ۚ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِیْنٍ[2]

ترجمہ: یہ تو تمہارے جیسا ہی ایک آدمی ہے جو چاہتا ہے کہ تم پر بڑا بن جائے اور اگر اللہ چاہتا تو وہ فرشتے اتارتا۔ ہم نے تو یہ اپنے پہلے باپ داداؤں میں نہیں سنی۔ یہ تو صرف ایک ایسا مرد ہے جس پر جنون (طاری) ہے تو ایک مدت تک اس کا انتظار کرلو۔

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم کو مزید نصیحت:

ایک موقع پر حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے قوم کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: کیا تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے نہیں کہ کفر اور گناہ ترک کر دو۔ بیشک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لئے ایک ایسا رسول ہوں جس کی امانت داری تم میں مشہور ہے اور جو دنیاوی کاموں پر امین ہے وہ وحی اور رسالت پر بھی امین ہو گا لہٰذا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو میں تمہیں توحید و ایمان اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کا حکم دیتا ہوں اس میں میری اطاعت کرو اور اخلاص کی اس سے بڑھ کر کیا دلیل ہو گی کہ میں رسالت کی ادائیگی پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا، میرا اجر و ثواب تو اسی کے ذمۂ کرم پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔

---

1 ... مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ۲۴، ۲۵، ص۷۵۵، ملخصاً۔ 2 ... پ۱۸، المؤمنون: ۲۴، ۲۵۔

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی یہ دعوت قرآنِ کریم میں اس طرح ذکر کی گئی ہے:

اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۰۷﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ وَ مَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ [1]

ترجمہ: کیا تم ڈرتے نہیں؟ بیشک میں تمہارے لیے ایک امانتدار رسول ہوں۔ تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اور میں اس (تبلیغ) پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔ تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

قوم کا حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام سے متکبرانہ کلام:

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی نصیحت کے جواب میں قوم نے حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام سے کہا: کیا ہم تمہاری بات سن کر ایمان لے آئیں حالانکہ تمہاری پیروی غریب، کمینے اور گھٹیا لوگوں نے کی ہے:

قوم کا یہ کلام قرآنِ پاک میں یوں ذکر کیا گیا ہے:

اَنُؤْمِنُ لَكَ وَ اتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ [2]

ترجمہ: کیا ہم تم پر ایمان لے آئیں حالانکہ تمہاری پیروی گھٹیا لوگوں نے کی ہے۔

قوم نے یہ بات غرور کی وجہ سے کہی تھی کیونکہ انہیں غریبوں کے پاس بیٹھنا گوارا نہ تھا اور اس میں وہ اپنی کسرِ شان سمجھتے تھے، اس لئے ایمان جیسی نعمت سے محروم رہے۔

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی نصیحت:

قوم کی بات سن کر حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: جن لوگوں نے میری پیروی کی ہے مجھے ان کے کاموں کا علم نہیں اور نہ ہی مجھے اس سے کوئی غرض اور مطلب ہے کہ وہ کیا پیشے کرتے ہیں؟ میری ذمہ داری انہیں اللہ تعالٰی کی طرف دعوت دینا ہے اور وہ میں نے پوری کر دی ہے، اگر تم ان کے گھٹیا پیشوں کو جانتے ہو تو اچھی طرح سمجھ لو کہ ان کا حساب تو میرے رب عَزَّوَجَلَّ ہی کے ذمہ پر ہے، وہی انہیں جزا دے گا، تو نہ تم انہیں عیب لگاؤ اور نہ پیشوں کے باعث ان سے عار کرو۔

1...پ١٩، الشعراء: ١٠٦-١١٠۔ 2...پ١٩، الشعراء: ١١١۔

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کا یہ جواب قرآنِ پاک میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے:

مَاعِلْمِیْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّیْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ [1]

ترجمہ: مجھے ان کے کاموں کا علم نہیں۔ان کا حساب تو میرے رب ہی (کے ذمہ) پر ہے اگر تمہیں شعور ہو۔

قوم کا غریبوں کو دور کرنے کا مطالبہ اور جوابِ نوح:

قوم نے حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی بات سن کر کہا کہ پھر آپ کمینوں کو اپنی مجلس سے نکال دیجئے تاکہ ہم آپ کے پاس آئیں اور آپ کی بات مانیں۔اس کے جواب میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: میرے لائق نہیں کہ تمہاری ایسی خواہشوں کو پورا کروں اور تمہارے ایمان کی طلب میں غریب مسلمانوں کو اپنے پاس سے نکال دوں۔میری ذمہ داری تمہیں صحیح دلیل کے ساتھ صاف صاف ڈر سنانا ہے جس سے حق و باطل میں امتیاز ہو جائے، تو جو ایمان لائے وہی میرا مقرب ہے اور جو ایمان نہ لائے وہی مجھ سے دور ہے۔

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا یہ جواب قرآنِ کریم میں اس طرح مذکور ہے:

وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ [2]

ترجمہ: اور میں مسلمانوں کو دور کرنے والا نہیں۔ میں تو صرف صاف صاف ڈر سنانے والا ہوں۔

قوم کی طرف سے سنگساری کی دھمکی:

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کا جواب سن کر قوم نے کہا: اے نوح! اگر تم اپنے دین کی دعوت دینے سے باز نہ آئے تو ضرور تم بھی ان لوگوں میں شامل ہو جاؤ گے جنہیں پتھر مار مار کر قتل کر دیا گیا ہے۔

قرآنِ پاک میں ہے:

لَىٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ یٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِیْنَ [3]

ترجمہ: اے نوح! اگر تم باز نہ آئے تو ضرور تم سنگسار کئے جانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کا قوم سے دوٹوک کلام:

جب حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے یہ دیکھا کہ ان کا اپنی قوم کے درمیان مدتِ دراز تک ٹھہرنا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی

❶...پ۱۹، الشعراء: ۱۱۲، ۱۱۳۔ ❷...پ۱۹، الشعراء: ۱۱۴، ۱۱۵۔ ❸...پ۱۹، الشعراء: ۱۱۶۔

آیتوں کے ذریعے نصیحت کرنا انہیں ناگوار ہی لگ رہا ہے اور اب انہوں نے میرے قتل اور جلا وطنی کا ارادہ کرلیا ہے تو آپ نے ان سے فرمایا: اے میری قوم! اگر میرا تمہارے درمیان ٹھہرنا اور آیاتِ الٰہی کے ذریعے نصیحت کرنا تم پر بوجھ ہے تو سن لو! مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ پر کامل بھروسا ہے اور میں نے اپنا معاملہ اسی کے سپرد کردیا ہے، تم میری مخالفت میں اور مجھے اِیذاء پہنچانے کیلئے جس قدر اَسباب جمع کرسکتے ہو کرلو بلکہ اپنے باطل معبودوں کو بھی ملالو اور یہ سب منصوبہ اور سازش علانیہ کرلو پھر میرے خلاف جو کچھ کرسکتے ہو کرگزرو اور مجھے کوئی مہلت نہ دو، مجھے ان چیزوں کی کوئی پرواہ ہے نہ ڈر۔[1]

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کا یہ کلام قرآنِ پاک میں یوں مذکور ہے:

يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَ تَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْۤا اَمْرَكُمْ وَ شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْۤا اِلَيَّ وَ لَا تُنْظِرُوْنِ ۝ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ[2]

ترجمہ: اے میری قوم اگر میرا قیام کرنا اور میرا اللہ کی آیتوں کے ذریعے نصیحت کرنا تم پر بھاری ہے تو میں نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا تو تم اپنا کام اور اپنے شریکوں کو جمع کرلو پھر تمہارا کام تم پر پوشیدہ نہ رہے پھر میرے بارے میں جو کچھ کرسکتے ہو کرلو اور مجھے کوئی مہلت نہ دو۔ پھر اگر تم منہ پھیرو تو میں تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا، میرا اجر تو اللہ کے ذمۂ کرم پر ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

مناجاتِ نوح:

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی قوم تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا اور ہر طریقے سے نصیحت کی لیکن قوم نے آپ کی بات نہ مانی اور 80 افراد کے علاوہ کسی نے ایمان قبول نہ کیا۔ جب معلوم ہوگیا کہ اب مزید کوئی شخص ایمان نہیں لائے گا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ الٰہی میں مناجات کیں، قرآنِ مجید میں یہ مناجات متعدد مقامات پر مذکور ہیں چنانچہ ایک جگہ فرمایا:

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّ نَهَارًا ۝

ترجمہ: عرض کی: اے میرے رب! بیشک میں نے

---

1 ...خازن، یونس، تحت الآیۃ: ۷۱، ۲/۳۲۵، ۳۲۶، مدارک، یونس، تحت الآیۃ: ۷۱، ص۴۸۰، ملتقطاً۔ 2 ...پ۱۱، یونس: ۷۱، ۷۲۔

فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا ۝٦ وَاِنِّيْ كُلَّمَا
دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ
اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا
اسْتِكْبَارًا ۝٧ ثُمَّ اِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۝٨ ثُمَّ
اِنِّيْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۝٩
فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝١٠
يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝١١ وَّ
يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ
جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝١٢ مَا لَكُمْ لَا
تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۝١٣ وَقَدْ خَلَقَكُمْ
اَطْوَارًا ۝١٤ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ
سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۝١٥ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّ
جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ۝١٦ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ
الْاَرْضِ نَبَاتًا ۝١٧ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَ
يُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ۝١٨ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ
الْاَرْضَ بِسَاطًا ۝١٩ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا
فِجَاجًا ۝٢٠ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ وَ
اتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗٓ اِلَّا
خَسَارًا ۝٢١ وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ۝٢٢ وَقَالُوْا لَا
تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۥ
وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ۝٢٣ وَقَدْ اَضَلُّوْا

اپنی قوم کو رات دن دعوت دی۔ تو میرے بلانے سے ان
کے بھاگنے میں ہی اضافہ ہوا۔ اور بیشک میں نے جتنی بار
انہیں بلایا تا کہ تو انہیں بخش دے تو انہوں نے اپنے
کانوں میں انگلیاں ڈال لیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لیے اور
وہ ڈٹ گئے اور بڑا تکبر کیا۔ پھر یقیناً میں نے انہیں بلند
آواز سے دعوت دی۔ پھر یقیناً میں نے ان سے اعلانیہ
بھی کہا اور آہستہ خفیہ بھی کہا۔ تو میں نے کہا: (اے لوگو!)
اپنے رب سے معافی مانگو، بیشک وہ بڑا معاف فرمانے والا
ہے۔ وہ تم پر موسلا دھار بارش بھیجے گا۔ اور مالوں اور بیٹوں
سے تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لیے باغات بنادے
گا اور تمہارے لیے نہریں بنائے گا۔ تمہیں کیا ہوا کہ تم
اللہ سے عزت کی امید نہیں رکھتے۔ حالانکہ اس نے
تمہیں کئی حالتوں سے گزار کر بنایا۔ کیا تم نے دیکھا نہیں
کہ اللہ نے ایک دوسرے کے اوپر کیسے سات آسمان
بنائے؟ اور ان میں چاند کو روشن کیا اور سورج کو چراغ
بنایا۔ اور اللہ نے تمہیں سبزے کی طرح زمین سے اُگایا۔
پھر تمہیں اسی میں لوٹائے گا اور تمہیں دوبارہ نکالے گا۔
اور اللہ نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا۔ تا کہ تم اس
کے وسیع راستوں میں چلو۔ نوح نے عرض کی، اے
میرے رب! بیشک انہوں نے میری نافرمانی کی اور ایسے
کے پیچھے لگ گئے جس کے مال اور اولاد نے اس کے نقصان

كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا [1]

ہی کو بڑھایا۔ اور انہوں نے بہت بڑا مکر و فریب کیا۔ اور انہوں نے کہا: تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور ہرگز وَدّ اور سُواع اور یَغُوث اور یَعُوق اور نَسر (نامی بتوں) کو نہ چھوڑنا۔ اور بیشک انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا اور تو ظالموں کی گمراہی میں ہی اضافہ کر۔

ان مناجات کے علاوہ قرآنِ کریم میں حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی کفار کے خلاف مزید دعائیں بھی مذکور ہیں:

(1)......

اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ [2]

ترجمہ: میں مغلوب ہوں تو تو (میرا) بدلہ لے۔

(2)......

رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ [3]

ترجمہ: اے میرے رب! میری مدد فرما کیونکہ انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے۔

(3)......

رَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ كَذَّبُوْنِ ﴿۱۱۷﴾ فَافْتَحْ بَیْنِیْ وَ بَیْنَهُمْ فَتْحًا وَّ نَجِّنِیْ وَ مَنْ مَّعِیَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ [4]

ترجمہ: اے میرے رب! بیشک میری قوم نے مجھے جھٹلایا۔ تو مجھ میں اور ان میں پورا فیصلہ کر دے اور مجھے اور میرے ساتھ والے مسلمانوں کو نجات دے۔

(4)......

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ دَیَّارًا ﴿۲۶﴾ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ یُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَ لَا یَلِدُوْۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا [5]

ترجمہ: اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔ بیشک اگر تو انہیں چھوڑ دے گا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور یہ اولاد بھی ایسی ہی جنیں گے جو بدکار، بڑی ناشکری ہوگی۔

---

❶...پ۲۹، نوح: ۵–۲۴. ❷...پ۲۷، القمر: ۱۰. ❸...پ۱۸، المؤمنون: ۲۶. ❹...پ۱۹، الشعراء: ۱۱۷، ۱۱۸. ❺...پ۲۹، نوح: ۲۶، ۲۷.

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی اہلِ ایمان کے لیے دعائے مغفرت:

ایک موقع پر کفار کے خلاف دعا کرنے کے بعد حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے لئے، اپنے والدین اور مومن مردوں اور عورتوں کے لئے دعا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی:

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِؕ-وَ لَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا[1]

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے اور میرے ماں باپ کو اور میرے گھر میں حالتِ ایمان میں داخل ہونے والے کو اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کو بخش دے اور کافروں کی تباہی میں اضافہ فرمادے۔

دعائے نوح کی قبولیت:

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا قبول فرمائی، انہیں اور ان کی قوم کو بڑے غم سے نجات بخشی اور جھٹلانے والوں کے خلاف آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی یوں مدد فرمائی کہ قوم کے تمام کفار کو عذاب سے ہلاک کر دیا۔

اس کا ذکر قرآنِ پاک میں ان الفاظ کے ساتھ کیا گیا ہے:

وَ نُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِیْمِۚ(۷۶) وَ نَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاؕ-اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِیْنَ[2]

ترجمہ: اور نوح کو (یاد کرو) جب اس سے پہلے اس نے ہمیں پکارا تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے اور اس کے گھر والوں کو بڑے غم سے نجات دی۔ اور ہم نے ان لوگوں کے مقابلے میں اس کی مدد کی جنہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی، بیشک وہ برے لوگ تھے تو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے بارے میں حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا قبول فرمالی لہٰذا یہ نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے جو دعا مسلمانوں کے بارے میں فرمائی اسے اللہ تعالیٰ قبول نہ فرمائے۔[3]

نوٹ: قومِ نوح پر آنے والے عذاب کی تفصیل اگلے باب میں موجود ہے۔

---

[1]...پ۲۹، نوح: ۲۸۔ [2]...پ۱۷، الانبیاء: ۷۶، ۷۷۔ [3]...خازن، نوح، تحت الآیۃ: ۲۸، ۴/۳۱۴، ۳۱۵، مدارك، نوح، تحت الآیۃ: ۲۸، ص۱۲۸۶، ملتقطاً۔

درس ونصیحت

یہاں درس ونصیحت کے طور پر 8 باتیں ملاحظہ ہوں:

شیطان کا ایک طریقہ واردات: حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کے زمانے میں شیطان نے نیکوں کی محبت اور ان کی یاد قائم رکھنے کا لوگوں کو ایسا طریقہ سکھایا جو فی الحال تو ان کے مقصد کے حصول میں کار آمد ثابت ہوا لیکن آگے چل کر لوگوں کو کفر و شرک کی دلدل میں پھنسا گیا۔ یہ شیطان کا خطرناک طریقہ واردات ہے کہ وہ بعض اوقات نیکی کے رُوپ میں گناہوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔

تصاویر بزرگانِ دین رکھنے اور ان کی تعظیم سے بچیں: بزرگانِ دین کی تصاویر (یعنی وہ عکس جو کاغذ یا کپڑے یا دیوار پر منقوش ہو) انہیں گھر یا دفتر وغیرہ میں دیواروں پر آویزاں کرنا یا رکھنا ناجائز و ممنوع اور سخت گناہ کا کام اور اس سے بچنا لازم ہے خواہ یہ تصاویر کیمرے سے بنائی گئی ہوں یا ہاتھ سے بنائی ہوں، بلکہ علمائے کرام فرماتے ہیں: دنیا میں بت پرستی کی ابتداء ہی اس طرح سے ہوئی تھی کہ لوگوں نے بزرگانِ دین رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِم کی تصاویر بنا بنا کر اپنے پاس رکھنا شروع کر دیں، پھر رفتہ رفتہ ان کی عبادت کرنے لگے اور پھر آہستہ آہستہ کفر و شرک میں مبتلا ہو گئے۔ چنانچہ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ فرماتے ہیں: دنیا میں بت پرستی کی ابتداء یوہیں ہوئی کہ صالحین کی محبت میں اُن کی تصویریں بنا کر گھروں اور مسجدوں میں تبرکاً رکھیں اور اُن سے لذت عبادت کی تائید سمجھی، شدہ شدہ وہی معبود ہو گئیں۔ (1)

دعوتِ دین میں حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی کوششیں: حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کفار کی طرف بھیجے جانے والے پہلے رسول ہیں۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی قوم کو ایک مدت تک خفیہ طور پر پھر اعلانیہ توحید و رسالت پر ایمان لانے اور شرک چھوڑ دینے کی دعوت دی۔ راہِ حق میں آنے والی مشکلات کا عزم و ہمت کے ساتھ سامنا کیا اور مخالفین کی کثرت، ان کی ایذاؤں اور تمسخر کو کبھی خاطر میں نہ لائے۔ قوم کے تلخ سوالات، بدتہذیبی اور بدزبانی کا جواب نرمی، مہربانی اور شفقت سے دیتے رہے اور قوم کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی یاد دہانی کرواتے رہے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی ان کوششوں میں مبلغین کے لیے نصیحت ہے کہ وہ مخالفت کی پرواہ کیے بغیر نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے میں بھرپور کوشش جاری رکھیں۔

انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی شجاعت و بہادری: انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام نہایت شُجاع، بہادر، جَری، باہمت اور اُولُوا الْعَزْم ہوتے

---

(1) ... فتاویٰ رضویہ، ۲۴/ ۵۷۳۔

ہیں، جیسے یہاں ایک طرف پوری قوم دشمن اور مخالف ہے اور دوسری طرف تنِ تنہا صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بھروسے پر حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے کس قدرت جرأت کے ساتھ مخالفین کو پکارا۔

تبلیغِ دین پر اُجرت نہ لی جائے: حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے دعوتِ دین پر اجرت لینے کی نفی کی، یہ کمالِ اخلاص کی دلیل ہے اور یہ خوبی تمام انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام میں موجود تھی یعنی کسی بھی نبی عَلَیْہِ السَّلَام نے تبلیغِ دین پر اجرت نہیں لی جیسا کہ سورۂ شعراء میں متعدد انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام نے اجرت نہ لینے کا بار بار اعلان فرمایا ہے۔ اجرت نہ لینے سے سامنے والے کو کامل اخلاص اور سچی خیر خواہی کا تأثر ملتا ہے جو دعوتِ دین میں بہت مؤثر ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے جہاں تک ممکن ہو دین کے کاموں پر معاوضہ نہ لیا جائے تاکہ کامل ثواب حاصل ہو۔ البتہ یہ یاد رہے کہ امامت و خطابت، تدریس، تعلیم و تبلیغِ دین پر فی زمانہ اجرت لینا جائز ہے کہ اگر علماء و اساتذہ و مبلغین سارا وقت دینی کاموں کو دیں گے اور اجرت نہیں لیں گے تو زندگی کے اخراجات کیسے پورے کریں گے؟

حکمِ الٰہی پر عمل میں کسی کی پرواہ نہیں: حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے کفار کے اس مطالبے کو تسلیم نہیں کیا کہ غریبوں کو خود سے دور کر دیں۔ حکمِ الٰہی کی پیروی ہر چیز پر مقدم ہے۔ افسوس! فی زمانہ مسلمانوں کا حال انتہائی نازک ہے، اپنے سامنے نافرمانیاں، دین کا مذاق، باعمل مسلمانوں کی تذلیل، دینِ اسلام کے احکام اور اس کی تعلیمات پر انگلیاں اٹھتی دیکھ کر بھی لوگ اتنی ہمت نہیں کر پاتے کہ ایسے لوگوں کو زبان سے ہی روک دیں بلکہ الٹا ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔ یہ مداہنت کہلاتی ہے اور یہ حرام ہے۔

مالداروں کو قریب کرنا اور غریبوں کو دور کرنا درست نہیں: مالداروں نے غریبوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہوئے انہیں دور کرنے کا مطالبہ کیا جسے حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے منظور نہ فرمایا۔ یہ غیرت و جرأت کا عمل ہے۔ علماء و مشائخ اور مبلغینِ دین کو اس طرزِ عمل کو اپنانے کی بہت ضرورت ہے۔ یونہی مالداروں کیلئے بھی اس واقعے میں بہت عبرت ہے کہ دینداروں کو غربت کی وجہ سے حقیر سمجھنا کفار کا طریقہ ہے جیسے غریب علماء، طلباء و مُبلِّغین وغیرہ کو مالدار، سیٹھ صاحبان دو کوڑی کی عزت دینے کو تیار نہیں ہوتے، چندہ بھی دینا ہو تو دس چکر لگوا کر اور ماتھے پر تیوری چڑھا کر دیں گے اور دینے کے بعد انہیں اپنا نوکر سمجھیں گے۔

استغفار کی برکات: حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے قوم کو استغفار کی برکتوں سے آگاہ کیا کہ اس سے بارشیں نازل ہوتی ہیں مال

میں برکت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ بیٹے عطا فرماتا ہے اور کھیتی باڑی میں بھی برکت ہوتی۔ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس نے استغفار کو خود پر لازم کر لیا تو اللہ تعالیٰ اسے ہر غم اور تکلیف سے نجات دے گا اور اسے ایسی جگہ سے رزق عطا فرمائے گا جہاں سے اسے وہم و گمان بھی نہ ہو گا۔[1] اولاد کے حصول، بارش کی طلب، تنگدستی سے نجات اور پیداوار کی کثرت کے لئے استغفار کرنا بہت مجرب قرآنی عمل ہے۔

باب:4

قومِ نوح پر عذابِ الٰہی

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام اپنی قوم میں 950 سال رہے، اس پوری مدت میں انہوں نے قوم کو توحید اور ایمان کی دعوت دینے کا عمل جاری رکھا اور ان کی طرف سے پہنچنے والی سختیوں اور ایذاؤں پر صبر کیا۔ جب قوم اپنی حرکتوں سے باز نہ آئی اور ایمان لانے کی بجائے کفر پر اَڑی رہی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وحی بھیجی کہ آپ کی قوم کے جن لوگوں سے ایمان قبول کرنے کی توقع تھی وہ تو ایمان قبول کر چکے، ان کے علاوہ جو لوگ اپنے کفر پر ہی قائم ہیں وہ اب کسی صورت ایمان قبول نہیں کریں گے لہٰذا اس طویل مدت کے دوران کفار کی طرف سے آپ کو جس تکذیب، اِستہزاء اور اَذِیَّت کا سامنا ہوا اس پر غم نہ کرو، ان کفار کے کرتوت ختم ہو گئے اور اب ان سے انتقام لینے کا وقت آ گیا ہے۔

اس کا ذکر درج ذیل آیات میں ان الفاظ سے کیا گیا ہے:

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا[2]	**ترجمہ:** اور بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ ان میں پچاس سال کم ایک ہزار سال رہے۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ اُوْحِیَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىٕسْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ[3]	**ترجمہ:** اور نوح کی طرف وحی بھیجی گئی کہ تمہاری قوم میں سے مسلمان ہو جانے والوں کے علاوہ کوئی اور (اب) مسلمان نہیں ہو گا تو تم اس پر غم نہ کھاؤ جو یہ کر رہے ہیں۔

---

❶... ابن ماجہ، کتاب الادب، باب الاستغفار، ۴/۲۵۷، حدیث: ۳۸۱۹۔ ❷... پ۲۰، العنکبوت: ۱۴۔ ❸... پ۱۲، ھود: ۳۶۔

کشتی بنانے کا حکم:

کفار پر عذاب چونکہ کئی طریقوں سے آسکتا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کو بتادیا کہ وہ عذاب ڈبو دیئے جانے کی صورت میں ہوگا اور ڈوبنے سے نجات کی صورت صرف کشتی کے ذریعے ممکن تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کو کشتی تیار کرنے کا حکم دیا۔

قرآنِ کریم میں دو مقامات پر اس حکم کا ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ سورۂ ہود میں ہے:

وَ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا وَ وَحْیِنَا وَ لَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْاۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ [1]	**ترجمہ:** اور ہمارے سامنے اور ہمارے حکم سے کشتی بناؤ اور (اب) ظالموں کے بارے میں مجھ سے بات نہ کرنا۔ بیشک انہیں ضرور غرق کیا جائے گا۔

یعنی ہماری حفاظت میں اور ہمارے سکھانے سے کشتی بناؤ اور ظالموں سے عذاب دور کرنے کی ہم سے سفارش نہ کرنا کیونکہ اب انہیں غرق کرنے کا وقت آچکا ہے۔[2]

اور سورۂ مؤمنون میں ہے:

فَاَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا وَ وَحْیِنَا [3]	**ترجمہ:** تو ہم نے اس کی طرف وحی بھیجی کہ ہماری نگاہ کے سامنے اور ہمارے حکم سے کشتی بنا۔

کشتیِ نوح کی تیاری:

مروی ہے کہ حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ساج کے درخت بوئے، بیس سال میں یہ درخت تیار ہوئے، اس عرصہ میں مُطْلَقاً کوئی بچہ پیدا نہ ہوا، اس سے پہلے جو بچے پیدا ہو چکے تھے وہ بالغ ہو گئے اور اُنہوں نے بھی حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا پھر حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کشتی بنانے میں مشغول ہو گئے۔[4]

سردارانِ قوم کا مذاق اور انہیں جواب:

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کشتی بناتے رہے اور ان کی قوم کے سرداروں میں سے جب کبھی کوئی ان کے پاس سے

---

❶...پ۱۲، ہود:۳۷. ❷...تفسیر کبیر، ہود، تحت الآیۃ:۳۷، ۳۴۴/۶، مدارك، ہود، تحت الآیۃ:۳۷، ص۴۹۶، ملتقطاً. ❸...پ۱۸، المؤمنون:۲۷.

❹...روح البیان، ہود، تحت الآیۃ:۳۷، ۱۲۳/۴.

گزرتا تو ان کا مذاق اڑاتا اور کہتا کہ اے نوح! عَلَیْہِ السَّلَام، کیا کررہے ہو؟ آپ فرماتے: "ایسا مکان بنارہا ہوں جو پانی پر چلے۔ یہ سن کر وہ ہنستے کیونکہ آپ کشتی جنگل میں بنارہے تھے جہاں دور دور تک پانی نہ تھا اور وہ لوگ مذاق کے طور پر یہ بھی کہتے تھے کہ پہلے تو آپ نبی تھے اب بڑھئی ہو گئے۔ حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سے فرمایا، کسی وقت ہم بھی تمہیں ہلاک ہوتا دیکھ کر تم پر ایسے ہی ہنسیں گے جیسے تم کشتی دیکھ کر ہنس رہے ہو۔ تمہیں جلد ہی رُسوا کن اور دائمی عذاب کا پتہ چل جائے گا۔

قرآنِ کریم میں یہ مکالمہ ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے:

وَیَصْنَعُ الْفُلْكَ ۗ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَیْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ؕ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَیَحِلُّ عَلَیْهِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ [1]

ترجمہ: اور نوح کشتی بناتے رہے اور ان کی قوم کے سرداروں میں سے جب کبھی کوئی ان کے پاس سے گزرتا تو ان کا مذاق اڑاتا۔ (نوح نے) فرمایا: اگر تم ہمارے اوپر ہنستے ہو تو ایک وقت ہم بھی تم پر ایسے ہی ہنسیں گے جیسے تم ہنستے ہو۔ تو عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا کہ کس پر وہ عذاب آتا ہے جو اسے ذلیل و رسوا کردے گا اور کس پر ہمیشہ رہنے والا عذاب اترتا ہے۔

آیت 39 میں پہلے عذاب سے دنیا میں غرق ہونے کا عذاب مراد ہے اور دوسرے عذاب سے مراد آخرت میں جہنم کا عذاب ہے جو کبھی ختم نہ ہو گا۔ [2]

کشتی کی نوعیت اور اس کے تیار ہونے کی مدت:

مروی ہے کہ یہ کشتی دو سال میں تیار ہوئی، اس کی لمبائی تین سو گز، چوڑائی پچاس گز، اُونچائی تیس گز تھی، اس میں اور بھی اَقوال ہیں۔ اس کشتی میں تین درجے بنائے گئے تھے، نیچے والے درجے میں جنگلی جانور، درندے اور حَشَراتُ الارض تھے اور درمیانی درجے میں چوپائے وغیرہ اور اوپر والے درجے میں خود حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام، آپ کے ساتھی اور حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کا جسد مبارک جو عورتوں اور مردوں کے درمیان حائل تھا اور کھانے وغیرہ کا سامان تھا، پرندے

❶...پ۱۲، ھود: ۳۸، ۳۹۔ ❷...خازن، ھود، تحت الآیۃ: ۳۹، ۲/ ۳۵۱۔

بھی اُوپر والے درجہ میں ہی تھے۔[1] اس سے متعلق مزید تفصیل آگے مذکور ہے۔

وقتِ عذاب کی علامت اور حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کو احکامِ الٰہی:

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کشتی بنانے میں مصروف رہے یہاں تک کہ ان کی قوم پر عذاب نازل ہونے اور ان کی ہلاکت کا وقت آ گیا، اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام سے اس عذاب کے نازل ہونے کی علامت یہ بیان فرمائی تھی کہ جب تم تنور میں سے پانی جوش مارتا دیکھو تو سمجھ لینا کہ عذاب کے نزول کا وقت آ پہنچا۔[2] چنانچہ جب تنور میں سے پانی نے جوش مارا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کو تین طرح کی چیزیں کشتی میں سوار کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

(1) ہر جنس میں سے نر اور مادہ کا ایک ایک جوڑا۔ حضرت حسن رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے ساتھ ان تمام جانوروں کا ایک ایک جوڑا کشتی میں سوار کر لیا جو بچے جنتے ہوں یا انڈے دیتے ہوں۔“

جانور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس آتے اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام دائیں ہاتھ سے نر اور بائیں ہاتھ سے مادہ کو پکڑ کر سوار کرتے جاتے تھے۔ بعض بزرگوں سے مروی ہے کہ سانپ اور بچھو نے حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ سوار کر لیں۔ حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سے فرمایا: تمہاری وجہ سے ہم کہیں مصیبت کا شکار نہ ہو جائیں اس لئے میں تمہیں سوار نہیں کروں گا۔ انہوں نے عرض کی: آپ ہمیں سوار کر لیں، ہم آپ کو اس بات کی ضمانت دیتے ہیں کہ جو آپ کا ذکر کرے گا ہم اسے کوئی نقصان نہ پہنچائیں گے۔“ لہٰذا جسے سانپ اور بچھو سے نقصان پہنچنے کا خوف ہو تو وہ یہ آیت پڑھ لے:

سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ [3] **ترجمہ:** تمام جہان والوں میں نوح پر سلام ہو۔

اسے اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ سانپ اور بچھو سے کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔

(2) حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کے اہلِ خانہ، یہ کل سات افراد تھے، حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام، ان کے تین بیٹے سام، حام، یافث اور ان تینوں کی بیویاں۔

(3) وہ لوگ جو حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام پر ایمان لائے۔ یہ کل 80 اَفراد تھے۔ ان کی تعداد کے بارے میں اور

1... خازن، ھود، تحت الآیۃ: ۳۸، ۲/۳۵۱، مدارک، ھود، تحت الآیۃ: ۳۸، ص۴۹۶، ملتقطاً۔ 2... تفسیر کبیر، ھود، تحت الآیۃ: ۴۰، ۶/۳۴۷، ملخصاً۔

3... پ۲۳، الصافات: ۷۹۔

بھی اَقوال ہیں، صحیح تعداد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔[1]

عذاب کی مذکورہ بالا علامت اور کشتی میں سواری کا ذکر سورۂ ہود میں ان الفاظ کے ساتھ کیا گیا ہے:

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَ فَارَ التَّنُّوْرُۙ قُلْنَا احْمِلْ فِیْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ وَ مَنْ اٰمَنَؕ-وَ مَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِیْلٌ[2]

ترجمہ: یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ گیا اور تنور اُبلنے لگا تو ہم نے فرمایا: ہر جنس میں سے (نر اور مادہ کا) ایک ایک جوڑا اور جن پر (عذاب کی) بات پہلے طے ہو چکی ہے ان کے سوا اپنے گھر والوں کو اور اہلِ ایمان کو کشتی میں سوار کر لو اور ان کے ساتھ تھوڑے لوگ ہی ایمان لائے تھے۔

اور سورۂ مؤمنون میں ان الفاظ سے کیا گیا ہے:

فَاَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا وَ وَحْیِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَ فَارَ التَّنُّوْرُۙ فَاسْلُكْ فِیْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْۚ-وَ لَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْاۚ-اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ[3]

ترجمہ: تو ہم نے اس کی طرف وحی بھیجی کہ ہماری نگاہ کے سامنے اور ہمارے حکم سے کشتی بنا پھر جب ہمارا حکم آئے اور تنور ابل پڑے تو کشتی میں ہر جوڑے میں سے دو اور اپنے گھر والوں کو داخل کر لو سوائے اِن میں سے اُن لوگوں کے جن پر بات پہلے طے ہو چکی ہے اور ان ظالموں کے معاملہ میں مجھ سے بات نہ کرنا، یہ ضرور غرق کئے جانے والے ہیں۔

بعض مفسرین کے نزدیک اس تنور سے روئے زمین مراد ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے یہی تنور مراد ہے جس میں روٹی پکائی جاتی ہے۔[4]

آیت میں جو فرمایا کہ آپ کے گھر میں سے ان پر عذاب آئے گا **"جن پر بات پہلے طے ہو چکی"** ان سے مراد حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی بیوی واعلہ ہے جو ایمان نہ لائی تھی اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا بیٹا کنعان ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کی ہلاکت کا بھی فیصلہ فرما دیا۔

---

❶...صاوی، ہود، تحت الآیۃ: ۴۰، ۳/ ۹۱۲، ۹۱۳، تفسیر کبیر، ہود، تحت الآیۃ: ۴۰، ۶/ ۳۴۷، ۳۴۸، ملتقطاً۔ ❷...پ۱۲، ہود: ۴۰.

❸...پ۱۸، المؤمنون: ۲۷. ❹...خازن، ہود، تحت الآیۃ: ۴۰، ۲/ ۳۵۱، ۳۵۲، ملخصاً.

اہلِ ایمان کو کشتی میں سواری کا حکم:

ہر جنس میں سے نر اور مادہ کا ایک ایک جوڑا کشتی میں سوار کرنے کے بعد حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے اہلِ ایمان سے فرمایا: تم اس کشتی میں یہ کہتے ہوئے سوار ہو جاؤ کہ کشتی کا چلنا اور ٹھہرنا اللہ ہی کے نام پر ہے۔ بیشک میرا رب بخشنے والا اور مہربان ہے۔

قرآنِ پاک میں بیان ہوا:

ارْكَبُوْا فِیْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰىهَاؕ اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ [1]

ترجمہ: اس میں سوار ہو جاؤ۔ اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا اللہ ہی کے نام پر ہے۔ بیشک میرا رب ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔

حضرت ضحاک رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام چاہتے تھے کہ کشتی چلے تو بِسْمِ اللہ فرماتے، کشتی چلنے لگتی اور جب چاہتے تھے کہ ٹھہر جائے تو بِسْمِ اللہ فرماتے، کشتی ٹھہر جاتی تھی۔ اس آیت میں یہ تعلیم بھی ہے کہ بندہ جب کوئی کام کرنا چاہے تو اسے بِسْمِ اللہ پڑھ کر شروع کرے تاکہ اس کام میں برکت ہو اور وہ کامیابی کے حصول کا سبب ہو۔ [2]

کشتی میں سوار ہوتے وقت حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کو حکمِ الٰہی:

کشتی میں سوار ہوتے وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمایا: جب تم اور تمہارے ساتھ والے کشتی میں صحیح طرح بیٹھ جاؤ تو تم کہنا "تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ظالم لوگوں کو ہلاک کر کے ہمیں ان سے نجات دی" اور کشتی سے اترتے وقت یوں دعا کرنا: اے میرے رب! مجھے برکت والی جگہ اتار دے اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔ چنانچہ قرآنِ پاک میں ہے:

فَاِذَا اسْتَوَیْتَ اَنْتَ وَ مَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۸﴾ وَ قُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا

ترجمہ: پھر جب تم اور تمہارے ساتھ والے کشتی پر ٹھیک بیٹھ جاؤ تو تم کہنا تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے جس نے ہمیں ان ظالموں سے نجات دی۔ اور عرض کرنا: اے

[1] ...پ۱۲، ھود: ۴۱۔ [2] ... خازن، ھود، تحت الآیۃ: ۴۱، ۲/۳۵۳۔

مُّبٰرَكًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ [1]

میرے رب! مجھے برکت والی جگہ اتار دے اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔

طوفان کی شدت اور سیلابی موجوں کی کیفیت:

جب حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم پر عذاب آیا تو آسمان سے زبردست بارش برسی اور یہ لگاتار چالیس دن رات برستی رہی۔ اس دوران زمین سے بھی اس قدر پانی نکلا کہ زمین چشموں کی طرح ہوگئی۔ پانی پہاڑوں سے اونچا ہوگیا یہاں تک کہ ہر چیز اس میں ڈوب گئی اور ہوا اس شدت سے چل رہی تھی کہ اس وجہ سے پہاڑوں کی مانند اونچی لہریں بلند ہورہی تھیں اور انہی لہروں کے درمیان حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی کشتی رواں دواں تھی۔

اس کا ذکر قرآنِ پاک میں ان الفاظ کے ساتھ کیا گیا ہے:

فَفَتَحْنَاۤ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿۱۱﴾ وَّ فَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰۤى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿۱۲﴾ وَ حَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّ دُسُرٍ ﴿۱۳﴾ تَجْرِیْ بِاَعْیُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ [2]

ترجمہ: تو ہم نے زور کے بہتے پانی سے آسمان کے دروازے کھول دیئے۔ اور زمین کو چشمے کرکے بہادیا تو پانی اس مقدار پر مل گیا جو مقدر تھی۔ اور ہم نے نوح کو تختوں اور کیلوں والی (کشتی) پر سوار کیا۔ جو ہماری نگاہوں کے سامنے بہہ رہی تھی (سب کچھ) اس (نوح) کو جزادینے کیلئے (ہوا) جس کے ساتھ کفر کیا گیا تھا۔

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کے کافر بیٹے کی غرقابی:

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کا ایک بیٹا کنعان تھا، آپ اسے اظہارِ اسلام کی وجہ سے مسلمان سمجھتے تھے لیکن درحقیقت یہ منافق تھا۔ طوفان کے وقت یہ کشتی سے باہر ایک کنارے پر کھڑا تھا، آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اسے پکار کر کہا: اے میرے بیٹے! تو ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہوجا اور کافروں کے ساتھ نہ ہو۔ حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی پکار سن کر کنعان نے کشتی میں سوار ہونے کی بجائے یہ جواب دیا کہ میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لوں جو مجھے پانی سے بچالے گا۔ حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے اس سے فرمایا: آج کے دن عذابِ الٰہی سے کوئی بچانے والا نہیں، صرف وہی ڈوبنے سے بچ سکتا ہے جس پر اللہ تعالٰی

---

1 ...پ۱۸، المؤمنون: ۲۸، ۲۹۔ 2 ...پ۲۷، القمر: ۱۱–۱۴۔

رحم فرمادے۔ پھر حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کے بیٹے کنعان کے درمیان ایک لہر بلند ہو کر حائل ہوئی اور کنعان اس میں ڈوب کر اپنے انجام کو پہنچا۔[1]

اس واقعہ کا ذکر قرآنِ کریم میں ان الفاظ کے ساتھ کیا گیا ہے:

وَ هِیَ تَجْرِیْ بِهِمْ فِیْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ- وَ نَادٰى نُوْحُ ﰳابْنَهٗ وَ كَانَ فِیْ مَعْزِلٍ یّٰبُنَیَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَ لَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِیْنَ ۝ قَالَ سَاٰوِیْۤ اِلٰى جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِؕ-قَالَ لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَۚ-وَ حَالَ بَیْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ[2]

ترجمہ: اور وہ کشتی انہیں پہاڑ جیسی موجوں کے درمیان لے کر چل رہی تھی اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ اس (کشتی) سے (باہر) ایک کنارے پر تھا: اے میرے بیٹے! تو ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ نہ ہو۔ بیٹے نے کہا: میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لیتا ہوں وہ مجھے پانی سے بچالے گا۔ (نوح نے) فرمایا: آج اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں مگر (وہی بچے گا) جس پر وہ رحم فرمادے اور ان کے درمیان لہر حائل ہو گئی تو وہ بھی غرق کئے جانے والوں میں سے ہو گیا۔

بیٹے کی نجات کے لئے دعائے نوح:

لہر حائل ہونے پر حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے بیٹے کی نجات طلب کرتے ہوئے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، میرا بیٹا بھی تو میرے گھر والوں میں سے ہے اور تو نے مجھ سے میری اور میرے گھر والوں کی نجات کا وعدہ فرمایا ہے۔ بیشک تیرا وعدہ سچا ہے اور اس وعدے کے پورا ہونے میں کوئی شک نہیں۔ بیشک تو سب حاکموں سے بڑھ کر جاننے والا اور سب سے زیادہ عدل فرمانے والا ہے۔ ان کی دعا کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نوح! تیرا بیٹا تیرے گھر والوں (یعنی اہلِ ایمان یا وعدۂ نجات میں شامل گھر والوں) میں سے ہرگز نہیں، اس کا عمل درست نہیں ہے (کیونکہ وہ بیٹا حقیقت میں کافر تھا) لہٰذا ایسے شخص کی سفارش نہ کرو جس کا تمہیں علم نہیں۔ یہ سن کر آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے عاجزی کرتے ہوئے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب! میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے وہ چیز مانگوں جس کے بارے میں

[1]... صاوی، ہود، تحت الآیۃ: ۴۲، ۴۳، ۳/۹۱۴، خازن، ہود، تحت الآیۃ: ۴۲، ۴۳، ۲/۳۵۳، ملتقطاً۔ [2]... پ۱۲، ہود: ۴۲، ۴۳.

مجھے یہ علم نہیں کہ اس کا حصول حکمت کے تقاضے کے مطابق ہے یا نہیں اور اگر تو نے میرے اُس سوال پر میری مغفرت نہ فرمائی اور میری عرض قبول فرما کر میرے اوپر رحم نہ فرمایا تو میرا شمار بھی نقصان اٹھانے والوں میں ہو جائے گا۔

اس واقعہ کا ذکر قرآنِ کریم میں ان الفاظ کے ساتھ کیا گیا ہے:

وَ نَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَ اَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ﳓ فَلَا تَسْــٴَـلْنِ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْــٴَـلَكَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَ اِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَ تَرْحَمْنِیْۤ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ [1]

ترجمہ: اور نوح نے اپنے رب کو پکارا تو عرض کی: اے میرے رب! میرا بیٹا بھی تو میرے گھر والوں میں سے ہے اور بیشک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑا حاکم ہے۔ (اللہ نے) فرمایا: اے نوح! بیشک وہ تیرے گھر والوں میں ہر گز نہیں، بیشک اس کا عمل اچھا نہیں، پس تم مجھ سے اس بات کا سوال نہ کرو جس کا تجھے علم نہیں۔ میں تجھے نصیحت فرماتا ہوں کہ تو ان لوگوں میں سے نہ ہو جو جانتے نہیں۔ عرض کی: اے میرے رب! میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے وہ چیز مانگوں جس کا مجھے علم نہیں اور اگر تو میری مغفرت نہ فرمائے اور مجھ پر رحم نہ فرمائے تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی بیوی ”واعلہ“ کا انجام:

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی ایک بیوی کافرہ تھی، جو اپنی قوم سے حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کے بارے میں کہتی تھی کہ وہ مجنون ہیں۔ یہ بھی اسی طوفان میں غرق ہو گئی اور اسے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے ایک عبرتناک مثال بنا دیا کہ حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام جیسے اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے کے نکاح میں ہونے کے باوجود جب اس نے دین کے معاملے میں ان کے ساتھ خیانت اور ایمان کی بجائے کفر کو اختیار کیا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے قرابت داری اس کے کوئی کام نہ آئی اور موت کے وقت واعلہ سے فرما دیا گیا یا قیامت کے دن فرمایا جائے گا کہ تم اپنی قوم کے کفار کے ساتھ جہنم میں جاؤ کیونکہ

[1]...پ۱۲، ھود: ۴۵-۴۷۔

تمہارے اور حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کے درمیان تمہارے کفر کی وجہ سے کوئی تعلق باقی نہیں رہا۔ معلوم ہوا کہ کافر کو مقرب بندوں سے رشتہ داری کوئی کام نہ آئے گی، ہاں مسلمان کو کام دے گی اگرچہ گناہگار ہو جیسے اسی باب میں آگے صفحہ 197 پر ہم اسے بیان کریں گے۔

اس مثال کا ذکر قرآنِ پاک میں ان الفاظ کے ساتھ کیا گیا ہے:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَیْــٴًـا وَّ قِیْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِیْنَ [1]

ترجمہ: اللہ نے کافروں کیلئے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کو مثال بنادیا، وہ دونوں ہمارے بندوں میں سے دو صالح بندوں کے نکاح میں تھیں پھر ان دونوں عورتوں نے ان سے خیانت کی تو وہ (صالح بندے) اللہ کے سامنے انہیں کچھ کام نہ آئے اور فرمادیا گیا کہ جانے والوں کے ساتھ تم بھی جہنم میں جاؤ۔

قومِ نوح کی ہلاکت کے کام کی تکمیل:

جب طوفان اپنی اِنتہا پر پہنچا اور حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم کو غرق کر دیا گیا تو اللہ تعالٰی کی طرف سے زمین کو حکم ہوا: اے زمین! اپنا پانی نگل جا اور آسمان کو حکم ہوا: اے آسمان! تھم جا۔ اس کے بعد زمین خشک کر دی گئی، یوں حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی کافر قوم مکمل طور پر ہلاک ہو گئی جبکہ حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی کشتی چھ مہینے زمین میں گھوم کر مُوصل یا شام کی حدود میں واقع جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی۔

اس کا ذکر قرآنِ پاک میں ان الفاظ کے ساتھ کیا گیا ہے:

وَ قِیْلَ یٰۤاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَكِ وَ یٰسَمَآءُ اَقْلِعِیْ وَ غِیْضَ الْمَآءُ وَ قُضِیَ الْاَمْرُ وَ اسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِیِّ وَ قِیْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ [2]

ترجمہ: اور حکم فرمایا گیا کہ اے زمین! اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان! تھم جا اور پانی خشک کر دیا گیا اور کام تمام ہو گیا اور وہ کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی اور فرمادیا گیا: ظالموں کے لئے دوری ہے۔

1...پ۲۸، التحریم: ۱۰۔ 2...پ۱۲، ھود: ۴۴۔

حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کشتی کو (عراق کے ایک علاقے) جزیرہ کی سرزمین میں اور بعض مفسرین کے نزدیک جودی پہاڑ پر مدتوں باقی رکھا یہاں تک کہ ہماری اُمت کے پہلے لوگوں نے بھی اس کشتی کو دیکھا۔ [1]

قومِ نوح کی ہلاکت کا سبب اور بعدِ ہلاکت بھی عذاب:

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم کے لوگ اپنی خطاؤں کی وجہ سے طوفان میں ڈبو دیئے گئے، پھر غرق ہونے کے بعد عذابِ برزخ کی آگ میں داخل کیے گئے، چنانچہ قرآنِ پاک میں ہے:

مِمَّا خَطِیْٓــٴٰـتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ﳔ فَلَمْ یَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا [2]

ترجمہ: وہ اپنی خطاؤں کی وجہ سے ڈبو دیئے گئے پھر آگ میں داخل کیے گئے تو انہوں نے اپنے لیے اللہ کے مقابلے میں کوئی مددگار نہ پائے۔

قومِ نوح کی ہلاکت نشانِ عبرت ہے:

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کی قوم کے واقعات میں عبرت و نصیحت کا ایک خزانہ موجود ہے۔ اس میں متکبروں اور غریب مسلمانوں کو حقیر جاننے والوں کے لئے عبرت ہے۔ یونہی کفار کے لئے عبرت ہے کہ جو لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول کو جھٹلائیں گے ان پر ویسا عذاب آ سکتا ہے جیسا قومِ نوح پر آیا۔ اس میں ایمان والوں کے لئے بھی درس ہے کہ وہ ایمان پر ثابت قدم رہیں تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام پر ایمان لانے والوں کو مخالفین کے شر سے نجات دی اسی طرح انہیں بھی مخالفین کے شر سے بچائے گا۔ نیز یہ سارا واقعہ اپنے کئی پہلوؤں کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت پر بھی دلیل ہے۔

قرآنِ کریم میں کئی مقامات پر اس کے یہ پہلو بیان کیے گئے ہیں چنانچہ ایک مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَیْنٰهُ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗ فِی الْفُلْكِ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِیْنَ [3]

ترجمہ: تو انہوں نے نوح کو جھٹلایا تو ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے سب کو نجات دی اور ہماری آیتیں جھٹلانے والوں کو غرق کر دیا بیشک وہ

---

1 ...خازن، القمر، تحت الآیۃ: ۱۵، ۴/۲۰۳، مدارك، القمر، تحت الآیۃ: ۱۵، ص۱۱۸۷، ملتقطاً۔ 2 ...پ۲۹، نوح: ۲۵۔ 3 ...پ۸، الاعراف: ۶۴۔

اندھے لوگ تھے۔

اور ارشاد فرمایا:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ وَّ اِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ [1]

ترجمہ: بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں اور بیشک ہم ضرور آزمانے والے تھے۔

اور ارشاد فرمایا:

فَاَنْجَیْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۱۹﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِیْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةًؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ [2]

ترجمہ: تو ہم نے اسے اور اس کے ساتھ والوں کو بھری ہوئی کشتی میں بچالیا۔ پھر اس کے بعد ہم نے باقی لوگوں کو غرق کر دیا۔ بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر مسلمان نہ تھے۔

اور ارشاد فرمایا:

فَاَنْجَیْنٰهُ وَ اَصْحٰبَ السَّفِیْنَةِ وَ جَعَلْنٰهَاۤ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ [3]

ترجمہ: تو ہم نے نوح اور کشتی والوں کو بچالیا اور اس کشتی کو سارے جہانوں کے لیے نشانی بنادیا۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ قَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَ جَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰیَةًؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ عَذَابًا اَلِیْمًا [4]

ترجمہ: اور نوح کی قوم کو جب انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں غرق کر دیا اور انہیں لوگوں کے لیے نشانی بنادیا اور ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّیْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ فِی الْفُلْكِ وَ جَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓىٕفَ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا

ترجمہ: تو انہوں نے نوح کو جھٹلایا تو ہم نے اسے اور کشتی میں اس کے ساتھ والوں کو نجات دی اور انہیں ہم

❶...پ۱۸، المؤمنون: ۳۰۔ ❷...پ۱۹، الشعراء: ۱۱۹–۱۲۱۔ ❸...پ۲۰، العنکبوت: ۱۵۔ ❹...پ۱۹، الفرقان: ۳۷۔

بِاٰیٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِیْنَ[(1)]

نے جانشین بنایا اور جنہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی انہیں ہم نے غرق کر دیا تو دیکھو ان لوگوں کا کیسا انجام ہوا جنہیں ڈرایا گیا تھا۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ لَقَدْ تَّرَكْنٰهَاۤ اٰیَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۵﴾ فَكَیْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَ نُذُرِ[(2)]

ترجمہ: اور ہم نے اس واقعہ کو نشانی بنا چھوڑا تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟ تو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا؟

متعلقات

یہاں مذکورہ بالا باب میں ذکر کردہ امور سے متعلق 4 باتیں ملاحظہ ہوں:

بیٹے کی نجات کا سوال منصبِ نبوت کے منافی نہیں:

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کے بیٹے کی نجات سے متعلق سوال سے منصبِ نبوت میں کوئی حَرَج واقع نہیں ہوتا کیونکہ حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام اپنے بیٹے کے اظہارِ اسلام کی وجہ سے اسے مسلمان سمجھتے تھے اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام ظاہر پر ہی حکم لگاتے تھے۔ شیخ ابو منصور ماتریدی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا کہ حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کا بیٹا کنعان منافق تھا اور آپ کے سامنے اپنے آپ کو مومن ظاہر کرتا تھا اگر وہ اپنا کفر ظاہر کر دیتا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ سے اس کی نجات کی دعا نہ کرتے۔[(3)]

مغفرت کا سوال گناہ گار ہونے کی دلیل نہیں:

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کا مغفرت و رحمت طلب کرنا اس بات کی دلیل نہیں کہ آپ سے کوئی گناہ سرزد ہوا تھا۔ علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام سے اُس چیز کا مطالبہ کر کے جس کے بارے میں وہ جانتے نہ تھے کوئی گناہ سرزد ہوا تھا کیونکہ حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام ہر طرح کے صغیرہ کبیرہ گناہوں سے معصوم ہیں اور حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے جو اپنے بیٹے کی نجات کا سوال کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ

---

❶...پ۱۱، یونس: ۷۳۔ ❷...پ۲۷، القمر: ۱۵، ۱۶۔ ❸...تاویلات اھل السنۃ، ھود، تحت الآیۃ: ۴۶، ۲/ ۵۲۹۔

نے حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام سے وعدہ فرمایا تھا کہ وہ ان کے گھر والوں کو نجات عطا فرمائے گا، اس سے حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے یہ سمجھا کہ ان کا بیٹا بھی چونکہ ان کے گھر والوں میں سے ہے اس لئے یہ بھی ان نجات پانے والوں میں شامل ہے، جب اللہ تعالیٰ نے اس پر ان کی تربیت فرمائی تو حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنے فعل پر دل میں ندامت محسوس ہوئی اور آپ نے اللہ تعالیٰ سے مغفرت و رحمت کا سوال کیا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کا درخت سے کھانے والا معاملہ اور یہ گناہ نہیں بلکہ ان کا تعلق حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْن (نیکوں کی نیکیاں مقربین کے شایانِ شان نیکیوں سے کم تر ہونے کی وجہ سے انہیں گناہ کی طرح لگتی ہیں) سے ہے۔[1]

قبر کا عذاب برحق ہے:

قبر کا عذاب برحق ہے کیونکہ حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم غرق ہونے کے فوراً بعد ہی آگ میں داخل کر دی گئی اور یہ بات واضح ہے کہ یہ جہنم کی آگ نہیں ہو سکتی کیونکہ اس آگ میں کفار قیامت کے دن ہی داخل کئے جائیں گے اور ابھی قیامت واقع نہیں ہوئی تو آگ عذابِ قبر کی صورت میں ہی ہے۔ یہاں یہ بھی یاد رہے کہ بعض گناہگار مسلمانوں یا کفار پر ہونے والا قبر کا عذاب زمین میں دفن ہونے پر ہی موقوف نہیں بلکہ جس انسان کو عذاب ہونا ہے وہ جہاں بھی مرے اور مرنے کے بعد اس کا جسم کہیں بھی ہو اسے عذاب ہو گا کیونکہ عذابِ قبر سے مراد وہ عذاب ہے جو مرنے کے بعد ہو چاہے مردہ زمین میں دفن ہو یا نہ ہو اور اس عذاب کو عذابِ قبر اس لئے کہتے ہیں کہ زیادہ تر مردے زمین میں ہی دفن کئے جاتے ہیں۔

نبی کی قرابتداری سے فائدہ ہو گا یا نہیں؟

نبی کے ساتھ نسبی تعلق اور قرابتداری سے دنیا میں بھی برکتیں ملتی ہیں اور آخرت میں بھی اس کا فائدہ ہو گا البتہ آخرت کے فائدہ کی شرط ”ایمان“ ہے۔ کافر کو نسبتِ قرابت سے فائدہ نہ ہو گا اور مومن کو حدیث کے فرمان اور ائمہ دین کی تصریحات کے مطابق عذابِ جہنم سے نجات، دخولِ جنت اور درجات میں اضافے کی صورت میں فائدہ ہو گا۔

حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے نبیٔ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو یہ کہتے ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے رشتہ داری روزِ قیامت ان کی قوم کو کوئی

[1] ... صاوی، ھود، تحت الآیۃ: ۴۷، ۳/۹۱۶۔

فائدہ نہیں دے گی؟ کیوں نہیں! (ضرور فائدہ دے گی) اللہ کی قسم! مجھ سے رشتہ داری دنیا و آخرت دونوں میں جڑی ہوئی ہے۔[1]

انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کا رتبہ تو بہت بلند ہے، ایک نیک وصالح مسلمان کا حال یہ ہے کہ اس کے ساتھ نسبی تعلق اس کی اولاد کو فائدہ دے گا، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَمَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ[2]

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی (جس) اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی تو ہم نے ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیا اور اُن (والدین) کے عمل میں کچھ کمی نہ کی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جب عام صالحین کی صلاح (یعنی نیکوکاری)، ان کی نسل و اولاد کو دین و دنیا و آخرت میں نفع دیتی ہے تو صدیق و فاروق و عثمان و علی و جعفر و عباس و انصارِ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی صلاح (نیکوکاری) کا کیا کہنا، جن کی اولاد میں شیخ، صدیقی و فاروقی و عثمانی و علوی و جعفری و عباسی و انصاری ہیں، یہ کیوں نہ اپنے نسب کریم سے دین و دنیا و آخرت میں نفع پائیں گے۔ پھر اَللہُ اَکْبَر! حضراتِ عُلیہ ساداتِ کرام، اولادِ اَمجاد حضرت خاتونِ جنّت، بتول زہرا کہ حضور پُر نور، سید الصالحین، سید العالمین، سید المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بیٹے ہیں کہ ان کی شان تو اَرفَع و اعلیٰ وبلند و بالا ہے (یہ تو سب سے زیادہ اپنے نسب کریم سے نفع اٹھائیں گے)۔[3]

درس ونصیحت

یہاں یہ نصیحت بہت قابلِ توجہ ہے کہ کنعان آغوشِ نبوت میں پرورش پانے کے باوجود ایمان نہ لا سکا اور آخر کار طوفان میں غرق ہو کر عبرتناک انجام سے دوچار ہوا۔ اس کا سبب بری صحبت میں رہنا اور کفار کے ساتھ تعلق قائم رکھنا تھا اور کنعان ایسی ہی بری صحبت کا شکار تھا۔ ایمان کی حفاظت کیلئے بری صحبت اور برے ماحول سے بچنا اور نیک لوگوں کی صحبت اور اچھے ماحول کو اختیار کرنا ضروری ہے۔

---

❶... مسند امام احمد، مسند ابی سعید خدری، ۴/۱۲۴، حدیث: ۱۱۵۹۱۔ ❷... پ۲۷، الطور: ۲۱۔ ❸... فتاویٰ رضویہ، ۲۳/ ۲۴۳، ۲۴۴۔

باب:5

اختتامِ عذاب کے بعد کے احوال

اس باب میں عذاب ختم ہونے کے بعد کے احوال مذکور ہیں، تفصیل کے لیے ذیلی سطور ملاحظہ ہوں:

کشتی ٹھہرنے پر شکر کا روزہ:

منقول ہے کہ حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کشتی میں دسویں رجب کو بیٹھے اور دسویں محرم کو کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اس کے شکر کا روزہ رکھا اور اپنے تمام ساتھیوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔[1]

دس محرم یعنی عاشورا کے دن روزہ رکھنا ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنت بھی ہے اور اس کی فضیلت کے بارے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ پر گمان ہے کہ عاشورا کا روزہ ایک سال پہلے کے گناہ مٹا دیتا ہے۔[2]

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کو کشتی سے اترنے کا حکم:

جب زمین سے پانی خشک ہو گیا، اس پر چلنا پھرنا اور ٹھہرنا ممکن ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمایا: اے نوح! تم ہماری طرف سے سلامتی اور ان برکتوں کے ساتھ کشتی سے اتر جاؤ جو تم پر اور تمہارے ساتھیوں کی جماعتوں پر ہیں۔ اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ دنیا میں کچھ جماعتیں ایسی بھی ہوں گی جنہیں اللہ تعالیٰ ان کی مقررہ مدتوں تک فراخیِ عیش اور وُسعتِ رزق عطا فرمائے گا پھر انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخرت میں دردناک عذاب پہنچے گا۔

اس کا ذکر قرآنِ پاک میں ان الفاظ کے ساتھ کیا گیا ہے:

قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَ بَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَ عَلٰۤى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَ اُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ[3]

ترجمہ: فرمایا گیا: اے نوح! ہماری طرف سے اس سلامتی اور ان برکتوں کے ساتھ کشتی سے اترو جو تم پر اور تمہارے ساتھیوں کی جماعتوں پر ہیں اور کچھ جماعتیں

---

[1] ... بیضاوی، ہود، تحت الآیۃ: ۴۴، ۳/۲۳۷، خازن، ہود، تحت الآیۃ: ۴۴، ۲/۳۵۴، ملتقطاً۔

[2] ... مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام من کل شھر... الخ، ص ۴۵۴، حدیث: ۲۷۴۶۔ [3] ... پ ۱۲، ہود: ۴۸۔

ایسی ہیں جنہیں ہم فائدے دیں گے پھر انہیں ہماری
طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔

آیت میں مذکور برکتوں سے حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی ذُرِّیَّت اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی پیروی کرنے والوں کی کثرت مراد ہے کہ بعد کے تمام انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام اور ائمۂ دین رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِم آپ کی نسلِ پاک سے ہوئے۔ سلامتی اور ساتھیوں کی جماعتوں میں قیامت تک آنے والا ہر مومن مرد اور عورت داخل ہے۔ ''اُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ'' میں حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کے بعد قیامت تک پیدا ہونے والا ہر کافر مرد اور کافرہ عورت داخل ہے۔

بعدِ طوفان پہلے شہر کی تعمیر:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: دسویں محرم کو چھ (6) ماہ کے بعد سفینہ مبارکہ جودی پہاڑ پر ٹھہرا۔ سب لوگ پہاڑ سے اُترے اور پہلا شہر جو بسایا اس کا ''سُوْقُ الثَّمَانِیْن'' نام رکھا۔ یہ بستی جبلِ نہاوند کے قریب متصل موصل میں واقع ہے۔ اس طوفان میں دو عمارتیں مثل گنبد و منارہ باقی رہ گئی تھیں جنہیں کچھ نقصان نہ پہنچا۔ اس وقت روئے زمین پر سوائے ان کے اور عمارت نہ تھی۔[1]

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی بیٹے سام کو وصیت:

حضرت کعب الاحبار رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے مروی ہے کہ جب حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے سام کو بلایا اور فرمایا: میں تمہیں دو باتوں کی تاکید کرتا ہوں اور دو باتوں سے منع کرتا ہوں۔ پہلی دو باتیں یہ ہیں: (1) اس بات کی گواہی دیتے رہنا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ بیشک ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' ایسا کلمہ ہے جو ساتوں آسمانوں کو پھاڑ سکتا ہے اور کوئی چیز اسے چھپا نہیں سکتی۔ اگر ساتوں آسمان، ساتوں زمینیں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے پلڑے میں یہ کلمہ رکھ دیا جائے تو یہ دوسرا پلڑا وزنی ہوگا۔ (2) کثرت کے ساتھ ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ'' پڑھتے رہنا، کیونکہ یہ کلمہ ثواب کا جامع ہے۔ دوسری دو باتیں یہ ہیں: (3) کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانے سے۔ (4) اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور پر توکل کرنے سے منع کرتا ہوں۔[2]

1... ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص۱۲۹۔ 2... روح البیان، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۵، ۲/۳۴۹۔

دنیا سے متعلق حضرت عزرائیل عَلَیْہِ السَّلَام کا حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام سے کلام:

حضرت انس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب ملک الموت عَلَیْہِ السَّلَام حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس آئے تو عرض کی: اے نوح! اے انبیاء میں سب سے بڑے! اے لمبی عمر والے، اے مستجاب الدعوات! آپ نے دنیا کو کیسا پایا؟ ارشاد فرمایا: میں نے دنیا کو اس شخص کی طرح پایا جس نے ایک گھر بنایا جس کے دو دروازے تھے اور وہ ایک دروازے سے داخل ہو کر دوسرے دروازے سے نکل گیا۔[1]

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی عمر:

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے اور نو سو پچاس سال اپنی قوم کو دعوت فرماتے رہے اور طوفان کے بعد ساٹھ برس دنیا میں رہے تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی عمر ایک ہزار پچاس سال کی ہوئی۔ اس کے علاوہ عمر شریف کے متعلق اور بھی قول ہیں۔[2] ان میں سے ایک قول سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے بھی ذکر فرمایا ہے کہ (حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام دنیا میں) تقریباً سولہ سو برس تک تشریف فرما رہے۔[3]

باب: 06

احادیث میں حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کا تذکرہ

اس باب میں ان احادیث کا ذکر ہے جن میں حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کا ذکر کیا گیا ہے۔

اولادِ آدم کے بہترین فرد:

حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد میں بہترین افراد 5 ہیں: (1) حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام، (2) حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام، (3) حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام، (4) حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام، (5) محمد مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔[4]

روزِ قیامت مخلوق کی بارگاہِ نوح میں حاضری:

(قیامت کے دن حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام لوگوں سے فرمائیں گے:) تم حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ

---

❶... تاریخ ابن عساکر، ۶۲/۲۸۱۔ ❷... خازن، ہود، تحت الآیۃ: ۳۶، ۲/۳۴۸۔ ❸... ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص ۱۳۰۔ ❹... جامع صغیر، حرف الخاء، حدیث: ۳۹۸۱۔

لوگ بارگاہِ نوح میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے نوح! عَلَیْہِ السَّلَام، بیشک زمین والوں کی طرف آپ ہی پہلے رسول ہیں اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شکر گزار بندہ قرار دیا ہے، لہٰذا اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کر دیجئے، کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہم کس مصیبت میں مبتلا ہیں۔ حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام فرمائیں گے: بیشک آج میرے رب نے ایسا غضب فرمایا ہے کہ اس سے پہلے اس جیسا غضب نہیں فرمایا اور نہ ہی اس کے بعد کبھی ایسا غضب فرمائے گا، میرے پاس ایک ہی دعا تھی جو میں نے اپنی قوم کے خلاف کر دی ہے، نفسی نفسی نفسی، (میری جان، میری جان، میری جان،) تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس چلے جاؤ۔[1]

روزِ قیامت تبلیغِ نوح کی گواہی:

رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کو لایا جائے گا، ان سے کہا جائے گا: آپ نے تبلیغ کی تھی؟ وہ عرض کریں گے: ہاں یارب! پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا: کیا تمہیں تبلیغ کی گئی تھی؟ وہ کہیں گے: ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ فرمایا جائے گا: اے نوح! تمہارے گواہ کون ہیں؟ عرض کریں گے: محمد مصطفٰی (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) اور ان کی اُمت۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: پھر تمہیں لایا جائے گا، تم گواہی دوگے کہ انہوں نے تبلیغ کی تھی۔[2]

سانپ سے بچنے کا ایک وظیفہ:

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب گھر میں سانپ نمودار ہو تو اس سے کہہ دو کہ ہم حضرت نوح اور حضرت سلیمان عَلَیْہِمَا السَّلَام کے معاہدوں کے واسطے تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ تو ہمیں نہ ستا، پھر بھی اگر وہ واپس آئے تو اسے مار دو۔[3]

دعا: اے اللہ! حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام پر کروڑہا کروڑ رحمتیں اور برکتیں نازل فرما اور ہمیں ان کی سیرت پر عمل پیرا ہونے اور ان کی قوم کے احوال و انجام سے عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما، اٰمین۔

---

1 ...بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ بنی اسرائیل، باب (ذریۃ من حملنا مع نوح... الخ)، ۳/۲۶۰، حدیث: ۴۷۱۲۔

2 ...بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب و السنۃ، باب قولہ تعالٰی: (وکذلک جعلنا کم امۃ... الخ)، ۴/۵۲۰، حدیث: ۷۳۴۹۔

3 ... ترمذی، کتاب الاحکام و الفوائد، باب ما جاء فی قتل الحیات، ۳/۱۵۷، حدیث: ۱۴۹۰۔

حضرت ہود عَلَیۡہِ السَّلَام

فہرست ابواب

حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام

حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کے برسوں بعد اللہ تعالیٰ نے ایک قوم پیدا فرمائی جسے اس زمانے میں "قومِ عاد" کہا جاتا تھا۔ یہ لوگ صحت مند، طاقتور، بڑے قد کاٹھ اور لمبی عمروں والے تھے لیکن ایمان و عمل کے اعتبار سے پستی کا شکار تھے چنانچہ بتوں کی پوجا، لوگوں کا مذاق اڑانا، دوسروں کو تنگ کرنا اور لمبی زندگی کی امید پر مضبوط محل بنانا ان کے عام معمولات تھے۔ کفر و شرک، جہالت و ضلالت اور غفلت کی وادی میں بھٹکنے والی اس قوم کی ہدایت و رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے ہم قوم حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام کو رسول بنا کر ان کی طرف بھیجا۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں وحدانیتِ الٰہی پر ایمان لانے، بتوں کی پوجا چھوڑ دینے، صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور برے افعال ترک کرنے کی دعوت دی لیکن بہت تھوڑے افراد نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی تصدیق کی اور اکثر نے تکذیب و مخالفت اور بے بنیاد الزامات لگانے پر کمر باندھ لی۔ جب حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام کی پیہم تبلیغ کے باوجود یہ لوگ ایمان نہ لائے اور کفر و شرک، انکارِ حق اور سرکشی پر ڈٹے رہے تو ان پر تند و تیز آندھی کی صورت میں عذابِ الٰہی آیا۔ یہ آندھی سات راتیں اور آٹھ دن تک لگاتار چلتی رہی یہاں تک کہ قومِ عاد کو تباہ و برباد کر کے نشانِ عبرت بنا دیا۔

قرآن کریم، احادیث و روایات اور اقوالِ بزرگانِ دین میں حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام کی مبارک سیرت اور قومِ عاد کے حالات وغیرہ کا تفصیلی ذکر موجود ہے، جسے یہاں 5 ابواب میں تقسیم کر کے بیان کیا گیا ہے۔ حصولِ عبرت اور قبولِ نصیحت کی نیت سے قومِ عاد کے احوال اور انجامِ بد کا مطالعہ کریں۔

باب: 1

حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام کے واقعات کے قرآنی مقامات

حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کی قوم "عاد" کا اجمالی ذکر قرآنِ کریم میں متعدد مقامات پر موجود ہے جبکہ تفصیلی ذکر ان 10 سورتوں میں ہے:

(1) سورۂ اعراف، آیت: 65 تا 72۔ (2) سورۂ ہود، آیت: 50 تا 60۔ (3) سورۂ مؤمنون، آیت: 31 تا 41۔

(4) سورۂ شعراء، آیت: 123 تا 140۔ (5) سورۂ حٰمٓ اَلسَّجْدَہ، آیت: 15، 16۔ (6) سورۂ احقاف، آیت: 21 تا 25۔

(7) سورۂ ذاریات، آیت: 41، 42۔ (8) سورۂ قمر، آیت: 18 تا 22۔ (9) سورۂ حاقہ، آیت: 06 تا 08۔

(10)سورۂ فجر، آیت:06تا08۔

باب 2

قومِ عاد اور حضرت ھود عَلَیْہِ السَّلَام کا تعارف

اس باب میں حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کی قوم کا تعارف پیش کیا گیا ہے، تفصیل کے لیے ذیلی سطور ملاحظہ ہوں:

قومِ عاد کا پس منظر:

طوفانِ نوح ختم ہونے کے بعد حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام اور کشتی میں سوار دیگر مسلمان جودی پہاڑ پر اترے اور قریبی علاقے میں ایک بستی قائم کر کے اس میں رہنا شروع کر دیا۔ یہاں صرف حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد کا سلسلہ آگے بڑھا جبکہ بقیہ مسلمانوں سے کوئی نسل آگے نہیں چلی۔ اللہ تعالیٰ نے اولادِ نوح میں برکت دی اور گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی نسل میں اضافہ ہوتا رہا۔ جب ان کی تعداد بڑھی تو یہ مختلف قوموں اور قبیلوں میں تقسیم ہو کر دور دراز کے علاقوں میں پھیل گئے۔ انہیں میں سے ایک قبیلہ جنوب کی جانب متوجہ ہوا اور جزیرۂ عرب کے جنوبی طرف یمن کے ریتلے ٹیلوں والے علاقے ”احقاف“ میں قیام پزیر ہو گیا۔ یہ قبیلہ اپنے والد ”عاد“ یا بادشاہ ”عاد“ کی نسبت سے ”قومِ عاد“ کے نام سے معروف ہوا۔

قومِ عاد پر انعاماتِ الٰہی:

اللہ تعالیٰ نے قومِ عاد کو سلطنت دی اور بدنی قوت بھی وافر عطا فرمائی، چنانچہ شداد ابنِ عاد جیسا بڑا بادشاہ انہیں میں ہوا اور جسمانی اعتبار سے یہ لوگ انتہائی صحت مند، قوی و توانا، بہت لمبے قد والے اور بڑے بھاری ڈیل ڈول والے تھے۔ ان کے قد کاٹھ سے متعلق قرآنِ کریم میں ہے:

اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۪ۙ(۷) الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ [1]

ترجمہ: اِرَم (کے لوگ)، ستونوں (جیسے قد) والے۔ کہ ان جیسا شہروں میں پیدا نہ ہوا۔

❶...پ۳۰، الفجر: ۷، ۸.

شداد کا بنایا ہوا شہر:

عاد کے ایک بیٹے ”شداد“ نے دنیا پر بادشاہت کی اور روئے زمین کے تمام بادشاہ اس کے فرمانبردار ہوئے۔ اس نے جنت کا ذکر سن کر سرکشی کے طور پر دنیا میں جنت بنانی چاہی اور اس ارادے سے ایک بہت بڑا شہر بنایا جس کے محل سونے چاندی کی اینٹوں سے تعمیر کئے گئے، زبرجد اور یاقوت کے ستون اس کی عمارتوں میں نصب ہوئے اور انہی سے فرش بنائے گئے، سنگریزوں کی جگہ آبدار موتی بچھائے گئے، ہر محل کے گرد جواہرات پر نہریں جاری کی گئیں اور طرح طرح کے درخت حسنِ تزئین کے ساتھ لگائے گئے۔ جب یہ شہر مکمل ہوا تو شداد بادشاہ اپنے اعیانِ سلطنت کے ساتھ اس کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی یہ لوگ اس شہر سے ایک منزل (یعنی 18 میل) فاصلہ کی دوری پر تھے کہ آسمان سے ایک ہولناک آواز آئی جس سے یہ سب ہلاک ہو گئے۔

حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے عہد میں حضرت عبد اللہ بن قلابہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ صحرائے عدن میں اپنا گمشدہ اونٹ تلاش کرتے ہوئے اس شہر میں پہنچے، اس کی تمام زیب وزینت دیکھی اور کوئی رہنے بسنے والا نہ پایا، پھر تھوڑے سے جواہرات لے کر وہاں سے چلے آئے۔ یہ بات حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کو معلوم ہوئی تو اُنہوں نے حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کو بلا کر صورت حال دریافت کی، اُنہوں نے سارا قصہ سنایا تو حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے حضرت کعب احبار رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے دریافت کیا: کیا دنیا میں کوئی ایسا شہر ہے؟ اُنہوں نے فرمایا: ہاں! اس کا (اشارۃً) ذکر قرآن پاک میں بھی آیا ہے، یہ شہر شداد بن عاد نے بنایا تھا اور وہ سب عذابِ الٰہی سے ہلاک ہو گئے اور آپ کے زمانہ میں ایک مسلمان سرخ رنگ والا، نیلی آنکھوں والا، چھوٹے قد کا جس کے ابرو پر ایک تل ہوگا، یہ اپنے اونٹ کی تلاش میں اس شہر میں داخل ہوگا، پھر حضرت عبد اللہ بن قلابہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کو دیکھ کر فرمایا: بخدا وہ شخص یہی ہے۔[1]

قومِ عاد کی عملی اور اخلاقی حالت:

نعمتوں کی بہتات کے سبب قومِ عاد بڑی خوشحال اور آرام دہ زندگی بسر کر رہی تھی، لیکن ان میں کفر و شرک اور فسق و فجور کی وبا پھیلی ہوئی تھی، چنانچہ یہ لوگ توحیدِ الٰہی، عبادتِ خداوندی اور اطاعتِ رسول چھوڑ کر مختلف ناموں سے موسوم اپنے ہی تراشیدہ بتوں کی پوجا میں مشغول تھے، اس کے علاوہ یہ سرِ راہ چھوٹی چھوٹی عمارتیں بناتے، ان پر بیٹھ کر

[1] ... خازن، الفجر، تحت الآیۃ: ۸، ۴/ ۳۷۵-۳۷۶، ملخصاً۔

لوگوں سے چھیڑ خوانی اور مذاق مسخری کرتے اور زندگی کی موج مستیوں سے لطف اندوز ہونے کے لئے مضبوط محل تعمیر کرتے تھے، ان کے طرزِ عمل سے یہ لگتا تھا جیسے انہیں کبھی مرنا ہی نہیں بلکہ ہمیشہ زندہ رہنا ہے۔

حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام کا نسب نامہ:

گمراہی کی تاریکیوں میں بھٹکنے والی اس قوم کو راہِ ہدایت پر لانے کے لیے اللہ تعالٰی نے اسی قوم سے حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام کو رسول بنا کر ان کی طرف بھیجا۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام پوتے ارم کی اولاد سے ہیں اور علامہ بیضاوی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے، ''ہود بن عبد اللہ بن رباح بن خلود بن عاد بن عوص بن ارم بن سام بن حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام۔''[1]

عادِ اولٰی اور عادِ ثانیہ کا مصداق:

روئے زمین پر عاد کے نام سے دو قومیں گزری ہیں: (1) عادِ اُولٰی۔ یہ حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم تھی۔ (2) عادِ ثانیہ۔ یہ حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم تھی جو ''قوم ثمود'' کے نام سے زیادہ مشہور ہے اور ان دونوں کے درمیان سو برس کا فاصلہ ہے۔

حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام کا پیشہ:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے گزر بسر کے لیے تجارت کا پیشہ اختیار فرمایا تھا جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام تاجر تھے۔[2] تجارت سنتِ انبیاء ہے اور سچا تاجر قیامت کے دن انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کے ساتھ ہوگا جیسا کہ حدیث میں فرمایا: سچا اور امانت دار تاجر (قیامت کے دن) انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔[3]

حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام کا سفرِ حج:

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: سفرِ حج کے دوران جب رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وادیِ عسفان سے گزرے تو ارشاد فرمایا: اے ابو بکر! رَضِیَ اللہُ عَنْہ، یہ کون سی وادی ہے؟ عرض کی: وادیِ عسفان۔ ارشاد فرمایا: یہیں سے حضرت ہود اور حضرت صالح عَلَیْہِمَا السَّلَام ایسی جوان سرخ اونٹنیوں پر (سوار ہو کر) گزرے تھے جن کی

1... بیضاوی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۶۵، ۳/۳۱-۳۲۔ 2... تاریخ ابن عساکر، أدم نبی اللہ...الخ، ۷/۴۴۳۔

3... ترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء فی التجار...الخ، ۳/۵، حدیث: ۱۲۱۳۔

نکیل کھجور کی چھال سے بنی ہوئی تھی اور ان کے (اپنے لباس) تہبند اور اونی چادریں تھیں اور وہ تلبیہ کہتے ہوئے بَیْتُ الْعَتِیْق (یعنی خانہ کعبہ) کا حج کرنے جا رہے تھے۔[1]

اوصاف:

حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام بڑے اعلیٰ اوصاف کے مالک تھے، یہاں ان کے 3 اوصاف ملاحظہ ہوں۔

(1) آپ عَلَیْہِ السَّلَام قوم میں ایک امانت دار شخص کی حیثیت سے معروف تھے، اسی لئے جب قوم کے سامنے اپنی رسالت کا اعلان فرمایا تو اپنی شانِ امانت داری کا بھی بطورِ خاص ذکر فرمایا۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ[2] **ترجمہ:** بیشک میں تمہارے لیے امانتدار رسول ہوں۔

امانت حقیقت میں تمام انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کا بنیادی وصف اور پسندیدہ انسانی صفات میں سے ہے۔ انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام خود بھی امانتدار ہوتے تھے اور اپنی امتوں کو بھی اسی کا درس دیتے تھے۔ امانت کا لفظ بہت وسیع ہے، اس میں مالی امانت بھی داخل ہے اور وحیِ الٰہی کی امانت بھی، یونہی اپنی ذمہ داریوں کو صحیح طریقے سے پورا کرنا بھی داخل ہے اور دوسروں کو ذمہ داری دیتے ہوئے اہلیت و معیار کو پیشِ نظر رکھنا بھی۔ قرآن نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا[3] **ترجمہ:** بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں ان کے سپرد کرو۔

اور حدیث میں فرمایا گیا: "جب امانت ضائع کر دی جائے تو قیامت کا انتظار کرو، ایک شخص نے عرض کی: ضائع ہونا کیسے ہو گا؟ ارشاد فرمایا: جب کام نااہلوں کے سپرد کر دیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔"[4]

یونہی لوگوں کے راز بھی امانت ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث مبارک میں فرمایا: مجلسیں امانت ہیں۔[5] اور فرمایا: جب آدمی کوئی بات کرے پھر ادھر ادھر دیکھے تو وہ بات امانت ہے۔[6]

نیز امانتداری کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

---

❶... مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن العباس، ۱/۵۰۱، حدیث: ۲۰۶۷۔ ❷... پ۱۹، الشعراء: ۱۲۵۔ ❸... پ۵، النساء: ۵۸۔

❹... بخاری، کتاب العلم، باب من سئل علماً... الخ، ۱/۳۷، حدیث: ۵۹۔ ❺... ابو داود، کتاب الادب، باب فی نقل الحدیث، ۴/۳۵۱، حدیث: ۴۸۶۹۔

❻... ابو داود، کتاب الادب، باب فی نقل الحدیث، ۴/۳۵۱، حدیث: ۴۸۶۸۔

اس کا کوئی دین نہیں جو امانت دار نہیں۔[1]

(2) آپ عَلَیْہِ السَّلَام انتہائی مخلص اور ہر معاملے میں محض رضائے الٰہی کے طلبگار تھے اسی لیے تبلیغ رسالت کے فرائض کی انجام دہی میں قوم کو واضح کر دیا کہ

مَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍۚ-اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ[2]

ترجمہ: میں تم سے اِس (تبلیغ) پر کچھ اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔

(3) آپ عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ پر توکل کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، چنانچہ تبلیغ رسالت میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام اپنی طاقتور اور ظالم و جابر قوم سے بالکل خوفزدہ نہ ہوئے اور ان سے صاف فرما دیا کہ

اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ وَ رَبِّكُمْؕ-مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَاؕ-اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ[3]

ترجمہ: میں نے اللہ پر بھروسہ کر لیا ہے جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں جس کی پیشانی اس کے قبضۂ قدرت میں نہ ہو۔ بیشک میرا رب سیدھے راستہ پر ملتا ہے۔

باب:3

حضرت ھود عَلَیْہِ السَّلَام کی دعوت و تبلیغ

طوفانِ نوح کے برسوں بعد سب سے پہلے قومِ عاد نے توحید و رسالت اور ایمان و ہدایت سے دوری اختیار کی اور ایک عرصے تک بت پرستی، کفر و شرک، گمراہی و سرکشی، فسق و فجور اور غفلت و جہالت میں مبتلا رہے۔ ان کی ہدایت و رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے انہی کی قوم سے حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنا رسول بنا کر ان کی طرف بھیجا۔ اس بعثت کا ذکر قرآن پاک میں متعدد مقامات پر کیا گیا ہے، چنانچہ سورۂ اعراف میں ہے:

وَ اِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا[4]

ترجمہ: اور قومِ عاد کی طرف ان کے ہم قوم ہود کو بھیجا۔

اس کے علاوہ سورۂ ہود، آیت:50 اور سورۂ شعراء، آیت:136 میں بھی یہی بات بیان ہوئی ہے۔

---

❶... معجم کبیر، ۸/۲۴۷، حدیث: ۷۹۷۲. ❷... پ۱۹، الشعراء: ۱۲۷. ❸... پ۱۲، ھود: ۵۶. ❹... پ۸، الاعراف: ۶۵.

حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم کو نصیحت:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے قومِ عاد کو وحدانیتِ الٰہی پر ایمان لانے، صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کا حکم دیا اور عذابِ الٰہی سے ڈرایا، جیسا کہ قرآنِ پاک میں ہے:

قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ (1)

ترجمہ: (ہود نے) فرمایا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ تو کیا تم ڈرتے نہیں؟

سردارانِ کفار کا گستاخانہ جواب:

حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام کی دعوتِ حق سن کر قوم کے کافر سرداروں نے کہا: ہماری نگاہوں میں تو تم سراسر حماقت کا شکار لگتے ہو کیونکہ تم اپنے باپ دادا کے دین کی بجائے دوسرے دین کو مانتے ہو اور ہم تمہیں دعویٔ رسالت میں بھی سچا نہیں سمجھتے۔

قرآنِ کریم میں ہے:

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ (2)

ترجمہ: اس کی قوم کے کافر سردار بولے، بیشک ہم تمہیں بیوقوف سمجھتے ہیں اور بیشک ہم تمہیں جھوٹوں میں سے گمان کرتے ہیں۔

حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام کا سردارانِ کفار کو جواب:

سردارانِ کفار کے بے ادبانہ جواب کے مقابلے میں حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام نے بڑے تحمل سے جواب دیا کہ ”اے میری قوم! میں ہر گز بیوقوف نہیں کیونکہ میں تو تمام جہانوں کے پروردگار کا بھیجا ہوا ایک رسول ہوں (اور رسول انتہائی کامل عقل والے ہوتے ہیں۔) میری ذمہ داری تم تک اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے پیغامات پہنچانا ہے اور میں تمہارا سچا خیر خواہ اور امانت دار ہوں، لہٰذا کسی غلط فہمی میں مت پڑو۔

قرآنِ مجید میں ہے:

---

(1)...پ۸، الاعراف: ۶۵۔ (2)...پ۸، الاعراف: ۶۶۔

قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّ لٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۷﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ [1]

ترجمہ: (ہود نے) فرمایا: اے میری قوم! میرے ساتھ بے وقوفی کا کوئی تعلق نہیں۔ میں تو ربُّ العالمین کا رسول ہوں۔ میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمہارے لئے قابلِ اعتماد خیر خواہ ہوں۔

سردارانِ کفار کی تفہیم:

پھر حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام نے سردارانِ کفار کو ان کی حماقت پر متنبہ کرتے ہوئے فرمایا: کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہو رہا ہے کہ تمہارے پاس تمہاری ہی قوم کا ایک فرد رسول بن کر آیا ہے تا کہ تمہیں کفر و معصیت پر عذابِ الٰہی سے ڈرائے حالانکہ قابلِ تعجب تو تمہارا بے بس و لاچار بتوں کو خدا کا شریک ٹھہرانا ہے۔

قرآنِ پاک میں ہے:

اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِیُنْذِرَكُمْ [2]

ترجمہ: اور کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تمہیں میں سے ایک مرد کے ذریعے نصیحت آئی تا کہ وہ تمہیں ڈرائے۔

انعاماتِ الٰہی یاد دلا کر نصیحت:

اس کے بعد حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام نے قوم کو انعاماتِ الٰہی یاد دلا کر نصیحت کی، چنانچہ فرمایا: اے میری قوم! یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے قومِ نوح کی ہلاکت کے بعد تمہیں زمین میں جانشین کیا اور بہت زیادہ جسمانی قوت سے بھی نوازا کہ قد کاٹھ اور قوت دونوں میں دوسروں سے ممتاز ہو، لہٰذا تمہیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو یاد رکھو اور شکرانے میں ایمان لاؤ اور اطاعت و بندگی کا راستہ اختیار کرو تا کہ تمہیں فلاح نصیب ہو۔

قرآنِ کریم میں ہے:

وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ زَادَكُمْ فِی الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْۤا

ترجمہ: اور یاد کرو جب اس نے تمہیں قومِ نوح کے بعد جانشین بنایا اور تمہاری جسامت میں قوت اور

---

❶...پ۸، الاعراف: ۶۷، ۶۸. ❷...پ۸، الاعراف: ۶۹.

اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ[1] وسعت زیادہ کی تو اللہ کی نعمتیں یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

نعمتوں کے متعلق قرآن پاک میں بہت سی جگہوں پر یہ حکم موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو اور ان کے شکر کے طور پر ایمان و اعمالِ صالحہ کی زندگی اختیار کرو، یہی حکمِ قرآنی اور تقاضائے عقلِ انسانی ہے کہ مُنعِمِ حقیقی عَزَّوَجَلَّ کے احسانات کو بھلایا نہ جائے بلکہ یاد رکھ کر حقِ نعمت ادا کیا جائے۔

کفار کا رسول عَلَیْہِ السَّلَام کی بشریت کی رَٹ لگا کر اطاعت واتباع سے روکنا:

حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام سے اپنی رسالت اور عبادتِ الٰہی کی دعوت سن کر سردارانِ کفار لوگوں سے کہنے لگے: یہ تو تمہارے جیسا ہی ایک آدمی ہے، جو تم کھاتے ہو وہی یہ کھاتا اور جو تم پیتے ہو وہی یہ پیتا ہے، اگر یہ رسول ہوتا تو فرشتوں کی طرح کھانے پینے سے پاک ہوتا۔ ان باطن کے اندھوں نے کمالاتِ رسالت کو نہ دیکھا اور کھانے پینے کے اوصاف دیکھ کر رسول کو اپنی طرح بشر کہنے لگے اور یہی چیز اُن کی گمراہی کی بنیاد ہوئی، چنانچہ اسی سے ایک نتیجہ نکال کر افرادِ قوم آپس میں کہنے لگے "اگر تم نے اپنے جیسے کسی آدمی کی بات مان کر اس کی اطاعت کی تو ضرور نقصان اٹھاؤ گے۔

قرآن کریم میں ہے:

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَاۙ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْۙ یَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَیَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَىٕنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ[2]

ترجمہ: اور اس کی قوم کے وہ سردار بولے جنہوں نے کفر کیا اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا اور ہم نے انہیں دنیا کی زندگی میں خوشحالی عطا فرمائی (بولے:) یہ تو تمہارے جیسا ہی ایک آدمی ہے، جو تم کھاتے ہو اسی میں سے یہ کھاتا ہے اور جو تم پیتے ہو اسی میں سے یہ پیتا ہے۔ اور اگر تم کسی اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کرو گے جب تو تم ضرور خسارہ پانے والے ہوگے۔

اللہ تعالیٰ کے انبیاء و رُسُل عَلَیْہِمُ السَّلَام بشر اور انسان ہی تھے لیکن اس وصف کو بطورِ تحقیر استعمال کرنا کفار کا طرزِ عمل تھا۔ انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہوتا ہے، ان کے کسی وصفِ حقیقی یا عملِ واقعی کو بھی اگر بطورِ تحقیر کے

---

❶...پ۸، الاعراف: ۶۹۔ ❷...پ۱۸، المؤمنون: ۳۳، ۳۴۔

ذکر کیا جائے تو یہ کفر ہے، لہٰذا بشریت پر اصرار کرنے اور کھانے پینے کے حوالے دے کر بار بار بشر بشر کہنے کی بجائے ان کے وہ کمالاتِ عالیہ اور اوصافِ حمیدہ بیان کئے جائیں جن سے تعظیم و محبت کا ظہور ہو۔ آج کے زمانے میں بھی اس کی بڑی حاجت ہے۔

قومِ عاد کا انکارِ رسالت:

قومِ عاد نے ایک موقع پر واضح الفاظ میں یہ کہہ کر بھی حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام کی رسالت کا انکار کیا کہ اگر ہمارا رب کوئی رسول بھیجنا چاہتا تو وہ فرشتوں کو اتار دیتا اور تم چونکہ فرشتے نہیں ہو اس لیے ہم تمہاری رسالت کا انکار کرتے ہیں۔

قرآنِ عظیم میں ہے:

قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓىٕكَةً فَاِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ [1]

ترجمہ: تو انہوں نے کہا: اگر ہمارا رب چاہتا تو فرشتوں کو اتارتا تو جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں۔

ایک اور مقام پر قوم کی تکذیب کا ذکر ان الفاظ کے ساتھ کیا گیا ہے:

كَذَّبَتْ عَادُ ﹰالْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۲۵﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۲۶﴾ وَ مَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ [2]

ترجمہ: عاد نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب ان سے ان کے ہم قوم ہود نے فرمایا: کیا تم ڈرتے نہیں۔ بیشک میں تمہارے لیے امانتدار رسول ہوں۔ تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اور میں تم سے اِس (تبلیغ) پر کچھ اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔

سردارانِ کفار کا یومِ حشر پر اعتراض:

حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام نے قوم کو قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہو کر بارگاہِ الٰہی میں پیش ہونے کا بھی بتایا تھا، اس پر کافر سرداروں نے ورغلانے کے لئے اپنے لوگوں کو ایک عقلی دلیل دیتے ہوئے کہا: کیا یہ نبی تم سے یہ کہتا ہے کہ مرنے

[1]...پ۲۴، حٰم السجدۃ: ۱۴۔ [2]...پ۱۹، الشعراء: ۱۲۳-۱۲۷۔

کے بعد جب تمہارا گوشت پوست سب مٹی میں مل جائے گا اور صرف ہڈیاں باقی رہ جائیں گی، اس کے بعد پھر تمہیں زندہ کرکے قبروں سے نکالا جائے گا؟ یہ سب باتیں عقل سے بہت بعید ہیں۔ اس کے ساتھ اُن کفار نے آج کے دہریوں کی طرح کہا کہ دوبارہ زندگی کبھی نہیں ملے گی اور دنیا کی زندگی کے سوا اور کوئی زندگی نہیں، اسی دنیا میں موت وحیات کا سلسلہ جاری ہے کہ ہم پیدا ہوتے ہیں اور پھر کسی وقت مر جاتے ہیں اور قصہ تمام۔ نہ کوئی مرنے کے بعد زندگی ہے اور نہ کوئی حساب کتاب۔ اس کے بعد حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام کے بارے میں کہنے لگے کہ ان کا دعویٰ رسالت اور موت کے بعد زندگی کی باتیں سب جھوٹ ہیں اور غلط طور پر خدا کی طرف منسوب ہیں۔ ہمیں ان کی بات پر ہرگز یقین نہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

اَیَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَ كُنْتُمْ تُرَابًا وَّ عِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَیْهَاتَ هَیْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَ نَحْیَا وَ مَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ ﴿۳۷﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّ مَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِیْنَ[1]

ترجمہ: کیا تمہیں یہ وعدہ دیتا ہے کہ تم جب مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے کہ (اس کے بعد پھر) تم نکالے جاؤ گے۔ جو وعدہ تم سے کیا جارہا ہے وہ بہت دور ہے وہ بہت دور ہے۔ زندگی تو صرف ہماری دنیا کی زندگی ہے، ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم اٹھائے جانے والے نہیں ہیں۔ یہ تو صرف ایک ایسا مرد ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے اور ہم اس کا یقین کرنے والے نہیں ہیں۔

قومِ عاد کا غرور و تکبر اور انکارِ آیات:

قبیلہ عاد کے لوگ بڑے طاقتور، شہ زور اور متکبر تھے، چنانچہ ایک موقع پر جب حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں عذابِ الٰہی سے ڈرایا تو انہوں نے اپنی قوت پر غرور کرتے ہوئے کہا: ہم سے زیادہ طاقتور کوئی نہیں اور اگر عذاب آیا تو ہم اسے اپنی طاقت سے ہٹا سکتے ہیں۔ یہ عجیب جاہلانہ غرور تھا کہ رب العالمین کی قدرت کو بھول گئے اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا:

فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ

ترجمہ: تو وہ جو عاد تھے انہوں نے زمین میں ناحق

[1] ...پ۱۸، المؤمنون: ۳۵-۳۸.

قَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ [1]	تکبر کیا اور انہوں نے کہا: ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے؟ اور کیا انہوں نے اس بات کو نہ دیکھا کہ وہ اللہ جس نے انہیں پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ قوت والا ہے اور وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔

قومِ عاد کے برے معمولات پر انہیں نصیحت:

قومِ عاد کا سرِ راہ بلند عمارتیں بنانا، وہاں بیٹھ کر راہ گیروں کو پریشان کرنا اور ان کا مذاق اڑانا، لمبی زندگی کی امید پر مضبوط محل بنانا اور لوگوں کو مار دھاڑ کرنا تو کسی صحیح مقصد کے بغیر بے دردی کے ساتھ کرنا عام معمول تھا۔ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ السَّلَام چونکہ لوگوں کی ایمانی، عملی، اخلاقی تعلیم وتربیت کے لئے تشریف لاتے ہیں اس لئے ان باتوں پر انہیں سمجھاتے ہوئے حضرت ہود عَلَیْهِ السَّلَام نے فرمایا:

اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِیْعٍ اٰیَةً تَعْبَثُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَ تَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ وَ اِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ ﴿۱۳۰﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۳۱﴾ وَ اتَّقُوا الَّذِیْۤ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّ بَنِیْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۱۳۴﴾ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ [2]	**ترجمہ:** کیا تم ہر بلند جگہ پر ایک نشان بناتے ہو (راہگیروں کا) مذاق اڑاتے ہو۔ اور مضبوط محل بناتے ہو اس امید پر کہ تم ہمیشہ رہو گے۔ اور جب کسی کو پکڑتے ہو تو بڑی بیدردی سے پکڑتے ہو۔ تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اور اس سے ڈرو جس نے تمہاری ان چیزوں سے مدد کی جو تمہیں معلوم ہیں۔ اس نے جانوروں اور بیٹوں کے ساتھ تمہاری مدد کی۔ اور باغوں اور چشموں سے۔ بیشک مجھے تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

تنبیہ: حضرت ہود عَلَیْهِ السَّلَام کی قوم کی اس روش کے نظارے ہمارے آج کے معاشرے میں بھی بکثرت دیکھے جا رہے ہیں، جیسے چوراہوں یا گلیوں میں کھڑے ہو کر وہاں سے گزرنے والوں کو تنگ کرنا، کسی معذور شخص کو آتا دیکھ کر اس کا مذاق اڑانا، راستے سے گزرنے والی خواتین پر آوازیں کسنا، راہ چلتی عورتوں سے ٹکرانا، کوئی راستہ معلوم کرے تو

---

[1]...پ۲۴، حٰم السجدۃ: ۱۵۔ [2]...پ۱۹، الشعراء: ۱۲۸-۱۳۵۔

اسے غلط راستہ بتا دینا، راستے میں کوڑا کرکٹ پھینک دینا، گلیوں میں گندا پانی چھوڑ دینا، گلیوں میں کھدائی کر کے کئی دنوں تک بلا وجہ چھوڑے رکھنا، راستوں میں غیر قانونی تعمیرات کرنا، گلی محلوں میں کرکٹ یا کوئی اور کھیل کھیلنا اور غلط جگہ گاڑی پارک کر دینا وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے، اٰمین۔

نصیحت کے جواب میں قوم کی ہٹ دھرمی:

قوم عاد نے حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام کی نصیحتوں کے جواب میں ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا: آپ کا ہمیں نصیحت کرنا، نہ کرنا دونوں ہمارے لئے برابر ہیں، ہم ہرگز آپ کی بات مانیں گے، نہ دعوتِ حق قبول کریں گے، اور جن چیزوں کا آپ ہمیں خوف دلا رہے ہیں، یہ پہلے لوگوں کی باتیں ہیں، وہ بھی ایسی ہی باتیں کہا کرتے تھے۔ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ ہم ان باتوں کا اعتبار نہیں کرتے اور انہیں جھوٹ جانتے ہیں۔ ہمارے اعمال و عادات پر دنیا میں نہ تو ہمیں عذاب دیا جائے گا، نہ مرنے کے بعد ہمیں اٹھنا اور نہ آخرت میں کوئی حساب دینا ہے۔

قرآنِ کریم میں ہے:

قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَیْنَاۤ اَوَ عَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِیْنَ ﴿۱۳۶﴾ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَ مَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ [1]

ترجمہ: قوم نے کہا: ہمارے اوپر برابر ہے کہ آپ ہمیں نصیحت کریں یا آپ نصیحت کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔ وہ تو صرف پہلے لوگوں کی بنائی ہوئی جھوٹی باتیں ہیں۔ اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔

بت پرستی کے جواز پر قوم کی دلیل اور اس کا رد:

کفار نے اپنے شرک اور بت پرستی کے جواز میں اللہ تعالیٰ پر ہی شرک کی اجازت بلکہ حکم دینے کا بہتان لگا دیا کہ رب تعالیٰ نے اپنے شریک بنائے ہیں اور ہم اسی کے حکم سے ان بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ اس کا رد کرتے ہوئے حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام نے پہلے قوم کو وحدانیتِ الٰہی کا اقرار اور عبادتِ الٰہی کرنے کی دعوت دی، پھر فرمایا: شرک و بت پرستی کے جواز پر تمہارا یہ قول اللہ تعالیٰ پر صریح بہتان ہے، اس نے نہ تو کسی کو اپنا شریک بنایا ہے اور نہ ہی اپنے علاوہ کسی اور کی عبادت کا حکم دیا ہے۔

---

❶...پ۱۹، الشعراء: ۱۳۶-۱۳۸۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗؕ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ(1)

ترجمہ: فرمایا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، تم تو صرف بہتان لگانے والے ہو۔

اپنی سچی خیر خواہی اور خلوص کا اظہار:

حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام کی ایمان و توحید کی دعوت خالص رضائے الٰہی کے لیے تھی، لوگوں سے آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے نہ کوئی مالی مطالبہ کیا اور نہ ہی کسی دنیاوی مفاد کا تقاضا کیا اور یہ بات آپ کے اخلاص، قوم کا حقیقی خیر خواہ اور سچا رسول ہونے کی دلیل تھی چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اسے قوم کے سامنے بھی واضح فرمایا:

یٰقَوْمِ لَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًاؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى الَّذِیْ فَطَرَنِیْؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ(2)

ترجمہ: اے میری قوم! میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو اسی کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا۔ تو کیا تمہیں عقل نہیں؟

بڑے دن کے عذاب سے ڈرا کر قوم کو نصیحت:

ایک موقع پر حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی قوم سے فرمایا: بیشک مجھے ڈر ہے کہ تمہارے شرک اور توحید سے منہ موڑنے کی وجہ سے کہیں تم پر ایک بڑے دن کا عذاب نہ آ جائے۔ اگر تم اس سے بچنا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لے آؤ اور صرف اسی کی عبادت کرو۔

قرآن پاک میں ہے:

وَ اذْكُرْ اَخَا عَادٍؕ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَ قَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖۤ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ(3)

ترجمہ: اور عاد کے ہم قوم کو یاد کرو جب اس نے اپنی قوم کو سرزمینِ احقاف میں ڈرایا اور بیشک اس سے پہلے اور اس کے بعد کئی ڈر سنانے والے گزر چکے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، بیشک مجھے تم پر ایک بڑے

---

(1)...پ۱۲، ھود: ۵۰۔ (2)...پ۱۲، ھود: ۵۱۔ (3)...پ۲۶، الاحقاف: ۲۱۔

دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

قوم کی طرف سے عذاب کا مطالبہ اور انہیں جواب:

حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام کی نصیحت کے جواب میں قوم نے کہا: کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم سے ہمارے بتوں کی پوجا چھڑا کر ہمیں اپنے دین کی طرف پھیر دو، ایسا تو ہرگز نہیں ہو سکتا، ہاں تم نے ہمیں جو عذاب کی وعید سنائی ہے، اس میں اگر سچے ہو تو ہم پر وہ عذاب لے آؤ۔

قوم کا یہ مطالبہ قرآن کریم میں دو مقامات پر مذکور ہے،

(1) سورۂ احقاف میں ہے:

قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَاۚ-فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ [1]

ترجمہ: انہوں نے کہا: کیا تم اس لیے آئے ہو کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے پھیر دو، اگر تم سچے ہو تو ہم پر لے آؤ جس کی تم ہمیں وعیدیں سناتے ہو۔

اس کے جواب میں حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: عذاب اترنے کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور وہی اس کے مقررہ وقت پر نازل فرمائے گا۔ میری ذمہ داری یہ ہے کہ احکامِ الٰہی تم تک پہنچا دوں، اس کے باوجود تم عذاب کا مطالبہ کر رہے ہو تو میرے حساب سے تم جاہل لوگ ہو کہ ایک تو مجھ سے مطالبہ کر رہے ہو اور وہ بھی اپنی مصیبت وعذاب کا۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ﳲ وَ اُبَلِّغُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَ لٰكِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ [2]

ترجمہ: فرمایا: علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور میں تمہیں اسی چیز کی تبلیغ کرتا ہوں جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے لیکن میں تمہیں ایک جاہل قوم سمجھتا ہوں۔

(2) سورۂ اعراف میں ہے:

قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَ نَذَرَ مَا كَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَاۚ-فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ

ترجمہ: قوم نے کہا: کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں اور جن چیزوں کی

1...پ۲۶، الاحقاف: ۲۲۔ 2...پ۲۶، الاحقاف: ۲۳۔

كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (1)

عبادت ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے انہیں چھوڑ دیں۔ اگر تم سچے ہو تو لے آؤ وہ (عذاب) جس کی تم ہمیں وعیدیں سناتے ہو۔

کفار کے مطالبے پر حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: اس میں کوئی شک نہیں کہ تمہاری سرکشی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا غضب و عذاب تم پر لازم ہو گیا ہے اور یہ کسی بھی وقت نازل ہو جائے گا اور جہاں تک بتوں کے بارے میں تمہارے مجھ سے بحث کرنے کا تعلق ہے تو اس کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ تم مجھ سے ان ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے اپنے بتوں کے رکھ لیے اور انہیں معبود مان کر ان کی پوجا شروع کر دی حالانکہ ان کی کوئی حقیقت ہی نہیں اور ان کے معبود ہونے پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اتاری، لہٰذا اگر تم نہیں مانتے تو عذابِ الٰہی کا انتظار کرو اور میں بھی منتظر ہوں کہ کب تم پر عذاب نازل ہوتا ہے۔

قرآنِ کریم میں ہے:

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّ غَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْۤ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ (2)

ترجمہ: فرمایا: بیشک تم پر تمہارے رب کا عذاب اور غضب لازم ہو گیا۔ کیا تم مجھ سے ان ناموں کے بارے میں جھگڑ رہے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، جن کی کوئی دلیل اللہ نے نہیں اتاری تو تم بھی انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

قوم پر قحط سالی کا عذاب اور حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام کی تبلیغ و نصیحت:

قومِ عاد نے حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر کے کفر و شرک اور گناہوں پر اصرار کو ترجیح دی تو اس کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے اُن کی سرزمین پر تین سال تک بارش روک دی جس سے شدید قحط پڑ گیا، مزید یہ کہ ان کی عورتوں کو بھی بانجھ کر دیا۔ جب اس صورت حال سے یہ لوگ بہت پریشان ہوئے تو حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سے فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ، میری رسالت کی تصدیق کرو، بارگاہِ الٰہی میں اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرو اور

(1)...پ۸، الاعراف: ۷۰۔ (2)...پ۸، الاعراف: ۷۱۔

اسی سے مغفرت و نجات طلب کرو تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ موسلا دھار بارش بھیج کر تمہاری زمینوں کو سرسبز و شاداب کر دے گا، تمہاری قوت میں اضافہ فرمائے گا اور تمہیں اَولاد بھی عطا کرے گا، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تباہ و برباد ہو جاؤ گے، لہٰذا تم میری یہ نصیحت مان لو اور اس سے منہ پھیر کر اپنے جرموں پر قائم نہ رہو۔

قرآنِ مجید میں ہے:

وَ یٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ یَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَ لَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِیْنَ [1]

ترجمہ: اور اے میری قوم! تم اپنے رب سے معافی مانگو پھر اس کی بارگاہ میں توبہ کرو تو وہ تم پر موسلا دھار بارش بھیجے گا اور تمہاری قوت کے ساتھ مزید قوت زیادہ کرے گا اور تم مجرم بن کر منہ نہ پھیرو۔

قوم کا احمقانہ جواب:

قرآن کریم میں ان کا جواب یوں مذکور ہے:

قَالُوْا یٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَةٍ وَّ مَا نَحْنُ بِتَارِكِیْۤ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَ مَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿۵۳﴾ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ [2]

ترجمہ: انہوں نے کہا: اے ہود! تم ہمارے پاس کوئی دلیل لے کر نہیں آئے اور ہم صرف تمہارے کہنے سے اپنے خداؤں کو چھوڑنے والے نہیں ہیں اور نہ ہی تمہاری بات پر یقین کرنے والے ہیں۔ ہم تو صرف یہ کہتے ہیں کہ ہمارے کسی معبود نے تم پر کوئی برائی پہنچادی ہے۔

حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام کا بتوں سے اعلانِ براءت اور قوم کو چیلنج:

جب قوم نے حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام کی نصیحت قبول نہ کی اور خود ساختہ معبودوں سے متعلق اپنا نظریہ بیان کیا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان باطل معبودوں سے بیزاری و براءت کا اعلان کرتے اور ان کی دھمکیوں کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اِنِّیْۤ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَ اشْهَدُوْۤا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا ثُمَّ

ترجمہ: میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم سب (بھی) گواہ ہو جاؤ کہ میں ان سب سے بیزار ہوں جنہیں تم اللہ

---

[1]...پ۱۲، ھود: ۵۲۔ [2]...پ۱۲، ھود: ۵۳، ۵۴۔

لَا تُنْظِرُوْنِ [1]

کے سوا اس کا شریک ٹھہراتے ہو۔ تم سب مل کر میرے اوپر داؤ چلاؤ پھر مجھے مہلت نہ دو۔

حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ تعالیٰ پر اپنے توکل اور ایمان کی پختگی کو بیان کرتے ہوئے مزید فرمایا:

اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ وَ رَبِّكُمْؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَاؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ [2]

ترجمہ: میں نے اللہ پر بھروسہ کرلیا ہے جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں جس کی پیشانی اس کے قبضۂ قدرت میں نہ ہو۔ بیشک میرا رب سیدھے راستہ پر ملتا ہے۔

حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم کو تنبیہ اور ایمانی قوت:

حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام نے قوم کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا پیغام تم تک پہنچا دیا ہے، اب اگر تم نے ایمان لانے سے اعراض کیا اور احکامِ الٰہی کو قبول نہ کیا تو یاد رکھو! اللہ تعالیٰ تمہیں ہلاک کرکے تمہاری جگہ ایسے لوگوں کو ان شہروں اور اَموال کا مالک بنادے گا جو اس کی وحدانیت کا اقرار اور صرف اسی کی عبادت کرنے والے ہوں گے اور تم خدا عَزَّوَجَلَّ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے، نیز تم میں سے کسی کا کوئی قول یا فعل میرے رب عَزَّوَجَلَّ سے چھپا ہوا نہیں، لہٰذا تمہارے برے اعمال پر وہ تمہیں سزا دے گا اور تمہارے شر سے میری حفاظت فرمائے گا کیونکہ وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖۤ اِلَیْكُمْؕ وَ یَسْتَخْلِفُ رَبِّیْ قَوْمًا غَیْرَكُمْۚ وَ لَا تَضُرُّوْنَهٗ شَیْــٴًـاؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ [3]

ترجمہ: پھر اگر تم منہ پھیرو تو میں تمہیں اس کی تبلیغ کرچکا ہوں جس کے ساتھ مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا تھا اور میرا رب تمہاری جگہ دوسروں کو لے آئے گا اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے بیشک میرا رب ہر شے پر نگہبان ہے۔

---

[1] ...پ۱۲، ھود: ۵۴، ۵۵۔ [2] ...پ۱۲، ھود: ۵۶۔ [3] ...پ۱۲، ھود: ۵۷۔

یہ حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام کی قوتِ ایمانی، اللہ تعالیٰ پر توکل اور خدائی حفاظت کی برکت تھی کہ آپ نے بالکل بے خوف ہو کر ایک ایسی قوم سے یہ کلمات فرمائے جو قوت و طاقت اور زور و ہمت والی تھی لیکن اپنی تمام تر عداوت و قوت کے باوجود حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام کو ذرہ بھر بھی کوئی نقصان یا تکلیف نہ پہنچا سکی۔ یہ وہی خدائی وعدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْهَادُ (1)

ترجمہ: بیشک ضرور ہم اپنے رسولوں اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگی میں مدد کریں گے اور اس دن بھی جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔

قوم کے خلاف دعائے ہود اور اس کی قبولیت:

حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام کی تمام تر مساعی کے باوجود قوم کے چند افراد ہی آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر ایمان لائے اور باقی کفر و شرک اور معاصی کی دلدل میں پھنسے رہے۔ جب ان کے ایمان لانے کی کوئی امید باقی نہ رہی اور قبولِ حق کی بجائے انتہائی سرکشی پر اتر آئے تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام ان کے خلاف دعا کرتے ہوئے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کر کے کفار کے عبرتناک انجام کی خبر دیدی:

قرآنِ پاک میں ہے:

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۳۹﴾ قَالَ عَمَّا قَلِیْلٍ لَّیُصْبِحُنَّ نٰدِمِیْنَ (2)

ترجمہ: عرض کی: اے میرے رب! میری مدد فرما کیونکہ انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے۔ اللہ نے فرمایا: تھوڑی دیر میں یہ پچھتانے والے ہو جائیں گے۔

درس و نصیحت

اس باب میں بہت سی نصیحتیں ہیں:

(1) انبیاء و رُسُل بڑی جرأت و ہمت کے ساتھ اپنا فریضہ تبلیغ ادا کرتے ہیں۔

(2) نیکی کی دعوت اور برائی سے ممانعت کے لئے انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کی سیرت کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

(3) انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام نے کفار کی دھمکیوں سے ڈر کر کبھی تبلیغِ دین کا کام ترک نہیں کیا اور نہ ہی کبھی کوئی پیغامِ

❶...پ۲۴، المؤمن:۵۱۔ ❷...پ۱۸، المؤمنون:۳۹، ۴۰۔

الٰہی چھپایا۔ نیکی کی دعوت دینے والوں کو بھی اس ہمت کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

(4) انبیاء عَلَیۡہِمُ السَّلَام کو اعلیٰ درجے کی قوتِ ایمانی حاصل تھی اور ان کا اللہ عَزَّوَجَلَّ پر بھروسہ نہایت مضبوط تھا اور خدائی وعدوں پر کامل یقین تھا۔ یہی اوصاف مبلغین کی کامیابی کی ضمانت ہیں۔

(5) دعوتِ دین میں بشارتیں بھی ہوں اور غضبِ الٰہی سے ڈرانا بھی پایا جائے۔

(6) قوم کے سرکردہ افراد اور لیڈر اگر بگڑ جائیں تو قوم کو بھی تباہی کے راستے پر ڈال دیتے ہیں۔

(7) نیکی کی دعوت دیتے ہوئے لوگوں کی بدتمیزی و جہالت پر بُردباری کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

باب:4

قومِ عاد پر عذابِ الٰہی

اس باب میں قوم عاد پر آنے والے ہولناک عذاب اور ان کی تباہی و بربادی کا ذکر ہے، تفصیل کے لیے ذیلی سطور ملاحظہ ہوں۔

قوم عاد کے وفد کی مکہ مکرمہ روانگی:

جب قومِ عاد عرصہ دراز تک دعوتِ حق ملنے کے باوجود ایمان نہ لائی اور کفر و معاصی پر جمی رہی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے علاقوں میں بارش روک دی جس سے یہ لوگ قحط میں مبتلا ہو گئے۔ مصیبت کی اس گھڑی میں حضرت ہود عَلَیۡہِ السَّلَام نے انہیں پھر سمجھایا اور توبہ و استغفار کرنے اور ایمان لانے کی صورت میں قحط سے نجات کی بشارت دی لیکن قوم ''ہم تو نہ مانیں'' پر ہی قائم رہی۔ ترمذی شریف میں ہے، (حضرت حارث بن یزید رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے قوم عاد کے وفد کا واقعہ بیان کرتے ہوئے عرض کی:) جب قومِ عاد میں قحط سالی نمودار ہوئی تو انہوں نے قَیل نامی ایک شخص کو (بطورِ قاصد بیتُ اللہ شریف دعا کرنے کے لیے) بھیجا۔ یہ (مکہ مکرمہ کے قریب) بکر بن معاویہ کے ہاں ٹھہرا۔ بکر نے اسے شراب پلائی اور اس کی دو باندیوں نے قَیل کے سامنے گانا گایا۔ پھر قَیل مَہرہ کے پہاڑوں کی طرف نکلا اور وہاں جا کر دعا کی: اے اللہ! میں کسی بیمار کی دوا یا کسی قیدی کے فدیے کے لئے نہیں آیا، بس تو اپنے بندے (اور اس کی قوم) کو (بارش کا) وہ (پانی) پلا دے جو تو اسے پلایا کرتا تھا اور اس کے ساتھ بکر بن معاویہ کو بھی پلا دے۔ قَیل نے اپنی دعا میں بکر بن معاویہ کو شراب پلانے کا شکریہ ادا کرنے کے لیے شامل کیا تھا۔ کچھ ہی دیر میں اس کے سر پر چند بادل نمودار ہوئے اور اس سے کہا گیا: ان

میں سے کوئی ایک بادل چن لو۔ قیل نے ایک سخت سیاہ بادل چن لیا تو اس سے کہا گیا: تو جلی ہوئی راکھ لے لے جو قومِ عاد میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑے گی۔[1]

بادل دیکھ کر قومِ عاد کی خوش فہمی اور حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام کی تنبیہ:

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے وہ سیاہ بادل قومِ عاد کی وادیوں کی جانب چلا دیا جسے دیکھ کر وہ لوگ خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ برسنے والا بادل ہے۔ حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سے فرمایا: یہ برسنے والا بادل نہیں بلکہ یہ تو وہ عذاب ہے جس کی تم جلدی مچا رہے تھے، سن لو! اس بادل میں دردناک عذاب پر مشتمل ایک آندھی ہے۔

قرآن پاک میں ہے:

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِیَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِیْحٌ فِیْهَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ[2]

ترجمہ: پھر جب انہوں نے اسے (یعنی عذاب کو) بادل کی صورت میں پھیلا ہوا اپنی وادیوں کی طرف آتا ہوا دیکھا تو کہنے لگے: یہ ہمیں بارش دینے والا بادل ہے۔ (کہا گیا کہ، نہیں) بلکہ یہ تو وہ ہے جس کی تم نے جلدی مچائی تھی، یہ ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔

قومِ عاد پر آندھی کا عذاب اور اس کی شدت:

قوم نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی تنبیہ کو سنا ان سنا کر کے اپنی توجہ بادل کی طرف رکھی اور اسے دیکھ کر خوش ہوتے رہے جبکہ حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام اہلِ ایمان کو ساتھ لے کر کفار سے کچھ دور چلے گئے۔ جب بادل قریب آئے تو قومِ عاد نے ایک ہولناک آواز سنی، پھر تند و تیز، نہایت سرد، خشک، خیر و برکت سے خالی اور سخت سناٹے دار آندھی چل پڑی، جس کی شدت کا یہ حال تھا کہ لوگوں کو زمین سے یوں اکھیڑ دیتی گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے سوکھے تنے ہوں، پھر انہیں سر کے بل زمین پر اس طرح دے مارتی کہ سر پاش پاش ہو جاتے۔ اس ہولناک طوفان کی لپیٹ میں جو چیز آتی وہ تباہی و بربادی کا عبرت ناک نشان بن کر رہ جاتی۔ یہ آندھی سات راتیں اور آٹھ دن لگاتار چلتی رہی اور جب ختم ہوئی تو قومِ عاد کے خالی مکان ہی نظر آرہے تھے جبکہ تمام کفار نیست و نابود ہو کر فنا کے گھاٹ اتر چکے تھے۔

1... ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الذاریات، ۵/۱۸۱، حدیث: ۳۲۸۴۔ 2... پ۲۶، الاحقاف: ۲۴۔

قرآن کریم میں اس ہولناک عذاب کا حال ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (1)

ترجمہ: تو سچی چنگھاڑ نے انہیں پکڑ لیا تو ہم نے انہیں سوکھی گھاس کوڑا بنادیا تو ظالم لوگوں کیلئے دوری ہو۔

اور ارشاد فرمایا:

اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا فِیْ یَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ۙ﴿۱۹﴾ تَنْزِعُ النَّاسَ ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ (2)

ترجمہ: بیشک ہم نے ان پر ایسے دن میں ایک سخت آندھی بھیجی جس کی نحوست (ان پر) ہمیشہ کے لیے رہی۔ وہ آندھی لوگوں کو یوں اکھیڑ مارتی تھی گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے سوکھے تنے ہوں۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ فِیْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الرِّیْحَ الْعَقِیْمَ ۚ﴿۴۱﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَیْءٍ اَتَتْ عَلَیْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِیْمِ (3)

ترجمہ: اور قوم عاد میں (بھی نشانی ہے) جب ہم نے ان پر خشک آندھی بھیجی۔ وہ جس چیز پر گزرتی تھی اسے گلی ہوئی چیز کی طرح کر چھوڑتی۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ اَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِیَةٍ ۙ﴿۶﴾ سَخَّرَهَا عَلَیْهِمْ سَبْعَ لَیَالٍ وَّ ثَمٰنِیَةَ اَیَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ فَتَرَى الْقَوْمَ فِیْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِیَةٍ (4)

ترجمہ: اور عاد کے لوگ تو وہ نہایت سخت گرجتی آندھی سے ہلاک کیے گئے۔ اللہ نے وہ آندھی ان پر لگاتار سات راتیں اور آٹھ دن پوری قوت کے ساتھ مسلط کردی تو تم ان لوگوں کو ان دنوں اور راتوں میں یوں پچھاڑے ہوئے دیکھتے گویا کہ وہ گری ہوئی کھجوروں کے سوکھے تنے ہیں۔

اور ارشاد فرمایا:

---

(1)...پ۱۸، المؤمنون: ۴۱۔ (2)...پ۲۷، القمر: ۱۹، ۲۰۔ (3)...پ۲۷، الذٰریٰت: ۴۱، ۴۲۔ (4)...پ۲۹، الحاقۃ: ۶، ۷۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا فِیْۤ اَیَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِیْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْیِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَاؕ-وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَ هُمْ لَا یُنْصَرُوْنَ [1]

ترجمہ: تو ہم نے ان پر (ان کے) منحوس دنوں میں ایک تیز آندھی بھیجی تاکہ دنیا کی زندگی میں ہم انہیں رسوائی کا عذاب چکھائیں اور بیشک آخرت کا عذاب زیادہ رسواکن ہے اور ان کی مدد نہ ہوگی۔

اور ارشاد فرمایا:

تُدَمِّرُ كُلَّ شَیْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا یُرٰۤى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ [2]

ترجمہ: یہ اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو تباہ کردیتی ہے تو صبح کو ان کی ایسی حالت تھی کہ ان کے خالی مکان ہی نظر آرہے تھے۔

تنبیہ: اوپر آیات میں منحوس دنوں کا ذکر ہوا، اس حوالے سے یاد رہے کہ کوئی دن یا مہینہ ذاتی طور پر اور ہمیشہ کے لئے منحوس نہیں ہوتا البتہ جس وقت، دن یا مہینے میں کوئی گناہ کیا جائے یا اس میں گناہگاروں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو تو وہ وقت گناہ اور عذاب کے اعتبار سے گناہگار کے حق میں منحوس ہے۔

اہلِ ایمان کی آندھی سے نجات:

اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام اور اہلِ ایمان کو اپنی رحمت سے اس ہولناک عذاب سے محفوظ رکھا اور جیسے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دنیا کے عذاب سے بچایا ایسے ہی اپنی رحمت اور نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی غلامی کے صدقے آخرت کے سخت عذاب سے بھی محفوظ رکھے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاَنْجَیْنٰهُ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ قَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ مَا كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ [3]

ترجمہ: تو ہم نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو اپنی رحمت کے ساتھ نجات دی اور جو ہماری آیتیں جھٹلاتے تھے ان کی جڑ کاٹ دی اور وہ ایمان والے نہ تھے۔

اور ارشاد فرمایا:

---

[1] ...پ۲۴، حٰم السجدۃ:۱۶۔ [2] ...پ۲۶، الاحقاف:۲۵۔ [3] ...پ۸، الاعراف:۷۲۔

وَ لَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا هُوْدًا وَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَ نَجَّیْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِیْظٍ [1]

ترجمہ: اور جب ہمارا حکم آگیا تو ہم نے اپنی رحمت کے ساتھ ہود اور اس کے ساتھ والے مسلمانوں کو بچالیا اور انہیں سخت عذاب سے نجات دی۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان اور نیک اعمال نجات کا ذریعہ اور سبب ہیں لیکن در حقیقت نجات صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ملتی ہے، کیونکہ ایمان و اعمالِ صالحہ کی توفیق بھی خدا کی رحمت ہی سے ہوتی ہے نیز نجات کا سببِ حقیقی رحمتِ الٰہی ہی ہے۔

قومِ عاد کا انجام نشانِ عبرت ہے:

قومِ عاد کا ہولناک انجام اپنے اندر نصیحت و عبرت کے بے شمار درس لئے ہوئے ہے کہ جب اِس قوم کی اکثریت خدا کی نافرمانی پر تُل گئی اور کسی بھی قسم کی وعظ و تذکیر قبول کرنے سے انکار کر دیا بلکہ سمجھانے والوں کا مذاق اُڑانے اور خدائی احکام کے جھٹلانے کو اپنا وطیرہ بنالیا تو عذابِ الٰہی کا ایسا کوڑا برسا کہ جس نے اِن کا نام و نشان مٹا کے رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کو اور اس سے عبرت حاصل کرنے کو قرآن پاک میں کئی جگہ بہت صراحت کے ساتھ بیان فرمایا، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ تِلْكَ عَادٌ ۟ۙ جَحَدُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَ عَصَوْا رُسُلَهٗ وَ اتَّبَعُوْۤا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ ﴿۵۹﴾ وَ اُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً وَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ [2]

ترجمہ: اور یہ عاد ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر بڑے سرکش ہٹ دھرم کے کہنے پر چلے۔ اور اِس دنیا میں اور قیامت کے دن ان کے پیچھے لعنت لگادی گئی۔ سن لو! بیشک عاد نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا۔ سن لو! ہود کی قوم عاد کے لئے دوری ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَ مَا

ترجمہ: تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے انہیں

---

1 ...پ۱۲، ھود: ۵۸۔ 2 ...پ۱۲، ھود: ۵۹، ۶۰۔

كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (1)

ہلاک کر دیا، بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر مسلمان نہ تھے۔

قومِ عاد کا انجام بیان کرنے کے بعد سورۂ قمر میں فرمایا:

فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِیَةٍ (2)

ترجمہ: تو کیا تم ان میں کسی کو بچا ہوا دیکھتے ہو؟

اور سورۂ حاقہ میں ارشاد فرمایا:

فَكَیْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَ نُذُرِ (3)

ترجمہ: تو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا؟

اور ارشاد فرمایا:

وَ اَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا ﰳ الْاُوْلٰى ﴿۵۰﴾ وَ ثَمُوْدَاۡ فَمَاۤ اَبْقٰى ﴿۵۱﴾ وَ قَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَ اَطْغٰى ﴿۵۲﴾ وَ الْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ﴿۵۳﴾ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ﴿۵۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى (4)

ترجمہ: اور یہ کہ اسی نے پہلی عاد کو ہلاک فرمایا۔ اور ثمود کو تو اس نے (کسی کو) باقی نہ چھوڑا۔ اور ان سے پہلے نوح کی قوم کو (ہلاک کیا) بیشک وہ ان (دوسروں) سے بھی زیادہ ظالم اور سرکش تھے۔ اور اس نے الٹنے والی بستیوں کو نیچے گرایا۔ پھر ان بستیوں کو اس نے ڈھانپ لیا جس نے ڈھانپ لیا۔ تو اے بندے! تو اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں میں شک کرے گا؟

اور ارشاد فرمایا:

اَلَمْ تَرَ كَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ﴿۶﴾ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ﴿۷﴾ الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ ﴿۸﴾ وَ ثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ﴿۹﴾ وَ فِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ ﴿۱۰﴾ الَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ ﴿۱۱﴾ فَاَكْثَرُوْا فِیْهَا الْفَسَادَ ﴿۱۲﴾ فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رَبُّكَ

ترجمہ: کیا تم نے نہ دیکھا کہ تمہارے رب نے عاد کے ساتھ کیسا کیا؟ اِرَم (کے لوگ)، ستونوں (جیسے قد) والے۔ کہ ان جیسا شہروں میں پیدا نہ ہوا۔ اور ثمود (کے ساتھ) جنہوں نے وادی میں پتھر کی چٹانیں کاٹیں۔ اور فرعون (کے ساتھ) جو میخوں والا تھا۔ جنہوں نے شہروں میں

---

❶...پ۱۹، الشعراء: ۱۳۹۔ ❷...پ۲۹، الحاقۃ: ۸۔ ❸...پ۲۷، القمر: ۱۸۔ ❹...پ۲۷، النجم: ۵۰-۵۵۔

سَوْطَ عَذَابٍ ﴿۱۳﴾ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ [1]

سرکشی کی۔ پھر ان میں بہت فساد پھیلایا۔تو ان پر تمہارے رب نے عذاب کا کوڑا برسایا۔بیشک تمہارا رب یقیناً دیکھ رہا ہے۔

اختتامِ عذاب کے بعد حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام کی ہجرت اور وصال:

کفار کی ہلاکت کے بعد حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام اہلِ ایمان کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ تشریف لائے اور آخر عمر شریف تک وہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے۔ایک روایت کے مطابق دیگر انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کا بھی یہی طریقہ رہا ہے چنانچہ روایت میں ہے کہ جب انبیاء میں سے کسی نبی کی امت ہلاک ہوجاتی تو وہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام مکہ مکرمہ تشریف لے آتے اور یہیں وہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کی قوم (کے مسلمان) عبادتِ الٰہی کرتے یہاں تک کہ ان کا انتقال ہوجاتا، چنانچہ مکہ میں ہی حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح اور حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کا وصال ہوا اور ان کی (مبارک) قبریں زمزم اور حجرِ اسود کے درمیان ہیں۔ [2]

اور حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی ایک روایت کے مطابق آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی قبر مبارک یمن کے شہر حضر موت میں ہے۔ [3]

درس ونصیحت

یہاں عبرت و نصیحت کے لئے قومِ عاد کے ان کے مذموم افعال کی ایک فہرست ملاحظہ ہو، جن کی بنا پر یہ قوم عذابِ الٰہی کا شکار ہوئی: (1) کفر کرنا، (2) بتوں کی پوجا کرنا، (3) کفر و شرک اور گناہوں میں اپنے آباؤ اجداد کی پیروی کرنا، (4) گناہوں پر اصرار، (5) توبہ و استغفار سے اِنکار، (6) سرکش و نافرمان لوگوں کو اپنا پیشوا ماننا (7) اللہ تعالیٰ کے نبی اور مسلمانوں کو اذیت دینا، (8) ان کی تحقیر کرنا اور انہیں برا بھلا کہنا۔ (9) خدا کی قدرت کے مقابلے میں اپنی طاقت و قوت پر مغرور ہونا، (10) لوگوں پر ظلم و ستم، (11) بڑی بے دردی کے ساتھ لوگوں کی گرفت کرنا۔ (12) راہ گیروں کو ستانا، (13) لمبی لمبی امیدیں رکھنا، (14) نعمتوں کی ناشکری کرنا وغیرہ۔

---

1 ...پ۳۰، الفجر: ۶-۱۴۔ 2 ...اخبار مکۃ للازرقی، باب ذکر حج ابراھیم علیہ السلام و اذانہ بالحج، ۱/۱۲۱، رقم: ۸۳۔

3 ...تفسیر طبری، الاعراف، تحت الآیۃ: ۶۹، ۵/۵۲۴، ملخصاً۔

اس فہرست کو سامنے رکھ کر ہمیں بھی اپنی اعمال و افعال پر غور کرنا چاہیے۔

باب:05

احادیث میں حضرت ھود عَلَیْہِ السَّلَام اور قومِ عاد کا تذکرہ

احادیث میں بھی حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کی قومِ عاد کا تذکرہ ہے، یہاں ان میں سے 5 احادیث ملاحظہ ہوں:

حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام کے لیے دعائے رحمت:

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہم پر اور عاد کے ہم قوم (حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام) پر رحم فرمائے۔[1]

اور حضرت ابی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کا تذکرہ فرماتے تو اپنے آپ سے ابتداء کرتے اور فرماتے: اللہ تعالیٰ کی ہم پر رحمت ہو اور حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام پر رحمت ہو۔[2]

قومِ عاد کی دبور ہوا کے ذریعے ہلاکت:

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: صبا کے ذریعے میری مدد کی گئی اور دبور ہوا کے ذریعے قومِ عاد کو ہلاک کیا گیا۔[3]

صبا وہ ہوا ہے جو مشرق سے مغرب کی طرف چلے اور اس کے ذریعے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مدد غزوہ خندق کے موقع پر کی گئی، جبکہ دبور وہ ہوا ہے جو مغرب سے مشرق کی طرف جائے۔

آندھی طوفان کے وقت قومِ عاد کے عذاب کا تذکرہ:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا فرماتی ہیں: جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بادل یا آندھی کو دیکھتے تو چہرۂ مبارک پر خوف کے آثار دکھائی دیتے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا نے عرض کی: یا رسول اللہ! صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، لوگ

---

1 ...ابن ماجہ، کتاب الدعاء، باب اذا دعا احدکم فلیبدأ بنفسہ، ۴/۲۷۴، حدیث: ۳۸۵۲۔

2 ...مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث عبد اللہ بن عباس عن ابی، ۸/۳۱، حدیث: ۲۱۱۸۸۔

3 ...بخاری، کتاب الاستسقاء، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: نصرت بالصبا، ۱/۳۵۲، حدیث: ۱۰۳۵۔

بادل کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں کہ اس میں بارش ہو گی جبکہ میں نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دیکھا ہے کہ بادل کو دیکھ کر چہرہ مبارک پر ناپسندیدگی کے آثار نظر آتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: اے عائشہ! میں اس بات سے بے خوف نہیں ہوں کہ اس بادل میں عذاب ہو، ایک قوم کو آندھی کا عذاب دیا گیا اور ایک قوم نے عذاب کو دیکھ کر کہا تھا: یہ ہمیں بارش دینے والا بادل ہے۔[1]

دوسری حدیث پاک میں ہے: جب تیز ہوا چلتی تو نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عرض کرتے: یااللہ! میں تجھ سے ہوا کی خیر اور جو اس ہوا میں ہے اس کی خیر اور جس چیز کے ساتھ یہ ہوا بھیجی گئی ہے اس کی خیر مانگتا ہوں اور ہوا کے شر اور جو اس میں ہے اس کے شر سے اور جس چیز کے ساتھ ہوا بھیجی گئی اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا فرماتی ہیں: اور جب آسمان پر بادل گرجتے تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا رنگ بدل جاتا اور (مضطرب ہو کر) کبھی باہر جاتے کبھی اندر آتے، کبھی سامنے آتے کبھی پیچھے جاتے، جب بارش ہو جاتی تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا خوف دور ہو جاتا۔ حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو جب اس کا پتا چلا تو حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پوچھا۔ ارشاد فرمایا: اے عائشہ! (مجھے یہ خوف ہوتا ہے کہ) کہیں ایسا نہ ہو جائے جس طرح قومِ عاد کے ساتھ ہوا کہ انہوں نے آسمان کے کنارے میں پھیلے ہوئے بادل کو اپنی وادیوں کی طرف آتے ہوئے دیکھ کر کہا: یہ ہمیں بارش دینے والا بادل ہے (لیکن اس سے بارش کی بجائے عذاب نازل ہوا۔)[2]

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ تو وعدہ تھا کہ آپ کے ہوتے ہوئے عذاب نہیں آئے گا، نیز نبی پر تو عذاب آ ہی نہیں سکتا تو پھر بادل دیکھ کر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس قدر بے چین اور خوفزدہ کیوں ہوتے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور پر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی یہ بے چینی اور خوف وعدۂ الٰہی پر عدمِ اطمینان کی بنا پر ہرگز نہ تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کے جلال کی عظمت اور غلبۂ خشیت و خوف کے سبب تھی۔

---

❶...بخاری، کتاب التفسیر، باب فلما راوہ عارضا...الخ، ۳/۳۲۶، حدیث: ۴۸۲۹۔

❷...مسلم، کتاب صلاۃ الاستسقاء، باب التعوذ عند رؤیۃ الریح والغیم والفرح بالمطر، ص۳۴۸، حدیث: ۲۰۸۵۔

حضرت صالح عَلَيۡهِ السَّلَام

فہرست ابواب

حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام

قومِ عاد کی ہلاکت کے بعد قومِ ثمود ان کے قائم مقام ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی طویل عمریں اور کثیر نعمتیں عطا فرمائی تھیں، لیکن یہ بھی آخر کار اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں اور کفر و شرک میں مبتلا ہو گئے۔ ان کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کو رسول بنا کر بھیجا۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں توحید کو ماننے، صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور بتوں کی پوجا چھوڑ دینے کی دعوت دی تو چند لوگ ایمان لے آئے اور اکثریت کفر و شرک پر ہی قائم رہی۔ قوم کے مطالبے پر حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام نے اونٹنی کی صورت میں معجزہ بھی دکھایا لیکن وہ لوگ ایمان نہ لائے۔ حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں اونٹنی سے متعلق چند احکامات دیئے جن سے کچھ عرصے بعد قوم نے روگردانی کر لی اور موقع پا کر اونٹنی کو قتل کر دیا۔ پھر ایک گروہ نے حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کے گھر پر حملہ کر کے انہیں شہید کرنے کی سازش کی تو نتیجے میں وہ سازشی گروہ عذابِ الٰہی سے ہلاک ہو گیا جبکہ بقیہ منکرین تین دن کے بعد عذاب الٰہی کا شکار ہوئے۔

قرآن و حدیث میں حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کی قوم کے احوال اجمالی اور تفصیلی دونوں طرح مذکور ہیں جنہیں ہم نے یہاں 5 ابواب میں تقسیم کر کے بیان کیا ہے۔

باب: 1

حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کے واقعات کے قرآنی مقامات

حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کی قوم ثمود کا اجمالی ذکر قرآن مجید کی متعدد سورتوں میں ہے جبکہ تفصیلی ذکر ان سات سورتوں میں ہے۔

(1) سورۂ اعراف، آیت: 73 تا 79۔ (2) سورۂ ہود، آیت: 61 تا 68۔ (3) سورۂ حجر، آیت: 80 تا 84۔

(4) سورۂ شعراء، آیت: 141 تا 159۔ (5) سورۂ نمل، آیت: 45 تا 53۔ (6) سورۂ قمر، آیت: 23 تا 32۔

(7) سورۂ شمس، آیت: 11 تا 15۔

باب 2:

قومِ ثمود اور حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کا تعارف

قومِ ثمود کا پسِ منظر:

”ثمود“ عرب کے ایک قبیلہ کا نام ہے۔ایک قول کے مطابق یہ نام ان کے جدِ اعلیٰ ثمود بن عاد بن عوص بن ارم بن سام بن حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی نسبت سے رکھا گیا تھا۔انہیں ”عادِ ثانیہ“ بھی کہا جاتا ہے۔قرآنِ مجید میں ہے:

وَ اَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَاﰳ الْاُوْلٰىۙ(۵۰) وَ ثَمُوْدَاۡ فَمَاۤ اَبْقٰى(۵۱)[1]

ترجمہ: اور یہ کہ اسی نے پہلی عاد کو ہلاک فرمایا۔ اور ثمود کو تو اس نے (کسی کو) باقی نہ چھوڑا۔

لیکن یہ ”قومِ ثمود“ اور ”آلِ ثمود“ کے نام سے زیادہ معروف ہیں۔رشتے میں یہ لوگ قومِ عاد کے چچازاد تھے۔

قومِ ثمود کا مسکن:

قبیلۂ ثمود کے لوگ حجاز و شام کے درمیان سرزمینِ حِجر میں آباد تھے۔حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سفرِ تبوک کے دوران صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم کے ساتھ یہاں سے گزرے تھے،اس کا تفصیلی ذکر اِنْ شَآءَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ پانچویں باب میں آئے گا۔

قومِ ثمود کی خوشحالی اور حیرت انگیز ہنر مندی:

اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو انتہائی زرخیز زمین عطا کی تھی جس کی وجہ سے ان کی فصلیں خوب ہوتیں اور باغات سر سبز و شاداب اور میووں سے بھرے ہوتے تھے۔فنِ تعمیر میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا،سنگلاخ پہاڑوں اور پتھریلی چٹانوں کو تراش کر نہایت خوبصورت ،روشن،ہوادار،مضبوط اور بلند و بالا مکانات بنالینا ان کے تعمیراتی ہنر و کمال کا منہ بولتا ثبوت تھا۔آج بھی عرب شریف میں ان کی بستیوں اور تعمیر کردہ مکانات کے آثار موجود ہیں جنہیں ”مدائنِ صالح“ کہا جاتا ہے،اس جگہ کی حالت واقعی عبرت کا منظر پیش کرتی ہے۔

---

[1]...پ۲۷،النجم:۵۰،۵۱.

قومِ ثمود کی عملی حالت:

آلِ ثمود اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان رکھتے اور اسی کے عبادت گزار بندے تھے، نیز قومِ عاد کا عبرتناک انجام بھی ان کے پیشِ نظر تھا جس سے ڈر کر یہ لوگ خدا کی نافرمانی سے بہت بچتے تھے، لیکن گزرتے وقت اور نعمتوں کے بہتات کے ساتھ جہاں ان میں غفلت وجہالت بڑھی وہیں یہ لوگ کفر و شرک کی نحوست کا بھی شکار ہوئے، چنانچہ ایک عرصے بعد کچھ لوگوں نے پتھروں کی تراش خراش کر کے عجیب و غریب شکلوں کے بت بنائے، پھر مختلف نام رکھ کر انہیں خدا کا شریک ٹھہرایا اور عبادتِ الٰہی چھوڑ کر ان بتوں کی پوجا میں مشغول ہو گئے، رفتہ رفتہ انہی کی پیروی میں چند افراد کے علاوہ پوری قوم نے اس دلدل میں چھلانگ لگا دی۔

حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کا نسب نامہ:

ایک عرصے تک قوم ثمود سرکشی و گمراہی کی دلدل میں دھنستی رہی، پھر اللہ ربُّ العزّت نے انہیں اس سے نجات دلانے اور راہِ ہدایت پر گامزن کرنے کے لیے ایک عظیم ہستی حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کو رسول بنا کر ان کی طرف بھیجا۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کے پوتے اِرم کی اولاد میں سے تھے، جیسا کہ ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا نسب نامہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں، ”صالح بن عبید بن آسف بن کاشح بن عبید بن حاذر بن ثمود بن عاد (بن عوص) بن ارم بن سام بن حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام“ مزید لکھتے ہیں: حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام حسب و نسب دونوں اعتبار سے اپنی قوم میں سب سے بہتر اور افضل تھے۔[1]

اوصاف:

قرآن پاک میں حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کے اوصاف آپ کی مبارک زبان سے ہی یوں بیان فرمائے ہیں، اعلانِ رسالت کے وقت آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا:

اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ[2] **ترجمہ:** بیشک میں تمہارے لیے امانتدار رسول ہوں۔

اپنے اوصاف کے بیان میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے خلوص وللّٰہیت کو بھی بیان فرمایا:

---

❶...قرطبی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۷۳، ۴/۱۷۲، ملخصاً۔ ❷...پ۱۹، الشعراء: ۱۲۵۔

مَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍۚ-اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (1)

ترجمہ: میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔

تفسیر کبیر میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام اپنی قوم میں سب سے زیادہ ذہین، انتہائی فہم و فراست والے، فراخ دل اور بڑے حوصلہ مند شخص تھے۔ یونہی غریب و نادار لوگوں کی مالی امداد کرنا اور بیماروں کی عیادت و خدمت کرنا آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا عام معمول تھا۔ (2)

نوٹ: آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے حج کا ذکر اس سے پہلے حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام کے سفر حج کے ذکر میں گزر چکا ہے۔

باب:03

حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کی دعوت و تبلیغ

غفلت و جہالت، کفر و شرک اور بت پرستی کے بیابان میں بھٹکنے والی قومِ ثمود کی ہدایت و رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کو رسول بنا کر بھیجا۔ چنانچہ سورۂ اعراف میں ہے:

وَ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا (3)

ترجمہ: اور قومِ ثمود کی طرف ان کے ہم قوم صالح کو بھیجا۔

اس کے علاوہ سورۂ ہود آیت 61 اور سورۂ نمل، آیت 45 میں بھی یہی بات بیان ہوئی ہے۔

قوم کو عبادتِ الٰہی اور توبہ و استغفار کی دعوت:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے قوم کو وحدانیتِ باری تعالیٰ پر ایمان لانے اور صرف اسی کی عبادت کرنے کی دعوت دی اور فرمایا:

یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗؕ-هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اسْتَعْمَرَكُمْ فِیْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِؕ-اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ (4)

ترجمہ: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور اسی میں تمہیں آباد کیا تو اس سے معافی مانگو پھر اس کی طرف رجوع کرو۔ بیشک میرا رب قریب ہے، دعا سننے والا ہے۔

---

❶...پ۱۹، الشعراء:۱۴۵۔ ❷...تفسیر کبیر، ھود، تحت الآیۃ:۶۲، ۳۶۸/۶، ملخصاً۔ ❸...پ۸، الاعراف:۷۳۔ ❹...پ۱۲، ھود:۶۱۔

قوم کا جواب:

حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کی دعوت سن کر قوم نے کہا:

یٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَاۤ اَتَنْهٰىنَاۤ اَنْ نَّعْبُدَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَ اِنَّنَا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ [1]

ترجمہ: اے صالح! اس سے پہلے تم ہمارے درمیان ایسے تھے کہ تم سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔ کیا تم ہمیں اُن کی عبادت کرنے سے منع کرتے ہو جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے رہے اور بیشک جس کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو اس کی طرف سے تو ہم بڑے دھوکے میں ڈالنے والے شک میں ہیں۔

یعنی اے صالح! عَلَیْہِ السَّلَام، اس تبلیغ سے پہلے ہمیں تم سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں کہ تم اپنی وجاہت و لیاقت اور لوگوں کی خیر خواہی کے سبب ہمارے لیے سرمایۂ افتخار اور قوم کے سردار بنو گے، لیکن افسوس! تمہاری باتیں سن کر ہماری امیدیں خاک میں مل گئی ہیں۔ تم ہمیں ان بتوں کی پوجا سے مت روکو جن کی ہمارے باپ دادا پوجا کرتے چلے آئے ہیں اور جس توحید کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو یہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔

حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کا جواب:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے قوم کو سمجھاتے ہوئے فرمایا:

یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ اٰتٰىنِیْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَیْتُهٗ فَمَا تَزِیْدُوْنَنِیْ غَیْرَ تَخْسِیْرٍ [2]

ترجمہ: اے میری قوم! بھلا بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت عطا فرمائی ہو تو اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو مجھے اس سے کون بچائے گا؟ تم نقصان پہنچانے کے سوا میرا کچھ اور نہیں بڑھاؤ گے۔

یعنی اے میری قوم! تم مجھے دعوتِ توحید دینے اور بت پرستی سے منع کرنے پر روک رہے ہو، لیکن حقیقتِ حال

---

❶...پ۱۲، ھود: ۶۲۔ ❷...پ۱۲، ھود: ۶۳۔

یہ ہے کہ میرے پاس تو اللہ تعالیٰ کی عطا سے اس کی وحدانیت کے قطعی دلائل موجود ہیں، نیز اس نے مجھے منصبِ رسالت سے نوازا ہوا ہے، لہٰذا دعوتِ توحید دینا تو میری ذمہ داری ہے، اب اگر بالفرض تمہاری بات مان کر میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کروں، توحید کو چھوڑوں یا دعوتِ توحید کے فریضے کو، تو مجھے عذابِ الٰہی سے کون بچائے گا؟ کیونکہ جب حق واضح ہے، دلائل موجود ہیں اور حکمِ الٰہی مجھے مل چکا ہے تو دیدہ دانستہ نافرمانی کرنے پر تو جرم کی شدت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے، لہٰذا تمہارا مشورہ تو میرے لئے سراسر خسارہ ہی خسارہ ہے۔

یاد رہے کہ جاہل کی جہالت سے اس کا گناہ معاف نہیں ہوتا بلکہ وہ گناہ گار ہی قرار پاتا ہے لیکن علم کے باوجود گناہ کرنے میں بے باکی و دیدہ دلیری کا معنیٰ بھی پایا جاتا ہے جس سے گناہ کی شدت میں اضافہ ہو جاتا ہے، اسی لئے علماء کا گناہوں کا اِرتکاب کرنا زیادہ غضبِ الٰہی کا سبب ہے۔

حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کا قوم کو انعاماتِ الٰہیہ یاد کرانا:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے قومِ ثمود کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلا کر بھی سمجھایا کہ اپنے اوپر خدا کی نعمتوں کی فراوانی دیکھو اور اپنا عمل دیکھو۔ ناشکری کے راستے پر چل کر فسادی مت بنو، بلکہ خدا کی نعمتوں کو یاد کر کے اطاعت و بندگی کا راستہ اختیار کرو، چنانچہ فرمایا:

وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّ بَوَّاَكُمْ فِی الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّ تَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُیُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ [1]

ترجمہ: اور یاد کرو جب اس نے تمہیں قومِ عاد کے بعد جانشین بنایا اور اس نے تمہیں زمین میں ٹھکانہ دیا، تم نرم زمین میں محلات بناتے تھے اور پہاڑوں کو تراش کر مکانات بناتے تھے تو اللہ کی نعمتیں یاد کرو اور زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو۔

حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کی دعوت و نصیحت سن کر لوگ آپس میں اختلاف کر کے دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے، ایک گروہ حق و صداقت کو قبول کرنے والوں کا جو حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام پر ایمان لے آیا اور ایک گروہ اپنی جہالت و ضلالت پر ڈٹے رہنے والوں کا۔

❶...پ٨، الاعراف: ٧٤.

قرآن پاک میں ہے:

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِیْقٰنِ یَخْتَصِمُوْنَ [1]

ترجمہ: اور بیشک ہم نے ثمود کی طرف ان کے ہم قوم صالح کو بھیجا کہ (اے لوگو!) اللہ کی عبادت کرو تو اسی وقت وہ جھگڑا کرتے ہوئے دو گروہ بن گئے۔

متکبر سرداروں اور کمزور مسلمانوں میں مکالمہ:

مومنین کا گروہ غریبوں پر مشتمل تھا جبکہ منکرین میں قوم کے سردار شامل تھے۔کافر سرداروں کا غریب مسلمانوں سے مکالمہ قرآن پاک میں یوں مذکور ہے:

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ۝ قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِیْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ [2]

ترجمہ: اس کی قوم کے متکبر سردار کمزور مسلمانوں سے کہنے لگے: کیا تم جانتے ہو کہ صالح اپنے رب کا رسول ہے؟ انہوں نے کہا: بیشک ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں جس کے ساتھ انہیں بھیجا گیا ہے۔ متکبر بولے: بیشک ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں جس پر تم ایمان لائے ہو۔

حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کا خلوص وللّٰہیت:

حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام نے قوم سے یہ بھی فرمایا:

وَ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ [3]

ترجمہ: اور میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔

قوم کی غفلت پر تنبیہ:

مال و دولت کی فراوانی، سہولتوں کی کثرت، دنیوی نعمتوں کی بہتات، آسودہ زندگی، خوبصورت باغات، عیش و مستی کے شب و روز، کھانے پینے کی لذتیں، اور امن و امان کے سائے اکثر و بیشتر انسان کو غفلت کا شکار کر دیتے ہیں اور اپنی آنکھوں کے سامنے جنازے اٹھتے دیکھ کر بھی انسان خوابِ غفلت سے بیدار نہیں ہوتا بلکہ سمجھتا ہے کہ شاید یہ زندگی دائمی

---

[1]...پ۱۹، النمل: ۴۵۔ [2]...پ۸، الاعراف: ۷۵، ۷۶۔ [3]...پ۱۹، الشعراء: ۱۴۵۔

ہے اور مجھے کبھی نہیں مرنا، حالانکہ بچپن سے جوانی، جوانی سے بڑھاپا یہ سب وہ چیزیں ہیں جو زندگی کی حقیقت آشکار کرنے کے لئے کافی ہیں۔ قومِ ثمود بھی ایسی ہی غفلت کا شکار تھی جس پر حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں جھنجھوڑتے ہوئے فرمایا:

اَتُتْرَكُوْنَ فِیْ مَا هٰهُنَاۤ اٰمِنِیْنَ ﴿۱۴۶﴾ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۱۴۷﴾ وَّ زُرُوْعٍ وَّ نَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِیْمٌ [1]

ترجمہ: کیا تم یہاں (دنیا) کی نعمتوں میں امن و امان کی حالت میں چھوڑ دیئے جاؤ گے؟ باغوں اور چشموں میں۔ اور کھیتوں اور کھجوروں میں جن کا شگوفہ نرم و نازک ہوتا ہے۔

حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام نے قوم سے یہ بھی فرمایا:

وَ تَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا فٰرِهِیْنَ ﴿۱۴۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۵۰﴾ وَ لَا تُطِیْعُوْۤا اَمْرَ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۱۵۱﴾ الَّذِیْنَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَ لَا یُصْلِحُوْنَ [2]

ترجمہ: اور تم بڑی مہارت دکھاتے ہوئے پہاڑوں میں سے گھر تراشتے ہو۔ تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اور حد سے بڑھنے والوں کے کہنے پر نہ چلو۔ وہ جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔

قوم کو عذابِ الٰہی سے ڈرانا اور ان کا عذاب کا مطالبہ کرنا:

قومِ ثمود کو حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام نے تکذیب و انکار کرنے پر عذابِ الٰہی سے ڈرایا، اور ایمان و اطاعت کی دعوت دی چنانچہ قرآنِ پاک میں ہے:

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۴۱﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۴۲﴾ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۴۳﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ [3]

ترجمہ: قومِ ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب ان سے ان کے ہم قوم صالح نے فرمایا: کیا تم ڈرتے نہیں؟ بیشک میں تمہارے لیے امانتدار رسول ہوں۔ تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

عذابِ الٰہی کی بات سن کر قوم نے کہا: اے صالح! عَلَیْہِ السَّلَام، اگر تم واقعی رسول ہو تو وہ عذاب لے آؤ جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو۔ اس پر آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سے فرمایا:

1...پ۱۹، الشعراء: ۱۴۶-۱۴۸۔ 2...پ۱۹، الشعراء: ۱۴۹-۱۵۲۔ 3...پ۱۹، الشعراء: ۱۴۱-۱۴۴۔

يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ [1]	**ترجمہ:** اے میری قوم! بھلائی سے پہلے برائی کی جلدی کیوں کرتے ہو؟ تم اللہ سے بخشش کیوں نہیں مانگتے؟ ہوسکتا ہے تم پر رحم کیا جائے۔

قوم کا یہ طرزِ عمل بتاتا ہے کہ جب باطل دلوں میں رَچ بس جائے، قبولِ حق کی طرف دل کی اصلاً رغبت نہ ہو، دل پر گناہوں کا زنگ چڑھ گیا ہو، حق اور اہلِ حق کا بغض و کینہ اور عداوت کی پٹی آنکھوں پر بندھ جائے تو سامنے کی واضح بات قبول کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے اور سرکشی اُس انتہا کو پہنچ جاتی ہے کہ آدمی خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ یہاں تو کفار کی بات ہو رہی ہے جو ایمان ہی نہیں رکھتے، عذابِ الٰہی اور جہنم کو تسلیم ہی نہیں کرتے، ان کی طرف سے ایسی جہالت کی توقع کی جاسکتی ہے لیکن حیرت تو اُن مسلمانوں پر ہوتی ہے جو خدا اور اس کی قدرت پر ایمان رکھنے اور آخرت و جنت و جہنم کو ماننے کے باوجود گناہوں پر جری ہیں اور صریح وعیدیں دل و دماغ میں موجود ہونے کے باوجود گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دلوں کی سختی اور دلوں پر زنگ چڑھنا کیسی سخت آفت ہے۔

قومِ ثمود کا حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کو جواب:

حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کو جھٹلانے کے سبب قومِ ثمود کے علاقوں میں ایک عرصے تک بارش نہ ہوئی جس سے یہ لوگ قحط میں مبتلا ہوئے اور بھوکے مرنے لگے۔ ان مصائب کو انہوں نے حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف منسوب کیا اور بدشگونی لیتے ہوئے کہا کہ (معاذ اللہ) ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو منحوس سمجھتے ہیں۔ حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سے فرمایا کہ تمہیں جو بھلائی اور برائی پہنچتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور تمہاری تقدیر میں لکھی ہوئی ہے اور اس کے ذریعے تمہیں آزمایا جارہا ہے۔

قرآنِ مجید میں ہے:

قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ؕ قَالَ طٰٓىٕرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ [2]	**ترجمہ:** انہوں نے کہا: ہم نے تم سے اور تمہارے ساتھیوں سے برا شگون لیا۔ صالح نے فرمایا: تمہاری بدشگونی اللہ کے پاس ہے بلکہ تم ایک ایسی قوم ہو کہ

[1]...پ۱۹، النمل: ۴۶۔ [2]...پ۱۹، النمل: ۴۷۔

تمہیں آزمایا جارہا ہے۔

بدشگونی لینا اور اپنے اوپر آنے والی مصیبت کو کسی شے کی نحوست جاننا درست نہیں۔

قوم کا ایک اور جاہلانہ جواب اور معجزے کا مطالبہ:

حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کی نصیحتیں قبول کرنے کی بجائے لوگوں نے یہ کہہ دیا:

اِنَّمَاۤ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚۖ فَاْتِ بِاٰیَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ[1]

ترجمہ: تم ان میں سے ہو جن پر جادو ہوا ہے۔ تم تو ہم جیسے ہی ایک آدمی ہو، اگر تم سچے ہو تو کوئی نشانی لاؤ۔

قوم نے مزید یہ بھی کہا کہ ہم اپنے ہی ایک آدمی کے کس طرح تابع ہو جائیں حالانکہ ہماری تعداد بہت زیادہ جبکہ وہ اکیلا ہے، اگر ہم اس کی پیروی کریں تو یہ ہماری گمراہی اور دیوانگی ہوگی۔

قرآن کریم میں ہے:

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ﴿۲۳﴾ فَقَالُوْۤا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ[2]

ترجمہ: ثمود نے ڈر سنانے والوں (رسولوں) کو جھٹلایا۔ تو انہوں نے کہا: کیا ہم اپنے میں سے ہی ایک آدمی کی تابعداری کریں جب تو ہم ضرور گمراہی اور دیوانگی میں ہیں۔

یاد رہے کہ قومِ ثمود نے اگرچہ صرف حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کو جھٹلایا تھا مگر چونکہ ایک نبی کا انکار سارے نبیوں کا انکار شمار ہوتا ہے کیونکہ سب کا عقیدہ ایک ہی ہے اس لئے یہاں آیت میں جمع کا صیغہ ”اَلنُّذُرْ“ ذکر کیا گیا۔[3]

قوم نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے بارے میں مزید یہ بھی کہا کہ کیا ہماری قوم میں حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام ہی اس قابل تھے کہ ان پر وحی نازل کی گئی جبکہ ہم میں انتہائی مالدار اور بہت اچھے حال والے لوگ موجود ہیں؟ ایسا ہرگز نہیں ہے لہٰذا یہ سخت جھوٹا ہے اور نبوت کا دعویٰ کرکے بڑا آدمی بننا چاہتا ہے۔ (معاذ اللہ)

قرآن پاک میں ہے:

ءَاُلْقِیَ الذِّكْرُ عَلَیْهِ مِنْۢ بَیْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ

ترجمہ: کیا ہم سب میں سے (صرف) اس پر وحی

---

❶...پ۱۹، الشعراء: ۱۵۳، ۱۵۴۔ ❷...پ۲۷، القمر: ۲۳، ۲۴۔ ❸... ابو سعود، القمر، تحت الآیة: ۲۳، ۵/۶۵۱، ملخصاً۔

اَشِرٌ [1] ڈالی گئی؟ بلکہ یہ بڑا جھوٹا، متکبر ہے۔

حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کو تسلی اور صبر کی تلقین:

اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

سَیَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿۲۶﴾ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَ اصْطَبِرْ [2]

ترجمہ: بہت جلد کل جان جائیں گے کہ کون بڑا جھوٹا، متکبر تھا۔ بیشک ہم ان کی آزمائش کے لئے اونٹنی کو بھیجنے والے ہیں تو (اے صالح!) تم ان کا انتظار کرو اور صبر کرو۔

حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کا عظیم معجزہ اور قوم کا ردِ عمل:

حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام قوم کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانے اور بت پرستی چھوڑنے کی تبلیغ و نصیحت میں مصروفِ عمل رہتے تھے، آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے بار بار اصرار اور مسلسل تبلیغ و نصیحت سے تنگ آکر قوم کے سرکردہ لوگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ان سے کوئی ایسا مطالبہ کیا جائے جسے یہ پورا نہ کرسکیں، یوں ہم ان کی مخالفت میں سرخرو اور یہ اپنی تبلیغی سرگرمیاں بند کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایک دن قبیلے کے لوگ اپنی مجلس میں جمع تھے، اسی دوران حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام بھی وہاں تشریف لے آئے اور حسبِ معمول انہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور شرک و بت پرستی ترک کر دینے کی دعوت دی، وعظ و نصیحت فرمائی اور عذابِ الٰہی سے ڈرایا۔ یہ موقع غنیمت جان کر سرداروں نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے مطالبہ کر دیا کہ اگر آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو اس پہاڑ کی چٹان سے ایک ایسی اونٹنی نکال دیجئے جو دس ماہ کی حاملہ ہو، طاقتور، خوبصورت اور ہر قسم کے عیوب و نقائص سے پاک ہو اور نکلتے ہی بچہ جنے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سے پوچھا: اگر میں نے تمہارا مطالبہ پورا کر دیا تو کیا تم لوگ ایمان لے آؤ گے؟ سب نے عہد کرتے ہوئے کہا: اگر ہمارا مطالبہ پورا ہو گیا تو ضرور ہم سب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آپ کی رسالت پر ایمان لے آئیں گے اور بت پرستی چھوڑ دیں گے۔ حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام نے دو رکعت نماز پڑھ کے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی اور اس چٹان کی طرف اشارہ فرمایا تو اسی وقت چٹان پھٹی اور اس میں سے ایک انتہائی خوبصورت، تندرست، اونچے قد والی اونٹنی نکل آئی جو حاملہ تھی اور نکل کر اس نے ایک بچہ بھی جنا۔ حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کا یہ حیرت انگیز اور عظیم الشان معجزہ دیکھ کر جندع نامی

1...پ۲۷، القمر: ۲۵۔ 2...پ۲۷، القمر: ۲۶، ۲۷۔

ایک سردار تو اپنے خاص لوگوں کے ساتھ آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر ایمان لے آیا جبکہ دیگر لوگ سرداروں کے بہکاوے میں آکر اپنے وعدے سے پھر گئے اور ایمان لانے سے انکار کرکے کفر پر ہی قائم رہے۔

اونٹنی سے متعلق ہدایات:

اس کے بعد یہ اونٹنی اپنے بچے کے ساتھ میدانوں میں چرنے پھرنے لگی اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے قوم کو اس اونٹنی کے بارے چند ہدایات دیں،

(1) اسے اس کے حال پر چھوڑ دو تاکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی زمین میں جہاں چاہے چرتی رہے۔

(2) اسے برائی کی نیت سے نہ ہاتھ لگانا، نہ مارنا، نہ ہنکانا اور نہ قتل کرنا۔

(3) ایک دن اونٹنی کی اور ایک دن تمہاری باری ہے، لہٰذا جو دن اونٹنی کا ہے اُس دن صرف اونٹنی ہی کنویں پر پانی پینے آئے اور جو دن تمہارا ہے اُس دن تم پانی لینے آؤ۔

اِن ہدایات کے ساتھ یہ تنبیہ بھی کر دی کہ اگر تم نے ان کی خلاف ورزی کی تو اس کا انجام بہت خطرناک ہوگا۔ قرآن کریم میں یہ احکام مختلف مقامات پر بیان کیے گئے ہیں، چنانچہ

سورۂ اعراف میں ہے:

قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰیَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ [1]

ترجمہ: بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن نشانی آگئی۔ تمہارے لئے نشانی کے طور پر اللہ کی یہ اونٹنی ہے۔ تو تم اسے چھوڑے رکھو تاکہ اللہ کی زمین میں کھائے اور اسے برائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگاؤ ورنہ تمہیں دردناک عذاب پکڑ لے گا۔

سورۂ ہود میں ہے:

وَ یٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰیَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ

ترجمہ: اور اے میری قوم! یہ تمہارے لئے نشانی کے طور پر اللہ کی اونٹنی ہے تو اسے چھوڑ دو تاکہ یہ اللہ

[1] ...پ۸، الاعراف: ۷۳۔

عَذَابٌ قَرِيْبٌ [1]

کی زمین میں کھاتی رہے اور اسے برائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگانا ورنہ قریب کا عذاب تمہیں پکڑ لے گا۔

سورۂ قمر میں ہے:

وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ ۚ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ [2]

ترجمہ: اور انہیں خبر دے دو کہ ان کے درمیان پانی تقسیم ہے، ہر باری پر وہ حاضر ہو جس کی باری ہے۔

اور سورۂ شعراء میں ہے:

قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۱۵۵﴾ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ [3]

ترجمہ: صالح نے فرمایا: یہ ایک اونٹنی ہے، ایک دن اس کے پینے کی باری ہے اور ایک معین دن تمہارے پینے کی باری ہے۔ اور تم اس اونٹنی کو برائی کے ساتھ نہ چھونا ورنہ تمہیں بڑے دن کا عذاب پکڑ لے گا۔

اونٹنی کی پیدائش میں معجزات:

اس اونٹنی کی پیدائش سے کئی معجزات کا ظہور ہوا،

(1) وہ اونٹنی نہ کسی پیٹھ میں رہی، نہ کسی پیٹ میں، نہ کسی نر سے پیدا ہوئی نہ مادہ سے، نہ حمل میں رہی نہ اُس کی خلقت تدریجاً کمال کو پہنچی بلکہ طریقۂ عادیہ کے خلاف وہ پہاڑ کے ایک پتھر سے دفعۃً پیدا ہوئی، اس کی یہ پیدائش معجزہ ہے۔

(2) ایک دن وہ پانی پیتی اور دوسرے دن پوری قومِ ثمود، یہ بھی معجزہ ہے کہ ایک اونٹنی ایک قبیلے کے برابر پی جائے۔

(3) اس کے پینے کے دن اس کا دودھ دوہا جاتا تھا اور وہ اتنا ہوتا تھا کہ تمام قبیلہ کو کافی ہو اور پانی کے قائم مقام ہو جائے۔

(4) تمام وُحوش و حیوانات اس کی باری کے روز پانی پینے سے باز رہتے تھے۔ [4]

یہ سب معجزات حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کے صدقِ نبوت کی زبردست دلیلیں تھیں۔

---

[1]...پ۱۲، ہود: ۶۴۔ [2]...پ۲۷، القمر: ۲۸۔ [3]...پ۱۹، الشعراء: ۱۵۵، ۱۵۶۔ [4]...خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۷۳، ۲/۱۱۲، ملخصاً۔

اونٹنی کا قتل:

قومِ ثمود حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کے دیئے ہوئے احکام پر ایک عرصہ تک عمل پیرا رہی، پھر انہیں اپنی چراگاہوں میں اور مویشیوں کے لیے پانی کی تنگی کی وجہ سے افسوس ہوا تو وہ لوگ اونٹنی کو قتل کرنے پر متفق ہوگئے اور اس کام کے لئے اپنے ساتھی قدار بن سالف کو منتخب کیا جس نے اونٹنی کو پکڑ کر تیز تلوار سے اس کی کونچیں کاٹ کر قتل کر ڈالا۔[1]

اس کا تفصیلی واقعہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ قومِ ثمود میں صدوق نامی ایک بڑی حسین و جمیل اور مالدار عورت تھی، اس کی لڑکیاں بھی بہت خوبصورت تھیں۔ حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کی اونٹنی سے اس کے جانوروں کو دشواری ہوتی تھی اس لئے اس نے مصدع بن دہر اور قدار کو بلا کر کہا: اگر تو نے اونٹنی کو ذبح کر دیا تو میری جس لڑکی سے چاہے نکاح کر لینا۔ پھر یہ قومِ ثمود کے سرکش لوگوں کے پاس آئے اور انہیں اپنے ارادے سے آگاہ کیا تو مزید 7 افراد ان کے ساتھ ہو لیے۔ یہ 9 افراد اونٹنی کی تلاش میں نکلے اور ایک جگہ اسے پا کر مصدع کی مدد سے قدار نے پہلے اونٹنی کی کونچیں کاٹیں پھر اسے ذبح کر دیا۔[2]

اونٹنی کو قتل کرنے کے بعد ان لوگوں کی سرکشی اور بے باکی میں اور اضافہ ہوا چنانچہ اِس جرم کا ارتکاب کرنے کے بعد حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس آکر کہنے لگے: اے صالح! اگر تم رسول ہو تو ہم پر وہ عذاب لے آؤ جس سے تم ہمیں ڈراتے رہتے ہو۔ قرآن کریم میں اونٹنی کے قتل کا واقعہ متعدد مقامات پر ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ

سورۂ اعراف میں ہے:

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ[3]

ترجمہ: پس (کافروں نے) اونٹنی کی ٹانگوں کی رگوں کو کاٹ دیا اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور کہنے لگے: اے صالح! اگر تم رسول ہو تو ہم پر وہ عذاب لے آؤ جس کی تم ہمیں وعیدیں سناتے رہتے ہو۔

سورۂ بنی اسرائیل میں ہے:

---

1 ... صاوی، القمر، تحت الآیۃ: ۲۹، ۶/۲۰۶۷، ملخصاً۔

2 ... روح البیان، الاعراف، تحت الآیۃ: ۷۷، ۳/۱۹۲-۱۹۳، روح المعانی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۷۹، ۴/۵۶۳، الجزء الثامن، ملخصاً۔

3 ... پ۸، الاعراف: ۷۷۔

وَ اٰتَیْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا [1]

ترجمہ: اور ہم نے ثمود کو اونٹنی واضح نشانی دی تو انہوں نے اس پر ظلم کیا۔

اور سورۂ قمر میں ہے:

فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ [2]

ترجمہ: تو انہوں نے اپنے ساتھی کو پکارا: تو اس نے (اونٹنی کو) پکڑا پھر (اس کی) کونچیں کاٹ دیں۔

نزولِ عذاب کی خبر اور علامتِ عذاب کا بیان

اونٹنی کے قتل کے بعد حضرت صالح عَلَیْهِ السَّلَام نے بطورِ زجر و اِخبار (خبر دینے کے) ان سے فرمایا: اپنے گھروں میں تین دن تک دنیا کا جو عیش کرنا ہے کرلو، ہفتے کے دن تم پر عذاب آجائے گا اور اس کی علامت یہ ہے کہ پہلے دن تمہارے چہرے زرد، دوسرے دن سرخ اور تیسرے دن سیاہ ہو جائیں گے، پھر اگلے دن عذاب نازل ہو گا اور یہ ایک ایسا وعدہ ہے جو کسی صورت غلط ثابت نہیں ہو گا۔ [3]

قرآن پاک میں ہے:

فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِیْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَیْرُ مَكْذُوْبٍ [4]

ترجمہ: تو انہوں نے اس کے پاؤں کی پچھلی جانب کے اوپر والی ٹانگوں کی رگیں کاٹ دیں تو صالح نے فرمایا: تم اپنے گھروں میں تین دن مزید فائدہ اٹھالو۔ یہ ایک وعدہ ہے جو جھوٹا نہ ہو گا۔

حضرت صالح عَلَیْهِ السَّلَام پر حملہ آوروں کی ہلاکت:

شہرِ حِجر میں اونچے خاندانوں کے 9 افراد فساد پھیلانے میں پیش پیش تھے، ان کے سردار کا نام قدار بن سالف تھا اور یہی وہ شخص تھا جس نے اونٹنی کے پاؤں کی رگیں کاٹیں۔ جب حضرت صالح عَلَیْهِ السَّلَام نے انہیں عذابِ الٰہی کی خبر دی اور اس کی علامت بھی بیان کر دی تو ان 9 افراد نے حضرت صالح عَلَیْهِ السَّلَام کو بھی شہید کرنے کا پروگرام بنالیا، چنانچہ

---

1 ...پ۱۵، بنی اسرائیل: ۵۹۔ 2 ...پ۲۷، القمر: ۲۹۔ 3 ... خازن، ھود، تحت الآیۃ: ۶۵، ۲/۳۶۰، مدارک، ھود، تحت الآیۃ: ۶۵، ص۵۰۴، ملخصاً۔

4 ...پ۱۲، ھود: ۶۵۔

سب قسمیں کھا کر کہنے لگے کہ ہم رات کے وقت حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کے گھر حملہ کر کے انہیں ان کے اہل و عیال سمیت شہید کر دیں گے ، اس کے بعد اگر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے کسی وارث نے قصاص یا دیت کا مطالبہ کیا تو کہہ دیں گے کہ ہم نے نہ تو قتل کیا ہے اور نہ ہی ہمیں قاتل کے بارے میں کوئی علم ہے۔

اس قول و قرار کے بعد انہوں نے اپنی سازش پر عمل درآمد کی تیاری شروع کر دی اور رات کے وقت حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس رات حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کے مکان کی حفاظت کے لئے فرشتے بھیج دیئے۔ جب یہ 9 شخص ہتھیار باندھ کر اور تلواریں کھینچ کر حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کے دروازے پر پہنچے تو فرشتوں نے انہیں پتھر مارے۔ وہ پتھر ان لوگوں کو لگتے لیکن مارنے والے نظر نہ آتے تھے یہاں تک کہ یہ سب افراد ہلاک ہو گئے۔[1]

اس واقعہ سے متعلق قرآنِ پاک میں ہے:

وَ كَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿٤٨﴾ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿٤٩﴾ وَ مَكَرُوْا مَكْرًا وَّ مَكَرْنَا مَكْرًا وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٥٠﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَ قَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ[2]

ترجمہ: اور شہر میں نو شخص تھے جو زمین میں فساد کرتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے آپس میں اللہ کی قسمیں کھا کر کہا: ہم رات کے وقت ضرور صالح اور اس کے گھر والوں پر چھاپا ماریں گے پھر اس کے وارث سے کہیں گے کہ اس گھر والوں کے قتل کے وقت ہم حاضر نہ تھے اور بیشک ہم سچے ہیں۔ اور انہوں نے سازش کی اور ہم نے اپنی خفیہ تدبیر فرمائی اور وہ غافل رہے۔ تو دیکھو کہ ان کی سازش کا کیسا انجام ہوا؟ ہم نے انہیں اور ان کی ساری قوم کو ہلاک کر دیا۔

درس و نصیحت

اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی قوم اپنے رسول کے مقابلے میں سرکشی کی تمام حدود کو پار کر جاتی ہے اور

[1] ... خازن، النمل، تحت الآیۃ: ۵۱، ۳/ ۴۱۵، ملخصاً۔ [2] ... پ۱۹، النمل: ۴۸-۵۱۔

نصیحت قبول کرنے سے مکمل اِنکاری ہوجاتی ہے تو عذابِ الٰہی کی گرفت میں آجاتی ہے۔یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کا حافظ وناصر ہے اور اُنہیں لوگوں کی سازشوں اور شر سے محفوظ رکھتا ہے جیسا کہ ہمارے پیارے آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے خلاف بھی کفار نے قتل کی سازش کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بحفاظت ہجرت کرا کر مدینہ طیبہ پہنچا دیا اور کافروں کو بدر کے میدان میں عذاب وشکست سے دوچار کیا۔

باب:04

قومِ ثمود پر عذابِ الٰہی

حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کے بتائے ہوئے ایام میں قوم کا حال:

حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کو شہید کرنے کی سازش کرنے والے تو عام عذاب اترنے سے پہلے ہی اپنے انجام کو پہنچ گئے تھے، اس کے بعد جب مہلت کا پہلا دن آیا تو حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کے فرمان کے مطابق ان کے چہرے زرد ہوگئے، شام کے وقت انہوں کہا: ایک دن تو گزر گیا۔ دوسرے دن ان کے چہرے سرخ ہوگئے اور شام کے وقت کہنے لگے: مہلت کے دو دن تو گزر گئے۔ تیسرے دن ان کے چہرے سیاہ ہوگئے اور شام کے وقت کہنے لگے: حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کی دی ہوئی مہلت تو ختم ہوگئی (اور ابھی تک انہوں نے جو کہا تھا وہ سب سچ نکلا، اب آگے دیکھو کیا ہوتا ہے، چنانچہ) چوتھے دن یہ لوگ خوشبو لگا کر تیار ہوئے اور بیٹھ کر انتظار کرنے لگے کہ دیکھو کون سا عذاب آتا ہے۔[1]

عذاب کے منتظر ان احمقوں نے صبح ہوتے ہی ایک ہولناک چیخ اور کڑک کی آواز سنی اور زمین میں زلزلہ آگیا اور یہ لوگ تباہ وبرباد ہو کر ایسے ہوگئے جیسے جانوروں کے پاؤں کے نیچے بکثرت روندی جانے والی گھاس ریزہ ریزہ ہوجاتی ہے۔ عذاب کی شدت کا یہ عالم تھا کہ قوی وتوانا ہونے کے باوجود عذاب کے وقت نہ وہ لوگ کہیں بھاگ سکے اور نہ مقابلے میں کھڑے ہوسکے، شرک ومعصیت اُن کے کچھ کام نہ آئی اور مال ومتاع، سامان ومکان انہیں عذابِ الٰہی سے بچا نہ سکے۔ عذاب کے بعد اس بستی کا یہ عالم تھا کہ گویا وہ کبھی وہاں بستے ہی نہ تھے اور نہ یہاں کبھی زندگی کا گزر ہوا۔ الامان والحفیظ۔

عذاب سامنے آنے پر قومِ ثمود اپنے افعال پر نادم وشرمسار تو ہوئی لیکن یہ بے وقت کی شرمندگی تھی کیونکہ

---

[1] ...قصص الانبیاء لابن کثیر، ص۱۵۷-۱۵۸۔

عذاب دیکھنے کے بعد نمودار ہوئی تھی اور اس وقت کی ندامت قابلِ قبول نہیں۔ قرآنِ کریم میں ان پر نازل ہونے والے عذاب کا ذکر متعدد مقامات پر کیا گیا ہے، چنانچہ

سورۂ اعراف میں ہے:

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ [1]

ترجمہ: تو انہیں زلزلے نے پکڑ لیا تو وہ صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

سورۂ ہود میں ہے:

وَ اَخَذَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۶۷﴾ كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَاؕ اَلَاۤ اِنَّ ثَمُوْدَاۡ كَفَرُوْا رَبَّهُمْؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ [2]

ترجمہ: اور ظالموں کو چنگھاڑ نے پکڑ لیا تو وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے۔ گویا وہ کبھی یہاں رہتے ہی نہ تھے۔ سن لو! بیشک ثمود نے اپنے رب کا انکار کیا۔ خبر دار! لعنت ہو ثمود پر۔

سورۂ حِجر میں ہے:

وَ لَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۸۰﴾ وَ اٰتَیْنٰهُمْ اٰیٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ﴿۸۱﴾ وَ كَانُوْا یَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا اٰمِنِیْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ مُصْبِحِیْنَ ﴿۸۳﴾ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ [3]

ترجمہ: اور بیشک حجر والوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔ اور ہم نے انہیں اپنی نشانیاں دیں تو وہ ان سے منہ پھیرے رہے۔ اور وہ بے خوف ہو کر پہاڑوں میں تراش تراش کر گھر بناتے تھے۔ تو انہیں صبح ہوتے زوردار چیخ نے پکڑ لیا۔ تو ان کی کمائی کچھ ان کے کام نہ آئی۔

سورۂ شعراء میں ہے:

فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِیْنَ [4]

ترجمہ: تو انہوں نے اس کے پاؤں کی رگیں کاٹ دیں پھر صبح کو پچھتاتے رہ گئے۔

---

❶...پ۸، الاعراف: ۷۸۔ ❷...پ۱۲، ہود: ۶۷، ۶۸۔ ❸...پ۱۴، الحجر: ۸۰-۸۴۔ ❹...پ۱۹، الشعراء: ۱۵۷۔

پاؤں کی رگیں کاٹنے والا شخص تو ایک ہی تھا جس کا نام قدار تھا لیکن چونکہ لوگ اس کے اس فعل پر راضی تھے اور کسی فعل پر راضی ہونا بھی اس میں شریک ہونا شمار ہوتا ہے، اس لئے یہاں پاؤں کی رگیں کاٹنے کی نسبت ان سب کی طرف کی گئی۔

سورۂ حٰمٓ اَلسَّجْدَہ میں ہے:

وَ اَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَیْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ[1]

ترجمہ: اور وہ جو ثمود تھے تو ہم نے ان کی رہنمائی کی تو انہوں نے ہدایت کی بجائے اندھے پن کو پسند کیا تو ان کے اعمال کے سبب انہیں ذلت کے عذاب کی کڑک نے آلیا۔

سورۂ قمر میں ہے:

اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِیْمِ الْمُحْتَظِرِ[2]

ترجمہ: بیشک ہم نے ان پر ایک زوردار چیخ بھیجی تو اسی وقت وہ باڑ بنانے والے شخص کی بچ جانے والی روندی ہوئی خشک گھاس کی طرح ہوگئے۔

اور سورۂ شمس میں ہے:

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَاۤ ﴿۱۱﴾ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ﴿۱۲﴾ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَ سُقْیٰهَا ﴿۱۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۙ۬ فَدَمْدَمَ عَلَیْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ﴿۱۴﴾ وَ لَا یَخَافُ عُقْبٰهَا[3]

ترجمہ: قومِ ثمود نے اپنی سرکشی سے جھٹلایا۔ جس وقت ان کا سب سے بڑا بدبخت آدمی اٹھ کھڑا ہوا۔ تو اللہ کے رسول نے ان سے فرمایا: اللہ کی اونٹنی اور اس کی پینے کی باری سے بچو۔ تو انہوں نے اسے جھٹلایا پھر اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں تو ان پر ان کے رب نے ان کے گناہ کے سبب تباہی ڈال کر ان کی بستی کو برابر کر دیا۔ اور اسے ان کے پیچھا کرنے کا خوف نہیں۔

---

❶...پ۲۴، حٰمٓ السجدۃ: ۱۷۔ ❷...پ۲۷، القمر: ۳۱۔ ❸...پ۳۰، الشمس: ۱۱-۱۵۔

قومِ ثمود پر آنے والے عذاب کی 3 کیفیات:

قرآن مجید میں قومِ ثمود پر آنے والے عذاب کی تین کیفیات بیان کی گئی ہیں۔

(1) انہیں زلزلے نے پکڑ لیا، جیسا کہ سورۂ اعراف میں بیان ہوا کہ

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ [1]

ترجمہ: تو انہیں زلزلے نے پکڑ لیا تو وہ صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

(2) انہیں چنگھاڑ نے پکڑ لیا، جیسا کہ سورۂ ہود میں بیان ہوا کہ

وَ اَخَذَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ [2]

ترجمہ: اور ظالموں کو چنگھاڑ نے پکڑ لیا تو وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے۔

(3) انہیں ذلت کے عذاب کی کڑک نے آلیا، جیسا کہ سورۂ حٰمٓ اَلسَّجْدَۃ میں بیان ہوا کہ

فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ [3]

ترجمہ: تو ان کے اعمال کے سبب انہیں ذلت کے عذاب کی کڑک نے آلیا۔

ان تینوں آیات میں باہم کوئی تعارض نہیں کیونکہ ان میں عذاب کی جدا جدا کیفیات بیان ہوئی ہیں، یعنی اُس عذاب میں زلزلہ، چیخ چنگھاڑ اور کڑک تینوں ہی تباہ کن چیزیں موجود تھیں۔

اہلِ ایمان کی نجات:

عذاب اترنے سے پہلے حضرت صالح عَلَیْهِ السَّلَام اہلِ ایمان کے ساتھ قومِ ثمود کی آبادی سے نکل کر جنگل میں تشریف لے گئے تھے اور جس دن عذاب نازل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْهِ السَّلَام اور اہلِ ایمان کو اپنا خاص فضل و رحمت فرما کر عذاب سے بچا لیا۔ اس نجات کا ذکر بھی قرآن پاک میں متعدد مقامات پر کیا گیا ہے، چنانچہ

سورۂ ہود میں ہے:

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا صٰلِحًا وَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ مِنْ خِزْیِ یَوْمِىٕذٍؕ اِنَّ

ترجمہ: پھر جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے صالح اور اس کے ساتھ والے مسلمانوں کو اپنی رحمت کے ذریعے بچا

---

[1]...پ۸، الاعراف: ۷۸۔ [2]...پ۱۲، ہود: ۶۷۔ [3]...پ۲۴، حٰمٓ السجدۃ: ۱۷۔

رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ [1]

لیا اور اس دن کی رسوائی سے بچالیا۔ بیشک تمہارا رب بڑی قوت والا، غلبے والا ہے۔

سورۂ نمل میں ہے:

وَ اَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ [2]

ترجمہ: اور ہم نے ان لوگوں کو بچالیا جو ایمان لائے اور ڈرتے تھے۔

اور سورۂ حٰمٓ السَّجْدَة میں ہے:

وَ نَجَّیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ [3]

ترجمہ: اور ہم نے انہیں بچالیا جو ایمان لائے اور ڈرتے تھے۔

قومِ ثمود کی ہلاکت نشانِ عبرت ہے:

قومِ ثمود نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی آیات کا انکار کیا، حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کو جھٹلایا، کفر و شرک اور بت پرستی پر ڈٹے رہے اور دیگر گناہوں پر قائم رہے جس کے نتیجے میں انہیں عبرت کا نشان بنادیا گیا، چنانچہ

سورۂ شعراء میں ہے:

فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةًؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ [4]

ترجمہ: تو انہیں عذاب نے پکڑلیا، بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان کے اکثر لوگ مسلمان نہ تھے۔

سورۂ نمل میں ہے:

فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَ قَوْمَهُمْ اَجْمَعِیْنَ (۵۱) فَتِلْكَ بُیُوْتُهُمْ خَاوِیَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْاؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ [5]

ترجمہ: تو دیکھو کہ ان کی سازش کا کیسا انجام ہوا؟ ہم نے انہیں اور ان کی ساری قوم کو ہلاک کر دیا۔ تو یہ ان کے گھر ان کے ظلم کے سبب ویران پڑے ہیں، بیشک اس میں جاننے والوں کے لئے (عبرت کی) نشانی ہے۔

سورۂ ذاریات میں ہے:

---

❶...پ۱۲، ھود:۶۶۔ ❷...پ۱۹، النمل:۵۳۔ ❸...پ۲۴، حٰم السجدة:۱۸۔ ❹...پ۱۹، الشعراء:۱۵۸۔ ❺...پ۱۹، النمل:۵۱، ۵۲۔

وَ فِیْ ثَمُوْدَ اِذْ قِیْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِیْنٍ ﴿۴۳﴾ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَ هُمْ یَنْظُرُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِیَامٍ وَّ مَا كَانُوْا مُنْتَصِرِیْنَ [1]

ترجمہ: اور ثمود میں (نشانی ہے) جب ان سے فرمایا گیا: ایک وقت تک فائدہ اٹھالو۔ تو انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی تو ان کی آنکھوں کے سامنے انہیں کڑک نے آلیا۔ تو وہ نہ کھڑے ہوسکے اور نہ وہ بدلہ لے سکتے تھے۔

اور سورۂ قمر میں ہے:

فَكَیْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَ نُذُرِ [2]

ترجمہ: تو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا؟

حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کا قوم پر اظہارِ افسوس:

قومِ ثمود کی ہلاکت کے بعد حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام جنگل سے نکل کر قومِ ثمود کی لاشوں کے پاس سے گزرے تو ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ وَ لٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ [3]

ترجمہ: اے میری قوم! بیشک میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے۔

حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کی ہجرت و وفات:

مروی ہے کہ حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام اپنے مومن اصحاب کے ساتھ آکر مکہ مکرمہ میں آباد ہوگئے اور یہیں مصروفِ عبادت رہے یہاں تک کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا وصال ہوگیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کا یمن میں وصال ہوا اور وہاں اسی جگہ ان کی قبر مبارک ہے جسے شبوہ کہا جاتا ہے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام مومنین کے ساتھ شام کی طرف نکلے، فلسطین میں رہے اور یہیں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات ہوئی۔ [4]

---

1 ...پ۲۷، الذّٰرِیٰت: ۴۳-۴۵۔ 2 ...پ۲۷، القمر: ۳۰۔ 3 ...پ۸، الاعراف: ۷۹۔

4 ...عمدۃ القاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالی: والی ثمود اخاھم صلحا، ۱۱/ ۹۵، ملتقطاً۔

باب:5

احادیث میں حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام اور قومِ ثمود کا تذکرہ

کثیر احادیث میں بھی حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کی قوم ثمود کا تذکرہ ہے، یہاں ان میں سے 6 احادیث ملاحظہ ہوں:

مقامِ حجر میں قومِ ثمود کے انجام کا ذکر:

حضرت جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرماتے ہیں: جب رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مقامِ حجر سے گزرے تو ارشاد فرمایا: اے لوگو! معجزات کا مطالبہ نہ کرو، کیونکہ حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم نے معجزے کا مطالبہ کیا (تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اونٹنی بھیجی) جو اس گھاٹی سے باہر آتی اور اسی کے اندر چلی جاتی تھی وہ اونٹنی ایک دن لوگوں کے حصے کا پانی پی جاتی اور لوگ اُس دن اونٹنی کا دودھ پی لیتے تھے۔ پھر انہوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں تو انہیں ایک ہولناک چیخ نے پکڑ لیا اور اللہ تعالیٰ نے آسمان کے نیچے موجود ان کے ہر فرد کو ہلاک کر دیا سوائے ایک شخص کے جو کہ حرم پاک میں موجود تھا۔ عرض کی گئی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، وہ کون تھا؟ ارشاد فرمایا: ابورغال، جب وہ حرم پاک سے نکلا تو اسے بھی وہی عذاب پہنچ گیا جو اس کی قوم پر آیا تھا۔[1]

قومِ ثمود کے فرد ابورغال کی قبر کی نشاندھی:

حضرت عبد اللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرماتے ہیں: رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ سفر طائف کے دوران ایک قبر کے پاس سے ہمارا گزر ہوا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: یہ ابورغال کی قبر ہے، اس حرم کی وجہ سے اس پر عذاب نازل نہیں ہوا تھا اور جب یہ حرم سے نکلا تو یہاں اس پر بھی وہی عذاب آگیا جو اس کی قوم (ثمود) پر آیا تھا۔ پھر اسے دفن کر دیا گیا اور اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کے ساتھ سونے کی ایک شاخ بھی دفن کی گئی تھی، اگر تم نے اس کی قبر کھودی تو وہ شاخ حاصل کر لوگے، چنانچہ لوگوں نے اس کی قبر کھود کر وہ شاخ نکال لی۔[2]

---

❶ ... مسند امام احمد، مسند جابر بن عبد اللہ، ۵/۱۲، حدیث: ۱۴۱۶۲، ملتقطاً۔

❷ ... ابو داود، کتاب الخراج والفیء والامارۃ، باب نبش القبور، ۳/۲۴۶، حدیث: ۳۰۸۸۔

اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والے کا ذکر:

حضرت عبداللہ بن زمعہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سنا، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس شخص کا ذکر کیا جس نے (حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کی) اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں اور ارشاد فرمایا: اس اونٹنی کے درپے ہونے والا شخص (ظاہراً) بہت عزت و شوکت والا تھا جیسے ابو زمعہ ہے۔ (1)

قومِ ثمود کے کھنڈرات میں جانے والوں کو تنبیہ:

حضرت ابو کبشہ انماری رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر کچھ لوگ تیزی سے قومِ ثمود کے کھنڈرات میں جانے لگے، جب یہ بات نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو معلوم ہوئی تو لوگوں میں نماز کی تیاری کا اعلان کروا دیا۔ میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے اونٹ کو تھامے ہوئے ارشاد فرما رہے تھے: تم ایسی قوم پر کیوں داخل ہوتے ہو جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا؟ ایک شخص نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، ہم ان پر تعجب کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں اس سے زیادہ تعجب انگیز بات نہ بتاؤں؟ تمہی میں سے ایک شخص تمہیں ان واقعات کی خبر دیتا ہے جو تم سے پہلے گزر چکے اور جو تمہارے بعد ہوں گے، لہٰذا تم استقامت اور سیدھا راستہ اختیار کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے عذاب میں مبتلا ہونے کی کوئی پروا نہیں ہوگی اور عنقریب ایک ایسی قوم آئے گی جو اپنے آپ سے تھوڑا سا عذاب بھی دور نہ کر سکے گی۔ (2)

قومِ ثمود کے کنویں سے پانی لینے کی ممانعت:

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: غزوۂ تبوک کے وقت جب رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مقامِ حجر میں پہنچے تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُم کو حکم دیا کہ یہاں کے کنویں سے نہ خود پانی پئیں اور نہ (اپنے جانوروں کو) پلائیں۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُم نے عرض کی: ہم تو اس کے پانی سے آٹا گوندھ چکے اور اس کا پانی نکال چکے ہیں۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں حکم دیا کہ وہ آٹا پھینک دیں اور اس پانی کو گرا دیں۔ (3)

1... بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالٰی: والی ثمود اخاھم صالحا، ۲/۴۳۲، حدیث: ۳۳۷۷.

2... مسند امام احمد، مسند الشامیین، حدیث ابی کبشۃ الانماری، ۶/۲۹۸، حدیث: ۱۸۰۵۱.

3... بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالٰی: والی ثمود اخاھم صالحا، ۲/۴۳۲، حدیث: ۳۳۷۸.

دوسری روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حکم دیا کہ ثمود کے کنویں سے نکالا ہوا پانی گرادیں اور اس سے گندھا ہوا آٹا اونٹوں کو کھلادیں اور یہ حکم دیا کہ اس کنویں سے پانی نکالیں جس پر اونٹنی آتی تھی۔[1]

عذاب کی جگہ پر روتے ہوئے داخل ہونا:

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب مقامِ حِجر سے گزرے تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ظالموں کے مکانات میں روتے ہوئے داخل ہونا، ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی وہ عذاب آجائے جو ان پر آیا تھا۔ پھر سواری پر بیٹھے ہوئے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے چہرۂ انور پر چادر ڈال لی۔[2]

1... بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالی: والی ثمود اخاھم صالحا، ۲/۴۳۲، حدیث: ۳۳۷۹۔

2... بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالی: والی ثمود اخاھم صالحا، ۲/۴۳۲، حدیث: ۳۳۸۰۔

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام

فہرست ابواب

حضرت ابراھیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام اولو العزم رسولوں میں سے ایک رسول ہیں، آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا اس لیے آپ کو "خَلِیْلُ اللّٰہ" کہا جاتا ہے اور آپ کے بعد والے تمام انبیاء و رسل عَلَیْہِمُ السَّلَام آپ ہی کی نسل سے ہوئے، اسی اعتبار سے آپ کا لقب "ابو الانبیاء" بھی ہے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم ستاروں اور بتوں کی پجاری تھی، چچا "آزر" بھی بتوں کا پجاری بلکہ بیوپاری تھا، دوسری طرف بادشاہِ وقت نمرود بھی خدائی کا دعویٰ کرتا اور لوگوں سے اپنی عبادت کرواتا تھا۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے چچا اور قوم کو تبلیغ و نصیحت فرمائی اور بہت خوبصورت اور آسان فہم دلائل سے سمجھایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی معبود اور خالق و قادر ہے جبکہ بت بے بس و لاچار ہیں، ان کی بے بسی ظاہر کرنے کے لئے ایک مرتبہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے بھی کئے۔ قرآن و حدیث اور دیگر کتابوں میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی سیرتِ پاک کا تفصیلی ذکر موجود ہے، جسے یہاں 5 ابواب میں تقسیم کرکے بیان کیا گیا ہے۔

باب:1

حضرت ابراھیم عَلَیْہِ السَّلَام کے واقعات کے قرآنی مقامات

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا اجمالی ذکر قرآنِ کریم کی متعدد سورتوں میں اور تفصیلی ذکر درج ذیل 13 سورتوں میں ہے:

(1) سورۂ بقرہ، آیت: 124 تا 141، 258، 260۔ (2) سورۂ انعام، آیت: 74 تا 86۔

(3) سورۂ ہود، آیت: 69 تا 76۔ (4) سورۂ ابراہیم، آیت: 35 تا 41۔ (5) سورۂ حجر، آیت: 51 تا 60۔

(6) سورۂ مریم، آیت: 41 تا 50۔ (7) سورۂ انبیاء، آیت: 51 تا 73۔ (8) سورۂ حج، آیت: 26 تا 29۔

(9) سورۂ شعراء، آیت: 69 تا 89۔ (10) سورۂ عنکبوت، آیت: 16 تا 27۔ (11) سورۂ صافات، آیت: 83 تا 113

(12) سورۂ ذاریات، آیت: 24 تا 34۔ (13) سورۂ ممتحنہ، آیت: 4، 5۔

باب:2

حضرت ابراھیم عَلَیْہِ السَّلَام کا تعارف

نام مبارک:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا مشہور نام "ابراہیم" ہے جو اَبٌ رَحِیْمٌ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں "مہربان باپ" آپ عَلَیْہِ

السَّلَام چونکہ بہت مہربان تھے جیسا کہ آپ کی سیرت میں اس کی مثالیں بکثرت نظر آتی ہیں، یونہی آپ عَلَیْہِ السَّلَام مہمان نوازی اور رحم و کرم میں مشہور ہیں اس لیے آپ کو" ابراہیم" کہا جاتا ہے۔ عہد نامہ قدیم میں مختلف مقامات پر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا نام "ابرام، اِبراہم، ابرہم، براہم، براہم اور براہمہ" مذکور ہے، یہ تمام الفاظ "ابراہیم" ہی کی مختلف صورتیں ہیں۔

لقب وکنیت:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا لقب "خلیلُ الله" یعنی الله کے دوست اور کنیت "اَبُو الضِّیْفَان" یعنی بہت زیادہ مہمان نوازی فرمانے والے ہے۔

نسب نامہ:

ایک روایت کے مطابق آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا نسب نامہ یہ ہے: ابراہیم بن تارخ بن ناحور بن ساروغ بن راغو بن فالغ بن عابر بن شالح بن ارفخشذ بن سام بن حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام۔[1]

تنبیہ: بعض حضرات نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے والد کا نام "آزر" لکھا ہے، یہ درست نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ "آزر" آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے والد نہیں بلکہ چچا کا نام تھا۔ والد مسلمان تھے اور چچا کافر و بت پرست تھا۔ اس سے متعلق مزید تفصیل ص 299 پر ملاحظہ فرمائیں۔

مقامِ ولادت:

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت نمرود بن کنعان کے دورِ حکومت میں عراق کے شہرِ بابل کے نواحی قصبہ میں ہوئی۔[2]

واقعۂ ولادت:

مفسرین اور مؤرخین کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ نمرود بن کنعان نے خواب دیکھا کہ ایک ستارہ طلوع ہوا جس کی روشنی کے سامنے آفتاب و ماہتاب بے نور ہو گئے۔ اس سے وہ بہت خوف زدہ ہوا اور کاہنوں سے خواب کی تعبیر پوچھی۔ انہوں نے کہا: اس سال تیری سلطنت میں ایک فرزند پیدا ہو گا جو تیری سلطنت کے زوال کا باعث بنے گا اور تیرے دین والے اس کے ہاتھ سے ہلاک ہوں گے یہ خبر سن کر وہ مزید پریشان ہوا اور حکم دیدیا کہ جو بچہ پیدا ہو، اُسے قتل کر دیا

1 ...قصص الانبیاء لابن کثیر، ص ۱۶۷۔ 2 ...تفسیر عزیزی، ۲۵۸/۲، ملتقطاً۔

جائے نیز مرد عورتوں سے علیحدہ رہیں، پھر ان باتوں کی نگہبانی کے لئے ایک محکمہ قائم کر دیا، مگر تقدیراتِ الٰہیہ کو کون ٹال سکتا ہے، چنانچہ اسی دوران حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی والدہ ماجدہ حاملہ ہوئیں لیکن عمر کم ہونے کی وجہ سے ان کا حمل کسی طرح پہچانا ہی نہ گیا، دوسری طرف کاہنوں نے نمرود کو اس کی بھی خبر دے دی کہ وہ بچہ حمل میں آگیا ہے جس سے نمرود کی پریشانی اور بڑھ گئی۔ جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت کا وقت قریب آیا تو آپ کی والدہ ماجدہ اس تہ خانے میں چلی گئیں جو آپ کے والد نے شہر سے دور کھود کر تیار کیا تھا، وہاں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت ہوئی۔ [1]

حلیہ مبارک:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا حلیہ مبارک اور شکل و شباہت حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مشابہت رکھتی تھی، چنانچہ بخاری شریف میں ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام (کا حلیہ جاننے کے لیے) اپنے صاحب (محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی طرف دیکھ لو اور رہے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام تو ان کا جسم دبلا پتلا اور رنگ گندمی تھا، وہ سرخ اونٹ پر سوار تھے جس کی ناک میں کھجور کی چھال کی مہار تھی، گویا میں ان کی طرف دیکھ رہا ہوں، وہ اللہ اکبر کہتے ہوئے وادی میں اتر رہے ہیں۔ [2]

اور مسلم شریف میں ہے، حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: شبِ معراج میری حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے ملاقات ہوئی، وہ قبیلہ شنوءہ کے لوگوں کی طرح تھے، دبلا پتلا جسم اور بالوں میں کنگھی کی ہوئی تھی۔ پھر فرمایا: میری حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے ملاقات ہوئی، ان کا قد متوسط اور رنگ سرخ تھا اور وہ ایسے ترو تازہ تھے گویا ابھی حمام سے نکلے ہوں اور میں نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو دیکھا اور میں ان کی اولاد میں سب سے زیادہ ان کے مشابہ ہوں۔ [3]

نماز سے محبت:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام عبادت کی ادائیگی میں ممتاز مقام رکھتے تھے، چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام بڑی رغبت کے ساتھ نماز ادا فرماتے اور اس پر غمگین ہوتے کہ دوسرے لوگ عبادت سے غافل ہیں۔ حضرت کعب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرماتے ہیں: ایک

---

1 ...خازن، الانعام، تحت الآیۃ: ۷۶، ۲/۲۹، ملخصاً۔

2 ...بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالٰی: واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا، ۲/۴۲۱، حدیث: ۳۳۵۵۔

3 ...مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء برسول اللہ... الخ، ص۹۱، حدیث: ۴۲۴، ملخصاً۔

بار حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: اے میرے رب! مجھے یہ بات غمزدہ کرتی ہے کہ میں زمین میں اپنے علاوہ کسی اور کو تیری عبادت کرتا نہ دیکھوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھیج دیئے جو آپ کے ساتھ نماز پڑھتے اور آپ کے ہمراہ رہتے تھے۔[1]

حج بیت اللہ:

احادیث و روایات میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے حج کے مختلف احوال بیان کیے گئے ہیں، چنانچہ حضرت محمد بن اسحاق رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام ہر سال براق (یہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی سواری کے جانور کا نام تھا) پر (سوار ہو کر) بیتُ اللہ کے حج کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔[2] بعض نے اسے آسمانی براق بھی قرار دیا ہے۔

حضرت مجاہد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: (ایک مرتبہ) حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل عَلَیْہِمَا السَّلَام نے پیدل حج فرمایا۔[3]

حضرت یزید بن شیبان رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: ہم عرفات میں اپنے مقام پر تھے اور وہ جگہ امام کی جگہ سے بہت دور تھی، تو ابن مربع انصاری رَضِیَ اللہُ عَنْہ ہمارے پاس آئے اور کہا: میں تمہاری طرف رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا قاصد ہوں، وہ تم سے فرماتے ہیں کہ تم لوگ اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو، تم اپنے والد حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی وراثت پر ہو۔ (یعنی تم سنتِ ابراہیمی سمجھ کر یہاں قیام کرو اور میرے پاس آنے کی کوشش نہ کرو۔)[4]

حضرت عامر بن واثلہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا سے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: سب سے پہلے یہ سعی حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمائی تھی۔[5]

قربانی:

قربانی کرنا بھی آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی سنت ہے، جیسا کہ حضرت زید بن ارقم رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: صحابۂ کرام رَضِیَ

1... حلیۃ الاولیاء، کعب الاحبار، ۶/۲۶، رقم: ۷۶۹۴. 2... اخبار مکہ للازرقی، باب ذکر حج ابراھیم علیہ السلام و اذانہ بالحج، ص ۱۲۰، رقم: ۷۹.

3... مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الحج، باب من کان یحب المشی ویحج ماشیا، ۸/۷۶۷، حدیث: ۱۶۰۰۳.

4... نسائی، کتاب مناسک الحج، باب رفع الیدین فی الدعاء بعرفۃ، ص ۴۹۰، حدیث: ۳۰۱۱.

5... مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الاوائل، باب اول ما فعل ومن فعلہ، ۱۹/۵۹۷، حدیث: ۳۷۱۶۳.

اللّٰہُ عَنْھُم نے عرض کی: یا رسولَ اللّٰه! صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، یہ قربانیاں کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا: تمہارے والد حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی سنت ہے۔[1]

حسنِ خلق:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا حُسنِ خلق بھی مثالی تھا اور انہیں اللّٰه تعالیٰ کی طرف سے اس پر استقامت کا حکم بھی دیا گیا تھا، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللّٰه تعالیٰ نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وحی فرمائی: اے میرے خلیل! تم حُسنِ اخلاق کا مظاہرہ کرتے رہو اگرچہ (سامنے والے) کفار ہوں، (ایسا کرنے سے) تم ابرار کے زمرے میں داخل ہو جاؤ گے۔ بیشک حُسنِ اخلاق والے کے لیے میرا یہ فرمان جاری ہو چکا کہ میں اسے اپنے عرش کا سایہ دوں گا، اپنی بارگاہِ قدس سے سیراب کروں گا اور اسے اپنی رحمت کے قریب کروں گا۔[2]

توکل اور تسلیم و رضا:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام توکل اور تسلیم و رضا کے بھی اعلیٰ پیکر تھے۔ حکمِ خداوندی پر اپنے بیٹے حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کو ذبح کرنے کے لئے تیار ہو جانا، نیز حکمِ خداوندی پر اپنی بیوی حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اور اپنے چھوٹی سی عمر کے بیٹے کو بیابان میں چھوڑ دینا اسی تسلیم و رضا کے مرتبے کا اِظہار تھا۔ مزید رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو آگ میں ڈالا گیا تو آپ نے فرمایا: "حَسْبِیَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل" مجھے اللّٰه تعالیٰ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ چنانچہ رسیوں کے سوا آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی اور کوئی چیز نہ جلی۔[3]

سخاوت و مہمان نوازی:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام انتہائی سخی اور بڑے مہمان نواز بھی تھے، چنانچہ حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے، حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللّٰه تعالیٰ نے میرے دوست جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف (یہ پیغام دے کر) بھیجا کہ اے ابراہیم! میں نے تمہیں اس لیے خلیل نہیں بنایا کہ تم میرے سب سے

---

1 ...ابن ماجه، كتاب الاضاحى، باب ثواب الاضحية، ٣/٥٣١، حديث: ٣١٢٧. 2 ...معجم الاوسط، من اسمه محمد، ٥/٣٧، حديث: ٦٥٠٦.

3 ...كنز العمال، كتاب الفضائل، فضائل سائر الانبياء، ٦/٢٢٠، حديث: ٣٢٢٨٤، الجزء الحادي عشر.

زیادہ عبادت گزار بندے ہو بلکہ اس لیے بنایا ہے کہ تیرا دل اہلِ ایمان کے دلوں میں سب سے زیادہ سخی ہے۔[1]

حضرت عبید بن عمیر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام لوگوں کی مہمان نوازی فرماتے تھے۔ (ایک دن کوئی مہمان نہ آیا تو) آپ عَلَیْہِ السَّلَام مہمان کی تلاش میں نکلے لیکن کوئی ایسا انسان نہ پایا جسے وہ مہمان بناتے۔ پھر آپ عَلَیْہِ السَّلَام اپنے گھر کی طرف لوٹ آئے اور وہاں ایک شخص کو کھڑے دیکھا تو دریافت فرمایا: اے بندۂ خدا! تجھے کس نے میرے گھر میں داخل کیا؟ اس نے جواب دیا: میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے اذن سے داخل ہوا ہوں۔ فرمایا: تم کون ہو؟ عرض کی: ملک الموت، مجھے میرے رب نے اپنے بندوں میں سے ایک بندے کی طرف بھیجا ہے تاکہ اسے بشارت دوں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنا خلیل بنالیا ہے۔ پوچھا: وہ کون ہے؟ خدا کی قسم! اگر تم نے مجھے اس کے بارے بتادیا اور وہ کسی دور دراز شہر میں ہوا تو بھی میں اس کے پاس چلا جاؤں گا، پھر اس کے ساتھ ہی رہوں گا یہاں تک کہ موت ہمارے درمیان جدائی کر دے۔ ملک الموت عَلَیْہِ السَّلَام نے جواب دیا: وہ بندے آپ ہی ہیں۔ فرمایا: میں؟ عرض کی: جی ہاں۔ فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے کس سبب سے خلیل بنایا؟ عرض کی: کیونکہ آپ لوگوں کو عطا کرتے ہیں اور ان سے کوئی سوال نہیں کرتے۔[2]

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے جس نے کسی مہمان کی مہمان نوازی فرمائی وہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام ہیں۔[3]

مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے لکھا ہے کہ ”اس طرح کہ آپ سے پہلے کسی نے مہمان نوازی کا اتنا اہتمام نہ کیا جتنا آپ نے کیا آپ تو بغیر مہمان کھانا ہی نہ کھاتے تھے۔“[4]

اس سے معلوم ہوا کہ مہمان نوازی کی ابتداء کرنے سے مراد یہ ہے کہ مہمان کے لئے بہت اہتمام کرنے کی ابتداء آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمائی۔

حضرت عکرمہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو ”اَبُو الضِّیْفَان“ یعنی بہت بڑے مہمان نواز کہا جاتا تھا، آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے مکانِ عالیشان کے چار دروازے تھے تاکہ کوئی بھی (مہمان نوازی سے) محروم نہ رہے۔[5]

---

1 ... الترغیب والترہیب، کتاب البر والصلۃ وغیرھما، باب الترھیب من البخل والشح... الخ، ۳/۳۱۲، حدیث: ۴۰۰۲۔

2 ... تفسیر ابن ابی حاتم، النساء، تحت الآیۃ: ۱۲۵، ۴/۱۰۷۵، رقم: ۶۰۱۲۔ 3 ... شعب الایمان، باب فی اکرام الضیف، ۷/۹۷، حدیث: ۹۶۱۵۔

4 ... مرآۃ المناجیح، ۶/۱۹۳۔ 5 ... حلیۃ الاولیاء، ذکر طبقۃ من تابعی المدینۃ... الخ، عکرمۃ مولی ابن عباس، ۳/۳۸۵، رقم: ۴۳۶۱۔

امورِ آخرت کا اہتمام اور دنیا سے بے رغبتی:

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو علمی اور عملی قوتوں سے نوازا جن کی بنا پر انہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت اور عبادات پر قوت حاصل ہوئی۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام لوگوں کو آخرت کی یاد دلاتے اور کثرت سے آخرت کا ذکر کرتے تھے اور دنیا کی محبت نے اُن کے دلوں میں ذرہ بھر بھی جگہ نہیں پائی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اذْكُرْ عِبٰدَنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ اُولِی الْاَیْدِیْ وَ الْاَبْصَارِ(۴۵) اِنَّاۤ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ(۴۶) وَ اِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَارِ[1]

ترجمہ: اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کرو جو قوت والے اور سمجھ رکھنے والے تھے۔ بیشک ہم نے انہیں ایک کھری بات سے چن لیا وہ اس (آخرت کے) گھر کی یاد ہے۔ اور بیشک وہ ہمارے نزدیک بہترین چُنے ہوئے بندوں میں سے ہیں۔

ذکرِ الٰہی کی کثرت:

حضرت خالد بن معدان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے سامنے ایک برتن میں انگور پیش کیے جاتے تو آپ ایک ایک دانہ اٹھا کر کھاتے اور ہر دانہ کھاتے وقت ذِکْرُ اللہ کرتے تھے۔[2]

پیشہ:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے گزر بسر کے لیے مختلف پیشے اختیار فرمائے تھے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کھیتی باڑی کیا کرتے تھے۔[3]

ایک روایت میں ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام بکریاں چَرایا کرتے تھے۔[4]

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کپڑے بیچا کرتے تھے۔ حضرت اسحاق بن یسار رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کپڑا بیچنے والوں کے پاس سے گزرے تو فرمایا: تم اپنی تجارت کو لازم پکڑ لو کیونکہ تمہارے والد حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کپڑے فروخت کیا کرتے تھے۔[5]

---

❶...پ۲۳، ص: ۴۵-۴۷۔ ❷... حلیۃ الاولیاء، ذکر طبقۃ من تابعی اھل الشام، خالد بن معدان، ۵/ ۲۴۰، رقم: ۶۹۹۶۔

❸...مستدرک حاکم، کتاب تواریخ المتقدمین من الانبیاء والمرسلین، ذکر حرف الانبیاء علیہم السلام، ۳/ ۴۹۱، حدیث: ۴۲۲۱۔

❹...تاریخ ابن عساکر، آدم نبی اللہ...الخ، ۷/ ۴۴۳۔ ❺... حلیۃ الاولیاء، عبد الرحمن بن مھدی، ۹/ ۷۱، رقم: ۱۳۱۴۹۔

اولیات:

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام سے کئی کاموں کی شروعات ہوئی، جیسے

(1) سب سے پہلے آپ عَلَیْہِ السَّلَام ہی کے بال سفید ہوئے۔

(2) سب سے پہلے آپ عَلَیْہِ السَّلَام ہی نے (سفید بالوں میں) مہندی اور کَتَم (یعنی نیل کے پتوں) کا خضاب لگایا۔

(3) سب سے پہلے آپ عَلَیْہِ السَّلَام ہی نے سلا ہوا پاجامہ پہنا۔

(4) سب سے پہلے آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ہی منبر پر خطبہ پڑھا۔

(5) سب سے پہلے آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے راہِ خدا میں جہاد کیا۔

(6) سب سے پہلے آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ہی (بہت اہتمام کے ساتھ) مہمان نوازی شروع کی۔

(7) سب سے پہلے آپ عَلَیْہِ السَّلَام ہی نے ثرید تیار کیا۔ (ثرید شوربے میں بھگوئی ہوئی روٹی کو کہتے ہیں۔)

(8) سب سے پہلے آپ عَلَیْہِ السَّلَام ملاقات کے وقت لوگوں سے گلے ملے یعنی معانقہ فرمایا۔[1]

اوصاف:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام بہت اعلیٰ و عمدہ اوصاف کے مالک تھے جنہیں قرآنِ پاک میں بھی کئی مقامات پر بیان کیا گیا ہے، یہاں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے 14 اوصاف ملاحظہ ہوں:

(1) آپ عَلَیْہِ السَّلَام رب تعالیٰ کے انتہائی کاملُ الایمان بندے تھے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ [2]

ترجمہ: بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل ایمان والے بندوں میں سے ہیں۔

(2، 3) آپ عَلَیْہِ السَّلَام صدیق اور نبی تھے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِبْرٰهِیْمَ ﱟ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا [3]

ترجمہ: اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو بیشک وہ بہت ہی سچے نبی تھے۔

یہاں ایک اہم بات قابلِ توجہ ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے سچے ہونے کے وصف کو بطورِ خاص بیان کرنے میں یہ

---

❶...مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس، باب الترجل، ۸/ ۲۶۴، ۲۶۵، تحت الحدیث: ۴۴۸۸، ملخصاً۔ ❷...پ۲۳، الصافات: ۱۱۱۔ ❸...پ۱۶، مریم: ۴۱۔

حکمت بھی ہو سکتی ہے کہ اس سے ان لوگوں کی تفہیم ہو جائے جنہیں چند واقعات کی بنا پر شُبہ ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا کلام ان مَواقع پر حقیقت کے مطابق نہیں تھا۔

(4تا9) آپ عَلَیْہِ السَّلَام بیشمار خوبیوں کے مالک تھے، تمام لوگوں کے پیشوا ہیں، ہر حکمِ الٰہی پر سرِ تسلیم خم کرنے والے تھے، ہر باطل سے جدا اور حق کی طرف یکسو تھے، شرک و باطل سے پاک اور دور تھے، انعاماتِ الٰہیہ پر شکر کرنے والے تھے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِیْفًاؕ-وَ لَمْ یَكُ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَۙ(۱۲۰) شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ [1]

ترجمہ: بیشک ابراہیم تمام اچھی خصلتوں کے مالک (یا) ایک پیشوا، اللہ کے فرمانبردار اور ہر باطل سے جدا تھے اور وہ مشرک نہ تھے۔ اس کے احسانات پر شکر کرنے والے۔

اور ارشاد فرمایا:

مَا كَانَ اِبْرٰهِیْمُ یَهُوْدِیًّا وَّ لَا نَصْرَانِیًّا وَّ لٰكِنْ كَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًاؕ-وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ [2]

ترجمہ: ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ عیسائی بلکہ وہ ہر باطل سے جدا رہنے والے مسلمان تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔

(10) آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے ہر حکم کو پوری طرح ادا کیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤى [3]

ترجمہ: اور ابراہیم کے جس نے (احکام کو) پوری طرح ادا کیا۔

(11تا14) آپ عَلَیْہِ السَّلَام بڑے تحمل والے، اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے، اس کی بارگاہ میں بہت آہ و زاری کرنے اور اسی کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَحَلِیْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِیْبٌ [4]

ترجمہ: بیشک ابراہیم بڑے تحمل والا، بہت آہیں بھرنے والا، رجوع کرنے والا ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

---

❶...پ۱۴، النحل: ۱۲۰، ۱۲۱. ❷...پ۳، اٰل عمران: ۶۷. ❸...پ۲۷، النجم: ۳۷. ❹...پ۱۲، ھود: ۷۵.

اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِیْمٌ [1]

ترجمہ: بیشک ابراہیم بہت آہ و زاری کرنے والا، بہت برداشت کرنے والا تھا۔

”اَوّاہ“ اور ”حلیم“ بہت عظیم صفات ہیں اور سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام ان صِفات کے مظہرِ اتم تھے، ترغیب کے لیے ان کے مفہوم کی مزید وضاحت ملاحظہ ہو البتہ اس میں گناہوں کو یاد کرکے مغفرت طلب کرنے کی بات دوسروں کے لئے ہے، حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے لئے نہیں کیونکہ نبی گناہوں سے معصوم ہوتا ہے۔ چنانچہ ”اَوّاہ“ صفت کی خوبی یہ ہے کہ جس میں یہ صفت پائی جائے وہ بکثرت دعائیں کرتا، اللہ تعالیٰ کے ذکر و تسبیح میں مشغول رہتا، کثرت کے ساتھ تلاوت کرتا، اُخروی ہولناکیوں اور دہشت انگیزیوں کے بارے میں سن کر گریہ وزاری، اپنے گناہوں کو یاد کرکے ان سے مغفرت طلب کرتا ہے، نیکی اور بھلائی کی تعلیم دیتا اور ہر اس کام سے بچتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہو۔ ”حلیم“ صفت کی خوبی یہ ہے جس میں یہ صفت پائی جائے وہ اپنے ساتھ برا سلوک کرنے والے پر بھی احسان کرتا، برائی کا بدلہ بھلائی کے ساتھ دیتا، کسی کی طرف سے اذیت اور تکلیف پہنچے تو اس پر صبر کرتا، اگر کسی سے بدلہ لے تو رضائے الٰہی کی خاطر لیتا اور اگر کسی کی مدد کرے تو رضائے الٰہی کی خاطر ہی مدد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ صفات اپنانے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

انعاماتِ الٰہی:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر اللہ تعالیٰ نے بہت سے انعام و احسان فرمائے، جیسے

(1) اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو بچپن میں ہی عقلِ سلیم اور رشد و ہدایت سے نواز دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا بِهٖ عٰلِمِیْنَ [2]

ترجمہ: اور بیشک ہم نے ابراہیم کو پہلے ہی اس کی سمجھداری دیدی تھی اور ہم اسے جانتے تھے۔

(2،3) آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو نبوت و خلت کے لیے منتخب فرمایا اور صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِجْتَبٰهُ وَ هَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ [3]

ترجمہ: اللہ نے اسے چن لیا اور اسے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی۔

---

1 ...پ ۱۱، التوبۃ: ۱۱۴۔ 2 ...پ ۱۷، الانبیاء: ۵۱۔ 3 ...پ ۱۴، النحل: ۱۲۱۔

(4) آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنا خلیل بنایا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِیْمَ خَلِیْلًا [1]

ترجمہ: اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا گہرا دوست بنالیا۔

(5) آپ عَلَیْہِ السَّلَام تمام امتحانوں میں پورا اترے اور اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو لوگوں کا پیشوا بنادیا۔ ارشاد فرمایا:

وَ اِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًاؕ قَالَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ [2]

ترجمہ: اور یاد کرو جب ابراہیم کو اس کے رب نے چندباتوں کے ذریعے آزمایا تو اس نے انہیں پورا کردیا (اللہ نے) فرمایا: میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ (ابراہیم نے) عرض کی اور میری اولاد میں سے بھی۔ فرمایا: میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

یہاں اس آیت سے متعلق دو باتیں ملاحظہ ہوں:

(1) ابتلاء آزمائش کو کہتے ہیں، خدائی آزمائش یہ ہے کہ بندے پر کوئی پابندی لازم فرما کر دوسروں پر اس کے کھرے یا کھوٹے ہونے کا اظہار کردیا جائے۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی آزمائش میں بہت سے شرعی احکام بھی تھے اور راہِ خدا میں آپ کی ہجرت، بیوی بچوں کا بیابان میں تنہا چھوڑنا، فرزند کی قربانی وغیرہ سب شامل ہیں۔ [3] نیز یہاں امامت سے مراد نبوت نہیں کیونکہ نبوت تو پہلے ہی مل چکی تھی تب ہی تو آپ کا امتحان لیا گیا بلکہ اس امامت سے مراد دینی پیشوائی ہے جیسا کہ جلالین میں اس کی تفسیر ”قُدْوَۃً فِی الدِّیْنِ“ یعنی دین میں پیشوائی“ سے کی گئی ہے۔ [4] اس سے معلوم ہوا کہ شرعی احکام اور تکالیف اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہوتی ہیں اور جو اِن آزمائشوں میں پورا اترتا ہے وہ دنیا و آخرت کے انعامات کا مستحق قرار پاتا ہے۔

(2) جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو امامت کا مقام عطا فرمایا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ تعالیٰ سے اپنی اولاد کیلئے بھی عرض کیا۔ اس پر فرمایا گیا کہ آپ کی اولاد میں جو ظالم ہوں گے وہ امامت کا منصب نہ پائیں گے۔

---

❶...پ۵، النسآء: ۱۲۵. ❷...پ۱، البقرۃ: ۱۲۴. ❸... خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۲۴، ۱/ ۸۵، ۸۶، ملخصاً.

❹... جلالین مع جمل، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۲۴، ۱/ ۱۵۳.

کافر ہوئے تو دینی پیشوائی نہ ملے گی اور فاسق ہوئے تو نبوت نہ ملے گی اور قابل ہوئے تو اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے جسے جو چاہے گا عطا فرمائے گا۔

(6) حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو بڑھاپے کی عمر میں بیٹے حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام کی بشارت دی گئی، جنہیں نبوت وصالحیت سے سرفراز فرمایا جانا تھا نیز دونوں پر دینی اور دنیوی ہر طرح کی برکت اتاری گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ بَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَ بٰرَكْنَا عَلَیْهِ وَ عَلٰۤى اِسْحٰقَ [1]

ترجمہ: اور ہم نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی جو اللہ کے خاص قرب کے لائق بندوں میں سے ایک نبی ہے۔ اور ہم نے اس پر اور اسحاق پر برکت اتاری۔

(7تا11) اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو فرزند حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ ساتھ پوتے حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام بھی عطا فرمائے اور انہیں بھی نبوت سے نوازا، دنیا میں وسیع رزق دیا اور نیک وصالح اولاد عطا کی اور ان سب کیلئے سچی بلند شہرت رکھی کہ قوم مسلم ہو خواہ یہودی یا عیسائی سب ان انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کی ثنا و تعریف کرتے ہیں اور مسلمان تو ہر نماز میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کی آل پر درود پڑھتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ هَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَؕ-وَ كُلًّا جَعَلْنَا نَبِیًّا ﴿۴۹﴾ وَ وَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَ جَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِیًّا [2]

ترجمہ: ہم نے اسے اسحاق اور (اس کے بعد) یعقوب عطا کئے اور ان سب کو ہم نے نبی بنایا۔ اور ہم نے انہیں اپنی رحمت عطا کی اور ان کیلئے سچی بلند شہرت رکھی۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَؕ-وَ یَعْقُوْبَ نَافِلَةًؕ-وَ كُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِیْنَ [3]

ترجمہ: اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق عطا فرمایا اور مزید یعقوب (پوتا) اور ہم نے ان سب کو اپنے خاص قرب والے بنایا۔

نیک اولاد اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاص رحمت ہے۔ نیک اولاد وہ اعلیٰ پھل ہے جو دنیا اور آخرت دونوں میں کام آتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ سے جب بھی اولاد کے لئے دعا کریں تو نیک اور صالح اولاد کی ہی دعا کریں۔

---

❶...پ۲۳، الصافات: ۱۱۲، ۱۱۳. ❷...پ۱۶، مریم: ۴۹، ۵۰. ❸...پ۱۷، الانبیاء: ۷۲.

(12) آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے بعد جتنے حضرات نبوت کے منصب پر فائز ہوئے سب آپ کی نسل سے ہوئے اور تورات، انجیل، زبور اور قرآن شریف آپ ہی کی اولاد میں سے ہونے والے رسولوں پر نازل ہوئیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ [1]

ترجمہ: اور ہم نے اس کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی۔

(13 تا 17) آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی نسل میں بہت سی ہستیوں کو نہ صرف ہدایت پر پیدا فرمایا بلکہ قوموں کے لئے ہادی یعنی ہدایت دینے والے بنایا، انہیں ان کے زمانے میں تمام لوگوں پر فضیلت بخشی، انہیں نبوت و رسالت کے لیے منتخب کیا، انہیں محسنین و صالحین بنایا اور صراطِ مستقیم کی طرف خصوصی ہدایت دی۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَؕ-كُلًّا هَدَیْنَاۚ-وَنُوْحًا هَدَیْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّیَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ وَاَیُّوْبَ وَیُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَؕ-وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ(۸۴) وَزَكَرِیَّا وَیَحْیٰى وَعِیْسٰى وَاِلْیَاسَؕ-كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ(۸۵) وَاِسْمٰعِیْلَ وَالْیَسَعَ وَیُوْنُسَ وَلُوْطًاؕ-وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِیْنَ(۸۶) وَمِنْ اٰبَآىٕهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْۚ-وَاجْتَبَیْنٰهُمْ وَهَدَیْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ [2]

ترجمہ: اور ہم نے انہیں اسحاق اور یعقوب عطا کیے۔ ان سب کو ہم نے ہدایت دی اور ان سے پہلے نوح کو ہدایت دی اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو (ہدایت عطا فرمائی) اور ایسا ہی ہم نیک لوگوں کو بدلہ دیتے ہیں۔ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو (ہدایت یافتہ بنایا) یہ سب ہمارے خاص بندوں میں سے ہیں۔ اور اسماعیل اور یَسَع اور یونس اور لوط کو (ہدایت دی) اور ہم نے سب کو تمام جہان والوں پر فضیلت عطا فرمائی۔ اور ان کے باپ دادا اور ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے (بھی) بعض کو (ہدایت دی) اور ہم نے انہیں چن لیا اور ہم نے انہیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی۔

(18) ملتِ ابراہیمی کو حقیقی، کامل اور اصل ہدایت قرار دیا اور اس سے انحراف کو حماقت قرار دیا۔ ارشادِ باری

---

1 ...پ۲۰، العنکبوت: ۲۷۔

2 ...پ۷، الانعام: ۸۴–۸۷۔

تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ (1) **ترجمہ:** اور ابراہیم کے دین سے وہی منہ پھیرے گا جس نے خود کو احمق بنا رکھا ہو۔

(20،19) آپ عَلَیْہِ السَّلَام خدا کے برگزیدہ یعنی چنے ہوئے بندے ہیں جنہیں دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ نے خیر، بھلائی، برکت اور اپنے قرب سے مشرف فرمایا اور آخرت میں بھی مقربین کے گروہ میں ممتاز مرتبہ عطا فرمائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ (2) **ترجمہ:** اور ہم نے اسے دنیا میں بھلائی دی اور بیشک وہ آخرت میں قرب والے بندوں میں سے ہو گا۔

اور ارشاد فرمایا:

وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ (3) **ترجمہ:** اور بیشک ہم نے اسے دنیا میں چن لیا اور بیشک وہ آخرت میں ہمارا خاص قرب پانے والوں میں سے ہے۔

(22،21) آپ عَلَیْہِ السَّلَام اپنی ظاہری حیاتِ طیبہ میں بھی نیک نام تھے، اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بعد کے زمانوں اور لوگوں میں بھی آپ کا ذکرِ جمیل باقی رکھا اور آپ پر سلامتی نازل فرمائی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۞ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ (4) **ترجمہ:** اور ہم نے بعد والوں میں اس کی تعریف باقی رکھی۔ ابراہیم پر سلام ہو۔

درس ونصیحت

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی سیرتِ مبارکہ کے تمام اوصاف حقیقی اسلامی سیرت کا نمونہ ہیں۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی سیرتِ طیبہ کے مطالعہ سے جو کردار اور عظمت کا ایک حسین سراپا ہمارے سامنے آتا ہے وہ یقیناً ہر مسلمان کے دل

---

(1)...پ۱، البقرۃ:۱۳۰۔ (2)...پ۱۴، النحل:۱۲۲۔ (3)...پ۱، البقرۃ:۱۳۰۔ (4)...پ۲۳، الصافات:۱۰۸، ۱۰۹۔

میں یہ تڑپ پیدا کرنے کے لئے کافی ہے کہ وہ بھی زندگی کے ہر کام میں خداوندِ قدوس کا فرمانبردار رہے۔ باطل عقیدے، عمل، خیال، نظریے سے کَنارہ کَشی برتے۔ مالکِ حقیقی عَزَّوَجَلَّ کے احکام پر دل و جان سے عمل کرے۔ رغبت و محبت سے عبادات بجالائے اور ذوق و شوق سے ذکرِ الٰہی کی کثرت کرے۔ تحمل و بردباری کو اپنا شیوہ بنائے، خوفِ خدا کے زیور سے آراستہ ہو اور عبادت و ریاضت کی کثرت اور اطاعتِ الٰہی میں مصروف رہنے کے باوجود خدا عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں آہ وزاری سے حاضری دے۔ امورِ آخرت کا اہتمام اور دنیا سے بے رغبتی اختیار کرے۔ لوگوں کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آئے، سخاوت اپنائے اور مہمان نوازی کا شِعار اختیار کرے۔ اللہ کریم کی نعمتوں پر شکر ادا کرے، ہر معاملے میں اسی پر توکل کرے اور ہر حال میں تسلیم و رضا کا دامن تھام کر رکھے۔ آزمائشوں پر ثابت قدم رہے اور بے صبری کا کوئی لفظ زبان پر نہ آنے دے۔ اللہ تعالٰی ہمیں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے مبارک اسوہ کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

باب: 3

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی دعوت و تبلیغ

اس باب میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی اپنی قوم، چچا آزر اور بادشاہ نمرود کو تبلیغ و نصیحت کا ذکر ہے۔

قوم کی عملی حالت:

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم کے لوگ اپنے گمراہ باپ دادا کی پیروی میں بتوں اور ستاروں کی پوجا کرتے تھے۔ ان میں سرِ فہرست آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا چچا "آزر" ہے جو بت پرستی کے ساتھ ساتھ بت سازی اور اس کی تجارت بھی کرتا تھا۔ بادشاہِ وقت نمرود بھی اپنی ربوبیت کا دعویٰ کرتا اور لوگوں سے زبردستی اپنی عبادت کرواتا تھا۔

نمرود کا مختصر تعارف:

نمرود بن کنعان اپنے زمانے میں بہت بڑا بادشاہ تھا جسے اللہ تعالٰی نے انتہائی وسیع و عریض سلطنت عطا فرمائی تھی، چنانچہ امام مجاہد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: دنیا کی مشرق و مغرب کی سلطنت رکھنے والے افراد چار ہوئے جن میں سے دو مومن اور دو کافر تھے۔ مومن حضرت سلیمان بن داؤد عَلَیْہِمَا السَّلَام اور حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللہُ عَنْہ تھے جبکہ کافر

نمرود اور بخت نصر تھے۔[1]

اتنی عظیم سلطنت ملنے کے باوجود اس نے شکر و طاعتِ الٰہی کی بجائے تکبر و غرور اور سرکشی کا راستہ اختیار کیا یہاں تک کہ اپنے خدا ہونے کا دعویٰ کرنے لگا اور لوگوں کو اپنی عبادت پر مجبور کیا۔ اس بے باک کافر سے مختلف خلافِ عادت کام بھی ظاہر ہوتے تھے، چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: نمرود کے (محل کے) دروازے پر ایک درخت تھا جس کا سایہ بالکل نہ تھا۔ جب ایک شخص اس کے نیچے آتا اس کے لائق سایہ ہو جاتا، دوسرا آتا تو دو کے لائق ہو جاتا۔ غرض ایک لاکھ تک آدمی اس کے سایہ میں رہ سکتے اور جہاں ایک لاکھ سے ایک بھی زیادہ ہوا سب دھوپ میں۔

مزید فرماتے ہیں: اُسی کا ایک حوض تھا۔ صبح کو لوگ آتے، کوئی اس میں پیالہ بھر کر دودھ ڈالتا، کوئی شربت، کوئی شہد، جس کو جو پسند آتا یہاں تک کہ وہ بھر جاتا اور سب چیزیں خلط ہو (یعنی آپس میں مل) جاتیں۔ اب جس کو حاجت ہوتی پیالہ ڈالتا، جو شے جس نے ڈالی ہوتی وہی اس کے جام میں آجاتی۔ یہ کافر اور وہ بھی کیسے بڑے کافر کا اِستدراج تھا۔[2] یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ ایسی چیزیں جادو یا دیگر مخفی علوم میں مہارت کے ذریعے ہوتی ہیں اور یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ بعض چیزیں سائنسی ترقی سے وقوع پذیر ہوتی ہوں۔

سب سے پہلے اسی نے اپنے سر پر تاج رکھا اور اس کے ظلم و بربریت کا یہ عالم تھا کہ اپنی سلطنت کے زوال سے ڈر کر کاہنوں اور نجومیوں کے کہنے پر ہزاروں شیر خوار بچے قتل کروا دیئے تھے۔

چچا اور قوم کے سامنے دلائلِ توحید کا بیان:

جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے تبلیغ و نصیحت کا سلسلہ شروع فرمایا تو سب سے پہلے اپنے گھر سے ابتداء فرمائی، چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے چچا آزر سے فرمایا:

اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّیْۤ اَرٰىكَ وَ قَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ[3]

ترجمہ: کیا تم بتوں کو (اپنا) معبود بناتے ہو۔ بیشک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھ رہا ہوں۔

قوم کے سامنے دلائلِ توحید کا بیان:

اس کے بعد آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے لوگوں کے سامنے بڑے آسان انداز میں توحیدِ باری تعالیٰ کے دلائل بیان

---

❶... ابن کثیر، البقرة، تحت الآیة:۲۵۸، ۱/۵۲۵. ❷... ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص۴۴۳۔ ❸...پ۷، الانعام: ۷۴.

فرمائے تاکہ وہ ان میں غور و فکر کر کے یہ نتیجہ نکال سکیں کہ جب سارا جہان عدم سے وجود میں آنے والا، پھر ختم ہونے والا ہے تو پھر اس جہان کی چیزوں یا افراد میں سے تو کوئی معبود نہیں ہو سکتا اور سارا جہان بذاتِ خود کسی وجود میں لانے والی ذات کا محتاج ہے جس کے قدرت و اختیار سے اس میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ چنانچہ ایک موقع پر جب رات کی تاریکی چھائی تو آپ عَلَیْهِ السَّلَام نے ایک ستارہ دیکھ کر قوم سے فرمایا: کیا تم اپنے خیال میں اسے میرا رب کہتے ہو؟ (ابھی تھوڑی دیر میں اس کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔) چنانچہ کچھ دیر بعد جب وہ ستارہ افق میں چھپ گیا تو آپ عَلَیْهِ السَّلَام نے فرمایا: میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ یعنی جس میں ایسی تبدیلیاں ہو رہی ہوں وہ ربّ نہیں ہو سکتا۔

قرآنِ پاک میں ہے:

فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ الَّیْلُ رَاٰ كَوْكَبًاۚ قَالَ هٰذَا رَبِّیْۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَاۤ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ [1]

ترجمہ: پھر جب ان پر رات کا اندھیرا چھایا تو ایک تارا دیکھا، فرمایا: کیا اسے میرا رب ٹھہراتے ہو؟ پھر جب وہ ڈوب گیا تو فرمایا: میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

پھر جب چاند کو دیکھا کہ چمکتا ہوا نکلا ہے تو فرمایا: کیا تمہارے خیال کے مطابق یہ میرا ربّ ہے؟ ابھی کچھ ہی دیر میں اس کی کیفیت بھی معلوم ہو جائے گی۔ چنانچہ جب یہ بھی غروب ہو گیا تو فرمایا: اگر میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے مجھے پہلے سے ہی ہدایت نہ دی ہوتی تو میں بھی تمہاری طرح گمراہ لوگوں میں سے ہوتا۔

قرآنِ کریم میں ہے:

فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّیْۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَىٕنْ لَّمْ یَهْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ [2]

ترجمہ: پھر جب چاند چمکتا دیکھا تو فرمایا: کیا اسے میرا رب کہتے ہو؟ پھر جب وہ ڈوب گیا تو فرمایا: اگر مجھے میرے رب نے ہدایت نہ دی ہوتی تو میں بھی گمراہ لوگوں میں سے ہوتا۔

اِس فرمان میں اُن لوگوں کو تنبیہ تھی جو چاند کو معبود مانتے تھے، انہیں آپ عَلَیْهِ السَّلَام نے گمراہ قرار دیا اور خود کو ہدایت پر۔ پھر اسی صبح یا کسی اور دن کی صبح جب سورج کو دیکھا کہ بڑی آب و تاب کے ساتھ جگمگاتا ہوا نکلا ہے تو

❶...پ۷، الانعام: ۷۶. ❷...پ۷، الانعام: ۷۷.

فرمایا: کیا تمہارے گمان میں یہ میرا رب ہے؟ ہے تو یہ ان سب سے بڑا (لیکن اگر اس کا ربّ ہونا غلط ثابت ہوگیا تو چھوٹوں کی ربوبیت تو بدرجہ اولیٰ غلط و باطل ہوگی۔) چنانچہ جب شام کے وقت سورج بھی غروب ہوگیا تو فرمایا: اے میری قوم! میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جنہیں تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شریک ٹھہراتے ہو۔

قرآنِ مجید میں ہے:

فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَاۤ اَكْبَرُۚ-فَلَمَّاۤ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ[1]

ترجمہ: پھر جب سورج کو چمکتا دیکھا تو فرمایا: کیا اسے میرا رب کہتے ہو؟ یہ تو ان سب سے بڑا ہے پھر جب وہ ڈوب گیا تو فرمایا: اے میری قوم! میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جنہیں تم (اللہ کا) شریک ٹھہراتے ہو۔

یوں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے ثابت کر دیا کہ ستاروں میں چھوٹے سے بڑے تک کوئی بھی ربّ ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا، ان کا معبود ہونا باطل ہے اور قوم جس شرک میں مبتلا ہے آپ عَلَیْہِ السَّلَام اس سے بیزار ہیں۔

تنبیہ: حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے ستارے، چاند اور سورج کے بارے میں فرامین لوگوں کو سمجھانے کیلئے تھے، مَعَاذَ اللہ، اپنے بارے میں نہ تھے۔ اس کی بہت واضح دلیل یہ بھی ہے کہ جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ستارے، چاند اور سورج کے بارے یہ فرمایا تو کیا آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اس سے پہلے انہیں کبھی غروب ہوتے نہیں دیکھا تھا؟ یقیناً دیکھا تھا تو جب قرآن ہی سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو بچپن ہی سے رشد و ہدایت اور عقل و فہم سے نوازا تھا تو آپ ہمیشہ سے ہی ان باتوں کو سمجھتے تھے اور دیگر دلائل کے علاوہ اِن دلائل سے سورج چاند وغیرہ کی معبودیت کو باطل سمجھتے تھے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ سورج چاند ستارے کے حوالے سے آپ کا کلام اپنے لیے نہیں بلکہ صرف قوم کو سمجھانے کیلئے تھا اور اس چیز کی مزید وضاحت درجِ ذیل آیت سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے قوم کو سورج چاند ستاروں کے بارے میں کلام کرنے کے بعد فرمایا:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ[2]

ترجمہ: میں نے ہر باطل سے جدا ہو کر اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے اور میں

---

❶...پ۷، الانعام: ۷۸۔ ❷...پ۷، الانعام: ۷۹۔

مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا یہ فرمان اپنی مستقل سوچ اور دائمی عقیدے کے بیان پر مشتمل تھا، یہ نہیں کہ قوم کو بتا رہے تھے کہ تمہارے سامنے سورج چاند دیکھ کر یا تمہیں سمجھاتے ہوئے مجھے بھی سمجھ آگئی ہے اور اب میرا یہ عقیدہ بنا ہے۔ مَعَاذَ اللہ۔ اس مقام پر اگلی پچھلی تمام متعلقہ آیتیں پڑھیں تو یہ بات مزید واضح ہو جاتی ہے۔

قوم کا مباحثہ:

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے ستاروں کو معبود بنانے کا رد کرنے کے ساتھ ساتھ بتوں کے معبود ہونے کا بھی رد فرمایا، چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے اعلانِ حق اور توحیدِ باری تعالیٰ کا بیان سن کر قوم بحث کرنے لگی اور بتوں کی مخالفت سے ڈراتے ہوئے کہا: اے ابراہیم! بتوں سے ڈرو، اُنہیں برا کہنے سے خوف کھاؤ، کہیں آپ کو کچھ نقصان نہ پہنچ جائے۔ ان کے جواب میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: کیا تم مجھ سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑتے ہو، حالانکہ اس نے تو مجھے اپنی توحید و معرفت کی ہدایت سے نوازا ہوا ہے؟ سن لو! مجھے اِن بتوں کا کوئی ڈر نہیں جنہیں تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شریک بتاتے ہو، کیونکہ وہ بے جان اور بے بس ولاچار ہیں، نہ کسی کو نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع، تو اُن سے کیا ڈرنا! ہاں اگر میرا رب عَزَّوَجَلَّ کوئی بات چاہے تو وہ ہو سکتی ہے، کیونکہ وہ قادرِ مطلق ہے اور اس کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے۔

قرآنِ کریم میں ہے:

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَ قَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَاۤ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْــٴًـا ؕ وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ [1]

ترجمہ: اور ان کی قوم ان سے جھگڑنے لگی (ابراہیم نے) فرمایا: کیا تم اللہ کے بارے میں مجھ سے جھگڑتے ہو حالانکہ وہ تو مجھے ہدایت عطا فرما چکا اور مجھے ان کا (کوئی) ڈر نہیں جنہیں تم شریک بتاتے ہو البتہ یہ کہ میرا رب کوئی بات چاہے۔ میرے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے؟

سُبْحَانَ اللہ، حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے اس موقع پر ایمان نہ چھپایا بلکہ بے خوف ہو کر اپنے ایمان کا اعلان

[1] ...پ۷، الانعام: ۸۰۔

فرمادیا، اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبر عَلَیْہِ السَّلَام کے دل میں مخلوق کی ایسی ہیبت نہیں آسکتی جو انہیں فرائض کی ادائیگی سے روک دے۔

قوم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی ہدایت:

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے قوم سے مزید فرمایا: میں تمہارے ان شریکوں سے کیوں ڈروں جو بے جان، جمادات اور بالکل عاجز و بے بس ہیں اور مجھے ڈرانے کی بجائے تو تمہیں ڈرنا چاہیے کیونکہ تم نے ان بتوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شریک ٹھہرایا ہے جن کے شریک ہونے کی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں۔ اس بات کو سامنے رکھ کر غور کرو کہ امن کا مستحق کون ہے؟ وہ مومن جس کے پاس اپنے عقیدے کی حقانیت کے دلائل ہیں یا وہ مشرک امن کا مستحق ہے جس کے پاس اس کے عقیدے کی کوئی معقول و قابلِ قبول دلیل نہیں ہے۔

قرآنِ کریم میں ہے:

وَ كَيْفَ اَخَافُ مَاۤ اَشْرَكْتُمْ وَ لَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًاؕ فَاَیُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ[1]

ترجمہ: اور میں تمہارے شریکوں سے کیوں ڈروں؟ اور تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کا شریک اس کو ٹھہرایا جس کی کوئی دلیل اللہ نے تم پر نہیں اتاری تو دونوں گروہوں میں امان کا زیادہ حقدار کون ہے؟ اگر تم جانتے ہو۔

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی چچا کو مزید نصیحتیں:

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے چچا آزر کو تبلیغ و نصیحت کا سلسلہ جاری رکھا، چنانچہ ایک موقع پر آپ نے اسے چار نصیحتیں فرمائیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ

(1) عبادت کا مستحق وہی ہو سکتا ہے جو ذاتی طور پر اوصاف و کمال والا اور نعمتیں دینے والا ہو اور وہ صرف اللہ تعالیٰ ہے جبکہ تم جن بتوں کی عبادت کر رہے ہو یہ نہ تو سنتے ہیں، نہ دیکھتے ہیں اور نہ ہی تمہارے کسی کام آسکتے ہیں بلکہ یہ خود تمہارے محتاج ہیں کہ اپنی جگہ سے دوسری جگہ بھی نہیں جاسکتے اور تم نے خود انہیں اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے تو ایسی

1...پ۷، الانعام: ۸۱۔

ناکارہ اور لاچار مخلوق کی عبادت کرنا، اس کے سامنے اپنا سر جھکانا اور اس سے کسی بھی قسم کے نفع ونقصان کی امید رکھنا انتہائی حماقت کے سوا کچھ نہیں ہے۔

قرآنِ پاک میں ہے:

اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَ لَا یُبْصِرُ وَ لَا یُغْنِیْ عَنْكَ شَیْــٴًـا[1]

ترجمہ: جب اپنے باپ سے فرمایا: اے میرے باپ! تم کیوں ایسے کی عبادت کر رہے ہو جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے اور نہ تجھے کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

یاد رہے کہ ان آیات میں "باپ" سے مراد حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے حقیقی والد نہیں بلکہ چچا آزر مراد ہے۔ اس سے متعلق مزید تفصیل آگے صفحہ 299 پر ملاحظہ فرمائیں۔

(2) میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے مجھے وہ علم عطا کیا ہے جو تیرے پاس نہیں، تو تُو میرا دین قبول کر کے میری پیروی کر، میں تجھے سیدھی راہ دکھا دوں گا جس سے تو رضائے الٰہی اور حقیقی کامیابی کی منزلِ مقصود تک پہنچ سکے گا۔

قرآنِ کریم میں ہے:

یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ یَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِیْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِیًّا[2]

ترجمہ: اے میرے باپ! بیشک میرے پاس وہ علم آیا جو تیرے پاس نہیں آیا تو تُو میری پیروی کر، میں تجھے سیدھی راہ دکھا دوں گا۔

اس آیت میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے جس علم کا ذکر ہوا اس سے مراد معرفتِ الٰہی، وحی، امورِ آخرت اور اخروی ثواب وعذاب وغیرہ کا علم ہے۔

(3) اے میرے باپ (مراد چچا)! تو شیطان کا بندہ نہ بن اور اس کی فرمانبرداری کر کے کفر وشرک میں مبتلا نہ ہو، بیشک وہ رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کا بڑا نافرمان ہے اور نافرمان کی اطاعت بندے کو بھی نافرمان بنا دیتی اور نعمت سے محروم کر کے مشقت وعذاب میں مبتلا کر دیتی ہے۔

قرآنِ پاک میں ہے:

---

❶...پ۱۶، مریم: ۴۲. ❷...پ۱۶، مریم: ۴۳.

يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا [1]

ترجمہ: اے میرے باپ! شیطان کا بندہ نہ بن، بیشک شیطان رحمٰن کا بڑا نافرمان ہے۔

(4) مجھے ڈر ہے کہ اگر تو رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی اور شیطان کی پیروی کرتے ہوئے کفر کی حالت میں ہی مر گیا تو تجھے رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے عذاب پہنچے گا اور تو لعنت و عذابِ جہنم میں شیطان کا رفیق بن جائے گا۔

قرآنِ مجید میں ہے:

يٰۤاَبَتِ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا [2]

ترجمہ: اے میرے باپ! میں ڈرتا ہوں کہ تجھے رحمٰن کی طرف سے کوئی عذاب پہنچے تو تُو شیطان کا دوست ہو جائے۔

نصیحت کے جواب میں چچا کی ہٹ دھرمی:

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی ان نصیحتوں سے نفع اٹھا کر راہِ راست پر آنے کی بجائے آزر نے جواب دیا:

اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا [3]

ترجمہ: کیا تو میرے معبودوں سے منہ پھیرتا ہے؟ اے ابراہیم! بیشک اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے پتھر ماروں گا اور تو عرصہ دراز کیلئے مجھے چھوڑ دے۔

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے اندازِ نصیحت اور آزر کے طرزِ عمل میں مبلغین کے لیے یہ درس ہے کہ اگر نیکی کی دعوت اور برائی سے منع کرنے کے دوران انہیں کسی کافر یا مسلمان کی طرف سے کسی ناقابلِ برداشت سلوک کا سامنا کرنا پڑے تو وہ رنجیدہ ہو کر اس فرض کی بجا آوری کو چھوڑ نہ دیں بلکہ ایسے موقع پر انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام اور ان کی قوموں کے واقعات کو یاد کریں کہ ان بزرگ ہستیوں نے کس طرح اسلام کی دعوت دی اور انہیں نافرمان و سرکش کفار کی طرف سے کیسی کیسی اَذِیّتوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن اُنہوں نے تمام تر تکلیفوں کے باوجود دینِ اسلام کی دعوت دینے کو نہیں چھوڑا تو ہم بھی ان کی پیروی کرتے ہوئے دینِ اسلام اور اس کے احکام کی دعوت دینا نہیں چھوڑیں گے۔ اس سے اِنْ شَآءَ اللہ دل کو تسلی اور تقویت ملے گی۔

1 ...پ۱۶، مریم: ۴۴۔ 2 ...پ۱۶، مریم: ۴۵۔ 3 ...پ۱۶، مریم: ۴۶۔

چچا کو سلامِ متارکت اور دعائے مغفرت کا وعدہ:

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے چچا کا جواب سن کر فرمایا: تجھے دور ہی سے سلام ہے۔ عنقریب میں تیرے لیے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے معافی مانگوں گا کہ وہ تجھے توبہ اور ایمان کی توفیق دے کر تیری مغفرت فرمادے، بیشک وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے۔

قرآنِ پاک میں ہے:

قَالَ سَلٰمٌ عَلَیْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِیًّا [1]

ترجمہ: فرمایا: بس تجھے سلام ہے۔ عنقریب میں تیرے لیے اپنے رب سے معافی مانگوں گا بیشک وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے۔

یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے چچا آزر سے دعائے مغفرت کا وعدہ اس لیے کیا تھا کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو ابھی بھی اس کے ایمان لانے کی توقع تھی۔ اس سے متعلق مزید تفصیل آگے صفحہ 282 پر ملاحظہ فرمائیں۔

قوم سے علیحدگی کے ارادے کا اظہار:

قوم کے جوابات سن کر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے اُن سے جدا ہو جانے کا ارادہ کیا اور عاجزی و اِنکساری کرتے ہوئے فرمایا: قریب ہے کہ میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کی وجہ سے بدبخت نہ ہوں گا۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جیسے تم بتوں کی پوجا کر کے بدنصیب ہوئے، خدا کے پرستار اس سے محفوظ ہیں کیونکہ اس کی بندگی کرنے والا بدبخت اور محروم نہیں ہوتا۔ [2]

قرآنِ پاک میں ہے:

وَ اَعْتَزِلُكُمْ وَ مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ اَدْعُوْا رَبِّیْ ۖ٘ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّیْ شَقِیًّا [3]

ترجمہ: اور میں تم لوگوں سے اور اللہ کے سوا جن (بتوں) کی تم عبادت کرتے ہو ان سے جدا ہوتا ہوں اور میں اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں۔ قریب ہے کہ میں اپنے رب کی عبادت کی وجہ سے بدبخت نہ ہوں گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ کافروں، بدمذہبوں کے ساتھ رہنے اور ان کے ساتھ نشست برخاست رکھنے سے بچنا

---

❶...پ۱۶، مریم: ۴۷۔ ❷... خازن، مریم، تحت الآیۃ: ۴۸، ۳/ ۲۳۷، ملخصاً۔ ❸...پ۱۶، مریم: ۴۸۔

چاہئے اور اپنا دین نہیں چھپانا چاہئے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا بد نصیب نہیں ہو سکتا بلکہ بد نصیب تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرے۔

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا قوم سے ایک اور مکالمہ:

ایک موقع پر آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے پھر بتوں کی پوجا میں مصروف اپنے چچا اور قوم سے پوچھا:

مَا تَعْبُدُوْنَ (1)

ترجمہ: تم کس کی عبادت کرتے ہو؟

قوم نے جواب دیا:

نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِیْنَ (2)

ترجمہ: ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں پھر ان کے سامنے جم کر بیٹھے رہتے ہیں۔

آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے پوچھا:

قَالَ هَلْ یَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ۟ۙ اَوْ یَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ یَضُرُّوْنَ (3)

ترجمہ: فرمایا: جب تم پکارتے ہو تو کیا وہ تمہاری سنتے ہیں؟ یا تمہیں کوئی نفع یا نقصان دیتے ہیں؟

لوگوں نے وہی باطل جواب دیا جو اکثر اہلِ باطل دیتے ہیں:

قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ (4)

ترجمہ: انہوں نے کہا: بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا ہے۔

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی نصیحت:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: جن بتوں کی تم عبادت کر رہے ہو اور جن کی تمہارے آباؤ واجداد کرتے رہے ہیں، کیا تم نے ان کے بارے میں کبھی غور کیا؟ اگر تم حقیقی طور پر غور کر لو تو جان جاؤ گے کہ بتوں کی عبادت کرنا آج کی نہیں بلکہ پرانی گمراہی اور باطل کام ہے اور کوئی باطل کام پرانا ہو یا نیا، یونہی اس باطل کام کو کرنے والے تھوڑے ہوں یا زیادہ، اس سے اس کام کے باطل ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ وہ باطل کام باطل ہی رہتا ہے۔

قرآنِ مجید میں ہے:

---

(1)...پ۱۹، الشعراء:۷۰۔ (2)...پ۱۹، الشعراء:۷۱۔ (3)...پ۱۹، الشعراء:۷۲، ۷۳۔ (4)...پ۱۹، الشعراء:۷۴۔

قَالَ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۵﴾ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ[1]

ترجمہ: ابراہیم نے فرمایا: کیا تم نے ان (بتوں) کے بارے میں غور کیا جن کی تم اور تمہارے پہلے آباؤ اَجداد عبادت کرتے رہے ہیں؟

اس آیت کو سامنے رکھتے ہوئے ان لوگوں کو بھی اپنے طرزِ عمل پر غور کرنا چاہئے جو غمی خوشی کے موقع پر شریعت کے خلاف رسمیں بجالانے اور دیگر افعال کرنے پر کوئی شرعی دلیل پیش کرنے کی بجائے یہ کہنے لگتے ہیں کہ ہمارے بڑے بوڑھے عرصہ دراز سے یہ رسم و کام کرتے چلے آرہے ہیں بلکہ بعض بدنصیب تو یہ کفریہ جملہ تک بول دیتے ہیں کہ ہمیں شریعت نہیں چاہیے، بلکہ ہمیں رواج چاہیے۔ افسوس کہ ناجائز رسومات، شادیوں میں حرام و ناجائز انداز کے گانے باجے اور فوتگی کے وقت کی گناہوں بھری جاہلانہ رسومات چھوڑنا لوگوں کو قبول نہیں، قرآن و حدیث اور خدا اور سول کے احکام چھوڑ دینا قبول ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے اور احکامِ شریعت کے مطابق عمل کرنے اور خلافِ شریعت کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

بتوں سے اظہارِ دشمنی اور اوصافِ باری تعالیٰ کا بیان:

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے کفار کو غور و فکر کی دعوت دینے کے بعد بتوں کو اپنا دشمن قرار دے کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عظمت و شان کو بڑے خوبصورت اور محبت بھرے انداز میں بیان فرمایا، چنانچہ قرآنِ پاک میں ہے:

فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّیْۤ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۷۷﴾ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ ﴿۷۸﴾ وَ الَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَ یَسْقِیْنِ ﴿۷۹﴾ وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ﴿۸۰﴾ وَ الَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ[2]

ترجمہ: بیشک وہ سب میرے دشمن ہیں سوائے سارے جہانوں کے پالنے والے کے۔ جس نے مجھے پیدا کیا تو وہ مجھے ہدایت دیتا ہے۔ اور وہ جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔ اور وہ جو مجھے وفات دے گا پھر مجھے زندہ کرے گا۔

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے ادب کی وجہ سے بیماری کو اپنی طرف اور شفاء کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب فرمایا اگرچہ بیماری اور شفا دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ برائی کی نسبت اپنی طرف جبکہ خوبی و

---

❶...پ۱۹، الشعراء: ۷۵، ۷۶۔ ❷...پ۱۹، الشعراء: ۷۷-۸۱۔

بہتری کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنی چاہیے۔

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے آخر میں اللہ تعالیٰ کا یہ وصف بیان فرمایا:

وَ الَّذِیْۤ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓــٴَـتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ [1] **ترجمہ**: اور وہ جس سے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میری خطائیں بخش دے گا۔

یہاں دو باتیں قابلِ توجہ ہیں، پہلی یہ کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا اللہ تعالیٰ کی ان صفات کو بیان کرنا اپنی قوم پر حجت قائم کرنے کے لئے ہے کہ معبود صرف وہی ہو سکتا ہے جس کی یہ صفات ہوں۔ دوسری یہ کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام معصوم ہیں، اُن سے گناہ صادر نہیں ہوتے، اُن کا استغفار کرنا در اصل اپنے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی و انکساری کا اظہار ہے اور اس میں امت کو یہ تعلیم دینا مقصود ہے کہ وہ مغفرت طلب کرتے رہا کریں۔

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی دعائیں:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ تعالیٰ کی تعریف و توصیف بیان کرنے کے بعد مختلف دعائیں مانگیں، اس میں دعا کے ایک ادب کی طرف بھی رہنمائی ہوتی ہے کہ دعا مانگنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف و توصیف بیان کی جائے، اس کے بعد دعا مانگی جائے۔ چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے پہلی دعا یہ مانگی:

رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ [2] **ترجمہ**: اے میرے رب! مجھے حکمت عطا کر اور مجھے ان سے ملادے جو تیرے خاص قرب کے لائق بندے ہیں۔

یہاں ”حکم“ سے مراد علم یا حکمت ہے اور قرب کے لائق خاص بندوں سے مراد انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام ہیں۔

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی یہ دعا قبول ہوئی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ [3] **ترجمہ**: اور بیشک وہ آخرت میں ہمارا خاص قرب پانے والوں میں سے ہے۔ [4]

دوسری دعا یہ مانگی:

وَ اجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ [5] **ترجمہ**: اور بعد والوں میں میری اچھی شہرت رکھ دے۔

---

❶...پ۱۹، الشعراء: ۸۲۔ ❷...پ۱۹، الشعراء: ۸۳۔ ❸...پ۱، البقرۃ: ۱۳۰۔ ❹...مدارک، الشعراء، تحت الآیۃ: ۸۴، ص۸۲۳، ملخصاً۔ ❺...پ۱۹، الشعراء: ۸۴۔

یہ دعا بھی قبول ہوئی چنانچہ تمام ادیان والے اُن سے محبت رکھتے اور اُن کی تعریف و ثنا کرتے ہیں۔

تیسری دعا یہ فرمائی:

وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ [1] **ترجمہ**: اور مجھے ان میں سے کردے جو چین کے باغوں کے وارث ہیں۔

انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی طلبِ جنت کی دعائیں درحقیقت اللہ تعالیٰ کے دیدار، ملاقات، قرب، رضائے الٰہی اور انعاماتِ الٰہیہ کے لئے تھیں کیونکہ جنت ان تمام چیزوں کے حصول کا مقام ہے۔جنت کی دعا مانگنا انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کی سنت ہے۔

چچا کے لئے دعائے مغفرت:

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے چوتھی دعا اپنے چچا آزر کے لیے مانگی کہ اسے توبہ و ایمان کی توفیق دے کر بخش دیا جائے، چنانچہ بارگاہِ الٰہی میں عرض کی:

وَاغْفِرْ لِاَبِیْۤ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّیْنَ [2] **ترجمہ**: اور میرے باپ کو بخش دے بیشک وہ گمراہوں میں سے ہے۔

آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے یہ دعا اس لئے فرمائی کہ جدا ہوتے وقت آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے آزر سے اس کا وعدہ کیا تھا۔ جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر پوری طرح ظاہر ہو گیا کہ وہ خدا کا دشمن ہے اور کسی صورت ایمان نہیں لائے گا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام اس سے بیزار ہو گئے، جیسا کہ سورۂ براءت میں ہے:

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِیَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ [3] **ترجمہ**: اور ابراہیم کا اپنے باپ کی مغفرت کی دعا کرنا صرف ایک وعدے کی وجہ سے تھا جو انہوں نے اس سے کر لیا تھا پھر جب ابراہیم کے لئے یہ بالکل واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہو گئے۔[4]

آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے پانچویں دعا یہ فرمائی جو قرآنِ پاک میں ہے:

---

❶...پ۱۹، الشعراء: ۸۵۔ ❷...پ۱۹، الشعراء: ۸۶۔ ❸...پ۱۱، التوبۃ: ۱۱۴۔

❹... جلالین، الشعراء، تحت الآیۃ: ۸۶، ص۳۱۲، ۳۱۳، مدارک، الشعراء، تحت الآیۃ: ۸۶، ص۸۲۳، ملخصاً۔

وَ لَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَۙ(۸۷) یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَۙ(۸۸) اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍؕ(1)

ترجمہ: اور مجھے اس دن رسوانہ کرنا جس دن سب اٹھائے جائیں گے۔ جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ بیٹے۔ مگر وہ جو اللہ کے حضور سلامت دل کے ساتھ حاضر ہوگا۔

یادرہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا قیامت کے دن کی رسوائی سے پناہ مانگنا بھی لوگوں کی تعلیم کے لئے ہے تاکہ وہ اس کی فکر کریں اور قیامت کی رسوائی سے بچنے کی کوشش کرنے کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں اس کے لئے دعا بھی مانگیں۔

چچا اور قوم سے مجسموں کے بارے میں سوال:

ایک موقع پر آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے چچا آزر اور قوم سے فرمایا: (بتوں کے) یہ مجسمے کیا ہیں جن کے آگے تم جم کر بیٹھے ہوئے ہو اور ان کی عبادت میں مشغول ہو؟

قرآنِ پاک میں ہے:

اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَ قَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْۤ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ(2)

ترجمہ: یاد کرو جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا: یہ مجسمے کیا ہیں جن کے آگے تم جم کر بیٹھے ہوئے ہو۔

قوم کے لوگ مجسموں کی عبادت کرنے پر کوئی معقول دلیل پیش کرنے کی بجائے کہنے لگے: ہمارے باپ دادا ان کی پوجا کرتے تھے اس لیے ہم بھی انہی کے طریقے پر عمل پیرا ہیں۔

قرآنِ مجید میں ہے:

قَالُوْا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِیْنَ(3)

ترجمہ: انہوں نے کہا: ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی پوجا کرتے ہوئے پایا۔

قوم کا جواب سن کر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا:

لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ(4)

ترجمہ: بے شک تم اور تمہارے باپ دادا سب کھلی گمراہی میں ہو۔

1...پ۱۹، الشعراء: ۸۷-۸۹۔ 2...پ۱۷، الانبیاء: ۵۲۔ 3...پ۱۷، الانبیاء: ۵۳۔ 4...پ۱۷، الانبیاء: ۵۴۔

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے حق بیان کرنے میں کوئی رُو رعایت نہیں فرمائی اور یہی حکمِ خداوندی ہے کہ دینی معاملے میں کسی کی رعایت نہیں بلکہ حق بات بہر حال بیان کرنی چاہیے، ہاں کہاں کس حکمتِ عملی کے مطابق بات کرنی چاہیے، سختی سے یا نرمی سے تو یہ بات مبلغ کو معلوم ہونی چاہیے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ خلافِ شرع کام میں کثرتِ رائے کا کوئی اعتبار نہیں۔ ہمیشہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام اور ان کے ساتھی قلیل ہوتے اور دشمنانِ اسلام اکثریت میں ہوتے تھے لیکن وہ اکثریت جھوٹی تھی اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام سچے تھے۔ یہی بات آگے بیان کردہ آیت میں فرمائی گئی ہے:

قُلْ لَّا یَسْتَوِی الْخَبِیْثُ وَ الطَّیِّبُ وَ لَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِیْثِۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ[1]

ترجمہ: تم فرمادو کہ گندا اور پاکیزہ برابر نہیں ہیں اگرچہ گندے لوگوں کی کثرت تمہیں تعجب میں ڈالے تو اے عقل والو! تم اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

قوم کا اظہارِ حیرت:

بت پرستی قوم میں ایسی رچی بسی تھی کہ شروع میں تو انہیں یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ ان کا بتوں کی عبادت کرنا کوئی گمراہی ہے، اسی لئے انہوں نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام سے کہا: کیا یہ بات واقعی اسی طرح ہے جیسے آپ کہہ رہے ہیں یا یونہی ہنسی مذاق کر رہے ہیں؟ قرآنِ کریم میں ہے:

قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِیْنَ[2]

ترجمہ: بولے: کیا تم ہمارے پاس حق لائے ہو یا یونہی کھیل رہے ہو؟

اس کے جواب میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ تعالیٰ کی رَبُوبِیَّت بیان کرکے ظاہر فرمادیا کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کھیل کے طور پر کلام نہیں کر رہے بلکہ حق کا اظہار فرمارہے ہیں چنانچہ فرمایا: تمہاری عبادت کے مستحق یہ بناوٹی مجسمے نہیں بلکہ وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب اور انہیں کسی سابقہ مثال کے بغیر پیدا کرنے والا ہے۔

قرآنِ مجید میں ہے:

قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الَّذِیْ فَطَرَهُنَّ ﳲ وَ اَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ[3]

ترجمہ: فرمایا: بلکہ تمہارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے انہیں پیدا کیا اور میں اس پر

❶...پ۷، المائدۃ: ۱۰۰۔ ❷...پ۱۷، الانبیاء: ۵۵۔ ❸...پ۱۷، الانبیاء: ۵۶۔

گواہوں میں سے ہوں۔

قوم کے متعجبانہ سوال سے قوموں کی اجتماعی نفسیات کی ایک بڑی بنیادی حقیقت سامنے آتی ہے کہ برسہابرس کی مزاج و عادات میں رَچی بَسی چیزیں باطل و غیر معقول ہونے کے باوجود لوگوں کی نظر میں ایسی حقیقت و حقانیت کا رُوپ دھار لیتی ہیں کہ اس کا غلط ہونا لوگوں کو ناممکن نظر آتا ہے جیسے بت پرستی واضح طور پر فضول و بے کار اور خلافِ عقل ہونے کے باوجود اُس قوم کے لئے ایک حق سچ چیز تھی اور یہی حال آج کی بت پرست قوموں کا ہے اور یہی حال آج کے غیر مسلم معاشروں کا ہے کہ وہاں ہم جنس پرستی یعنی مردوں کا آپس میں اور عورتوں کا آپس میں بدکاری کرنا بلکہ نکاح کرنا تک معیوب نہیں سمجھا جاتا بلکہ اِس خلافِ عقل و فطرت کام کے خلاف کوئی بات کرے تو اُسے نگاہِ حیرت سے دیکھا جاتا ہے حالانکہ پوری دنیا کے جملہ اِنسان پچھلی صدی تک ہی اسے باطل، مردود، خبیث، ناپاک کام سمجھتے آئے ہیں لیکن خواہشِ نفس کے بندوں نے اپنی قوموں کو اِس گندگی میں ڈبو کر اور اِس کی لَت لگا کر ایسا دیوانہ کر دیا کہ آج ملکوں کی پارلیمنٹس اِس کے جواز کے قانون پاس کر رہی ہیں۔ معلوم ہوا کہ کسی قوم میں برسوں کے رواج و عادات اگرچہ اُن کی نظر میں کتنے ہی معقول ہوں حقیقت میں اُن کا درست ہونا کوئی ضروری نہیں۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ پھر آخر کیا معیار ہے کہ ہم لوگوں اور قوموں کے کچھ کاموں کو درست اور کچھ کو باطل قرار دیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کوئی کام ایک آدمی کرے یا ایک ارب آدمی، اُس کے حق اور درست ہونے کا معیار وہی ہے جو اوپر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے بیان فرمایا، "رَبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الَّذِیْ فَطَرَهُنَّ" کہ اصل اتھارٹی اور حاکم وہ ذات ہے جو ہماری، تمام جہانوں کی رب اور خالق ہے، اس کا حکم ہی فیصلہ کن ہے، لہٰذا ساری دنیا کسی کام کو حلال و جائز کہنے کے لئے نعرے مارتی رہے لیکن اگر حکمِ خداوندی اس کے برخلاف ہے تو خدا کا حکم مقدم اور لوگوں کی چیخ و پکار مردود و باطل ہے۔ آج سیکولرازم کے نام پر حکمِ خداوندی کو مٹانے کے لئے قوم، معاشرہ، سماج، اکثریت، جمہوریت وغیرہ کے جو الفاظ سیکولر اور جدید اسکالرز استعمال کرتے ہیں یہ سب اوپر کی آیات اور نیچے کی چند آیات کو سامنے رکھیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ [1]

ترجمہ: اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

❶...پ۶، المآئدة: ۴۵.

اور ارشاد فرمایا:

وَ مَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (1)

ترجمہ: اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ مَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (2)

ترجمہ: اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کریں جو اللہ نے نازل کیا تو وہی لوگ کافر ہیں۔

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا ایک اور وعظ:

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی قوم کو نصیحت فرمانے کا سلسلہ جاری رکھا، چنانچہ ایک موقع کا بیان قرآنِ پاک میں یوں مذکور ہے:

وَ اِبْرٰهِیْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوْهُؕ-ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۱۶) اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًاؕ-اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَ اعْبُدُوْهُ وَ اشْكُرُوْا لَهٗؕ-اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ (۱۷) وَ اِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْؕ-وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ (3)

ترجمہ: اور ابراہیم کو (یاد کرو) جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا: اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ تم تو اللہ کے سوا بتوں کو پوجتے ہو اور نرا جھوٹ گڑھتے ہو۔ بیشک جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو وہ تمہارے لئے روزی کے کچھ مالک نہیں تو تم اللہ کے پاس رزق ڈھونڈو اور اس کی عبادت کرو اور اس کے شکر گزار بنو، اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ اور اگر تم جھٹلاؤ گے تو تم سے پہلے کتنے ہی گروہ جھٹلا چکے ہیں اور رسول کے ذمہ تو صرف صاف پہنچا دینا ہے۔

قوم نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی نصیحتوں کا عجیب و غریب جواب دیا، چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے:

---

(1)...پ۶، المائدۃ: ۴۷۔ (2)...پ۶، المائدۃ: ۴۴۔ (3)...پ۲۰، العنکبوت: ۱۶-۱۸۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ[1]

ترجمہ: تو ابراہیم کی قوم کا کوئی جواب نہ تھا مگر یہ کہ انہوں نے کہا: انہیں قتل کردو یا جلادو۔

یہ بات انہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہی یا سرداروں نے اپنی پیروی کرنے والوں سے کہی، بہر حال کچھ کہنے والے تھے اور کچھ اس پر راضی ہونے والے اس لئے وہ سب کہنے والوں کے حکم میں ہیں۔

ایک اور موقع پر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے الفاظ یوں تھے:

اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَ قَوْمِهٖ مَا ذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَىٕفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِیْدُوْنَ ﴿۸۶﴾ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ[2]

ترجمہ: جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا تم کیا پوجتے ہو؟ کیا بہتان باندھ کر اللہ کے سوا اور معبود چاہتے ہو؟ تو تمہارا ربُّ العالمین پر کیا گمان ہے؟

قوم کی طرف سے میلے میں شرکت کی دعوت:

قوم نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو جواب دیا: کل کے دن ہماری عید ہے، جنگل میں میلہ لگے گا، ہم نفیس کھانے پکا کر بتوں کے پاس رکھ جائیں گے اور میلے سے واپس آکر تبرک کے طور پر انہیں کھائیں گے۔ آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں اور مجمع اور میلہ کی رونق دیکھیں، واپسی پر بتوں کی زینت، سجاوٹ اور ان کا بناؤ سنگار دیکھیں، یہ تماشا دیکھنے کے بعد ہم سمجھتے ہیں کہ آپ بت پرستی پر ہمیں ملامت نہیں کریں گے۔[3]

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا ردِّ عمل:

قوم کا جواب سن کر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور علمِ نجوم کے ماہرین کی طرح ایک نظر ستاروں کی طرف دیکھا، پھر فرمایا: میں بیمار ہونے والا ہوں۔

قرآنِ کریم میں ہے:

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِی النُّجُوْمِ ﴿۸۸﴾ فَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ[4]

ترجمہ: پھر اس نے ستاروں کو ایک نگاہ دیکھا۔ تو کہا: میں بیمار ہونے والا ہوں۔

یہاں ایک بات قابلِ توجہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا "اِنِّیْ سَقِیْمٌ" کہنا اگرچہ ظاہری طور پر واقع کے

---

❶...پ۲۰، العنکبوت: ۲۴۔ ❷...پ۲۳، الصافات: ۸۵-۸۷۔ ❸...روح البیان، الصافات، تحت الآیۃ: ۸۵-۸۷، ۷/۴۶۹، ملتقطاً۔ ❹...پ۲۳، الصافات: ۸۸، ۸۹۔

خلاف ہے لیکن در حقیقت یہ خلافِ واقع نہیں کہ یہ کلام تعریض کے طور پر ہے کہ اس سے آپ کی مراد یہ تھی کہ میرا دل بیمار ہے یعنی اسے تمہاری طرف سے رنج وغصہ ہے اور قوم نے یہ سمجھا کہ آپ جسمانی طور پر بیمار ہیں۔اس متعلق تفصیلی کلام صفحہ 336 پر ملاحظہ فرمائیں۔

قوم کی روانگی:

قوم ستاروں کی بہت معتقد تھی جس کی بنا پر وہ سمجھی کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ستاروں سے اپنے بیمار ہونے کا حال معلوم کرلیا ہے، اس لیے آپ کی بات سن کر وہ لوگ اپنی عید گاہ کی طرف روانہ ہو گئے اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو اس وجہ سے ساتھ نہ لیا کہ ان کے اعتقاد کے مطابق آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی بیماری اڑ کر انہیں نہ لگ جائے۔[1]

قرآنِ پاک میں ہے:

فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِیْنَ [2] **ترجمہ:** تو قوم کے لوگ اس سے پیٹھ پھیر کر چلے گئے۔

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی بت شکنی:

جب ان کے باقی ماندہ اور کمزور لوگ جو آہستہ آہستہ جا رہے تھے گزرے تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا:

وَ تَاللّٰهِ لَاَكِیْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِیْنَ [3] **ترجمہ:** اور مجھے اللہ کی قسم ہے! تم پیٹھ پھیر کر جاؤ گے تو اس کے بعد میں تمہارے بتوں کی بری حالت کر دوں گا۔

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی اس بات کو بعض لوگوں نے سن لیا لیکن اس پر کوئی ردِّ عمل ظاہر نہ کیا۔جب تمام لوگ چلے گئے تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام احتیاط کے ساتھ بت خانے کی طرف چلے، وہاں پہنچ کر مذاق اڑاتے ہوئے بتوں سے فرمایا: کیا تم وہ کھانا نہیں کھاتے جو لوگ برکت کے لئے تمہارے سامنے رکھ گئے ہیں؟ ان بتوں کی تعداد کافی زیادہ تھی، ان میں سے بعض بت پتھر کے، بعض لکڑی کے، بعض سونے کے، بعض چاندی کے، بعض تانبے کے، بعض لوہے کے، اور بعض سیسے کے بنے ہوئے تھے، سب سے بڑا بت سونے کا بنا ہوا تھا اور اس پر جواہرات لگے ہوئے تھے۔بتوں کی طرف سے جواب نہ ملنے پر آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سے فرمایا: تمہیں کیا ہوا، بول کیوں نہیں رہے؟ پھر بھی بتوں کی طرف سے کوئی جواب نہ

---

❶...روح البیان، الصافات، تحت الآیۃ: ۹۰، ۷/۴۷۰، خازن، والصافات، تحت الآیۃ: ۸۹، ۹۰، ۴/۲۰، ملتقطاً۔ ❷...پ۲۳، الصافات: ۹۰۔ ❸...پ۱۷، الانبیاء: ۵۷۔

آیااور وہ جواب ہی کیا دیتے کیونکہ وہ تو بے جان تھے۔ جب بتوں نے بالکل کوئی جواب نہ دیا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے لوگوں سے نظر بچا کر دائیں ہاتھ میں کلہاڑا اٹھایا اور ان بتوں کو مارنے لگے یہاں تک کہ بتوں کو پارہ پارہ کر دیا۔

قرآنِ پاک میں ہے:

فَرَاغَ اِلٰۤى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۹۱﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ فَرَاغَ عَلَیْهِمْ ضَرْبًۢا بِالْیَمِیْنِ [1]

ترجمہ: پھر آپ ان کے خداؤں کی طرف چھپ کر چلے پھر فرمایا: کیا تم کھاتے نہیں؟ تمہیں کیا ہوا کہ تم بولتے نہیں؟ تو لوگوں سے نظر بچا کر دائیں ہاتھ سے انہیں مارنے لگے۔

آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے چھوٹے بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور بڑے بت کو چھوڑ دیا، پھر کلہاڑا اس کے کندھے پر رکھ دیا تاکہ میلے سے واپسی پر لوگ اس سے پوچھیں کہ چھوٹے بتوں کا یہ حال کیسے ہوا؟ یہ کیوں ٹوٹے ہیں اور کلہاڑا تیری گردن پر کیسے رکھا ہے؟ یوں اُن پر اِس بڑے بت کا عاجز ہونا ظاہر ہو اور انہیں ہوش آئے کہ ایسے عاجز خدا نہیں ہو سکتے۔

قرآنِ کریم میں ہے:

فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِیْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَیْهِ یَرْجِعُوْنَ [2]

ترجمہ: تو ابراہیم نے ان سب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا سوائے ان کے بڑے بت کے کہ شاید وہ اس کی طرف رجوع کریں۔

واپسی پر قوم کا ردِّ عمل اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام سے مکالمہ:

جب شام کے وقت لوگ واپس آئے اور دستور کے مطابق بت خانے پہنچے اور بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے دیکھا تو کہنے لگے: ہمارے خداؤں کے ساتھ کس نے یہ کام کیا ہے؟ وہ یقیناً ظالم ہے۔ کچھ لوگ کہنے لگے: ہم نے ایک جوان کو انہیں برا کہتے سنا تھا، اس کا نام ابراہیم ہے، ہمیں لگتا ہے کہ اسی نے ایسا کیا ہو گا۔ جب یہ خبر ظالم و جابر نمرود اور اس کے وزیروں تک پہنچی تو وہ کہنے لگے: اسے لوگوں کے سامنے لے آؤ، ہو سکتا ہے کہ لوگ گواہی دیں کہ یہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام ہی کا فعل ہے یا ان سے بتوں کے بارے میں ایسا کلام سنا گیا ہے۔ اس سے ان کا مقصود گواہی قائم کرنا اور آپ کے

❶...پ۲۳، الصّٰفّٰت:۹۱-۹۳۔ ❷...پ۱۷، الانبیاء:۵۸۔

خلاف کارروائی کی راہ ہموار کرنا تھا۔ چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو بلا کر پوچھا گیا: اے ابراہیم! کیا تم نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کام کیا ہے؟ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اس بات کا تو کوئی جواب نہ دیا البتہ سمجھانے کے لئے بہت عمدہ انداز میں حجت قائم کی اور فرمایا: اس بڑے بت کے کندھے پر کلہاڑا رکھا ہے جس سے یہی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اسی نے ان بتوں کو توڑا ہے، اس نے اس غصے سے ایسا کیا ہو گا کہ تم بڑے کے ہوتے چھوٹے بتوں کو پوجتے ہو، تم میری بجائے ان بتوں سے پوچھ لو، اگر یہ بولتے ہیں تو خود بتائیں کہ ان کے ساتھ یہ کس نے کیا؟

اس سے مقصود یہ تھا کہ قوم اس بات پر غور کرے کہ جو بول نہیں سکتا، جو کچھ کر نہیں سکتا وہ خدا نہیں ہو سکتا اور اس کی خدائی کا اعتقاد باطل ہے۔ چنانچہ جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے یہ فرمایا تو وہ غور کرنے لگے اور سمجھ گئے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام حق پر ہیں اور اپنے دل یا آپس میں کہنے لگے: بیشک تم خود ہی ظالم ہو جو ایسے مجبوروں اور بے اختیاروں کو پوجتے ہو، جو اپنے کندھے سے کلہاڑا نہ ہٹا سکے وہ اپنے پجاری کو مصیبت سے کیا بچا سکے اور اس کے کیا کام آسکے گا۔ (مگر اتنا سوچ لینا ایمان کے لئے کافی نہیں جب تک اقرار و اعتراف بھی نہ ہو، اس لئے وہ مشرک ہی رہے۔)[1]

حق بات سوچنے یا آپس میں کہنے کے بعد پھر ان کی بد بختی ان کے سروں پر سوار ہوئی اور وہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام سے کہنے لگے: آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ بت بول نہیں سکتے تو ہم ان سے کیسے پوچھیں؟ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی عبادت کرتے ہو جو انتہائی بے بس ہے اور تمہیں کوئی نفع نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ افسوس ہے تم اور تمہارے بتوں پر، کیا تمہارے اندر عقل نہیں کہ اتنی سی بات بھی سمجھ سکو کہ یہ بت کسی طرح پوجنے کے قابل نہیں۔

قرآنِ پاک میں ہے:

قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَاۤ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى یَّذْكُرُهُمْ یُقَالُ لَهٗۤ اِبْرٰهِیْمُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰۤى اَعْیُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالُوْۤا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ

ترجمہ: کہنے لگے: کس نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا ہے؟ بیشک وہ یقیناً ظالم ہے۔ کچھ کہنے لگے: ہم نے ایک جوان کو انہیں برا کہتے ہوئے سنا ہے جس کو ابراہیم کہا جاتا ہے۔ کہنے لگے: تو اسے لوگوں کے

---

[1] ... خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۵۷، ۶۴، ۳/ ۲۸۰-۲۸۱، مدارک، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۵۷، ۶۴، ص۷۱۹-۷۲۰، ملخصاً۔

هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا یٰۤاِبْرٰهِیْمُ ﴿۶۲﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖۗ كَبِیْرُهُمْ هٰذَا فَسْــٴَـلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا یَنْطِقُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَرَجَعُوْۤا اِلٰۤى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْۤا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰۤؤُلَآءِ یَنْطِقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُكُمْ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَضُرُّكُمْ ﴿۶۶﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَ لِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ[1]

سامنے لے آؤ شاید لوگ گواہی دیں۔ انہوں نے کہا: اے ابراہیم! کیا تم نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کام کیا ہے؟ ابراہیم نے فرمایا: بلکہ ان کے اس بڑے نے کیا ہوگا تو ان سے پوچھ لو اگر یہ بولتے ہوں۔ تو اپنے دلوں کی طرف پلٹے اور کہنے لگے: بیشک تم خود ہی ظالم ہو۔ پھر وہ اپنے سروں کے بل اوندھے کر دیئے گئے (اور کہنے لگے کہ) تمہیں خوب معلوم ہے یہ بولتے نہیں ہیں۔ ابراہیم نے جواب دیا: تو کیا تم اللہ کے سوا اس کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہیں نفع دیتا ہے اور نہ نقصان پہنچاتا ہے۔ تم پر اور اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو ان پر افسوس ہے۔ تو کیا تمہیں عقل نہیں؟

یہاں بھی ایک بات قابلِ توجہ ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا بتوں کو توڑنے کی نسبت اپنی بجائے بتوں کی طرف کرنا ظاہری طور پر خلافِ واقع ہے لیکن در حقیقت ایسا نہیں کیونکہ اس بات سے مقصود کفار کے سامنے بتوں کی پوجا کا غلط و باطل ہونا ثابت کرنا تھا۔ مزید تفصیل صفحہ 337 پر ملاحظہ فرمائیں۔

آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے مزید یہ بھی فرمایا کہ کیا تم ان بتوں کی عبادت کرتے ہو جنہیں تم خود اپنے ہاتھوں سے تراشتے ہو؟ حالانکہ تمہیں اور تمہارے اعمال کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور جو خالق ہے وہی در حقیقت عبادت کے لائق ہے جبکہ مخلوق کسی طرح بھی عبادت کی مستحق نہیں۔[2]

قرآنِ پاک میں ہے:

قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَ مَا تَعْمَلُوْنَ[3]

ترجمہ: فرمایا: کیا تم ان کی عبادت کرتے ہو جنہیں خود تراشتے ہو؟ اور اللہ نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا۔

1...پ۱۷، الانبیاء: ۵۹–۶۷۔ 2...روح البیان، الصافات، تحت الآیۃ: ۹۵، ۹۶، ۷/۴۷۱۔ 3...پ۲۳، الصافات: ۹۵، ۹۶۔

قوم کی طرف سے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو جلانے کا مشورہ:

جب وہ لوگ جواب سے عاجز آ گئے تو کہنے لگے: اے لوگو! اگر تم اپنے خداؤں کی کچھ مدد کرنا چاہ رہے ہو تو ان کا انتقام لے کر ان کی مدد کرو اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو جلا دو۔

قرآنِ پاک میں ہے:

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَ انْصُرُوْۤا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ [1]

ترجمہ: بولے: ان کو جلا دو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر تم کچھ کرنے والے ہو۔

بعض نے یہ مشورہ بھی دیا کہ

اُبْنُوْا لَهٗ بُنْیَانًا فَاَلْقُوْهُ فِی الْجَحِیْمِ [2]

ترجمہ: اس کے لیے ایک عمارت بناؤ پھر اسے بھڑکتی آگ میں ڈال دو۔

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو جلانے کی تیاری:

جب نمرود اور اس کی قوم حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو جلا ڈالنے پر متفق ہو گئی تو انہوں نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو ایک مکان میں قید کر دیا اور کُوثیٰ بستی میں پتھروں کی ایک لمبی چوڑی چار دیواری بنائی، پھر لکڑیاں جمع کرنے لگ گئے اور سب نے جوش و خروش سے اس میں حصہ لیا۔ جب انہوں نے کثیر تعداد میں ہر طرح کی لکڑیاں جمع کر کے آگ لگائی تو اس کے شعلے اتنے بلند ہوئے کہ اگر اس طرف سے کوئی پرندہ گزرتا تو وہ اس کی تپش سے جل جاتا تھا۔

آگ میں ڈالتے وقت حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی کیفیت:

پھر ایک منجنیق (یعنی پتھر پھینکنے والی مشین) کھڑی کی اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو باندھ کر اس میں رکھ دیا۔ اس وقت آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی زبانِ مبارک پر تھا حَسْبِیَ اللهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْل، یعنی مجھے اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ جبریلِ امین عَلَیْہِ السَّلَام نے آپ سے عرض کی: کیا کچھ کام ہے؟ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: "تم سے نہیں۔ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: تو اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ سے سوال کیجئے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: سوال کرنے کے مقابلے میں اس کا میرے حال کو جاننا میرے لئے کافی ہے۔ [3] یہاں یہ بات یاد رہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا سوال نہ کرنا تفویض و

---

[1] ...پ۱۷، الانبیاء: ۶۸۔ [2] ...پ۲۳، الصافات: ۹۷۔ [3] ... مدارک، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۶۸، ص۷۲۱۔

تسلیم کی ایک خاص صورت تھی ورنہ ہمیں بہر حال مصیبت و بلا کے وقت دعا کرنے کا حکم ہے۔ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: عوام مومنین ۔۔۔۔ کے لیے راہ یہی ہے کہ دعا میں کبھی تقصیر (کمی) نہ کریں کہ (دعا) فی نفسہٖ عبادت بلکہ مغزِ عبادت ہے، لہٰذا قرآن و حدیث میں مطلقاً اس کی طرف ترغیب فرمائی کہ احکامِ شرعیّہ میں کثیر غالب ہی پر لحاظ ہوتا ہے۔[1]

آخر کار جب لوگوں نے عمارت کے کنارے تک حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو بلند کیا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا، اس وقت آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں اور فرشتوں نے فریاد کی: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، تیرے نام کو بلند کرنے کی پاداش میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو جلایا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: مجھے یہ بات معلوم ہے، اگر وہ تمہیں پکارے تو تم اس کی مدد کرنا۔ جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو عرض کی: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، تو واحد ہے اور میں زمین میں تنہا ہوں اور زمین میں میرے علاوہ اور کوئی بندہ ایسا نہیں جو تیری عبادت کرے۔ مجھے تو ہی کافی ہے اور تو بہت ہی اچھا کارساز ہے۔[2] اس کے بعد آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو آگ میں ڈال دیا گیا۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق　　　عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

آگ کو حکمِ الٰہی:

جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو آگ میں ڈالا گیا تو رحمتِ الٰہی کا دریا جوش میں آیا اور آگ کو حکم جاری ہوا:

یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ[3]　　**ترجمہ**: اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوجا۔

چنانچہ آگ کی گرمی زائل ہوگئی اور روشنی باقی رہی اور اس نے ان رسیوں کے سوا اور کچھ نہ جلایا جن سے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو باندھا گیا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ "سَلٰمًا" نہ فرماتا تو آگ کی ٹھنڈک کی وجہ سے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام انتقال فرما جاتے۔[4] کفار ناکام و نامراد ہوئے اور خدا عَزَّوَجَلَّ کی نصرت و تائید کی عظیم نشانی کا ظہور ہوا چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اَرَادُوْا بِهٖ كَیْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِیْنَ[5]　　**ترجمہ**: اور انہوں نے ابراہیم کے ساتھ برا سلوک کرنا

---

❶... فضائل دعا، ص۲۳۷، ملتقطاً۔　❷... درمنثور، الصافات، تحت الآیۃ: ۹۷، ۷/ ۱۰۲۔　❸... پ۱۷، الانبیاء: ۶۹۔

❹... خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۶۹، ۳/ ۲۸۲۔　❺... پ۱۷، الانبیاء: ۷۰۔

چاہا تو ہم نے انہیں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے بنادیا۔

اور ارشاد فرمایا:

فَاَرَادُوْا بِهٖ كَیْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِیْنَ [1]

ترجمہ: تو انہوں نے اس کے ساتھ فریب کرنا چاہا تو ہم نے انہیں نیچا کردیا۔

قرآنِ پاک میں ہے:

فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ [2]

ترجمہ: تو اللہ نے انہیں آگ سے بچا لیا۔ بیشک اس میں ایمان والوں کے لئے ضرور نشانیاں ہیں۔

آگ سے باہر آنے کے بعد قوم کو نصیحت:

حضرت ابراہیم عَلَیْهِ السَّلَام جب سلامتی کے ساتھ آگ سے باہر تشریف لے آئے تو کفار کو پھر سمجھایا اور دعوتِ توحید دی اور انجامِ آخرت سے ڈرایا چنانچہ ارشاد فرمایا کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے دوستی اور محبت رکھتے ہو اور باہم سیرت اور طریقے میں اپنے دوستوں، رشتے داروں سے جدا نہیں ہونا چاہتے اسی وجہ سے تم نے کفر و شرک کے طریقے کو مضبوطی سے تھام رکھا ہے، لیکن یادرکھو کہ تمہاری یہ دوستی اس فانی دنیا تک ہی محدود رہے گی اور قیامت میں تمہارے چھوٹے بڑے، سب ایک دوسرے سے بیزار ہوں گے اور پیروکار اپنے سرداروں پر لعنت کرنے لگیں گے اور تم سب کا ٹھکانہ جہنم ہو گا۔

قرآنِ کریم میں ہے:

وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًاۙ مَّوَدَّةَ بَیْنِكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَاۚ ثُمَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّ یَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا٘ وَّ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ [3]

ترجمہ: اور ابراہیم نے فرمایا: تم نے تو دنیاوی زندگی میں اپنی آپس کی دوستی کی وجہ سے اللہ کے سوا یہ بت (معبود) بنالئے ہیں پھر قیامت کے دن تم میں ایک دوسرے کا انکار کرے گا اور ایک دوسرے پر لعنت کرے گا اور تم سب کا ٹھکانہ جہنم ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔

---

[1]...پ۲۳، الصافات: ۹۸. [2]...پ۲۰، العنکبوت: ۲۴. [3]...پ۲۰، العنکبوت: ۲۵.

حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کی تصدیق:

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے آگ سے صحیح سلامت تشریف لانے کا معجزہ دیکھ کر حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام نے آپ کی رسالت کی تصدیق کی، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ(1) **ترجمہ**: تو ابراہیم کی تصدیق لوط نے کی۔

یاد رہے کہ یہاں ایمان سے رسالت کی تصدیق ہی مراد ہے کیونکہ اصل توحید و ایمان کا اعتقاد تو اُن کو ہمیشہ سے حاصل ہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام ہمیشہ ہی مومن ہوتے ہیں اور کسی حال میں ان سے کفر کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا۔(2)

نمرود کو دعوتِ توحید:

کچھ عرصے بعد علاقے میں قحط پڑ گیا اور اس وقت غلے کے خزانے نمرود کے قبضے میں تھے، چنانچہ لوگ اس کے پاس جاتے اور غلہ لے آتے تھے۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام بھی تشریف لے گئے تو وہاں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی نمرود سے گفتگو ہوئی۔ نمرود کو حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے عقائد اور دعوت کے بارے میں پہلے سے معلومات تھیں، اب جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام سامنے آئے تو پوچھنے لگا: تمہارا رب کون ہے جس کی طرف تم ہمیں بلارہے ہو؟ حضرتِ ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے جواب دیا: میرا ربّ عَزَّوَجَلَّ وہ ہے جو زندگی اور موت دیتا یعنی اجسام میں موت و حیات پیدا کرتا ہے۔ یہ ایک عمدہ دلیل تھی جس میں بتایا گیا کہ خود تیری زندگی خدا کے وجود کی گواہ ہے کہ تو ایک بے جان نطفہ تھا جسے اس کریم عَزَّوَجَلَّ نے انسانی صورت دی اور حیات عطا فرمائی، پھر تیری مقررہ عمر پوری ہونے پر تجھے موت دے گا۔ اس دلیل کا جواب نمرود سے بن نہ پڑا کیونکہ اپنے عدم سے وجود میں آنے اور نطفہ سے پورا انسان بننے اور اس سارے عمل کے لئے لازمی طور پر کسی خالق کے موجود ہونے کا کیسے انکار کرسکتا تھا لیکن مجمع کے سامنے شرمندگی سے بچنے کے لئے خواہ مخواہ کی بحث شروع کردی، چنانچہ نمرود نے دو شخصوں کو بلایا ان میں سے ایک کو قتل کردیا اور دوسرے کو چھوڑ دیا اور کہنے لگا کہ میں بھی زندہ کرتا اور موت دیتا ہوں، یعنی کسی کو گرفتار کرکے چھوڑ دینا اس کو زندہ کرنا ہے۔ یہ اس کی نہایت احمقانہ بات تھی، کہاں قتل کرنا اور چھوڑنا اور کہاں موت و حیات پیدا کرنا؟ قتل کئے ہوئے شخص کو زندہ کرنے سے عاجز رہنا اور زندگی پیدا کرنے کی بجائے قاتل کو سزا نہ دینے کو ''زندہ کرنا'' کہنا ہی اس کی شکست و جہالت کے لیے کافی تھا، عقل و

---

1 ...پ۲۰، العنکبوت: ۲۶۔ 2 ... خازن، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۲۶، ۳/ ۴۴۹۔

شعور رکھنے والوں پر اسی سے ظاہر ہو گیا کہ جو دلیل و حجت حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے قائم فرمائی وہ ہر شک و شبہ کو کاٹ دینے والی ہے اور اس کا جواب ممکن نہیں لیکن چونکہ نمرود نے شرم مٹانے کیلئے کچھ نہ کچھ جواب دے ہی دیا تھا اگرچہ وہ سراسر باطل تھا لہٰذا حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے اس پر دوسری ایسی دلیل پیش فرمائی کہ جس کا کوئی معمولی ظاہری جواب بھی نہ دیا جاسکے کہ اے ربوبیت کے جھوٹے دعویدار! تو حیات و موت کی تخلیق سے آسان کام ہی کر کے دکھا اور وہ یہ کہ ایک متحرک جسم کی حرکت کو بدل دے یعنی سورج جو مشرق سے طلوع ہوتا ہے اسے مغرب سے طلوع کر دے۔ یہ سن کر نمرود ہَکّا بَکّا رہ گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔

قرآنِ پاک میں یہ واقعہ ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَ اُمِیْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ (1)

ترجمہ: اے حبیب! کیا تم نے اس کو نہ دیکھا تھا جس نے ابراہیم سے اس کے رب کے بارے میں اس بنا پر جھگڑا کیا کہ اللہ نے اسے بادشاہی دی ہے، جب ابراہیم نے فرمایا: میرا رب وہ ہے جو زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے۔ اس نے کہا: میں بھی زندگی دیتا ہوں اور موت دیتا ہوں۔ ابراہیم نے فرمایا: تو اللہ سورج کو مشرق سے لاتا ہے پس تو اسے مغرب سے لے آ۔ تو اس کافر کے ہوش اڑ گئے اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اس آیت سے عقائد میں مناظرہ کرنا ثابت ہوتا ہے اور یہ سنتِ انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام ہے، اکثر انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام نے اپنی قوم کے منکرین سے مناظرہ فرمایا، بلکہ خود حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی نجران کے عیسائیوں سے مناظرہ کیا، لہٰذا مناظرہ کرنا برا نہیں ہے بلکہ سنتِ انبیاء ہے البتہ اس میں جو تکبر و سرکشی اور حق کو قبول نہ کرنے کا پہلو داخل ہو گیا ہے وہ برا ہے۔ بعض جدید لوگوں نے موجودہ مناظروں کی صورتِ حال دیکھتے ہوئے انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کے مناظروں کا مطلقاً انکار کیا ہے، یہ درست نہیں کہ موجودہ حالات کی غلطیوں سے ثابت شدہ درست بات کا انکار نہیں کیا

(1)...پ۳، البقرۃ:۲۵۸.

جا سکتا، اگر آج واعظین میں خرابیاں ہیں تو کیا انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کے وعظ کہنے کا ہی اِنکار کر دیا جائے؟

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو عطائے رزق:

مناظرے کے بعد بد بخت نمرود نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو غلہ نہ دیا، چنانچہ آپ خالی ہاتھ واپس آئے اور گھر کے قریب پہنچ کر دو بوریوں میں ریت بھر لی تاکہ گھر والے سمجھیں کہ کچھ لے کر آئے ہیں، گھر آتے ہی بوریاں رکھ کر سو گئے، اس دوران حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا اٹھیں اور بوریوں کو کھولا تو دیکھا کہ دونوں عمدہ اناج سے بھری ہوئی ہیں۔ آپ نے کچھ اناج لے کر کھانا تیار کیا اور جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام بیدار ہوئے تو دیکھا کہ کھانا تیار ہے۔ پوچھا: اناج کہاں سے آیا؟ عرض کی: آپ جو دو بوریاں بھر کر لائے ہیں، انہیں میں سے یہ اناج نکالا تھا۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام سمجھ گئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ رزق ہے۔[1]

بھوکے شیروں کی طرف سے تعظیمِ ابراہیمی:

حضرت سلمان فارسی رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: ایک بار (کفار کی طرف سے) آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر دو بھوکے شیر چھوڑ دیئے گئے۔ ان شیروں نے جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو دیکھا تو ان کے قدموں پر اپنا سر رکھ دیا اور آپ کے قدمین شریفین چاٹنے لگے۔[2]

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی ہجرت:

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے آگ سے صحیح سلامت تشریف لانے، اتنا عظیم الشان معجزہ دیکھنے اور اس کے بعد مزید تبلیغ و نصیحت کے باوجود بھی جب آپ کی قوم بادشاہ کے ڈر اور اپنے باپ دادا کی اندھی جاہلانہ تقلید کی وجہ سے ایمان نہ لائی اور کفر و شرک پر بضد رہی تو آپ نے اس جگہ سے ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا اور اپنے اہلِ خانہ کو ہجرت کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: میں اس مقامِ کفر سے ہجرت کر کے وہاں چلے جاؤں گا جہاں جانے کا میرا رب عَزَّوَجَلَّ حکم دے، اب وہ میری رہنمائی فرمائے گا۔

قرآنِ پاک میں ہے:

1... ابن کثیر، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۵۸، ۱/۵۲۶، ملخصاً۔

2... مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الفضائل، باب ما ذکر مما اعطی اللہ... الخ، ۱۶/۵۲۴، حدیث: ۳۲۴۸۱۔

قَالَ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (1)

ترجمہ: ابراہیم نے فرمایا: میں اپنے رب کی (سرزمینِ شام کی) طرف ہجرت کرنے والا ہوں، بیشک وہی عزت والا، حکمت والا ہے۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَ قَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ (2)

ترجمہ: اور ابراہیم نے کہا: بیشک میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں، اب وہ مجھے راہ دکھائے گا۔

چنانچہ آپ نے عراق سے سرزمینِ شام کی طرف ہجرت فرمائی، اس ہجرت میں آپ کے ساتھ آپ کی بیوی حضرت سارہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا اور بھتیجے حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام تھے۔(3)

اس سے معلوم ہوا کہ بوقتِ حاجت ہجرت کرنا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی سنت ہے۔ اور ایسی جگہ چلا جانا جہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں کوئی روک ٹوک نہ ہو، دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف جانا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جگہ سے پاک ہے تو اس کے حق میں یہاں وہاں سب برابر ہے۔

نمرود اور اس کی قوم کی ہلاکت:

قرآنِ پاک میں ان کی ہلاکت کا اجمالی ذکر ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَمْ یَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ﳔ وَ قَوْمِ اِبْرٰهِیْمَ وَ اَصْحٰبِ مَدْیَنَ وَ الْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ (4)

ترجمہ: کیا ان کے پاس ان سے پہلے لوگوں (یعنی) قومِ نوح اور عاد اور ثمود اور قومِ ابراہیم اور مدین اور الٹ جانے والی بستیوں کے مکینوں کی خبر نہ آئی؟ ان کے پاس بہت سے رسول روشن نشانیاں لے کر تشریف لائے تو اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے۔

اس آیت میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم سے نمرود اور اس کے ساتھی مراد ہیں۔ اِس قوم کی ہلاکت کے

---

❶...پ۲۰، العنکبوت:۲۶۔ ❷...پ۲۳، الصافات:۹۹۔ ❸... خازن، العنکبوت، تحت الآیۃ:۲۶، ۳/۴۴۹۔ ❹...پ۱۰، التوبۃ:۷۰۔

بارے میں تفاسیر میں معروف قول یہ ہے اللہ تعالیٰ نے اِن پر مچھر بھیجے جنہوں نے ان سب کا خون پی لیا اور گوشت پوست سب کھا گئے، صرف ان کی ہڈیوں کا ڈھانچہ باقی رہ گیا۔ انہی مچھروں میں سے ایک مچھر نمرود کے نتھنے میں گھس گیا اور عرصہ دراز تک اسے تکلیف و عذاب پہنچا کر اس کی ہلاکت کا سبب بنا۔ [1]

متعلقات

یہاں اس باب سے متعلق دو اہم باتیں ملاحظہ ہوں:

آزر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا باپ تھا یا چچا؟

قرآنِ پاک میں کئی مقامات پر ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے والد کو توحید کی دعوت دی، اسے بت پرستی سے منع کیا اور سورۂ انعام کی آیت نمبر 74 میں اس کا نام آزر بھی مذکور ہے۔ اب حل طلب معاملہ یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا حقیقی باپ تھا یا نہیں، چنانچہ اس کے بارے مفسرین کے مختلف اَقوال ہیں، بعض کے نزدیک آزر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا حقیقی باپ تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے والد کا نام تارخ اور لقب آزر ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی قومی زبان میں ان کے باپ کا نام تارخ تھا اور دوسری زبانوں میں تارخ کو آزر بولا جاتا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ آزر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے باپ کا نام نہیں بلکہ قوم کے بڑے بت کا نام تھا اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے والد کا نام تارخ تھا جبکہ آزر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے چچا کا نام تھا اور بڑوں کی یہ عادت معروف تھی کہ وہ چچا کو باپ کہہ کر پکارتے تھے۔

ان تمام اقوال میں یہ آخری بات ہی درست ہے کہ آزر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا حقیقی باپ نہیں بلکہ چچا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیثِ پاک سے ثابت ہے کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا نور پاک لوگوں کی پشتوں سے پاک عورتوں کے رحموں کی طرف منتقل ہوا اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام چونکہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے آباوَ اَجداد سے ہیں اس لئے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے حقیقی والد کفر و شرک کی نجاست سے آلودہ نہیں ہو سکتے۔ علامہ شہاب الدین محمود آلوسی بغدادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: علماءِ اہلسنّت میں سے ایک جَمِّ غفیر کی رائے یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا والد نہ تھا کیونکہ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے آباوَ اجداد میں کوئی کافر نہ تھا، جیسا کہ نبی کریم

[1]... ابن کثیر، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۵۸، ۱/۵۲۶، ملخصاً۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے کہ "میں ابتدا ہی سے آخر تک پاک لوگوں کی پشتوں سے پاک خواتین کے رحموں میں منتقل ہوتا چلا آیا ہوں" جبکہ مشرک تو نجس ہیں اور امام رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کا یہ کہنا کہ یہ شیعہ کا مذہب ہے درست نہیں۔ امام رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے اچھی طرح چھان بین نہیں کی اس لیے ان سے یہ غلطی ہوگئی۔ علماءِ اہلسنّت کی اکثریت کا قول یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے چچا کا نام ہے اور "اَبٌ" کا لفظ چچا کے معنیٰ میں عام استعمال ہوتا ہے۔[1]

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: قاموس میں ہے کہ آزر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے چچا کا نام ہے۔ امام علامہ جلال الدین سیوطی (رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ) نے "مَسَالِکُ الْحُنَفَاءُ" میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ چچا کو باپ کہنا تمام ممالک میں معمول ہے بالخصوص عرب میں، قرآنِ کریم میں ہے (جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے) "نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا" اس میں حضرت اسماعیل (عَلَیْہِ السَّلَام) کو حضرت یعقوب (عَلَیْہِ السَّلَام) کے آباء میں ذکر کیا گیا ہے باوجودیکہ آپ عَم (یعنی چچا) ہیں۔ حدیث شریف میں بھی حضرت سیّدِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کو اَب (یعنی باپ) فرمایا، چنانچہ ارشاد کیا "رُدُّوْا عَلَیَّ اَبِیْ" اور یہاں اَبِیْ سے حضرت عباس (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ) مراد ہیں۔[2]

لہٰذا ثابت ہوا کہ آیت میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے باپ (آزر) سے ان کا چچا مراد ہے حقیقی والد مراد نہیں ہیں۔

ہر شخص مناظرہ نہ کرے:

عقائد و نظریات میں مناظرہ کرنے کا جواز تو قرآن و حدیث اور ائمہِ دین کے اقوال و تعامل سے ثابت ہے لیکن یہ کوئی اتنا آسان کام نہیں کہ جو چاہے، جب چاہے اور جہاں چاہے کرنا شروع کر دے بلکہ اس کے لئے بہت زیادہ علم، مضبوط حافظہ، مہارت، تربیت، حاضر جوابی اور دیگر کئی چیزوں کا ہونا ضروری ہے جن کے بغیر مناظرہ کرنا انتہائی سخت جرأت اور اپنی گمراہی اور اخروی بربادی سے بے خوفی کی علامت ہے کیونکہ عین ممکن ہے کہ جس سے مناظرہ کر رہا ہے اس کی کوئی بات دل میں جم جائے اور یہ گمراہ ہو جائے۔ لہٰذا علمِ مناظرہ کے ماہر علماء کے علاوہ کسی کو بھی مناظرہ کی اجازت نہیں۔ آج کل جو عام لوگ ایک آدھ کتاب پڑھ کر یا دو چار تقریریں یا مناظرے سن کر ہر راہ چلتے سے مناظرہ

1... روح المعانی، الانعام، تحت الآیۃ: ۷۴، ۴/۲۵۳، ملخصاً۔

2... خزائن العرفان، الانعام، تحت الآیۃ: ۷۴، ص ۲۶۱۔

شروع کرنے کے درپے ہو جاتے ہیں یہ طرزِ عمل انتہائی خطرناک ہے، اس سے بچنا ضروری ہے۔ عوام کو کسی بھی صورت مناظرے اور بحث و مباحثے کی اجازت نہیں، صرف اپنا اچھی طرح سمجھا اور یاد کیا ہوا عقیدہ بیان کر سکتے ہیں۔ عوام پر لازم ہے کہ اپنے عقائد کو صحیح رکھیں اور بحث کی جگہ پر معاملہ علماء کے حوالے کر دیں۔ پھر علماء کو بھی ہدایت یہ ہے کہ کسی اہم مقصد و فائدہ کے بغیر بلا ضرورت مناظرے کے میدان میں جانے سے گریز کریں جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں "جو تمام فنون کا ماہر ہو، تمام پیچ جانتا ہو، پوری طاقت رکھتا ہو، تمام ہتھیار پاس ہوں اس کو بھی کیا ضرور کہ خواہ مخواہ بھیڑیوں کے جنگل میں جائے، ہاں اگر (اس ماہر عالم کو) ضرورت ہی آپڑے تو مجبوری ہے۔ اللہ (عَزَّوَجَلَّ) پر توکُّل کرکے ان ہتھیاروں سے کام لے۔"[1]

درس و نصیحت

اس باب میں ہمارے لیے درس و نصیحت کے بہت سے پہلو موجود ہیں ہے، جیسے

چھوٹوں سے حصولِ علم میں عار نہ محسوس کی جائے: حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی عمر اپنے چچا آزر سے کم تھی لیکن چچا پر فرض تھا کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر ایمان لائے، سیکھے اور عمل کرے کہ دین میں پیروی علم کی وجہ سے کی جاتی ہے، عمر کی وجہ سے نہیں۔ لہٰذا اگر کوئی عمر میں چھوٹا ہے لیکن وہ دین کا علم رکھتا ہو تو اس سے علمِ دین سیکھنے میں شرم و عار محسوس نہیں کرنی چاہئے خواہ وہ اپنا بیٹا یا بھانجا، بھتیجا ہو۔

اہلِ خانہ اور رشتہ داروں کو تبلیغ کی جائے: حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے چچا کو بار بار تبلیغ فرمائی اور یہی عمل نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بھی ثابت ہے لہٰذا اپنے اہلِ خانہ یا عزیز رشتہ داروں میں سے جو لوگ احکامِ الٰہی پر عمل نہیں کرتے یا عمل کرنے میں سستی کرتے ہوں، انہیں احسن انداز میں نیکی کی دعوت دی جائے۔

مبلغ کو نرم مزاج ہونا چاہئے: مبلغ کے لئے ضروری ہے کہ وہ نرم مزاج اور اچھے اَخلاق والا ہو کیونکہ عام طور پر جو بات سختی سے کہی جاتی ہے، سننے والا اس سے منہ پھیر لیتا ہے البتہ جہاں سختی کا موقع ہو وہاں اُسی کو بروئے کار لایا جائے۔

جنت کی دعا مانگنا سنتِ انبیاء ہے: اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن جنت ملنے کی دعا کرنا حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی سنت ہے۔ حدیث پاک میں بھی جنت الفردوس کی دعا مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

[1] ... ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص۴۳۴۔

خاندانی رسم و رواج کی بجائے ہمیشہ شریعت کی پیروی کی جائے: باپ دادا جو کام شریعت کے خلاف کرتے رہے ہوں، اُن کاموں کو کرنا اور ان کے کرنے پر اپنے باپ دادا کے عمل کو دلیل بنانا کفار کا طریقہ ہے، مسلمانوں کو بہر حال اس سے بچنا چاہئے۔

باب:4

سیرتِ ابراھیم عَلَیْہِ السَّلَام کے مزید اہم واقعات

دورانِ ہجرت ظالم بادشاہ کا سامنا:

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی زوجہ حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ عَنْہا کے ساتھ عراق سے شام کی طرف براستہ مصر ہجرت فرمائی، اس وقت مصر میں ایک ظالم قبطی بادشاہ کی حکومت تھی۔ اس کے مظالم میں سے ایک یہ تھا کہ جس مسافر کی بیوی خوبصورت ہوتی تو یہ اسے طلاق دلوا کر خود قبضہ کر لیتا اور اگر شوہر طلاق نہ دیتا تو اسے قتل کروا دیتا البتہ اگر مسافر بھائی بہن ہوتے تو بھائی سے بہن کو نہ چھینتا تھا۔ سفرِ ہجرت کے دوران جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ عَنْہا کا اس کی سلطنت سے گزر ہوا تو انہیں بھی دیگر مسافروں جیسے سلوک کا سامنا ہوا۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے: جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت سارہ کے ساتھ ہجرت کی تو آپ ان کے ساتھ ایک بستی میں داخل ہوئے جس میں ایک ظالم بادشاہ کی حکومت تھی۔ اسے بتایا گیا کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام ایک حسین ترین عورت کے ساتھ (بستی میں) داخل ہوئے ہیں۔ اس ظالم نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس پیغام بھیجا کہ اے ابراہیم! تمہارے ساتھ جو عورت ہے اس کا تم سے کیا رشتہ ہے؟ فرمایا: یہ میری (دینی) بہن ہے، پھر آپ عَلَیْہِ السَّلَام حضرت سارہ کے پاس آئے اور کہا: تم میری بات کو نہ جھٹلانا، میں نے انہیں یہ بتایا ہے کہ تم میری (دینی) بہن ہو اور اللہ کی قسم اس سرزمین پر میرے اور تمہارے سوا اور کوئی مومن نہیں ہے (مراد یہ کہ اس ایمانی و دینی رشتے سے میں نے بہن کہا ہے) پھر اس ظالم بادشاہ نے حضرت سارہ کو اپنے پاس بلا لیا۔ وہ انہیں پکڑنے کے لیے کھڑا ہوا تو آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے اٹھ کر وضو کیا اور نماز پڑھ کر یہ دعا کی: اے اللہ! اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور میں نے اپنے شوہر کے ماسوا سے اپنی عصمت کی حفاظت کی ہے تو تو اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ کرنا۔ اس دعا کے بعد اس کافر کا دم گھٹ گیا (اور اس کے گلے سے خرخراہٹ کی آواز نکلی) اور وہ (بے چینی سے) اپنا پاؤں زمین پر مارنے لگا۔ (اس کی یہ حالت دیکھ کر) حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے دعا کی: اے اللہ! اگر یہ مر گیا تو کہا

جائے گا کہ سارہ نے اسے قتل کر دیا ہے۔(اس دعا کی برکت سے) بادشاہ ٹھیک ہو گیا۔ لیکن پھر (بری نیت سے) آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا کی طرف بڑھا تو آپ نے اٹھ کر وضو کیا اور نماز پڑھ کر یہ دعا کی: اے اللہ! اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور میں نے اپنے شوہر کے ماسِوا سے اپنی عصمت کی حفاظت کی ہے تو تو اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ کرنا، چنانچہ پھر اس کا دم گُھٹ گیا اور وہ اپنا پاؤں زمین پر مارنے لگا۔ حضرت سارہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا نے دعا کی: اے اللہ! اگر یہ مر گیا تو لوگ کہیں گے کہ سارہ نے اسے قتل کر دیا ہے۔ پھر جب دوسری یا تیسری بار میں ظالم بادشاہ کو چھوڑ دیا گیا تو اس نے کہا: اللہ کی قسم! تم لوگوں نے میرے پاس ایک سرکش جن بھیج دیا ہے اسے ابراہیم کے پاس لوٹا دو اور اسے آجَر عطا کر دو۔ اس کے بعد حضرت سارہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس آئیں اور کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافر کو ناکام و نامراد کر دیا اور ہمیں ایک خادمہ عطا کی ہے۔[1]

دوسری روایت میں ہے: جب حضرت سارہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اس بادشاہ کے پاس پہنچیں اور اس نے آپ کو پکڑنے کا ارادہ کیا تو اس کا ہاتھ مفلوج ہو گیا۔ اس نے کہا: آپ میرے لیے دعا کر دیں میں آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ حضرت سارہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اس کا ہاتھ درست کر دیا گیا۔ اس نے پھر انہیں پکڑنا چاہا تو اسی طرح اس کا ہاتھ مفلوج ہو گیا اور پہلے سے سخت ہوا۔ اس نے پھر کہا: آپ میرے لیے دعا کر دیں میں آپ کو کوئی ضرر نہیں دوں گا۔ حضرت سارہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا نے دعا کی تو اسے درست کر دیا گیا۔ پھر اس نے اپنے کسی محافظ کو بلا کر کہا: تم میرے پاس کسی انسان نہیں بلکہ جنیہ کو لائے ہو۔ پھر اس نے حضرت سارہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا کو ہاجرہ بطور خادمہ دی (جب آپ خیر و عافیت سے واپس لوٹیں تو دیکھا کہ) حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے، انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے پوچھا: کیا ہوا؟ عرض کی: اللہ تعالیٰ نے اس کافر و فاجر کی سازش کو اسی کے اوپر الٹ دیا اور اس نے ہاجَر بطورِ خادمہ دی ہے۔[2]

تنبیہ: حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا اپنی زوجہ کو بہن کہنا بظاہر حقیقت کے خلاف ہے لیکن ایک دوسرے اعتبار سے درست ہے کیونکہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں بہن کہہ کر چچازاد بہن یا دینی رشتے کے لحاظ سے اسلامی بہن مراد لیا تھا اور یہ حقیقت کے عین مطابق ہے۔ اس سے متعلق مزید تفصیل صفحہ 335 پر ملاحظہ فرمائیں۔

---

1 ...بخاری، کتاب البیوع، باب شراء المملوک...الخ، ۲/۴۹، حدیث: ۲۲۱۷.

2 ...بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ: واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا، ۲/۴۲۲، حدیث: ۳۳۵۸.

نوٹ: حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے نام کا اصل رسم الخط "ہاجَر" ہے البتہ اردو میں چونکہ اسے "ہاجرہ" لکھا اور پڑھا جاتا ہے اس لیے ہم نے اردو لغت کا لحاظ رکھتے ہوئے ہر جگہ "ہاجرہ" ہی لکھا ہے۔

حضرت ہاجرہ کا پس منظر:

حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے ساتھ پیش آنے والے واقعہ سے کچھ عرصہ پہلے حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ ہو چکا تھا کہ بادشاہِ مصر نے آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو ظلماً پکڑ لیا مگر آپ پر قابو نہ پا سکا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی طرح آپ کی عصمت کو بھی محفوظ رکھا کیونکہ سارہ حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام کی ماں اور ہاجرہ حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کی والدہ بننے والی تھیں۔ جب بادشاہ آپ پر قابو نہ پا سکا تو انہیں اپنے گھر میں ہی قید کر دیا اور جب حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی کرامت دیکھی تو خدمتگاری کے لیے انہیں حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا دے دیں۔[1]

حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا شہزادی تھیں باندی نہیں:

یہاں ایک بات قابل توجہ ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا باندی تھیں یہاں تک کہ بائبل کے مؤلفین نے بھی انہیں جان بوجھ کر باندی اور لونڈی کے طور پر پیش کیا ہے اور اسی کو بنیاد بنا کر یہود و نصاریٰ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاکیزہ نسب پر بھی طعن کرتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا باندی نہیں بلکہ شہزادی تھیں جنہیں مصری بادشاہ نے خدمت گاری کے لیے حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو دیا تھا، جیسا کہ امام ضحاک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ فرماتے ہیں: حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا ایک مصری بادشاہ کی شہزادی تھیں اور یہ علاقہ "منف" (جسے آج کل منوفیہ کہا جاتا ہے) میں رہتا تھا۔ اس پر ایک دوسرے بادشاہ نے غلبہ پا کر اسے قتل کر دیا اور شہزادی حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا پر قبضہ کر لیا۔ بعد میں اس نے یہ شہزادی (خدمت گاری کے لیے) حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو تحفے میں دے دی اور حضرت سارہ نے وہ شہزادی حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو تحفے میں دے دی۔[2]

ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کا باپ مصر کے ایک علاقے "حفن" پر حکومت کرنے والے قبطی بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا۔[3]

1... مراٰۃ المناجیح، ۷/۵۷۰، ملخصاً۔ 2... عمدۃ القاری، کتاب المساقاۃ، باب من رأی ان صاحب الحوض... الخ، ۹/۸۱، تحت الحدیث: ۲۳۶۸۔

3... ارشاد الساری، کتاب البیوع، باب شراء المملوک... الخ، ۵/۲۰۰۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ فرماتے ہیں: آپ لونڈی نہ تھیں کیونکہ لونڈی غلام وہ ہوتا ہے جو کفر و اسلام کی جنگ میں کافر مسلمانوں کے ہاتھ لگے اور مسلمان اسے غلام بنالیں۔ اس زمانہ میں نہ کفر و اسلام کی جنگ ہوئی تھی نہ آپ کسی مسلمان کے ہاں گرفتار ہوکر لونڈی بنائی گئی تھیں، آپ شہزادی تھیں اس کے ہاں مظلومہ قیدی تھیں۔[1]

مصر سے ارضِ مقدس روانگی:

اس واقعہ کے بعد حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام مصر سے ارضِ مقدس یعنی شام پہنچے۔ پھر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے حکم سے حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام سرزمین غور کی طرف روانہ ہوئے اور شہرِ سدوم میں رہائش اختیار فرمائی۔ اس زمانے میں یہ وہاں کے شہروں میں سب سے بڑا شہر تھا اور اس کے رہائشی کافر و فاجر تھے۔[2]

زمین و آسمان کے عجائبات کا مشاہدہ:

ارضِ مقدس میں ایک دن اللہ تعالیٰ نے آپ کو عجائبات عالَم کا اس طرح مشاہدہ کروایا کہ ہر ظاہر و مخفی چیز اُن کے سامنے کردی گئی اور مخلوق کا کوئی عمل ان سے چھپا نہ رہا اور اس مشاہدے سے مقصود یہ تھا کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو عینُ الیقین حاصل ہو جائے۔

قرآنِ کریم میں ہے:

وَ كَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ[3]

ترجمہ: اور اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی عظیم سلطنت دکھاتے ہیں اور اس لیے کہ وہ عینُ الیقین والوں میں سے ہو جائے۔

یہاں آسمان و زمین کی بادشاہی سے کیا مراد ہے اس کے بارے میں حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا نے فرمایا کہ اس سے آسمانوں اور زمین کی مخلوق مراد ہے۔ حضرت مجاہد اور حضرت سیدنا سعید بن جبیر رَضِیَ اللہُ عَنْہ کہتے ہیں کہ اس سے آسمانوں اور زمین کی نشانیاں مراد ہیں اور وہ اِس طرح کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو بیتُ المقدس کے صَخرہ (چٹان) پر کھڑا کیا گیا اور آپ کے لئے تمام آسمانوں کا مشاہدہ کھول دیا گیا یہاں تک کہ آپ نے عرش و کرسی اور آسمانوں کے تمام عجائب اور جنت میں اپنے مقام کو معائنہ فرمایا پھر آپ کے لئے زمین کا مشاہدہ کھول دیا گیا یہاں تک کہ

---

❶... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۵۷۰۔ ❷... قصص الانبیاء لابن کثیر، ص ۱۹۳، ملتقطاً۔ ❸... پ ۷، الانعام: ۷۵۔

آپ نے سب سے نیچے کی زمین تک نظر کی اور زمینوں کے تمام عجائبات دیکھے۔ مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ رُویت باطنی نگاہ کے ساتھ تھی یا سر کی آنکھوں سے۔[1]

یہاں ایک نکتہ قابلِ ذکر ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو عظیم معراج ہوئی مگر ہمارے آقا، حضور سید العالمین، محمد رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اس سے بہت بڑھ کر معراج ہوئی حتّٰی کہ حضور پُرنور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم "دَنَا فَتَدَلّٰی ۙ﴿۸﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی" کے مقام پر فائز ہوگئے۔

نیک اولاد کی دعا:

جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام ارضِ مقدسہ پہنچے تو اس وقت آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس اولاد نہیں تھی، چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، مجھے نیک اولاد عطا فرما جو کہ دین حق کی دعوت دینے اور تیری عبادت کرنے پر میری مددگار ہو اور پردیس میں مجھے اس سے اُنسیت حاصل ہو۔[2]

قرآنِ پاک میں ہے:

رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ[3]

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے نیک اولاد عطا فرما۔

اس سے معلوم ہوا کہ نیک اولاد کی دعا کرنا سنتِ ابراہیمی ہے، لہٰذا جب بھی حصولِ اولاد کی دعا مانگیں تو نیک اولاد کی دعا مانگا کریں۔

بردبار فرزند کی بشارت:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بردبار لڑکے کی بشارت ملی، قرآنِ پاک میں ہے:

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ[4]

ترجمہ: تو ہم نے اسے ایک بردبار لڑکے کی خوشخبری سنائی۔

مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ درحقیقت تین بشارتوں پر مشتمل ہے: (1) ان کے ہاں جو اولاد ہوگی وہ لڑکا ہوگا۔ (2) وہ بالغ ہونے کی عمر کو پہنچے گا۔ (3) وہ عقلمند اور بردبار ہوگا۔[5]

1... خازن، الانعام، تحت الآیۃ: ۷۵، ۲/۲۸، ملتقطاً۔ 2... ابو سعود، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۰۰، ۴/۴۱۵۔ 3... پ۲۳، الصّٰفّٰت: ۱۰۰۔

4... پ۲۳، الصّٰفّٰت: ۱۰۱۔ 5... ابو سعود، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۰۱، ۴/۴۱۵۔

نیز اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کو علوم خمسہ کی خبر دی جاتی ہے، کیونکہ بیٹے کی ولادت سے پہلے اس کی خبر دے دینا علمِ غیب بلکہ ان پانچ علوم میں سے ہے جن کا علم کا اللہ تعالیٰ کے پاس ہونا بطورِ خاص قرآن میں مذکور ہوا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِۚ وَ یُنَزِّلُ الْغَیْثَۚ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِؕ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًاؕ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ[1]

ترجمہ: بیشک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے اور وہ بارش اتارتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ بیشک اللہ علم والا، خبردار ہے۔

حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا سے نکاح:

حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو بانجھ پن کی وجہ سے اولاد کی نعمت حاصل نہ تھی، اس لیے آپ نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا عطا کردیں اور عرض کی: ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے آپ کو اولاد کی نعمت عطا کر دے، چنانچہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سے نکاح فرمالیا۔[2]

حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت:

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے بطن سے ایک فرزند عطا فرمایا جن کا نام اسماعیل رکھا گیا۔ آپ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے پہلے فرزند ہیں اور تمام مسلمانوں اور سبھی اہلِ کتاب کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام سے عمر میں بڑے ہیں۔[3]

حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کو سرزمین مکہ چھوڑنا اور دعائے ابراہیمی:

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی بیوی حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ جب حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے بطنِ پاک سے حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت ہوئی تو اس وجہ سے ان کے دل میں رقابت کے کچھ جذبات

1...پ۲۱، لقمان: ۳۴۔ 2... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الفتن، باب بدء الخلق وذکر الانبیاء، ۹/۶۸۱، تحت الحدیث: ۵۷۰۴، ملتقطاً۔

3...ابن کثیر، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۰۱، ۷/۲۳۔

پیدا ہوئے، چنانچہ آپ نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام سے کہا: آپ ہاجرہ اور اُن کے بیٹے کو میرے پاس سے جدا کر دیجئے۔ حکمتِ الٰہی نے یہ ایک سبب پیدا کیا تھا، چنانچہ وحی آئی کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا اور حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کو اس سرزمین میں لے جائیں جہاں اب مکہ مکرمہ ہے۔[1]

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ عَنْھا اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کو مکہ لے کر آئے اور انہیں بیتُ اللہ کی جگہ کے پاس ایک گھنے درخت کے نیچے بٹھا دیا، یہ درخت (بعد میں بنائے جانے والی) مسجد کے اوپر والی جانب میں اس جگہ تھا جہاں زم زم ہے، ان دنوں مکہ میں نہ کوئی رہتا تھا اور نہ ہی وہاں پانی تھا۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں وہاں بٹھا کر ان کے پاس کھجوروں کی ایک تھیلی اور پانی کی مشک رکھ دی اور منہ پھیر کر وہاں سے روانہ ہوئے۔ حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کی والدہ ان کے پیچھے گئیں اور عرض کی: اے ابراہیم! آپ ہمیں ایسی وادی میں چھوڑ کر کہاں جارہے ہیں جس میں نہ کوئی انسان ہے اور نہ ہی کوئی اور چیز۔ حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا نے یہ بات کئی بار دہرائی لیکن حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے ان کی طرف توجہ نہ فرمائی، تب آپ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا نے عرض کی: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ ارشاد فرمایا: ہاں۔ عرض کی: تب تو اللہ تعالیٰ ہمیں ضائع نہ ہونے دے گا۔ پھر آپ لوٹ گئیں اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام روانہ ہوگئے یہاں تک کہ جب ثنیہ (پہاڑی) پر پہنچے اور ان کی نظروں سے اوجھل ہوگئے تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے بیتُ اللہ کی طرف منہ کر کے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی:[2]

رَبَّنَاۤ اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجۡعَلۡ اَفۡـِٕدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَہۡوِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ وَ ارۡزُقۡہُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّہُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ[3]

ترجمہ: اے ہمارے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد کو تیرے عزت والے گھر کے پاس ایک ایسی وادی میں ٹھہرایا ہے جس میں کھیتی نہیں ہوتی۔ اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم رکھیں تو تو لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کردے اور انہیں پھلوں سے رزق عطا فرما تاکہ وہ شکر گزار ہوجائیں۔

---

1 ...تفسیر السراج المنیر، ابراھیم، تحت الآیۃ: ۳۷، ۲/ ۱۸۵۔ 2 ...بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، ۱۰-باب (یزفون)، ۲/ ۴۲۴، حدیث: ۳۳۶۴۔

3 ...پ۱۳، ابراھیم: ۳۷۔

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے آگ کے واقعہ میں دعا نہ فرمائی اور اس واقعہ میں دعا کی اور عاجزی کا اظہار کیا، دونوں میں فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کارسازی پر اعتماد کرکے دعا نہ کرنا بھی توکل کی ایک صورت ہے لیکن مقامِ دعا اس سے بھی افضل ہے، لہٰذا حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا اس دوسرے واقعہ میں دعا فرمانا اس لئے ہے کہ آپ مدارجِ کمال میں دَم بدم ترقی پر ہیں۔[1] اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ آگ میں ڈالے جانے کا معاملہ صرف آپ کے ساتھ تھا جبکہ یہاں کا معاملہ بیوی بچے کے ساتھ تھا اور اپنے ساتھ بہت کچھ کرنے کی گنجائش موجود ہوتی ہے جبکہ دوسروں کے حقوق کا معاملہ زیادہ سخت ہوتا ہے، اسی لئے دونوں جگہ طرزِ عمل مختلف تھا، اگرچہ دونوں ہی جائز تھے۔

بیوی بچے کو بیابان میں چھوڑنا حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے کمالِ اطاعت اور بے مثال صبر و توکل کا روشن باب ہے، بارگاہِ الٰہی سے حضرت خلیل عَلَیْہِ السَّلَام کو حکم ہوا کہ اپنی زوجہ اور دودھ پیتے اکلوتے فرزند کو اس وادی میں چھوڑ آئیں جہاں دن میں چلچلاتی دھوپ اور رات میں گھپ اندھیرے کے سوا کچھ نہیں، نہ کھانے پانی کا کوئی انتظام ہے اور نہ ہی گرمی سردی سے بچنے کا کوئی سامان، نہ کوئی خبر گیری کرنے والا ہے اور نہ ہی کوئی راہ گیر، نہ اپنوں کا پتا ہے نہ غیروں کی خبر۔ اس حکم پر عمل کا خیال ہی ہمیں لرزا دینے کے لیے کافی ہے، لیکن حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے جذبہ صبر و تسلیم پر قربان جایئے کہ حکم ملنے پر آپ نے یہ بالکل نہ سوچا کہ اُس وحشت ناک اور بے آب و گیاہ وادی اور قدم قدم پر خوف طاری کردینے والے حالات میں اکیلی ماں اور شیر خوار بچے کا کیا ہوگا بس حکمِ الٰہی ملتے ہی تعمیل کے لیے تیار ہوگئے اور اس پر عمل کرکے دکھا دیا۔ دوسری طرف حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو دیکھئے تو ان کا یقین کامل، صبر و توکل اور حکمِ الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا بھی کتنا شاندار تھا کہ انہیں جب معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں یہاں چھوڑ کر جارہے ہیں تو آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے ایک سیکنڈ کے لیے بھی یہ نہیں سوچا کہ ننھے منے فرزند کے ساتھ جھلسی ہوئی پہاڑیوں والی اور کھانے پانی سے خالی اس ہولناک وادی میں ان پر کیا گزرے گی بلکہ فوراً فرما دیا: ''تب تو اللہ تعالیٰ ہمیں ضائع نہ ہونے دے گا۔'' پھر بے فکر ہو کر اپنی جگہ کی طرف لوٹ گئیں۔ یہ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے صبر و توکل کا وہ مظاہرہ تھا جس کی مثال پیش کرنے سے بڑے بڑے بہادر مرد بھی عاجز آجائیں۔ اللہ تعالیٰ ان مقدس ہستیوں کے جذبہ اطاعت، یقینِ کامل اور صبر و توکل سے ہمیں بھی حصہ عطا فرمائے، اٰمین۔

---

[1]... خزائن العرفان، پ۱۳، ابراہیم، تحت الآیۃ: ۳۷، ص۴۸۷، ملخصاً۔

حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کی قربانی:

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام جب حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ عَنْھا سے ملاقات کے لیے وقتاً فوقتاً جاتے رہتے اور کچھ وقت وہاں گزار کر واپس آجاتے۔ تاریخ کی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام براق پر آتے جاتے تھے۔ واللہ اعلم بالصواب

جب حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام پلتے بڑھتے اس عمر تک پہنچ گئے جس میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا ہاتھ بٹانے کے قابل ہو گئے تو ان سے فرمایا: اے میرے بیٹے! میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ اب تم دیکھ لو کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے یہ اس لئے کہا تھا کہ ان کے فرزند کو ذبح ہونے سے وحشت نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کے لئے رغبت کے ساتھ تیار ہو جائیں، اُس فرزند ارجمند نے حکمِ الٰہی پر سرِ تسلیم و بندگی خم کرتے ہوئے کمالِ رضا اور رغبت سے اظہارِ اطاعت کرتے ہوئے عرض کی: اے میرے باپ! آپ وہی کریں جس کا آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا جا رہا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو عنقریب آپ مجھے ذبح پر صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔[1]

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی   سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام اپنے فرزند کو ذبح کرنے کے لئے چلے تو شیطان ایک مرد کی صورت میں حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا کے پاس آیا اور کہنے لگا: کیا آپ جانتی ہیں کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام آپ کے صاحبزادے کو لے کر کہاں گئے ہیں؟ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا نے فرمایا: وہ اس گھاٹی میں لکڑیاں لینے کے لئے گئے ہیں۔ شیطان نے کہا: خدا کی قسم! ایسا نہیں، وہ تو آپ کے بیٹے کو ذبح کرنے کیلئے لے گئے ہیں۔ حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا نے فرمایا: ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو اپنے فرزند پر بہت شفقت کرتے اور اس سے بڑا پیار کرتے ہیں۔ شیطان نے کہا: ان کا گمان یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اس بات کا حکم دیا ہے۔ (شیطان کا وسوسہ ڈالنے کے لئے یہ بتانا ہی اُس کی بھول اور جہالت تھی کہ جب حضرتِ ہاجرہ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا کو یہ بتادیا کہ یہ حکمِ خداوندی ہے تو خدا کے اس مُحِب و محبوب گھرانے پر پھر وسوسہ کیسے اثر انداز ہو سکتا تھا جس نے حکمِ خداوندی پر ایک ویران بیابان کے ہولناک ماحول میں رہنا خوش دلی سے قبول کر لیا تھا) حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا نے فرمایا: اگر انہیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے تو پھر اس سے اچھی اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے رب تعالیٰ کی اطاعت کریں۔ یہاں سے نامراد ہو کر شیطان حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس پہنچا اور ان سے کہا: اے لڑکے! کیا تم جانتے ہو کہ آپ کے والد

---

[1]... ابو سعود، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۰۲، ۴/۴۱۵-۴۱۶، خازن، والصافات، تحت الآیۃ: ۱۰۲، ۴/۲۲، جلالین، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۰۲، ص۳۷۷، ملتقطاً۔

آپ کو کہاں لے کر جا رہے ہیں؟ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: ہم اپنے اہل خانہ کے لئے اس گھاٹی سے لکڑیاں لینے جا رہے ہیں۔ شیطان نے کہا: خدا کی قسم! وہ آپ کو ذبح کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: وہ اس چیز کا ارادہ کیوں رکھتے ہیں؟ شیطان نے کہا: ان کے رب تعالیٰ نے انہیں یہ حکم دیا ہے۔ حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: پھر تو انہیں اپنے رب تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنا چاہئے، مجھے بسر و چشم یہ حکم قبول ہے۔ جب شیطان نے یہاں سے بھی منہ کی کھائی تو وہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس پہنچا اور کہنے لگا: اے شیخ! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: اس گھاٹی میں اپنے کسی کام سے جا رہا ہوں۔ شیطان نے کہا: اللہ کی قسم! میں سمجھتا ہوں کہ شیطان آپ کے خواب میں آیا اور اس نے آپ کو اپنا فرزند ذبح کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس کی بات سن کر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے اسے پہچان لیا اور فرمایا: اے دشمنِ خدا! مجھ سے دور ہٹ جا، خدا کی قسم! میں اپنے رب تعالیٰ کے حکم کو ضرور پورا کروں گا۔ یہاں سے بھی شیطان ناکام و نامراد ہی لوٹا۔[1]

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستان حرم نہایت اس کی حسین ابتدا ہے اسماعیل

اوپر کے واقعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنا خواب سنانا اور ان کا ذبح ہونے پر رضامندی کا اظہار کرنا شیطان کی اِس حرکت کے بعد تھا۔

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کے فرزند نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے فرزند کو ذبح کرنے کا ارادہ فرمایا تو ان کے فرزند نے عرض کی: اے والد محترم! اگر آپ نے مجھے ذبح کرنے کا ارادہ کر لیا ہے تو پہلے مجھے رسیوں کے ساتھ مضبوطی سے باندھ لیں تاکہ میں تڑپ نہ سکوں اور اپنے کپڑے بھی سمیٹ لیں تاکہ میرے خون کے چھینٹے آپ پر نہ پڑیں اور میرا اجر کم نہ ہو کیونکہ موت بہت سخت ہوتی ہے اور اپنی چھری کو اچھی طرح تیز کر لیں تاکہ وہ مجھ پر آسانی سے چل جائے اور جب آپ مجھے ذبح کرنے کے لئے لٹائیں تو پہلو کے بل لٹانے کی بجائے پیشانی کے بل لٹائیں کیونکہ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ جب آپ کی نظر میرے چہرے پر پڑے گی تو اس وقت آپ کے دل میں رقت پیدا ہو گی اور وہ رقت اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل اور آپ کے درمیان حائل ہو سکتی ہے اور اگر آپ مناسب سمجھیں تو میری قمیص میری ماں کو دے دیں تاکہ انہیں تسلی ہو اور انہیں مجھ پر صبر آ جائے۔

---

[1]... خازن، والصافات، تحت الآیۃ: ۱۰۳، ۴/۲۳۔

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: اے میرے بیٹے! تم حکم الٰہی پر عمل کرنے میں میرے کتنے اچھے مددگار ثابت ہو رہے ہو۔ اس کے بعد فرزند کی خواہش کے مطابق پہلے اسے اچھی طرح باندھ دیا، پھر اپنی چھری تیز کی اور اپنے فرزند کو منہ کے بل لٹا کر ان کے چہرے سے نظر ہٹالی، پھر ان کے حلق پر چھری چلادی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں چھری کو پلٹ دیا، اس وقت انہیں ایک ندا کی گئی: اے ابراہیم! تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا اور اپنے فرزند کو ذبح کے لئے بے دریغ پیش کر کے اطاعت و فرمانبرداری کمال کو پہنچادی، بس اب اتنا کافی ہے، یہ ذبیحہ تمہارے بیٹے کی طرف سے فدیہ ہے اسے ذبح کر دو۔ یہ واقعہ منیٰ میں واقع ہوا۔[1]

قرآن پاک میں ہے:

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَا ذَا تَرٰىؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ٘ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ﴿۱۰۳﴾ وَ نَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَاۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ﴿۱۰۶﴾ وَ فَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ[2]

ترجمہ: پھر جب وہ اس کے ساتھ کوشش کرنے کے قابل عمر کو پہنچ گیا تو ابراہیم نے کہا: اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ اب تو دیکھ کہ تیری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے کہا: اے میرے باپ! آپ وہی کریں جس کا آپ کو حکم دیا جارہا ہے۔ اِنْ شَآءَ اللہ عنقریب آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ تو جب ان دونوں نے (ہمارے حکم پر) گردن جھکادی اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹایا (اس وقت کا حال نہ پوچھ)۔ اور ہم نے اسے ندا فرمائی کہ اے ابراہیم! بیشک تو نے خواب سچ کر دکھایا ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔ بیشک یہ ضرور کھلی آزمائش تھی۔ اور ہم نے اسماعیل کے فدیے میں ایک بڑا ذبیحہ دیدیا۔

❶...بغوی، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۰۳، ۴/۲۸-۲۹، مدارک، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۰۳، ص۱۰۰۶، ملتقطاً۔ ❷...پ۲۳، الصّٰفّٰت: ۱۰۲-۱۰۷۔

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے جان، مال اور وطن کی قربانیاں پہلے ہی پیش فرمادی تھیں اور اب اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے اس فرزند کو بھی قربانی کے لئے پیش کر دیا جسے اپنی آخری عمر میں بہت دعاؤں کے بعد پایا، جو گھر کا اجالا، گود کا پالا اور آنکھوں کا نور تھا اور یہ سب سے سخت آزمائش تھی۔

ذرا چشم تصور سے اُس عظیم قربانی کے مناظر کو دیکھیں کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو بڑھاپے میں ایک فرزند کی نعمت عطا ہوئی اور جب بڑی خوشیوں سے ملا ہوا بیٹا چلنے پھرنے کے قابل ہوا اور قوتِ بازو بن کر باپ کا ظاہری سہارا بننے کے قابل ہوا تو باپ کو خواب میں یہ حکم ملتا ہے کہ رضائے الٰہی کے لئے اپنے اِس لختِ جگر کے گلے پر چھری پھیر کر قربانی پیش کریں۔ اللہ اکبر! ایک عمر رسیدہ باپ کے لئے اکلوتا فرزند قربان کر دینے کے حکم پر عمل کس قدر غم انگیز اور تکلیف دہ ہو سکتا ہے اس کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں۔ حضرت خلیلُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام کی جگہ کوئی عام شخص ہوتا تو وہ اس حکم کی ہزار تاویلیں نکال کر عمل سے بچنے کی کوشش کرتا لیکن خلیل یعنی خدا کے گہرے دوست کی شان ہی نرالی ہے کہ کوئی تاویل، تردد، توجیہ، التواء کی درخواست، اپنے بڑھاپے یا بچے کے بچپن کا عذر وغیرہا کچھ بھی نہیں بلکہ اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا (سنا اور مانا) اور سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا (سنا اور اطاعت کی) کا بے مثل مظاہرہ فرمایا اور حکمِ الٰہی کے سامنے فوراً سر تسلیم خم کر دیا۔ پھر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا فرزند سے فرمانا کہ ”اے پیارے بیٹے، میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں، اب تو دیکھ کہ تیری کیا رائے ہے؟“ یہ بھی بڑی ہمت کی بات ہے اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے یہ بات اس لیے نہیں پوچھی کہ آپ کو حکمِ الٰہی کی تعمیل میں کوئی تردد تھا بلکہ اس سے ایک مقصود فرزند کا امتحان لینا تھا کہ وہ آزمائش میں کس حد تک پورا اترتا ہے، لیکن وہ فرزند بھی تو خلیلُ اللہ کا فرزند تھا جس نے بے مثال جذبہ اطاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کیا خوب جواب دیا کہ اے باباجان! آپ کو جس بات کا حکم دیا گیا ہے وہ کر گزریئے۔ یونہی حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کا اپنے والد بزرگوار کو یہ یقین دلانا کہ آپ میری طرف سے مطمئن رہیے، اِنْ شَآءَ اللہ مجھے صابرین میں سے پائیں گے۔ پھر ذبح کے لیے بیٹے کو منہ کے بل لٹانا اور بیٹے کا راضی خوشی لیٹ جانا اور باپ کی ہمت بندھانا، پھر باپ کا چھری تیز کرنا اور بیٹے کے گلے پر چھری چلا دینا صبر وہمت کا وہ غیر معمولی نمونہ ہے کہ چشمِ فلک نے ایسا منظر کبھی نہ دیکھا۔

مقامِ امامت کی بشارت:

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام تمام امتحانوں میں پورا اترے جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو تمام لوگوں کا

پیشوا بنادیا کہ حکمِ خداوندی پر عمل میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی سیرت کو مینارہِ نور کی طرح نگاہوں کے سامنے رکھا جائے۔

قرآن کریم میں ہے:

وَ اِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًاؕ قَالَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ [1]

ترجمہ: اور یاد کرو جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند باتوں کے ذریعے آزمایا تو اس نے انہیں پورا کر دیا (اللہ نے) فرمایا: میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ (ابراہیم نے) عرض کی اور میری اولاد میں سے بھی۔ فرمایا: میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

یہاں اس آیت سے متعلق دو باتیں ملاحظہ ہوں:

(1) ابتلاء آزمائش کو کہتے ہیں، خدائی آزمائش یہ ہے کہ بندے پر کوئی پابندی لازم فرما کر دوسروں پر اس کے کھرے کھوٹے ہونے کا اظہار کر دیا جائے۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی آزمائش میں بہت سے شرعی احکام بھی تھے اور راہِ خدا میں آپ کی ہجرت، بیوی بچوں کا بیابان میں تنہا چھوڑنا، فرزند کی قربانی وغیرہ سب شامل ہیں۔[2] نیز یہاں امامت سے مراد نبوت نہیں کیونکہ نبوت تو پہلے ہی مل چکی تھی تب ہی تو آپ کا امتحان لیا گیا بلکہ اس امامت سے مراد دینی پیشوائی ہے جیسا کہ جلالین میں اس کی تفسیر "قُدْوَةً فِی الدِّین" یعنی دین میں پیشوائی" سے کی گئی ہے۔[3] اس سے معلوم ہوا کہ شرعی احکام اور تکالیف اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہوتی ہیں اور جو اِن آزمائشوں میں پورا اترتا ہے وہ دنیا و آخرت کے انعامات کا مستحق قرار پاتا ہے۔

(2) جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو امامت کا مقام عطا فرمایا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ تعالیٰ سے اپنی اولاد کیلئے بھی عرض کیا۔ اس پر فرمایا گیا کہ آپ کی اولاد میں جو ظالم ہوں گے وہ امامت کا منصب نہ پائیں گے۔ کافر ہوئے تو دینی پیشوائی نہ ملے گی اور فاسق ہوئے تو نبوت نہ ملے گی اور قابل ہوئے تو اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے جسے جو چاہے گا عطا فرمائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کافر مسلمانوں کا پیشوا نہیں ہو سکتا اور مسلمانوں کو اس کی اتباع جائز نہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنی اولاد کے لئے دعاءِ خیر کرنا سنتِ انبیاء ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کوئی نعمت عطا فرمائے تو اولاد

---

1 ...پ۱، البقرۃ:۱۲۴۔ 2 ...خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ:۱۲۴، ۱/۸۵، ۸۶۔ 3 ...جلالین مع جمل، البقرۃ، تحت الآیۃ:۱۲۴، ۱/۱۵۳، ۱۵۴، ملتقطاً۔

کیلئے بھی اس کی خواہش کرنی چاہیے۔

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے ہاں معزز مہمانوں کی آمد:

کچھ عرصے بعد اللہ تعالٰی نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام کی بشارت دی، چنانچہ قرآنِ پاک میں ہے:

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ [1]

ترجمہ: اور ہم نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی جو اللہ کے خاص قرب کے لائق بندوں میں سے ایک نبی ہے۔

یہ بشارت فرشتوں کے ذریعے دی گئی اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ ایک دن حضرت جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام اور کچھ فرشتے حسین نوجوانوں کی صورت میں معزز مہمان بن کر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کہا۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے بھی سلام کا جواب دیا اور دل میں سوچا کہ میں ان لوگوں سے واقف نہیں ہوں۔ سلام کے بعد آپ عَلَیْہِ السَّلَام مہمانوں کے کھانے کا اہتمام کرنے کے لئے جلدی سے اپنے گھر تشریف لے گئے اور ایک موٹا تازہ، نفیس بچھڑا بھون کر لے آئے اور اسے ان مہمانوں کے پاس کھانے کے لیے رکھ دیا۔ مفسرین فرماتے ہیں: آپ عَلَیْہِ السَّلَام چونکہ بہت ہی مہمان نواز تھے اور بغیر مہمان کے کھانا تناوُل نہ فرماتے تھے، اور اُن دنوں میں ایسا اتفاق ہوا کہ پندرہ دن سے کوئی مہمان نہ آیا تھا، آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو اس کا غم تھا اور جب ان مہمانوں کو دیکھا تو ان کے لئے کھانا لانے میں جلدی فرمائی اور چونکہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے یہاں گائے بکثرت تھیں اس لئے بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت سامنے لایا گیا۔[2] اس سے معلوم ہوا کہ گائے کا گوشت حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے دستر خوان پر زیادہ آتا تھا اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام اس کو پسند فرماتے تھے۔

سورۂ ہود میں ہے:

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًاؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِیْذٍ [3]

ترجمہ: اور بیشک ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے۔ انہوں نے "سلام" کہا تو ابراہیم نے "سلام" کہا۔ پھر تھوڑی ہی دیر میں ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔

1...پ۲۳، الصّٰفّٰت: ۱۱۲۔ 2...روح البیان، ھود، تحت الآیۃ: ۶۹، ۴/۱۶۱، خازن، ھود، تحت الآیۃ: ۶۹، ۲/۳۶۰، ۳۶۱، ملتقطاً۔ 3...پ۱۲، ھود: ۶۹۔

آیت سے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کا مقام و مرتبہ واضح ہوتا ہے کہ یہاں ایک نبی کی پیدائش کی خوشخبری فرشتوں کے ذریعے دی جارہی ہے اور یہ خبر بھی علومِ غیبیہ میں سے ہے جو فرشتوں کو بھی معلوم تھی اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو بھی معلوم ہوئی۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ ملاقات کے وقت سلام کرنا سنتِ ملائکہ اور سنتِ انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام ہے۔ سنت یہ ہے کہ آنے والا سلام کرے۔

اور سورۂ ذاریات میں ہے:

اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًاؕ قَالَ سَلٰمٌۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ﴿۲۵﴾ فَرَاغَ اِلٰۤى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِیْنٍۙ﴿۲۶﴾ فَقَرَّبَهٗۤ اِلَیْهِمْ (1)

ترجمہ: جب وہ اس کے پاس آئے تو کہا: سلام، (ابراہیم نے) فرمایا: ”سلام“ اجنبی لوگ ہیں۔ پھر ابراہیم اپنے گھر والوں کی طرف گئے تو ایک موٹا تازہ بچھڑا لے آئے۔ پھر اسے ان کے پاس رکھ دیا۔

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا خوف اور بیٹے کی بشارت:

جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے دیکھا کہ مہمان اپنے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھا رہے تو حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو ان سے وحشت ہوئی اور دل میں خوف محسوس کیا کہ کہیں یہ کوئی نقصان نہ پہنچا دیں۔ فرشتوں نے جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر خوف کے آثار دیکھے تو عرض کی: آپ ڈریں نہیں کیونکہ ہم فرشتے ہیں اور حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم پر عذاب نازل کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں اور فرشتے ہونے کی وجہ سے ہم کھانا نہیں کھا رہے، اس کے بعد ان فرشتوں نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو ایک علم والے لڑکے کی خوشخبری بھی سنائی۔

سورۂ ہود میں ہے:

فَلَمَّا رَاٰۤ اَیْدِیَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَیْهِ نَكِرَهُمْ وَ اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةًؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ (2)

ترجمہ: پھر جب دیکھا کہ ان (فرشتوں) کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے تو ان سے وحشت ہوئی اور ان کی طرف سے خوف محسوس کیا۔ انہوں نے کہا: آپ نہ ڈریں۔ بیشک ہم قومِ لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

❶...پ٢٦، الذّٰریٰت: ٢٥-٢٧۔ ❷...پ١٢، ھود: ٧٠۔

اور سورۂ ذاریات میں ہے:

قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ ؕ وَ بَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ [1]

ترجمہ: فرمایا: کیا تم کھاتے نہیں؟۔ تو اپنے دل میں ان سے خوف محسوس کیا، (فرشتوں نے) عرض کی: آپ نہ ڈریں اور انہوں نے اسے ایک علم والے لڑکے کی خوشخبری سنائی۔

اور سورۂ حجر میں ہے:

اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ [2]

ترجمہ: جب وہ اس کے پاس آئے تو کہنے لگے: ''سلام'' ابراہیم نے فرمایا: ہم تم سے ڈر رہے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا: آپ نہ ڈریں، بیشک ہم آپ کو ایک علم والے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔

یہاں علم والے لڑکے سے مراد حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام ہیں۔ نیز اس سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کے بتانے سے یہ معلوم تھا کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا اور وہ علم والا اور نبی ہوگا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں میں سے جسے چاہے غیب کا علم عطا فرماتا ہے۔

بیٹے کی بشارت سن کر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا اظہارِ حیرت:

جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو بیٹے کی بشارت دی تو وہ اپنے اور زوجہ کے بڑھاپے کی وجہ سے حیران ہوئے اور فرشتوں سے فرمایا: اتنی بڑی عمر میں اولاد ہونا عجیب وغریب ہے، ہمارے ہاں کس طرح اولاد ہوگی؟ کیا ہمیں پھر جوان کیا جائے گا یا اِسی حالت میں بیٹا عطا فرمایا جائے گا؟[3]

قرآنِ پاک میں ہے:

قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰۤى اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ [4]

ترجمہ: فرمایا: کیا تم مجھے بشارت دیتے ہو حالانکہ مجھے بڑھاپا پہنچ چکا ہے تو کس چیز کی بشارت دے رہے ہو؟

---

(1)...پ۲۶، الذّٰریٰت: ۲۷، ۲۸۔ (2)...پ۱۴، الحجر: ۵۲، ۵۳۔

(3)...خازن، الحجر، تحت الآیۃ: ۵۳، ۵۴، ۳/۱۰۴، تفسیر کبیر، الحجر، تحت الآیۃ: ۵۴، ۷/۱۵۱، ملتقطاً۔ (4)...پ۱۴، الحجر: ۵۴۔

تنبیہ: حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا یہ تعجب اللہ تعالیٰ کی قدرت پر نہیں بلکہ عادت کے برخلاف کام ہونے پر تھا کہ عموماً بڑھاپے میں کسی کے ہاں اولاد نہیں ہوتی۔

فرشتوں کی عرض:

فرشتوں نے عرض کی: ہم نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے کی سچی بشارت دی ہے کہ آپ کے ہاں بیٹا پیدا ہو گا اور اس کی اولاد بہت پھیلے گی، لہٰذا بیٹے کی ولادت سے مایوس نہ ہو۔

قرآن پاک میں ہے:

قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِیْنَ [1]

ترجمہ: انہوں نے عرض کیا: ہم نے آپ کو سچی بشارت دی ہے، آپ ناامید نہ ہوں۔

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ تھے کیونکہ فرشتوں کا آپ سے یہ کہنا "فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِیْنَ" ایسے ہی ہے جیسے حضرت لقمان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے اپنے فرزند سے فرمایا تھا۔ "یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ" "اے میرے بچے! شرک نہ کرنا" جیسے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ فی الحال وہ شرک کر رہا تھا اسی طرح وہاں بھی یہ لازم نہیں آتا کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام فی الحال ناامید تھے۔

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا جواب:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرشتوں سے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نااُمید نہیں کیونکہ رحمت سے نااُمید کافر ہوتے ہیں ہاں دنیا میں اللہ تعالیٰ کی جو سنت جاری ہے اس سے یہ بات عجیب معلوم ہوئی۔[2]

قرآن پاک میں ہے:

قَالَ وَ مَنْ یَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ [3]

ترجمہ: ابراہیم نے کہا: گمراہوں کے سوا اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہوتا ہے؟

حضرت سارہ کا اظہارِ تعجب اور فرشتوں کا جواب:

جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو علم والے لڑکے کی خوشخبری سنائی تو یہ بات آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی

1...پ۱۴، الحجر: ۵۵۔ 2...مدارک، الحجر، تحت الآیۃ: ۵۶، ص ۵۸۳۔ 3...پ۱۴، الحجر: ۵۶۔

زوجہ حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے بھی سن لی، اس پر آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا حیرت سے چلاتی ہوئی آئیں اور حیرت سے اپنے چہرے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا: کیا وہ عورت بچہ جنے گی جو بوڑھی ہے اور اس کے ہاں کبھی بچہ پیدا نہیں ہوا۔ اس بات سے ان کا مطلب یہ تھا کہ ایسی حالت میں بچہ ہونا انتہائی تعجب کی بات ہے۔ فرشتوں نے کہا: جو بات ہم نے کہی آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ نے یونہی فرمایا ہے، بیشک وہی اپنے افعال میں حکمت والا ہے اور اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔[1]

قرآن پاک میں ہے:

فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِیْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَ قَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِیْمُ الْعَلِیْمُ [2]

ترجمہ: تو ابراہیم کی بیوی چلاتی ہوئی آئی پھر اپنے چہرے پر ہاتھ مارا اور کہا: کیا بوڑھی بانجھ عورت (بچہ جنے گی۔) فرشتوں نے کہا: تمہارے رب نے یونہی فرمایا ہے، بیشک وہی حکمت والا، علم والا ہے۔

حضرت سارہ کو بھی بیٹے کی بشارت:

حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کھڑے ہو کر یہ باتیں سن رہی تھیں اور اس دوران آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا بیٹے کی بشارت سن کر خوشی سے یا بڑھاپے میں اولاد پیدا ہونے کا سن کر تعجب کی وجہ سے ہنسنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو ان کے بیٹے حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام کی خوشخبری دی اور حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام کے بعد ان کے بیٹے حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کی بھی خوشخبری دی۔ حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو خوشخبری دینے کی وجہ یہ تھی کہ اولاد کی خوشی عورتوں کو مردوں سے زیادہ ہوتی ہے، نیز یہ بھی سبب تھا کہ حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے فرزند حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام موجود تھے۔[3]

قرآن پاک میں ہے:

وَ امْرَاَتُهٗ قَآىٕمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ [4]

ترجمہ: اور ان کی بیوی (وہاں) کھڑی تھی تو وہ ہنسنے لگی تو ہم نے اسے اسحاق کی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی خوشخبری دی۔

---

1 ...جلالین، الذاریٰت، تحت الآیۃ: ۲۹، ۳۰، ص ۴۳۳، مدارک، الذاریات، تحت الآیۃ: ۲۹، ۳۰، ص ۱۱۶۹، ملتقطاً۔ 2 ...پ ۲۶، الذّٰریٰت: ۲۹، ۳۰۔

3 ...صاوی، ھود، تحت الآیۃ: ۷۱، ۳/ ۹۲۳، مدارک، ھود، تحت الآیۃ: ۷۱، ص ۵۰۵، خازن، ھود، تحت الآیۃ: ۷۱، ۲/ ۳۶۲، ملتقطاً۔ 4 ...پ ۱۲، ھود: ۷۱۔

حضرت سارہ کے تعجب پر فرشتوں کا جواب:

بیٹے اور پوتے کی بشارت سن کر آپ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا نے اپنے اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے بڑھاپے کو بنیاد بنا کر تعجب کیا تو فرشتوں نے کہا: اے سارہ! رَضِیَ اللہُ عَنْھَا، آپ کے لئے یہ تعجب کا مقام نہیں کیونکہ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا کا تعلق اس گھرانے سے ہے جو معجزات، عادتوں سے ہٹ کر کاموں کے سرانجام ہونے، اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کے نازل ہونے کی جگہ بنا ہوا ہے۔[1]

قرآن کریم میں ہے:

قَالَتْ یٰوَیْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًاؕ-اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ(۷۲) قَالُوْۤا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِؕ-اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ[2]

ترجمہ: کہا: ہائے تعجب! کیا میرے ہاں بیٹا پیدا ہوگا حالانکہ میں تو بوڑھی ہوں اور یہ میرے شوہر بھی بہت زیادہ عمر کے ہیں۔ بیشک یہ بڑی عجیب بات ہے۔ فرشتوں نے کہا: کیا تم اللہ کے کام پر تعجب کرتی ہو؟ اے گھر والو! تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔ بیشک وہی سب خوبیوں والا، عزت والا ہے۔

اس آیت میں حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا کو اہلِ بیت کہا گیا ہے جس سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی ازواجِ مطہرات اہلِ بیت میں داخل ہیں لہٰذا حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا اور دیگر ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللہُ عَنْھُنَّ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اہلِ بیت میں شامل ہیں۔[3]

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا فرشتوں سے استفسار:

جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام جان گئے کہ آنے والے مہمان فرشتے ہیں تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سے فرمایا: اے فرشتو! کیا تم صرف بیٹے کی بشارت دینے آئے ہو یا اس کے علاوہ تمہارا اور بھی کوئی کام ہے؟ فرشتوں نے جواب دیا: ہم حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کی مجرم قوم کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجے گئے ہیں البتہ حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کے گھر والوں اور ان کے متبعین کو بچالیں گے کیونکہ وہ ایماندار ہیں۔

❶...مدارک، ہود، تحت الآیۃ: ۷۳، ص۵۰۶۔ ❷...پ۱۲، ہود: ۷۲، ۷۳۔ ❸...قرطبی، ہود، تحت الآیۃ: ۷۳، ۵/۵۰، الجزء التاسع۔

سورۂ ذاریات میں ہے:

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَیُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ(۳۱) قَالُوْۤا اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِیْنَۙ(۳۲) لِنُرْسِلَ عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِیْنٍۙ(۳۳) مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِیْنَ[1]

ترجمہ: ابراہیم نے فرمایا: تو اے بھیجے ہوئے فرشتو! پھر تمہارا کیا مقصد ہے؟ انہوں نے کہا: بیشک ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ تاکہ ان پر گارے کے پتھر برسائیں۔ جن پر تمہارے رب کے پاس حد سے بڑھنے والوں کے لیے نشان لگائے ہوئے ہیں۔

سورۂ حجر میں ہے:

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَیُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ(۵۷) قَالُوْۤا اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِیْنَۙ(۵۸) اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍؕ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِیْنَۙ(۵۹) اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَاۤۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِیْنَ[2]

ترجمہ: فرمایا: اے فرشتو! تو تمہارا (ابھی آنے کا) کام کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ سوائے لوط کے گھر والوں کے (کہ) بیشک ان سب کو ہم بچالیں گے۔ سوائے اس کی بیوی کے، ہم طے کر چکے ہیں کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔

اس آیت میں فرشتوں نے جو یہ کہا کہ ”اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِیْنَ“ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی کے بعض کام اس کے پیارے بندوں کی طرف منسوب کئے جاسکتے ہیں، جیسے عذاب سے بچالینا اللہ تعالٰی کا کام ہے، مگر فرشتوں نے کہا: ”ان سب کو ہم بچالیں گے“ لہٰذا مسلمان یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالٰی کے حبیب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ تعالٰی کے حکم سے عذاب سے بچائیں گے اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ یارسول اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، ہمیں دوزخ سے بچالیں۔ یہ اصل میں وسیلے کی طرف نسبت ہوتی ہے۔

فرشتوں کے کلام ”اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَا“ پر سوال اور اس کا جواب:

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کی بیوی کا پیچھے رہ جانے والوں میں طے کرنا اللہ تعالٰی کا کام ہے، تو فرشتوں نے اس کی نسبت اللہ تعالٰی کی طرف کرنے کی بجائے اپنی طرف کیوں کی؟ اس کے جواب میں امام

[1] ...پ۲۷، الذّٰریٰت: ۳۱-۳۴۔

[2] ...پ۱۴، الحجر: ۵۷-۶۰۔

فخرالدین رازی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”فرشتوں نے طے کرنے کی نسبت اپنی طرف اس لئے کی کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خاص مقام اور قرب حاصل ہے جیسے بادشاہ کے خاص آدمی یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس طرح تدبیر کی، ہم نے اس طرح حکم دیا حالانکہ تدبیر کرنے والا اور حکم دینے والا تو بادشاہ ہوتا ہے نہ کہ وہ لوگ ہوتے ہیں اور اس کلام سے محض اُن کی مراد بادشاہ کے پاس انہیں حاصل مقام و مرتبہ ظاہر کرنا ہوتا ہے تو اسی طرح یہاں ہے (کہ فرشتوں کے اس کلام سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انہیں حاصل مقام و مرتبہ ظاہر ہو رہا ہے۔)[1]

اس سے بھی معلوم ہوا کہ جسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خاص مقام اور قرب حاصل ہو وہ اللہ تعالیٰ کے بعض کاموں کو اپنی طرف منسوب کر سکتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ نیک بختی اور بد بختی کا علم اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو دیا ہے اور فرشتے اللہ تعالیٰ کی عطا سے جانتے ہیں کہ کون مومن مرے گا اور کون کافر۔ اس کی بہت بڑی دلیل تو موت کے فرشتے کا علم بھی ہے کہ ملک الموت عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کی معاون جماعت کو پہلے سے اچھے بُرے خاتمے کا علم ہوتا ہے تبھی تو اچھے برے کے خاتمے کے مطابق شکل بنا کر آتے ہیں۔

قومِ لوط سے متعلق بارگاہِ الٰہی میں عرض:

جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے دل میں پیدا ہونے والا خوف، بیٹے کی خوشخبری ملنے کے سبب دور ہوا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ سے حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم کے بارے میں کلام اور سوال کرنے لگے، چنانچہ قرآن پاک میں ہے:

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِیْمَ الرَّوْعُ وَ جَآءَتْهُ الْبُشْرٰى یُجَادِلُنَا فِیْ قَوْمِ لُوْطٍ[2]

ترجمہ: پھر جب ابراہیم سے خوف زائل ہو گیا اور اس کے پاس خوشخبری آگئی تو ہم سے قومِ لوط کے بارے میں جھگڑنے لگے۔

جمہور مفسرین کے نزدیک ”یُجَادِلُنَا فِیْ قَوْمِ لُوْطٍ“ کا معنی ہے: ”حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام ہمارے بھیجے ہوئے فرشتوں سے قومِ لوط کے بارے میں جھگڑنے لگے۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا جھگڑنا یعنی کلام اور سوال یہ تھا کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرشتوں سے فرمایا: ”قومِ لوط کی بستیوں میں اگر پچاس ایماندار ہوں تو بھی انہیں ہلاک کرو گے؟ فرشتوں نے کہا: نہیں۔ پھر فرمایا: اگر چالیس ہوں؟ انہوں نے کہا: جب بھی نہیں۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: ”اگر تیس ہوں؟

---

1 ...تفسیر کبیر، الحجر، تحت الآیۃ: ۶۰، ۷/۱۵۳۔ 2 ...پ۱۲، ھود: ۷۴۔

انہوں نے کہا: ”جب بھی نہیں۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام اس طرح فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: ”اگر ایک مرد مسلمان موجود ہو تب بھی ہلاک کر دو گے؟ انہوں نے کہا: ”نہیں۔ تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: ”اس میں حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام ہیں۔ اس پر فرشتوں نے کہا ہمیں معلوم ہے جو وہاں ہیں، ہم حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کے گھر والوں کو بچائیں گے البتہ ان کی بیوی نہیں بچے گی جو ایمان والی نہیں ہے بلکہ اپنی قوم کے ساتھ ہے۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا مقصد یہ تھا کہ آپ عذاب میں تاخیر چاہتے تھے تاکہ اس بستی والوں کو کفر اور گناہوں سے باز آنے کے لئے ایک فرصت اور مل جائے۔[1]

جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا فرشتوں سے سلام اور کلام کا سلسلہ دراز ہوا تو فرشتوں نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام سے عرض کی: اے ابراہیم! عَلَیْہِ السَّلَام، اب اس بحث کو ختم کر دیں کیونکہ آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم پر عذاب نازل ہونے کا فیصلہ ہو چکا ہے لہٰذا اس عذاب کے ٹلنے کی اب کوئی صورت نہیں۔[2]

یٰۤاِبْرٰهِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَ اِنَّهُمْ اٰتِیْهِمْ عَذَابٌ غَیْرُ مَرْدُوْدٍ [3]	**ترجمہ**: (ہم نے فرمایا) اے ابراہیم! اس بات سے کنارہ کشی کر لیجئے، بیشک تیرے رب کا حکم آ چکا ہے اور بیشک ان پر ایسا عذاب آنے والا ہے جو پھیرا نہ جائے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ تقدیرِ مبرم کسی صورت میں نہیں ٹل سکتی۔ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں وہ عزت ہے کہ رب عَزَّوَجَلَّ ان کو تقدیرِ مبرم کے خلاف دعا کرنے سے روک دیتا ہے۔

حضرت اسحاق کی ولادت پر دعائے شکر:

جب حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت ہوئی تو حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے اس کا شکر ادا کیا اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کی:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ [4]	**ترجمہ**: تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل و اسحاق دیئے۔ بیشک میرا رب دعا سننے والا ہے۔

---

1 ... خازن، ہود، تحت الآیۃ: ۷۴، ۲/۳۶۲، ۳۶۳۔

2 ... تفسیر طبری، ہود، تحت الآیۃ: ۷۶، ۷/۷۹، ملخصاً۔

3 ... پ۱۲، ہود: ۷۶۔

4 ... پ۱۳، ابراھیم: ۳۹۔

یاد رہے کہ حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت اس وقت ہوئی جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی عمر 99 برس ہو چکی تھی اور حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت اس کے کئی سال بعد ہوئی۔

تعمیرِ کعبہ:

تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے کعبہ کی جو عمارت بنائی وہ طوفانِ نوح تک باقی رہی اور بوقت طوفان اسے آسمانوں پر اٹھا لیا گیا۔ اس کے بعد کعبہ معظمہ کی جگہ ایک بلند ٹیلے کی طرح ساری زمین سے جدا معلوم ہوتی تھی لیکن اس پر کوئی عمارت نہ تھی۔ لوگ اسی جگہ کا قصد کرتے اور اسے قبولیتِ دعا کا مقام سمجھتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو حکم دیا کہ وہ اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کو ساتھ لے کر کعبہ کی عمارت تعمیر کریں اور جگہ کی نشاندھی اس طرح فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے بادل کا ایک ٹکڑا بھیجا تاکہ اس کے سایہ سے کعبہ کی حد مقرر کر لی جائے، پھر حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے اس سایہ کی مقدار خط کھینچ دیا اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے اس خط پر یہاں تک زمین کھودی کہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی بنائی ہوئی عمارت کی بنیاد ظاہر ہو گئی پھر اسی بنیاد پر آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے عمارت کی تعمیر شروع فرمائی، چنانچہ حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام پتھر لاتے اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام ان پتھروں کو گارے سے جوڑ کر لگاتے جا رہے تھے۔ جب عمارت آدمی کے قد جتنی بلند ہو گئی تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو ایسی چیز کی ضرورت ہوئی جس پر کھڑے ہو کر تعمیر جاری رکھ سکیں، چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کو حکم دیا کہ وہ ایک ایسا پتھر لائیں جس پر کھڑے ہو کر میں تعمیر کا کام کر سکوں۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام پتھر کی تلاش کے لئے جبل ابو قُبیس پر تشریف لے گئے۔ راستے میں حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام ملے اور کہا: آیئے میں آپ کو دو پتھروں کا پتہ بتاؤں جو حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے ہمراہ جنت سے زمین پر آئے تھے اور بڑی برکت والے ہیں (پھر انہیں نکال کر) ایک حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے لیے لے جائیں اور دوسرے کو خانہ کعبہ کے گوشے میں دروازے سے دائیں طرف لگائیں تاکہ جو بھی اس گھر کا طواف کرے تو اسے چوم کر طواف شروع کرے۔ حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام ان پتھروں کو یکے بعد دیگرے لائے اور حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام بھی ساتھ آئے اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی بارگاہ میں عرض کی کہ اس پتھر (حجر اسود) کو کعبہ کے گوشے میں رکھ دیں۔ چنانچہ اسے اس کے مقام پر رکھ دیا اور دوسرے پر کھڑے ہو کر تعمیر کا کام شروع فرما دیا۔[1] دورانِ تعمیر

1... تفسیر عزیزی، ۱/ ۲۹۲- ۲۹۴، ملتقطاً۔

حضرت ابراہیم واسماعیل عَلَیْہِمَا السَّلَام یہ دعا بھی کرتے رہے:

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّاؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ [1] **ترجمہ:** اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرما، بیشک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نیک عمل کر کے اس کی قبولیت کی دعا کرنا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی سنت ہے، ہمیں بھی چاہئے کہ نیک اعمال کے بعد ان کے قبول ہونے کی دعا مانگا کریں۔

حجرِ اسود:

شروع میں حجرِ اسود کا رنگ بہت سفید تھا بعد میں سیاہ ہو گیا، جیسا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: حجر اسود اور مقام ابراہیم جنت کے یاقوت ہیں جن کا نور اللہ تعالیٰ نے مٹا دیا، اگر وہ ایسا نہ کرتا تو مشرق و مغرب کے درمیان سب کچھ روشن ہو جاتا۔[2]

اور ارشاد فرمایا: حجرِ اسود جنت سے اترا اور یہ دودھ سے زیادہ سفید تھا، پھر اسے بنی آدم کی خطاؤں نے سیاہ کر دیا۔[3]

مقامِ ابراہیم کی عظمت:

جس پتھر پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے تعمیرِ کعبہ فرمائی اسے رب تعالیٰ نے یہ عظمت عطا فرمائی کہ اسے نماز کی جگہ بنانے کا حکم ارشاد فرما دیا، چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى [4] **ترجمہ:** اور (اے مسلمانو!) تم ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ۔

مقامِ ابراہیم کو نماز کا مقام بنانا مستحب ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس نماز سے طواف کے بعد پڑھی جانے والی دو واجب رکعتیں مراد ہیں۔[5] نیز اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس پتھر کو نبی کی قدم بوسی حاصل ہو جائے وہ عظمت والا ہو جاتا ہے۔ سبحان اللہ، اللہ تعالیٰ کے پیارے انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کی کیا شان ہے کہ عین عبادت میں تعظیمِ انبیاء کا لحاظ

---

1 ...پ۱، البقرۃ: ۱۲۷۔
2 ...ترمذی، کتاب الحج، باب ماجاء فی فضل الحجر الاسود... الخ، ۲/۲۴۸، حدیث: ۸۷۹۔
3 ...ترمذی، کتاب الحج، باب ماجاء فی فضل الحجر الاسود... الخ، ۲/۲۴۸، حدیث: ۸۷۸۔
4 ...پ۱، البقرۃ: ۱۲۵۔
5 ...بیضاوی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۲۵، ۱/۳۹۸، ۳۹۹، ملتقطاً۔

موجود ہے جیسے مقام ابراہیم کا احترام عین نماز میں کرنا ہوتا ہے، کہ بطورِ خاص اسے پیشِ نظر رکھ کر اور اس کا قصد کر کے اس کے قریب نماز پڑھنی ہے۔ دورانِ نماز تعظیمِ انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کے اور بھی دلائل ہیں جیسے ہم نماز میں نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو مخاطب کر کے سلام بھیجتے ہیں اور درودِ ابراہیمی بھی پڑھتے ہیں اور یہ بات ہر مسلمان جانتا ہے کہ درود و سلام تعظیم کی ایک صورت ہے اور تعظیم کے ساتھ ہی پڑھنے کا حکم ہے، کوئی بے تعظیمی سے پڑھنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ مقامِ ابراہیم کی آیت سے ہی نیک لوگوں کے تبرکات کی تعظیم کا بھی ثبوت ملتا ہے۔

تعمیرِ کعبہ کے بعد دعائیں:

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے تعمیرِ کعبہ کے بعد متعدد دعائیں مانگیں۔ چنانچہ ایک دعا یہ فرمائی:

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّ ارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ [1]

ترجمہ: اے میرے رب اس شہر کو امن والا بنا دے اور اس میں رہنے والے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں انہیں مختلف پھلوں کا رزق عطا فرما۔

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے اس سے پہلے ایک موقع پر اولاد کیلئے امامت مانگی تو فرمایا گیا تھا کہ ظالموں کو نہیں ملے گی، اس لیے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے ابھی جب یہ دعا کی تو اس میں مومنین کو خاص فرمایا کہ مومنوں کو رزق دے۔ اللہ تعالیٰ نے کرم کیا، دعا قبول فرمائی اور بتا دیا کہ رزق تو مومن و کافر سب کو دیا جائے گا لیکن کافر کا رزق تھوڑا ہے یعنی صرف دنیوی زندگی میں اسے ملے گا۔ ارشاد فرمایا:

وَ مَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِیْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ [2]

ترجمہ: اور جو کافر ہو تو میں اسے بھی تھوڑی سی مدت کے لئے نفع اٹھانے دوں گا پھر اسے دوزخ کے عذاب کی طرف مجبور کر دوں گا اور وہ پلٹنے کی بہت بری جگہ ہے۔

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے مکہ مکرمہ کیلئے رزق کی فراوانی کی جو دعا مانگی اُس کی قبولیت آج بھی ہر شخص اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے کہ دنیا بھر کے پھل اور کھانے یہاں بکثرت ملتے ہیں۔

[1] ...پ۱، البقرۃ:۱۲۶۔ [2] ...پ۱، البقرۃ:۱۲۶۔

دوسری دعا یہ کی:

رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ۪ وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ تُبْ عَلَیْنَاۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ [1]

ترجمہ: اے ہمارے رب: اور ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار رکھ اور ہماری اولاد میں سے ایک ایسی امت بنا جو تیری فرمانبردار ہو اور ہمیں ہماری عبادت کے طریقے دکھا دے اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرما بیشک تو ہی بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

سُبحانَ اللہ، دونوں مقدس ہستیوں نے طاعت و بندگی کی دعا مانگی حالانکہ وہ حضرات اللہ تعالیٰ کے مطیع و مخلص بندے تھے پھر بھی یہ دعا اس لیے مانگی کہ مزید اطاعت و عبادت و اخلاص اور کمال نصیب ہو۔ خانہ کعبہ اور اس کا قرب قبولیت کا مقام ہے، یہاں دعا اور توبہ کرنا سنتِ ابراہیمی ہے۔ نیز معلوم ہوا کہ عبادت کے طریقے سیکھنا حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی سنت ہے۔ اس کیلئے دعا بھی کرنی چاہیے اور کوشش بھی۔ بغیر طریقہ سیکھے عبادت کرنا اکثر عبادت کو ضائع کرتا ہے۔ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ہر مسلمان پر علم سیکھنا فرض ہے۔“[2] فرض عبادت کا طریقہ و مسائل سیکھنا بھی اسی میں داخل ہے۔

تیسری دعا یہ کی:

رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ یُزَكِّیْهِمْؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ [3]

ترجمہ: اے ہمارے رب! اور ان کے درمیان انہیں میں سے ایک رسول بھیج جو ان پر تیری آیتوں کی تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب پاکیزہ فرما دے۔ بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

یہ دعا نبی آخر الزماں صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے متعلق تھی جو قبول ہوئی اور ان دونوں بزرگوں کی نسل میں حضور پر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تشریف آوری ہوئی۔ نیز حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے متعلق دوسری دعائیں بھی رب تعالیٰ نے لفظ بلفظ قبول فرمائیں۔ چنانچہ حضور پُر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مومن جماعت میں، مکہ معظمہ میں پیدا

---

[1]...پ۱، البقرۃ:۱۲۸۔ [2]...ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فضل العلماء...الخ، ۱/۱۴۶، حدیث:۲۲۴۔ [3]...پ۱، البقرۃ:۱۲۹۔

ہوئے، رسول بن کر آئے، صاحبِ کتاب ہوئے، آیات کی تلاوت فرمائی، امت کو کتابُ اللہ سکھائی، حکمت عطا فرمائی، ان کے نفسوں کا تزکیہ کیا، اسرارِ الٰہی پر مطلع کیا۔

چوتھی دعا یہ فرمائی:

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّ اجْنُبْنِیْ وَ بَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ ۚ وَ مَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ [1]

ترجمہ: اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنادے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی عبادت کرنے سے بچائے رکھ۔ اے میرے رب! بیشک بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کردیا تو جو میرے پیچھے چلے تو بیشک وہ میرا ہے اور جو میری نافرمانی کرے تو بیشک تو بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ دعا بھی قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو امن والا بنایا اور اسے ویران ہونے سے محفوظ فرمادیا اور کوئی بھی اس مقدس شہر کو ویران کرنے پر قادر نہ ہوسکا اور اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے حرم بنایا کہ اس میں نہ کسی انسان کا خون بہایا جائے، نہ کسی پر ظلم کیا جائے، نہ وہاں شکار مارا جائے اور نہ سبزہ کاٹا جائے۔[2]

یاد رہے کہ انبیاء عَلَیْهِمُ السَّلَام بت پرستی اور تمام گناہوں سے معصوم ہیں حضرت ابراہیم عَلَیْهِ السَّلَام کا یہ دعا کرنا بارگاہِ الٰہی میں عاجزی اور محتاجی کے اظہار کے لئے ہے کہ باوجود یہ کہ تو نے اپنے کرم سے معصوم کیا لیکن ہم تیرے فضل ورحمت کی طرف دستِ احتیاج دراز رکھتے ہیں۔[3]

پانچویں دعا یہ فرمائی:

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ ۖ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ [4]

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے اور کچھ میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا رکھ، اے ہمارے رب اور میری دعا قبول فرما۔ اے ہمارے رب! مجھے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو بخش دے جس دن حساب قائم ہوگا۔

---

1 ...پ۱۳، ابراهیم: ۳۵، ۳۶. 2 ...جلالین، ابراهیم، تحت الآیة: ۳۵، ص۲۰۹. 3 ...خازن، ابراهیم، تحت الآیة: ۳۵، ۳/۸۲، ملخصاً.

4 ...پ۱۳، ابراهیم: ۴۰، ۴۱.

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو چونکہ بعض افراد کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے بتانے سے معلوم ہو چکا تھا کہ وہ کافر ہوں گے اس لئے آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی بعض اولاد کے لئے نمازوں کی پابندی اور محافظت کی دعا کی۔[1]

نیز علماء فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ماں باپ سے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے حقیقی والدین مراد ہیں اور وہ دونوں مومن تھے اسی لئے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے ان کے لئے دعا فرمائی۔

اعلانِ حج:

جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کعبہ شریف کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو حکم دیا کہ لوگوں میں حج کا اعلان کر دیں۔ عرض کی: اے میرے رب! ان سب لوگوں تک میری آواز کیسے پہنچے گی؟ ارشاد فرمایا: تم اعلان کرو آواز پہنچانا میرا کام ہے۔ چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ابو قبیس پہاڑ پر چڑھ کر اعلان کیا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر اس قدیم گھر کا حج فرض کر دیا ہے، تو تم اس کا حج کرو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان ان سب لوگوں کو سنوا دیا جو مردوں کی پشتوں اور عورتوں کے رحموں میں تھے اور قیامت تک جن کی قسمت میں حج کرنا لکھا تھا انہوں نے وہیں سے جواب دیا ''لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ'' یعنی میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں۔ اب قیامت تک وہی حج کر سکے گا جس نے اس ندا پر ''لَبَّیْکَ'' کہا تھا۔

قرآن پاک میں ہے:

وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ﴿۲۷﴾ لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَ یَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْۤ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ[2]

ترجمہ: اور لوگوں میں حج کا عام اعلان کر دو، وہ تمہارے پاس پیدل اور ہر دبلی اونٹنی پر (سوار ہو کر) آئیں گے جو ہر دور کی راہ سے آتی ہیں۔ تاکہ وہ اپنے فوائد پر حاضر ہو جائیں اور معلوم دنوں میں اللہ کے نام کو یاد کریں اس بات پر کہ اللہ نے انہیں بے زبان مویشیوں سے رزق دیا۔

اعلانِ حج سے متعلق ایک روایت امیر المومنین مولا علی كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ الْكَرِيْم سے بھی منقول ہے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں: جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کعبہ کی بنا سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے جبریل امین کو بھیجا اور انہوں نے

1 ...مدارک، ابراھیم، تحت الآیۃ: ۴۰، ص ۵۷۲، ۵۷۳۔
2 ...پ ۱۷، الحج: ۲۷، ۲۸۔

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو حج کرایا، آپ نے عرفات کو دیکھ کر فرمایا: میں اس میدان کو پہچان گیا۔ ایک بار اس سے پہلے بھی حضرت خلیل یہاں آئے تھے اور اسی وجہ سے اس کا نام ''عرفہ'' پڑا۔ یوم نحر کے دن شیطان نے آپ سے تعرُّض کیا تو حضرت جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: اسے کنکریاں ماریں۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اسے سات کنکریاں ماریں، پھر دوسرے اور تیسرے دن بھی ایسا ہی ہوا، اسی لئے حج میں رَمی جمار مشروع ہوئی۔ پھر جبریل امین نے عرض کی: کوہِ ثبیر پر چڑھیں۔ حضرت خلیل عَلَیْہِ السَّلَام نے ثبیر پہاڑی پر چڑھ کر اعلان فرمایا: اے بندگانِ خدا! اللہ تعالیٰ کی پکار کا جواب دو، اے بندگانِ خدا! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔ تو ان کا یہ اعلان ساتوں سمندر سے سنا گیا اور ہر اس شخص نے سنا جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان تھا۔[1]

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس کی سند ہمارے اصول پر صحیح ہے اور یہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ہی فرمان ہے، اور معاملہ چونکہ قیاسی نہیں بالکلیہ سماعی ہے اور حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم چونکہ اہل کتاب کی روایت قبول نہیں کرتے تھے، اس لئے لامحالہ یہ بات انہوں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ہی سن کر بیان فرمائی تو اس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ اعلانِ حج مزدلفہ شریف کے پہاڑ سے ہوا۔[2]

بیتُ اللہ کو پاک و صاف رکھنے کا حکم:

حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل عَلَیْہِمَا السَّلَام کو بیتُ اللہ شریف کو پاک و صاف رکھنے کا حکم دیا گیا، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

وَ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآىٕفِیْنَ وَ الْعٰكِفِیْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ[3]

ترجمہ: اور ہم نے ابراہیم واسماعیل کو تاکید فرمائی کہ میرا گھر طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے خوب پاک صاف رکھو۔

اس سے معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ اور مسجدِ حرام شریف کو حاجیوں، عمرہ کرنے والوں، طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور نمازیوں کیلئے پاک و صاف رکھا جائے، یہی حکم مسجدوں کو پاک و صاف رکھنے کا ہے، وہاں گندگی اور بدبودار چیز نہ لائی جائے، یہ سنتِ انبیاء ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتکاف عبادت ہے اور گزشتہ امتوں میں رائج تھا نیز

1...مصنف عبد الرزاق، کتاب المناسک، باب بنیان الکعبۃ، ۵/۶۹، ۷۰، حدیث: ۹۱۶۲۔ 2... فتاویٰ رضویہ، ۲۸/ ۲۸۱۔ 3...پ۱، البقرۃ: ۱۲۵۔

پچھلی امتوں کی نمازوں میں رکوع سجود دونوں تھے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجدوں کا متولی ہونا چاہیے اور متولی صالح انسان اور مسجد کی صحیح خدمت کرنے والا ہو۔

حضرتِ ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام اور چار پرندے:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی حیاتِ مبارکہ کا ایک اہم واقعہ چار مردہ پرندوں کے دوبارہ زندہ ہونے کا مشاہدہ کرنا ہے، اس کے پس منظر سے متعلق مفسرین نے لکھا ہے کہ سمندر کے کنارے ایک آدمی مرا ہوا پڑا تھا، سمندر کا پانی چونکہ چڑھتا اترتا رہتا ہے، اس لیے جب پانی چڑھا تو مچھلیوں نے اس لاش کو کھایا، پانی اترنے پر جنگلی درندوں نے کھایا اور ان کے چلے جانے پر پرندوں نے کھایا۔ یہ منظر ملاحظہ فرما کر حضرتِ ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو یہ دیکھنے کا شوق ہوا کہ (اجزاء بکھرنے کے باوجود) مُردے کس طرح زندہ کیے جائیں گے، چنانچہ بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، مجھے یقین ہے کہ تو مردوں کو زندہ فرمائے گا اور ان کے اجزاء دریائی جانوروں، درندوں کے پیٹوں اور پرندوں کے پوٹوں سے جمع فرمائے گا لیکن میں (دنیا میں) یہ عجیب منظر دیکھنے کی آرزو رکھتا ہوں۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرتِ ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنا خلیل بنایا تو ملکُ الموت عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ کے اِذن و اجازت سے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو خلت (یعنی خلیلُ اللہ بننے) کی بشارت سنانے آئے۔ یہ سن کر آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور ملکُ الموت عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمایا: اس خلیل بنائے جانے کی نشانی کیا ہے؟ عرض کی: اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی دعا قبول فرمائے گا اور آپ کے سوال پر مردے زندہ کرے گا۔ تب آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے یہ دعا کی: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے؟ ارشاد فرمایا: کیا تمہیں اِس پر یقین نہیں؟ اللہ تعالیٰ عالِمُ الغیب والشَّھادۃ ہے، اسے حضرتِ ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے کمالِ ایمان و یقین کا علم ہے، اس کے باوجود یہ سوال فرمانا کہ "کیا تجھے یقین نہیں" اس لیے تھا کہ سامعین کو سوال کا مقصد معلوم ہو جائے اور وہ جان لیں کہ یہ سوال کسی شک و شبہ کی بناء پر نہ تھا، چنانچہ حضرتِ ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: یقین کیوں نہیں؟ لیکن میں چاہتا ہوں کہ یہ چیز آنکھوں سے دیکھوں تاکہ میرے دل کو قرار آجائے اور اس علامت سے اسے تسکین مل جائے کہ تو نے مجھے اپنا خلیل بنالیا ہے۔[1]

حضرتِ ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی فرمائش پر حکمِ الٰہی ہوا: تم چار پرندے لے لو اور انہیں اپنے ساتھ اچھی طرح

---

[1] ...خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۶۰، ۱/۲۰۳، ۲۰۴، ملتقطاً۔

مانوس کرلو، پھر انہیں ذبح کرکے ان کا قیمہ بناؤ اور اسے آپس میں ملا کر مختلف پہاڑوں پر رکھ دو، پھر ان پرندوں کو آواز دو تو ان میں سے ہر ایک اپنی پہلی والی شکل وصورت میں بن کر تمہارے پاس آجائے گا۔ چنانچہ حضرتِ ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے چار پرندے لیے، ایک قول کے مطابق وہ مور، مرغ، کبوتر اور کوّا تھے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں بحکمِ الٰہی ذبح کیا، ان کے پَر اکھاڑے اور قیمہ بنا کر ان کے اجزاء باہم ملادیئے اور اس مجموعہ کے کئی حصے کر کے ایک ایک حصہ ایک ایک پہاڑ پر رکھ دیا اور سب کے سر اپنے پاس محفوظ رکھے، پھر ان پرندوں کو آواز دے کر بلایا۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے بلاتے ہی حکمِ الٰہی سے وہ اجزاء اُڑے اور ہر ہر جانور کے اجزاء علیحدہ علیحدہ ہو کر اپنی ترتیب سے جمع ہوئے اور پرندوں کی شکلیں بن کر اپنے پاؤں سے دوڑتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور اپنے اپنے سروں سے مل کر بِعَیْنِہٖ پہلے کی طرح مکمل ہو گئے۔ سُبْحَانَ اللہ۔[1]

قرآن پاک میں ہے:

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰىؕ قَالَ اَوَ لَمْ تُؤْمِنْؕ قَالَ بَلٰى وَ لٰـكِنْ لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًاؕ وَ اعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ[2]

ترجمہ: اور جب ابراہیم نے عرض کی: اے میرے رب! تو مجھے دکھا دے کہ تو مُردوں کو کس طرح زندہ فرمائے گا؟ اللہ نے فرمایا: کیا تجھے یقین نہیں؟ ابراہیم نے عرض کی: یقین کیوں نہیں مگر یہ (چاہتا ہوں) کہ میرے دل کو قرار آجائے۔ اللہ نے فرمایا: تو پرندوں میں سے کوئی چار پرندے پکڑ لو پھر انہیں اپنے ساتھ مانوس کرلو پھر ان سب کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دو پھر انہیں پکارو تو وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے اور جان رکھو کہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔

اس واقعہ سے کئی اہم باتیں معلوم ہوئیں، مثلاً اللہ تعالیٰ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی دعائیں قبول فرماتا ہے۔ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی دعاؤں سے مردے زندہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی خواہشات کو پورا فرماتا ہے۔ جتنا

❶...قرطبی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۶۰، ۲/۲۲۸، الجزء الثالث.

❷...پ۳، البقرۃ: ۲۶۰.

یقین کامل ہوتا ہے اتنا ہی ایمان بڑھ جاتا ہے۔ مشاہدے سے معرفت میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کی مُردوں کو زندہ کرنے پر قدرت اور دوبارہ زندہ ہونے پر عظیم دلیل ہے۔

حضرت سارہ کی وفات اور تدفین:

127 سال کی عمر میں حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کا وصال ہو گیا جس پر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام بہت غمزدہ ہوئے۔ اس کے بعد آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ایک شخص سے 400 مثقال سونے میں ایک غار خریدی جس میں حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو دفن کیا۔[1]

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا نکاح:

حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی وفات کے بعد حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے ایک خاتون ''قطورا'' سے نکاح فرمایا جن سے زمران، یُقسان، مدیان، مدان، اسباق اور سوخ نامی بیٹے پیدا ہوئے۔[2]

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد کو وصیت:

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی اولاد کو دینِ حق پر ثابت قدمی کی وصیت فرمائی۔ چنانچہ قرآن پاک میں ہے:

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ(۱۳۱) وَ وَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِیْهِ وَ یَعْقُوْبُؕ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ[3]

ترجمہ: یاد کرو جب اس کے رب نے اسے فرمایا: فرمانبرداری کر، تو اس نے عرض کی: میں نے فرمانبرداری کی اس کی جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اور ابراہیم اور یعقوب نے اپنے بیٹوں کو اسی دین کی وصیت کی کہ اے میرے بیٹو! بیشک اللہ نے یہ دین تمہارے لئے چن لیا ہے تو تم ہرگز نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات اور تدفین:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات سے متعلق مختلف روایات ہیں جن کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، بعض نے یہ کہا ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات اچانک ہوئی اور علمائے اہل کتاب کے نزدیک حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام بیمار ہوئے

[1]... قصص الانبیاء لابن کثیر، ص ۲۳۶، ۲۳۷۔ [2]... عہد نامہ قدیم، پیدائش، باب ۲۵، ص ۲۴۔ [3]... پ ۱، البقرۃ: ۱۳۱، ۱۳۲۔

اور اسی عالم میں دنیائے فانی سے رخصت ہوئے اور حضرت اسماعیل و اسحاق عَلَیْہِمَا السَّلَام نے آپ کو اسی غار میں دفن کیا جس میں حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا مدفون تھیں۔ ایک قول کے مطابق آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی عمر مبارک 175 سال اور ایک قول کے مطابق 200 برس ہوئی۔ [1]

متعلقات

یہاں اس باب سے متعلق ایک اہم بات ملاحظہ ہو:

حضرت سارہ کو بہن کہنے کی توجیہ:

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو اپنی بہن کہا حالانکہ وہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی بہن نہیں بلکہ زوجہ تھیں۔ اس کے علاوہ جب قوم نے اپنے میلے میں شرکت کی دعوت دی تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے صحت مند ہونے کے باوجود انہیں کہہ دیا ''اِنِّیْ سَقِیْمٌ ''یعنی میں بیمار ہوں۔ [2] مزید یہ کہ بت شکنی کے واقعہ میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے بتوں کو خود توڑا تھا لیکن قوم کے پوچھنے پر فرما دیا ''بَلْ فَعَلَهٗ ﳓ كَبِیْرُهُمْ هٰذَا ''یعنی بلکہ ان کے اس بڑے نے کیا ہے۔ [3] ان تینوں مقامات پر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا کلام واقع کے خلاف ہے اور بخاری شریف کی حدیث میں بھی اس کا صراحت کے ساتھ ذکر موجود ہے۔ [4]

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے متعدد بار واقع کے خلاف بات کہی اور واقع کے خلاف بات کہنا گناہ ہے جو کہ عصمتِ نبوت کے منافی ہے۔

یہاں اس کے جواب میں چند باتیں ملاحظہ ہوں،

پہلی بات یہ کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی شانِ صدق و صداقت و صدیقیت خود رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان فرمائی ہے جیسا کہ سورۂ مریم میں ہے:

اِنَّهٗ كَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا [5] — **ترجمہ**: بیشک وہ بہت ہی سچے نبی تھے۔

یہ آیت مبارکہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام بہت ہی سچے تھے، ہمیشہ سچی بات کہی اور کبھی کوئی

---

1 ...قصص الانبیاء لابن کثیر، ص۲۳۷، ملتقطاً۔ 2 ...پ۲۳، الصّٰفّٰت:۸۹۔ 3 ...پ۱۷، الانبیاء:۶۳۔

4 ...بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قولہ تعالٰی: واتخذ اللہ...الخ، ۲/۴۲۲، حدیث:۳۳۵۸۔ 5 ...پ۱۶، مریم:۴۱۔

جھوٹ نہیں بولا۔

دوسری بات یہ کہ بخاری شریف کی حدیث پاک میں جو اِن تین باتوں کو جھوٹ کہا گیا یہ در اصل عام سننے والوں کے فہم کے اعتبار سے ہے کہ انہیں یہ تین باتیں سن کر بظاہر جھوٹ محسوس ہوں حالانکہ حقیقتاً جھوٹ نہیں۔ علمی زبان میں انہیں تعریض و توریہ کہتے ہیں، یعنی ایسا لفظ بولا جائے جس کے دو معنی ہوں ایک قریب اور ایک بعید۔ متکلم تو بعید والے معنی کا ارادہ کرے جبکہ مخاطب کے ذہن میں قریب والا معنی آئے۔ الفاظ کا ایسا استعمال ضرورت کے وقت بالکل جائز ہے اور اس کی وجہ سے انسان صریح جھوٹ بولنے سے بچ جاتا ہے، یہی آیات کی تفسیر ہے اور یہی حدیثِ بخاری کا مفہوم۔ لہٰذا نہ آیت پر اِشکال ہے اور نہ ہی حدیث کا اِنکار ہو سکتا ہے اور ایک اہم بات یہ کہ قادیانی اپنے جھوٹے مدعی نبوت مرزا قادیانی کے جھوٹوں سے جان چھڑانے کے لیے حدیثِ بخاری کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں اور یہ بالکل غلط ہے کیونکہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے اقوال میں واضح تاویل موجود ہے جو ہم نیچے ذکر کریں گے لیکن مرزا قادیانی کے پیش کیے جانے والے جھوٹ ظاہراً، باطناً، واقعتاً، حقیقتاً ہر طرح سے جھوٹ ہیں۔ مرزا قادیانی تو جھوٹے دعوے، جھوٹی بشارتیں، جھوٹی وعیدیں، جھوٹے ڈراوے، موت کی جھوٹی مدتیں بیان کرتا رہا اور پھر ساری زندگی اس طرح کے دعووں اور ڈینگوں کے بعد شرمندگی اٹھاتا رہا۔ اس کی زندگی بھر کی کذب بیانی کو حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی صدیقیت سے کیا نسبت۔ بلکہ یہاں قادیانیوں کے باطل اعتراض کا جواب دینا مقصود نہ ہوتا تو ابوالانبیاء، خلیلُ اللہ، صاحبِ ملتِ حنیف، حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے مبارک، پاک تذکرے میں قادیانی کا نام بھی ذکر نہ کیا جاتا۔

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے تینوں اقوال میں واضح تاویل موجود ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی یہ باتیں حقیقتاً جھوٹ نہیں بلکہ بظاہر واقع کے خلاف لگتی ہیں جبکہ حقیقت میں سچائی سے معمور ہیں، ذیلی سطور میں ہر ایک کی تاویل ملاحظہ ہو۔

(1) حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو بہن کہنا:

ایک قول کے مطابق حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی زوجہ حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا آپ کی چچازاد بہن تھیں۔[1] تو ممکن ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں اس رشتے کے لحاظ سے بہن کہا ہو تو بالکل درست اور سچ ہوا، اور بالفرض اگر یہ رشتہ نہ

---

[1]... فتح الباری، کتاب البیوع، باب شراء المملوک... الخ، ۸/۵۳۵، تحت الحدیث: ۲۲۱۷۔

بھی ہو تو دینی رشتے کے لحاظ سے حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ عَنْہا آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی بہن تھیں، تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے بہن سے اسلامی بہن مراد لیا اور یہاں حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ عَنْہا کی پاکدامنی کی حفاظت کے لئے اور بادشاہ کی دست درازی اور ظلم و ستم سے بچانے کے لئے ایک لفظ بول کر اس کا بعید معنیٰ یعنی اسلام کے رشتے سے بہن مراد لیا جبکہ بادشاہ نے اس کا قریب معنیٰ یعنی نسب کے رشتے سے حقیقی بہن سمجھا۔ خود غور کر لیں کہ ایسے موقع پر اِس طرح کا ذو معنیٰ لفظ بولنا درست اور سچ ہے یا نہیں؟

(2) خود کو بیمار کہنا:

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی اس بات میں بھی جھوٹ نہیں بلکہ یہ حقیقت کے عین مطابق ہے کیونکہ سَقِیْم کا معنی مرض ہے اور مرض بدن میں بھی ہوتا ہے اور دل میں بھی۔ بدن کو تکلیف پہنچے تو بدن مریض اور دل کو تکلیف پہنچے تو دل مریض جیسے کوئی تکلیف پہنچائے تو کہتے ہیں کہ تم نے میرا دل زخمی کر دیا یا میرا دل زخموں سے بھرا پڑا ہے۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے "اِنِّیْ سَقِیْمٌ" کہہ کر اس سے اپنی جسمانی علالت نہیں بلکہ قلب کی تکلیف مراد لی تھی، یعنی تمہارے کفر و سرکشی کی وجہ سے میرا دل دکھی ہے اور یہ حقیقت کے عین مطابق ہے جبکہ قوم نے یہ سمجھا کہ آپ کسی جسمانی بیماری میں مبتلا ہیں۔

اس کی ایک علمی تاویل یہ بھی ہے کہ "سَقِیْم" اسم فاعل کا صیغہ ہے اور اسم فاعل کبھی مستقبل کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، جیسے قرآن پاک میں ہے "اِنَّكَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ" یعنی (اے حبیب!) بیشک تمہیں انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔"[1] لہٰذا "اِنِّیْ سَقِیْمٌ" کا معنی ہوا "میں بیمار ہونے والا ہوں" اس کا حاصل یہ نکلا کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے مستقبل میں اپنے بیمار ہونے کی خبر دی لیکن چونکہ آپ نے یہ بات ستاروں پر نگاہ ڈال کر کہی تھی تو وہ لوگ اپنے عقیدے کے مطابق یہ سمجھے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کسی نجس ستارے کے اثرِ بد میں مبتلا ہونے کی وجہ سے ابھی بیمار ہیں اور انہوں نے علمِ نجوم کے ذریعے اپنی موجودہ بیماری کا حال معلوم کر لیا ہے، یوں وہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو ساتھ لے جانے کی بجائے وہیں چھوڑ کر چلے گئے۔

(3) بت شکنی کی نسبت بڑے بت کی طرف کرنا۔

بت شکنی کے بعد پوچھ گچھ ہونے پر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے کہا کہ "بلکہ ان کے اس بڑے نے کیا ہے" یہ

---

[1]... پ۲۳، الزمر: ۳۰۔

فرمان حقیقت میں قوم کو گمراہی پر متنبہ کرنے کے لئے تھا کیونکہ یہ بات تو لوگ بھی جانتے تھے کہ بت حرکت کرنے اور بولنے سے عاجز ہیں تو اب ایک بڑے بت کی طرف حرکت کرنے اور دیگر بتوں کو توڑنے کی نسبت کرنے پر یہ کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے الفاظ سے حقیقی معنیٰ مراد لیا ہے بلکہ یہ نفیس انداز میں استہزاء اور عقیدے کی غلطی پر تنبیہ کرنے کی کوشش ہے۔ اس طرح کی مثالیں خود ہماری زندگی میں دن رات پیش آتی ہیں مثلاً لڑائی کے وقت کوئی بھاگنے والا شخص سامنے آئے تو لوگ بول دیتے ہیں کہ دیکھو بھئی، ہماری قوم کا بہادر سپوت تشریف لایا ہے۔ اس جملے کا حقیقی معنیٰ کون لیتا ہے؟ کوئی بھی نہیں بلکہ یہ اس شخص کا استہزاء اور اس کے لئے تنبیہ ہوتی ہے۔ خود قرآن مجید میں اس کی مثالیں موجود ہیں جیسے قومِ لوط کے کفار نے کہا تھا ” اِنَّهُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَهَّرُوْنَ “[1] کیا اس کا حقیقی معنیٰ مراد تھا کہ وہ لوگ حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام اور اہلِ ایمان کو پاکیزہ سمجھتے تھے، ہرگز نہیں بلکہ ان کا مقصود صرف مذاق اڑانا تھا تو حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے واقعے میں یہ کیوں نہیں کہ یہاں قوم کو ان کی جہالت وضلالت پر توجہ دلانے کے لئے آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اسی انداز میں کلام کیا جس کا ظاہری معنیٰ ہرگز مقصود نہیں بلکہ مقصود یہ تھا کہ قوم پر یہ بات واضح ہوجائے کہ جو بت اپنے آپ کو ٹوٹ پھوٹ سے نہ بچا سکے اور بڑا بت پوچھنے پر کوئی جواب نہ دے سکے تو وہ کسی اور کو کیا نفع یا نقصان پہنچائے گا اور ایسا عاجز و بے بس کہاں اس لائق ہے کہ اسے عبادت جیسی عظیم ترین تعظیم کا حق دار ٹھہرایا جائے لہٰذا آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا یہ کلام جھوٹ نہیں بلکہ اظہارِ حق کے لیے اختیار کیا گیا ایک طریقہ تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی تینوں باتیں اگرچہ ظاہری طور پر واقع کے خلاف ہیں لیکن در حقیقت جھوٹ نہیں اور جب جھوٹ نہیں تو عصمتِ نبوت کے بھی منافی نہیں ہیں۔

درس ونصیحت

اس باب میں ہمارے لیے درس ونصیحت کی بہت سی باتیں موجود ہیں، جیسے:

نیک اولاد اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے: نیک اولاد اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت اور اس کی دعا مانگنا سنتِ انبیاء ہے، اس لئے جب بھی اللہ تعالیٰ سے اولاد کی دعا مانگی جائے تو نیک اور صالح اولاد کی دعا مانگنی چاہیے۔

اولاد کو علمِ دین سکھایئے: حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے ساتھ اپنے بیٹے کے لئے بھی عبادت کے طریقے سیکھنے کی دعا

[1]... پ۸، اعراف: ۸۲.

کی۔ مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنی اولاد کو دین کا علم بھی سکھائے اور اس علم کو سکھانے میں اُس سے زیادہ توجہ دے جتنی دنیا کا علم سکھانے پر توجہ دیتا ہے۔

سلام کہنے کی تاریخ: فرشتے جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت کی بشارت دینے آئے تو سلام کہا، اس سے معلوم ہوا کہ سلام کرنا اور اس کا جواب دینا بڑی پرانی سنت ہے کہ دوسرے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے دین میں بھی تھی بلکہ حدیث مبارک سے ثابت ہے کہ سلام کا طریقہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو سکھایا گیا جیسا کہ اس کتاب میں صفحہ 76 پر بیان ہو چکا۔

اولاد کو صحیح عقائد اور نیک اعمال کی وصیت کی جائے: حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے بیٹوں کو وصیت فرمائی: ”اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ“ ترجمہ: بیشک اللہ نے یہ دین تمہارے لئے چن لیا ہے تو تم ہرگز نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔“ [1] اس میں یہ درس ہے کہ والدین کو صرف مال کے متعلق ہی وصیت نہیں کرنی چاہیے بلکہ اولاد کو عقائدِ صحیحہ، اعمالِ صالحہ، دین کی عظمت، دین پر استقامت، نیکیوں پر مداومت اور گناہوں سے دور رہنے کی وصیت بھی کرنی چاہیے۔ اولاد کو دین سکھانا اور ان کی صحیح تربیت کرتے رہنا والدین کی ذمہ داری ہے، جیسا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اپنی اولاد کے ساتھ نیک سلوک کرو اور انہیں اچھے ادب سکھانے کی کوشش کرو۔“ [2]

باب:5

احادیث میں حضرت ابراھیم عَلَیْہِ السَّلَام کا تذکرہ

کثیر احادیث میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا تذکرہ کیا گیا ہے، جن میں سے بعض احادیث مختلف ابواب میں ذکر کی جا چکی ہیں، یہاں ان کے علاوہ 13 احادیث ملاحظہ ہوں۔

دعائے ابراہیمی کے مصداق:

حضرت عرباض بن ساریہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: میں اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُمُّ الکتاب میں آخری نبی لکھا ہوا تھا جب حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام ابھی حالتِ خمیر

1 ...پ۱، البقرۃ: ۱۳۲۔ 2 ... ابن ماجه، کتاب الادب، باب بر الوالد والاحسان الی البنات، ۴/۱۸۹، ۱۹۰، حدیث: ۳۶۷۱۔

میں تھے، میں اپنے والد حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی بشارت ہوں۔[1]

اللہ تعالیٰ کے خلیل:

حضرت جندب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصال سے پانچ دن پہلے سنا کہ آپ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے حضور اس چیز سے بری ہوتا ہوں کہ تم میں سے کسی کو اپنا خلیل بناؤں، اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی اپنا خلیل بنایا ہے جیسے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو خلیل بنایا، اور اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ضرور ابو بکر کو بناتا۔[2]

درودِ ابراہیمی کی تعلیم:

حضرت کعب بن عجرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرماتے ہیں، ہم نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں عرض کی: یارسول اللہ! صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو سکھا دیا ہے لیکن آپ پر درود کیسے بھیجیں؟ ارشاد فرمایا: یوں کہو: ’’اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ، اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ‘‘ ترجمہ: اے اللہ! محمد اور آلِ محمد پر رحمتیں بھیج جیسے تو نے ابراہیم اور آلِ ابراہیم پر رحمتیں بھیجیں، بیشک تو تعریف کے لائق، بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! محمد و آلِ محمد پر ایسی ہی برکتیں بھیج جیسی برکتیں ابراہیم اور آلِ ابراہیم پر اتاریں، بیشک تو تعریف کے لائق، بزرگی والا ہے۔[3]

مدینہ منورہ سے متعلق دعا:

حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے، حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دعا فرمائی: اے اللہ! حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے مکہ کو حرم بنایا تو تو نے اسے حرم بنادیا اور میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں، اس کے دونوں پہاڑوں کے درمیان حرم ہے، یہاں خونریزی نہ کی جائے اور نہ ہی اس میں لڑائی کے لیے ہتھیار اٹھائے جائیں اور اس میں

1... مسند امام احمد، مسند الشامیین، حدیث العرباض بن ساریۃ، ۶/۸۴، حدیث: ۱۷۱۵۰۔

2... مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب النھی عن بناء المساجد...الخ، ص۲۱۳، حدیث: ۱۱۸۸۔

3... بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، ۲/۴۲۹، حدیث: ۳۳۷۰۔

کوئی درخت نہ اکھیڑا جائے مگر چارہ کے لیے۔ اے اللہ! ہمارے لیے مدینہ میں برکت عطا کر۔ اے اللہ! ہمارے لیے اس کے صاع اور مد میں برکت دے۔ اے اللہ! اس میں برکت دگنی کر دے۔ (مُد اور صاع وزن کے پیمانے ہیں۔)[1]

مونچھیں تراشنا سنتِ ابراہیمی ہے:

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی مونچھیں تراشتے تھے اور ان سے پہلے تمہارے والد حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام بھی اپنی مونچھیں تراشا کرتے تھے۔[2]

نارِ نمرود اور چھپکلی کا کردار:

حضرت سائبہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا سے روایت ہے کہ وہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے ہاں گئیں تو ان کے گھر میں ایک نیزہ رکھا ہوا دیکھ کر عرض کی: اے ام المؤمنین! آپ اس کے ساتھ کیا کرتی ہیں؟ فرمایا: ہم اس کے ساتھ چھپکلیوں کو مارتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں بتایا کہ جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو آگ میں ڈالا گیا تو زمین کا ہر جانور اس آگ کو بجھا رہا تھا لیکن چھپکلی اس پر پھونکیں مارتی رہی۔ پھر رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا۔[3]

حضرت اُمّ شریک رَضِیَ اللہُ عَنْہَا فرماتی ہیں: رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے چھپکلی کو قتل کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: یہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام پر پھونکیں مارتی تھی۔[4]

شبِ معراج حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام سے ملاقات:

حضرت مالک بن صعصعہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: پھر ہم ساتویں آسمان پر آئے تو پوچھا گیا: یہ کون ہیں؟ کہا: جبریل ہیں۔ پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہیں؟ کہا: محمد مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔ کہا گیا: بیشک انہیں بلایا گیا ہے، انہیں مرحبا، کتنا اچھا ہے ان کا تشریف لانا۔ پھر میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ

---

1 ...مسلم، کتاب الحج، باب الترغیب فی سکنی...الخ، ص۵۴۸، حدیث: ۳۳۳۶۔

2 ...ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی قص الشارب، ۴/۳۴۹، حدیث: ۲۷۶۹۔

3 ...ابن ماجہ، کتاب الصید، باب قتل الوزغ، ۳/۵۸۱، حدیث: ۳۲۳۱۔

4 ...بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالٰی: واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا، ۲/۴۲۳، حدیث: ۳۳۵۹۔

السَّلَام کے پاس آیا اور انہیں سلام کیا تو انہوں نے کہا: آپ کو مرحبا جو بیٹے اور نبی ہیں۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: یہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام ہیں۔ (1)

مسلم شریف کی روایت میں ہے: حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب مجھے ساتویں آسمان پر لے جایا گیا تو میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس آیا جو بیت المعمور سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جو دوبارہ لوٹ کر نہیں آتے۔ (2)

شبِ معراج، امتِ مصطفٰی کے نام پیغام:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: شبِ معراج میری ملاقات حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا: اے محمد! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، اپنی امت کو میرا سلام پہنچائیں اور انہیں بتادیں کہ جنت کی زمین بہت زرخیز اور وہاں کا پانی بہت شیریں ہے، جنت میں سفید زمین بہت ہے اور وہاں کے درخت پر یہ کلمات ہیں ” سُبْحَانَ اللہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاللہُ اَکْبَرُ “ یعنی اللہ پاک ہے، اسی کی تعریف ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ بہت بڑا ہے۔ (3)

روزِ قیامت حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے حاجت روا:

مسلم شریف کی حدیث پاک میں ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تین دعاؤں کا اختیار دیا گیا تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دو بار فرمایا: اے اللہ! میری امت کو بخش دے۔ اے اللہ! میری امت کو بخش دے۔ تیسری دعا کے بارے میں فرمایا: میں نے تیسری دعا کو اس دن کے لئے مؤخر کر دیا جس دن ساری مخلوق میری طرف راغب ہوگی یہاں تک کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام بھی۔ (4)

اس سے معلوم ہوا کہ روزِ قیامت حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام سمیت ساری مخلوق سید المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

1... بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ، ۲/۳۸۱، حدیث: ۳۲۰۷، بخاری، کتاب الصلاۃ، باب کیف فرضت الصلوات فی الاسراء، ۱/۱۴۱، حدیث: ۳۴۹۔

2... مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء برسول... الخ، ص۸۷، حدیث: ۴۱۱۔

3... ترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی فضل التسبیح... الخ، ۵/۲۸۶، حدیث: ۳۴۷۳۔

4... مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب بیان ان القراٰن علی... الخ، ص۳۱۸، حدیث: ۱۹۰۴۔

وَسَلَّم کی حاجت مند ہو گی، اسی لیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْه فرماتے ہیں:

لَا وَرَبِّ الْعَرْش جس کو جو ملا ان سے ملا ‏ ‏ بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا ‏ ‏ ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

روزِ قیامت بارگاہِ ابراہیم میں مخلوق کی حاضری:

بخاری شریف میں ہے: (روزِ قیامت) لوگ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ السَّلَام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: آپ اللہ تعالیٰ کے نبی اور زمین والوں میں سے اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں، آپ ہمارے لیے اپنے رب کے پاس شفاعت کیجیے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہم کس حال میں ہیں؟ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ السَّلَام ان سے فرمائیں گے: میرے رب نے آج جیسا غضب فرمایا ہے ایسا نہ اس سے پہلے کیا اور نہ ہی آج کے بعد کرے گا۔ میں نے تین بار (بظاہر) خلاف واقع بات کی ہے۔ مجھے اپنی فکر ہے، مجھے اپنی فکر ہے، مجھے اپنی فکر ہے، تم میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ، تم حضرت موسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام کے پاس چلے جاؤ۔[1]

یہاں حضرت ابراہیم عَلَیْهِ السَّلَام کا فرمانا کہ مجھے اپنے تین اقوال کی وجہ سے اپنی فکر ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و ہیبت اور قیامت کے دن ظہورِ جلال و قہرِ الٰہی کی وجہ سے ہو گا ورنہ جو باتیں آپ نے فرمائیں، ان کا درست و جائز ہونا تو اوپر ذکر ہو چکا اور اگر وہ باتیں معاذ اللہ گناہ ہوتیں تو اللہ تعالیٰ انہیں توبہ کا حکم دیتا اور حضرت ابراہیم عَلَیْهِ السَّلَام توبہ کرتے لیکن اتنی اہم بات کے ہوتے ہوئے بھی قرآن و حدیث میں توبہ کا کوئی تذکرہ موجود نہیں ہے۔

روزِ قیامت حضرت ابراہیم عَلَیْهِ السَّلَام کا اپنے چچا آزر سے مکالمہ:

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللهُ عَنْه سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن حضرت ابراہیم عَلَیْهِ السَّلَام کی اپنے باپ (یعنی چچا) آزر سے ملاقات ہو گی اور آزر کے منہ پر دھواں اور گرد و غبار ہو گا۔ آپ عَلَیْهِ السَّلَام اس سے فرمائیں گے: کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کر۔ آزر کہے گا: آج میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ السَّلَام (بارگاہِ الٰہی میں) عرض کریں گے: یا رب! بیشک تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ تو مجھے اس دن رسوا نہ فرمائے گا جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے، تو اس سے بڑھ کر کون سی بڑی رسوائی ہو گی

[1] ... بخاری، کتاب التفسیر، باب ذریۃ من حملنا مع... الخ، ۳/۲۶۰، حدیث: ۴۷۱۲۔

کہ میرا باپ (یعنی چچا) رحمت سے دور ہو؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے کفار پر جنت حرام کر دی ہے۔ پھر کہا جائے گا: اے ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام! تمہارے پاؤں کے نیچے کیا ہے؟ آپ عَلَیْہِ السَّلَام دیکھیں گے تو وہ گندگی میں لتھڑا ہوا ایک بھیڑیا ہو گا (جو کہ آزر کی بگڑی ہوئی شکل ہو گی) پھر اسے ٹانگوں سے پکڑ کر آگ میں ڈال دیا جائے گا۔[1]

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا جنتی محل:

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بیشک جنت میں موتیوں سے بنا ہوا ایک محل ہے جس میں نہ ہی دراڑیں ہیں اور نہ ہی کوئی کمزوری، اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے خلیل حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی مہمانی کے لیے تیار کیا ہے۔[2]

دعا: اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے خلیل حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی مبارک سیرت پر عمل پیرا ہونے اور ان کی مبارک زندگی کے مختلف گوشوں سے علم و عمل کے آبدار موتی چننے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

1... بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالی: واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا، ۲/۴۲۰، حدیث: ۳۳۵۰.

2... مسند بزار، عکرمۃ عن ابی ھریرۃ، ۱۵/۲۹۰، حدیث: ۸۷۸۹.

حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام

فہرست ابواب

حضرت اسماعیل عَلَيْهِ السَّلَام

آپ عَلَيْهِ السَّلَام حضرت ابراہیم عَلَيْهِ السَّلَام کے بڑے فرزند اور سید المرسلین صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے جدِّ اعلیٰ ہیں۔ حضرت ہاجرہ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا کے بطنِ پاک سے پیدا ہوئے۔ ولادت سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کی بشارت دیدی۔ ننھی عمر میں ہی حکمِ الٰہی سے والد محترم آپ اور آپ کی والدہ کو اس سرزمین چھوڑ آئے جو آج مکہ مکرمہ کے نام سے مشہور ہے اور اس وقت یہ علاقہ ایک ویران جگہ تھی۔ یہاں جب آپ پیاس کی شدت سے بے قرار ہوئے تو والدہ ماجدہ نے پانی کی تلاش میں صفا و مروہ پہاڑوں کے سات چکر لگائے لیکن کہیں سے پانی نہ ملا، اس پریشانی کے عالَم میں فرشتے کے پر مارنے یا حضرت اسماعیل عَلَيْهِ السَّلَام کی مبارک ایڑیاں لگنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے زم زم کا چشمہ جاری کر دیا جو آج تک جاری و ساری ہے اور رہتی دنیا تک رہے گا۔ قرآن و حدیث اور دیگر کتب میں آپ عَلَيْهِ السَّلَام کے مختلف احوال مذکور ہیں جنہیں یہاں 4 ابواب میں تقسیم کر کے بیان کیا گیا ہے۔

باب: 1

حضرت اسماعیل عَلَيْهِ السَّلَام کے واقعات کے قرآنی مقامات

آپ عَلَيْهِ السَّلَام کا مختصر تذکرہ متعدد سورتوں میں موجود ہے اور کچھ احوال کا تفصیلی بیان درجِ ذیل 6 سورتوں میں ہے:

(1) سورۂ بقرہ، آیت: 125، 127۔ (2) سورۂ انعام، آیت: 86۔ (3) سورۂ مریم، آیت: 54، 55۔

(4) سورۂ انبیاء، آیت: 85، 86۔ (5) سورۂ صافات، آیت: 101 تا 107۔ (6) سورۂ صٓ، آیت: 48۔

باب: 2

حضرت اسماعیل عَلَيْهِ السَّلَام کا تعارف

ولادت:

ارضِ مقدس پہنچنے کے بعد حضرت ابراہیم عَلَيْهِ السَّلَام نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی تھی کہ

رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ [1] **ترجمہ**: اے میرے رب! مجھے نیک اولاد عطا فرما۔

یہ دعا قبول ہوئی اور رب تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو ایک بردبار لڑکے کی بشارت دی، جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے:

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ [2] **ترجمہ**: تو ہم نے اسے ایک بردبار لڑکے کی خوشخبری سنائی۔

کچھ عرصے بعد آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا سے نکاح فرمایا تو ان کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے وہ فرزند عطا فرمایا جس کی بشارت دی تھی اور یہ حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام تھے۔

نام و لقب:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا نام مبارک "اسماعیل" ہے، اس کی وجہ تسمیہ سے متعلق منقول ہے کہ جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام اولاد کے لیے دعا مانگتے تو اس کے بعد کہتے تھے "اِسْمَعْ اِیْل" یعنی اے اللہ میری دعا سن لے یعنی قبول فرما لے۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرزند عطا فرمایا تو اس دعا کی یادگار میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان کا نام "اسماعیل" رکھا۔[3]

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا لقب "ذَبِیْحُ اللہ" ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے والد حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو انہیں ذبح کرنے کا حکم دیا اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے حکمِ الٰہی سن کر کسی تأمل کے بغیر خود کو قربانی کے لیے پیش کر دیا تھا۔

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے پہلے فرزند:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے پہلے فرزند ہیں اور تمام مسلمانوں اور سبھی اہل کتاب کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام سے عمر میں بڑے ہیں۔[4]

بعثت:

اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو قبیلہ جُرہم اور سرزمین حجاز میں رہنے والی قوم عمالیق کی طرف مبعوث فرمایا جنہیں آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے تبلیغ و نصیحت فرمائی تو کچھ لوگ آپ پر ایمان لے آئے اور کچھ کافر ہی رہے۔[5]

1...پ۲۳، الصافات: ۱۰۰۔ 2...پ۲۳، الصافات: ۱۰۱۔ 3...روح المعانی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۲۵، ۱/۵۱۷۔

4...ابن کثیر، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۰۱، ۷/۲۳۔ 5...الروض الانف، ذکر اسماعیل علیہ السلام وبنیہ، ۱/۴۲، ملخصاً۔

نزولِ احکام:

حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام پر جداگانہ کوئی کتاب یا صحیفہ نازل نہیں ہوا بلکہ یہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام پر نازل ہونے والے صحیفوں کے تابع تھے البتہ وحی کے ذریعے آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر بعض احکام کا نزول ہوا جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ كَمَاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖۚ وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ عِیْسٰى وَ اَیُّوْبَ وَ یُوْنُسَ وَ هٰرُوْنَ وَ سُلَیْمٰنَ [1]

ترجمہ: بیشک اے حبیب! ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی جیسے ہم نے نوح اور اس کے بعد پیغمبروں کی طرف بھیجی اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کے بیٹوں اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی فرمائی۔

اس وحی سے متعلق قرآن کریم میں ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ:

قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ [2]

ترجمہ: (اے مسلمانو!) تم کہو: ہم اللہ پر اور جو ہماری طرف نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان لائے اور اس پر جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد کی طرف نازل کیا گیا۔

اولادِ حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے بارہ بیٹے ہوئے اور ان کی اولاد میں رب کریم عَزَّوَجَلَّ نے اس قدر برکت عطا فرمائی کہ وہ بہت جلد پورے عرب میں پھیل گئے یہاں تک کہ مغرب میں مصر کے قریب تک ان کی آبادیاں جا پہنچیں اور جنوب کی طرف ان کے خیمے یمن تک پہنچ گئے اور شمال کی طرف ان کی بستیاں ملک شام سے جا ملیں۔

اوصاف:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام انتہائی اعلیٰ و عمدہ اوصاف کے مالک تھے جن میں سے 5 اوصاف یہ ہیں۔

(1، 2) آپ عَلَیْہِ السَّلَام وعدے کے سچے اور غیب کی خبریں دینے والے رسول تھے۔

---

[1]...پ٦، النساء: ١٦٣۔ [2]...پ١، البقرۃ: ١٣٦۔

قرآنِ کریم میں ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ٘ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا (1)

ترجمہ: اور کتاب میں اسماعیل کو یاد کرو بیشک وہ وعدے کا سچا تھا اور غیب کی خبریں دینے والا رسول تھا۔

یاد رہے کہ تمام انبیاءِ کرام عَلَيْهِمُ السَّلَام وعدے کے سچے ہی ہوتے ہیں مگر آپ عَلَيْهِ السَّلَام کا خصوصی طور پر ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ عَلَيْهِ السَّلَام اس وصف میں بہت زیادہ ممتاز تھے مثلاً والدِ ماجد سے وعدہ کیا کہ آپ مجھے حکمِ خداوندی پر ذبح کر دیں، آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور پھر آپ عَلَيْهِ السَّلَام نے اس وعدے کو پورا کیا۔

(3) آپ عَلَيْهِ السَّلَام مخلوق میں ایک بہترین فرد تھے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَ الْيَسَعَ وَ ذَا الْكِفْلِ ؕ وَ كُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ (2)

ترجمہ: اور اسماعیل اور یسع اور ذو الکفل کو یاد کرو اور سب بہترین لوگ ہیں۔

(4) آپ عَلَيْهِ السَّلَام اپنی طاعت و اعمال، صبر و استقلال اور احوال و خصال کی وجہ سے بارگاہِ الٰہی کے بڑے پسندیدہ بندے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ كَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا (3)

ترجمہ: اور وہ اپنے رب کے ہاں بڑا پسندیدہ بندہ تھا۔

(5) آپ عَلَيْهِ السَّلَام صابرین کے اعلیٰ ترین گروہ میں داخل تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِدْرِيْسَ وَ ذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ (4)

ترجمہ: اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو (یاد کرو) وہ سب صبر کرنے والے تھے۔

آپ عَلَيْهِ السَّلَام کے واقعاتِ صبر میں نمایاں واقعہ ویران اور بے آب و گیاہ سرزمین میں رہنے اور حکمِ الٰہی پر خود کو قربانی کے لیے پیش کرنے پر صبر فرمانا ہے۔

انعاماتِ الٰہی:

آپ عَلَيْهِ السَّلَام پر اللہ تعالیٰ نے بہت سے انعامات فرمائے جن میں سے 3 یہ ہیں:

(1،2) اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَيْهِ السَّلَام کو اپنی خاص رحمت میں داخل کیا اور اپنے قربِ خاص کے لائق بندوں

---

(1)...پ۱۶، مریم: ۵۴۔ (2)...پ۲۳، صٓ: ۴۸۔ (3)...پ۱۶، مریم: ۵۵۔ (4)...پ۱۷، الانبیاء: ۸۵۔

میں شمار فرمایا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اَدْخَلْنٰهُمْ فِیْ رَحْمَتِنَاؕ-اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ [1]

ترجمہ: اور انہیں ہم نے اپنی رحمت میں داخل فرمایا، بیشک وہ ہمارے قربِ خاص کے لائق لوگوں میں سے ہیں۔

(3) آپ عَلَیْهِ السَّلَام کو آپ کے زمانے میں تمام جہان والوں پر فضیلت عطا کی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ الْیَسَعَ وَ یُوْنُسَ وَ لُوْطًاؕ-وَ كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِیْنَ [2]

ترجمہ: اور اسماعیل اور یَسَع اور یونس اور لوط کو (ہدایت دی) اور ہم نے سب کو تمام جہان والوں پر فضیلت عطا فرمائی۔

باب: 3

سیرتِ اسماعیل عَلَیْهِ السَّلَام کے اہم واقعات

اس باب میں حضرت اسماعیل عَلَیْهِ السَّلَام کی حیاتِ مبارکہ میں پیش آنے والے چند اہم واقعات کا ذکر ہے، جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

حضرت اسماعیل عَلَیْهِ السَّلَام کو سرزمینِ حرم چھوڑنا اور دعائے ابراہیمی:

ننھی عمر میں ہی آپ عَلَیْهِ السَّلَام کے والد محترم حضرت ابراہیم عَلَیْهِ السَّلَام نے آپ عَلَیْهِ السَّلَام کو والدہ محترمہ حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا کے ہمراہ سرزمینِ حرم چھوڑ دیا۔ اس واقعہ کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ السَّلَام کی پہلی زوجہ حضرت سارہ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی اور جب حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا کے بطنِ پاک سے حضرت اسماعیل عَلَیْهِ السَّلَام کی ولادت ہوئی تو اس وجہ سے ان کے دل میں کچھ جذبات پیدا ہوئے۔ آپ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا نے حضرت ابراہیم عَلَیْهِ السَّلَام سے کہا: آپ ہاجرہ اور اُن کے بیٹے کو میرے پاس سے جدا کر دیجئے۔ حکمتِ الٰہی نے یہ ایک سبب پیدا کیا تھا، چنانچہ وحی آئی کہ اے ابراہیم! حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اور حضرت اسماعیل عَلَیْهِ السَّلَام کو سرزمین حرم چھوڑ آئیں۔ [3] چنانچہ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ السَّلَام حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل عَلَیْهِ السَّلَام کو لے کر

1...پ۱۷، الانبیاء: ۸۶۔ 2...پ۷، الانعام: ۸۶۔ 3...تفسیر السراج المنیر، ابراھیم، تحت الآیۃ: ۳۷، ۲/۱۸۵، ملخصاً۔

آئے اور انہیں بیت اللہ کے پاس ایک گھنے درخت کے نیچے بٹھا دیا، یہ درخت مسجد کے اوپر والی جانب میں اس جگہ تھا جہاں زم زم ہے، ان دنوں مکہ میں نہ کوئی رہتا تھا اور نہ ہی وہاں پانی تھا۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں وہاں بٹھا کر ان کے پاس کھجوروں کی ایک تھیلی اور پانی کی مشک رکھ دی اور منہ پھیر کر وہاں سے روانہ ہوئے۔ حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کی والدہ ان کے پیچھے گئیں اور عرض کی: اے ابراہیم! آپ ہمیں ایسی وادی میں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں جس میں نہ کوئی انسان ہے اور نہ ہی کوئی اور چیز۔ حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے یہ بات کئی بار دہرائی لیکن حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے ان کی طرف توجہ نہ فرمائی، تب آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے عرض کی: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ ارشاد فرمایا: ہاں۔ عرض کی: تب تو اللہ تعالیٰ ہمیں ضائع نہ ہونے دے گا۔ پھر آپ لوٹ گئیں اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام روانہ ہو گئے یہاں تک کہ جب ثنیہ (پہاڑی) پر پہنچے اور ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئے تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے بیت اللہ کی طرف منہ کر کے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی۔[1]

حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کی پیاس اور چشمۂ زمزم:

(اپنی جگہ پہنچ کر حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کو گود میں لے کر اکیلی بیٹھ گئیں، پھر وقت یوں گزرنے لگا کہ) آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کو دودھ پلا دیتیں اور خود (مشک سے) پانی پی لیا کرتی تھیں یہاں تک کہ جب مشک کا پانی ختم ہو گیا تو انہیں بھی پیاس لگی اور فرزند کو بھی (کیونکہ دودھ ختم ہونے کی وجہ سے آپ عَلَیْہِ السَّلَام دودھ نہ پی سکے تھے۔) حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا اپنے نونہال کی طرف دیکھ رہی تھیں جو (حلق خشک ہونے کی وجہ سے) بے قرار ہو رہا تھا، آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا غمزدہ ہو کر وہاں سے ہٹ گئیں اور دیکھا کہ ان کے نزدیک ترین صفا پہاڑ ہے، آپ اس پر چڑھیں اور وادی کی طرف منہ کر کے دیکھنے لگیں کہ شاید کوئی انسان دکھائی دے لیکن انہیں کوئی نظر نہ آیا، پھر صفا پہاڑ سے اتریں یہاں تک کہ جب وادی میں پہنچیں تو انہوں نے اپنی قمیص کا دامن اٹھالیا (تاکہ اس سے الجھ کر گر نہ پڑیں) پھر کسی بے کل انسان کی طرح تیز دوڑیں حتی کہ وادی سے نکل گئیں، پھر مروہ پہاڑی پر آئیں اور اس پر کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں کہ شاید کوئی نظر آئے لیکن انہیں کوئی نظر نہ آیا، انہوں نے سات بار اس طرح کیا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اسی کی اتباع میں

---

[1]... بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب یزفون النسلان فی المشی، ۲/۴۲۴، حدیث: ۳۳۶۴.

لوگ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں۔

پھر (ساتویں بار) جب آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے مروہ پر چڑھ کر دیکھا تو ایک آواز سنی، انہوں نے خود سے کہا: خاموش۔ پھر دوبارہ آواز سنی تو کہا: تم نے اپنی آواز سنادی ہے، اگر تمہارے پاس مدد ہے (تو مدد کرو) اچانک دیکھا کہ جس جگہ زم زم ہے، وہاں ایک فرشتہ تھا، اس نے اپنی ایڑی یا پَر سے گڑھا کیا حتی کہ پانی نکل آیا۔ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا (یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور فوراً تشریف لا کر) پانی جمع کرنے لگیں اور اپنے ہاتھ سے اس کو اس طرح حوض کی شکل میں بنانے لگیں، پھر چلو سے پانی لے کر اسے اپنی مشک میں ڈالنا شروع کر دیا اور چلو سے پانی لینے کے بعد وہاں چشمہ ابل پڑا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اسماعیل کی ماں پر رحم فرمائے، اگر وہ زمزم کو یوں ہی چھوڑ دیتیں، یا فرمایا: اگر وہ چلو میں پانی نہ لیتیں تو وہ زم زم بہتا ہوا چشمہ بن جاتا۔

آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے مزید فرمایا: حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے پانی پیا، پھر اپنے فرزند کو دودھ پلایا۔ فرشتے نے ان سے کہا: آپ لوگ اپنے ضائع ہونے کا خوف نہ کریں کیونکہ یہیں بیت اللہ ہے جسے یہ لڑکا اور اس کے والد مل کر بنائیں گے اور بیشک اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو ضائع نہیں کرتا۔ [1]

جُرہم قبیلے کی آمد:

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: بیت اللہ کی جگہ ٹیلے کی طرح زمین سے بلند تھی، سیلاب اس کے دائیں بائیں سے زمین کاٹ کرلے جاتا تھا۔ وقت یونہی گزرتا رہا یہاں تک کہ جُرہم قبیلے کے قافلے یا جُرہم والوں کا وہاں سے گزر ہوا۔ وہ مقام کداء کے راستے سے آرہے تھے اور مکہ کے نشیبی علاقے میں ٹھہرے، انہوں نے چند پرندوں کو اڑتے ہوئے دیکھا تو کہا: یہ پرندے پانی کے گرد چکر لگا رہے ہیں حالانکہ ہم اس وادی میں پہلے بھی ٹھہرے تھے اس وقت تو یہاں بالکل پانی نہیں تھا۔ پھر انہوں نے ایک یا دو آدمی بھیجے تو انہوں نے واقعی وہاں پر پانی دیکھا اور جا کر قبیلے والوں کو خبر دی تو وہ لوگ بھی وہاں آ گئے۔ حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا پانی کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ قبیلے والوں نے پوچھا: کیا آپ اجازت دیتی ہیں کہ ہم آپ کے قریب ہی ٹھہر جائیں؟ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے فرمایا: ہاں، لیکن تمہارا پانی پر کوئی حق نہ ہو گا۔

---

1 ... بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب یزفون النسلان فی المشی، ۲/۴۲۴-۴۲۵، حدیث: ۳۳۶۴۔

انہوں نے کہا: ٹھیک ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: (یوں) حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کی والدہ کو لوگ مل گئے اور انہیں بھی پسند تھا کہ قریب میں انسان ہوں، چنانچہ یہ لوگ وہاں ٹھہر گئے اور انہوں نے اپنے گھر والوں کو بھی یہیں بلالیا یہاں تک کہ اس جگہ کئی گھر آباد ہو گئے۔[1]

فصیح و بلیغ عربی زبان میں کلام:

کچھ عرصے میں حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام بھی بڑے ہو گئے، آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی مادری زبان قبطی اور پدری زبان عبرانی تھی اور جُرہم قبیلہ کے لوگوں کے درمیان پلنے بڑھنے کے دوران اُن سے عربی زبان بھی سیکھ لی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو اس زبان کی فصاحت و بلاغت سے نواز دیا، چنانچہ سب سے پہلے آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ہی فصیح و بلیغ عربی زبان میں کلام فرمایا۔[2]

عظیم قربانی:

حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کی حیات مبارکہ کا ایک اہم ترین واقعہ حکمِ الٰہی سے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی قربانی ہے۔ یہ واقعہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی سیرت کے بیان میں تفصیل کے ساتھ صفحہ 310 پر گزر چکا ہے، البتہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی سیرت کے ساتھ بھی گہرا تعلق ہونے کی وجہ سے یہاں اس کا خلاصہ ملاحظہ ہو، چنانچہ اس کا پس منظر یہ ہے کہ ایک دن حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کو ان کے والد حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے بتایا: اے میرے بیٹے! میں نے خواب دیکھا ہے کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی خواب حق اور وحی الٰہی ہوتی ہے، لہٰذا اب تو دیکھ لے کہ اس بارے تیری کیا رائے ہے۔ والد محترم کی بات سنتے ہی حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: اے باباجان! آپ وہ کیجئے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے چاہا تو عنقریب آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔ نورِ نظر کے اس جواب کے بعد حکم الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کا وہ مرحلہ آیا جسے چشم تصور سے دیکھنے والا بھی دہل کر رہ جاتا ہے، چنانچہ حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام اپنے والد کے ہم قدم منیٰ شریف پہنچے اور یہاں ایک جگہ پر حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کو پیشانی کے بل لٹا دیا اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام پتھر پر رگڑ کر چھری تیز کرنے لگے۔ سبحان اللہ، یہ کیا عجب منظر تھا کہ ایک

1... بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب یزفون النسلان فی المشی، ۲/۴۲۵، حدیث: ۳۳۶۴.

2... فتح الباری، کتاب احادیث الانبیاء، باب یزفون النسلان فی المشی، ۷/۳۲۹-۳۳۰، تحت الحدیث: ۳۳۶۴، ملخصاً.

طرف والد جو کہ محبت و شفقت کا مجسم اور دوسری طرف فرزند جو کہ اطاعت و عقیدت کی کامل تصویر تھے اور آج یہ دونوں ہی اپنی زندگی کا انوکھا باب کھولنے اور حکمِ الٰہی کی بجاآوری کی ایک نئی تاریخ رقم کرنے کے لیے تیار ہو چکے تھے۔ والد نے فیصلہ کرلیا کہ میں نازوں کے پالے اور زندگی بھر کے ارمان کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر اس کے حضور قربان کردوں گا اور فرزندِ ارجمند نے عہد کرلیا کہ حکمِ الٰہی کے سامنے سر ہلانے کی جرأت بھی نہیں کروں گا۔

چھری تیز ہو جانے پر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام اٹھے اور پیشانی کے بل لیٹے ہوئے اپنے محبوب اور اکلوتے فرزند کے گلے پر پوری قوت سے چھری چلادی لیکن چھری نے حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کا گلا کاٹنا تو دور کی بات اس پر ذرا سی خراش تک نہ ڈالی اور رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ابراہیم! بیشک تو نے خواب سچ کر دکھایا۔ اس کے بعد حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کے فدیہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک مینڈھا بھیج دیا جو آپ کی جگہ ذبح ہوا۔

قرآن پاک میں ہے:

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰىؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ٘ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِۚ ﴿۱۰۳﴾ وَ نَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُۙ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَاۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ﴿۱۰۶﴾ وَ فَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ [1]

ترجمہ: پھر جب وہ اس کے ساتھ کوشش کرنے کے قابل عمر کو پہنچ گیا تو ابراہیم نے کہا: اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تجھے ذبح کررہا ہوں۔ اب تو دیکھ کہ تیری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے کہا: اے میرے باپ! آپ وہی کریں جس کا آپ کو حکم دیا جارہا ہے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰه عنقریب آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ تو جب ان دونوں نے (ہمارے حکم پر) گردن جھکادی اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹایا (اس وقت کا حال نہ پوچھ)۔ اور ہم نے اسے ندا فرمائی کہ اے ابراہیم! بیشک تو نے خواب سچ کر دکھایا ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔

[1]...پ۲۳، الصافات: ۱۰۲-۱۰۷۔

بیشک یہ ضرور کھلی آزمائش تھی۔اور ہم نے اسماعیل

کے فدیے میں ایک بڑا ذبیحہ دیدیا۔

علامہ بیضاوی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں اس ذبیحہ کی شان بہت بلند ہونے کی وجہ سے اسے بڑا فرمایا گیا کیونکہ یہ اس نبی عَلَیْہِ السَّلَام کا فدیہ بنا جن کی نسل سے سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہیں۔[1]

غریب وسادہ ورنگیں ہے داستانِ حرم　　　نہایت اس کی حُسین، ابتدا ہے اسماعیل

نوٹ:اس واقعہ کی مزید تفصیل صفحہ 310 پر ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام سے متعلق خواب کی سچائی:

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا خواب تب سچا ہوتا جب آپ حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کو ذبح کر دیتے اور جب وہ ذبح نہیں ہوئے تو ان کا خواب کس طرح سچا ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ خواب میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے یہ نہیں دیکھا تھا کہ انہوں نے حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کو ذبح کر دیا ہے بلکہ صرف اتنا دیکھا تھا کہ وہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے گلے پر چھری پھیر رہے ہیں اور ایسا حقیقت میں ہوا کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کے گلے پر چھری پھیری، اب اگر چھری نے گلا نہیں کاٹا اور خون نہیں بہا تو اس سے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی اپنی کوشش میں تو کوئی کمی نہیں آئی۔

قربانی یادگارِ ابراہیمی ہے:

بقرہ عید کے موقع پر کی جانے والی قربانی حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی اسی قربانی کی یادگار ہے اور آپ کی یہ سنت دینِ اسلام میں جاری وساری ہے اور تاقیامت جاری رہے گی۔ حضرت زید بن ارقم رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں، صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُم نے عرض کی: یا رسول اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، یہ قربانیاں کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا: یہ تمہارے والد حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی سنت ہے۔ عرض کی: ہمارے لیے ان میں کیا ثواب ہے؟ ارشاد فرمایا: ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے۔ عرض کی: اور اُون میں؟ ارشاد فرمایا: اُون کے بھی ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے۔[2]

---

1 ...بیضاوی، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۰۷، ۵/ ۲۲۔

2 ...ابن ماجہ، کتاب الاضاحی، باب ثواب الاضحیۃ، ۳/ ۵۳۱-۵۳۲، حدیث: ۳۱۲۷۔

حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کا نکاح اور وفاتِ ہاجرہ:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام انتہائی ذکی ، ہونہار اور بہت حسین وخوبصورت جوان ہوئے ۔ آپ کے تقوی و پرہیز گاری کو دیکھ کر جُرہم قبیلے نے اپنے ہی خاندان کی ایک عورت سے آپ کا نکاح کر دیا اور اس سے کچھ عرصہ بعد حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کا وصال ہو گیا۔

زوجہ کو طلاق دینے کا واقعہ:

حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کی شادی کے بعد حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام اپنے (مکہ مکرمہ میں) چھوڑے ہوئے اہلِ خانہ کو دیکھنے کے لیے ایک مرتبہ تشریف لائے تو آپ نے حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کو نہ پایا۔ ان کی بیوی سے ان کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا: وہ ہماری روزی کی تلاش میں گئے ہوئے ہیں۔ پھر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے اس سے ان کی معاشی حالت اور گزر بسر کے بارے میں پوچھا تو اس نے شکایت کرتے ہوئے کہا: ہم بری حالت اور تنگی و سختی میں ہیں ۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: جب تمہارے شوہر آئیں تو انہیں میرا سلام کہنا اور پیغام دینا کہ وہ اپنے دروازے کی چوکھٹ تبدیل کر لیں۔ جب حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام آئے اور ایک مانوس سی خوشبو محسوس کی تو پوچھا: کیا تم لوگوں کے پاس کوئی آیا تھا؟ بیوی نے کہا: ہمارے پاس اس اس طرح کے ایک بزرگ آئے تھے ، انہوں نے آپ کے بارے میں پوچھا تو میں نے بتا دیا، پھر معاشی حالات کے بارے میں پوچھا تو بتا دیا کہ ہم سختی و تنگی میں ہیں۔ حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام نے پوچھا: کیا انہوں نے تمہیں کوئی وصیت کی؟ اس نے کہا: وہ آپ کو سلام کہہ رہے تھے اور یہ پیغام دے کر گئے ہیں کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل لیں۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: وہ میرے والد تھے اور یہ حکم دے کر گئے ہیں کہ تمہیں الگ کر دوں ، لہٰذا تم اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ۔ پھر حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام نے اسے طلاق دے دی اور بنو جُرہم کی ایک دوسری لڑکی سے شادی کر لی۔ پھر جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام رُکے رہے یعنی مکہ مکرمہ نہ آئے اور پھر جب دوبارہ مکہ آئے تو حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کو نہ پایا۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام ان کی بیوی کے پاس گئے اور حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا: وہ ہماری روزی کی تلاش میں گئے ہوئے ہیں۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے پوچھا: تم لوگوں کا کیا حال ہے؟ اور ان کی معاشی حالت اور گزر اوقات کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا: ہم بہت اچھے حال اور کشادگی میں ہیں اور اس نے اللہ تعالیٰ کی بہت حمد و ثناء کی۔ پھر

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے ان کے کھانے اور مشروب کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا: ہم گوشت کھاتے اور پانی پیتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے دعا کی: اے اللہ! ان کے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ان دنوں ان کے ہاں اناج اور غلہ نہیں ہوتا تھا اور اگر ان کے ہاں اناج ہوتا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام اس کے لئے بھی دعا فرما دیتے۔

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے اس سے فرمایا: جب تمہارے شوہر آئیں تو انہیں میرا سلام کہنا اور یہ پیغام دینا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو قائم رکھیں۔ جب حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام آئے تو انہوں نے پوچھا: کیا تم لوگوں کے پاس کوئی شخص آیا تھا؟ زوجہ نے کہا: ایک خوبصورت بزرگ آئے تھے، انہوں نے آپ کے بارے میں پوچھا تو میں نے بتادیا، مزید پوچھا کہ تمہاری زندگی کیسی گزر رہی ہے تو میں نے بتادیا کہ ہم بہت اچھے حال میں ہیں۔ حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام نے پوچھا: انہوں نے تمہیں کوئی وصیت کی؟ کہا: ہاں، انہوں نے آپ کو سلام کہا اور یہ حکم دیا تھا کہ آپ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو قائم رکھیں۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: وہ میرے والد تھے اور تم دروازے کی چوکھٹ ہو، انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہیں اپنے نکاح میں برقرار رکھوں۔[1]

تنبیہ: نبی کی زوجہ کی شان کے لائق نہیں کہ وہ کم روزی پر شکایت کرے بلکہ اسے چاہئے کہ صابر و شاکر رہے اور حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کی زوجہ نے چونکہ رب تعالیٰ کی ناشکری کی تھی اس لیے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں طلاق دینے کا فرمایا تھا۔

تعمیرِ کعبہ میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی معاونت:

تعمیرِ کعبہ کا واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام مکہ مکرمہ تشریف لائے تو اس وقت حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام زم زم کے قریب ایک درخت کے پاس اپنا تیر درست کر رہے تھے۔ والد محترم کو دیکھ کر حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کھڑے ہوگئے اور وہ دونوں ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے۔ پھر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے بیٹے سے فرمایا: اے اسماعیل! اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک کام کا حکم دیا ہے۔ حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام نے کہا: آپ وہ کیجئے جس کا آپ کو رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے پوچھا: کیا تم میری

1... بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب یزفون النسلان فی المشی، ۲/۴۲۵-۴۲۶، حدیث: ۳۳۶۴.

مدد کرو گے ؟ حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام نے جواب دیا: میں آپ کی معاونت کروں گا۔یہ سن کر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے قریب موجود ایک بلند ٹیلے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے یہاں ایک گھر بنانے کا حکم دیا ہے ۔پھر ان دونوں نے بیت اللہ کی دیواریں بلند کرنا شروع کیں، حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام پتھر لاتے اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام تعمیر کرتے تھے یہاں تک کہ جب اس کی دیواریں بلند ہو گئیں تو حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام اس پتھر (یعنی مقامِ ابراہیم) کو لائے اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے قریب لا کر رکھ دیا اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام اس پر کھڑے ہو کر تعمیر کرنے لگے، حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام آپ کو پتھر لا لا کر دیتے اور وہ دونوں یہ دعا پڑھتے تھے:[1]

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّاؕ-اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ[2]

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرما، بیشک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔

بیت اللہ کو پاک صاف رکھنے کا حکم:

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ ساتھ حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کو بھی تاکید کے ساتھ حکم فرمایا کہ وہ بیتُ اللہ شریف کو اچھی طرح پاک صاف رکھیں، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآىٕفِیْنَ وَ الْعٰكِفِیْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ[3]

ترجمہ: اور ہم نے ابراہیم و اسماعیل کو تاکید فرمائی کہ میرا گھر طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے خوب پاک صاف رکھو۔

نماز و زکوۃ کی تلقین:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام اپنے گھر والوں اور اپنی قوم جُرہم کو نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے کا حکم بھی دیا کرتے تھے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ كَانَ یَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ[4]

ترجمہ: اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوۃ کا حکم دیتا تھا۔

---

1 ...بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب یزفون النسلان فی المشی، ۲/۴۲۶، حدیث: ۳۳۶۴۔ 2 ...پ۱، البقرۃ: ۱۲۷۔ 3 ...پ۱، البقرۃ: ۱۲۵۔
4 ...پ۱۶، مریم: ۵۵۔

معلوم ہوا کہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوۃ کا حکم دینا اللہ تعالیٰ کے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی سنت ہے لٰہذا ہمیں بھی چاہئے کہ اپنے گھر والوں کو نماز قائم کرنے اور زکوۃ کی ادائیگی کا اور ان تمام کاموں کا بھی حکم دیں جو جہنم سے نجات ملنے کا سبب ہیں۔

وعدے کی پاسداری:

حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام وعدے کے انتہائی پاس دار تھے، قرآن پاک میں ہے:

وَ اذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِسْمٰعِیْلَ٘-اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ (1)

ترجمہ: اور کتاب میں اسماعیل کو یاد کرو بیشک وہ وعدے کا سچا تھا۔

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے وعدے کی سچائی کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو کوئی شخص کہہ گیا جب تک میں نہیں آتا آپ یہیں ٹھہریں تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام اس کے انتظار میں 3 دن تک وہیں ٹھہرے رہے۔ اسی طرح (جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام آپ کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ذبح کرنے لگے تو) ذبح کے وقت آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے صبر کرنے کا وعدہ فرمایا تھا، اس وعدے کو جس شان سے پورا فرمایا اُس کی مثال نہیں ملتی۔ (2)

حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات و تدفین:

مؤرخین کے بیان کے مطابق حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام نے 130 سال تک اس دنیا میں رونق افروز رہنے کے بعد وفات پائی اور ایک روایت کے مطابق آپ کی تدفین مقام حِجر (یعنی حطیم کعبہ) میں والدہ ماجدہ حضرت ہاجَرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی قبر منور کے قریب ہوئی اور ایک روایت کے مطابق کعبہ شریف کے قریب رُکنِ یمانی اور رُکنِ اسود کی درمیانی جگہ میں ہوئی۔ (3)

یہاں اس باب سے متعلق دو اہم باتیں ملاحظہ ہوں

حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کا تذکرہ زیادہ کیے جانے کی حکمت:

مسلمان حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کا تذکرہ زیادہ کرتے ہیں اور حضرت

(1)... پ۱۶، مریم: ۵۴۔ (2)... خازن، مریم، تحت الآیۃ: ۵۴، ۳/ ۲۳۸۔

(3)... الروض الانف، وفاۃ اسماعیل و موطن امہ، ۱/ ۴۰، سیرت حلبیۃ، باب بنیان قریش الکعبۃ... الخ، ۱/ ۲۲۳۔

اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام کا کم حالانکہ یہ بھی توانہی کے فرزند ہیں اور نبی بھی ہیں تو پھر ایسا کیوں کیا جاتا ہے؟اس کے جواب میں فقیہ ملت مفتی جلال الدین امجدی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں:جمہور علماء کے نزدیک چونکہ قربانی حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کی ہوئی، ذبیح اللہ یہی ہیں، اپنے باپ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ کعبہ معظمہ کی تعمیر انہوں نے کی، آبِ زم زم ان کے قدم مبارک کے نیچے جاری ہوا، مکہ معظمہ ان کے سبب آباد ہوا اور سب سے بڑی بات یہ کہ ہمارے نبی، سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کی نسل پاک سے پیدا ہوئے۔ یہ تمام یادگاریں حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام ہی سے متعلق ہیں کہ مسلمان روزانہ پانچ وقت ان کے بنائے ہوئے کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھتا ہے، ان کی قربانی کے سبب بے شمار جانوروں کی ہر سال قربانی کرتا ہے، لاکھوں مسلمان ہر سال مکہ شریف میں حاضر ہو کر ان کے بنائے ہوئے کعبہ کا اپنی آنکھوں سے نظارہ کرتے اور طواف کرتے ہیں، صفا و مروہ کے درمیان ان کے لیے پانی کی تلاش میں حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے سعی کرنے کے سبب سعی کرتے ہیں، ان کی قربان گاہ مِنٰی میں ٹھہرتے اور قربانی کرتے ہیں، ان کے لیے جاری شدہ آب زمزم کو پیتے ہیں اور ساری دنیا کے گوشے گوشے میں اسے پہنچاتے ہیں، ان وجوہات کے سبب حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کا ذکر زیادہ ہونا فطری امر ہے جس سے کوئی عقل سلیم رکھنے والا انکار نہیں کر سکتا برخلاف اس کے کہ حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام سے کوئی خاص واقعہ متعلق نہیں اور اسلام میں ان کی کوئی یادگار نہیں اس لیے ان کا چرچا کم ہوتا ہے۔[1] البتہ قرآن عظیم میں سیدنا اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام کا ذکر موجود ہے تو تلاوتِ قرآن میں ان کا تذکرہ ضرور ہوتا ہے، پھر بہر حال نبی ہونے کی حیثیت سے ان پر ایمان رکھنا اور ان کی تعظیم کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور الحمد للہ مسلمان ایمان بھی رکھتے ہیں اور تعظیم بھی کرتے ہیں۔

”ذبیح اللہ“ کا مصداق کون؟

اہلِ کتاب اور اہلِ اسلام کے درمیان اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے کس فرزند کی قربانی ہوئی؟ یہودی، عیسائی اور کچھ اہل اسلام کے نزدیک قربانی حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام کی ہوئی اور جمہور اہل اسلام کے نزدیک قربانی کے واقعہ کا تعلق حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ نہیں بلکہ حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ ہے۔ دلائل کی روشنی میں جمہور اہل اسلام کا مؤقف ہی درست ہے۔ یہاں ان کے 3 دلائل ملاحظہ ہوں

---

[1]... فتاویٰ فیض الرسول، ۱/۳۲۔

(1) قرآن پاک میں جہاں ذبح کا واقعہ بیان ہوا اس میں ترتیب یہ ہے کہ پہلے اولاد سے متعلق حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا کا ذکر ہے، پھر انہیں بردبار بیٹے کی بشارت کا تذکرہ ہے، اسی سے متصل واقعہ قربانی بیان ہوا ہے اور اس کے بعد حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام کی بشارت مذکور ہے۔ اس سے ایک بات یہ معلوم ہوئی دعا کے وقت حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس کوئی اولاد نہ تھی کیونکہ اگر اس وقت کوئی اولاد ہوتی تو آپ یوں دعا کرتے: اے اللہ! مجھے دوسری اولاد عطا فرما، جب ایسی دعا نہیں فرمائی تو معلوم ہوا کہ یہ دعا پہلے بیٹے کے لیے تھی اور سب مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ پہلے بیٹے حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام تھے۔ دوسری بات یہ کہ بردبار بیٹے کی بشارت سے متصل ہی ذبح کا واقعہ بیان فرمانا اور اس کے بعد حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام کی بشارت دینا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام ہیں نہ کہ حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام۔

(2) جب اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام کی بشارت دی تو ان کے ساتھ ان سے حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کے پیدا ہونے کی بھی خبر دی، چنانچہ ارشاد فرمایا:

فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَۙ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ [(1)]

ترجمہ: تو ہم نے اسے اسحاق کی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی خوشخبری دی۔

اب اگر حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام کے بارے میں ذبح کا حکم مانا جائے تو یہ دو حال سے خالی نہیں کہ ذبح کا حکم حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کی پیدائش سے پہلے ہوا یا بعد میں۔ اگر ان کی پیدائش سے پہلے ذبح کا حکم مانا جائے تو یہ صحیح نہیں کیونکہ جب ان کی ولادت کی خبر پہلے دی جاچکی ہے تو بیٹے کی پیدائش سے پہلے باپ کے ذبح کا حکم دینا وعدۂ الٰہی کے خلاف ہوگا جو سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے اور اگر حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کی پیدائش کے بعد ان کے والد حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام کے لیے ذبح کا حکم مانا جائے تو یہ بھی درست نہیں ہے کیونکہ آیت مبارکہ میں ہے:

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰى فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ [(2)]

ترجمہ: پھر جب وہ اس کے ساتھ کوشش کرنے کے قابل عمر کو پہنچ گیا تو ابراہیم نے کہا: اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تجھے ذبح کررہا ہوں۔

1...پ۱۲، ھود:۷۱۔ 2...پ۲۳، الصافات:۱۰۲۔

اس سے معلوم ہوا کہ ذبح کا واقعہ بیٹے کی کم عمری میں ہوا جبکہ ولادتِ یعقوب کے وقت حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام کم عمر نہ تھے، لہٰذا حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام کو ذبیحُ اللہ ٹھہرانا صحیح نہیں۔[1]

(3) حضرت عبد اللہ بن سعید رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ہم حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی مجلس میں حاضر تھے، اس دوران لوگوں میں حضرت اسماعیل اور اسحاق عَلَیْہِمَا السَّلَام کے بارے میں مذاکرہ ہوا۔ بعض نے کہا: ذبیح حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام ہیں اور بعض نے کہا: یہ نہیں بلکہ حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام ذبیح ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے فرمایا: تم نے اس بات کا فیصلہ جاننے والے پر ڈال دیا ہے، سنو! ہم رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے اپنا مدعا عرض کرنے کے دوران حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو "یَا ابْنَ الذَّبِیْحَیْن" کہہ کر پکارا تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تبسم فرمایا اور اس کی تردید نہ فرمائی۔" حضرت عبد اللہ بن سعید رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کہتے ہیں: ہم نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! وہ دونوں ذبیح کون ہیں؟ فرمایا: جب حضرت عبد المطلب رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے زم زم کا کنواں کھودنے کا حکم دیا تو بارگاہِ الٰہی میں نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے یہ معاملہ آسان کر دیا تو وہ اپنے ایک بیٹے کو ذبح کر دیں گے۔ پھر انہوں نے اپنے بیٹوں کو نکالا اور ان میں قرعہ اندازی کی تو اس میں (حضور پر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے والد ماجد) حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کا نام نکلا۔ جب حضرت عبد المطلب رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے انہیں ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو بنی مخزوم سے ان کے ماموؤں نے منع کیا اور کہا: آپ اپنے بیٹے کا فدیہ دے کر اپنے رب کو راضی کر لیجئے۔ چنانچہ انہوں نے آپ کے فدیہ میں 100 اونٹ ذبح کیے۔ ایک ذبیح تو یہ ہوئے اور دوسرے ذبیح حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام ہیں۔[2]

ان دلائل سے واضح ہو گیا ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے جس فرزند کی قربانی فرمائی وہ حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام تھے۔

آبِ زم زم کی فضیلت:

زم زم انتہائی متبرک اور افضل ترین پانی ہے۔ احادیث میں اس کے بہت فضائل بھی بیان ہوئے ہیں، یہاں 3 احادیث اور ایک واقعہ ملاحظہ ہو،

---

1 ...فتاویٰ فیض الرسول، ۱/۳۳-۳۶، ملخصاً۔

2 ...مستدرک حاکم، کتاب تواریخ المتقدمین...الخ، بیان الاختلاف فی ان الذبیح...الخ، ۳/۴۲۴-۴۲۵، حدیث: ۴۰۹۰، ملخصاً۔

(1) نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بیشک زم زم کا پانی برکت والا ہے، یہ پیٹ بھرنے والا کھانا ہے۔[1] یعنی جس طرح کھانا کھانے والے کا پیٹ بھر جاتا اور بھوک ختم ہو جاتی ہے ایسے زم زم پینے والے کا پیٹ بھر جاتا اور بھوک مٹ جاتی ہے۔

(2) حضور پر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: آبِ زم زم جس مراد سے پیا جائے اسی کے لیے ہے۔[2]

(3) حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں، رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: آب زم زم جس مراد سے پیا جائے اسی کے لیے ہے، اگر تم حصول شفا کی نیت سے اسے پیو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں شفا عطا کر دے گا، اگر تم (کسی چیز سے) پناہ مانگنے کے لیے اسے پیو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں پناہ دیدے گا، اگر تم اس لیے زم زم پیو گے کہ تمہاری پیاس ختم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسے ختم فرما دے گا۔ امام مجاہد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا جب بھی زم زم پیتے تو یہ دعا مانگا کرتے تھے "اَللّٰھُمَّ اَسْاَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا وَرِزْقًا وَاسِعًا وَشِفَاءً مِّنْ کُلِّ دَاءٍ" یعنی اے اللہ! میں تجھ سے نفع دینے والا علم، وسیع رزق اور ہر بیماری سے شفاء مانگتا ہوں۔[3]

ان احادیث پاک کی صداقت پر بے شمار واقعات موجود ہیں، چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی شافعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا واقعہ ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں: جب میں نے حج کیا تو چند نیتوں سے آب زم زم پیا، ان میں سے ایک نیت و دعا یہ تھی کہ فقہ میں مجھے شیخ سراج الدین بلقینی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اور حدیث میں حافظ ابن حجر عسقلانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ جیسا رتبہ مل جائے۔ (پھر اس دعا کی قبولیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:) میں سن 71 (یعنی 871 ہجری، 22 سال کی عمر سے) فتویٰ دے رہا ہوں اور سن 72 ہجری (یعنی 872 ہجری، 23 سال کی عمر سے) احادیث املا کروا رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے 7 علوم میں (بطور خاص) وسعت و گہرائی اور مہارت عطا فرمائی ہے (1) تفسیر، (2) حدیث، (3) فقہ، (4) نحو، (5) معانی، (6) بیان، (7) بدیع۔[4] مزید آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی عظیم الشان تصانیف اس بات کا روشن ثبوت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی تھی۔

---

1 ...مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل ابی ذر رضی اللہ عنہ، ص۱۰۳۱، حدیث: ۶۳۵۹.

2 ...ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب الشرب من زمزم، ۳/۴۹۰، حدیث: ۳۰۶۲.

3 ...مستدرک حاکم، کتاب المناسک، ماء زمزم لما شرب لہ، ۲/۱۳۲، حدیث: ۱۷۸۲.

4 ...حسن المحاضرۃ، من کان بمصر من الائمۃ المجتہدین، ۱/۲۹۰.

درس ونصیحت

اس باب میں ہمارے لیے درس و نصیحت کی بہت سی انمول باتیں موجود ہیں۔

حکم الٰہی کی پیروی بخوشی کی جائے: حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام نے ذبح ہونے کے حکمِ الٰہی کی بجا آوری میں کوئی پس وپیش ظاہر نہ کی حالانکہ ذبح ہونے کا حکم نہایت سخت اور تکلیف دہ ہے۔ ہمیں تو اس کی بنسبت بہت آسان احکام دیئے گئے ہیں، لہٰذا ہمیں تو ان پر راضی خوشی عمل کے لیے تیار ہونا چاہئے اگرچہ وہ حکم کیسا ہی تکلیف دہ کیوں نہ ہو۔

تسلیم و تفویض: حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا اپنی زوجہ اور ننھے فرزند کو حکمِ الٰہی پر بے آب و گیاہ میدان میں تنہا چھوڑ دینا اور حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کا حکمِ الٰہی سن کر اپنا اور ننھے فرزند اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا تسلیم و تفویض کے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے کی روشن دلیل ہے۔ بندۂ مومن کو ایسا ہی ہونا چاہیے کہ اپنا ہر معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے۔

مسجد تعمیر کرنا اعلیٰ عبادت ہے: حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے عمارتِ کعبہ کی تعمیر فرمائی اور حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام نے اس عظیم کام میں آپ کی معاونت فرمائی جس میں ہمارے لیے یہ درس ہے کہ مسجد تعمیر کرنا اور اس کی تعمیر میں حصہ لینا نہایت اعلیٰ عبادت اور سنتِ انبیاء ہے۔ حضور پر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی مسجد نبوی کی تعمیر میں بذات خود حصہ لیا تھا۔[1]

مسجدوں کو پاک صاف رکھا جائے: حضرت ابراہیم و اسماعیل عَلَیْہِمَا السَّلَام کو بیت اللہ شریف پاک صاف رکھنے کا حکم دیا گیا۔ یہی حکم دیگر تمام مساجد کے بارے میں بھی ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا فرماتی ہیں: حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے محلوں میں مسجدیں بنانے کا حکم دیا اور یہ کہ انہیں صاف اور خوشبودار رکھا جائے۔[2]

گھر والوں کو نماز و زکوٰۃ کا حکم دیا جائے: حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام اپنے اہل خانہ کو نماز و زکوٰۃ کا حکم دیا کرتے تھے، لہٰذا اپنے اہل خانہ کو نماز و زکوٰۃ کا حکم دینا سنت انبیاء ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو باقاعدہ اس کا حکم بھی دیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

1...بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ھجرة النبی واصحابہ الی المدینة، ۲/۵۹۵، حدیث: ۳۹۰۶۔

2...ابو داؤد، کتاب الصلاة، باب اتخاذ المساجد فی الدور، ۱/۱۹۷، حدیث: ۴۵۵۔

وَ اْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَیْهَا [1] **ترجمہ:** اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی نماز پر ڈٹے رہو۔

اس خطاب میں حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی امت بھی داخل ہے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہر امتی کو بھی یہ حکم ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز ادا کرنے کا حکم دے اور خود بھی نماز ادا کرنے پر ثابت قدم رہے۔

وعدے کی پاسداری کی جائے: حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کے بارے میں بطورِ خاص فرمایا گیا کہ وہ وعدے کے سچے تھے لہٰذا جب بھی کسی سے وعدہ کیا جائے تو اسے پورا کرنا اور وعدے کی خلاف ورزی سے بچنا چاہئے۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پکے منافق کی ایک علامت یہ بیان فرمائی ہے کہ ''اِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ'' جب وہ وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے۔[2]

باب:4

احادیث میں حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کا تذکرہ

قرآن پاک کے علاوہ احادیث مبارکہ میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا تذکرہ کیا گیا ہے، یہاں ان میں سے 5 احادیث ملاحظہ ہوں۔

حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف منسوب فال سے براءت کا بیان:

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا نے فرمایا: رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب مکہ تشریف لائے تو بتوں کے ہوتے ہوئے بیت اللہ میں داخل ہونے سے انکار کر دیا، پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں نکالنے کا حکم دیا۔ اس دوران صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم نے حضرت ابراہیم و اسماعیل عَلَیْہِمَا السَّلَام کی بنی ہوئی ایسی تصویریں بھی نکالیں جن کے ہاتھوں میں پانسے کے تیر تھے۔ یہ دیکھ کر حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ان مشرکین کو مارے۔ سن لو! خدا کی قسم یہ جانتے ہیں کہ ان دونوں حضرات نے تیروں سے کبھی فال نہیں نکالی ہے۔ اس کے بعد بیت اللہ میں داخل ہوئے اور اس کے تمام گوشوں میں تکبیر پڑھی۔[3]

اولادِ اسماعیل کا انتخاب:

حضرت واثلہ ابن اسقع رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ

[1]...پ۱۶، طٰہٰ: ۱۳۲۔ [2]...بخاری، کتاب الجزیة والموادعة، باب اثم من عاھد ثم غدر، ۲/ ۳۷۰، حدیث: ۳۱۷۸۔

[3]...بخاری، کتاب الحج، باب من کبر فی نواحی الکعبة، ۱/ ۵۳۸، حدیث: ۱۶۰۱۔

تعالیٰ نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد سے حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کو چن لیا اور آپ کی اولاد میں سے کنانہ کو چنا اور کنانہ میں سے قریش کو منتخب فرمایا اور قریش میں سے بنی ہاشم کو چنا اور بنی ہاشم میں سے مجھے چن لیا۔[1]

حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کی تیر اندازی کا ذکر:

حضرت سلمہ ابن اکوع رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قبیلہ اسلم کے ایک گروہ کے پاس تشریف لائے جو بازار میں تیر اندازی کر رہے تھے۔ ارشاد فرمایا: اے بنی اسماعیل! تیر چلاؤ کیونکہ تمہارے والد تیر انداز تھے اور میں فلاں گروہ کے ساتھ ہوں۔ یہ سن کر انہوں نے اپنے ہاتھ روک لیے۔ ارشاد فرمایا: کیا ہوا؟ عرض کی: جب آپ دوسرے گروہ کے ساتھ ہیں تو ہم تیر اندازی کی جرأت کیسے کر سکتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: تیر اندازی کرو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔[2]

قبطیوں کے ساتھ اچھے سلوک کی ہدایت:

حضرت کعب بن مالک رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: جب تم مصر فتح کرو تو قبطیوں کو اچھائی کی وصیت کرنا، کیونکہ ان کا احترام اور قرابت داری ہے۔ امام زہری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: قرابت داری اس وجہ سے کہ حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کی والدہ ان میں سے تھیں۔[3]

حضرت اسماعیل و اسحاق عَلَیْہِمَا السَّلَام پر دم:

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ حضور پر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرت حسن اور حسین رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا پر چند کلمات پڑھ کر پھونکا کرتے اور فرماتے: تمہارے جدِّ امجد (حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام) بھی حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق عَلَیْہِمَا السَّلَام پر انہیں پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔ (وہ کلمات یہ ہیں) ”اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ“ ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کے ذریعے پناہ مانگتا ہوں ہر شیطان اور زہریلے جانور سے اور ہر بری نظر سے۔[4]

1... مسند امام احمد، مسند الشامیین، حدیث واثلۃ بن الاسقع، ٦/٤٥، حدیث: ١٦٩٨٤۔

2... بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب التحریض علی الرمی، ٢/٢٨٢، حدیث: ٢٨٩٩۔

3... مستدرک حاکم، کتاب تواریخ المتقدمین... الخ، اول من نطق بالعربیۃ اسماعیل، ٣/٤٢٣، حدیث: ٤٠٨٦۔

4... بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، ٢/٤٢٩، حدیث: ٣٣٧١۔

حضرت اسحاق عَلَیۡہِ السَّلَام

فہرست ابواب

حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام

آپ عَلَیْہِ السَّلَام حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے چھوٹے فرزند اور حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے بیٹے ہیں۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی دنیا میں تشریف آوری سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کی ولادت و نبوت اور صالحین میں سے ہونے کی بشارت دیدی تھی۔ بنی اسرائیل میں آنے والے تمام انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام آپ ہی کی نسلِ پاک سے ہوئے۔ قرآن و حدیث، بائبل اور کتبِ تاریخ وغیرہ میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا تذکرہ موجود ہے جسے یہاں 3 ابواب میں تقسیم کرکے بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے ذکرِ خیر سے فیوض و برکات حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

باب: 1

حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام کے واقعات کے قرآنی مقامات

حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام کا اجمالی ذکر قرآنِ کریم کی متعدد سورتوں میں اور کچھ تفصیلی ذکر درجِ ذیل 6 سورتوں میں ہے:

(1) سورۂ انعام، آیت: 84 (2) سورۂ ہود، آیت: 69 تا 73 (3) سورۂ مریم، آیت: 49، 50

(4) سورۂ انبیاء، آیت: 72، 73 (5) سورۂ صافات، آیت: 112، 113 (6) سورۂ صٓ، آیت: 45 تا 47

باب: 2

حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام کا تعارف

نام مبارک:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا نام مبارک "اسحاق" ہے، یہ عبرانی زبان کا ایک لفظ ہے جس کا عربی میں معنی ہے "ضَحَّاكٌ" یعنی ہنس مکھ، شاداں، خوش و خرم۔[1] آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ ولادت کی بشارت کے وقت آپ کا مبارک نام بھی اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا تھا۔

[1] ...روح البیان، ابراھیم، تحت الآیۃ: ۳۹، ۴/۴۲۹۔

ولادت کی بشارت:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت کی بشارت کا تفصیلی واقعہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی سیرت کے بیان میں صفحہ 316 پر گزر چکا ہے البتہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی سیرت سے بھی اس کا خاص تعلق ہونے کی وجہ سے یہاں اس کا خلاصہ ملاحظہ ہو، حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو اللہ نے وسیع رزق، مال اور خُدام عطا فرمائے تھے اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام انتہائی اہتمام کے ساتھ لوگوں کی مہمان نوازی بھی فرماتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرمایا تو فرشتوں کو حکم دیا کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس مہمان بن کر جاؤ اور انہیں اور (ان کی زوجہ) سارہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کے بعد حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کی بشارت دیدو۔ چنانچہ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام اور چند فرشتے حسین نوجوانوں کی صورت میں مہمان بن کر حاضر ہوئے۔ سلام و کلام کے بعد حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے ان کی مہمان نوازی کے لیے بھنا ہوا بچھڑا پیش کیا اور جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام کچھ خوفزدہ ہوئے۔ یہ دیکھ کر فرشتوں نے انہیں تسلی دی اور اپنے آپ کو ظاہر کر دیا، پھر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو ایک علم والے لڑکے یعنی حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام کی خوشخبری سنائی۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام اپنے اور زوجہ کے بڑھاپے کی وجہ سے حیران ہوئے اور فرشتوں سے فرمایا: اتنی بڑی عمر میں اولاد ہونا عجیب و غریب ہے، ہمارے ہاں کس طرح اولاد ہوگی؟ کیا ہمیں پھر جوان کیا جائے گا یا اِسی حالت میں بیٹا عطا فرمایا جائے گا؟[1] حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا یہ تعجب اللہ تعالیٰ کی قدرت پر نہیں بلکہ عادت کے برخلاف کام ہونے پر تھا کہ عموماً بڑھاپے میں کسی کے ہاں اولاد نہیں ہوتی۔ فرشتوں نے عرض کی: ہم نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے کی سچی بشارت دی ہے کہ آپ کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا اور اس کی اولاد بہت پھیلے گی، لہٰذا بیٹے کی ولادت سے ناامید نہ ہوں۔ فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نااُمید نہیں کیونکہ رحمت سے نااُمید کافر ہوتے ہیں ہاں دنیا میں اللہ تعالیٰ کی جو سنت جاری ہے اس سے یہ بات عجیب معلوم ہوئی تھی۔[2]

علم والے لڑکے کی خوشخبری آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی زوجہ حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے بھی سن لی، اس پر آپ رَضِیَ

1... خازن، الحجر، تحت الآیۃ: ۵۴، ۳/۱۰۴، تفسیر کبیر، الحجر، تحت الآیۃ: ۵۴، ۷/۱۵۰، ملتقطاً۔

2... مدارک، الحجر، تحت الآیۃ: ۵۶، ص ۵۸۳، ملتقطاً۔

اللہُ عَنْہا حیرت سے چلاتی ہوئی آئیں اور حیرت سے اپنے چہرے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا: کیا وہ عورت بچہ جنے گی جو بوڑھی ہے اور اس کے ہاں کبھی بچہ پیدا نہیں ہوا۔ اس بات سے ان کا مطلب یہ تھا کہ ایسی حالت میں بچہ ہونا انتہائی تعجب کی بات ہے۔ فرشتوں نے کہا: جو بات ہم نے کہی آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ نے یونہی فرمایا ہے، بیشک وہی اپنے افعال میں حکمت والا ہے اور اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔[1]

پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعے آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہا کو ان کے بیٹے حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے بعد ان کے بیٹے حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کی بھی خوشخبری دی۔ حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ عَنْہا کو خوشخبری دینے کی وجہ یہ تھی کہ اولاد کی خوشی عورتوں کو مردوں سے زیادہ ہوتی ہے، نیز یہ بھی سبب تھا کہ حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ عَنْہا کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے فرزند حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام موجود تھے۔[2]

جب آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہا نے اپنے اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے بڑھاپے کو بنیاد بنا کر تعجب کیا تو فرشتوں نے کہا: اے سارہ! رَضِیَ اللہُ عَنْہا، آپ کے لئے یہ تعجب کا مقام نہیں کیونکہ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہا کا تعلق اس گھرانے سے ہے جو معجزات، عادتوں سے ہٹ کر کاموں کے سرانجام ہونے، اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کے نازل ہونے کی جگہ بنا ہوا ہے۔[3]

حسن و جمال:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام انتہائی حسین و جمیل تھے، حضرت کعب الاحبار رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام کو روشن و منور اور اپنے والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنایا، آپ عَلَیْہِ السَّلَام لوگوں میں سب سے حسین چہرے والے، بہت زیادہ جمال والے اور انتہائی خوبصورت گفتگو کرنے والے تھے، آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے سر اور داڑھی مبارک کے بال سفید اور صورت و سیرت میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔[4]

نبوت کی بشارت:

حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت کے ساتھ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی نبوت اور قربِ خاص کے لائق بندوں میں سے ہونے کی بشارت بھی دی گئی، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

1... مدارک، الذاریات، تحت الآیۃ: ۲۹-۳۰، ص۱۱۶۹، ملتقطاً۔ 2... مدارک، ہود، تحت الآیۃ: ۷۱، ص۵۰۵، ملتقطاً۔

3... مدارک، ہود، تحت الآیۃ: ۷۳، ص۵۰۶۔ 4... مستدرک حاکم، کتاب تواریخ المتقدمین... الخ، ذکر اسحاق بن ابراھیم، ۳/۴۲۹، حدیث: ۴۰۹۷۔

وَ بَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ [1]

ترجمہ: اور ہم نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی جو اللہ کے خاص قرب کے لائق بندوں میں سے ایک نبی ہے۔

بعثت:

حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام شام و فلسطین میں مقیم کنعانیوں کی طرف مبعوث ہوئے۔یہی وہ علاقہ تھا جس میں ابو الانبیاء حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے زندگی گزاری اور انہی لوگوں کے درمیان حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام نے پرورش پائی۔[2]

نزولِ احکام:

حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام پر بھی جداگانہ کوئی کتاب یا صحیفہ نازل نہیں ہوا، البتہ وحی کے ذریعے آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر بعض احکام نازل ہوئے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ كَمَاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ عِیْسٰى وَ اَیُّوْبَ وَ یُوْنُسَ وَ هٰرُوْنَ وَ سُلَیْمٰنَ [3]

ترجمہ: بیشک اے حبیب! ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی جیسے ہم نے نوح اور اس کے بعد پیغمبروں کی طرف بھیجی اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کے بیٹوں اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی فرمائی۔

اس وحی سے متعلق قرآن کریم میں ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ:

قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ [4]

ترجمہ: (اے مسلمانو!) تم کہو: ہم اللہ پر اور جو ہماری طرف نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان لائے اور اس پر جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد کی طرف نازل کیا گیا۔

اوصاف:

حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام کثیر اوصاف کے حامل عظیم نبی تھے، یہاں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے تین اوصاف ملاحظہ ہوں

1...پ۲۳، الصافات: ۱۱۲۔ 2...النبوۃ والانبیاء للصابونی، اسحاق علیہ السلام، ص۲۵٦۔ 3...پ٦، النساء: ۱٦۳۔ 4...پ۱، البقرۃ: ۱۳٦۔

(1) آپ عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ کے بہترین چنے ہوئے بندوں میں سے ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَارِ ؕ[1] **ترجمہ**: اور بیشک وہ ہمارے نزدیک بہترین چنے ہوئے بندوں میں سے ہیں۔

(2) آپ عَلَیْہِ السَّلَام بڑے کریم بزرگ تھے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بیشک کریم، کریم کے بیٹے، کریم کے فرزند اور کریم کے صاحبزادے یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم عَلَیْہِمُ السَّلَام ہیں۔[2]

(3) آپ عَلَیْہِ السَّلَام لوگوں کو آخرت کی یاد دلاتے اور کثرت سے آخرت کا ذکر کرتے تھے اور دنیا کی محبت نے اُن کے دلوں میں ذرہ بھر بھی جگہ نہیں پائی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّاۤ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ۚ[3] **ترجمہ**: بیشک ہم نے انہیں ایک کھری بات سے چن لیا وہ اس (آخرت کے) گھر کی یاد ہے۔

انعاماتِ الٰہی:

اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر بہت سے انعامات فرمائے جن میں سے 17 انعامات یہ ہیں:

(1 تا 3) آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت سے پہلے ہی آپ کی آمد، نبوت اور قربِ خاص کے لائق بندوں میں سے ہونے کی بشارت دی، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ بَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ[4] **ترجمہ**: اور ہم نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی جو اللہ کے خاص قرب کے لائق بندوں میں سے ایک نبی ہے۔

(4 تا 6) آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو نبوت، رحمت اور سچی بلند شہرت عطا فرمائی، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ هَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ ؕ وَ كُلًّا جَعَلْنَا نَبِیًّا ﴿۴۹﴾ وَ وَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَ جَعَلْنَا لَهُمْ **ترجمہ**: ہم نے اسے اسحاق اور (اس کے بعد) یعقوب عطا کئے اور ان سب کو ہم نے نبی بنایا۔ اور ہم نے انہیں

---

1 ...پ۲۳، صٓ: ۴۷۔ 2 ... ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ یوسف، ۵/۸۱، حدیث: ۳۱۲۷۔ 3 ...پ۲۳، صٓ: ۴۶۔

4 ...پ۲۳، الصافات: ۱۱۲۔

لِسَانَ صِدْقٍ عَلِیًّا[1] | اپنی رحمت عطا کی اور ان کیلئے سچی بلند شہرت رکھی۔

(7) اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر اپنی نعمت کو مکمل فرمایا، جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے:

وَ یُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ وَ عَلٰۤى اٰلِ یَعْقُوْبَ كَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤى اَبَوَیْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ[2]

ترجمہ: اور تجھ پر اور یعقوب کے گھر والوں پر اپنا احسان مکمل فرمائے گا جس طرح اس نے پہلے تمہارے باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق پر اپنی نعمت مکمل فرمائی۔

یہاں اتمام نعمت سے مراد منصب نبوت اور فرزند حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام عطا کر کے اپنی نعمت کو پورا کرنا ہے۔

(8) اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنے خاص قرب والا بنایا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَ یَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَ كُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِیْنَ[3]

ترجمہ: اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق عطا فرمایا اور مزید یعقوب (پوتا) اور ہم نے ان سب کو اپنے خاص قرب والے بنایا۔

(9) آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر اپنی خصوصی برکتیں نازل فرمائیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ بٰرَكْنَا عَلَیْهِ وَ عَلٰۤى اِسْحٰقَ[4]

ترجمہ: اور ہم نے اس پر اور اسحاق پر برکت اتاری۔

(10، 11) اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو اور آپ کے بیٹے حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کو علمی اور عملی قوتیں عطا فرمائیں جن کی بنا پر انہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت اور عبادات پر قوت حاصل ہوئی اور انہیں یادِ آخرت کے لیے چن لیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اذْكُرْ عِبٰدَنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ اُولِی الْاَیْدِیْ وَ الْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾ اِنَّاۤ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ[5]

ترجمہ: اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کرو جو قوت والے اور سمجھ رکھنے والے تھے۔ بیشک ہم نے انہیں ایک کھری بات سے چن لیا وہ اس (آخرت کے) گھر کی یاد ہے۔

(12 تا 17) آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو ہدایت، صلاح اور ان کے زمانے میں تمام جہان والوں پر فضیلت بخشی، نیک

---

❶...پ۱۶، مریم: ۴۹، ۵۰۔ ❷...پ۱۲، یوسف: ۶۔ ❸...پ۱۷، الانبیاء: ۷۲۔ ❹...پ۲۳، الصافات: ۱۱۳۔ ❺...پ۲۳، صٓ: ۴۵، ۴۶۔

لوگوں میں شمار کیا، بطورِ خاص نبوت کے لیے منتخب اور صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت بخشی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَؕ-كُلًّا هَدَیْنَاۚ-وَ نُوْحًا هَدَیْنَا مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ وَ اَیُّوْبَ وَ یُوْسُفَ وَ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَؕ-وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَۙ(۸۴) وَ زَكَرِیَّا وَ یَحْیٰى وَ عِیْسٰى وَ اِلْیَاسَؕ-كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَۙ(۸۵) وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ الْیَسَعَ وَ یُوْنُسَ وَ لُوْطًاؕ-وَ كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِیْنَۙ(۸۶) وَ مِنْ اٰبَآىٕهِمْ وَ ذُرِّیّٰتِهِمْ وَ اِخْوَانِهِمْۚ-وَ اجْتَبَیْنٰهُمْ وَ هَدَیْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ [1]

ترجمہ: اور ہم نے انہیں اسحاق اور یعقوب عطا کیے۔ ان سب کو ہم نے ہدایت دی اور ان سے پہلے نوح کو ہدایت دی اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو (ہدایت عطا فرمائی) اور ایسا ہی ہم نیک لوگوں کو بدلہ دیتے ہیں۔ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو (ہدایت یافتہ بنایا) یہ سب ہمارے خاص بندوں میں سے ہیں۔ اور اسماعیل اور یَسَع اور یونس اور لوط کو (ہدایت دی) اور ہم نے سب کو تمام جہان والوں پر فضیلت عطا فرمائی۔ اور ان کے باپ دادا اور ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے (بھی) بعض کو (ہدایت دی) اور ہم نے انہیں چن لیا اور ہم نے انہیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی۔

شادی اور اولاد:

عہد نامہ قدیم کے مطابق حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام کا نکاح 40 برس کی عمر میں رفقاء بن بتوئیل سے ہوا۔ اس کے بعد 20 برس تک ان کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی جسے شرفِ قبولیت نصیب ہوا اور کچھ عرصے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو دو بیٹوں سے نوازا۔ [2]

وفات و تدفین:

180 سال تک اس جہاں میں رونق افروز رہنے کے بعد ارضِ مقدس میں حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات ہوئی اور تدفین حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے مزار پر انوار کے قریب ہوئی۔ [3]

1 ...پ۷، الانعام: ۸۴-۸۷۔ 2 ...عہد نامہ قدیم، باب پیدائش ۲۵، ص ۲۵۔ 3 ... قرطبی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۳۲، ۱/۱۰۴۔

باب:3

احادیث میں حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام کا تذکرہ

یہاں حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام کے تذکرے پر مشتمل دو احادیث ملاحظہ ہوں

کریم بزرگ:

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بیشک کریم، کریم کے بیٹے، کریم کے فرزند اور کریم کے صاحبزادے یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم عَلَیْہِمُ السَّلَام ہیں۔[1]

حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام پر دم:

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرت حسن اور حسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا پر چند کلمات پڑھ کر پھونکا کرتے اور فرماتے: تمہارے جدِّ امجد (حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام) بھی حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق عَلَیْہِمَا السَّلَام پر انہیں پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔ (وہ کلمات یہ ہیں) ”اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ وَھَامَّۃٍ وَمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَامَّۃٍ“ ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کے ذریعے پناہ مانگتا ہوں ہر شیطان اور زہریلے جانور سے اور ہر بیمار کرنے والی نظر سے۔[2]

---

❶... ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ یوسف، ۵/۸۱، حدیث: ۳۱۲۷.

❷... بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، ۲/۴۲۹، حدیث: ۳۳۷۱.

حضرت لوط عَلَیْهِ السَّلَام

فہرست ابواب

حضرتِ لوط عَلَيْهِ السَّلَام

آپ عَلَيْهِ السَّلَام حضرت ابراہیم عَلَيْهِ السَّلَام کے بھائی ہاران بن تارخ کے فرزند تھے۔ آپ کی ولادت عراق کے شہر بابل میں ہوئی اور وہیں پرورش پائی۔ حضرت ابراہیم عَلَيْهِ السَّلَام کو نارِ نمرود سے صحیح سلامت نکلتا دیکھ کر سب سے پہلے آپ نے ان کی نبوت و رسالت کی تصدیق کی۔ حضرت ابراہیم عَلَيْهِ السَّلَام کے ساتھ بابل سے ارضِ مقدس کی طرف ہجرت فرمائی۔ ابتداء میں اردن میں سکونت اختیار کی پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں سدوم اور اس کے قریب موجود دیگر بستیوں کی طرف مبعوث فرمایا۔ یہاں کے باشندے طرح طرح کے گناہوں کی دلدل میں دھنسے ہوئے تھے، ان کا سب سے بڑا اور قبیح ترین جرم مردوں کے ساتھ بدفعلی کرنا تھا اور یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے سب سے پہلے تسکینِ شہوت کے لیے شرعی، فطری اور طبعی طریقہ چھوڑ کر لواطت کا غیر شرعی، غیر فطری اور غیر طبعی طریقہ اختیار کیا اور اس جرم کی قباحت اس وقت اور بھی زیادہ ہو جاتی جب وہ لوگ اسے سرِ عام محفلوں میں ایک دوسرے کے سامنے یا سرِ راہ کرتے جس سے راہگیروں اور مسافروں کو سخت اذیت ہوتی۔ یونہی وہ مسافروں کے ساتھ بھی زبردستی بدفعلی کرتے، انہیں پتھر مارتے، ان کا مال و اسباب لوٹ لیتے اور بعض اوقات انہیں قتل کر دیتے تھے۔ حضرت لوط عَلَيْهِ السَّلَام نے قوم کو ان قبیح افعال سے روکا، انہیں بار بار سمجھایا اور طرح طرح سے نصیحت کی، جواب میں قوم نے آپ عَلَيْهِ السَّلَام کو برا بھلا کہا، دھمکیاں دیں اور عذابِ الٰہی کا مطالبہ کر دیا چنانچہ حضرت لوط عَلَيْهِ السَّلَام کی دعا کے بعد اس قوم پر انتہائی خوفناک عذاب آیا جس نے صفحۂ ہستی سے ان کا وجود مٹا کر رکھ دیا گیا۔ یہاں 5 ابواب میں حضرت لوط عَلَيْهِ السَّلَام کی سیرت اور ان کی قوم کا حال و انجام بیان کیا گیا ہے جس کی تفصیل ذیلی سطور میں ملاحظہ ہو۔

باب: 1

حضرت لوط عَلَيْهِ السَّلَام کے واقعات کے قرآنی مقامات

حضرت لوط عَلَيْهِ السَّلَام اور ان کی قوم کا اجمالی ذکر قرآن مجید کی متعدد سورتوں میں ہے جبکہ تفصیلی ذکر ان آٹھ سورتوں میں ہے:

(1) سورۂ اعراف، آیت: 80 تا 84۔ (2) سورۂ ہود، آیت: 69 تا 83۔ (3) سورۂ حجر، آیت: 57 تا 77۔

(4) سورۂ شعراء، آیت: 160 تا 175۔ (5) سورۂ نمل، آیت: 54 تا 58۔ (6) سورۂ عنکبوت، آیت: 28 تا 35۔

(7) سورۂ صافات، 133 تا 138۔ (8) سورۂ قمر، آیت: 33 تا 40۔

باب:2

حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کا تعارف

نام مبارک:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا نام مبارک "لوط" ہے جس کا ایک معنی "قلبی محبت" بنتا ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ سے متعلق منقول ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام آپ سے بہت محبت فرماتے اور قلبی شفقت کا اظہار فرماتے۔ اس لئے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا نام "لوط" رکھا گیا۔[1]

نوٹ: "لوط" غیر عربی زبان کا ایک نام ہے اور چونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام میں سے ایک عظیم نبی کا نام ہے لہٰذا اس نام کو ہرگز برا نہ سمجھا جائے۔

نسب نامہ:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے بھتیجے تھے اور شجرۂ نسب یہ ہے: لوط بن ہاران بن تارخ بن ناحور بن ساروع بن ارغو بن فالغ بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام[2] لیکن ایسے شجرہ نسب میں یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ یہ قطعی نہیں ہوتے۔ ممکن ہے کہ درمیان میں بہت سے افراد کے نام رہ گئے ہوں۔

حلیہ مبارک:

حضرت کعب رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام سفید رنگت، حسین چہرے، باریک ناک اور خوبصورت دانتوں والے تھے۔ جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام مسکراتے تو بہت پیارے انداز میں مسکراتے تھے اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام تمام لوگوں سے زیادہ حسن، وقار اور حکمت والے تھے۔[3]

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی تصدیق:

جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نمرود اور اس کی قوم کی طرف سے جلائی گئی آگ سے صحیح سلامت باہر تشریف

1... الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل، ذکر لوط علیہ السلام، ۱/۱۵۸۔

2... تاریخ ابن عساکر، ذکر من اسمہ لوط، ۵۰/۳۰۲۔

3... مستدرک حاکم، کتاب تواریخ المتقدمین... الخ، حلیۃ لوط علیہ السلام، ۳/۴۳۶، حدیث: ۴۱۱۱۔

لے آئے تو یہ معجزہ دیکھ کر حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام نے آپ کی رسالت کی تصدیق کی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ [1] **ترجمہ**: تو ابراہیم کی تصدیق لوط نے کی۔

یاد رہے کہ یہاں ایمان سے رسالت کی تصدیق ہی مراد ہے کیونکہ اصل توحید و ایمان کا اعتقاد تو اُنہیں ہمیشہ سے حاصل ہے کہ (آپ عَلَیْہِ السَّلَام نبی ہیں اور) انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام ہمیشہ ہی مومن ہوتے ہیں، کسی حال میں ان سے کفر کا تصور تک نہیں کیا سکتا۔[2]

ہجرت:

جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے شہر بابل سے ہجرت فرمائی تو ان کے ہمراہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے بھی ہجرت کی۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے سرزمینِ فلسطین میں قیام فرمایا اور حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام نے اردن میں رہائش اختیار کی۔[3]

حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کا اغوا اور جہادِ ابراہیمی:

مروی ہے کہ یہاں کچھ لوگوں نے حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام پر قابو پا کر انہیں قید کر لیا، ان کا مال چھینا اور مویشیوں کو بھی ہانک کر لے گئے۔ جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو خبر ملی تو آپ سینکڑوں افراد کو ساتھ لے کر ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کو چھڑا لیا، ان کا مال و متاع بھی واپس لیا اور اُن دشمنانِ خدا کی بہت سی تعداد کو تہ تیغ کر دیا اور انہیں شکست دے کر دمشق کے شمال تک ان کا تعاقب کیا۔ یہاں برزہ کے مقام پر پڑاؤ ڈالا اور کچھ عرصہ یہاں رہنے کے بعد فاتحانہ شان سے اپنے علاقے میں واپس تشریف لے آئے۔[4]

بعثت:

کچھ عرصے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو نبوت و رسالت کا منصب عطا فرما کر اہلِ سُدُوم کی طرف بھیج دیا تاکہ انہیں دینِ حق کی دعوت دیں اور برے کاموں سے منع کریں۔

انعاماتِ الٰہی:

اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام پر بہت سے انعامات فرمائے جن میں سے 8 انعام یہ ہیں۔

1... پ۲۰، العنکبوت: ۲۶۔ 2... خازن، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۲۶، ۳/۴۴۹۔ 3... صاوی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۸۰، ۲/۶۸۹۔

4... قصص الانبیاء لابن کثیر، ص ۱۹۳۔

(1) حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو بھی نمرود اور اس کی قوم سے نجات عطا فرمائی اور انہیں برکت والی سرزمین شام کی طرف روانہ کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَنَجَّیْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا لِلْعٰلَمِیْنَ [1]

ترجمہ: اور ہم نے اسے اور لوط کو اس سرزمین کی طرف نجات عطا فرمائی جس میں ہم نے جہان والوں کے لیے برکت رکھی تھی۔

(3،2) اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو حکمت و نبوت اور بہترین قوتِ فیصلہ سے نوازا اور شایانِ شان علم عطا فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلُوْطًا اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا [2]

ترجمہ: اور لوط کو ہم نے حکومت اور علم دیا۔

بعض مفسرین کے نزدیک یہاں "حُکْمًا" سے مراد حکمت یا نبوت ہے اور بعض کے نزدیک اس سے حکومت مراد ہے۔ اگر حکومت والا معنی مراد ہو تو اس کا مطلب لوگوں کے باہمی جھگڑوں میں حق کے مطابق فیصلہ کرنے کی صلاحیت ہے۔

(5،4) آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو ہدایتِ عامہ و خاصہ کی نعمت سے نوازا اور آپ کو نبوت عطا فرما کر تمام جہان کے بہترین افراد کے گروہ میں شامل کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِسْمٰعِیْلَ وَالْیَسَعَ وَیُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِیْنَ [3]

ترجمہ: اور اسماعیل اور یَسَع اور یونس اور لوط کو (ہدایت دی) اور ہم نے سب کو تمام جہان والوں پر فضیلت عطا فرمائی۔

یہاں ایک بات قابلِ توجہ ہے کہ انبیاء و مرسلین عَلَیْہِمُ السَّلَام اپنے زمانے میں ان تمام لوگوں سے افضل ہوتے ہیں جنہیں نبوت و رسالت جیسا عظیم منصب نہیں ملا البتہ گروہِ انبیاء میں بعض بعض سے افضل ہوتے ہیں جیسے حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا زمانہ اگرچہ ایک ہی تھا لیکن حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام ان سے یقیناً افضل ہیں۔

(7،6) اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنی خاص رحمت میں داخل کیا اور اپنے خصوصی مقرب بندوں میں شمار

❶...پ۱۷، الانبیاء:۷۱۔ ❷...پ۱۷، الانبیاء:۷۴۔ ❸...پ۷، الانعام:۸۶۔

فرمایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اَدْخَلْنٰهُ فِیْ رَحْمَتِنَاؕ-اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ۠ (1) **ترجمہ:** اور ہم نے اسے اپنی رحمت میں داخل فرمایا، بیشک وہ ہمارے خاص مقربین میں سے تھا۔

(8) اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْهِ السَّلَام کو اُن لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجا جو لواطت جیسے غلیظ و گھناؤنے فعل میں ملوث تھے اور پھر اُن لوگوں کے ہدایت قبول نہ کرنے پر آپ عَلَیْهِ السَّلَام کو اُس بستی سے نجات عطا فرمائی چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ نَجَّیْنٰهُ مِنَ الْقَرْیَةِ الَّتِیْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓىٕثَؕ-اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِیْنَۙ (2) **ترجمہ:** اور اسے اس بستی سے نجات بخشی جو گندے کام کرتی تھی بیشک وہ برے لوگ نافرمان تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط عَلَیْهِ السَّلَام کو گندے کام کرنے والوں کی بستی سے نجات دینے کو اپنے احسانات میں شمار فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ برے پڑوس سے نجات مل جانا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اس لئے برے دوستوں سے دور رہنا چاہیے۔

باب: 3

حضرت لوط عَلَیْهِ السَّلَام کی دعوت و تبلیغ

اس باب میں حضرت لوط عَلَیْهِ السَّلَام کی دعوت و تبلیغ کا ذکر ہے جس کی تفصیل ذیلی سطور میں ملاحظہ ہو۔

قوم کے برے اعمال:

حضرت لوط عَلَیْهِ السَّلَام جس قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے وہ اپنے وقت کے بد ترین گناہوں، بری عادات اور قابلِ نفرت افعال میں مبتلا تھی، یہاں ان کے اعمال و افعال کی ایک فہرست ملاحظہ ہو۔

(1) کفر و شرک کرنا، (2) حضرت لوط عَلَیْهِ السَّلَام کی تکذیب کرنا، (3) واجب حقوق کی ادائیگی میں بخل کرنا، (4) صدقہ نہ دینا، (5) مسافروں کی حق تلفی کرنا (6) مسافروں پر ظلم و ستم کرنا

1 ...پ۱۷، الانبیاء: ۷۵۔ 2 ...پ۱۷، الانبیاء: ۷۴۔

(7)ان کا مال ناحق لوٹ لینا (8)ان سے بھتہ وصول کرنا (9)ان سے زبردستی بدفعلی کرنا
(10)راہ گیروں کو کنکریاں مارنا (11) کبوتر بازی کرنا (12)ایک دوسرے کا مذاق اڑانا۔
(13)بات بات پر گالیاں دینا۔ (14) تالیاں اور سیٹیاں بجانا۔ (15) مجلس میں بلند آواز سے ریح خارج کرنا۔
(16)مونچھیں بڑی رکھنا اور داڑھیاں تراش دینا۔ (17) چغلخوری کرنا۔ (18)ریشمی لباس پہننا۔
(19) گانے باجے کے آلات بجانا۔ (20)شراب پینا۔
(21)استنجاء خانے تک پہنچنے سے پہلے ہی کپڑے اٹھا کر سب کے سامنے ستر کھول دینا۔
(22)لوگوں کے سامنے پورا ننگا ہو جانا۔ (23) مجلسوں میں فحش باتیں کرنا۔
(24 تا 27)خوبصورت لڑکوں کو شہوت کی نظر سے دیکھنا، ان سے ہاتھ ملانا، چومنا اور ان سے بدفعلی کی طرف راغب کرنے والی گفتگو کرنا۔ (28) مردوں اور نوجوان لڑکوں کا ایک دوسرے کے ساتھ بدفعلی کرنا۔
(29،30)اعلانیہ بدفعلی کرنا اور مذاق مسخری کے طور پر سب کے سامنے اس کے احوال بیان کرنا۔
(31،32) بدفعلی میں مبتلا نہ ہونے والے کو طعن و تشنیع کرنا اور لڑکوں کو چھوڑ کر بیویوں سے جنسی تعلق قائم کرنے والوں کو برا بھلا، کم عقل اور ناقص رائے والا کہنا۔ (33)بیویوں کے ساتھ بدفعلی کرنا۔[1]

مذکورہ بالا اعمال کی فہرست کو سامنے رکھتے ہوئے ہم عالمی سطح پر لوگوں کے حالات کا جائزہ لیں تو قومِ لوط کے اعمال میں سے شاید ہی کوئی ایسا عمل ہو جو فی زمانہ لوگوں میں نہ پایا جاتا ہو بلکہ اُن سے بہت زیادہ گندے اعمال میں زیادہ شدت کے ساتھ مبتلا نظر آتے ہیں اور انتہائی افسوس کہ موجودہ دور میں مسلمانوں کی ایک تعداد بھی ان اعمال میں مبتلا نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت نصیب فرمائے، اٰمین۔

قوم میں ہم جنس پرستی کی ابتدا:

قومِ لوط میں ہم جنس پرستی کی ابتدا سے متعلق علمائے تاریخ اور مفسرین نے لکھا ہے کہ اس قوم کی بستیاں بہت آباد اور نہایت سر سبز و شاداب تھیں اور وہاں طرح طرح کے اناج اور پھل میوے بکثرت پیدا ہوتے تھے۔ اس خوشحالی کی وجہ سے اکثر دوسرے علاقوں کے لوگ مہمان بن کر ان آبادیوں میں آیا کرتے اور یہاں کے باشندوں کو ان کی مہمان

[1]...حسن التنبه، باب النهي عن التشبه بقوم لوط عليه السلام، ۷/ ۷۲-۱۱۴، ملخصاً۔

نوازی کا بوجھ اُٹھانا پڑتا تھا۔کچھ عرصہ بعد یہاں کے لوگ مہمانوں کی آمد سے بہت ہی تنگ ہوگئے، لیکن انہیں روکنے اور بھگانے کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی۔اس ماحول میں ابلیس لعین ایک بوڑھے کی صورت میں نمودار ہوا اور ان لوگوں سے کہنے لگا: اگر تم لوگ مہمانوں کی آمد سے نجات چاہتے ہو تو یوں کرو کہ جب بھی کوئی مہمان تمہاری بستی میں آئے تو زبردستی اس کے ساتھ بدفعلی کرو۔چنانچہ سب سے پہلے ابلیس خود ایک خوبصورت لڑکے کی شکل میں مہمان بن کر اس بستی میں داخل ہوا اور ان لوگوں سے خوب بدفعلی کرائی اس طرح یہ فعلِ بد ان لوگوں نے شیطان سے سیکھا، پھر رفتہ رفتہ یہ لوگ اس برے کام کے اس قدر عادی بن گئے کہ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے اپنی شہوت پوری کرنے لگے۔[1]

حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم کو نصیحت:

حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام اس قوم کے پاس رسول بن کر تشریف لائے اور انہیں تبلیغ و نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اے میری قوم! مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے اور میں اس کی وحی اور رسالت پر امانتدار ہوں اور تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ کفر و شرک، رسول کی تکذیب اور دیگر گناہوں سے باز آجاؤ اور ان کے سبب اپنے اوپر عذابِ الٰہی نازل ہونے سے ڈرو اور جس سیدھے راستے پر چلنے کی تمہیں دعوت دے رہا ہوں اس پر چل کر میری اطاعت کرو اور یاد رکھو کہ میں اس تبلیغ و تعلیم پر تم سے کوئی اجرت اور دنیوی منافع کا مطالبہ نہیں کرتا، میرا اجر و ثواب تو صرف ربُّ العٰلمین کے ذمۂ کرم پر ہے۔اس کے علاوہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اُن لوگوں کی سب سے قبیح عادت پر تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا مخلوق میں تم ہی اس حرام و خبیث کام کے لئے رہ گئے ہو کہ مردوں کے ساتھ بدفعلی کرو اور ان حلال طیب عورتوں کو چھوڑ دو جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہاری بیویاں بنایا ہے، تم اس خبیث عمل کی وجہ سے حد سے بڑھ چکے ہو۔[2]

قرآن پاک میں ہے:

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ﹰالْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۶۲﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۶۳﴾	**ترجمہ**: لوط کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔جب ان سے ان کے ہم قوم لوط نے فرمایا: کیا تم نہیں ڈرتے؟ بیشک میں تمہارے لیے امانتدار رسول ہوں۔تو اللہ

❶...روح البیان، الاعراف، تحت الآیۃ: ۸۴، ۳/۱۹۷۔

❷...روح البیان، الشعراء، تحت الآیۃ: ۱۶۰-۱۶۴، ۶/۳۰۱، تفسیر طبری، الشعراء، تحت الآیۃ: ۱۶۰-۱۶۴، ۹/۴۶۹، ملتقطاً۔

وَ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍۚ-اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِیْنَؕ(۱۶۴) اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِیْنَۙ(۱۶۵) وَ تَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْؕ-بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ[1]

سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اور میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو صرف ربُّ العٰلمین کے ذمے ہے۔ کیا تم لوگوں میں سے مردوں سے بدفعلی کرتے ہو۔ اور اپنی بیویوں کو چھوڑتے ہو جو تمہارے لیے تمہارے رب نے بنائی ہیں بلکہ تم لوگ حد سے بڑھنے والے ہو۔

قوم کی دھمکی:

حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کی نصیحت کے جواب میں ان لوگوں نے کہا: اے لوط! اگر تم نصیحت کرنے اور اس فعل کو برا کہنے سے باز نہ آئے تو ضرور تمہیں اس شہر سے ہی نکال دیا جائے گا۔[2]

قَالُوْا لَىٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ یٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِیْنَ[3]

ترجمہ: انہوں نے کہا: اے لوط! اگر تم باز نہ آئے تو ضرور نکال دیئے جاؤ گے۔

حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کا برائی سے اظہارِ نفرت اور دعا:

قوم کی بات سن کر حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: میں تمہارے کام سے بیزار اور اس سے شدید نفرت کرنے والا ہوں۔ پھر آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں دعا کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کے اعمال پر آنے والے عذاب سے محفوظ رکھ۔

قرآن کریم میں ہے:

قَالَ اِنِّیْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِیْنَؕ(۱۶۸) رَبِّ نَجِّنِیْ وَ اَهْلِیْ مِمَّا یَعْمَلُوْنَ[4]

ترجمہ: لوط نے فرمایا: میں تمہارے کام سے شدید نفرت کرنے والوں میں سے ہوں۔ اے میرے رب! مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کے اعمال سے محفوظ رکھ۔

---

1 ...پ۱۹، الشعراء: ۱۶۰-۱۶۶۔ 2 ...مدارک، الشعراء، تحت الآیۃ: ۱۶۷، ص۸۲۹۔ 3 ...پ۱۹، الشعراء: ۱۶۷۔

4 ...پ۱۹، الشعراء: ۱۶۸، ۱۶۹۔

بدفعلی پر قوم کو مزید نصیحت:

حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام نے قوم کو بدفعلی سے روکنے کا سلسلہ جاری رکھا اور انہیں تبلیغ و نصیحت فرماتے رہے۔ چنانچہ ایک بار قوم سے فرمایا:

اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ(۸۰) اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ[1]

ترجمہ: کیا تم وہ بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے جہان میں کسی نے نہیں کی۔ بیشک تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت سے جاتے ہو بلکہ تم لوگ حد سے گزرے ہوئے ہو۔

انسان کو شہوت اس لئے دی گئی کہ نسلِ انسانی باقی رہے اور دنیا کی آبادی ہو اور عورتوں کو شہوت کا محل اور نسل چلانے کا ذریعہ بنایا کہ ان سے معروف طریقے کے مطابق اور جیسے شریعت نے اجازت دی اس طرح اولاد حاصل کی جائے، جب آدمیوں نے عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے تکمیلِ شہوت کرنی چاہی تو وہ حد سے گزر گئے اور انہوں نے اس قوت کے مقصدِ صحیح کو فوت کر دیا کیونکہ مرد کو نہ حمل ہوتا ہے اور نہ وہ بچہ جنتا ہے تو اس کے ساتھ مشغول ہونا سوائے شیطانیت کے اور کیا ہے۔

قوم کا طنزیہ جواب:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے پر وہ لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے: لوط عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کی پیروی کرنے والوں کو اپنی بستی سے نکال دو یہ لوگ تو بڑی پاکیزگی چاہتے ہیں۔ یعنی گویا پاکیزگی ان کیلئے باعثِ اِستہزاء چیز بن گئی اور اس قوم کا ذوق اتنا خراب ہو گیا تھا کہ انہوں نے اس صفتِ مدح کو عیب قرار دیا۔ قرآن پاک میں ہے:

وَ مَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْیَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَهَّرُوْنَ[2]

ترجمہ: اور ان کی قوم کا اس کے سوا کوئی جواب نہ تھا کہ انہوں نے کہا: ان کو اپنی بستی سے نکال دو۔ یہ لوگ بڑے پاک بنتے پھرتے ہیں۔

---

1 ...پ۸، الاعراف: ۸۰، ۸۱۔ 2 ...پ۸، الاعراف: ۸۲۔

سورۂ نمل میں بھی حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کی ایسی ہی نصیحت اور قوم کے غیر مہذب جواب کا ذکر ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی کے دن برے آتے ہیں تو اسے اَوندھی سوجھتی ہے کہ اسے اچھی چیزیں بری اور بری چیزیں اچھی نظر آنا شروع ہو جاتی ہیں۔ آج کل کے حالات دیکھے جائیں تو ہمارے معاشرے میں بھی لوگوں کی ایک تعداد ایسی ہے جن میں یہ وبا عام نظر آتی ہے اور یہ لوگ جب کسی کو دین کے احکام پر عمل کرتا دیکھتے ہیں تو ان کی طبیعت خراب ہو جاتی ہے اور اس خرابی کے باعث داڑھی رکھنے کو برا اور نہ رکھنے کو اچھا سمجھتے ہیں۔ داڑھی والے کو حقارت کی نظر سے اور داڑھی منڈے کو پسند کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ نماز روزے کی پابندی اور سنتوں پر عمل کرنے والے انہیں اپنی نگاہوں میں عجیب نظر آتے اور گانے باجوں، فلموں ڈراموں میں مشغول لوگ زندگی کی رعنائیوں سے لطف اندوز ہوتے نظر آتے ہیں۔ عورتوں کا پردہ کرنا فرسودہ عمل اور بے پردہ ہونا جدید دور کا تقاضا سمجھتے ہیں۔ بیوی کا گھر میں محدود رہنا تنگ ذہنی جبکہ غیر مردوں کی محفلوں میں بیٹھنا اور ہنس ہنس کر باتیں کرنا روشن خیالی سمجھا جاتا ہے۔ امانت، دیانت اور سچائی کو بھولا پن جبکہ خیانت، جھوٹ، دھوکہ اور فریب کاری کو چالاکی اور مہارت سمجھتے ہیں۔ سرِ دست یہ چند مثالیں پیش کی ہیں ورنہ تھوڑا سا غور کریں تو اچھے کام کو برا اور برے کام کو اچھا سمجھنے کی ہزاروں مثالیں سامنے آجائیں گی۔ اے کاش! مسلمان اپنے رب تعالیٰ کے اس فرمان پر غور کریں اور اپنی روش سے باز آجائیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَفَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًاؕ فَاِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ﳲ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَیْهِمْ حَسَرٰتٍؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ [1]

ترجمہ: تو کیا وہ شخص جس کیلئے اس کا برا عمل خوبصورت بنا دیا گیا تو وہ اسے اچھا (ہی) سمجھتا ہے (کیا وہ ہدایت یافتہ آدمی جیسا ہو سکتا ہے؟) تو بیشک اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور راہ دکھاتا ہے جسے چاہتا ہے، تو حسرتوں کی وجہ سے ان پر تمہاری جان نہ چلی جائے۔ بیشک اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

مزید نصیحت اور قوم کا مطالبۂ عذاب:

ایک بار آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے قوم سے فرمایا: بیشک تم بے حیائی کا وہ کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا بھر میں کسی

1... پ۲۲، فاطر: ۸۔

نے نہیں کیا۔ کیا تم مردوں سے بدفعلی کرتے ہو اور راہ گیروں کو قتل کر کے اور ان کے مال لوٹ کر لوگوں کا راستہ کاٹتے ہو اور اپنی مجلسوں میں برے کام اور بری باتیں کرنے کو آتے ہو؟ تم ان سے باز آجاؤ ورنہ عذابِ الٰہی تمہیں اپنی گرفت میں لے لے گا۔ اس کے جواب میں قوم نے مذاق اڑانے کے طور پر کہا: اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ یہ افعال قبیح ہیں اور ایسا کرنے والے پر عذاب نازل ہو گا تو ہم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب لے آؤ۔[1]

قرآنِ پاک میں ہے:

وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ٘ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ(۲۸) اَىٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَ تَقْطَعُوْنَ السَّبِیْلَ ﳔ وَ تَاْتُوْنَ فِیْ نَادِیْكُمُ الْمُنْكَرَؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ[2]

ترجمہ: اور لوط کو (یاد کرو) جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا: تم بیشک بے حیائی کا وہ کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا بھر میں کسی نے نہ کیا۔ کیا تم مردوں سے بدفعلی کرتے ہو اور راستہ کاٹتے ہو اور اپنی مجلسوں میں برے کام کو آتے ہو تو اس کی قوم کا کوئی جواب نہ تھا مگر یہ کہا: اگر تم سچے ہو تو ہم پر اللہ کا عذاب لے آؤ۔

حضرت لوط عَلَیْهِ السَّلَام کی دعا:

تمام تر کوششوں کے بعد جب حضرت لوط عَلَیْهِ السَّلَام کو اُس قوم کے راہِ راست پر آنے کی کوئی امید نہ رہی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی:

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَ[3]

ترجمہ: (لوط نے) عرض کی، اے میرے رب! ان فسادی لوگوں کے مقابلے میں میری مدد فرما۔

یہاں اس باب سے متعلق چار اہم باتیں ملاحظہ ہوں

لواطت کا شرعی حکم:

بدفعلی حضرت لوط عَلَیْهِ السَّلَام کی قوم کی ایجاد ہے اسی لئے اسے "لواطت" کہتے ہیں۔ یہ حرام قطعی ہے اور اس کا

[1] ...خازن، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۲۸-۲۹، ۳/۴۴۹-۴۵۰، ملتقطاً۔ [2] ...پ۲۰، العنکبوت: ۲۸، ۲۹۔ [3] ...پ۲۰، العنکبوت: ۳۰۔

منکر کافر ہے۔بیوی کے ساتھ بھی یہ فعل حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔

لواطت کی مذمت:

قرآن کریم، احادیث مبارکہ اور بزرگانِ دین کے فرامین میں لواطت و بدفعلی کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے۔چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ نَجَّیْنٰهُ مِنَ الْقَرْیَةِ الَّتِیْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓىٕثَؕ-اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِیْنَ[1]

ترجمہ: اور اسے اس بستی سے نجات بخشی جو گندے کام کرتی تھی بیشک وہ برے لوگ نافرمان تھے۔

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تین بار ارشاد فرمایا"لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ"اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جو قومِ لوط والا عمل کرے۔[2]

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں:بدفعلی کا مرتکب اگر توبہ کئے بغیر مر جائے تو قبر میں خنزیر کی شکل میں بدل دیا جاتا ہے۔[3]

بیویوں کے ساتھ بدفعلی کرنے کی وعیدیں:

بیوی سے جماع کرنا بھی صرف اگلے مقام میں حلال ہے، پچھلے مقام میں اس سے بدفعلی کرنا بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح مردوں سے بدفعلی کرنا حرام ہے، یہاں بیویوں کے ساتھ اِس فعل کی حرمت پر چار احادیث ملاحظہ ہوں،

(1) سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے حیا نہیں فرماتا، تم میں سے کسی کے لئے حلال نہیں کہ وہ عورتوں کے پچھلے مقام میں وطی کرے۔[4]

(2) نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو اپنی بیوی کے پچھلے مقام میں وطی کرے وہ ملعون ہے۔[5]

(3) رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس شخص کی طرف رحمت کی

---

1 ...پ۱۷، الانبیاء: ۷۴۔

2 ... سنن کبری للنسائی، ابواب التعزیرات والشهود، من عمل عمل قوم لوط، ۴/۳۲۲، حدیث: ۷۳۳۷۔

3 ... کتاب الکبائر، الکبیرة الحادیة عشرة، اللواط، ص ۶۳۔

4 ... معجم کبیر، باب من اسمه: خزیمة، خزیمة بن ثابت الانصاری، هرمی بن عبد الله الخطمی عن خزیمة بن ثابت، ۴/۸۹، حدیث: ۳۷۳۶۔

5 ... ابو داؤد، کتاب النکاح، باب فی جامع النکاح، ۲/۳۶۳، حدیث: ۲۱۶۲۔

نظر نہیں فرمائے گا جو اپنی بیوی کے پچھلے مقام میں جماع کرے۔[1]

(4) حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس شخص کی طرف رحمت کی نظر نہیں فرمائے گا جو کسی مرد یا عورت کے پچھلے مقام میں وطی کرے۔[2]

اللہ تعالیٰ اس حرام فعل سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

عورتوں کی ہم جنس پرستی کی مذمت:

عورتوں کا ایک دوسرے سے جنسی عمل کر کے اپنی شہوت کو تسکین دینا بھی انتہائی مذموم اور حرام ہے۔ حضرت واثلہ بن اسقع رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے، حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: عورتوں کا ایک دوسرے سے جنسی عمل کرنا ان کے درمیان زنا ہے۔[3] یعنی جس طرح زنا حرام ہے اسی طرح عورت کا عورت کے ساتھ جنسی عمل کرنا حرام ہے۔

اس کی مذمت کے لیے یہی کافی ہے کہ حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم کی عورتیں اسی عمل کے سبب عذاب کی حقدار ٹھہریں اور مردوں کے ساتھ یہ بھی مبتلائے عذاب ہوئی تھیں، جیسا کہ حضرت حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرماتے ہیں: حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم اس وقت عذاب کی حقدار ٹھہری جب ان کی عورتیں عورتوں سے اور مرد مردوں سے شہوت پوری کرنے میں مشغول ہو گئے۔[4]

اور حضرت محمد بن علی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے پوچھا گیا: کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم کی عورتوں کو ان کے مردوں کے عمل کے سبب عذاب میں مبتلا کیا؟ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ انصاف فرمانے والا ہے۔ اس قوم کے مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے شہوت پوری کیا کرتے تھے (اس لیے مردوں کے ساتھ عورتیں بھی مبتلائے عذاب ہوئیں۔)[5]

1... ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب النھی عن اتیان النساء فی ادبارھن، ۲/۴۵۰، حدیث: ۱۹۲۳۔

2... ترمذی، کتاب الرضاع، باب ما جاء فی کراھیۃ اتیان النساء فی ادبارھن، ۲/۳۸۸، حدیث: ۱۱۶۸۔

3... شعب الایمان، باب فی تحریم الفروج، ۴/۳۷۶، حدیث: ۵۴۶۴۔

4... شعب الایمان، باب فی تحریم الفروج، ۴/۳۷۵، حدیث: ۵۴۶۰۔

5... تاریخ ابن عساکر، ذکر من اسمہ لوط، ۵۰/۳۲۰۔

لواطت اور ہم جنس پرستی کے نقصانات:

نسلِ انسانی پر اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی رحمت ہے کہ اس نے انسانوں کے لئے وہ چیزیں حلال فرمائیں جو اُن کی دنیاو آخرت کے لئے فائدہ مند، دنیاوی بقا اور اُخروی نجات کے لئے ضروری ہے اور وہ چیزیں منع کر دیں جو دنیا یا آخرت کے لئے نقصان کا باعث ہوں۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطری خواہش یعنی شہوت کی تسکین کا ذریعہ عورت کو بنایا ہے اور اس میں بھی یوں کھلی چھٹی نہیں دی کہ وہ جب چاہے اور جس عورت سے چاہے اپنی فطری خواہش پوری کر لے کہ یہ تو سراسر تباہی و ہلاکت اور جنگ و جدل کا پیش خیمہ ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی شہوت کی تسکین کے لئے ”نکاح“ کا ایک مقدس نظام دیا ہے تاکہ انسانوں کو اپنے جذبات کی تکمیل کے لئے جائز اور مناسب راہ مل سکے، اخلاقی طور پر بے راہ روی کا شکار نہ ہوں، نسلِ انسانی کی بقا کا سامان مہیا ہو اور لوگ ایک خاندانی نظام کے تحت معاشرے میں امن و سکون کے ساتھ اپنی زندگی گزار سکیں۔ لیکن فی زمانہ عالمی سطح پر تہذیب و تمدن کے دعوے دار کئی غیر مسلم ممالک نے اللہ تعالیٰ کے اس نظام سے بغاوت کرتے ہوئے اپنے معاشروں میں لواطت کو قانوناً جائز قرار دے رکھا ہے بلکہ کئی مسلم ممالک میں بھی یہ وبا پھیلتی چلی جارہی ہے اور جن ملکوں میں اسے قانوناً اگرچہ جائز قرار نہیں دیا گیا وہاں بھی ہر جگہ بہت سے لوگ اس غیر فطری عادت اور حرام کاری میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ اس حرام کاری کو قانوناً جائز قرار دینے والے ملکوں میں اخلاقی اور خاندانی نظام کی تباہی کا حال کھلی آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے کہ شرم و حیا کا قتلِ عام گلی گلی نظر آتا ہے، جس کے نتیجے میں خاندانی نظام تقریباً ختم ہو کر رہ گیا ہے۔ مردوں کی مردوں اور عورتوں کی عورتوں سے باہم لذت آشنائی کے باعث ان ملکوں میں نسلِ انسانی تیزی سے کم ہو رہی ہے اور آبادی کی شرح خطرناک حد تک کم ہو چکی ہے۔ شہوت پرست لوگ بچے جننے اور ان کی تربیت کرنے پر راضی نہیں۔ یہ لواطت اور ہم جنس پرستی کا عمومی نقصان ہے بطورِ خاص لواطت اور ہم جنس پرستی کا عادی انسان مختلف امراض کا شکار ہو جاتا ہے اور ایڈز جیسے مُہلِک مرض کا بہت بڑا سبب بھی یہی حرام کاری ہے۔ ایڈز وہ انتہائی خطرناک مرض ہے کہ جس کی ہولناکی کی وجہ سے اس وقت دنیا بھر کے لوگ لرزہ بر اندام ہیں، یہ عالمگیر مرض کی صورت اختیار کرتا جارہا ہے۔ کروڑوں افراد اس مہلک مرض میں مبتلا ہیں اور آئے دن اس کے مریضوں کی تعداد میں اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے۔ اب تک لاکھوں افراد اس مرض کی وجہ سے ہلاک ہو چکے ہیں اور جو زندہ ہیں وہ انتہائی کرب کی زندگی گزار رہے ہیں۔ میڈیکل سائنس اور طب کے دیگر شعبوں میں تمام تر ترقی کے باوجود ابھی تک اس مرض کا کوئی موثر علاج دریافت نہیں کیا جا سکا۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس حرام کاری سے محفوظ رکھے۔ اٰمین

لواطت کی عقلی اور طبی خباثتیں:

لواطت کا عمل عقلی اور طبی دونوں اعتبار سے بھی انتہائی خبیث ہے، عقلی اعتبار سے اس کی ایک خباثت یہ ہے کہ یہ عمل فطرت کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فطری اعتبار سے مرد کو عمل کرنے والا اور عورت کو خاص مقام میں عمل قبول کرنے والا بنایا ہے نیز لواطت انسان تو انسان جانوروں کی بھی فطرت کے خلاف ہے کہ جانور بھی شہوت پوری کرنے کے لئے نر کی طرف یا مادہ کے خاص مقام کے علاوہ کی طرف نہیں بڑھتا، اس لئے لواطت کرنے والا فطرت کے خلاف چلتا ہے۔

دوسری خباثت یہ ہے کہ اس کی وجہ سے نسلِ انسانی میں اضافہ رک جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نسلِ انسانی میں اضافے کا طریقہ مرد و عورت کے مخصوص ملاپ میں رکھا ہے جو حمل کا ذریعہ بنتا ہے اور اسی ذریعے سے انسان کی پیدائش ہوتی ہے اور یوں نسلِ انسانی بڑھتی ہے۔ اب اگر شہوت کو اصل ذریعے کی بجائے کسی اور ذریعے سے تسکین دی جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ نسلِ انسانی میں اضافہ رک جائے گا اور اس صورت میں انتہائی سنگین مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا، جیسے وہ ممالک جن میں لواطت کے عمل کو رواج دیا گیا ہے آج ان کا حال یہ ہو چکا ہے کہ وہ دوسرے ممالک کے لوگوں کو اپنے ہاں بلوا کر اور انہیں آسائشیں دے کر اپنے ملک کے لوگوں کی تعداد بڑھانے پر مجبور ہیں اور وقت کے ساتھ ساتھ یہ مسئلہ بڑھتا جائے گا اور یقین کریں کہ وہ وقت آئے گا جب لواطت کی اجازت دینے والے ممالک اِس پر پابندی لگانے اور نکاح کو رواج دینے پر مجبور ہو جائیں گے۔

تیسری خباثت یہ ہے کہ لواطت کا عمل ذلت و رسوائی اور فاعل و مفعول میں عداوت اور نفرت پیدا ہونے کا ایک سبب ہے جبکہ شوہر کا اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرنا عزت کا ذریعہ اور ان میں الفت و محبت بڑھنے کا سبب ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً [1]

ترجمہ: اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے تاکہ تم ان کی طرف آرام پاؤ اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھی۔

اور عقلِ سلیم رکھنے والے کے نزدیک وہ عمل ضرور خبیث ہے جو ذلت و رسوائی اور نفرت و عداوت پیدا ہونے

[1] ...پ۲۱، الروم: ۲۱۔

کا سبب بنے۔

طبی طور پر اس کی خباثت کے لئے یہی کافی ہے کہ انسان کی قوتِ مُدافعت ختم کر کے اسے انتہائی کَرب کی زندگی گزارنے پر مجبور کر دینے والا اور ابھی تک لا علاج مرض پھیلنے کا بہت بڑا سبب لواطت ہے اور اسی لئے جن ممالک میں یہ فعلِ بد رائج ہے وہاں اِس سے پیدا ہونے والے امراض کے حوالے سے ویکسین، احتیاطی تدابیر اور نہ جانے کیا کیا پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔

اس کی دوسری طبی خباثت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کے رحم میں منی کو جذب کرنے کی زبردست قوت رکھی ہے اور جب مرد اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرتا ہے تو اس کے جسم کا جو حصہ عورت کے جسم میں جاتا ہے تو رحم اس سے منی کے تمام قطرات جذب کر لیتا ہے جبکہ عورت اور مرد کے پچھلے مقام میں منی جذب کرنے کی صلاحیت نہیں رکھی گئی اور جب مرد لواطت کا عمل کرتا ہے تو اِس کے بعد لواطت کے عمل کے لئے استعمال کئے گئے جسم کے حصے میں منی کے کچھ قطرات رہ جاتے ہیں اور بعض اوقات ان میں تعَفُّن پیدا ہو جاتا ہے اور جسم کے اس حصے میں سوزاک وغیرہ مہلک قسم کے امراض پیدا ہو جاتے ہیں اور اس شخص کا جینا دشوار ہو جاتا ہے۔

باب:4

حضرت لوط عَلَيْهِ السَّلَام کی قوم پر نزولِ عذاب

اس باب میں حضرت لوط عَلَيْهِ السَّلَام کی قوم پر آنے والے عذاب کا ذکر ہے تفصیل ذیلی سطور میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابراہیم عَلَيْهِ السَّلَام کا فرشتوں سے استفسار اور بارگاہِ الٰہی میں عرض:

حضرت لوط عَلَيْهِ السَّلَام کی دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے قومِ لوط پر عذاب نازل کرنے کے لئے فرشتے بھیج دیئے، یہ فرشتے حکمِ الٰہی کے مطابق پہلے حضرت ابراہیم عَلَيْهِ السَّلَام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تاکہ انہیں حضرت اسحاق عَلَيْهِ السَّلَام کی بشارت دیں۔ فرزند کی بشارت ملنے کے بعد حضرت ابراہیم عَلَيْهِ السَّلَام نے فرشتوں سے آنے کا مزید مقصد بھی پوچھا چنانچہ سورۂ ذاریات میں ہے:

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْۤا اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِیْنَ ﴿۳۲﴾ لِنُرْسِلَ

ترجمہ: ابراہیم نے فرمایا: تو اے بھیجے ہوئے فرشتو! پھر تمہارا کیا مقصد ہے؟ انہوں نے کہا: بیشک ہم ایک

عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِیْنٍ ۙ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِیْنَ [1]

مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ تاکہ ان پر گارے کے پتھر برسائیں۔ جن پر تمہارے رب کے پاس حد سے بڑھنے والوں کے لیے نشان لگائے ہوئے ہیں۔

قومِ لوط سے متعلق بارگاہِ الٰہی میں عرض:

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے قومِ لوط کے بارے میں عرض کی:

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِیْمَ الرَّوْعُ وَ جَآءَتْهُ الْبُشْرٰى یُجَادِلُنَا فِیْ قَوْمِ لُوْطٍ [2]

ترجمہ: پھر جب ابراہیم سے خوف زائل ہوگیا اور اس کے پاس خوشخبری آگئی تو ہم سے قومِ لوط کے بارے میں جھگڑنے لگے۔

جمہور مفسرین کے نزدیک ''یُجَادِلُنَا فِیْ قَوْمِ لُوْطٍ'' کا معنی ہے ''حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام ہمارے بھیجے ہوئے فرشتوں سے قومِ لوط کے بارے میں بحث کرنے لگے۔

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے فرشتوں سے فرمایا: قومِ لوط کی بستیوں میں اگر پچاس ایماندار ہوں تو بھی انہیں ہلاک کروگے؟ فرشتوں نے کہا: نہیں۔ پھر فرمایا: اگر چالیس ہوں؟ انہوں نے کہا: جب بھی نہیں۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: اگر تیس ہوں؟ انہوں نے کہا: جب بھی نہیں۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام اس طرح فرماتے رہے یہاں تک کہ فرمایا: اگر ایک مرد مسلمان موجود ہو تب بھی ہلاک کردو گے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: اس میں حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام ہیں۔ اس پر فرشتوں نے کہا: ہمیں معلوم ہے جو لوگ وہاں ہیں، ہم حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کے گھر والوں کو بچائیں گے البتہ ان کی بیوی نہیں بچے گی کیونکہ وہ ایمان والی نہیں بلکہ اپنی قوم کے ساتھ ہے۔ [3]

سورۂ عنکبوت میں ہے:

وَ لَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْۤا اِنَّا مُهْلِكُوْۤا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِیْنَ ۚ۳۱ قَالَ اِنَّ فِیْهَا لُوْطًا ؕ قَالُوْا

ترجمہ: اور جب ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے تو انہوں نے کہا: ہم ضرور اس شہر والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں۔ بیشک اس شہر والے

1...پ۲۷، الذّٰریٰت: ۳۱-۳۴۔ 2...پ۱۲، ھود: ۷۴۔ 3... خازن، ھود، تحت الآیۃ: ۷۴، ۲/۳۶۲-۳۶۳۔

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِیْهَا ﱾ لَنُنَجِّیَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ﱪ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ (1)

ظالم ہیں۔ فرمایا: اس میں تو لوط (بھی) ہے۔ فرشتوں نے کہا: ہمیں خوب معلوم ہے جو کوئی اس میں ہے، ضرور ہم اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دیں گے سوائے اس کی بیوی کے کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔

یہاں فرشتوں نے نجات دینے کی نسبت اپنی طرف کی، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی کے بعض کام اس کے خاص بندوں کی طرف منسوب کئے جاسکتے ہیں کیونکہ نجات دینا در حقیقت اللہ تعالٰی کا کام ہے مگر فرشتوں نے کہا ہم نجات دیں گے، لہٰذا حضور پر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہمیں ایمان کی دولت سے نوازنے اور قیامت میں شفاعت فرمانے کی وجہ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دوزخ سے نجات دیتے، جنت عطا کرتے اور مشکل کشائی فرماتے ہیں۔

الغرض، سوال و کلام سے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا مقصد قوم کو مزید مہلت دینا تھا تاکہ بستی والے کفر اور لواطت وغیرہا سے توبہ کر سکیں، لیکن جب کلام کا سلسلہ دراز ہوا تو فرشتوں نے عرض کی:

یٰۤاِبْرٰهِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَ اِنَّهُمْ اٰتِیْهِمْ عَذَابٌ غَیْرُ مَرْدُوْدٍ (2)

ترجمہ: (ہم نے فرمایا) اے ابراہیم! اس بات سے کنارہ کشی کر لیجئے، بیشک تیرے رب کا حکم آچکا ہے اور بیشک ان پر ایسا عذاب آنے والا ہے جو پھیرا نہ جائے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ تقدیر مبرم کسی صورت میں نہیں ٹل سکتی اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں وہ عزت ہے کہ رب عَزَّوَجَلَّ ان کو تقدیر مبرم کے خلاف دعا کرنے سے روک دیتا ہے۔

حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کی بارگاہ میں فرشتوں کی حاضری:

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام سے ملاقات کے بعد فرشتے خوبصورت لڑکوں کی شکل میں حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان کی ہیئت اور حسن و جمال کو دیکھا تو قوم کی خباثت اور بدعملی کا سوچ کر ان خوبصورت لڑکوں کی وجہ سے غمگین اور قوم کی طرف سے خوفزدہ ہوئے اور فرمانے لگے کہ یہ بڑا سختی کا دن ہے۔

1...پ۲۰، العنکبوت: ۳۱، ۳۲۔ 2...پ۱۲، ھود: ۷۶۔

قرآن پاک میں ہے:

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ [1]

ترجمہ: اور جب لوط کے پاس ہمارے فرشتے آئے تو ان کی وجہ سے لوط غمگین ہوئے اور ان کا دل تنگ ہوا اور فرمانے لگے یہ بڑا سخت دن ہے۔

قوم کی بد عملی پر گواہی:

مروی ہے کہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم یہ تھا کہ وہ قومِ لوط کو اس وقت تک ہلاک نہ کریں جب تک کہ حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام خود اس قوم کی بد عملی پر چار مرتبہ گواہی نہ دیں، چنانچہ جب یہ فرشتے حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام سے ملے تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سے فرمایا: کیا تمہیں اس بستی والوں کا حال معلوم نہ تھا؟ فرشتوں نے کہا: ان کا کیا حال ہے؟ ارشاد فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ عمل کے اعتبار سے روئے زمین پر یہ بدترین بستی ہے اور یہ بات آپ نے چار مرتبہ فرمائی۔ [2]

حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کی بیوی کا قوم کو مہمانوں کی خبر دینا:

ایک روایت کے مطابق فرشتے سیدھے حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کے مکانِ عالیشان پر پہنچے تھے اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے گھر والوں کے علاوہ کسی اور کو ان کے آنے کی کوئی خبر نہ تھی، اسی دوران آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی بیوی (جو کافرہ تھی) گھر سے باہر نکلی اور اپنی قوم کو جا کر خبر دی کہ حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کے یہاں ایسے مہمان آئے ہیں کہ ان جیسا خوبرو اور حسین میں نے آج تک کوئی نہیں دیکھا۔ [3]

قوم کی آمد اور انہیں نصیحت:

قوم نے جب خوب صورت نوجوانوں کے آنے کی خبر سنی تو فاسد ارادے اور ناپاک نیت کے ساتھ خوشی خوشی دوڑتے ہوئے آئے۔ حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سے فرمایا: یہ میرے مہمان ہیں اور مہمان کی عزت اور لحاظ کرنا لازم ہوتا ہے تم اپنی بدنیتی سے مجھے شرمندہ نہ کرو کہ مہمان کی رُسوائی میزبان کے لئے خَجالت اور شرمندگی کا سبب ہوتی ہے اور مہمانوں کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور مجھے رُسوا نہ کرو۔

---

1 ...پ۱۲، ھود: ۷۷. 2 ...خازن، ھود، تحت الآیۃ: ۷۷، ۲/۳۶۳. 3 ...صاوی، ھود، تحت الآیۃ: ۷۷، ۳/۹۲۵.

قرآن پاک میں ہے:

وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِیْنَةِ یَسْتَبْشِرُوْنَ(۶۷) قَالَ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ ضَیْفِیْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ(۶۸) وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ[1]

ترجمہ: اور شہر والے خوشی خوشی آئے۔ لوط نے فرمایا: یہ میرے مہمان ہیں تو تم مجھے شرمندہ نہ کرو۔ اور اللہ سے ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو۔

مہمان کی عزت، میزبان کی عزت ہوتی ہے اور مہمان کی بے عزتی میزبان کی رسوائی کا باعث ہوتی ہے، اس لئے اگر کسی مسلمان پڑوسی یا رشتہ دار کے ہاں کوئی مہمان آئے تو دوسروں کو بھی اُس مہمان کا لحاظ کرنا چاہیے تاکہ کوئی چیز میزبان کے لئے شرمندگی کا باعث نہ بنے۔

قوم کا جواب اور حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کی نصیحت:

قوم نے جواب دیا: اے لوط! (عَلَیْہِ السَّلَام) کیا ہم نے تمہیں پہلے ہی اس سے منع نہیں کیا تھا کہ دوسروں کے معاملے میں دخل مت دینا، پھر کیوں ہمارے اور ان مہمانوں کے درمیان حائل ہو رہے ہو۔ حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام نے نہایت احسن انداز میں اپنی قوم کو سمجھاتے اور ان کے ضمیر کو جھنجھوڑتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! یہ میری قوم کی بیٹیاں تمہارے لیے نکاح کی صورت میں پاکیزہ ہیں لہٰذا اگر تمہیں جنسی خواہش پوری کرنی ہی ہے تو ان سے شرعی نکاح کر کے جائز طریقے سے پوری کرو کہ وہ تمہارے لیے حلال ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اپنے کفر و سرکشی سے باز آ جاؤ اور میرے مہمانوں سے کوئی برا فعل سر انجام دے کر مجھے ان کے سامنے شرمندہ مت کرو، کیا تم میں ایک بھی کوئی ایسا نیک آدمی نہیں کہ جس کی بات مان کر تم اس برے فعل سے باز آ جاؤ؟

سورۂ ہود میں ہے:

وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ یُهْرَعُوْنَ اِلَیْهِؕ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِؕ قَالَ یٰقَوْمِ هٰۤؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْؕ اَلَیْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ[2]

ترجمہ: اور ان کے پاس ان کی قوم دوڑتی ہوئی آئی اور وہ (لوگ) پہلے ہی سے برے کاموں کے عادی تھے۔ لوط نے فرمایا: اے میری قوم! یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لیے پاکیزہ ہیں تو اللہ سے ڈرو اور

---

❶...پ۱۴، الحجر: ۶۷-۶۹. ❷...پ۱۲، ھود: ۷۸.

مجھے میرے مہمانوں میں رسوانہ کرو۔ کیا تم میں کوئی
ایک آدمی بھی نیک کردار والا نہیں؟

حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام نے قوم کی عورتوں کو بزرگانہ شفقت سے اپنی بیٹیاں فرمایا تاکہ اس حسنِ اخلاق سے وہ فائدہ اٹھائیں اور غیرت و حمیت سیکھیں، یا اس طور پر فرمایا کہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام اپنی پوری امت کے لئے باپ کی طرح ہوتے ہیں۔

قوم کا جواب:

حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کی نصیحت سن کر قوم نے ماننے کی بجائے اپنی خباثت کو مزید کھل کر بیان کیا اور حقیقت یہ ہے کہ لوطیوں اور ہم جنس پرستوں کے دل و دماغ میں جتنی گندگی اور غلاظت ہوتی ہے، اُس کی وجہ سے اُن کی فطرتیں مسخ ہو جاتی ہیں اور جنسی معاملات سے متعلق کوئی نصیحت ان پر اثر نہیں کرتی، چنانچہ اِسی حقیقت کے مطابق قومِ لوط نے نصیحت ماننے کی بجائے حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کو جواب دیا کہ آپ جانتے ہیں کہ آپ کی قوم کی عورتوں سے نکاح کرنے کی نہ ہمیں کوئی حاجت ہے اور نہ ہی ہمیں ان کی طرف کوئی رغبت ہے، ہماری جو خواہش ہے وہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔[1]

قرآن کریم میں ہے:

قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّۚ وَ اِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ[2]

ترجمہ: انہوں نے کہا: تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری قوم کی بیٹیوں میں ہمارے لئے کوئی حاجت نہیں اور تم ضرور جانتے ہو جو ہم چاہتے ہیں۔

حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کی حسرت:

جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو یقین ہو گیا کہ قوم اپنے ارادے سے باز نہیں آئے گی تو آپ نے حسرت سے فرمایا:

قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰى رُكْنٍ شَدِیْدٍ[3]

ترجمہ: لوط نے فرمایا: اے کاش! تمہارے مقابل میرے پاس کوئی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط سہارے کی پناہ لے سکتا۔

قوم کو چونکہ خدا کا تو ڈر تھا نہیں، وہ تو دنیاوی طاقت سے ہی ڈر سکتے تھے، اس لئے حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام نے اُن

---

[1]... ابو سعود، ہود، تحت الآیۃ: ۷۹، ۳/۵۴۔ [2]... پ۱۲، ہود: ۷۹۔ [3]... پ۱۲، ہود: ۸۰۔

کی ذہنیت کے مطابق اور بشری تقاضے کے طور پر طاقتور قبیلے سے مدد مانگنے کی بات کی۔

فرشتوں کی طرف سے تسلی:

حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام اپنے مکان کا دروازہ بند کر کے اندر سے یہ گفتگو فرما رہے تھے اور قوم نے یہ ارادہ کر لیا کہ دیوار توڑ کر اندر داخل ہو جائیں اور اپنی خباثت کو عملی جامہ پہنا لیں۔ فرشتوں نے جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا رنج اور بے چینی دیکھی تو عرض کی: اے لوط! عَلَیْہِ السَّلَام، آپ کا پایہ بہت مضبوط ہے، ہم آپ کے رب کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں اور وہ عذاب لے کر آئے ہیں جس میں یہ لوگ شک کرتے ہیں۔ آپ اپنے گھر والوں کو راتوں رات یہاں سے لے جائیں اور ان میں سے کوئی پیٹھ پھیر کر نہ دیکھے لیکن آپ کی بیوی پیٹھ پھیر کر دیکھ لے گی کیونکہ اسے بھی وہی عذاب پہنچنا ہے جو ان کافروں کو پہنچے گا۔ حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: یہ عذاب کب ہو گا؟ عرض کی: بیشک ان پر نزولِ عذاب کا وعدہ صبح کے وقت کا ہے۔ ارشاد فرمایا: میں تو اس سے جلدی چاہتا ہوں۔ عرض کی: صبح قریب ہی ہے آپ اسے دور نہ سمجھیں۔ اب آپ دروازہ کھول کر ہمیں اور انہیں چھوڑ دیں، یہ لوگ آپ تک ہرگز نہ پہنچ سکیں گے اور نہ ہی کوئی نقصان پہنچا سکیں گے۔ حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام نے دروازہ کھول دیا تو لوگ مکان میں گھس آئے۔ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنا بازو ان کے چہروں پر مارا تو وہ سب اندھے ہو گئے اور مکان سے نکل کر بھاگے لیکن انہیں راستہ نظر نہیں آ رہا تھا اور یہ کہتے ہوئے بھاگ رہے تھے: ہائے! ہائے! لوط کے گھر میں بڑے جادوگر ہیں، انہوں نے ہم پر جادو کر دیا ہے اب ہم اسے چھوڑیں گے نہیں۔

سورۂ حجر میں ہے:

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ﹰالْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَ اَتَیْنٰكَ بِالْحَقِّ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۶۴﴾ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَ اتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَ لَا یَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّ امْضُوْا حَیْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَ قَضَیْنَاۤ اِلَیْهِ ذٰلِكَ

ترجمہ: تو جب لوط کے گھر والوں کے پاس فرشتے آئے۔ تو لوط نے فرمایا: تم اجنبی لوگ ہو۔ انہوں نے کہا: بلکہ ہم تو آپ کے پاس وہ (عذاب) لائے ہیں جس میں یہ لوگ شک کرتے تھے۔ اور ہم آپ کے پاس حق کے ساتھ آئے ہیں اور ہم بیشک سچے ہیں۔ تو آپ رات کے کسی حصے میں اپنے گھر والوں کو لے چلیں اور آپ

الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰۤؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِیْنَ [1]

خود ان کے پیچھے پیچھے چلیں اور تم لوگوں میں سے کوئی مڑ کر نہ دیکھے اور سیدھے چلتے رہو جہاں کا تمہیں حکم دیا جارہا ہے۔ اور ہم نے اسے اس حکم کا فیصلہ سنا دیا کہ صبح کے وقت ان کافروں کی جڑ کٹ جائے گی۔

حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام نے فرشتوں کو اجنبی لوگ کہا، اس سے معلوم ہوا کہ کبھی نبی عَلَیْہِ السَّلَام فرشتے کو نہیں بھی پہچانتے، البتہ یاد رہے کہ جب وحی نازل ہونے کے وقت فرشتہ حاضر ہوتا ہے تو اس وقت نبی عَلَیْہِ السَّلَام فرشتے کو ضرور پہچانتے ہیں، اگر اس وقت بھی نہ پہچانیں تو وحی قطعی نہ رہے گی۔

سورۂ ہود میں ہے:

قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰى رُكْنٍ شَدِیْدٍ ۝۸۰ قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ یَّصِلُوْۤا اِلَیْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَ لَا یَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِیْبُهَا مَاۤ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ [2]

ترجمہ: لوط نے فرمایا: اے کاش! تمہارے مقابل میرے پاس کوئی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط سہارے کی پناہ لے سکتا۔ فرشتوں نے عرض کی: اے لوط! ہم تمہارے رب کے بھیجے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ آپ تک ہرگز نہیں پہنچ سکیں گے تو آپ اپنے گھر والوں کو راتوں رات لے جائیں اور تم میں کوئی پیٹھ پھیر کر نہ دیکھے سوائے تیری بیوی کے۔ بیشک اسے بھی وہی (عذاب) پہنچنا ہے جو ان (کافروں) کو پہنچے گا بیشک ان کا وعدہ صبح کے وقت کا ہے۔ کیا صبح قریب نہیں؟

حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کی روانگی اور قوم پر نزولِ عذاب:

رات کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام اپنی دو صاحبزادیوں اور دیگر اہلِ ایمان کو لے کر بستی سے نکل گئے، اس کے بعد قوم پر عذاب اس طرح آیا کہ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے قومِ لوط کے شہر جس طبقۂ زمین

1...پ۱۴، الحجر: ۶۱-۶۶۔ 2...پ۱۲، ھود: ۸۰، ۸۱۔

میں تھے اس کے نیچے اپنا بازو ڈالا اور ان پانچوں شہروں کو جن میں سب سے بڑا سدوم تھا اور ان میں چار لاکھ آدمی بستے تھے، اس ساری بستی کو نہایت اونچا اٹھایا، پھر اُس بلندی سے اس کو اوندھا کر کے پلٹ دیا، اسی دوران حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے ایک زوردار چیخ بھی ماری اور جو لوگ اس وقت بستی میں موجود نہ تھے وہ جہاں کہیں سفر میں تھے وہیں انہیں لگاتار پتھر برسا کر ہلاک کر دیا گیا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ بستیاں الٹنے کے بعد ان ہی پر لگاتار پتھر برسائے گئے۔[1]

سورۂ ہود میں ہے:

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَ مَا هِیَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ بِبَعِیْدٍ[2]

ترجمہ: پھر جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے اس بستی کے اوپر کے حصے کو اس کا نیچے کا حصہ کر دیا اور اس پر لگاتار کنکر کے پتھر برسائے۔ جن پر تیرے رب کی طرف سے نشان لگے ہوئے تھے اور وہ پتھر ظالموں سے کچھ دور نہیں۔

سورۂ حجر میں ہے:

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ مُشْرِقِیْنَ ﴿۷۳﴾ فَجَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ[3]

ترجمہ: تو دن نکلتے ہی انہیں زوردار چیخ نے آپکڑا۔ تو ہم نے اس بستی کا اوپر کا حصہ اس کے نیچے کا حصہ کر دیا اور ان پر کنکر کے پتھر برسائے۔

حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کی بیوی کا حال اور اس پر عذاب:

حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کی بیوی جس کا نام واہلہ تھا وہ آپ پر ایمان نہ لائی بلکہ کافرہ ہی رہی، اپنی قوم سے محبت رکھتی اور ان کے لئے جاسوسی کرتی تھی، یہ عذاب میں مبتلا ہوئی۔ اس پر عذاب سے متعلق ایک روایت یہ ہے کہ بستی سے نکلتے وقت حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام نے اسے بھی وہیں چھوڑ دیا تھا اور جب قوم پر عذاب نازل ہوا تو یہ بھی ان کے ساتھ ہی مبتلائے عذاب ہوئی اور ایک روایت یہ ہے کہ چلتے وقت حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام اسے بھی اپنے ساتھ لے کر نکلے تھے، پھر جب قوم پر عذاب نازل ہوا تو اس نے مڑ کر پیچھے دیکھ لیا اور کہنے لگی ہائے میری قوم! تو اسے بھی ایک پتھر آ کر لگا جس

❶...خازن، ھود، تحت الآیۃ: ۸۲، ۲/۳۶۵، ملتقطاً۔ ❷...پ۱۲، ھود: ۸۲، ۸۳۔ ❸...پ۱۴، الحجر: ۷۳، ۷۴۔

سے یہ ہلاک ہو گئی۔

سورۂ صافات میں ہے:

وَ اِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِذْ نَجَّیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغٰبِرِیْنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ[1]

ترجمہ: اور بیشک لوط ضرور رسولوں میں سے ہے۔ جب ہم نے اسے اور اس کے سب گھر والوں کو نجات بخشی۔ مگر ایک بڑھیا پیچھے رہ جانے والوں میں ہو گئی۔ پھر دوسروں کو ہم نے ہلاک فرمادیا۔

حضرت لوط عَلَیْهِ السَّلَام کی بیوی کفار کے لیے مثال بنادی گئی:

اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط عَلَیْهِ السَّلَام کی بیوی کو کفار کے لیے ایک مثال بنادیا کہ یہ حضرت لوط عَلَیْهِ السَّلَام جیسے مقرب و صالح بندے کے نکاح میں تھی، لیکن اس نے کفر و منافقت اختیار کر کے حضرت لوط عَلَیْهِ السَّلَام سے خیانت کی تو دیکھ لو کہ اس کا انجام کیا ہوا اور آخرت میں کیا ہو گا۔

قرآن پاک میں ہے:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَیْــٴًـا وَّ قِیْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِیْنَ[2]

ترجمہ: اللہ نے کافروں کیلئے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کو مثال بنادیا، وہ دونوں ہمارے بندوں میں سے دو صالح بندوں کے نکاح میں تھیں پھر ان دونوں عورتوں نے ان سے خیانت کی تو وہ (صالح بندے) اللہ کے سامنے انہیں کچھ کام نہ آئے اور فرمادیا گیا کہ جانے والوں کے ساتھ تم بھی جہنم میں جاؤ۔

ایمان کے بغیر بزرگوں کی صحبت یا رشتہ قیامت میں کوئی فائدہ نہیں دے گا نیز قیامت میں ہر شخص اس کے ساتھ ہو گا جس سے دنیا میں محبت کرتا تھا۔

[1]...پ۲۳، الصافات: ۱۳۳-۱۳۶۔ [2]...پ۲۸، التحریم: ۱۰۔

قومِ لوط دائمی اور دوبار عذاب میں مبتلا ہوئی:

حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم ہمیشہ کے لیے عذاب میں مبتلا ہوئی یعنی ان کا دنیوی عذاب برزخی عذاب سے اور برزخی عذاب اخروی عذاب سے ملا ہوا ہے لہٰذا نفس عذاب دائمی اور قائم ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ لَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ (۳۶) وَ لَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَیْفِهٖ فَطَمَسْنَاۤ اَعْیُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَ نُذُرِ (۳۷) وَ لَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ (۳۸) فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَ نُذُرِ[1]

ترجمہ: اور بیشک اس نے انہیں ہماری گرفت سے ڈرایا تو انہوں نے ڈر کے فرامین میں شک کیا۔ انہوں نے اسے اس کے مہمانوں کے متعلق پھسلانا چاہا تو ہم نے ان کی آنکھوں کو مٹا دیا (اور فرمایا) میرے عذاب اور میرے ڈر کے فرامین کا مزہ چکھو۔ اور بیشک صبح سویرے ان پر ٹھہرنے والا عذاب آیا۔ تو میرے عذاب اور میرے ڈر کے فرمانوں کا مزہ چکھو۔

سورۂ قمر کی آیت نمبر 38 سے عذابِ قبر کا ثبوت بھی ہوتا ہے کیونکہ اگر عذابِ قبر حق نہ ہو تو ان کا عذاب ''مستقر'' یعنی ٹھہرنے والا نہیں رہتا۔ نیز دوسری بار یہ بات ''تو میرے عذاب اور میرے ڈر کے فرمانوں کا مزہ چکھو'' اس لئے فرمائی گئی کہ ان پر عذاب دو مرتبہ نازل ہوا تھا، پہلا عذاب خاص ان لوگوں پر ہوا تھا جو حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کے گھر میں داخل ہوئے تھے اور دوسرا عذاب سب کو عام تھا۔[2]

اہلِ ایمان کی نجات:

جب اُس شہر پر عذاب آیا تو حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام اور ان پر ایمان لانے والے حضرات کو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی وہاں سے نکال لیا اور اس شہر میں یہی گھرانہ مسلمان تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام اور آپ کی دونوں صاحبزادیاں تھیں اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کے اہل بیت میں سے جن لوگوں نے نجات پائی ان کی تعداد 13 تھی۔[3]

1... پ۲۷، القمر: ۳۶-۳۹۔ 2... تفسیر کبیر، القمر، تحت الآیۃ: ۳۹، ۳۱۸/۱۰۔ 3... ابو سعود، الذّٰریٰت، تحت الآیۃ: ۳۵-۳۶، ۶۳۱/۵۔

قرآن پاک میں ہے:

فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِیْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِیْهَا غَیْرَ بَیْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ (1)

ترجمہ: تو ہم نے اس شہر میں موجود ایمان والوں کو نکال لیا۔ تو ہم نے وہاں ایک ہی گھر مسلمان پایا۔

اور ارشاد فرمایا:

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۭ بِالنُّذُرِ ﴿۳۳﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ حَاصِبًا اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍؕ نَجَّیْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴿۳۴﴾ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَاؕ كَذٰلِكَ نَجْزِیْ مَنْ شَكَرَ (2)

ترجمہ: لوط کی قوم نے ڈر سنانے والوں (رسولوں) کو جھٹلایا۔ بیشک ہم نے ان پر ایک پتھراؤ بھیجا سوائے لوط کے گھر والوں کے، ہم نے انہیں رات کے آخری پہر بچالیا۔ اپنے پاس سے احسان فرما کر، ہم یونہی شکر کرنے والے کو صلہ دیتے ہیں۔

قوم لوط کا انجام عبرت کی نشانی ہے:

قومِ لوط کی بستیوں کی تباہی و بربادی کی واضح نشانیاں بعد میں آنے والے لوگوں کے لئے بطورِ عبرت باقی رکھی گئیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: وہ روشن نشانی حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم کے ویران مکان ہیں اور یہی قول زیادہ واضح ہے کیونکہ قرآن پاک میں اُن بستیوں کے اہلِ عرب کے راستوں پر واقع ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔ (3)

قومِ لوط کے انجام کو اللہ تعالیٰ نے بعد والے تمام لوگوں کے لئے عبرت کی بہت بڑی نشانی بنا دیا تاکہ وہ اس قوم جیسا گندا ترین کام نہ کریں، چنانچہ حصولِ عبرت کے لئے قرآن پاک میں اِس واقعے کو بار بار بیان کیا گیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًاۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةًؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (4)

ترجمہ: اور ہم نے ان پر ایک خاص بارش برسائی تو ڈرائے جانے والوں کی بارش کتنی بری تھی۔ بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر مسلمان نہ تھے۔

---

(1)...پ۲۷، الذّٰریٰت: ۳۵، ۳۶۔ (2)...پ۲۷، القمر: ۳۳-۳۵۔ (3)...خازن، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۳۵، ۳/۴۵۰، ملتقطاً۔

(4)...پ۱۹، الشعراء: ۱۷۳، ۱۷۴۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًاؕ-فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِیْنَ (1)

ترجمہ: اور ہم نے ان پر بارش برسائی تو دیکھو، مجرموں کا کیسا انجام ہوا؟

اور ارشاد فرمایا:

اِذْ نَجَّیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اَجْمَعِیْنَۙ(۱۳۴) اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغٰبِرِیْنَ(۱۳۵) ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ(۱۳۶) وَ اِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَیْهِمْ مُّصْبِحِیْنَۙ(۱۳۷) وَ بِالَّیْلِؕ-اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (2)

ترجمہ: جب ہم نے اسے اور اس کے سب گھر والوں کو نجات بخشی۔ مگر ایک بڑھیا پیچھے رہ جانے والوں میں ہوگئی۔ پھر دوسروں کو ہم نے ہلاک فرمادیا۔ اور (اے لوگو!) بیشک تم صبح کے وقت ان کے پاس سے گزرتے ہو۔ اور رات کے وقت (بھی ان بستیوں سے گزرتے ہو)۔ تو کیا تم سمجھتے نہیں؟

اور ارشاد فرمایا:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ(۷۵) وَ اِنَّهَا لَبِسَبِیْلٍ مُّقِیْمٍ(۷۶) اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ (3)

ترجمہ: بیشک اس میں غور کر کے عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ اور بیشک وہ بستیاں اس راستے پر ہیں جو اب تک قائم ہے۔ بیشک اس میں ایمان والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ لَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَاۤ اٰیَةًۢ بَیِّنَةً لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ (4)

ترجمہ: اور بیشک ہم نے عقل والوں کے لیے اس بستی میں روشن نشانی کو باقی رکھا۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ تَرَكْنَا فِیْهَاۤ اٰیَةً لِّلَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ (5)

ترجمہ: اور ہم نے اس میں ان لوگوں کے لیے نشانی باقی رکھی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔

---

(1)...پ۸، الاعراف: ۸۴. (2)...پ۲۳، الصافات: ۱۳۴-۱۳۸. (3)...پ۱۴، الحجر: ۷۵-۷۷. (4)...پ۲۰، العنکبوت: ۳۵. (5)...پ۲۷، الذّٰریٰت: ۳۷.

اور ارشاد فرمایا:

وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ﴿۵۳﴾ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ﴿۵۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ﴿۵۵﴾[1]

ترجمہ: اور اس نے الٹنے والی بستیوں کو نیچے گرایا۔ پھر ان بستیوں کو اس نے ڈھانپ لیا جس نے ڈھانپ لیا۔ تو اے بندے! تو اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں میں شک کرے گا؟

قومِ لوط کی بستیاں آج بھی اردن کے علاقہ میں ایک عجیب و غریب پانی کی صورت میں موجود ہیں، جس میں کوئی جانور، مینڈک، مچھلی وغیرہ زندہ نہیں رہ سکتی، اسی لئے اسے بحر مردار کہا جاتا ہے۔ نیز ان آیات سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ ایمان اور دین، عقل اور فراست اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے کیونکہ اس سے تقویٰ اور طہارت نصیب ہوتی ہے۔ بے عقل، غافل اور کافر ایسے واقعات کو اتفاقی یا آسمانی تاثیرات سے مانتا ہے جیسا کہ آج بھی دیکھا جا رہا ہے، لیکن عقلمند مومن ان کو مخلوق کی بد عملی کا نتیجہ جان کر اللہ تعالیٰ سے ڈرتا اور بندگی کا راستہ اختیار کرتا ہے۔

متعلقات

یہاں اس باب سے متعلق دو اہم باتیں ملاحظہ ہوں

بد فعلی کی سزا:

شریعتِ مطہرہ میں لواطت یعنی بد فعلی کی سزا یہ ہے اس کے اوپر دیوار گرادی جائے یا اونچی جگہ سے اُسے اوندھا کرکے گرایا جائے اور اُس پر پتھر برسائے جائیں یا اُسے قید میں رکھا جائے یہاں تک کہ مر جائے یا توبہ کرے یا چند بار ایسا کیا ہو تو بادشاہِ اسلام اُسے قتل کر ڈالے۔[2]

اس مسئلے کو صدرُ الشریعہ بدرُ الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ نے تفصیل سے اس طرح ذکر فرمایا: اغلام یعنی پیچھے کے مقام میں وطی کی تو اس کی سزا یہ ہے کہ اس کے اوپر دیوار گرادیں یا اونچی جگہ سے اُسے اوندھا کرکے گرائیں اور اُس پر پتھر برسائیں یا اُسے قید میں رکھیں یہاں تک کہ مر جائے یا توبہ کرے یا چند بار ایسا کیا ہو تو بادشاہِ اسلام اُسے قتل کر ڈالے۔ الغرض یہ فعل نہایت خبیث ہے بلکہ زنا سے بھی بدتر ہے، اسی وجہ سے اس میں حد نہیں

[1]...پ۲۷، النجم: ۵۳-۵۵۔ [2]...درمختار مع ردالمحتار، کتاب الحدود، باب الوطء الذی یوجب الحد والذی لا یوجبہ، ۶/ ۴۳-۴۴، ملخصاً۔

کہ بعضوں کے نزدیک حد قائم کرنے سے اُس گناہ سے پاک ہو جاتا ہے اور یہ اتنا برا ہے کہ جب تک توبہ خالصہ نہ ہو اس میں پاکی نہ ہوگی اور اغلام کو حلال جاننے والا کافر ہے یہی مذہبِ جمہور ہے۔[1]

تنبیہ: یہ یاد رہے کہ سزاؤں کے نفاذ کا اختیار صرف حاکمِ اسلام کو ہے۔

لواطت سے جان چھڑانے کا طریقہ:

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ بعض لوگ بد فعلی کے اس قدر عادی ہو جاتے ہیں کہ انہیں اس گندے عمل میں مبتلاء ہوئے بغیر سکون حاصل نہیں ہوتا اور یہ چاہ کر بھی اس برائی سے بچ نہیں پاتے، ایسے لوگوں کو اس خبیث عمل سے نجات پانے کے لیے کیا کرنا چاہئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس کے دل میں بد فعلی اور ہم جنس پرستی کی محبت رچ بس گئی ہو اور وہ کوشش کے باوجود بھی اس عمل سے دور نہیں ہو پا رہا اُس کے لیے اِس سے نجات حاصل کرنا مشکل ضرور ہے لیکن ناممکن نہیں۔ اگر یہ سچی نیت اور پختہ عزم و ارادے کے ساتھ درجِ ذیل تجاویز پر مکمل ایمانداری سے عمل کرے گا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی عنایت و توفیق سے وہ بد فعلی اور ہم جنس پرستی سے نجات پا جائے گا۔

(1) بارگاہِ الٰہی میں لواطت سے سچی توبہ کرے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اس گناہ کا اعتراف کرے، اس پر دل سے نادم و شرمندہ ہو اور آئندہ یہ گناہ نہ کرنے کا پختہ عزم کرے اور اللہ سے دعا بھی کرے کہ وہ اس گناہ کو معاف کر دے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ الَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ۫ وَ مَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ۪ۙ وَ لَمْ یُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ[2]

ترجمہ: اور وہ لوگ کہ جب کسی بے حیائی کا ارتکاب کرلیں یا اپنی جانوں پر ظلم کرلیں تو اللہ کو یاد کرکے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور اللہ کے علاوہ کون گناہوں کو معاف کرسکتا ہے اور یہ لوگ جان بوجھ کر اپنے برے اعمال پر اصرار نہ کریں۔

(2) بارگاہِ الٰہی میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے بکثرت دعا و التجاء کرے کہ اے رب کریم! تو میرے دل و دماغ سے لواطت کی محبت نکال دے اور مجھے اس گندے فعل سے محفوظ فرما۔ یہ اس لیے ضروری ہے کہ نیکی کرنے کی توفیق

---

❶... بہار شریعت، حصہ نہم، حدود کا بیان، ۲/ ۳۸۰-۳۸۱۔ ❷... پ۴، آل عمران: ۱۳۵۔

اور گناہ سے بچنے کی طاقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی نصیب ہوتی ہے۔

(3) فرائض و واجبات اور سنتوں وغیرہ کی ادائیگی کرے اور بطورِ خاص تمام حقوق و شرائط کے ساتھ پابندی سے نماز ادا کرتا رہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِؕ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ [1]

ترجمہ: اور نماز قائم کرو، بیشک نماز بے حیائی اور بری بات سے روکتی ہے اور بیشک اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے مروی ہے کہ ایک انصاری جوان سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ نماز پڑھا کرتا تھا اور بہت سے کبیرہ گناہوں کا اِرتکاب کرتا تھا، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اس کی شکایت کی گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا: اس کی نماز کسی دن اسے اِن باتوں سے روک دے گی۔ چنانچہ کچھ ہی عرصے میں اس نے توبہ کر لی اور اس کا حال بہتر ہو گیا۔[2]

(4) اس بات کو بطور خاص پیش نظر رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہر ظاہری اور باطنی عمل کو جانتا ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں: اے لوگو! اللہ تعالیٰ تمام مقامات اور احوال میں تمہارے عملوں کو جانتا ہے تو جسے اس بات کا یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کا عمل جانتا ہے وہ گناہوں اور برے اعمال سے بچے اور تنہائی میں بھی طاعات، عبادات اور بطورِ خاص نماز کی طرف متوجہ رہے۔[3]

(5) خود کو دینی اور جائز دنیاوی کاموں میں مصروف رکھے اور جب فرصت ملے تو ضروری آرام کے بعد تلاوتِ قرآن اور نفلی عبادات میں مشغول ہو کر اپنی آخرت کی بہتری کے لیے ثواب کا ذخیرہ اکٹھا کرے۔

(6) اپنی نگاہیں نیچی رکھے اور کسی امرد لڑکے، نوجوان یا مرد کو شہوت کی نگاہ سے ہرگز نہ دیکھے اور بدفعلی سے خود کو دور رکھ کر اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا

ترجمہ: مسلمان مردوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان

❶...پ۲۱، العنکبوت: ۴۵۔ ❷...ابو سعود، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۴۵، ۴/۲۶۱۔ ❸...روح البیان، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۴۵، ۶/۴۷۶۔

یَصۡنَعُوۡنَ[1]	کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے، بیشک اللہ ان کے کاموں سے خبر دار ہے۔

(7) اس برائی میں مبتلاء کرنے والے اسباب کا خاتمہ کرے جیسے امرد لڑکوں سے دوستی نہ کرے، انہیں اپنے قریب نہ بٹھائے، ان کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے، اس برائی کی طرف راغب کرنے والوں سے دور رہے۔ ہم جنس پرستوں سے ہر طرح کا تعلق ختم کر دے، ان کے کسی مجمع میں شرکت نہ کرے اور بد فعلی کی ترغیب پر مشتمل لٹریچر پڑھنے سے بچے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقۡرَبُوا الۡفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَمَا بَطَنَ[2]	**ترجمہ:** اور ظاہری و باطنی بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ اِمَّا یُنۡسِیَنَّكَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّكۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ[3]	**ترجمہ:** اور اگر شیطان تمہیں بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

حضرت سیدنا حسن بن ذکوان رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں جس کا خلاصہ ہے: "خوبصورت لڑکوں کے ساتھ نہ بیٹھا کرو کیونکہ ان کی صورتیں کنواری عورتوں کی صورتوں جیسی ہوتی ہیں نیز وہ عورتوں سے زیادہ فتنہ میں ڈالنے والے ہیں۔"[4]

ایک تابعی بزرگ رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: "میں نوجوان سالِک (یعنی عابد و زاہد نوجوان) کے ساتھ بے ریش لڑکے کے بیٹھنے کو سات درندوں سے زیادہ خطرناک سمجھتا ہوں۔"[5]

(8) قومِ لوط کے بد ترین انجام، بد فعلی کی وعیدوں اور دنیاوی نقصانات پر غور کرتا رہے کہ اس سے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کے عذاب کا ڈر پیدا ہو گا اور یہ چیز بد فعلی سے روکے گی۔

---

1 ...پ۱۸، النور: ۳۰۔ 2 ...پ۸، الانعام: ۱۵۱۔ 3 ...پ۷، الانعام: ۶۸۔

4 ...شعب الایمان، السابع و الثلاثون من شعب الایمان... الخ، ۴/ ۳۵۸، حدیث: ۵۳۹۷۔

5 ...شعب الایمان، السابع و الثلاثون من شعب الایمان... الخ، ۴/ ۳۵۸، حدیث: ۵۳۹۶۔

درس ونصیحت

مہمان کی عزت و احترام سنتِ انبیاء ہے: حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے مہمانوں سے ناواقف ہونے کے باوجود ان کی عزت افزائی اور احترام فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ مہمان کی عزت و احترام اور خاطر تواضع کرنا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی سنت ہے اگرچہ میزبان اس سے واقف بھی نہ ہو۔

مہمان کی بے عزتی میزبان کی رسوائی کا سبب ہے: حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام نے مہمانوں کی بے عزتی کو اپنی رسوائی قرار دیا اس سے معلوم ہوا کہ جیسے مہمان کے احترام میں میزبان کی عزت ہوتی ہے ایسے ہی مہمان کی بے عزتی میزبان کی رسوائی کا باعث ہوتی ہے، اس لئے اگر کسی مسلمان پڑوسی یا رشتہ دار کے ہاں کوئی مہمان آیا ہو تو دوسرے مسلمان کو چاہئے کہ وہ بھی اس کے مہمان کا احترام کرے تاکہ اس کی عزت و وقار قائم رہے اور مہمان کی بے عزتی کرنے یا کوئی ایسا کام کرنے سے بچے جس سے مہمان اپنی بے عزتی محسوس کرے تاکہ یہ چیز میزبان کے لئے شرمندگی اور رسوائی کا باعث نہ بنے۔

ہم جنس پرستی بدترین جرم ہے: لواطت و ہم جنس پرستی کی بنا پر قومِ لوط پر ایسا عذاب آیا جو کسی اور قوم پر نازل نہیں ہوا، اس سے معلوم ہوا کہ بدفعلی و ہم جنس پرستی بدترین جرم ہے اور یہ فطرتی گراوٹ، بصیرت کے اندھے پن، عقلی کمزوری اور قلتِ دین پر دلالت، ذلت و پستی کی علامت اور محرومی کا زینہ ہے۔

قومِ لوط کا انجام باعثِ عبرت ہے: اللہ تعالیٰ نے گزشتہ زمانوں میں ہم جنس پرستی کے بدترین جرم کی شکار قوم کو انتہائی ہولناک عذاب میں مبتلا کیا، پھر ان کے حالات و انجام کو بیان کر دیا تاکہ قیامت تک آنے والی نسلیں اس خبیث عمل سے بچیں اور قومِ لوط کے انجام سے عبرت پکڑیں، لہٰذا ہر ایک کو اور بطورِ خاص ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو فی زمانہ ہم جنس پرستی کرنے اور اس کی ترغیب دینے کے لئے باقاعدہ تقریبات منعقد کرنے اور اسے قانونی جواز مہیا کرنے میں مصروف ہیں۔

بارگاہِ الٰہی کے مقرب بندوں کی برکت: قوم پر نزولِ عذاب سے پہلے حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام اور اہل ایمان کو بستی سے نکال لیا گیا اس سے معلوم ہوا کہ کسی جگہ نیک لوگوں کا رہنا وہاں والوں کے امن کا ذریعہ ہے۔

مقرب بندے آفات سے بچا سکتے ہیں: فرشتوں نے حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام اور اہلِ ایمان کو قوم کے شر سے بچایا اور عذاب سے نجات دی اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے اللہ تعالیٰ کی عطا سے بندوں کو آنے والی مصیبتوں سے

بچانے کی قدرت رکھتے ہیں اور بچاتے بھی ہیں۔

مجرموں کے تاریخی حالات پڑھنے کی ترغیب: قرآن پاک میں متعدد مقامات پر حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم کے احوال و انجام کی یاد دہانی کروائی گئی، اس سے معلوم ہوا کہ نافرمانوں کے عبرت ناک تاریخی حالات پڑھنا، ان میں غور کرنا ایک پسندیدہ عمل ہے کیونکہ اس سے دل میں گناہوں سے نفرت اور نیکیوں کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔

باب: 5

احادیث میں حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کی قوم کا تذکرہ

اس باب میں وہ احادیث مذکور ہیں جن میں حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کی قوم کا ذکر ہوا ہے۔ یہاں ان میں سے 4 احادیث ملاحظہ ہوں۔

حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کے لئے دعائے رحمت:

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام پر رحم فرمائے، بیشک وہ کسی مضبوط سہارے کی پناہ لینے کی تمنا کرتے تھے۔[1]

ترمذی شریف کی روایت میں ہے: حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو، بیشک وہ کسی مضبوط سہارے کی پناہ لینے کی تمنا کرتے تھے جب انہوں نے کہا: اے کاش! تمہارے مدِّ مقابل میرے پاس کوئی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط سہارے کی پناہ لے سکتا۔ پھر ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے جو نبی مبعوث فرمایا اسے اس کی قوم کے طاقتور اور صاحبِ ثروت قبیلے میں سے مبعوث فرمایا۔[2]

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس موقع پر حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کو چاہئے تھا کہ اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرتے اور اسی پر بھروسہ کرتے لیکن آپ نے اس کے علاوہ سہارے کی تمنا کر کے گویا توکل سے منہ پھیر لیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کے اس فرمان (میں کسی مضبوط سہارے کی پناہ لے سکتا) سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ پر اعتماد و بھروسے سے منہ پھیرا ہے (آپ کا اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت وحمایت پر بھروسہ اپنی جگہ کامل تھا

---

1 ...بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قولہ عزوجل: ونبئھم عن ضیف ابراھیم، ٢/٤٣٠، حدیث: ٣٣٧٢.

2 ...ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ یوسف، ٥/٨١، حدیث: ٣١٢٧.

جبکہ) اس کلام کے ذریعے آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے مہمانوں کے سامنے عذر کا اظہار کیا تھا کہ اگر وہ کسی بھی طریقے سے قوم کے برے لوگوں کو مہمانوں سے دور کرسکتے تو ضرور ایسا کرتے۔[1]

نیز حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جس انداز میں حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کا تذکرہ فرمایا اس سے مقصود یہ ہے کہ حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام نبی ہیں اور وہ ضرورت کے موقع پر اپنے خاندان والوں سے مدد طلب کرنے کی طرف مائل ہوئے جس سے معلوم ہوا کہ مصیبت کے موقع پر اپنے عزیز رشتہ داروں کی پناہ لینا اور ان سے مدد طلب کرنا جائز ہے۔[2]

امت پر قومِ لوط والے عمل کا خوف:

حضرت جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت ہے، سَیِّدُ المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مجھے تم پر قومِ لوط والے عمل کا سب سے زیادہ خوف ہے۔[3]

قومِ لوط والا عمل کرنے کروانے والے کی ایک سزا:

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس شخص کو قومِ لوط والا عمل کرتے پاؤ، تو کرنے والے اور کروانے والے دونوں کو قتل کر دو۔[4]

یاد رہے کہ بدفعلی کی شرعی سزا نافذ کرنا مسلم حکمران کی ذمہ داری ہے، عام لوگوں کو اس کے نفاذ کا ہرگز اختیار نہیں البتہ عوام الناس کو چاہئے کہ اگر کسی کے بارے میں لواطت جیسا قبیح فعل ثابت ہو جائے تو اسے تنبیہ و نصیحت کرنے کے لیے اس وقت تک اس سے سماجی تعلق ختم کرلیں جب تک وہ کامل توبہ نہ کرلے۔

بدفعلی میں مبتلاء شخص کا حشر:

حضرت انس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: میری امت میں سے جو شخص مرا اور وہ قومِ لوط والا عمل کرتا تھا تو اللہ تعالٰی اسے انہی لوگوں کی طرف منتقل کر دے گا حتی کہ وہ (روزِ قیامت) انہی کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔[5]

---

1 ...شرح نووی، کتاب الایمان، باب زیادة طمانینة القلب بتظاھر الادلة، ١/١٨٥، الجزء الثانی.

2 ...مرقاة المفاتیح، کتاب الفتن، باب بدء الخلق وذکر الانبیاء، ٩/٢٨٤، ملخصاً.

3 ... ابن ماجه، کتاب الحدود، باب من عمل عمل قوم لوط، ٣/٢٣٠، حدیث: ٢٥٦٣.

4 ... ابو داؤد، کتاب الحدود، باب فیمن عمل عمل قوم لوط، ٤/٢١١، حدیث: ٤٤٦٢. 5 ...تاریخ بغداد، عیسی بن مسلم الصفار، ١١/١٦١، حدیث: ٥٨٥٣.

حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام

فہرست ابواب

حضرتِ یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام

آپ عَلَیْہِ السَّلَام حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے پوتے، حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام کے فرزند اور حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام جیسے جلیل القدر پیغمبر کے والد ہیں۔ ولادت سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کی دادی حضرت سارہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کو آپ کی بشارت دے دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عظیم اوصاف سے نوازا اور آپ پر کثیر انعامات فرمائے۔ یہاں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی سیرت پاک کو 2 ابواب میں بیان کیا گیا ہے جن کی تفصیل ذیلی سطور میں ملاحظہ ہو۔

باب: 1

حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کے واقعات کے قرآنی مقامات

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا تفصیلی ذکرِ خیر سورۂ یوسف میں کیا گیا ہے جبکہ اجمالی ذکر درج ذیل 9 سورتوں میں کیا گیا ہے:

(1) سورۂ بقرہ، آیت: 132، 133، 136، 140۔ (2) سورۂ اٰل عمران، آیت: 84۔ (3) سورۂ نساء، آیت: 163۔
(4) سورۂ انعام، آیت: 84۔ (5) سورۂ ہود، آیت 71۔ (6) سورۂ مریم، آیت: 49، 50۔ (7) سورۂ انبیاء، آیت: 72۔
(8) سورۂ عنکبوت، آیت: 27۔ (9) سورۂ صٓ، آیت: 46 تا 47۔

باب: 2

حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کا تعارف

نام و لقب:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا نامِ پاک "یعقوب" اور لقب اسرائیل ہے، اس کا ایک معنی ہے "عَبْدُ اللّٰہ" یعنی اللہ تعالیٰ کا بندہ، اور دوسرا معنی ہے "صَفْوَۃُ اللّٰہ" یعنی اللہ تعالیٰ کے منتخب کردہ بندے۔

ولادت کی بشارت:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت سے پہلے ہی دادی حضرت سارہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کو فرشتوں کے ذریعے آپ کی آمد کی بشارت دیدی گئی تھی، جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

وَ امْرَاَتُهٗ قَآىٕمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ [1]

ترجمہ: اور ان کی بیوی (وہاں) کھڑی تھی تو وہ ہنسنے لگی تو ہم نے اسے اسحاق کی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی خوشخبری دی۔

ولادت:

جب حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام کی عمر مبارک ساٹھ برس ہوئی تو اس وقت آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت ہوئی۔ آپ کے ساتھ آپ کے بھائی بھی پیدا ہوئے۔ [2]

ازواج اور اولاد:

حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کی پہلی بیوی لَیَا بنتِ لَیَان آپ کے ماموں کی بیٹی ہیں، ان سے آپ کے 6 فرزند ہوئے (1) رُوْبِیْل، (2) شمعون، (3) لاوِی، (4) یہوذا (یا، یہودا)، (5) زبولون، (6) یَشْجُر جبکہ چار بیٹے (7) دَان، (8) نَفْتَالی، (9) جاد، (10) آشر، دوسری دو بیویوں زلفہ اور بلہہ سے ہوئے۔ لیا کے انتقال کے بعد حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام نے ان کی بہن راحیل سے نکاح فرمایا ان سے دو فرزند ہوئے (11) حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام اور (12) بنیامین۔ یہ حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کے بارہ صاحب زادے ہیں انہیں کو قرآن مجید میں ”اَسباط“ کہا گیا ہے۔ [3]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ [4]

ترجمہ: (اے اہلِ کتاب!) کیا تم یہ کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد یہودی یا نصرانی تھے۔ تم فرماؤ: کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ؟ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جس کے پاس اللہ کی طرف سے کوئی گواہی ہو اور وہ اسے چھپائے اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں۔

---

1 ...پ ۱۲، ھود: ۷۱۔ 2 ...عہد نامہ قدیم، ص ۲۵۔ 3 ...خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۷، ۳/۵۔ 4 ...پ ۱، البقرۃ: ۱۴۰۔

چند کھانوں کو اپنے اوپر حرام کرنا:

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: یہودیوں کی ایک جماعت رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض کی: اے ابو القاسم! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، ہم آپ سے چند ایسی چیزوں کے بارے سوال کرتے ہیں جنہیں نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا، آپ ان کا جواب دیجئے۔ انہوں نے چند سوالات کیے، ان میں سے ایک یہ تھا کہ تورات نازل ہونے سے پہلے حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام نے کون سا کھانا اپنی ذات پر حرام فرمایا تھا؟ ارشاد فرمایا: میں تمہیں اس اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر تورات نازل فرمائی، کیا تم جانتے ہو کہ حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام شدید بیمار ہو گئے تھے، پھر ان کی بیماری طویل ہو گئی تو اللہ تعالیٰ کے لیے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ انہیں اس بیماری سے شفا دیدے تو وہ اپنا پسندیدہ مشروب اور پسندیدہ کھانا اپنے اوپر حرام کرلیں گے اور ان کا پسندیدہ کھانا اونٹوں کا گوشت اور پسندیدہ مشروب اونٹنیوں کا دودھ تھا۔ یہودیوں نے عرض کی: جی ہاں۔[1]

قرآن پاک میں بھی ہے:

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ[2]

ترجمہ: تمام کھانے بنی اسرائیل کے لئے حلال تھے سوائے ان کھانوں کے جو یعقوب نے تورات نازل کئے جانے سے پہلے اپنے اوپر حرام کرلئے تھے۔ تم فرماؤ، تورات لاؤ اور اسے پڑھو اگر تم سچے ہو۔

نزولِ وحی:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر جداگانہ کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی البتہ آپ کی طرف وحی نازل فرمائی گئی تھی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ[3]

ترجمہ: اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب کی طرف وحی فرمائی۔

1...مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن العباس...الخ، ۱/۵۸۶، حدیث: ۲۴۷۱۔ 2...پ۴، ال عمران: ۹۳۔ 3...پ۶، النساء: ۱۶۳۔

اوصاف:

اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کو بھی علمی اور عملی قوتوں سے نوازا جن کی بنا پر انہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت وعبادت پر قوت حاصل ہوئی۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام لوگوں کو آخرت کی یاد دلاتے اور کثرت سے آخرت کا ذکر کرتے تھے اور دنیا کی محبت نے اُن کے دلوں میں ذرہ بھر بھی جگہ نہیں پائی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اذْكُرْ عِبٰدَنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ اُولِی الْاَیْدِیْ وَ الْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾ اِنَّاۤ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾ وَ اِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَارِ [1]

ترجمہ: اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کرو جو قوت والے اور سمجھ رکھنے والے تھے۔ بیشک ہم نے انہیں ایک کھری بات سے چن لیا وہ اس (آخرت کے) گھر کی یاد ہے۔ اور بیشک وہ ہمارے نزدیک بہترین چُنے ہوئے بندوں میں سے ہیں۔

انعاماتِ الٰہی:

اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر بہت سے انعامات فرمائے، یہاں ان میں سے 11 انعامات ملاحظہ ہوں:

(1 تا 4) اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو نبوت سے نوازا، اپنی خاص رحمت عطا کی، آپ کے لئے بھی سچی بلند شہرت رکھی کہ مسلمان، یہودی اور عیسائی سب آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی ثنا و تعریف کرتے ہیں اور آپ کو اپنا خاص قرب عطا فرمایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ هَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَؕ وَ كُلًّا جَعَلْنَا نَبِیًّا ﴿۴۹﴾ وَ وَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَ جَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِیًّا [2]

ترجمہ: ہم نے اسے اسحاق اور (اس کے بعد) یعقوب عطا کئے اور ان سب کو ہم نے نبی بنایا۔ اور ہم نے انہیں اپنی رحمت عطا کی اور ان کیلئے سچی بلند شہرت رکھی۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَؕ وَ یَعْقُوْبَ نَافِلَةًؕ وَ كُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِیْنَ [3]

ترجمہ: اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق عطا فرمایا اور مزید یعقوب (پوتا) اور ہم نے ان سب کو اپنے خاص

1...پ۲۳، ص: ۴۵-۴۷۔ 2...پ۱۶، مریم: ۴۹، ۵۰۔ 3...پ۱۷، الانبیاء: ۷۲۔

قرب والے بنایا۔

(5 تا 11) آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو، آپ کی اولاد میں بہت سی ہستیوں کو نہ صرف ہدایت پر پیدا فرمایا بلکہ قوموں کے لئے ہادی یعنی ہدایت دینے والے بنایا، انہیں ان کے زمانے میں تمام لوگوں پر فضیلت بخشی، انہیں نبوت و رسالت کے لیے منتخب کیا، انہیں محسنین و صالحین بنایا اور صراطِ مستقیم کی طرف خصوصی ہدایت دی۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَؕ-كُلًّا هَدَیْنَاۚ-وَ نُوْحًا هَدَیْنَا مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ وَ اَیُّوْبَ وَ یُوْسُفَ وَ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَؕ-وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَۙ(۸۴) وَ زَكَرِیَّا وَ یَحْیٰى وَ عِیْسٰى وَ اِلْیَاسَؕ-كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَۙ(۸۵) وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ الْیَسَعَ وَ یُوْنُسَ وَ لُوْطًاؕ-وَ كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِیْنَۙ(۸۶) وَ مِنْ اٰبَآىٕهِمْ وَ ذُرِّیّٰتِهِمْ وَ اِخْوَانِهِمْۚ-وَ اجْتَبَیْنٰهُمْ وَ هَدَیْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ[1]

ترجمہ: اور ہم نے انہیں اسحاق اور یعقوب عطا کیے۔ ان سب کو ہم نے ہدایت دی اور ان سے پہلے نوح کو ہدایت دی اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو (ہدایت عطا فرمائی) اور ایسا ہی ہم نیک لوگوں کو بدلہ دیتے ہیں۔ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو (ہدایت یافتہ بنایا) یہ سب ہمارے خاص بندوں میں سے ہیں۔ اور اسماعیل اور یَسَع اور یونس اور لوط کو (ہدایت دی) اور ہم نے سب کو تمام جہان والوں پر فضیلت عطا فرمائی۔ اور ان کے باپ دادا اور ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے (بھی) بعض کو (ہدایت دی) اور ہم نے انہیں چن لیا اور ہم نے انہیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی۔

وفات سے پہلے تین قاصدوں کی آمد:

حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کی ملک الموت حضرت عزرائیل عَلَیْہِ السَّلَام سے دوستی تھی، ایک دن آپ تشریف لائے تو حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام نے پوچھا: تم ملاقات کے لیے آئے ہو یا روح قبض کرنے؟ عرض کی: صرف ملاقات کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ فرمایا: مجھے ایک بات کہنی ہے۔ عرض کی: ارشاد فرمائیے، کیا بات کہنی ہے۔ حضرت یعقوب عَلَیْہِ

[1]...پ۷، الانعام: ۸۴-۸۷.

السَّلَام نے فرمایا: جب میری موت قریب آجائے اور تم روح قبض کرنے کے لیے آنے والے ہو تو مجھے پہلے سے آگاہ کر دینا۔ ملک الموت عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: ٹھیک ہے، میں اپنی آمد سے پہلے آپ کے پاس دو تین قاصد بھیج دوں گا۔ پھر جب حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کا آخری وقت آیا اور ملک الموت عَلَیْہِ السَّلَام روح قبض کرنے پہنچے تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: تم نے اپنے آنے سے پہلے قاصد بھیجنے کا وعدہ کیا تھا لیکن وہ تو نہیں آئے۔ عرض کی: میں نے قاصد بھیجے تھے، پہلے آپ کے سیاہ بال سفید ہوئے، یہ پہلا قاصد تھا، پھر بدن کی چستی و توانائی ختم ہوئی، یہ دوسرا قاصد تھا، بعد میں آپ کا بدن جھک گیا، یہ تیسرا قاصد تھا۔[1]

اولاد کو دینِ حق پر ثابت قدمی کی وصیت:

جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنی اولاد کو دین حق پر ثابت قدمی کی وصیت فرمائی۔

قرآنِ پاک میں ہے:

وَ وَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِیْهِ وَ یَعْقُوْبُؕ-یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ[2]

ترجمہ: اورابراہیم اور یعقوب نے اپنے بیٹوں کو اسی دین کی وصیت کی کہ اے میرے بیٹو! بیشک اللہ نے یہ دین تمہارے لئے چن لیا ہے تو تم ہرگز نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ والدین کو صرف مال کے بارے میں ہی وصیت نہیں کرنی چاہیے بلکہ اولاد کو عقائدِ صحیحہ، اعمالِ صالحہ، دین کی عظمت، دین پر استقامت، نیکیوں پر مداومت اور گناہوں سے دور رہنے کی وصیت بھی کرنی چاہیے۔

یہاں حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کی وصیت سے متعلق مزید ایک بات ملاحظہ ہو کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانے میں یہودیوں نے یہ دعویٰ کیا کہ حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی وفات کے دن اپنی اولاد کو یہودی رہنے کی وصیت کی تھی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اس دعوے کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُۙ

ترجمہ: (اے یہودیو!) کیا تم اس وقت موجود تھے

---

1 ...مکاشفة القلوب، الباب السادس فی الغفلة، ص۲۱۔ 2 ...پ۱، البقرة: ۱۳۲۔

اِذْ قَالَ لِبَنِیْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِیْؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآىٕكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًاۚۖ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ [1]

جب یعقوب کے وصال کا وقت آیا، جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے فرمایا: (اے بیٹو!) میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ تو انہوں نے کہا: ہم آپ کے معبود اور آپ کے آباؤ اجداد ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے جو ایک معبود ہے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔

اور بعض نے تو یہ دعویٰ بھی کیا کہ حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام یہودی تھے، اس کا رد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰىؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُؕ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ [2]

ترجمہ: (اے اہلِ کتاب!) کیا تم یہ کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد یہودی یا نصرانی تھے۔ تم فرماؤ: کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ؟ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جس کے پاس اللہ کی طرف سے کوئی گواہی ہو اور وہ اسے چھپائے اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں۔

حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات و تدفین:

تاریخ بیان کرنے والے علما فرماتے ہیں کہ حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام اپنے فرزند حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس مصر میں چوبیس سال بہترین عیش و آرام میں اور خوش حالی کے ساتھ رہے، جب وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو وصیت کی کہ آپ کا جنازہ ملک شام میں لے جا کر ارضِ مقدسہ میں آپ کے والد حضرت اسحٰق عَلَیْہِ السَّلَام کی قبر شریف کے پاس دفن کیا جائے۔ اس وصیت کی تعمیل کی گئی اور وفات کے بعد ساج کی لکڑی کے تابوت میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا جسد اطہر شام میں لایا گیا، اسی وقت آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے بھائی عیص کی وفات ہوئی، آپ دونوں

1...پ۱، البقرۃ: ۱۳۳۔ 2...پ۱، البقرۃ: ۱۴۰۔

بھائیوں کی ولادت بھی ساتھ ہوئی تھی اور دفن بھی ساتھ ساتھ کئے گئے اور دونوں صاحبوں کی عمر 145 سال تھی۔[1]

درس و نصیحت

حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام نے وصال کے وقت اولاد کو دینِ حق پر ثابت قدمی کی وصیت فرمائی، اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کو دین سکھانا اور ان کی صحیح تربیت کرتے رہنا والدین کی ذمہ داری ہے۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اپنی اولاد کے ساتھ نیک سلوک کرو اور انہیں اچھے ادب سکھانے کی کوشش کرو۔[2]

اور حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا نے ایک شخص سے فرمایا: اپنے بچے کی اچھی تربیت کرو کیونکہ تم سے تمہاری اولاد کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ تم نے اس کی کیسی تربیت کی اور تم نے اسے کیا سکھایا۔[3]

---

1 ... خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۱۰۰، ۳/۴۶-۴۷، خزائن العرفان، پ۱۲، یوسف، تحت الآیۃ: ۱۰۰، ص۴۶۳، ۴۶۴۔

2 ... ابن ماجہ، کتاب الادب، باب بر الوالد والاحسان الی البنات، ۴/۱۸۹، حدیث: ۳۶۷۱۔

3 ... شعب الایمان، باب فی حقوق الاولاد والاھلین، ۶/۴۰۰، حدیث: ۸۶۶۲۔

حضرت یوسف عَلَیۡهِ السَّلَام

فہرست ابواب

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کے فرزند، حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام کے پوتے اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے پڑپوتے ہیں۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی حیاتِ مبارکہ کے اہم واقعات قرآن پاک کی ایک مکمل سورت میں تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں اور اسی مناسبت سے اس سورت کا نام "سورۂ یوسف" رکھا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی چند سورتوں اور احادیث میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا تذکرہ موجود ہے۔

باب: 1

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے واقعات کے قرآنی مقامات

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا اجمالی ذکرِ خیر سورۂ انعام، آیت 84 اور سورۂ مؤمن، آیت 34 میں ہے، جبکہ تفصیلی تذکرہ سورۂ یوسف میں کیا۔

باب: 2

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کا تعارف

نام مبارک:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا نام مبارک "یوسف" ہے اور یہ عجمی زبان کا ایک لفظ ہے۔

نسب نامہ:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا نسب نامہ یہ ہے: یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم عَلَیْہِمُ السَّلَام۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام حسب و نسب دونوں میں بہت اعلیٰ ہیں کہ خود بھی نبی ہیں اور ان کی تین پشتوں میں نبوت ہے کہ والد، دادا اور پردادا تینوں منصبِ نبوت پر سرفراز تھے۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: لوگوں میں بڑے شرف والے حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام ہیں کہ خود اللہ تعالیٰ کے نبی اور نبیُ اللہ کے بیٹے اور وہ نبیُ اللہ کے بیٹے اور وہ خلیلُ اللہ کے بیٹے ہیں۔[1]

[1]... بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ: واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا، ۴۲۱/۲، حدیث: ۳۳۵۳، ملخصاً۔

ولادت وپرورش:

حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی زوجہ ''لَیَّا'' کے انتقال کے بعد ان کی بہن ''راحیل'' سے نکاح فرمایا اور ان کے بطن سے حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام اور بنیامین کی ولادت ہوئی۔[1]

ولادت کے بعد حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام نے یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنی بہن کی گود میں دے دیا اور انہوں نے ہی آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی پرورش کی۔ پھر ان کے انتقال کے بعد آپ حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کی آغوشِ تربیت میں آگئے۔[2]

حسنِ یوسف:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام انتہائی حسین و جمیل تھے۔ احادیثِ معراج میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے حسن کا اجمالی تذکرہ کیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

(1) پھر ہمارے لئے دروازہ کھولا گیا تو میں نے حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو دیکھا، انہیں اللہ تعالیٰ نے حسن کا نصف حصہ عطا فرمایا تھا، انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لئے دعائے خیر کی۔[3]

(2) میں نے ایک شخص کو دیکھا جن کی صورت چودھویں رات کے چاند کی صورت جیسی تھی، میں نے کہا: اے جبریل! یہ کون ہیں؟ عرض کی: یہ آپ کے بھائی یوسف عَلَیْہِ السَّلَام ہیں۔[4]

(3) معراج کی رات میں نے تیسرے آسمان میں حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو دیکھا تو وہ ایسے شخص تھے جن کے حسن نے مجھے تعجب میں ڈال دیا، وہ نوجوان اور اپنے حسن کے سبب لوگوں پر فضیلت رکھنے والے تھے۔[5]

تمام انسانوں میں حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام سب سے زیادہ حسین تھے، صرف ہمارے آقا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اُن سے بڑھ کر حسن عطا کیا گیا، چنانچہ ایک شاعر نے فارسی میں کیا خوب کہا ہے:

حسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

---

❶... صاوی، یوسف، تحت الآیۃ: ۷، ۳/۹۴۳-۹۴۴۔ ❷... الکامل فی التاریخ لابن الاثیر، ذکر قصۃ یوسف علیہ السلام، ۱/۱۰۴، ملتقطاً۔

❸... مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء برسول اللّٰہ... الخ، ص۸۷، حدیث: ۴۱۱۔

❹... مستدرک حاکم، کتاب تواریخ المتقدمین من الانبیاء والمرسلین، ذکر یوسف بن یعقوب علیہما السلام، ۳/۴۵۲، حدیث: ۴۱۴۱۔

❺... تاریخ ابن عساکر، عبد الرحمن بن عمرو... الخ، ۳۵/۱۴۶، حدیث: ۷۱۳۲۔

یعنی حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کا حسن، حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا پرندے کی مورت میں پھونک مار کر اسے زندہ کر دینا اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا روشن ہاتھ یہ سب معجزات آپ کو حاصل ہیں۔ جو خوبیاں تمام انبیاء کو حاصل تھیں وہ سب اے پیارے حبیب! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، تنہا آپ کی ذات پاک میں موجود ہیں۔

جوانی میں یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو عطائے علم وحکمت:

جب حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام اپنی جوانی کی پوری قوت کو پہنچے اور شباب اپنی انتہا پر آیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت اور دین میں فقاہت عطا فرمائی۔ اس وقت عمر مبارک امام ضحاک رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے قول کے مطابق بیس سال، سدی کے قول کے مطابق تیس سال اور کلبی کے قول کے مطابق اٹھارہ اور تیس کے درمیان تھی۔ [1]

قرآنِ مجید میں ہے:

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ [2]	**ترجمہ:** اور جب یوسف بھرپور جوانی کی عمر کو پہنچے تو ہم نے اسے حکمت اور علم عطا فرمایا اور ہم نیکوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔

بعض علماء نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس آیت میں حکم سے درست بات اور علم سے خواب کی تعبیر مراد ہے اور بعض نے فرمایا ہے کہ چیزوں کی حقیقتوں کو جاننا علم اور علم کے مطابق عمل کرنا حکمت ہے۔ [3]

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام پر احسانِ الٰہی:

اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر بہت سے احسان و انعام فرمائے جن میں سے 10 یہ ہیں۔

(1 تا 4) آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو قتل ہونے سے محفوظ رکھا، کنویں سے سلامتی کے ساتھ باہر نکالا، مصر کی سرزمین میں ٹھکانہ دیا اور خوابوں کی تعبیر نکالنا سکھایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ٘ وَ لِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِؕ وَ اللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ [4]	**ترجمہ:** اور اسی طرح ہم نے یوسف کو زمین میں ٹھکانہ دیا اور تاکہ ہم اسے باتوں کا انجام سکھائیں اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے مگر اکثر آدمی نہیں جانتے۔

---

❶... خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۲۲، ۳/۱۱-۱۲، ملتقطاً۔ ❷... پ۱۲، یوسف: ۲۲۔ ❸... خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۲۲، ۳/۱۲۔ ❹... پ۱۲، یوسف: ۲۱۔

(6،5) آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو برائی اور بے حیائی سے محفوظ رکھا اور اپنے چنے ہوئے بندوں میں شمار فرمایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَ هَمَّ بِهَا لَوْ لَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَ الْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ [1]

ترجمہ: اور بیشک عورت نے یوسف کا ارادہ کیا اور اگر وہ اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا تو وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا۔ ہم نے اسی طرح کیا تاکہ اس سے برائی اور بے حیائی کو پھیر دیں، بیشک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے ہے۔

(7 تا 10) قید خانے سے رہائی عطا فرمائی، بادشاہ کی نگاہوں میں معزز بنایا، مصر کی سرزمین میں اقتدار عطا فرما کر سب کچھ اُن کے تحتِ تصرف کر دیا اور آپ کے لیے آخرت میں بہت زیادہ افضل و اعلیٰ ثواب رکھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ ۚ یَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَیْثُ یَشَآءُ ؕ نُصِیْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَ لَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۶﴾ وَ لَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ [2]

ترجمہ: اور ایسے ہی ہم نے یوسف کو زمین میں اقتدار عطا فرمایا، اس میں جہاں چاہے رہائش اختیار کرے، ہم جسے چاہتے ہیں اپنی رحمت پہنچا دیتے ہیں اور ہم نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ اور بیشک آخرت کا ثواب ان کے لیے بہتر ہے جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے۔

باب: 3

سیرتِ یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے اہم واقعات

اس باب میں حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی مبارک زندگی کے اہم واقعات کا بیان ہے جن کی تفصیل ذیلی سطور میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کا خواب:

ایک بار آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے خواب دیکھا اور اپنے والد حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کو اس کی یوں خبر دی:

1...پ۱۲، یوسف: ۲۴۔ 2...پ۱۳، یوسف: ۵۶، ۵۷۔

يٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ (1)

ترجمہ: اے میرے باپ! میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا، میں نے انہیں اپنے لئے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔

جب یہ خواب دیکھا تو اس وقت حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی عمر شریف بارہ سال کی تھی۔ نیز سات سال اور سترہ سال عمر ہونے کے قول بھی کتابوں میں مذکور ہیں۔(2)

حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کی نصیحت:

حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنے فرزند یوسف عَلَیْہِ السَّلَام سے بہت زیادہ محبت تھی، جس کی وجہ سے ان کے دیگر بھائی ان سے حسد کرتے تھے اور چونکہ یہ بات حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام جانتے تھے، اور وہ بیان کردہ خواب سے ظاہر ہونے والی حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی عظمت و فضیلت بھی سمجھ گئے، اس لئے خواب سن کر فرمایا:

یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاكَ عَلٰۤى اِخْوَتِكَ فَیَكِیْدُوْا لَكَ كَیْدًاؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ (3)

ترجمہ: اے میرے بچے! اپنا خواب اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرنا ورنہ تمہارے خلاف کوئی سازش کریں گے۔ بیشک شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو اپنا ہمدرد و خیر خواہ نہ ہو اس کے سامنے اچھا خواب بیان نہیں کرنا چاہئے، یونہی جس کے بارے میں یہ احتمال ہو کہ وہ ہماری خوش حالی اور نعمتوں سے حسد میں مبتلا ہوگا اور نقصان پہنچانے کی فکر کرے گا تو اس کے سامنے اپنی خوش حالی، نعمت، دولت اور عزت وغیرہ کا ذکر نہ کیا جائے۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے انہیں راز میں رکھنے سے مدد حاصل کرو کیونکہ (دنیا میں) ہر نعمت والے سے حسد کیا جاتا ہے۔(4)

حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کی بشارت:

نصیحت کرنے کے بعد حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام نے بشارت دیتے ہوئے یوسف عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمایا:

---

❶...پ۱۲، یوسف: ۴۔ ❷...خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۴، ۳/۳۔ ❸...پ۱۲، یوسف: ۵۔

❹...شعب الایمان، الثالث والاربعون من...الخ، ۵/۲۷۷، حدیث: ۶۶۵۵۔

وَ كَذٰلِكَ یَجْتَبِیْكَ رَبُّكَ وَ یُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ وَ یُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ وَ عَلٰۤى اٰلِ یَعْقُوْبَ كَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤى اَبَوَیْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَؕ-اِنَّ رَبَّكَ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ۠(1)

ترجمہ: اور اسی طرح تیرا رب تمہیں منتخب فرمالے گا اور تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھائے گا اور تجھ پر اور یعقوب کے گھر والوں پر اپنا احسان مکمل فرمائے گا جس طرح اس نے پہلے تمہارے باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق پر اپنی نعمت مکمل فرمائی بیشک تیرا رب علم والا، حکمت والا ہے۔

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس آیت میں ”یَجْتَبِیْكَ“ سے نبوت کے لئے منتخب فرمانا مراد لیا جائے تو اس صورت میں نعمت پوری کرنے سے مراد دنیا اور آخرت کی سعادتیں عطا فرمانا ہے، دنیا کی سعادتیں یہ ہیں۔ (1) اولاد کی کثرت، (2) خدمت گاروں اور پیروی کرنے والوں کی کثرت، (3) مال اور شان و شوکت میں وسعت، (4) مخلوق کے دلوں میں عظمت و جلال کی زیادتی، (5) خالق و مخلوق کی طرف سے اچھی ثنا اور تعریف۔ آخرت کی سعادتیں یہ ہیں۔ (1) کثیر علوم۔ (2) اچھے اَخلاق۔ (3) اللہ تعالیٰ کی معرفت میں اِستغراق۔ اور اگر ”یَجْتَبِیْكَ“ سے بلند درجات تک پہنچانا مراد لیا جائے تو اس صورت میں نعمت پوری کرنے سے مراد نبوت عطا فرمانا ہے، اس کی تائید ان باتوں سے ہوتی ہے۔

(1) نعمت پورا کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ نعمت کو اس طرح کامل کر دیا جائے کہ وہ ہر قسم کے نقصان سے محفوظ ہو اور انسان کے حق میں ایسی نعمت صرف نبوت ہے مخلوق کے تمام مَناصب، نبوت کے منصب کے مقابلے میں ناقص ہیں۔

(2) حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: جس طرح اس نے پہلے تمہارے باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق پر اپنی نعمت مکمل فرمائی، یہ بات واضح ہے کہ وہ نعمتِ تامہ جس کی وجہ سے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت اسحٰق عَلَیْہِ السَّلَام کو باقی انسانوں سے اِمتیاز حاصل ہوا، وہ نبوت ہے، لہٰذا اس آیت میں تکمیلِ نعمت سے مراد نبوت ہے۔(2)

برادرانِ یوسف کا اظہارِ تشویش:

یوسف عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کے سگے بھائی بنیامین سے حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کی غیر معمولی محبت دیکھ کر دیگر

1 ...پ۱۲، یوسف: ۶.

2 ... تفسیر کبیر، یوسف، تحت الآیۃ: ۶، ۶/۴۲۱، ملتقطاً.

بھائی حسد کرتے تھے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی طرح انہیں حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے خواب کا علم ہو گیا جس سے انہیں محسوس ہوا کہ ان کی بڑی شان ہونے والی ہے، اس بنا پر ان کے دل میں حسد پیدا ہوا اور ایک دن آپس میں کہنے لگے:

لَیُوْسُفُ وَ اَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰۤى اَبِیْنَا مِنَّا وَ نَحْنُ عُصْبَةٌؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنِۙ [1]

ترجمہ: بیشک یوسف اور اس کا سگا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ محبوب ہیں حالانکہ ہم ایک جماعت ہیں بیشک ہمارے والد کھلی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے بھائیوں نے یہ کہہ تو دیا لیکن یہ بات ان کے خیال میں نہ آئی کہ حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام نے یوسف عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کے بھائی کو صرف محبت میں ان پر ترجیح دی ہے اور دلی محبت ایک غیر اختیاری چیز ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کی یوسف عَلَیْہِ السَّلَام سے زیادہ محبت و شفقت کا سبب یہ ہو کہ یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی والدہ ان کی چھوٹی عمر میں انتقال فرما گئی تھیں، نیز شفقت کا سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام نے یوسف عَلَیْہِ السَّلَام میں ہدایت اور اچھی صفات کی وہ نشانیاں ملاحظہ فرمائی تھیں جو دوسرے بھائیوں میں نہ تھیں۔[2]

برادرانِ یوسف کی باہمی مشاورت:

بھائیوں کو والدِ ماجد کا یوسف عَلَیْہِ السَّلَام سے زیادہ محبت فرمانا شاق گزرتا تھا، اس لیے انہوں نے والد صاحب کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے آپس میں یہ مشورہ کیا:

اُقْتُلُوْا یُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا یَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِیْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِیْنَ(۹) قَالَ قَآىٕلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا یُوْسُفَ وَ اَلْقُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ یَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّیَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ [3]

ترجمہ: یوسف کو مار ڈالو یا کہیں زمین میں پھینک آؤ تاکہ تمہارے باپ کا چہرہ تمہاری طرف ہی رہے اور اس کے بعد تم پھر نیک ہو جانا۔ ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا: یوسف کو قتل نہ کرو اور اسے کسی تاریک کنویں میں ڈال دو کہ کوئی مسافر اسے اٹھا لے جائے گا۔ اگر تم کچھ کرنے والے ہو۔

معلوم ہوا کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے بھائیوں کی یہ ساری حرکات دراصل حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام

---

❶...پ۱۲، یوسف:۸۔ ❷... خازن، یوسف، تحت الآیۃ:۸، ۳/۵-۶، ملتقطاً۔ ❸...پ۱۲، یوسف:۹، ۱۰۔

کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے تھیں، اس لئے انہیں بعد میں سچی توبہ نصیب ہوگئی، جبکہ قابیل کی حرکات چونکہ نفسِ اَمارہ کے لئے تھیں، اس لئے اسے توبہ نصیب نہ ہوئی۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی جائز بلکہ اعلیٰ ترین مقصد کے حصول کیلئے بھی ناجائز ذریعہ اختیار کرنے کی اجازت نہیں، جیسے یہاں حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے بھائیوں کا مقصد اپنے نبی والد کی محبت کا حصول تھا لیکن اس کیلئے ناجائز ذریعہ اختیار کیا اور اس کی مذمت کی گئی۔

برادرانِ یوسف کا والدِ محترم سے مطالبہ:

مشورے میں اتفاق رائے کے بعد موقع پا کر بھائیوں نے حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام سے درخواست کی:

یٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى یُوْسُفَ وَ اِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ(۱۱) اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا یَّرْتَعْ وَ یَلْعَبْ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ[1]

ترجمہ: اے ہمارے باپ! آپ کو کیا ہوا کہ یوسف کے معاملے میں آپ ہمارا اعتبار نہیں کرتے حالانکہ ہم یقیناً اس کے خیر خواہ ہیں۔ آپ کل اسے ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ وہ پھل کھائے اور کھیلے اور بیشک ہم اس کے محافظ ہیں۔

حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کا جواب:

حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کو یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کا کچھ دیر کے لئے بھی اپنے سے جدا ہونا گوارا نہ تھا، نیز اس سرزمین میں بھیڑیے اور درندے بہت تھے اس لیے بیٹوں کی بات سن کر آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو ان کے ساتھ نہ بھیجنے کی وُجوہات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَ اَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَ اَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ[2]

ترجمہ: بیشک تمہارا اسے لے جانا مجھے غمگین کر دے گا اور میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ اسے بھیڑیا کھالے اور تم اس کی طرف سے بے خبر ہو جاؤ۔

بیٹوں نے حفاظت کی یقین دہانی کرواتے ہوئے عرض کی:

لَىٕنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّاۤ اِذًا

ترجمہ: اگر اسے بھیڑیا کھا جائے حالانکہ ہم ایک

❶...پ۱۲، یوسف: ۱۱، ۱۲۔ ❷...پ۱۲، یوسف: ۱۳۔

لَّخٰسِرُوْنَ[1] جماعت (موجود) ہوں جب تو ہم کسی کام کے نہ ہوئے۔

چنانچہ تقدیرِ الٰہی کے مطابق حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام نے اجازت دیدی اور روانگی کے وقت حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی قمیص تعویذ بنا کر یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے گلے میں ڈال دی۔ یہ قمیص جنتی ریشم کی تھی اور جس وقت حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو کپڑے اتار کر آگ میں ڈالا گیا تو حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے وہ قمیص آپ کو پہنائی تھی، پھر وہ قمیص مبارک حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام سے حضرت اسحٰق عَلَیْہِ السَّلَام کو اور ان سے ان کے فرزند حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کو پہنچی تھی۔[2]

بھائیوں کا اپنی تجویز پر عمل اور یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو بشارت:

حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام نے یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو ان کے بھائیوں کے ساتھ بھیج دیا، پھر جب تک یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام انہیں دیکھتے رہے تب تک تو وہ یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنے کندھوں پر سوار کئے ہوئے عزت و احترام کے ساتھ لے گئے اور جب دور نکل گئے اور یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کی نظروں سے اوجھل ہوگئے تو انہوں نے یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو زمین پر دے پٹخا جس سے ان کی قلبی کیفیت و عداوت ظاہر ہوگئی۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام جس بھائی کی طرف جاتے وہ مارتا اور طعنے دیتا تھا اور خواب پر برا بھلا کہہ کر بولتے تھے: اپنے خواب کو بلا! وہ اب تجھے ہمارے ہاتھوں سے چھڑائے۔ جب سختیاں حد کو پہنچیں تو یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے یہودا سے کہا: خدا سے ڈر، اور اِن لوگوں کو ان زیادتیوں سے روک۔ یہودا نے اپنے بھائیوں سے کہا: تم نے مجھ سے کیا عہد کیا تھا کہ انہیں قتل نہیں کیا جائے گا۔ یہ سن کر وہ اپنی حرکتوں سے باز آئے اور سب نے یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو تاریک کنویں میں ڈالنے پر اتفاق کرلیا۔

قریب ہی ایک کنواں تھا جو کنعان سے تین فرسنگ (یعنی 9 میل) کے فاصلہ پر اُرْدُن کی سرزمین کے اَطراف میں واقع تھا، اوپر سے اس کا منہ تنگ، اندر سے کُشادہ تھا۔ بھائیوں نے یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے ہاتھ پاؤں باندھے اور قمیص اتار کر کنوئیں میں اتار دیا اور جب وہ اس کی نصف گہرائی تک پہنچے تو رسی چھوڑ دی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام پہنچے اور انہوں نے آپ کو کنویں میں موجود ایک پتھر پر بٹھا دیا اور ہاتھ کھول دیئے۔[3]

---

❶...پ۱۲، یوسف: ۱۴۔ ❷...خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۱۴، ۳/۷، روح البیان، یوسف، تحت الآیۃ: ۱۴، ۴/۲۲۲، ملتقطاً۔

❸...روح البیان، یوسف، تحت الآیۃ: ۱۵، ۴/۲۲۳، ملخصاً۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے واسطے سے یا اِلہام کے ذریعے یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وحی فرمائی کہ آپ غمگین نہ ہوں، ہم آپ کو گہرے کنویں سے نکال کر بلند مقام پر پہنچائیں گے اور ان بھائیوں کو حاجت مند بنا کر تمہارے پاس لائیں گے اور انہیں تمہارے زیرِ فرمان کریں گے اور اے پیارے یوسف! عَلَیْہِ السَّلَام، ایک دن ایسا آئے گا کہ تم ضرور انہیں ان کا یہ ظالمانہ کام یاد دلاؤ گے جو انہوں نے اِس وقت تمہارے ساتھ کیا اور وہ اُس وقت تمہیں پہچانتے نہ ہوں گے کہ تم یوسف ہو کیونکہ اس وقت آپ کی شان بلند ہو گی اور آپ سلطنت و حکومت کی مسند پر ہوں گے جس کی وجہ سے وہ آپ کو پہچان نہ سکیں گے۔[1]

قرآنِ مجید میں ہے:

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَ اَجْمَعُوْۤا اَنْ یَّجْعَلُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّۚ وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ[2]

ترجمہ: پھر جب وہ اسے لے گئے اور سب نے اتفاق کرلیا کہ اسے تاریک کنویں میں ڈال دیں اور ہم نے اسے وحی بھیجی کہ تم ضرور انہیں ان کی یہ حرکت یاد دلاؤ گے اور اس وقت وہ جانتے نہ ہوں گے۔

بھائیوں کا یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کے سامنے صفائی پیش کرنا:

کنویں میں ڈالنے کے بعد بھائی واپس ہوئے اور یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کا اتارا ہوا قمیص ایک بکری کے بچے کے خون میں رنگ کر ساتھ لے لیا لیکن اسے پھاڑنا بھول گئے۔ رات کے وقت یہ اپنے والد کی طرف لوٹے تاکہ اندھیرے کی وجہ سے انہیں جھوٹا عذر پیش کرنے میں کوئی پریشانی نہ ہو، چنانچہ جب مکان کے قریب پہنچے تو رونے اور چیخنے چلانے لگ گئے۔ حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام نے ان کے چیخنے کی آواز سنی تو گھبرا کر باہر تشریف لائے اور فرمایا: اے میرے بیٹو! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا تمہیں بکریوں میں کوئی نقصان ہوا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ ارشاد فرمایا: پھر تمہیں کیا مصیبت پہنچی اور یوسف کہاں ہیں؟ جواب دیا:

یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَ تَرَكْنَا یُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُۚ وَ مَاۤ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ

ترجمہ: اے ہمارے باپ! ہم دوڑ کا مقابلہ کرتے (دور) چلے گئے اور یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ

---

❶... ابو سعود، یوسف، تحت الآیۃ: ۱۵، ۳/۸۶، ملخصاً۔ ❷... پ۱۲، یوسف: ۱۵۔

لَّنَا وَ لَوْ كُنَّا صٰدِقِیْنَ (1) دیا تو اسے بھیڑیا کھا گیا اور آپ کسی طرح ہمارا یقین نہ کریں گے اگرچہ ہم سچے ہوں۔

بھائیوں کی ایک تدبیر اور یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کا ردِ عمل:

اس کے بعد بھائیوں نے اپنی سچائی کے ثبوت پر خون سے رنگا ہوا یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کا قمیص پیش کر دیا۔ حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام وہ قمیص اپنے چہرہ مبارک پر رکھ کر بہت روئے اور فرمایا: عجیب قسم کا ہوشیار بھیڑیا تھا جو میرے بیٹے کو تو کھا گیا مگر قمیص کو پھاڑا تک نہیں۔ پھر فرمایا:

بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًاؕ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌؕ وَ اللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ (2)

ترجمہ: بلکہ تمہارے دلوں نے تمہارے لئے ایک بات گھڑ لی ہے تو صبر اچھا اور تمہاری باتوں پر اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں۔

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو کنویں سے نکالنے کا قدرتی انتظام:

چند دن بعد حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے کنویں سے نکلنے کا قدرتی انتظام یوں ہوا کہ ایک قافلہ مدین سے مصر کی طرف جا رہا تھا، وہ راستہ بھٹک کر اُس جنگل کی طرف آ نکلا جہاں آبادی سے بہت دور یہ کنواں تھا اور اس کا پانی کھاری تھا مگر حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی برکت سے میٹھا ہو گیا۔ جب قافلے والے اس کنوئیں کے قریب اترے تو انہوں نے پانی لانے کے لیے ایک شخص بھیجا، اس کا نام مالک بن ذعر خزاعی تھا اور یہ مدین کا رہنے والا تھا۔ جب یہ کنوئیں پر پہنچا اور پانی نکالنے کے لیے اپنا ڈول ڈالا تو حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام وہ ڈول پکڑ کر اس میں لٹک گئے، مالک نے ڈول کھینچا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام کنویں سے باہر تشریف لے آئے۔ جب اس نے حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کا عالَم افروز حسن دیکھا تو انتہائی خوشی سے اپنے ساتھیوں کو مُژدہ سنایا کہ آہا! کیسی خوشی کی بات ہے، یہ تو ایک بہت حسین لڑکا ہے۔ مالک بن ذعر اور اس کے ساتھیوں نے انہیں سامانِ تجارت قرار دے کر چھپا لیا تاکہ کوئی اس میں شرکت کا دعویٰ نہ کر دے۔

قرآنِ پاک میں ہے:

وَ جَآءَتْ سَیَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى

ترجمہ: اور ایک قافلہ آیا تو انہوں نے اپنا پانی لانے

❶...پ۱۲، یوسف: ۱۷۔

❷...پ۱۲، یوسف: ۱۸۔

دَلْوَهٗ ؕ قَالَ یٰبُشْرٰی هٰذَا غُلٰمٌ ؕ وَ اَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَعْمَلُوْنَ [1]

والا آدمی بھیجا تو اس نے اپنا ڈول ڈالا۔ اس پانی لانے والے نے کہا: کیسی خوشی کی بات ہے، یہ تو ایک لڑکا ہے۔ اور انہوں نے اسے سامانِ تجارت قرار دے کر چھپالیا اور اللہ جانتا ہے جو وہ کررہے تھے۔

بھائیوں کی بے رغبتی اور یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی سستے داموں فروخت:

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے بھائی اسی جنگل میں اپنی بکریاں چَراتے، اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی نگرانی بھی کرتے تھے۔ آج جب انہوں نے یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو کنوئیں میں نہ دیکھا تو انہیں تلاش کرتے ہوئے قافلہ میں پہنچے، وہاں انہوں نے مالک بن ذعر کے پاس حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو دیکھا تو اس سے کہنے لگے: یہ غلام ہے، ہمارے پاس سے بھاگ آیا ہے، کسی کام کا نہیں اور نافرمان بھی ہے، اگر خرید لو تو ہم اسے سستا بیچ دیں گے، پھر اسے کہیں اتنی دور لے جانا کہ اس کی خبر بھی ہمارے سننے میں نہ آئے۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام بھائیوں کے خوف سے خاموش کھڑے رہے۔ جب یہ لوگ خریدنے پر راضی ہو گئے تو بھائیوں نے انہیں بہت کم قیمت والے چند درہموں کے بدلے بیچ دیا اور یوسف عَلَیْہِ السَّلَام میں کوئی رغبت تو انہیں ویسے بھی نہ تھی۔ [2]

قرآنِ کریم میں ہے:

وَ شَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَ كَانُوْا فِیْهِ مِنَ الزّٰهِدِیْنَ [3]

ترجمہ: اور بھائیوں نے بہت کم قیمت چند درہموں کے بدلے میں اسے بیچ ڈالا اور انہیں اس میں کچھ رغبت نہ تھی۔

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے حسن و جمال کی وجہ سے اگر بھائی کثیر سرمائے کا مطالبہ کرتے تو قافلے والے انہیں وہ بھی دے دیتے، لیکن پھر بھی بھائیوں نے انہیں انتہائی کم قیمت پر اس لئے بیچ ڈالا کہ وہ بھائی دراصل مال کی خواہش نہ رکھتے تھے بلکہ ان کا بنیادی مقصد حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو والد سے جدا کرنا تھا اور وہ کامل طریقے سے پورا ہو رہا تھا اس لیے انہوں نے کم قیمت والے تھوڑے سے درہموں کے بدلے ہی معاملہ کر لیا۔

---

1 ...پ۱۲، یوسف: ۱۹۔ 2 ...خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۱۹، ۳/۱۰، ابو سعود، یوسف، تحت الآیۃ: ۱۹، ۳/۸۹، ملتقطاً۔ 3 ...پ۱۲، یوسف: ۲۰۔

بازارِ مصر میں یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی خریداری:

پھر مالک بن ذعر اور اس کے ساتھی حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو مصر لے آئے۔ اس زمانے میں مصر کا بادشاہ رَیّان بن ولید بن نزدان عَملیقی تھا اور اس نے اپنی عِنانِ سلطنت قِطفیر مصری کے ہاتھ میں دے رکھی تھی، تمام خزائن اسی کے تحتِ تَصرُّف تھے، اسی کو عزیزِ مصر کہتے تھے اور یہ بادشاہ کا وزیر اعظم تھا۔ جب حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام مصر کے بازار میں بیچنے کے لئے لائے گئے تو ہر شخص کے دل میں آپ کی طلب پیدا ہوئی اور خریداروں نے قیمت بڑھانا شروع کی یہاں تک کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے وزن کے برابر سونا، اتنی ہی چاندی، اتنا ہی مشک اور اتنا ہی ریشم قیمت مقرر ہوئی۔ عزیزِ مصر نے اس قیمت پر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو خرید لیا اور اپنے گھر لے آیا۔ دوسرے خریدار اس کے مقابلہ میں خاموش ہو گئے۔[1]

یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے بارے میں عزیزِ مصر کی اپنی بیوی کو تاکید:

عزیزِ مصر، حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنے گھر لے آیا اور بیوی زلیخا سے کہا: یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو عزت سے رکھو، ان کی قیام گاہ عمدہ و نفیس ہو، لباس اور خوراک بھی اعلیٰ قسم کے ہوں، شاید ان سے ہمیں نفع پہنچے کہ یہ سلطنت اور حکومت کے کاموں کو سر انجام دینے میں ہمارے کام آئے کیونکہ رُشد کے آثار ان کے چہرے سے ظاہر ہیں یا پھر ہم انہیں بیٹا بنالیں۔ یہ بات قطفیر نے اس لئے کہی کہ اس کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔[2]

قرآن کریم میں ہے:

وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا[3]	**ترجمہ:** اور مصر کے جس شخص نے انہیں خریدا اس نے اپنی بیوی سے کہا: انہیں عزت سے رکھو شاید ان سے ہمیں نفع پہنچے یا ہم انہیں بیٹا بنالیں۔

عزیزِ مصر کی بیوی کی دعوتِ گناہ اور یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کا جواب:

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام انتہائی حسین و جمیل نوجوان تھے، جب زلیخا نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے حسن و جمال کو دیکھا تو اس نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے بارے میں لالچ کیا اور موقع پاکر یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو پھسلانے کی کوشش کی تاکہ وہ

---

❶... صاوی، یوسف، تحت الآیۃ: ۲۰، ۳/۹۴۹، خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۲۰، ۳/۱۱، ملتقطاً۔

❷... ابو سعود، یوسف، تحت الآیۃ: ۲۱، ۳/۹۰، خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۲۱، ۳/۱۱، ملتقطاً۔ ❸... پ۱۲، یوسف: ۲۱۔

اُس کی ناجائز خواہش پوری کریں۔ زلیخا نے مکان کے تمام دروازے بند کر کے حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنی طرف دعوت دی۔

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام چونکہ زلیخا کے گھر میں ہی رہائش پذیر اور اسی کی پناہ میں رہتے تھے اس لیے اس کی بات نظر انداز کرنا اِنتہائی مشکل تھا لیکن قربان جایئے حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی شان پر کہ جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے خود کو ہر طرف سے گھرا ہوا پایا تو اپنے عزم و ارادے پر بھروسہ کرنے کی بجائے پہلے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی پھر زلیخا کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: بیشک عزیزِ مصر نے میری پرورش کی، مجھے رہنے کے لئے اچھی جگہ دی تو کیا اس کا یہ بدلہ ہے کہ میں اس کے اہلِ خانہ میں خیانت کروں؟ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا اور جو ایسا کرے وہ ظالم ہے اور ظالم کبھی فلاح نہیں پاتے۔[1]

قرآن کریم میں ہے:

وَ رَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَ غَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَ قَالَتْ هَیْتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ[2]

ترجمہ: اور وہ جس عورت کے گھر میں تھے اُس نے اُنہیں اُن کے نفس کے خلاف پھسلانے کی کوشش کی اور سب دروازے بند کر دیئے اور کہنے لگی: آؤ، (یہ) تم ہی سے کہہ رہی ہوں۔ یوسف نے جواب دیا: (ایسے کام سے) اللہ کی پناہ۔ بیشک وہ مجھے خریدنے والا شخص میری پرورش کرنے والا ہے، اس نے مجھے اچھی طرح رکھا ہے۔ بیشک زیادتی کرنے والے فلاح نہیں پاتے۔

اس نصیحت کے ضمن میں حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے زلیخا کو یہ نصیحت بھی کر دی کہ جب میں عزیز مصر کی چند دن کی پرورش کا اتنا حق پہچانتا ہوں تو تجھے مجھ سے زیادہ حق پہچاننا چاہیے کہ تو اس کی بیوی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہونا چاہیے اور اپنے مربی کا احسان ماننا اور اس کا حق پہچاننا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کا طریقہ ہے۔

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی پاکدامنی کا بیان:

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام انتہائی پاک دامن تھے اور آپ کی پاکدامنی رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں بھی بیان

[1]... تفسیر کبیر، یوسف، تحت الآیۃ: ۲۳، ۶/۴۳۸، خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۲۳، ۳/۱۲، ملتقطاً۔ [2]... پ۱۲، یوسف: ۲۳۔

فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَ لَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَ هَمَّ بِهَا لَوْ لَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَ الْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ [1]

ترجمہ: اور بیشک عورت نے یوسف کا ارادہ کیا اور اگر وہ اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا تو وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا۔ ہم نے اسی طرح کیا تاکہ اس سے برائی اور بے حیائی کو پھیر دیں، بیشک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے ہے۔

اس آیت میں جس دلیل کا ذکر ہوا وہ دلیل وبُرہان عِصمتِ نبوت ہے، اللہ تعالیٰ نے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے پاکیزہ نُفوس کو برے اَخلاق اور گندے اَفعال سے پاک پیدا کیا ہے اور پاکیزہ، مُقَدّس اور شرافت والے اَخلاق پر ان کی پیدائش فرمائی ہے، اس لئے وہ ہر ایسے کام سے باز رہتے ہیں جس کا کرنا منع ہو۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ جس وقت زلیخا، حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے درپے ہوئی اس وقت آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے والد ماجد حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کو دیکھا کہ انگشتِ مبارک دندانِ اَقدس کے نیچے دبا کر اِجتناب کا اشارہ فرماتے ہیں۔[2]

یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کا دروازے کی طرف بھاگنا:

جب زلیخا حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے پیچھے ہی پڑ گئی اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے رب تعالیٰ کی بُرہان دیکھی تو وہ دروازے کی طرف بھاگے اور زلیخا اُن کے پیچھے انہیں پکڑنے کے لئے بھاگی۔ آخر کار زلیخا حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام تک پہنچی اور اس نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا کرتا پیچھے سے پکڑ کر آپ کو کھینچا تاکہ آپ نکل نہ پائیں لیکن آپ غالب آئے اور دروازے سے باہر نکل گئے۔ زلیخا کے کھینچنے کی وجہ سے حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی قمیص پیچھے سے پھٹ گئی تھی۔

شوہر کو دیکھ کر زلیخا کا فریب:

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام جیسے ہی باہر نکلے اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے پیچھے زلیخا بھی نکلی تو دونوں نے عزیزِ مصر کو دروازے کے پاس پایا، یہ دیکھ کر فوراً ہی زلیخا نے اپنی براءت ظاہر کرنے اور حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنے مکر سے خوفزدہ کرنے کے لئے حیلہ تراشا اور شوہر سے کہنے لگی: اس شخص کی کیا سزا ہے جو تمہاری گھر والی کے ساتھ برائی کا ارادہ

1...پ۱۲، یوسف: ۲۴۔ 2...ابو سعود، یوسف، تحت الآیۃ: ۲۴، ۳/۹۵، خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۲۴، ۳/۱۵، ملتقطاً۔

کرے؟ اتنا کہہ کر زلیخا کو اندیشہ ہوا کہ کہیں عزیز طیش میں آکر یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو قتل ہی نہ کر ڈالے اور یہ بات زلیخا کی شدّتِ محبت کب گوارا کر سکتی تھی اس لئے اس نے یہ بھی کہہ دیا: اس کی سزا یہی کہ اسے قید کر دیا جائے یا دردناک سزا دی جائے یعنی اسے کوڑے لگائے جائیں۔[1]

قرآن پاک میں ہے:

وَ اسْتَبَقَا الْبَابَ وَ قَدَّتْ قَمِیْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّ اَلْفَیَا سَیِّدَهَا لَدَا الْبَابِؕ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّاۤ اَنْ یُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ[2]

ترجمہ: اور وہ دونوں دروازے کی طرف دوڑے اور عورت نے ان کی قمیص کو پیچھے سے پھاڑ دیا اور دونوں نے دروازے کے پاس عورت کے شوہر کو پایا تو عورت کہنے لگی۔ اس شخص کی کیا سزا ہے جو تمہاری گھر والی کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے؟ یہی کہ اسے قید کر دیا جائے یا دردناک سزا (دی جائے)۔

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کا اظہارِ براءت اور بچے کی گواہی:

جب حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے دیکھا کہ زلیخا الٹا آپ پر الزام لگاتی اور آپ کے لئے قید و سزا کی صورت پیدا کرتی ہے تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی براءت کا اظہار اور حقیقتِ حال کا بیان ضروری سمجھا اور فرمایا: یہ مجھ سے برے فعل کی طلب گار ہوئی تو میں نے اس سے انکار کیا اور میں بھاگا۔ عزیز نے کہا: اس بات پر کس طرح یقین کیا جائے؟ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: اس گھر میں ایک چار مہینے کا بچہ جھولے میں ہے جو زلیخا کے ماموں کا لڑکا ہے، اس سے پوچھ لو۔ عزیز نے کہا: چار مہینے کا بچہ کیا جانے اور کیسے بولے؟ یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اسے بولنے کی طاقت دینے اور اس سے میری بے گناہی کی گواہی دلوا دینے پر قادر ہے۔ عزیز نے اس بچے سے پوچھا تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ بچہ بولنے لگا اور کہا: اگر اِن کا کرتا آگے سے پھٹا ہوا ہو پھر تو عورت سچی ہے اور یہ سچے نہیں اور اگر ان کا کرتا پیچھے سے چاک ہوا ہے تو عورت جھوٹی ہے اور یہ سچے ہیں۔ یعنی اگر حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام آگے بڑھے اور زلیخا نے ان کو ہٹایا تو کرتا آگے سے پھٹا ہوا ہو گا اور اگر حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام اس سے بھاگ رہے تھے اور زلیخا پیچھے سے پکڑ رہی تھی تو

---

❶...خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۲۵، ۳/۱۵، مدارک، یوسف، تحت الآیۃ: ۲۵، ص۵۲۶، ملتقطاً۔ ❷...پ۱۲، یوسف: ۲۵.

کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا ہو گا۔

قرآن کریم میں ہے:

قَالَ هِیَ رَاوَدَتْنِیْ عَنْ نَّفْسِیْ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَاۚ اِنْ كَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَ هُوَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۲۶﴾ وَ اِنْ كَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَ هُوَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ [1]

ترجمہ: یوسف نے فرمایا: اسی نے میرے دل کو پھسلانے کی کوشش کی ہے اور عورت کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی کہ اگر ان کا کرتا آگے سے پھٹا ہوا ہو پھر تو عورت سچی ہے اور یہ سچے نہیں۔ اور اگر ان کا کرتا پیچھے سے چاک ہوا ہے تو عورت جھوٹی ہے اور یہ سچے ہیں۔

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی براءت کی مزید علامتیں:

اس آیت کے علاوہ بھی حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی براءت کی بہت سی علامتیں موجود تھیں،

(1) کوئی شریف طبیعت انسان اپنے محسن کے ساتھ اس طرح کی خیانت روا نہیں رکھتا اور حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام اچھے اخلاق کی بلندیوں پر فائز ہوتے ہوئے کس طرح ایسا کر سکتے تھے۔

(2) دیکھنے والوں نے آپ کو بھاگتے آتے دیکھا اور طالب کی یہ شان نہیں ہوتی بلکہ وہ درپے ہوتا ہے، آگے نہیں بھاگتا۔ بھاگتا وہی ہے جو کسی بات پر مجبور کیا جائے اور وہ اسے گوارا نہ کرے۔

(3) عورت نے انتہا درجہ کا سنگار کیا تھا اور وہ غیر معمولی زیب و زینت کی حالت میں تھی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رغبت و اہتمام محض اس کی طرف سے تھا۔

(4) حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کا تقویٰ و طہارت جو ایک دراز مدت تک دیکھا جا چکا تھا اس سے آپ کی طرف ایسے برے فعل کی نسبت کسی طرح قابلِ اعتبار نہیں ہو سکتی تھی۔ [2]

جب عزیز نے حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا تو جان لیا کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام سچے ہیں اور زلیخا جھوٹی ہے۔

---

❶...پ۱۲، یوسف: ۲۶، ۲۷۔ ❷... خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۲۷، ۳/۱۶، ملخصاً۔

قرآن پاک میں ہے:

فَلَمَّا رَاٰ قَمِیْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَیْدِكُنَّؕ-اِنَّ كَیْدَكُنَّ عَظِیْمٌ (1)

ترجمہ: پھر جب عزیز نے اس کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا تو کہا: بیشک یہ تم عورتوں کا مکر ہے۔ بیشک تمہارا مکر بہت بڑا ہے۔

عزیز مصر کی یوسف عَلَیْہِ السَّلَام سے معذرت اور زلیخا کو تاکید:

زلیخا کی خیانت اور یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی براءت ثابت ہونے پر عزیز مصر نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف متوجہ ہو کر اس طرح معذرت کی: اے یوسف! تم اس بات سے درگزر کرو اور اس پر غمزدہ نہ ہو، تم یقیناً پاک دامن ہو۔ اس کلام سے عزیز کا یہ مقصد بھی تھا کہ اس کا کسی سے ذکر نہ کرنا تاکہ عوام میں یہ مشہور نہ ہو جائے۔ پھر عزیز مصر زلیخا کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا: اے عورت! تو اللہ تعالیٰ سے اپنے اس گناہ کی معافی مانگ جو تو نے یوسف عَلَیْہِ السَّلَام پر تہمت لگائی حالانکہ وہ اس سے بری ہیں، بیشک تو ہی خطاکار ہے کیونکہ تو نے اپنے شوہر کے ساتھ خیانت کا ارادہ کیا۔ (2)

قرآن مجید میں ہے:

یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ٚ وَ اسْتَغْفِرِیْ لِذَنْۢبِكِ ۖۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـٕیْنَ (3)

ترجمہ: اے یوسف! تم اس بات سے درگزر کرو اور اے عورت! تو اپنے گناہ کی معافی مانگ۔ بیشک تو ہی خطاکاروں میں سے ہے۔

تنبیہ: یہاں ذکر کئے گئے واقعے سے متعلق بحث کرنے سے بچنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کیونکہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی کی عصمت کا ہے اور بحث کرنا کہیں ایمان کی بربادی کا سبب نہ بن جائے۔

عزیز مصر کی بیوی کے عشق کا چرچا:

عزیزِ مصر نے اگرچہ اس واقعے کو بہت دبایا لیکن یہ خبر چھپ نہ سکی اور اس کا چرچا ہو ہی گیا۔ شہر میں شُرفاءِ مصر کی عورتیں زلیخا اور حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے بارے میں باتیں کرتے ہوئے کہنے لگیں:

اِمْرَاَتُ الْعَزِیْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖۚ-قَدْ

ترجمہ: عزیز کی بیوی اپنے نوجوان کا دل لبھانے کی

1... پ۱۲، یوسف: ۲۸. 2... خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۲۹، ۳/۱۶، ملتقطاً. 3... پ۱۲، یوسف: ۲۹.

شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ[1] کوشش کرتی ہے، بیشک ان کی محبت اس کے دل میں سماگئی ہے، ہم تو اس عورت کو کھلی محبت میں گم دیکھ رہے ہیں۔

حُسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں:

جب زلیخا نے سنا کہ مصر کے اعلیٰ طبقے کی عورتیں حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی محبت پر اُسے ملامت کر رہی ہیں تو اس نے چاہا کہ وہ اپنی محبت سے مجبور ہونے کا سبب اُن کو اچھی طرح عملاً سمجھا دے، چنانچہ اس کے لئے اس نے ایک دعوت کا اہتمام کیا اور اس دعوت میں اعلی طبقے کی چالیس عورتوں کو مدعو کرلیا، ان میں وہ سب عورتیں بھی تھیں جنہوں نے زلیخا پر ملامت کی تھی، زلیخا نے ان عورتوں کو بہت عزت واحترام کے ساتھ مہمان بنایا اور ان کے لیے انتہائی پر تکلف نشستیں تیار کردیں جن پر وہ بہت عزت و آرام سے تکئے لگا کر بیٹھ گئیں، دستر خوان بچھائے گئے اور طرح طرح کے کھانے اور میوے ان پر چُن دیئے گئے۔ پھر زلیخا نے ان میں سے سب کو ایک ایک چھری دی تاکہ وہ اس سے کھانے کے لئے گوشت کاٹیں اور میوے تراش لیں، اس کے بعد زلیخا نے حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو عمدہ لباس پہننے کیلئے دیا اور کہا: ان عورتوں کے سامنے نکل آیئے۔ پہلے تو آپ نے اس سے انکار کیا لیکن جب اِصرار و تاکید زیادہ ہوئی تو زلیخا کی مخالفت کے اندیشے سے آپ کو آنا ہی پڑا۔ جب عورتوں نے حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو دیکھا تو ان کی تعریف و توصیف کرنے لگ گئیں کیونکہ انہوں نے اس عالَم افروز جمال کے ساتھ خاندانِ نبوت کے اَنوار، عاجزی و اِنکساری کے آثار، شاہانہ ہیبت واِقتدار، لذائذِ دنیا سے بے رغبتی اور حسین وجمیل عورتوں سے بے نیازی کی شان دیکھی تو تعجب میں ڈوب گئیں اور آپ کی عظمت وہیبت دلوں میں بھر گئی اور حسن و جمال نے ایسا وارفتہ کیا کہ وہ عورتیں خود کو بُھلا بیٹھیں اور حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے حسن و جمال میں محو ہو کر پھل کاٹتے ہوئے بے خودی میں اپنے ہاتھوں پر چھری چلا دی اور بے ساختہ پکار اٹھیں کہ سُبْحَانَ اللہ، یہ کوئی انسان نہیں بلکہ عزت والا فرشتہ ہے کہ ایسا حسن و جمال انسانوں میں دیکھا ہی نہیں گیا اور اس کے ساتھ نفس کی یہ طہارت کہ مصر کے اعلیٰ خاندانوں کی حسین و جمیل عورتیں، طرح طرح کے نفیس لباسوں اور زیوروں سے آراستہ وپیراستہ سامنے موجود ہیں اور آپ کی شانِ بے نیازی ایسی کہ کسی کی طرف نظر نہیں فرماتے اور قطعاً اِلتفات نہیں کرتے۔[2]

1... پ۱۲، یوسف: ۳۰۔ 2... خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۳۱، ۳/۱۷-۱۸، تفسیر کبیر، یوسف، تحت الآیۃ: ۳۱، ۶/۴۴۸، ملتقطاً۔

قرآن کریم میں ہے:

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَیْهِنَّ وَ اَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّ اٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّیْنًا وَّ قَالَتِ اخْرُجْ عَلَیْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَیْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ وَ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِیْمٌ (1)

ترجمہ: توجب اس عورت نے ان کی بات سنی توان عورتوں کی طرف پیغام بھیجااور ان کے لیے تکیہ لگا کر بیٹھنے کی نشستیں تیار کر دیں اور ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک چھری دیدی اور یوسف سے کہا: ان کے سامنے نکل آیئے توجب عورتوں نے یوسف کو دیکھا تواس کی بڑائی پکار اُٹھیں اور اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور پکار اٹھیں سُبْحَانَ الله، یہ کوئی انسان نہیں ہے یہ تو کوئی بڑی عزت والا فرشتہ ہے۔

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اس واقعے کی طرف اشارہ کر کے بڑے حسین انداز میں شانِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں　　سر کٹاتے ہیں ترے نام پر مردانِ عرب

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بالیقین حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام سے زیادہ حسین و جمیل تھے، پھر کیا وجہ ہے کہ حسنِ یوسف دیکھ کر تو عورتیں فتنے میں مبتلا ہو گئیں لیکن حسن سراپائے مصطفیٰ دیکھ کر کوئی بھی عورت فتنے میں مبتلا نہیں ہوئی۔ اس کے جواب میں علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو حسن کا ایک حصہ عطا کیا گیا تھا اور ان کا حسن ظاہر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حسن کو اپنے جلال کے پردوں میں نہیں چھپایا، اسی لئے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے حسن کا نظارہ کر کے عورتیں فتنے میں مبتلا ہو گئیں جبکہ حبیبِ پروردگار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو کامل حسن عطا کیا گیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جمال کو اپنے جلال کے پردوں میں چھپا دیا تھا جس کی وجہ سے آپ کا حسنِ کامل دیکھ کر بھی کوئی عورت فتنے میں مبتلا نہ ہوئی یہی وجہ ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سراپا اقدس کی تفصیلات بڑے صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُم سے مروی نہیں بلکہ چھوٹے

---

(1)...پ۱۲، یوسف:۳۱.

صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُم سے منقول ہیں کیونکہ بڑے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُم کے دلوں میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ہیبت و جلال اس قدر تھی کہ وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف نظر نہ اٹھا سکتے تھے۔[1]

زلیخا کا مصری عورتوں کو جواب اور یوسف عَلَیۡہِ السَّلَام کو دھمکی:

عورتوں کا حال دیکھ کر زلیخا نے ان سے کہا: یہ ہیں وہ جن کے بارے میں تم مجھے طعنہ دیتی تھیں، اب تم نے دیکھ لیا اور تمہیں معلوم ہو گیا کہ میری شدتِ محبت کس وجہ سے تھی۔ میں نے یقیناً ان کا دل لبھانا چاہا لیکن اِنہوں نے خود کو بچالیا اور کسی طرح میری طرف مائل نہ ہوئے۔ اس پر مصری عورتوں نے حضرت یوسف عَلَیۡہِ السَّلَام سے کہا: آپ زلیخا کا کہنا مان لیں۔ ان کی بات سن کر زلیخا بولی: بیشک اگر یہ وہ کام نہ کریں گے جو میں ان سے کہتی ہوں تو انہیں ضرور قید میں ڈال دیا جائے گا اور انہیں یقینی طور پر ذلت پہنچے گی اور چوروں، قاتلوں اور نافرمانوں کے ساتھ جیل میں رہیں گے۔[2]

قرآن پاک میں ہے:

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِیْ لُمْتُنَّنِیْ فِیْهِؕ وَ لَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَؕ وَ لَىٕنْ لَّمْ یَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَیُسْجَنَنَّ وَ لَیَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِیْنَ[3]

ترجمہ: زلیخا نے کہا: تو یہ ہیں وہ جن کے بارے میں تم مجھے طعنہ دیتی تھیں اور بیشک میں نے ان کا دل لبھانا چاہا تو اِنہوں نے اپنے آپ کو بچالیا اور بیشک اگر یہ وہ کام نہ کریں گے جو میں ان سے کہتی ہوں تو ضرور قید میں ڈالے جائیں گے اور ضرور ذلت اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔

حضرت یوسف عَلَیۡہِ السَّلَام کی دعا اور اس کی قبولیت:

حضرت یوسف عَلَیۡہِ السَّلَام یہ سن کر مجلس سے اٹھ گئے اور مصری عورتیں ملامت کرنے کے بہانے سے باہر آئیں اور ایک ایک نے آپ سے اپنی تمنّاؤں اور مرادوں کا اظہار کیا۔ حضرت یوسف عَلَیۡہِ السَّلَام کو ان کی گفتگو بہت ناگوار ہوئی تو بارگاہِ الٰہی میں عرض کی۔[4]

1... صاوی، یوسف، تحت الآیۃ: ١٩، ٣/٩٤٨، ملخصاً۔

2... خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ٣٢، ٣/١٨، مدارک، یوسف، تحت الآیۃ: ٣٢، ص٥٢٨-٥٢٩، ملتقطاً۔ 3... پ١٢، یوسف: ٣٢۔

4... خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ٣٢، ٣/١٨، مدارک، یوسف، تحت الآیۃ: ٣٢، ص٥٢٩، ملتقطاً۔

رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَیْهِۚ وَ اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَ اَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ [1]

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے اس کام کی بجائے قید خانہ پسند ہے جس کی طرف یہ مجھے بلا رہی ہیں اور اگر تو مجھ سے ان کا مکر و فریب نہ پھیرے گا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور میں نادانوں میں سے ہو جاؤں گا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور عورتوں کا مکر و فریب ان سے پھیر دیا، جس کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام سے امید پوری ہونے کی کوئی شکل نہ دیکھ کر مصری عورتوں نے زلیخا سے کہا: اب مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ دو تین روز یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو قید خانہ میں رکھا جائے تا کہ وہاں کی محنت و مشقت دیکھ کر انہیں نعمت و راحت کی قدر ہو اور وہ تیری درخواست قبول کر لیں۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَیْدَهُنَّؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ(۳۴) ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰیٰتِ لَیَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِیْنٍ [2]

ترجمہ: تو اس کے رب نے اس کی سن لی اور اس سے عورتوں کا مکر و فریب پھیر دیا، بیشک وہی سننے والا، جاننے والا ہے۔ پھر سب نشانیاں دیکھنے کے باوجود بھی انہیں یہی سمجھ آئی کہ وہ ضرور ایک مدت تک کیلئے اسے قید خانہ میں ڈال دیں۔

چنانچہ زلیخا نے یہ رائے مان کر عزیزِ مصر سے کہا کہ میں اس عبرانی غلام کی وجہ سے بدنام ہو گئی ہوں اور میری طبیعت اس سے نفرت کرنے لگی ہے، مناسب یہ ہے کہ اسے قید کیا جائے تاکہ لوگ سمجھیں کہ یوسف عَلَیْہِ السَّلَام قصوروار ہیں اور میں ملامت سے بری ہوں۔ یہ بات عزیز کو بھی سمجھ آئی اور اس نے حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو قید خانے میں بھیج دیا۔ [3]

دو قیدی اور ان کا خواب:

جب حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام قید خانے میں گئے تو ان کے ساتھ دو نوجوان بھی قید میں ڈالے گئے۔ ان میں

❶...پ۱۲، یوسف: ۳۳. ❷...پ۱۲، یوسف: ۳۴، ۳۵. ❸... تفسیر کبیر، یوسف، تحت الآیۃ: ۳۵، ۶/ ۴۵۲، ملخصاً.

سے ایک تو مصر کے شاہِ اعظم ولید بن نزدان عملیقی کے باورچی خانے کا انچارج تھا اور دوسرا اس کا ساقی (یعنی شراب پلانے والا)۔ ان دونوں پر یہ الزام تھا کہ انہوں نے بادشاہ کو زہر دینا چاہا اور اس جرم میں دونوں قید کئے گئے۔ قید خانے میں حضرت یوسف عَلَیْهِ السَّلَام نے اپنے علم کا اظہار شروع کر دیا اور فرمایا کہ میں خوابوں کی تعبیر کا علم رکھتا ہوں۔ ایک دن بادشاہ کے ساقی نے کہا: میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں ایک باغ میں ہوں اور وہاں ایک انگور کی بیل میں تین خوشے لگے ہوئے ہیں، بادشاہ کا کاسہ میرے ہاتھ میں ہے اور میں نے ان انگوروں کا رس نچوڑ کر بادشاہ کو پلایا تو اس نے پی لیا۔ کچن کا انچارج بولا: میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں بادشاہ کے کچن میں اپنے سر پر کچھ روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں جن میں سے پرندے کھا رہے ہیں۔ اے یوسف! عَلَیْهِ السَّلَام، آپ ہمیں اس کی تعبیر بتائیے۔ بیشک ہم آپ کو نیک لوگوں میں سے دیکھ رہے ہیں کہ آپ دن میں روزہ دار رہتے اور ساری رات نماز میں گزارتے ہیں۔ جب کوئی جیل میں بیمار ہوتا ہے تو اس کی عیادت کرتے اور خبر گیری رکھتے ہیں۔ جب کسی پر تنگی ہوتی ہے تو اس کے لئے وسعت کی راہ نکالتے ہیں۔

قرآن پاک میں ہے:

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَیٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَاۤ اِنِّیْۤ اَرٰىنِیْۤ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّیْۤ اَرٰىنِیْۤ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِیْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّیْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِیْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ [1]

ترجمہ: اور یوسف کے ساتھ قید خانے میں دو جوان بھی داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک نے کہا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں شراب کشید کر رہا ہوں اور دوسرے نے کہا: میں نے خواب دیکھا کہ میں اپنے سر پر کچھ روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں جن میں سے پرندے کھا رہے ہیں۔ (اے یوسف!) آپ ہمیں اس کی تعبیر بتائیے۔ بیشک ہم آپ کو نیک آدمی دیکھتے ہیں۔

معجزے کا اظہار اور تبلیغ و نصیحت:

حضرت یوسف عَلَیْهِ السَّلَام نے انہیں تعبیر بتانے سے پہلے بڑے موثر اور مدلل انداز میں توحید کی دعوت دی، چنانچہ آپ عَلَیْهِ السَّلَام نے فرمایا:

---

1 ...پ ۱۲، یوسف: ۳۶۔

لَا یَاْتِیْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖۤ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِیْلِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّاْتِیَكُمَاؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْؕ اِنِّیْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَ اتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَؕ مَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾ یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۳۹﴾ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ [1]

ترجمہ: تمہیں جو کھانا دیا جاتا ہے وہ تمہارے پاس نہیں آئے گا مگر یہ کہ اس کے آنے سے پہلے میں تمہیں اس خواب کی تعبیر بتادوں گا۔ یہ ان علموں میں سے ہے جو مجھے میرے رب نے سکھایا ہے۔ بیشک میں نے ان لوگوں کے دین کو نہ مانا جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت کا انکار کرنے والے ہیں۔ اور میں نے اپنے باپ دادا ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے دین ہی کی پیروی کی۔ ہمارے لئے ہرگز جائز نہیں کہ ہم کسی چیز کو اللہ کا شریک ٹھہرائیں، یہ ہم پر اور لوگوں پر اللہ کا ایک فضل ہے مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ اے میرے قید خانے کے دونوں ساتھیو! کیا جدا جدا رب اچھے ہیں یا ایک اللہ جو سب پر غالب ہے؟ تم اس کے سوا صرف ایسے ناموں کی عبادت کرتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادانے تراش لیے ہیں، اللہ نے ان کی کوئی دلیل نہیں اتاری۔ حکم تو صرف اللہ کا ہے۔ اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، یہ سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

سُبْحَانَ اللہ! حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی تبلیغِ دین، دعوتِ ایمان اور نیک پیغام پہنچانے کا جذبہ قابلِ اتباع ہے کہ جیل کی تنگ و تکلیف دِہ زندگی میں بھی عبادت میں مشغول رہے اور نیکی کی دعوت دیتے رہے، کاش کہ ہم عافیت کی زندگی میں ہی نیک اور نیکی کی دعوت دینے والے بن جائیں۔

---

1 ...پ۱۲، یوسف: ۳۷-۴۰۔

قیدیوں کے خواب کی تعبیر اور انہیں تنبیہ:

توحید و ایمان کی دعوت دینے کے بعد آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان کے خواب کی تعبیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اے قید خانے کے دونوں ساتھیو! تم میں ایک یعنی بادشاہ کو شراب پلانے والا تو اپنے عہدے پر بحال کیا جائے گا اور پہلے کی طرح بادشاہ کو شراب پلائے گا اور تین خوشے جو خواب میں بیان کئے گئے ہیں اس سے مراد تین دن ہیں، وہ اتنے ہی دن قید خانے میں رہے گا پھر بادشاہ اسے بلا لے گا اور جہاں تک دوسرے یعنی شاہی باورچی کا تعلق ہے تو اسے سولی دی جائے گی پھر پرندے اس کا سر کھالیں گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: تعبیر سن کر ان دونوں نے حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام سے کہا کہ خواب تو ہم نے کچھ بھی نہیں دیکھا ہم تو ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: اس کام کا فیصلہ ہو چکا ہے جس کے بارے میں تم نے پوچھا تھا اور جو میں نے کہہ دیا یہ ضرور واقع ہوگا؛ تم نے خواب دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو اب یہ حکم ٹل نہیں سکتا۔[1]

قرآن پاک میں ہے:

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّاۤ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَ اَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ[2]

ترجمہ: اے قید خانے کے دونوں ساتھیو! تم میں ایک تو اپنے بادشاہ کو شراب پلائے گا اور جہاں تک دوسرے کا تعلق ہے تو اسے سولی دی جائے گی پھر پرندے اس کا سر کھالیں گے۔ اس کام کا فیصلہ ہو چکا ہے جس کے بارے میں تم نے پوچھا تھا۔

ساقی کو تاکید:

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے علم سے ساقی کے بارے میں جان لیا تھا کہ وہ بچ جائے گا، چنانچہ اس سے فرمایا: اپنے بادشاہ کے پاس میرا ذکر کرنا اور میرا حال بیان کرنا کہ قید خانے میں ایک مظلوم بے گناہ قید ہے اور اس کی قید کو ایک زمانہ گزر چکا ہے لیکن باہر جا کر وہ شخص بھول گیا، جس کی وجہ سے یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کئی برس مزید جیل میں رہے۔

---

1 ... خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۴۱، ۳/۲۱۔ 2 ... پ۱۲، یوسف: ۴۱۔

قرآن پاک میں ہے:

وَ قَالَ لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ٘ فَاَنْسٰىهُ الشَّیْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ [1]

ترجمہ: اور یوسف نے جس کے بارے میں گمان کیا کہ ان دونوں میں سے وہ بچ جائے گا اسے فرمایا: اپنے بادشاہ کے پاس میرا ذکر کرنا تو شیطان نے اسے اپنے بادشاہ کے سامنے یوسف کا ذکر کرنا بھلادیا تو یوسف کئی برس اور جیل میں رہے۔

اکثر مفسرین اس طرف ہیں کہ اس واقعہ کے بعد حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام سات برس مزید قید میں رہے اور پانچ برس پہلے رہ چکے تھے۔

بادشاہ کا خواب اور درباریوں کا جواب:

کچھ مدت گزرنے کے بعد جب حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو قید سے نکالنا اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو اس کی صورت یہ بنی کہ مصر کے شاہِ اعظم، ریان بن ولید نے ایک عجیب خواب دیکھا جس سے اس کو بہت پریشانی ہوئی اور اس نے ملک کے جادوگروں، کاہنوں اور تعبیر دینے والوں کو جمع کر کے ان سے اپنا خواب بیان کیا اور اس کی تعبیر پوچھی۔ انہوں نے جواب دیا: یہ جھوٹا خواب ہے اور ہمیں اس کی تعبیر معلوم نہیں۔[2]

قرآنِ پاک میں ہے:

وَ قَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْۤ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّ سَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ اُخَرَ یٰبِسٰتٍؕ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ﴿۴۳﴾ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۚ وَ مَا نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ [3]

ترجمہ: اور بادشاہ نے کہا: میں نے خواب میں سات موٹی گائیں دیکھیں جنہیں سات دبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات سرسبز بالیاں اور دوسری خشک بالیاں دیکھیں۔ اے درباریو! اگر تم خوابوں کی تعبیر جانتے ہو تو میرے خواب کے بارے میں مجھے جواب دو۔ انہوں نے کہا: یہ جھوٹے خواب ہیں اور ہم ایسے خوابوں کی

---

[1] ...پ ۱۲، یوسف: ۴۲۔ [2] ... خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۴۲، ۳/ ۲۲-۲۳۔ [3] ...پ ۱۲، یوسف: ۴۳، ۴۴۔

تعبیر نہیں جانتے۔

شاہی ساقی کی درباریوں کو پیشکش:

شاہی ساقی جس نے قید سے نجات پائی تھی، اسے اب حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کا پیغام یاد آیا کہ ''اپنے آقا کے سامنے میرا ذکر کرنا'' چنانچہ ساقی نے کہا: میں تمہیں اس کی تعبیر بتادوں گا بس تم مجھے قید خانے میں بھیج دو کیونکہ وہاں خوابوں کی تعبیر جاننے والے ایک شخص ہیں۔[1]

قرآن کریم میں ہے:

وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِیْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ[2]

ترجمہ: اور دو قیدیوں میں سے بچ جانے والے نے کہا اور اسے ایک مدت کے بعد یاد آیا: میں تمہیں اس کی تعبیر بتاؤں گا، تم مجھے (یوسف کے پاس) بھیج دو۔

شاہی ساقی کی یوسف عَلَیْہِ السَّلَام سے درخواست:

ساقی کی پیشکش سن کر بادشاہ نے اسے بھیج دیا اور اس نے قید خانہ میں پہنچ کر حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی خدمت میں عرض کی:

یُوْسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ اَفْتِنَا فِیْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّ سَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ اُخَرَ یٰبِسٰتٍۙ لَّعَلِّیْۤ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَعْلَمُوْنَ[3]

ترجمہ: اے یوسف! اے صدیق! ہمیں ان سات موٹی گایوں کے بارے میں تعبیر بتائیں جنہیں سات دبلی گائیں کھا رہی تھیں اور سات سرسبز بالیوں اور دوسری خشک بالیوں کے بارے میں تاکہ میں لوگوں کی طرف لوٹ کر جاؤں تاکہ وہ جان لیں۔

بادشاہ کے خواب کی تعبیر:

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے اسے خواب کی تعبیر بتادی اور فرمایا:

تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ دَاَبًاۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ

ترجمہ: تم سات سال تک لگاتار کھیتی باڑی کرو گے

---

❶...خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۴۵، ۳/۲۳، ملخصاً۔ ❷...پ۱۲، یوسف: ۴۵۔ ❸...پ۱۲، یوسف: ۴۶۔

فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ(۴۷) ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ یَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ(۴۸) ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِیْهِ یُغَاثُ النَّاسُ وَ فِیْهِ یَعْصِرُوْنَ[1]

تو تم جو کاٹ لو اسے اس کی بالی کے اندر ہی رہنے دو سوائے اس تھوڑے سے غلے کے جو تم کھالو۔ پھر اس کے بعد سات برس سخت آئیں گے جو اس غلے کو کھا جائیں گے جو تم نے ان سالوں کے لیے پہلے جمع کر رکھا ہوگا مگر تھوڑا سا (بچ جائے گا) جو تم بچالو گے۔ پھر ان سات سالوں کے بعد ایک سال ایسا آئے گا جس میں لوگوں کو بارش دی جائے گی اور اس میں رس نچوڑیں گے۔

بادشاہ کی یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو دعوت اور آپ کا جواب:

ساقی جب حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام سے یہ تعبیر سن کر واپس ہوا اور بادشاہ کی خدمت میں جا کر تعبیر بیان کی، بادشاہ کو یہ تعبیر بہت پسند آئی اور اسے یقین ہوا کہ جیسا حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا ہے ضرور ویسا ہی ہو گا۔ بادشاہ کو شوق پیدا ہوا کہ اس خواب کی تعبیر خود حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی زبان مبارک سے سنے، چنانچہ اس نے حکم دیا کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو میرے پاس لے آؤ تاکہ میں انہیں دیکھوں کیونکہ انہوں نے خواب کی بہت اچھی تعبیر بیان کی ہے۔ جب قاصد حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس آیا اور بادشاہ کا پیام عرض کیا تو آپ نے فرمایا: اپنے بادشاہ کی طرف لوٹ جاؤ اور اس سے درخواست کرو کہ پہلے اُن عورتوں کے معاملے کی تفتیش کرو جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے، بیشک میرا رب عَزَّوَجَلَّ ان کے مکر جانتا ہے۔ یہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اس لئے فرمایا تاکہ بادشاہ کے سامنے آپ کی براءت اور بے گناہی ظاہر ہو جائے اور اسے یہ معلوم ہو کہ یہ لمبی قید بلاوجہ ہوئی تاکہ آئندہ حاسدوں کو الزام لگانے کا موقع نہ ملے۔[2]

قرآن کریم میں ہے:

وَ قَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْــٴَـلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّیْ بِكَیْدِهِنَّ

ترجمہ: اور بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں میرے پاس لے آؤ تو جب ان کے پاس قاصد آیا تو یوسف نے فرمایا: اپنے بادشاہ کی طرف لوٹ جاؤ پھر اس سے پوچھو کہ ان

---

[1]... پ۱۲، یوسف: ۴۷-۴۹.

[2]... خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۵۰، ۳/۲۴، مدارک، یوسف، تحت الآیۃ: ۵۰، ص۵۳۳، ملتقطاً.

عَلِیۡمٌ [1]

عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے۔ بیشک میرا رب ان کے مکر کو جانتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ تہمت دور کرنے میں کوشش کرنی چاہیے اور خصوصاً ایسے شخص کے لئے تو بہت ضروری ہے جس کے منصب سے لوگوں کو دعوت و تبلیغ وابستہ ہے اور اس پر تہمت لوگوں کے دینی نقصان کا سبب بن سکتی ہو۔

عورتوں سے واقعے کی تحقیق اور ان کا اعترافِ حق:

جب قاصد حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کا پیغام لے کر بادشاہ کی خدمت میں پہنچا تو بادشاہ نے پیغام سن کر ہاتھ کاٹ لینے والی عورتیں جمع کیں اور عزیزِ مصر کی بیوی بھی بلائی، پھر ان سے کہا:

مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ یُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَیْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ٘ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ [2]

ترجمہ: اے عورتو! تمہارا کیا حال تھا جب تم نے یوسف کا دل لبھانا چاہا۔ انہوں نے کہا: سُبْحَانَ اللہ! ہم نے ان میں کوئی برائی نہیں پائی۔ عزیز کی عورت نے کہا: اب اصل بات کھل گئی۔ میں نے ہی ان کا دل لبھانا چاہا تھا اور بیشک وہ سچے ہیں۔

حضرت زلیخا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے اپنی غلطی کا اعتراف کرلیا اور یہ ان کی توبہ تھی۔ لہٰذا اب حضرت زلیخا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو برے لفظوں سے یاد کرنا حرام ہے کیونکہ وہ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی صحابیہ تھیں اور بعد میں ان کی بیوی بنیں۔ توبہ کرنے والا گنہگار بالکل بے گناہ کی طرح ہوتا ہے۔

عورتوں سے تحقیق کا مطالبہ کرنے کا مقصد:

بادشاہ سے تحقیق کروانے کا مقصد حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے یوں بیان فرمایا:

ذٰلِكَ لِیَعْلَمَ اَنِّیْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَیْبِ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ كَیْدَ الْخَآىٕنِیْنَ [3]

ترجمہ: یوسف نے فرمایا: یہ میں نے اس لیے کیا تاکہ عزیز کو معلوم ہوجائے کہ میں نے اس کی عدم موجودگی میں کوئی خیانت نہیں کی اور اللہ خیانت کرنے

1...پ۱۲، یوسف: ۵۰۔ 2...پ۱۲، یوسف: ۵۱۔ 3...پ۱۲، یوسف: ۵۲۔

والوں کا مکر نہیں چلنے دیتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ دروغ (جھوٹ) کو فروغ نہیں اور سانچ کو آنچ نہیں، مکار کا انجام خراب ہوتا ہے۔

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی عاجزی وانکساری:

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے بے گناہ ہونے کو بیان کیا اور خود پسندی سے بچتے ہوئے اس کمال کو اللہ تعالیٰ کی مہربانی قرار دیا، چنانچہ عرض کی: اے میرے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، میں اپنے نفس کو بے قصور بتاتا ہوں نہ مجھے اپنی بے گناہی پر ناز ہے اور نہ میں گناہ سے بچنے کو اپنے نفس کی خوبی قرار دیتا ہوں، نفس کی جنس کا تو یہ حال ہے کہ وہ برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے، لیکن میرا رب عَزَّوَجَلَّ اپنے جس مخصوص بندے کو اپنے فضل وکرم سے معصوم کر دے تو اس کا برائیوں سے بچنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے اور معصوم کرنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کرم ہے، بیشک میرا رب عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں کے گناہوں کو بخشنے والا اور ان پر مہربان ہے۔[1]

قرآن مجید میں ہے:

وَمَاۤ اُبَرِّئُ نَفْسِیْۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْؕ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ [2]

ترجمہ: اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا بیشک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

اس میں ہماری لئے یہ درس ہے کہ کوئی بندہ اپنے نیک اعمال پر نازاں نہ ہو بلکہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرے کہ اُس نے نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا کی ہے۔

بادشاہ کی طرف سے یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی تعظیم:

جب بادشاہ کو حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے علم ودیانت کا حال معلوم ہوا اور اسے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے حسنِ صبر، حسنِ ادب، قید خانے والوں کے ساتھ احسان، مشقتوں اور تکلیفوں پر ثابت قدمی کا پتا چلا تو اس کے دل میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی بہت عظمت پیدا ہوئی اور اس نے کہا: حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو میرے پاس لے آؤ تاکہ میں انہیں

1 ...مدارک، یوسف، تحت الآیۃ: ۵۳، ص ۵۳۴، خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۵۳، ۳/۲۵-۲۶، ملتقطاً۔ 2 ...پ ۱۳، یوسف: ۵۳۔

اپنے لیے منتخب کر لوں۔ چنانچہ بادشاہ نے معززین کی ایک جماعت بہترین سواریاں، شاہانہ سازو سامان اور نفیس لباس دے کر قید خانے میں بھیجی تا کہ وہ یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو انتہائی تعظیم و تکریم کے ساتھ ایوان شاہی میں لائیں۔ ان لوگوں نے جب حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی خدمت میں حاضر ہو کر بادشاہ کا پیغام سنایا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے پیشکش قبول فرمالی اور قید خانہ سے نکلتے وقت قیدیوں کے لئے دعا فرمائی۔ جب قید خانے سے باہر تشریف لائے تو اس کے دروازے پر لکھا: یہ بلا کا گھر، زندوں کی قبر، دشمنوں کی بدگوئی اور سچوں کے امتحان کی جگہ ہے۔ پھر غسل فرمایا اور پوشاک پہن کر ایوانِ شاہی کی طرف روانہ ہوئے، جب قلعہ کے دروازے پر پہنچے تو فرمایا: میرا رب عَزَّوَجَلَّ مجھے کافی ہے، اس کی پناہ بڑی اور اس کی ثنا برتر ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پھر قلعہ میں داخل ہوئے اور جب بادشاہ کے سامنے پہنچے تو یہ دعا کی: یارب! عَزَّوَجَلَّ، میں تیرے فضل سے بادشاہ کی بھلائی طلب کرتا ہوں اور اس کی اور دوسروں کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

قرآن پاک میں ہے:

وَ قَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖۤ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَكِیْنٌ اَمِیْنٌ [1]

ترجمہ: اور بادشاہ نے کہا: انہیں میرے پاس لے آؤ تاکہ میں انہیں اپنے لیے منتخب کرلوں پھر جب بادشاہ نے یوسف سے بات کی تو کہا۔ بیشک آج آپ ہمارے یہاں معزز، امانتدار ہیں۔

بادشاہ کے سامنے خواب کی تعبیر:

بادشاہ نے حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام سے درخواست کی کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام اس کے خواب کی تعبیر اپنی زبانِ مبارک سے سنائیں۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے اس خواب کی پوری تفصیل بھی سنادی کہ اس اس طرح سے اس نے خواب دیکھا تھا حالانکہ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام سے یہ خواب اس سے پہلے اس تفصیل سے بیان نہ کیا گیا تھا۔ اس پر بادشاہ کو بہت تعجب ہوا اور وہ کہنے لگا: آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے تو میرا خواب جیسے میں نے دیکھا تھا ویسے ہی بیان فرمادیا، خواب کا عجیب ہونا تو اپنی جگہ لیکن آپ کا اس طرح بیان فرمادینا اس سے بھی زیادہ عجیب تر ہے، اب اس خواب کی تعبیر بھی ارشاد فرمادیں۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اس کے سامنے بھی وہی تعبیر بیان کر دی جو پہلے کر چکے تھے۔

---

1 ...پ۱۳، یوسف: ۵۴.

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی بادشاہ کو تجویز:

تعبیر بیان کرنے کے بعد آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ارشاد فرمایا: اب یہ کیا جائے کہ غلّے جمع کئے جائیں اور فراخی کے سالوں میں کثرت سے کاشت کرائی جائے اور غلّے بالیوں کے ساتھ محفوظ رکھے جائیں اور رعایا کی پیداوار میں سے خُمس لیا جائے، اس سے جو جمع ہوگا وہ مصر اور اس کے اطراف کے باشندوں کے لئے کافی ہوگا۔ بادشاہ نے کہا، یہ انتظام کون کرے گا؟ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے بادشاہ سے فرمایا: اپنی سلطنت کے تمام خزانے میرے سپرد کردو، بیشک میں خزانے کی حفاظت کرنے والا اور ان کے مصارف جاننے والا ہوں۔ بادشاہ نے کہا، آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے زیادہ اس کا مستحق اور کون ہوسکتا ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کا یہ مطالبہ منظور کرلیا۔[1]

قرآن کریم میں ہے:

قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآىٕنِ الْاَرْضِۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ[2]	**ترجمہ**: یوسف نے فرمایا: مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کردو، بیشک میں حفاظت والا، علم والا ہوں۔

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی بادشاہت:

امارت یعنی حکومت طلب کرنے کے ایک سال بعد بادشاہ نے حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو بلا کر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی تاج پوشی کی، تلوار اور مُہر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے سامنے پیش کی، آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو جواہرات لگے ہوئے سونے کے تخت پر تخت نشین کیا، اپنا ملک آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے سپرد کیا، قطفیر یعنی عزیز مصر کو معزول کرکے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو اس کی جگہ والی بنایا اور تمام خزانے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے حوالے کر دیئے، سلطنت کے تمام امور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے ہاتھ میں دے دیئے اور خود اس طرح فرمانبردار ہوگیا کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی رائے میں دخل نہ دیتا اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا ہر حکم مانتا۔[3]

زلیخا سے نکاح اور اولاد:

اسی زمانہ میں عزیز مصر کا انتقال ہوگیا تو بادشاہ نے زلیخا کا نکاح حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ کردیا۔ جب حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام زلیخا کے پاس پہنچے تو اس سے فرمایا: کیا یہ اس سے بہتر نہیں ہے جو تو چاہتی تھی؟ زلیخا نے عرض کی: اے صدیق! مجھے ملامت نہ کیجئے، میں خوبرو، جوان تھی لیکن عزیزِ مصر (یعنی سابقہ شوہر) عورتوں سے کوئی سروکار ہی نہ

❶... خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۵۴، ۳/۲۷، ملتقطاً۔ ❷... پ۱۳، یوسف: ۵۵۔ ❸... خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۵۶، ۳/۲۸۔

رکھتا تھا اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو اللہ تعالیٰ نے یہ حسن و جمال عطا کیا ہے، بس میرا دل اختیار سے باہر ہو گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو معصوم کیا، اس لئے آپ عَلَیْہِ السَّلَام محفوظ رہے۔ مروی ہے کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے زلیخا کو کنواری پایا اور اس سے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے دو فرزند پیدا ہوئے، ایک کا نام اِفراثیم اور دوسرے کا میشا تھا۔[1]

امورِ سلطنت کا انتہائی شاندار اہتمام:

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے مصر میں عدل قائم فرمایا جس سے ہر مرد و عورت کے دِل میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی محبت پیدا ہوئی۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے قحط سالی کے دنوں کے لئے غلوں کے ذخیرے جمع کرنے کی تدبیر فرمائی، اس کے لئے بہت وسیع اور عالی شان گودام تعمیر فرمائے اور بہت کثیر ذخائر جمع کئے۔ جب فراخی کے سال گزر گئے اور قحط کا زمانہ آیا تو پہلے سال لوگوں کے پاس جو ذخیرے تھے سب ختم ہو گئے اور بازار خالی رہ گئے۔ اہل مصر حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام سے اپنے درہم و دینار کے بدلے میں غلے خریدنے لگے، یوں اُن کے تمام درہم و دینار حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس آ گئے۔ دوسرے سال مصریوں نے زیور اور جواہرات کے بدلے میں غلوں کی خریداری کی، یوں ان کے تمام زیورات اور جواہرات حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس آ گئے۔ جب لوگوں کے پاس زیور اور جواہرات میں سے کوئی چیز نہ رہی تو انہوں نے تیسرے سال چوپائے اور جانور دے کر غلہ خریدا اور یوں پورے ملک میں کوئی شخص کسی جانور کا مالک نہ رہا۔ چوتھے سال انہوں نے غلے کے لئے اپنے تمام غلام اور باندیاں بیچ ڈالیں۔ پانچویں سال اپنی تمام اراضی، عملہ اور جاگیریں فروخت کر کے حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام سے غلہ خریدا، اس طرح یہ تمام چیزیں حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس پہنچ گئیں۔ چھٹے سال جب ان کے پاس کوئی چیز باقی نہ رہی تو انہوں نے اپنی اولادیں بیچ دیں اور اس طرح غلے خرید کر اپنا وقت گزارا۔ ساتویں سال وہ لوگ خود بک گئے اور غلام بن گئے اس طرح مصر میں کوئی آزاد مرد باقی رہا نہ عورت، جو مرد تھا وہ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کا غلام تھا اور جو عورت تھی وہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی کنیز تھی۔ اس وقت لوگوں کی زبان پر یہ تھا کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی سی عظمت و جلالت کبھی کسی بادشاہ کو میسر نہ آئی۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے بادشاہ سے فرمایا: تم نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر کیسا کرم ہے اور اُس نے مجھ پر کیسا عظیم احسان فرمایا ہے؟ اب اِن لوگوں کے بارے میں تیری کیا رائے ہے؟ بادشاہ نے عرض کی: جو آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی رائے ہو وہ ہمیں منظور ہے، ہم

---

[1] ... خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۵۶، ۳/۲۸۔

سب آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے تابع ہیں۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کو گواہ کرتا ہوں اور تجھے گواہ کرتا ہوں کہ میں نے تمام اہلِ مصر کو آزاد کر دیا اور اُن کے تمام املاک اور کُل جاگیریں واپس کر دیں۔[1]

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے اخلاق کریمہ کی ایک جھلک:

اس زمانہ میں حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے کبھی شکم سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا۔ ایک مرتبہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے عرض کی گئی کہ اتنے عظیم خزانوں کے مالک ہو کر آپ عَلَیْہِ السَّلَام بھوکے رہتے ہیں۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: میں اس اندیشے سے بھوکا رہتا ہوں کہ سیر ہو کر کہیں بھوکوں کو بھول نہ جاؤں۔[2] سُبْحَانَ اللہ عَزَّوَجَلَّ! کیا پاکیزہ اخلاق ہیں اور کیسا احساسِ ذمہ داری ہے۔ غریبوں کے حالات سدھارنے کے لئے یہ بنیادی سوچ ہی کافی ہے۔

مصری مردوں اور عورتوں کو غلام وکنیزِ یوسف بنانے کی حکمت:

مفسرین فرماتے ہیں کہ مصر کے تمام مرد و عورت کو حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے خریدے ہوئے غلام اور کنیزیں بنانے میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت تھی کہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام غلام کی شان میں آئے تھے اور مصر کے ایک شخص کے خریدے ہوئے ہیں بلکہ سب مصری اُن کے خریدے اور آزاد کئے ہوئے غلام ہوں۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے جو اس حالت میں صبر کیا تھا اس کی یہ جزا دی گئی۔[3]

برادرانِ یوسف کی مصر آمد:

جب قحط کی شدت ہوئی اور بلائے عظیم عام ہو گئی، تمام شہر قحط کی سخت تر مصیبت میں مبتلا ہو گئے اور ہر جانب سے لوگ غلہ خریدنے کے لئے مصر پہنچنے لگے تو حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کسی کو ایک اونٹ کے بوجھ سے زیادہ غلہ نہیں دیتے تھے تاکہ مساوات رہے اور سب کی مصیبت دور ہو۔ قحط کی مصیبت جس طرح مصر اور دیگر ملکوں میں آئی، اسی طرح کنعان میں بھی آئی، اُس وقت حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام نے بنیامین کے سوا اپنے دسوں بیٹوں کو غلہ خریدنے مصر بھیجا۔ جب حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے بھائی مصر میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے انہیں دیکھتے ہی پہچان لیا لیکن وہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو نہ پہچان سکے کیونکہ یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو کنوئیں میں ڈالنے سے اب تک چالیس سال کا طویل زمانہ گزر چکا تھا اور ان کا خیال یہ تھا کہ یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کا انتقال ہو چکا ہو گا جبکہ یہاں آپ عَلَیْہِ السَّلَام

---

1 ...خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۵۶، ۳/ ۲۸۔ 2 ... خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۵۶، ۳/ ۲۸۔ 3 ...روح البیان، یوسف، تحت الآیۃ: ۵۶، ۴/ ۲۸۳-۲۸۴۔

تختِ سلطنت پر، شاہانہ لباس میں شوکت و شان کے ساتھ جلوہ فرما تھے اس لئے انہوں نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو نہ پہچانا۔[1]

قرآن پاک میں ہے:

وَجَآءَ اِخْوَةُ یُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَیْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ[2]

ترجمہ: اور یوسف کے بھائی آئے تو ان کے پاس حاضر ہوئے پس یوسف نے تو انہیں پہچان لیا اور وہ بھائی ان سے انجان رہے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ مصر پہنچنے، عزت و آسائش اور رہائش ملنے، پھر مُلکِ مصر کی حکومت ملنے کے بعد بھی آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے کوئی ایسی صورت کیوں نہیں نکالی جس کے ذریعے اپنے والد کو اپنی سلامتی کی خبر دے کر مطمئن کر دیتے اور بھائیوں کو بھی اپنی خبر دیدیتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو بذریعہ وحی اس سے منع کر دیا گیا تھا جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا نے فرمایا: مصر پہنچنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو وحی کے ذریعے اس بات سے منع کر دیا تھا کہ وہ اپنے حال کی خبر اپنے گھر بھیجیں۔[3] اس طرز میں پوشیدہ اللہ تعالیٰ کی حکمتیں وہی جانتا ہے۔

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی بھائیوں سے گفتگو:

بھائیوں نے حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام سے عبرانی زبان میں گفتگو کی تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے بھی اسی زبان میں جواب دیا، پھر فرمایا: تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے عرض کی: ہم شام کے رہنے والے ہیں، جس مصیبت میں دنیا مبتلا ہے اسی میں ہم بھی ہیں اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے غلہ خریدنے آئے ہیں۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: کہیں تم جاسوس تو نہیں ہو؟ انہوں نے کہا: ہم اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتے ہیں کہ ہم جاسوس نہیں ہیں، ہم سب بھائی ہیں، ایک باپ کی اولاد ہیں، ہمارے والد بہت بزرگ، زیادہ عمر والے اور صدیق ہیں، ان کا نام نامی حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: تم کتنے بھائی ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہم بارہ بھائی تھے لیکن ایک بھائی ہمارے ساتھ جنگل گیا تو وہ ہلاک ہو گیا تھا، وہ والد صاحب کو ہم سب سے زیادہ پیارا تھا۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: اب تم کتنے ہو؟ عرض کی: دس۔ پھر فرمایا: گیارہواں کہاں ہے؟ جواب دیا: وہ والد صاحب کے پاس ہے کیونکہ ہمارا

---

❶...خازن، یوسف، تحت الآیة: ۵۸، ۳/۲۹، ملتقطاً۔ ❷...پ۱۳، یوسف: ۵۸۔ ❸...قرطبی، یوسف، تحت الآیة: ۱۵، ۵/۱۰۰، ملخصاً۔

جو بھائی ہلاک ہو گیا تھا وہ اسی کا حقیقی بھائی ہے، اب والد صاحب کی اسی سے کچھ تسلی ہوتی ہے۔(1)

بھائیوں کو غلہ دینا اور بنیامین سے متعلق ہدایت:

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے اُن بھائیوں کی بہت عزت کی اور بڑی خاطر مدارات سے اُن کی میزبانی فرمائی، ان میں سے ہر ایک کا اونٹ غلے سے بھر دیا اور سفر کے دوران جس چیز کی ضرورت درپیش ہو سکتی تھی وہ بھی عطا کر دی۔(2)

جب حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے ان کا سامان انہیں مہیا کر دیا تو ان سے فرمایا:

اِئْتُوْنِیْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِیْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّیْۤ اُوْفِی الْكَیْلَ وَ اَنَا خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ﴿۵۹﴾ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِیْ بِهٖ فَلَا كَیْلَ لَكُمْ عِنْدِیْ وَ لَا تَقْرَبُوْنِ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَ اِنَّا لَفٰعِلُوْنَ(3)

ترجمہ: اپنا سوتیلا بھائی میرے پاس لے آؤ، کیا تم یہ بات نہیں دیکھتے کہ میں ناپ مکمل کرتا ہوں اور میں سب سے بہتر مہمان نواز ہوں۔ تو اگر تم اس بھائی کو میرے پاس نہیں لاؤ گے تو تمہارے لیے میرے پاس کوئی ماپ نہیں اور نہ تم میرے قریب پھٹکنا۔ انہوں نے کہا: ہم اس کے باپ سے اس کے متعلق ضرور مطالبہ کریں گے اور بیشک ہم ضرور یہ کریں گے۔

بھائیوں پر کرم و احسان:

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے غلاموں سے فرمایا کہ ان لوگوں نے غلے کی جو قیمت دی ہے، غلے کے ساتھ ساتھ وہ رقم بھی ان کی بوریوں میں واپس رکھ دو تاکہ جب وہ اپنا سامان کھولیں تو اپنی جمع شدہ رقم انہیں مل جائے اور قحط کے زمانے میں کام آئے، نیز یہ رقم پوشیدہ طور پر اُن کے پاس پہنچے تاکہ اُنہیں لینے میں شرم بھی نہ آئے اور یہ کرم و احسان دوبارہ آنے کے لئے اُن کی رغبت کا باعث بھی ہو۔(4)

قرآن پاک میں ہے:

1... خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۵۸، ۳/۲۹۔ 2... خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۵۹، ۳/۲۹۔ 3... پ۱۳، یوسف: ۵۹-۶۱۔

4... خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۶۲، ۳/۳۰، ملخصاً۔

وَ قَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَاۤ اِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ [1]

ترجمہ: اور یوسف نے اپنے غلاموں سے فرمایا: ان کی رقم (بھی) ان کی بوریوں میں واپس رکھ دو تاکہ جب یہ اپنے گھر واپس لوٹ کر جائیں تو اسے پہچان لیں تاکہ یہ واپس آئیں۔

معلوم ہوا کہ حاجت کے وقت رشتہ داروں کی مدد کرنی چاہئے اور رشتہ دار کی مدد کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اِس انداز میں اُس تک رقم یا کوئی اور چیز پہنچائیں کہ اسے لیتے ہوئے شرم بھی محسوس نہ ہو اور اس کی غیرت وخودداری پر بھی کوئی حرف نہ آئے۔

بیٹوں کی یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام سے گزارش اور ان کا جواب:

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے بھائی اپنے والد محترم حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس لوٹے اور بادشاہ کے حسن سلوک اور احسان کا ذکر کرتے ہوئے کہا: اُس نے ہماری وہ عزت وتکریم کی کہ اگر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد میں سے کوئی ہوتا تو وہ بھی ایسا نہ کر سکتا۔ حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: اب اگر تم بادشاہِ مصر کے پاس جاؤ تو میری طرف سے سلام پہنچانا اور کہنا کہ ہمارے والد تیرے حق میں تیرے اس سلوک کی وجہ سے دعا کرتے ہیں۔[2] انہوں نے عرض کی:

يٰۤاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَاۤ اَخَانَا نَكْتَلْ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۶۳﴾ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَاۤ اَمِنْتُكُمْ عَلٰۤى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ [3]

ترجمہ: اے ہمارے باپ! ہم سے غلہ روک دیا گیا ہے لہٰذا ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ ہم غلہ لا سکیں اور ہم ضرور اس کی حفاظت کریں گے۔ یعقوب نے فرمایا: کیا اس کے بارے میں تم پر ویسا ہی اعتبار کرلوں جیسا پہلے اس کے بھائی کے بارے میں کیا تھا تو اللہ سب سے بہتر حفاظت فرمانے والا ہے اور وہ ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان ہے۔

---

1 ...پ۱۳، یوسف: ۶۲۔ 2 ... خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۶۳، ۳/ ۳۰۔ 3 ...پ۱۳، یوسف: ۶۳، ۶۴۔

غلے میں رقم دیکھ کر بیٹوں کا باپ سے مکالمہ:

جب انہوں نے اپنا مصر سے لایا ہوا سامان کھولا تو اس میں اپنی رقم بھی موجود پائی جو انہیں واپس کر دی گئی تھی، رقم دیکھ انہوں نے کہا:

یٰۤاَبَانَا مَا نَبْغِیْؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَیْنَاۚ وَ نَمِیْرُ اَهْلَنَا وَ نَحْفَظُ اَخَانَا وَ نَزْدَادُ كَیْلَ بَعِیْرٍؕ ذٰلِكَ كَیْلٌ یَّسِیْرٌ[1]

ترجمہ: اے ہمارے باپ! اب ہمیں اور کیا چاہیے۔ یہ ہماری رقم ہے جو ہمیں واپس کر دی گئی ہے اور ہم اپنے گھر کے لیے غلہ لائیں اور ہم اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور ایک اونٹ کا بوجھ اور زیادہ پائیں، یہ بہت آسان بوجھ ہے۔

حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سے فرمایا:

لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِیْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یُّحَاطَ بِكُمْۚ فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ[2]

ترجمہ: میں ہرگز اسے تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا جب تک تم مجھے اللہ کا یہ عہد نہ دیدو کہ تم ضرور اسے (واپس) لے کر آؤ گے سوائے اس کے کہ تم (کسی بڑی مصیبت میں) گھر جاؤ پھر انہوں نے یعقوب کو عہد دیدیا تو یعقوب نے فرمایا: جو ہم کہہ رہے ہیں اس پر اللہ نگہبان ہے۔

روانگی کے وقت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کی نصیحت:

جب بیٹے مصر جانے کے ارادے سے نکلے تو حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام نے سب کو بری نظر سے بچانے کے لئے مصر میں الگ الگ دروازے سے داخل ہونے کا فرمایا کہ یہ بھی نظرِ بد سے بچنے کے اسباب میں سے ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

وَ قَالَ یٰبَنِیَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّ ادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍؕ وَ مَاۤ اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُۚ

ترجمہ: اور فرمایا: اے میرے بیٹو! ایک دروازے سے نہ داخل ہونا اور جدا جدا دروازوں سے جانا، میں تمہیں اللہ سے بچا نہیں سکتا، حکم تو اللہ ہی کا چلتا ہے،

---

[1]...پ۱۳، یوسف: ۶۵۔ [2]...پ۱۳، یوسف: ۶۶۔

وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ⁽¹⁾ میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

پہلی مرتبہ جب یہ لوگ مصر گئے تھے تو کوئی نہ جانتا تھا کہ یہ سب بھائی ہیں لیکن اب چونکہ جان چکے تھے اس لئے بری نظر لگ جانے کا احتمال تھا اس وجہ سے آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے سب کو علیحدہ علیحدہ دروازوں سے داخل ہونے کا فرمایا۔⁽²⁾

معلوم ہوا کہ اسباب اختیار کر کے اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا چاہیے۔ بیٹوں نے باپ کے حکم پر عمل کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ تدبیر اختیار کرنا تو جائز ہے لیکن اصل قدرت و اختیار بہر حال اللہ ہی کے پاس ہے۔

قرآن پاک میں ہے:

وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَ اِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ⁽³⁾

ترجمہ: اور جب وہ وہیں سے داخل ہوئے جہاں سے ان کے باپ نے حکم دیا تھا، وہ انہیں اللہ سے کچھ بچا نہ سکتے تھے البتہ یعقوب کے دل میں ایک خواہش تھی جو اس نے پوری کرلی اور بیشک وہ صاحب علم تھا کیونکہ ہم نے اسے تعلیم دی تھی مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کا بھائی بنیامین پر افشائے راز:

جب سارے بھائی حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس گئے اور اُنہوں نے کہا کہ ہم آپ کے پاس اپنے بھائی بنیامین کو لے آئے ہیں تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: تم نے بہت اچھا کیا، پھر انہیں عزت کے ساتھ مہمان بنایا اور جابجا دستر خوان لگائے گئے اور ہر دستر خوان پر دو دو بھائیوں کو بٹھایا گیا۔ بنیامین اکیلے رہ گئے تو وہ رو پڑے اور کہنے لگے: اگر میرے بھائی حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام زندہ ہوتے تو وہ مجھے اپنے ساتھ بٹھاتے۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: تمہارا ایک بھائی اکیلا رہ گیا ہے، یہ فرما کر آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے بنیامین کو اپنے دستر خوان پر بٹھالیا اور اس سے فرمایا: تمہارے فوت شدہ بھائی کی جگہ میں تمہارا بھائی ہو جاؤں تو کیا تم پسند کرو گے؟ بنیامین نے کہا: آپ جیسا بھائی کسے میسر آئے گا؟ لیکن حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کا فرزند اور (حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی والدہ) راحیل کا نورِ نظر ہونا آپ کو کیسے حاصل ہو سکتا

---

1 ...پ ۱۳، یوسف: ٦٧. 2 ... صاوی، یوسف، تحت الآیۃ: ٦٧، ۳/ ۹٦۸-۹٦۹، ملخصاً. 3 ...پ ۱۳، یوسف: ٦۸.

ہے ؟ یہ سن کر یوسف عَلَیْہِ السَّلَام رو پڑے اور بنیامین کو گلے سے لگایا اور فرمایا: بیشک میں تیرا حقیقی بھائی یوسف عَلَیْہِ السَّلَام ہوں، تم اس پر غمگین نہ ہونا جو یہ کررہے ہیں، بیشک اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں بھلائی کے ساتھ جمع فرمادیا اور ابھی اس راز کی اپنے بھائیوں کو اطلاع نہ دینا۔ یہ سن کر بنیامین فرطِ مسرت سے بے خود ہوگئے اور حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام سے کہنے لگے: اب میں آپ سے جدا نہیں ہوں گا۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: والد صاحب کو میری جدائی کا بہت غم پہنچ چکا ہے، اگر میں نے تمہیں بھی روک لیا تو انہیں اور زیادہ غم ہوگا اور آپ کو روکنے کی اس کے علاوہ اور کوئی صورت بھی نہیں کہ آپ کی طرف کوئی غیر پسندیدہ بات منسوب کر دی جائے۔ بنیامین نے کہا: اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔[1]

قرآن کریم میں ہے:

وَ لَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى یُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَیْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّیْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَىٕسْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ[2]

ترجمہ: اور جب وہ سب بھائی یوسف کے پاس گئے تو یوسف نے اپنے سگے بھائی کو اپنے پاس جگہ دی (اور) فرمایا: بیشک میں تیرا حقیقی بھائی ہوں تو اس پر غمگین نہ ہونا جو یہ کررہے ہیں۔

تعلیمِ الٰہی سے یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی اپنے بھائی بنیامین کو روکنے کی تدبیر:

واپسی پر جب حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں ان کا سامان مہیا کر دیا اور ان میں سے ہر ایک کو ایک اونٹ کا بوجھ غلہ دے دیا اور ایک اونٹ کا بوجھ بنیامین کے لئے خاص کر دیا تو اپنے بھائی بنیامین کی بوری میں بادشاہ کا وہ پیالہ رکھ دیا جس میں وہ پانی پیتا تھا، وہ پیالہ جواہرات سے مزین تھا اور سونے کا تھا اور اس سے غلہ ناپنے کا کام لیا جاتا تھا۔ بھائیوں کا قافلہ کنعان سے روانہ ہو گیا۔ جب قافلہ شہر سے باہر جا چکا تو انبار خانہ کے کارکنوں کو معلوم ہوا کہ پیالہ نہیں ہے، اُن کے خیال میں یہی آیا کہ یہ پیالہ قافلے والے لے گئے ہیں، چنانچہ اُنہوں نے اس کی جستجو کے لئے آدمی بھیجے، ان میں سے ایک منادی نے ندا کی۔ قرآنِ کریم میں یہ حصہ یوں بیان کیا گیا ہے:

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَایَةَ فِیْ

ترجمہ: پھر جب انہیں ان کا سامان مہیا کر دیا تو اپنے

---

1 ... مدارک، یوسف، تحت الآیۃ: ۶۹، ص۵۳۸-۵۳۹۔
2 ... پ۱۳، یوسف: ۶۹۔

رَحْلِ اَخِیْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَیَّتُهَا الْعِیْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا وَ اَقْبَلُوْا عَلَیْهِمْ مَّا ذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَ لِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِیْرٍ وَّ اَنَا بِهٖ زَعِیْمٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِی الْاَرْضِ وَ مَا كُنَّا سٰرِقِیْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِیْنَ ﴿۷۴﴾ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِیْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۷۵﴾ فَبَدَاَ بِاَوْعِیَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِیْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِیْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِیُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاهُ فِیْ دِیْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَ فَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ[1]

بھائی کی بوری میں پیالہ رکھ دیا پھر ایک منادی نے ندا کی: اے قافلے والو! بیشک تم چور ہو۔ انہوں نے پکارنے والوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا: کیا چیز تمہیں نہیں مل رہی؟ ندا کرنے والوں نے کہا: ہمیں بادشاہ کا پیمانہ نہیں مل رہا اور جو اُسے لائے گا اس کے لیے ایک اونٹ کا بوجھ (انعام) ہے اور میں اس کا ضامن ہوں۔ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! تمہیں خوب معلوم ہے کہ ہم زمین میں فساد کرنے نہیں آئے اور نہ ہی ہم چور ہیں۔ اعلان کرنے والوں نے کہا: اگر تم جھوٹے ہوئے تو اس کی سزا کیا ہو گی؟ انہوں نے کہا: اِس کی سزا یہ ہے کہ جس کے سامان میں (وہ پیالہ) ملے وہی خود اس کا بدلہ ہو گا۔ ہمارے یہاں ظالموں کی یہی سزا ہے۔ تو حضرت یوسف نے اپنے بھائی کے سامان کی تلاشی لینے سے پہلے دوسروں کی تلاشی لینا شروع کی پھر اس پیالے کو اپنے بھائی کے سامان سے نکال لیا۔ ہم نے یوسف کو یہی تدبیر بتائی تھی۔ بادشاہی قانون میں اس کیلئے درست نہیں تھا کہ اپنے بھائی کو لے لے مگر یہ کہ اللہ چاہے۔ ہم جسے چاہتے ہیں درجوں بلند کر دیتے ہیں اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔

معلوم ہوا کہ شرعی شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے حیلہ کرنا درست ہیں۔

1...پ۱۳، یوسف: ۷۰-۷۶.

تنبیہ: خیال رہے کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے اس حیلہ میں نہ تو جھوٹ بولا کیونکہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے خادم نے کہا تھا کہ تم چور ہو اور خادم بے خبر تھا، نہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے بھائی پر چوری کا بہتان لگایا، بلکہ جو کچھ کیا گیا خود بنیامین کے مشورہ سے کیا گیا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی تعریف فرمائی اور فرمایا "**کَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ**" یہ تدبیر یوسف کو ہم نے سکھائی۔

بھائیوں کی یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف چوری کی نسبت اور آپ کا طرز عمل:

جب پیالہ بنیامین کے سامان سے نکلا تو بھائی شرمندہ ہوئے اور اُنہوں نے سر جھکا کر کہا: سامان میں پیالہ نکلنے سے سامان والے کا چوری کرنا تو یقینی نہیں لیکن اگر یہ فعل اس کا ہو تو بیشک اس سے پہلے اس کے بھائی یوسف نے بھی چوری کی تھی۔ (یہ بھی ان کا حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام پر بہتان تھا۔) بھائیوں کا اس کے ذکر سے یہ مقصد تھا کہ ہم لوگ بنیامین کے سوتیلے بھائی ہیں اور یہ فعل ہو تو شاید بنیامین کا ہو، نہ ہماری اس میں شرکت نہ ہمیں اس کی اطلاع۔[1]

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے بھائیوں کی طرف سے اپنے بارے میں کہی گئی بات پر کوئی کلام نہ کیا لیکن اپنے دل میں کچھ کہا:

قرآن پاک میں ہے:

قَالُوْۤا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ وَ لَمْ يُبْدِهَا لَهُمْۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًاۚ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ[2]

ترجمہ: بھائیوں نے کہا: اگر اس نے چوری کی ہے تو بیشک اس سے پہلے اس کے بھائی نے بھی چوری کی تھی تو یوسف نے یہ بات اپنے دل میں چھپا رکھی اور ان پر ظاہر نہ کی (اور دل میں) کہا تم انتہائی گھٹیا درجے کے آدمی ہو اور اللہ خوب جانتا ہے جو تم باتیں کر رہے ہو۔

بھائیوں کی بارگاہِ یوسف میں گزارش اور آپ کا جواب:

حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کی شریعت میں اگرچہ چور کی سزا یہ تھی کہ اسے غلام بنالیا جائے لیکن فدیہ لے کر معاف کر دینا بھی جائز تھا، اس لئے بھائیوں نے کہا: اے عزیز! اس کے والد عمر میں بہت بڑے ہیں، وہ اس سے محبت

---

[1] ... روح البیان، یوسف، تحت الآیۃ: ۷۷، ۴/۳۰۱، خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۷۷، ۳/۳۶، ملتقطاً۔ [2] ... پ ۱۳، یوسف: ۷۷۔

رکھتے ہیں اور اسی سے ان کے دل کی تسلی ہوتی ہے۔ آپ ہم میں سے کسی ایک کو غلام بنا کر یا فدیہ ادا کرنے تک رہن کے طور پر رکھ لیں بیشک ہم آپ کو احسان کرنے والا دیکھ رہے ہیں کہ آپ نے ہمیں عزت دی، کثیر مال ہمیں عطا کیا، ہمارا مطلوب اچھی طرح پورا ہوا اور ہمارے غلے کی قیمت بھی ہمیں لوٹا دی۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ جس کے پاس ہم نے اپنا سامان پایا ہے اس کے علاوہ کسی اور کو پکڑیں کیونکہ تمہارے فیصلہ کے مطابق ہم اسی کو لینے کے مستحق ہیں جس کے کجاوے میں ہمارا مال ملا ہے، اگر ہم اس کی بجائے دوسرے کو لیں تو یہ تمہارے دین میں ظلم ہے، لہٰذا تم اس چیز کا تقاضا کیوں کرتے ہو جس کے بارے میں جانتے ہو کہ وہ ظلم ہے۔[1]

قرآنِ مجید میں ہے:

قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَیْخًا كَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ(۷۸) قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ[2]

ترجمہ: انہوں نے کہا: اے عزیز! بیشک اس کے بہت بوڑھے والد ہیں تو آپ اس کی جگہ ہم میں سے کسی کو لے لیں، بیشک ہم آپ کو احسان کرنے والا دیکھ رہے ہیں۔ یوسف نے فرمایا: اللہ کی پناہ کہ جس کے پاس ہم نے اپنا سامان پایا ہے اس کے علاوہ کسی اور کو پکڑیں۔ (ایسا کریں) جب تو ہم ظالم ہوں گے۔

ناامید ہونے پر بھائیوں کا باہمی مشورہ:

جب وہ بھائی حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف سے مایوس ہو گئے اور انہیں اس بات کا یقین ہو گیا کہ بنیامین واپس نہیں ملیں گے تو سب بھائی لوگوں سے ایک طرف ہو کر کھڑے ہو گئے اور آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اب اپنے والد صاحب کے پاس کیا منہ لے کر جائیں گے اور اپنے بھائی بنیامین کے بارے میں کیا کہیں گے۔ ان میں سے علم و عقل یا عمر میں جو بھائی بڑا تھا وہ کہنے لگا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے والد حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام نے تم سے اللہ تعالیٰ کا عہد لیا تھا کہ تم ضرور اپنے بھائی کو واپس لے کر جاؤ گے اور اس سے پہلے تم نے حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے معاملے میں کوتاہی کی اور اپنے والد سے کئے ہوئے عہد کی پاسداری بھی نہ کی۔ میں تو مصر کی سرزمین سے ہرگز نہ نکلوں گا اور نہ ہی

1... تفسیر کبیر، یوسف، تحت الآیۃ: ۷۸، ۶/۴۹۱، مدارک، یوسف، تحت الآیۃ: ۷۹، ص ۵۴۰ ملتقطاً۔ 2... پ ۱۳، یوسف: ۷۸، ۷۹۔

اس صورت حال میں مصر چھوڑوں گا یہاں تک میرے والد مجھے مصر کی سرزمین چھوڑنے کی اجازت دے دیں اور مجھے اپنے پاس بلالیں یا اللہ تعالیٰ میرے بھائی کو خلاصی دے کر یا اسے چھوڑ کر تمہارے ساتھ چلنے کا مجھے کوئی حکم فرمادے۔ تم جاکر والد محترم کو ساری صورتِ حال کی خبر دیدو۔

قرآن پاک میں ہے:

فَلَمَّا اسْتَایْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِیًّاؕ قَالَ كَبِیْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَیْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَ مِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِیْ یُوْسُفَۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى یَاْذَنَ لِیْۤ اَبِیْۤ اَوْ یَحْكُمَ اللّٰهُ لِیْۚ وَ هُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ (۸۰) اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤى اَبِیْكُمْ فَقُوْلُوْا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَۚ وَ مَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَ مَا كُنَّا لِلْغَیْبِ حٰفِظِیْنَ (۸۱) وَ سْـَٔلِ الْقَرْیَةَ الَّتِیْ كُنَّا فِیْهَا وَ الْعِیْرَ الَّتِیْۤ اَقْبَلْنَا فِیْهَاؕ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ[1]

ترجمہ: پھر جب وہ بھائی اس سے مایوس ہوگئے تو ایک طرف جاکر سرگوشی میں مشورہ کرنے لگے۔ ان میں بڑا بھائی کہنے لگا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے باپ نے تم سے اللہ کا عہد لیا تھا اور اس سے پہلے تم یوسف کے حق میں کوتاہی کرچکے ہو تو میں تو یہاں سے ہرگز نہ ہٹوں گا جب تک میرے والد مجھے اجازت نہ دیدیں یا اللہ مجھے کوئی حکم فرمادے اور وہ سب سے بہتر حکم دینے والا ہے۔ تم اپنے باپ کے پاس لوٹ کر جاؤ پھر عرض کرو: اے ہمارے باپ! بیشک آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے اور ہم اتنی ہی بات کے گواہ ہیں جتنی ہمیں معلوم ہے اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے۔ اور اس شہر والوں سے پوچھ لیجئے جس میں ہم تھے اور اس قافلہ سے (معلوم کرلیں) جس میں ہم واپس آئے ہیں اور بیشک ہم سچے ہیں۔

بنیامین کا سن کر یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کی کیفیت:

پھر یہ لوگ اپنے والد کے پاس واپس آئے اور سفر میں جو کچھ پیش آیا تھا اس کی خبر دی اور بڑے بھائی نے جو کچھ

[1] ...پ۱۳، یوسف: ۸۰-۸۲.

بتادیا تھا وہ سب والد صاحب سے عرض کر دیا۔ قرآن پاک میں ہے:

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ بِهِمْ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿۸۳﴾ وَ تَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ یٰۤاَسَفٰى عَلٰى یُوْسُفَ وَ ابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِیْمٌ [1]

ترجمہ: یعقوب نے فرمایا: بلکہ تمہارے نفس نے تمہارے لئے کچھ حیلہ بنادیا ہے تو عمدہ صبر ہے۔ عنقریب اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے گا بیشک وہی علم والا، حکمت والا ہے۔ اور یعقوب نے ان سے منہ پھیرا اور کہا: ہائے افسوس! یوسف کی جدائی پر اور یعقوب کی آنکھیں غم سے سفید ہوگئیں تو وہ (اپنا) غم برداشت کرتے رہے۔

یاد رہے کہ عزیزوں کے غم میں رونا اگر تکلف سے اور نمائش کے لئے نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت و بے صبری کا مظاہرہ نہ ہو تو یہ جائز ہے۔ غم کے دنوں میں حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کی زبانِ مبارک پر کبھی کوئی بے صبری کا کلمہ نہ آیا تھا۔

بیٹوں کا حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام سے کیفیتِ غم سے متعلق مکالمہ:

قرآن پاک میں ہے:

قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ یُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِیْنَ ﴿۸۵﴾ قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَ حُزْنِیْۤ اِلَى اللّٰهِ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ [2]

ترجمہ: بھائیوں نے کہا: اللہ کی قسم! آپ ہمیشہ یوسف کو یاد کرتے رہیں گے یہاں تک کہ آپ مرنے کے قریب ہوجائیں گے یا فوت ہی ہوجائیں گے۔ یعقوب نے کہا: میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ ہی سے کرتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کے اس فرمان "میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ ہی سے کرتا ہوں" سے معلوم

❶...پ۱۳، یوسف: ۸۳، ۸۴۔ ❷...پ۱۳، یوسف: ۸۵، ۸۶۔

ہوا کہ غم اور پریشانی میں اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنا صبر کے خلاف نہیں، ہاں بے صبری کے کلمات کہنا یا لوگوں سے شکوے کرنا بے صبری ہے۔ نیز آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے اس فرمان "اور میں اللہ کی طرف سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے" سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام جانتے تھے کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام زندہ ہیں اور ان سے ملنے کی توقع ہے اور یہ بھی جانتے تھے کہ اُن کا خواب حق ہے اور ضرور واقع ہو گا۔

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی زندگی کا یقین:

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت ملک الموت عَلَیْہِ السَّلَام سے دریافت کیا کہ تم نے میرے بیٹے یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی روح قبض کی ہے؟ اُنہوں نے عرض کیا: نہیں۔[1]

اس سے بھی آپ کو اُن کی زندگانی کا اِطمینان ہوا اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے فرزندوں سے فرمایا: اے میرے بیٹو! تم مصر کی طرف جاؤ اور حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کے بھائی بنیامین کو تلاش کرو۔ بیٹوں نے کہا: ہم بنیامین کے معاملے میں کوشش کرنا تو نہیں چھوڑیں گے البتہ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام چونکہ اب زندہ نہیں اس لئے ہم انہیں تلاش نہیں کریں گے۔ حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بیشک اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے کافر لوگ ہی نا امید ہوتے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کو نہیں جانتے اور مومن چونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کو جانتا ہے اس لئے وہ تنگی آسانی، غمی خوشی کسی بھی حال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتا۔[2]

قرآن پاک میں ہے:

یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَ اَخِیْهِ وَ لَا تَایْــٴَـسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِؕ اِنَّهٗ لَا یَایْــٴَـسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ[3]	**ترجمہ:** اے بیٹو! تم جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی کا سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بیشک اللہ کی رحمت سے کافر لوگ ہی ناامید ہوتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ زندگی میں پے در پے آنے والی مصیبتوں، مشکلوں اور دشواریوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے کیونکہ حقیقی طور پر دنیا و آخرت کی تمام مشکلات کو دور کرنے والا اور تنگی کے بعد آسانیاں عطا کرنے والا اس کے سوا اور کوئی نہیں۔

---

❶... خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ٨٦، ٣/٤٠-٤١، ملخصاً۔ ❷... روح البیان، یوسف، تحت الآیۃ: ٨٧، ٤/٣٠٩، ملخصاً۔ ❸... پ١٣، یوسف: ٨٧۔

بارگاہِ یوسف میں بھائیوں کی دوبارہ حاضری:

حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کا حکم سن کر حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے بھائی پھر مصر کی طرف روانہ ہوئے، جب وہ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس پہنچے تو کہنے لگے: اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو خوراک کے حوالے سے مصیبت پہنچی ہوئی ہے، ہم حقیر سا سرمایہ لے کر آئے ہیں۔ وہ سرمایا چند کھوٹے درہم اور گھر کی اشیاء میں سے چند پرانی بوسیدہ چیزیں تھیں، آپ ہمیں پورا ناپ دیدیجئے جیسا کھرے داموں سے دیتے تھے اور یہ ناقص پونجی قبول کرکے ہم پر کچھ خیرات کیجئے بیشک اللہ تعالیٰ خیرات دینے والوں کو صلہ دیتا ہے۔[1]

قرآنِ کریم میں ہے:

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَیْهِ قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ مَسَّنَا وَ اَهْلَنَا الضُّرُّ وَ جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَیْلَ وَ تَصَدَّقْ عَلَیْنَاؕ اِنَّ اللّٰهَ یَجْزِی الْمُتَصَدِّقِیْنَ[2]	**ترجمہ:** پھر جب وہ یوسف کے پاس پہنچے تو کہنے لگے: اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو مصیبت پہنچی ہوئی ہے اور ہم حقیر سا سرمایہ لے کر آئے ہیں تو آپ ہمیں پورا ناپ دیدیجئے اور ہم پر کچھ خیرات بھی کیجئے، بیشک اللہ خیرات دینے والوں کو صلہ دیتا ہے۔

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کا افشائے راز:

بھائیوں کا یہ حال سن کر حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام پر گریہ طاری ہوگیا اور مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور فرمایا: کیا حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو مارنا، کنوئیں میں گرانا، بیچنا، والد صاحب سے جدا کرنا اور اُن کے بعد اُن کے بھائی کو تنگ رکھنا، پریشان کرنا تمہیں یاد ہے اور یہ فرماتے ہوئے حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو تبسم آگیا اور اُنہوں نے آپ کے گوہر دندان کا حسن دیکھ کر پہچانا کہ یہ تو جمالِ یوسفی کی شان ہے۔[3]

بھائیوں نے کہا: کیا واقعی آپ ہی یوسف ہیں؟ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: ہاں، میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے، بیشک اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا، ہمیں جدائی کے بعد سلامتی کے ساتھ ملایا اور دین و دنیا کی نعمتوں سے

---

[1]...خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۸۸، ۳/۴۱، ملتقطاً۔ [2]...پ۱۳، یوسف: ۸۸۔ [3]...خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۸۹-۹۰، ۳/۴۲، ملتقطاً۔

سرفراز فرمایا۔ بیشک جو گناہوں سے بچے اور صبر اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں کی جزا ضائع نہیں کرتا۔[1]

قرآنِ پاک میں ہے:

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَ اَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾ قَالُوْۤا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَ هٰذَاۤ اَخِيْ٘ ؗ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَ يَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ[2]

ترجمہ: یوسف نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے جو تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا تھاجب تم نادان تھے۔ انہوں نے کہا: کیا واقعی آپ ہی یوسف ہیں؟ فرمایا: میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ بیشک اللہ نے ہم پر احسان کیا۔ بیشک جو پرہیز گاری اور صبر کرے تو اللہ نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

بھائیوں کا اعترافِ حق:

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے بھائیوں نے اپنی خطاؤں کا اعتراف کرتے ہوئے کہا: خدا کی قسم! بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو منتخب فرمایا اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو ہم پر علم، عقل، صبر، حلم اور بادشاہت میں فضیلت دی، بے شک ہم خطاکار تھے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزت دی، بادشاہ بنایا اور ہمیں مسکین بنا کر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے سامنے لایا۔[3]

قرآن کریم میں ہے:

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَ اِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ[4]

ترجمہ: انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! بیشک اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی اور بیشک ہم خطاکار تھے۔

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کا عفو و کرم:

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: آج اگرچہ ملامت کرنے کا دن ہے، لیکن میری جانب سے تم پر آج اور آئندہ کوئی ملامت نہ ہوگی، پھر بھائیوں سے جو خطائیں سرزد ہوئی تھیں ان کی بخشش کے لئے حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام

---

1 ... تفسیر طبری، یوسف، تحت الآیۃ: ۹۰، ۷/ ۲۹۰، ملخصاً۔

2 ... پ۱۳، یوسف: ۸۹، ۹۰۔

3 ... خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۹۱، ۳/ ۴۳، مدارک، یوسف، تحت الآیۃ: ۹۱، ص ۵۴۳، ملتقطاً۔

4 ... پ۱۳، یوسف: ۹۱۔

نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔[1]

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ ؕ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ٘ وَ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ [2]

ترجمہ: فرمایا: آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی مقدس قمیص کی برکت:

جب تعارف ہو گیا تو حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے بھائیوں سے اپنے والد ماجد کا حال دریافت کیا۔ اُنہوں نے کہا: آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی جدائی کے غم میں روتے روتے اُن کی بینائی بحال نہیں رہی۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: میرا یہ کُرتا لے جاؤ اور اسے میرے باپ کے منہ پر ڈال دینا، ان کی آنکھوں کی روشنی لوٹ آئے گی اور سب گھر والے میرے پاس لے آؤ۔[3]

قرآنِ پاک میں ہے:

اِذْهَبُوْا بِقَمِیْصِیْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِیْ یَاْتِ بَصِیْرًا ۚ وَ اْتُوْنِیْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِیْنَ [4]

ترجمہ: میرا یہ کرتا لے جاؤ اور اسے میرے باپ کے منہ پر ڈال دینا وہ دیکھنے والے ہو جائیں گے اور اپنے سب گھر بھر کو میرے پاس لے آؤ۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ بزرگانِ دین کے تبرکات سے مصیبتیں دور ہوتیں اور امراض سے شفائیں ملتی ہیں۔

خوشبوئے یوسف کی خبر اور حاضرین کا جواب:

جب قافلہ مصر کی سرزمین سے نکلا اور کنعان کی طرف روانہ ہوا تو حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے بیٹوں اور پوتوں یا پوتوں اور پاس والوں سے فرمادیا: میں یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔ قرآنِ پاک میں ہے:

وَ لَمَّا فَصَلَتِ الْعِیْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّیْ لَاَجِدُ

ترجمہ: اور جب قافلہ وہاں سے جدا ہوا تو ان کے

---

1 ...مدارک، یوسف، تحت الآیۃ: ۹۲، ص۵۴۳، ملخصاً۔

2 ...پ۱۳، یوسف: ۹۲۔

3 ...مدارک، یوسف، تحت الآیۃ: ۹۳، ص۵۴۴، ملخصاً۔

4 ...پ۱۳، یوسف: ۹۳۔

يٰبَنِيَّ يُوْسُفَ لَوْلَاۤ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ (1)

باپ نے فرمادیا: بیشک میں یوسف کی خوشبو پا رہا ہوں۔ اگر تم مجھے کم سمجھ نہ کہو۔ حاضرین نے کہا: اللہ کی قسم! آپ اپنی اسی پرانی محبت میں گم ہیں۔

قمیص کی برکت سے یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کی بینائی کی واپسی:

جمہور مفسرین فرماتے ہیں کہ خوشخبری سنانے والے حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے بھائی یہودا تھے۔ یہودا نے کہا کہ حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس خون آلودہ قمیص بھی میں ہی لے کر گیا تھا، میں نے ہی کہا تھا کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو بھیڑیا کھا گیا، میں نے ہی اُنہیں غمگین کیا تھا اس لئے آج کرتا بھی میں ہی لے کر جاؤں گا اور حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی زندگانی کی فرحت انگیز خبر بھی میں ہی سناؤں گا۔ چنانچہ یہودا افرطِ شوق سے نہایت تیزی سے تمام فاصلہ طے کر کے پہنچے اور جب حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی قمیص حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کے چہرے پر ڈالی تو اسی وقت ان کی آنکھیں درست ہو گئیں اور کمزوری کے بعد قوت اور غم کے بعد خوشی لوٹ آئی، پھر حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیں آپس میں ملادے گا۔ (2)

قرآنِ پاک میں ہے:

فَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِیْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚۙ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (3)

ترجمہ: پھر جب خوشخبری سنانے والا آیا تو اس نے وہ کرتا یعقوب کے منہ پر ڈال دیا، اسی وقت وہ دیکھنے والے ہو گئے۔ یعقوب نے فرمایا: میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

بیٹوں کی یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام سے استغفار کی درخواست اور آپ کا جواب:

جب حق بات ظاہر اور واضح ہو گئی تو بیٹوں نے حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کے سامنے اپنی خطاؤں کا اعتراف

❶...پ۱۳، یوسف: ۹۴، ۹۵. ❷... تفسیر کبیر، یوسف، تحت الآیۃ: ۹۶، ۶/۵۰۸، جمل مع جلالین، یوسف، تحت الآیۃ: ۹۶، ۴/۸۰، ملتقطاً.

❸...پ۱۳، یوسف: ۹۶.

کرتے ہوئے عرض کی:

يَاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـٕیْنَ [1]

ترجمہ: اے ہمارے باپ! ہمارے گناہوں کی معافی مانگئے، بیشک ہم خطاکار ہیں۔

آپ عَلَيْهِ السَّلَام نے جواب دیا:

سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ [2]

ترجمہ: عنقریب میں تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا، بیشک وہی بخشنے والا، مہربان ہے۔

بیٹوں کے لیے دعا اور اس کی قبولیت:

مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت یعقوب عَلَيْهِ السَّلَام نے اپنے بیٹوں کے لئے دعا اور استغفار کو سحری کے وقت تک مؤخر فرمایا کیونکہ یہ وقت دعا کے لئے سب سے بہترین ہے اور یہی وہ وقت ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ہے کوئی دعا مانگنے والا کہ میں اس کی دعا قبول کروں"، چنانچہ جب سحری کا وقت ہوا تو حضرت یعقوب عَلَيْهِ السَّلَام نے نماز پڑھنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں اپنے صاحبزادوں کے لئے دعا کی، دعا قبول ہوئی اور حضرت یعقوب عَلَيْهِ السَّلَام کو وحی فرمائی گئی کہ صاحبزادوں کی خطا بخش دی گئی۔

حضرت یعقوب عَلَيْهِ السَّلَام کی مصر آمد اور ان کا اعزاز و اکرام:

حضرت یوسف عَلَيْهِ السَّلَام نے اپنے والد ماجد اور اُن کے اہل و اولاد بلانے کے لئے اپنے بھائیوں کے ساتھ 200 سواریاں اور کثیر سامان بھیجا تھا، حضرت یعقوب عَلَيْهِ السَّلَام نے مصر کا ارادہ فرمایا اور اپنے اہل خانہ جمع کئے جو 72 یا 73 افراد تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن میں یہ برکت فرمائی کہ ان کی نسل اتنی بڑھی کہ جب حضرت موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام کے ساتھ بنی اسرائیل مصر سے نکلے تو چھ لاکھ سے زیادہ تھے جبکہ حضرت موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام کا زمانہ ان سے صرف 400 سال بعد کا ہے، الحاصل جب حضرت یعقوب عَلَيْهِ السَّلَام مصر کے قریب پہنچے تو حضرت یوسف عَلَيْهِ السَّلَام نے مصر کے بادشاہ اعظم کو اپنے والد ماجد کی تشریف آوری کی اطلاع دی اور چار ہزار لشکری اور بہت سے مصری سواروں کو ہمراہ لے کر آپ اپنے والد صاحب کے استقبال کے لئے صدہا ریشمی پھریرے اُڑاتے اور قطاریں باندھے روانہ ہوئے۔ حضرت یعقوب

---

1 ...پ۱۳، یوسف: ۹۷۔ 2 ...پ۱۳، یوسف: ۹۸۔

عَلَیْہِ السَّلَام اپنے فرزند یہودا کے ہاتھ پر ٹیک لگائے تشریف لا رہے تھے، جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی نظر لشکر پر پڑی اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے دیکھا کہ صحرا ازرق برق سواروں سے پُر ہو رہا ہے تو فرمایا: اے یہودا! کیا یہ فرعونِ مصر ہے جس کا لشکر اس شان وشوکت سے آرہا ہے؟ یہودا نے عرض کی: نہیں، یہ حضور کے فرزند حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام ہیں۔ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کو متعجب دیکھ کر عرض کیا: ہوا کی طرف نظر فرمائیے، آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی خوشی میں شرکت کے لئے فرشتے حاضر ہوئے ہیں۔ فرشتوں کی تسبیح، گھوڑوں کے ہنہنانے اور طبل وبگل کی آوازوں نے عجیب کیفیت پیدا کر دی تھی۔ یہ محرم کی دسویں تاریخ تھی، جب دونوں حضرات یعنی حضرت یعقوب اور حضرت یوسف عَلَیْہِمَا السَّلَام قریب ہوئے تو حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے سلام عرض کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کیا: آپ توقف کیجئے اور والد صاحب کو پہلے سلام کا موقع دیجئے۔ چنانچہ حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا ”اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا مُذْهِبَ الْاَحْزَانِ“ یعنی اے غم واندوہ کے دور کرنے والے! تم پر سلام۔ اور دونوں صاحبوں نے اُتر کر معانقہ کیا اور مل کر خوب روئے، پھر اس مزین رہائش گاہ میں داخل ہوئے جو پہلے سے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے استقبال کے لئے نفیس خیمے وغیرہ نصب کر کے آراستہ کی گئی تھی۔[1]

یہ داخل ہونا حدودِ مصر میں تھا اس کے بعد دوسری بار داخل ہونا خاص شہر میں ہے یعنی شہر مصر میں داخل ہو جاؤ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہر ناپسندیدہ چیز سے امن وامان کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔[2]

قرآنِ پاک میں ہے:

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى یُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ[3]	**ترجمہ:** پھر جب وہ سب یوسف کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا: تم مصر میں داخل ہو جاؤ، اگر اللہ نے چاہا (تو) امن وامان کے ساتھ۔

ماں سے مراد خالہ ہے،[4] اور اس کے علاوہ بھی مفسرین کے اس بارے میں کئی اقوال ہیں۔

خوابِ یوسف کی عملی تعبیر:

جب حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام اپنے والدین اور بھائیوں کے ساتھ مصر میں داخل ہوئے اور دربار شاہی میں

❶... خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۹۸، ۳/۴۴-۴۵، جمل مع جلالین، یوسف، تحت الآیۃ: ۹۸-۹۹، ۴/۸۰-۸۱، ملتقطاً۔

❷... صاوی مع جلالین، یوسف، تحت الآیۃ: ۹۹، ۳/۹۸۱، ملخصاً۔ ❸... پ۱۳، یوسف: ۹۹۔ ❹... خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۹۹، ۳/۴۵۔

اپنے تخت پر جلوہ افروز ہوئے تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے والدین کو بھی اپنے ساتھ تخت پر بٹھالیا، اس کے بعد والدین اور سب بھائیوں نے حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو سجدہ کیا۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے جب انہیں سجدہ کرتے دیکھا تو فرمایا: اے میرے باپ! یہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے بچپن میں دیکھا تھا۔ بیشک وہ خواب میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے سچا کر دیا اور بیشک اس نے قید سے نکال کر مجھ پر احسان کیا۔ اس موقع پر حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے کنوئیں کا ذکر نہ کیا تاکہ بھائیوں کو شرمندگی نہ ہو۔

قرآن کریم میں ہے:

وَ رَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَ خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًاۚ وَ قَالَ یٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ٘ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّاؕ وَ قَدْ اَحْسَنَ بِیْۤ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ وَ جَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ اِخْوَتِیْؕ اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ[1]

ترجمہ: اور اس نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا اور سب اس کے لیے سجدے میں گر گئے اور یوسف نے کہا: اے میرے باپ! یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے، بیشک اسے میرے رب نے سچا کر دیا اور بیشک اس نے مجھ پر احسان کیا کہ مجھے قید سے نکالا اور آپ سب کو گاؤں سے لے آیا اس کے بعد کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ناچاقی کروادی تھی۔ بیشک میرا رب جس بات کو چاہے آسان کر دے، بیشک وہی علم والا، حکمت والا ہے۔

یہ سجدہ تعظیم اور عاجزی کے طور تھا اور اُن کی شریعت میں جائز تھا جیسے ہماری شریعت میں کسی عظمت والے کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا، مصافحہ کرنا اور دست بوسی کرنا جائز ہے۔[2]

یاد رہے کہ سجدۂ عبادت اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے لئے کبھی جائز نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے کیونکہ یہ شرک ہے جبکہ سجدۂ تعظیمی پہلی شریعتوں میں جائز تھا لیکن ہماری شریعت میں جائز نہیں۔ سجدہ تعظیمی کی حرمت سے متعلق تفصیلی معلومات کے لئے فتاویٰ رضویہ کی 22ویں جلد میں موجود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا رسالہ ''اَلزُّبْدَۃُ

❶...پ۱۳، یوسف: ۱۰۰. ❷... مدارک، یوسف، تحت الآیۃ: ۱۰۰، ص۵۴۵.

الزَّكِيَّةُ فِي تَحْرِيمِ سُجُودِ التَّحِيَّةِ'' مطالعہ کیجئے۔

حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات:

تاریخ بیان کرنے والے علما فرماتے ہیں کہ حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام اپنے فرزند حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس مصر میں چوبیس سال بہترین عیش و آرام میں اور خوش حالی کے ساتھ رہے، جب وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو وصیت کی کہ آپ کا جنازہ ملک شام میں لے جا کر ارضِ مقدسہ میں آپ کے والد حضرت اسحٰق عَلَیْہِ السَّلَام کی قبر شریف کے پاس دفن کیا جائے۔ اس وصیت کی تعمیل کی گئی اور وفات کے بعد ساج کی لکڑی کے تابوت میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا جسد اطہر شام میں لایا گیا، اسی وقت آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے بھائی عیص کی وفات ہوئی، آپ دونوں بھائیوں کی ولادت بھی ساتھ ہوئی تھی اور دفن بھی ساتھ ساتھ کئے گئے اور دونوں صاحبوں کی عمر 147 سال تھی۔ جب حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام اپنے والد اور چچا کو دفن کرکے مصر کی طرف واپس روانہ ہوئے تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے یہ دعا کی۔[1]

رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَ عَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۫ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ[2]

ترجمہ: اے میرے رب! بیشک تو نے مجھے ایک سلطنت دی اور مجھے خوابوں کی تعبیر نکالنا سکھا دیا۔ اے آسمانوں اور زمین کے بنانے والے! تو دنیا اور آخرت میں میرا مددگار ہے، مجھے اسلام کی حالت میں موت عطا فرما اور مجھے اپنے قرب کے لائق بندوں کے ساتھ شامل فرما۔

اس آیت میں حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے جو اسلام کی حالت میں موت عطا ہونے کی دعا مانگی، ان کی یہ دعا دراصل امت کی تعلیم کے لئے ہے کہ وہ حسنِ خاتمہ کی دعا مانگتے رہیں۔

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات اور تدفین:

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام اپنے والد ماجد کے بعد 23 سال زندہ رہے، اس کے بعد آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات ہوئی، آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے مقامِ دفن کے بارے میں اہل مصر کے اندر سخت اختلاف واقع ہوا، ہر محلہ والے حصولِ برکت

---

1 ...خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ١٠٠، ٣/٤٦-٤٧۔ 2 ...پ١٣، یوسف: ١٠١۔

کے لئے اپنے ہی محلہ میں دفن کرنے پر مُصر تھے، آخر یہ رائے طے پائی کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو دریائے نیل میں دفن کیا جائے تاکہ پانی آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی قبر سے چھوتا ہوا گزرے اور اس کی برکت سے تمام اہلِ مصر فیض یاب ہوں چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو سنگِ رِخام یا سنگِ مرمر کے صندوق میں دریائے نیل کے اندر دفن کیا گیا اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام وہیں رہے یہاں تک کہ 400 برس کے بعد حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا تابوت شریف نکالا اور آپ کو آپ کے آبائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے پاس ملک شام میں دفن کیا۔[1]

متعلقات

یہاں اس باب سے متعلق دو اہم باتیں ملاحظہ فرمائیں

پاک دامن رہنے اور قدرت کے باوجود گناہ سے بچنے کے فضائل:

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کا ذکرِ مبارک ہوتے ساتھ ہی تقویٰ، پارسائی اور پاکدامنی کا تصور ذہن میں آجاتا ہے۔ اسی مناسبت سے احادیث میں پاک دامن رہنے اور قدرت کے باوجود بدکاری سے بچنے کے بہت فضائل بیان کئے گئے، ترغیب کے لئے 4 اَحادیث اور ایک حکایت درج ذیل ہے۔

(1) نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا "جو مجھے اپنے دونوں جبڑوں اور اپنی ٹانگوں کے درمیان والی چیز (یعنی زبان اور شرمگاہ) کی ضمانت دے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔[2]

(2) نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا "اے قریش کے جوانو! اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو اور زِنا نہ کرو، سن لو! جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی اس کے لئے جنت ہے۔[3]

(3) رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: عورت جب اپنی پانچ نمازیں پڑھے اور اپنے ماہِ رمضان کے روزے رکھے اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو جنت کے جس دروازے سے چاہے

1... مدارک، یوسف، تحت الآیۃ: ١٠١، ص ٥٤٦، خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ١٠١، ٣/ ٤٧، ملتقطاً۔

2... بخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، ٤/ ٢٤٠، حدیث: ٦٤٧٤۔

3... شعب الایمان، السابع والثلاثون من شعب الایمان... الخ، ٤/ ٣٦٥، حدیث: ٥٤٢٥۔

داخل ہو جائے۔[1]

(4) حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: سات افراد ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اس دن اپنے (عرش کے) سائے میں جگہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے (عرش کے) سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (ان میں ایک) وہ شخص ہے جسے کسی منصب و جمال والی عورت نے (اپنے ساتھ برائی کرنے کے لئے) طلب کیا تو اس نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔[2]

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے بھائیوں کے بارے میں ناشائستہ کلمات کہنے کا حکم:

آج کل لوگ باہمی دھوکہ دہی میں مثال کے لئے برادرانِ یوسف کا لفظ بہت زیادہ استعمال کرتے ہیں اس سے احتراز کرنا چاہیے۔ برادرانِ یوسف کا ادب و احترام کرنے کا حکم ہے اور ان کی توہین سخت ممنوع و ناجائز ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ان کی نسبت کلمات ناشائستہ لانا بہر حال حرام ہے، ایک قول ان کی نبوت کا ہے۔۔۔ اور ظاہر قرآن عظیم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے: قَالَ تَعَالٰی "قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَاۤ اُوْتِیَ مُوْسٰى وَ عِیْسٰى وَ مَاۤ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْۚ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ٘ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ"[3] اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "تم کہو: ہم اللہ پر اور جو ہماری طرف نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان لائے اور اس پر جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد کی طرف نازل کیا گیا اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور جو باقی انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے عطا کیا گیا۔ ہم ایمان لانے میں ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے حضور گردن رکھے ہوئے ہیں۔ (ت)

اسباط یہی ابنائے یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام ہیں، اس تقدیر پر تو ان کی توہین کفر ہوگی ورنہ اس قدر میں شک نہیں کہ وہ اولیائے کرام سے ہیں اور جو کچھ ان سے واقع ہوا اپنے باپ کے ساتھ محبت شدیدہ کی غیرت سے تھا پھر وہ بھی رب العزت نے معاف کر دیا۔ اور یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے خود عفو فرمایا: "قَالَ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَؕ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ٘ وَ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ" فرمایا: آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔ (ت)

اور یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: "سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ" عنقریب میں تمہارے لئے

1... حلیۃ الاولیاء، الربیع بن صبیح، ٦/٣٣٦، حدیث: ٨٨٣٠۔

2... بخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ... الخ، ١/٢٣٦، حدیث: ٦٦٠۔

3... پ ١، البقرۃ: ١٣٦۔

اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا، بیشک وہی بخشنے والا، مہربان ہے۔ (ت)

بہر حال ان کی توہین سخت حرام ہے اور باعث غضب ذوالجلال والاکرام ہے، رب عَزَّوَجَلَّ نے کوئی کلمہ ان کی مذمت کا نہ فرمایا دوسرے کو کیا حق ہے، مناسب ہے کہ توہین کرنے والا تجدید اسلام و تجدید نکاح کرے کہ جب اِن کی نبوت میں اختلاف ہے اُس کے کفر میں اختلاف ہو گا اور کفر اختلافی کا یہی حکم ہے۔[1]

درس ونصیحت

خواب کس سے بیان کرنا چاہئے: حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام نے یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو بھائیوں سے خواب بیان کرنے سے منع کیا، اس سے معلوم ہوا کہ صرف اس کے سامنے خواب بیان کیا جائے جو اس کی صحیح تعبیر بتا سکتا ہو یا وہ اس سے محبت رکھتا ہو یا وہ قریبی دوست ہو۔ جن سے نقصان کا اندیشہ ہو یا جنہیں خوابوں کی تعبیر کا علم نہ ہو، ان کے سامنے خواب بیان کرنے سے بچنا چاہئے۔ صحیح بخاری میں ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا "اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے جب تم میں سے کوئی پسندیدہ خواب دیکھے تو اس کا ذکر صرف اسی سے کرے جو اس سے محبت رکھتا ہو اور اگر ایسا خواب دیکھے کہ جو اسے پسند نہ ہو تو خواب اور شیطان کے شر سے اسے پناہ مانگنی چاہئے اور (اپنی بائیں طرف) تین مرتبہ تھتکار دے اور اس خواب کو کسی سے بیان نہ کرے تو وہ کوئی نقصان نہ دے گا۔[2]

نیز اپنی طرف سے خواب بنا کر بیان نہ کیا جائے کہ اس پر حدیث پاک میں سخت وعید بیان کی گئی ہے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا "جو شخص ایسی خواب گھڑے جو اس نے دیکھی نہ ہو تو اسے اس چیز کا پابند کیا جائے گا کہ وہ جَو کے دو دانوں میں گرہ لگائے اور وہ ہرگز ایسا نہ کر سکے گا۔[3]

اَخلاقی دیانت وخیانت: زلیخا کی طرف سے تمام تر رغبت واہتمام کے باوجود حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے پاکیزہ کردار اور اخلاقی دیانت کا مظاہرہ فرمایا۔ معلوم ہوا با کردار ہونا بہت عظیم وصف ہے جبکہ اَخلاقی خیانت انتہائی مذموم جرم ہے۔

تبلیغ میں الفاظ نرم اور دلائل مضبوط: حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے قید خانے میں نرم الفاظ اور مضبوط دلائل کے ساتھ

---

❶...فتاویٰ رضویہ، کتاب السیر، ۱۵/ ۱۶۴-۱۶۵، ملخصاً۔ ❷...بخاری، کتاب التعبیر، باب اذا رأی ما یکرہ فلا یخبر بہا ولا یذکرہا، ۴/ ۴۲۳، حدیث: ۷۰۴۴.

❸...بخاری، کتاب التعبیر، باب من کذب فی حلمہ، ۴/ ۴۲۲، حدیث: ۷۰۴۲.

دو افراد کو اسلام قبول کرنے کی طرف مائل کیا۔ تبلیغ میں نرم الفاظ اور مضبوط دلائل بہت موثر ثابت ہوتے ہیں۔

علم کا اظہار: حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے قیدیوں کے سامنے اپنے علمی مقام کا اظہار فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر عالم اپنی علمی منزلت کا اس لئے اظہار کرے کہ لوگ اس سے نفع اٹھائیں تو یہ جائز ہے۔[1]

عہدہ اور امارت کا مطالبہ کرنا: احادیث میں مذکور مسائل میں جو امارت یعنی حکومت یا عہدہ طلب کرنے کی ممانعت آئی ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ جب اہلیت رکھنے والے دیگر افراد موجود ہوں اور اللہ تعالیٰ کے احکام نافذ کرنا کسی ایک شخص کے ساتھ خاص نہ ہو تو اس وقت عہدے کی طلب کرنا مکروہ ہے لیکن جب ایک ہی شخص اہلیت رکھتا ہو تو اس کو اللہ تعالیٰ کے احکام نافذ کرنے کے لئے امارت طلب کرنا جائز بلکہ اسے تاکید ہے۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کا یہی حال تھا کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام رسول تھے، اُمت کی ضروریات سے واقف تھے، یہ جانتے تھے کہ شدید قحط ہونے والا ہے جس میں مخلوق کو راحت اور آسائش پہنچانے کی یہی صورت ہے کہ عنانِ حکومت کو آپ عَلَیْہِ السَّلَام اپنے ہاتھ میں لیں اس لئے آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے امارت طلب فرمائی۔

خوبیوں کے اظہار کی جائز صورت: فخر اور تکبر کے لئے اپنی خوبیوں کو بیان کرنا ناجائز ہے لیکن دوسروں کو نفع پہنچانے یا مخلوق کے حقوق کی حفاظت کرنے کے لئے اگر اپنی خوبیوں کے اظہار کی ضرورت پیش آئے تو ممنوع نہیں اسی لئے حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے بادشاہ سے فرمایا کہ میں حفاظت و علم والا ہوں۔[2]

انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی شان: حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے کاشت کاری کا ایسا قاعدہ بیان فرمایا جو کامل کاشت کار کو ہی معلوم ہوتا ہے کہ بالی یا بھوسے میں گندم کی حفاظت ہے اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کا علم صرف شرعی مسائل تک محدود نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ انہیں علومِ کثیرہ سے نوازتا ہے جیسے یہاں حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کا بادشاہِ مصر سے فرمانا کہ خزانے سپرد کر دو، اور پھر تمام دنیا میں غلہ کی تقسیم کا بہترین انتظام فرمانا۔ ویسے یہ بات ہے کہ اُمورِ سلطنت چلانا بھی دین میں داخل ہیں۔

حفاظتی تدابیر کے طور پر کچھ بچا کر رکھنا توکل کے خلاف نہیں: حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے حفاظتی تدابیر کے طور پر غلے کو اسٹور کرنے کا اہتمام کیا، اس سے معلوم ہوا کہ حفاظتی تدابیر کے طور پر آئندہ کے لئے کچھ بچا کر رکھنا توکل کے

1... مدارک، یوسف، تحت الآیۃ: ۳۶، ص۵۳۰، خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۳۶، ۳/ ۲۰۔

2... خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۵۵، ۳/ ۲۷، مدارک، یوسف، تحت الآیۃ: ۵۵، ص۵۳۵، ملتقطاً۔

خلاف نہیں بلکہ حکومت کرنے والوں کی ذمہ داری ہے کہ اناج اور دیگر ضروریات کے حوالے سے ملکی ذخائر کا جائزہ لیتے رہیں اور اس کے مطابق حکمتِ عملی ترتیب دیں بلکہ زرِ مبادلہ کے جو ذخائر جمع کر کے رکھے جاتے ہیں ان کی اصل بھی اس آیت سے نکالی جاسکتی ہے۔

اسی طرح کسی شخص کا ان لوگوں کے لئے کچھ بچا کر رکھنا جن کا نان نفقہ اس کے ذمے ہے، یہ بھی توکل کے خلاف نہیں بلکہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی ازواجِ مطہرات کے لئے یوں کیا کرتے تھے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حفاظت سب سے بہتر ہے: اپنی جان، مال، اولاد اور دین و ایمان وغیرہ کی حفاظت سے متعلق حقیقی اعتماد اور بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہی کرنا چاہیے اگرچہ جان و مال کی حفاظت کے ظاہری اسباب اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کی حفاظت پر بھروسہ کرنے کے خلاف نہیں کیونکہ توکل نام ہی اسی چیز کا ہے کہ اسباب اختیار کر کے نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے، لہٰذا جن لوگوں نے اپنی جان و مال کی حفاظت کے لئے سیکیورٹی گارڈز رکھے یا دیگر اسباب اختیار کئے تو ان کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی حفاظت پر بھروسہ نہیں۔

مصیبتوں سے بچنے کی تدبیریں اختیار کرنا انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کا طریقہ ہے: حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام نے بیٹوں کو نظر سے بچنے کی تدبیر اختیار کرنے کی تاکید کی، اس سے معلوم ہوا کہ آفتوں اور مصیبتوں سے نجات حاصل کرنے کی تدبیر کرنا اور مناسب احتیاطیں اختیار کرنا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کا طریقہ ہے، سید المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آفتوں اور مصیبتوں سے بچنے کے لئے خود بھی مناسب تدبیریں فرمایا کرتے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ تدبیر نہ تو تقدیر کے خلاف ہے اور نہ ہی توکل کے بلکہ تدبیر اختیار کرنے کا حکم ہے۔

باب:4

احادیث میں حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کا تذکرہ

کثیر احادیث میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا ذکر خیر کیا گیا ہے، یہاں ان میں سے 3 احادیث ملاحظہ ہوں

لوگوں میں انتہائی معزز ہستی:

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں کون زیادہ عزت والا ہے؟ فرمایا: جو تم میں بڑا پرہیزگار ہے۔ عرض کی: ہم اس کے بارے میں نہیں پوچھ رہے۔ ارشاد

فرمایا: تو لوگوں میں بڑے معزز یوسف عَلَیْہِ السَّلَام ہیں کہ (خود) اللہ کے نبی ہیں اور نبی (یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام) کے بیٹے، وہ نبی (اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام) کے بیٹے اور وہ خلیل اللہ کے بیٹے ہیں۔ عرض کی: ہم اس کے بارے میں نہیں پوچھ رہے، ارشاد فرمایا: تو کیا تم مجھ سے اہل عرب کے آباؤ اجداد کے بارے میں پوچھ رہے ہو؟ عرض کی: جی ہاں، ارشاد فرمایا: ان میں سے جو جاہلیت میں بہتر تھے وہ اسلام میں بھی بہتر ہیں جب کہ عالم ہو جائیں۔[1]

حسنِ یوسف کا تذکرہ:

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو خوبصورتی کا ایک حصہ دیا گیا ہے۔[2]

شبِ معراج یوسف عَلَیْہِ السَّلَام سے ملاقات:

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: پھر مجھے تیسرے آسمان پر لے جایا گیا، جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے دروازہ کھلوانا چاہا تو پوچھا گیا: کون؟ کہا: جبریل۔ پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہیں؟ کہا: محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔ پوچھا گیا: ان کو بھیجا گیا ہے؟ جواب دیا: ہاں، بھیجا گیا ہے۔ تو ہمارے لیے دروازہ کھلا، وہاں حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام موجود تھے، انہیں خوبصورتی کا ایک حصہ دیا گیا ہے، آپ نے مرحبا کہا اور میرے لیے خیر کی دعا بھی کی۔[3]

---

1 ... بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالی: واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا، ۲/۴۲۱، ۴۳۱، حدیث: ۳۳۵۳، ۳۳۷۴.

2 ... مسند امام احمد، مسند انس بن مالک، ۴/۵۷۰، حدیث: ۱۴۰۵۲.

3 ... مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء برسول اللہ... الخ، ص۸۷، حدیث: ۴۱۱.

حضرت ایوب عَلَیہِ السَّلَام

فہرست ابواب

حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام

آپ عَلَیْہِ السَّلَام حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام کے بیٹے عیص کی نسل سے ہیں اور والدہ ماجدہ کا تعلق حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کے خاندان سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو ہر قسم کے اموال مویشی، چوپائے، باندی غلام، کھیت، باغات اور وسیع و عریض زمین کے علاوہ کئی بیویوں اور کثیر اولاد سے نوازا تھا۔ مال و دولت، راحت و آرام اور صحت و تندرستی کے ان ایام میں بھی آپ عَلَیْہِ السَّلَام تقویٰ و پرہیزگاری کے اعلیٰ درجے پر فائز، ذکرِ الٰہی میں مشغول اور متوجہ الی اللہ رہے۔ نعمتوں پر شکرِ الٰہی ادا کرتے رہے۔ دنیا کی دولت اور زیب و زینت انہیں یادِ الٰہی سے غافل نہ کر سکی۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر آزمائش آئی اور ان کے سب اموال ختم ہو گئے، مویشی و چوپائے مر گئے، باندی غلام فوت ہو گئے، ایک زوجہ کے علاوہ بقیہ اہل خانہ اور اولاد بھی دنیا سے چلے گئے، حتی کہ شدید مرض کی شکل میں آپ کے جسم مبارک کا بھی امتحان شروع ہو گیا۔ آزمائش و امتحان کا یہ سلسلہ کئی برس تک جاری رہا، لیکن! پے در پے مصائب و آلام کے باوجود آپ نے صبر کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھا اور جب بھی کوئی مصیبت آئی تو ان کی زبان سے ناشکری کی بجائے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے کلمات ہی جاری ہوئے۔ آپ کی آزمائش جس قدر شدید ہوتی گئی، صبر و استقامت میں بھی اسی قدر اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ آپ کا صبر ضرب المثل بن گیا۔ بالآخر آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی جس سے آپ کی آزمائش ختم ہوئی اور صبر و شکر کے صلہ میں شفا کی نعمت ملی اور اللہ تعالیٰ نے پہلے سے بھی زیادہ مال و اولاد عطا فرما دیئے۔ یہاں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی مبارک سیرت کو 4 ابواب میں بیان کیا جا رہا ہے۔

باب: 1

حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کے واقعات کے قرآنی مقامات

قرآنِ کریم میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا ذکرِ خیر 4 مقامات پر کیا گیا ہے، سورۂ نساء آیت 163 اور سورۂ انعام، آیت 85 میں دوسرے انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے اسمائے مبارکہ کے ساتھ آپ کے نام پاک کا بھی ذکر ہے، حالات کا بیان نہیں، البتہ؛ سورۂ انبیاء آیت 83، 84 اور سورہ صٓ، آیت 41 تا 44 میں آپ کی بیماری، اس سے شفا اور زوجہ سے متعلق ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

باب:2

حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کا تعارف

نام و نسب:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا نامِ پاک ”ایوب“ ہے اور نسب نامہ سے متعلق مختلف اقوال ہیں جن میں سے ایک قول یہ ہے: ایوب بن اموص بن زارح بن عیص بن حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام بن حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام۔[1]

والدہ محترمہ حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد میں سے تھیں۔ زوجہ کا نام ”رَحمت“ ہے اور یہ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے بیٹے افرائیم کی شہزادی تھیں۔

حلیہ مبارک:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے بال گھنگریالے، خوبصورت کشادہ آنکھیں، شکل و صورت بہت حسین، گردن چھوٹی، سینہ چوڑا، پنڈلیاں اور کلائیاں مضبوط اور قد مبارک لمبا تھا۔[2]

مال و دولت کی فراوانی:

علماءِ تفسیر و تاریخ فرماتے ہیں: حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس تمام انواع و اقسام کے کثیر اموال تھے جن میں باندی غلام، مویشی اور دیگر جانور اور ثنیہ سے لے کر حوران تک وسیع اراضی شامل ہے۔ یونہی آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو کثیر اولاد بھی عطا ہوئی تھی۔[3]

اوصاف:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام انتہائی عمدہ اوصاف کے مالک تھے، جیسے

(1 تا 3) مصائب و آلام پر بے حد صبر کرنے والے، بہت ہی اچھے بندے اور اللہ کی طرف بہت رجوع کرنے والے تھے۔

---

❶... النبوة والانبیاء للصابونی، ایوب علیه السلام، ص ۲۷۶.　❷... روح المعانی، الانبیاء، تحت الآیة: ۸۳، ۹/۱۰۶.

❸... قصص الانبیاء لابن کثیر، قصة ایوب علیه السلام، ص ۳۳۶.

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًاؕ نِعْمَ الْعَبْدُؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ[1]

ترجمہ: بے شک ہم نے اسے صبر کرنے والا پایا۔ وہ کیا ہی اچھا بندہ ہے بیشک وہ بہت رجوع لانے والا ہے۔

(4تا10) علامہ ابو بکر احمد بن علی المعروف خطیب بغدادی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام مسکینوں پر رحم کرتے، یتیموں کی کفالت فرماتے، بیواؤں کی امداد کرتے، مہمانوں کے ساتھ عزت و تکریم اور خندہ پیشانی سے پیش آتے، مسافروں کی خیر خواہی کیا کرتے، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرتے اور حقوقِ الٰہی کامل طریقے سے ادا کرتے تھے۔[2]

احسانات الٰہی:

اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر بہت سے احسانات فرمائے، ان میں سے 18 احسانات یہ ہیں

(1 تا 6) آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو ہدایت، صلاح اور ان کے زمانے میں تمام جہان والوں پر فضیلت بخشی، نیک لوگوں میں شمار کیا، بطورِ خاص نبوت کے لیے منتخب اور صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت بخشی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَؕ كُلًّا هَدَیْنَاۚ وَ نُوْحًا هَدَیْنَا مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ وَ اَیُّوْبَ وَ یُوْسُفَ وَ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَۙ(۸۴) وَ زَكَرِیَّا وَ یَحْیٰى وَ عِیْسٰى وَ اِلْیَاسَؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَۙ(۸۵) وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ الْیَسَعَ وَ یُوْنُسَ وَ لُوْطًاؕ وَ كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِیْنَۙ(۸۶) وَ مِنْ اٰبَآىٕهِمْ وَ ذُرِّیّٰتِهِمْ وَ اِخْوَانِهِمْۚ وَ اجْتَبَیْنٰهُمْ وَ هَدَیْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ[3]

ترجمہ: اور ہم نے انہیں اسحاق اور یعقوب عطا کیے۔ ان سب کو ہم نے ہدایت دی اور ان سے پہلے نوح کو ہدایت دی اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو (ہدایت عطا فرمائی) اور ایسا ہی ہم نیک لوگوں کو بدلہ دیتے ہیں۔ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو (ہدایت یافتہ بنایا) یہ سب ہمارے خاص بندوں میں سے ہیں۔ اور اسماعیل اور یَسَع اور یونس اور لوط کو (ہدایت دی) اور ہم نے سب کو تمام جہان والوں پر فضیلت عطا فرمائی۔ اور ان کے

[1]...پ۲۳، ص: ۴۴۔ [2]... تاریخ الانبیاء للخطیب بغدادی، باب فی ذکر قصۃ نبی اللہ ایوب... الخ، ص۱۴۲۔ [3]...پ۷، الانعام: ۸۴-۸۷۔

باپ دادا اور ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے (بھی) بعض کو (ہدایت دی) اور ہم نے انہیں چن لیا اور ہم نے انہیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی۔

(7،8) آزمائش وامتحان کی گھڑی میں اور ایام بیماری کے دوران جب آپ نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اسے قبول فرمایا، آپ کی تکلیف دور کر دی اور پہلے سے بھی زیادہ مال ودولت اور اولاد کی نعمت سے نوازا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّ اٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ ذِكْرٰى لِلْعٰبِدِیْنَ [1]

ترجمہ: تو ہم نے اس کی دعا سن لی تو جو اس پر تکلیف تھی وہ ہم نے دور کر دی اور ہم نے اپنی طرف سے رحمت فرما کر اور عبادت گزاروں کو نصیحت کی خاطر ایوب کو اس کے گھر والے اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور عطا کر دیئے۔

باب: 3

سیرتِ ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کے اہم واقعات

اس باب میں حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کی سیرتِ مبارکہ کے اہم واقعات کا ذکر ہے، ان کی تفصیل ذیلی سطور میں ملاحظہ ہو۔

حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کی آزمائش:

مفسرین ومؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام بہت مالدار، صحت مند اور کثیر اولاد والے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو آزمائش میں مبتلا کیا، چنانچہ آپ کی اولاد مکان گرنے سے دب کر فوت ہو گئی، باندی غلام بھی ختم ہو گئے، تمام جانور جس میں ہزارہا اونٹ اور ہزارہا بکریاں تھیں، سب مر گئے۔ تمام کھیتیاں اور باغات برباد ہو گئے

[1]...پ۱۷، الانبیاء: ۸۴.

حتی کہ کچھ بھی باقی نہ رہا۔ ان کٹھن حالات میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا مقدس طرزِ عمل یہ رہا کہ جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو ان چیزوں کے ہلاک اور ضائع ہونے کی خبر دی جاتی تو آپ اللہ تعالیٰ کی حمد بجالاتے اور فرماتے تھے "میرا کیا ہے! جس کا تھا اس نے لیا، جب تک اس نے مجھے دے رکھا تھا میرے پاس تھا، جب اس نے چاہا لے لیا۔ اس کا شکر ادا ہو ہی نہیں سکتا اور میں اس کی مرضی پر راضی ہوں۔" اس کے بعد آپ عَلَیْہِ السَّلَام جسمانی آزمائش میں مبتلا ہو گئے، تمام جسم شریف میں آبلے پڑ گئے اور تمام بدن مبارک زخموں سے بھر گیا۔ اس حال میں سب لوگوں نے چھوڑ دیا البتہ آپ کی زوجہ محترمہ رحمت بنتِ افرائیم نے نہ چھوڑا اور وہ آپ کی خدمت کرتی رہیں۔[1]

حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کو آزمائش میں مبتلاء کیے جانے کا سبب:

حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کو آزمائش میں مبتلاء کئے جانے کے مختلف اسباب بیان کئے گئے ہیں، ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے کسی خطا کی وجہ سے حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کو آزمائش میں مبتلا نہیں کیا بلکہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے درجات (مزید) بلند کرنے کے لئے آزمائش میں مبتلا کیا۔[2]

حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کی دعائیں:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی یہ حالت سالہا سال رہی، آخر کار کوئی ایسا سبب پیش آیا کہ آپ نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی، چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

وَ اَیُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ[3]

ترجمہ: اور ایوب کو (یاد کرو) جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ بیشک مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

دوسری آیت مبارکہ میں ہے:

وَ اذْكُرْ عَبْدَنَاۤ اَیُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّ عَذَابٍ[4]

ترجمہ: اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے شیطان نے تکلیف اور ایذا پہنچائی ہے۔

1... خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۸۳، ۳/۲۸۶-۲۸۸، ملخصاً۔ 2... مدارک، ص، تحت الآیۃ: ۴۱، ص ۱۰۲۳۔ 3... پ۱۷، الانبیاء: ۸۳۔
4... پ۲۳، ص: ۴۱۔

ایک قول یہ ہے کہ تکلیف اور ایذا سے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی بیماری اور اس کے شدائد مراد ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد بیماری کے دوران شیطان کی طرف سے ڈالے جانے والے وسوسے ہیں جو ناکام ہی ثابت ہوئے۔

حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کی پہلی دعا سے معلوم ہوا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرنا بھی دعا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بھی دعا ہے۔ دعا کے وقت اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی سنت ہے۔ دعا میں اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد کرنی چاہیے جو دعا کے موافق ہو، جیسے رحمت طلب کرتے وقت رحمن و رحیم کہہ کر پکارے۔

حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کی صحت یابی:

اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا قبول فرمالی اور انہیں جو تکلیف تھی وہ اس طرح دور کر دی کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمایا: زمین پر پاؤں مارو۔ انہوں نے پاؤں مارا تو ایک چشمہ ظاہر ہوا۔ حکم دیا گیا کہ اس سے غسل کریں۔ آپ نے غسل کیا تو بدن کے ظاہری حصے کی تمام بیماریاں دور ہو گئیں، پھر آپ چالیس قدم چلے تو دوبارہ زمین پر پاؤں مارنے کا حکم ہوا۔ آپ نے پھر پاؤں مارا تو اس سے بھی ایک چشمہ ظاہر ہوا جس کا پانی بہت ٹھنڈا تھا۔ حکمِ الٰہی سے آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے یہ پانی پیا تو اس سے بدن کے اندر کی تمام بیماریاں دور ہو گئیں اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو اعلیٰ درجے کی صحت و تندرستی حاصل ہوئی۔[1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ[2]

ترجمہ: توہم نے اس کی دعا سن لی تو جو اس پر تکلیف تھی وہ ہم نے دور کر دی۔

اور ارشاد فرمایا:

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ[3]

ترجمہ: (ہم نے فرمایا:) زمین پر اپنا پاؤں مارو۔ یہ نہانے اور پینے کیلئے پانی کا ٹھنڈا چشمہ ہے۔

شفایابی کے بعد زوجہ سے مکالمہ:

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: (شفایابی کے بعد) اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کو

❶...خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۸۴، ۳/۲۹۱۔ ❷...پ۱۷، الانبیاء: ۸۴۔ ❸...پ۲۳، ص: ۴۲۔

جنتی لباس پہنادیا،اس کے بعد آپ ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے۔جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی زوجہ محترمہ آئیں تو انہیں پہچان نہ سکیں اور کہنے لگیں: اے اللہ کے بندے! یہاں جو بیمار تھا وہ کہاں گیا؟ کہیں اسے بھیڑیے تو اٹھا کر نہیں لے گئے؟ انہوں نے پریشانی میں اس طرح کی کئی باتیں کیں تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: تیرا بھلا ہو، میں ہی ایوب ہوں۔ عرض کی: آپ کیوں مجھ سے مذاق کررہے ہیں؟ ارشاد فرمایا: تیرا بھلا ہو، میں ہی ایوب ہوں، اللہ تعالیٰ نے میرا جسم دوبارہ ٹھیک کردیا ہے۔[1]

اموال واولاد کی واپسی:

حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا اور اکثر مفسرین نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تمام اولاد کو زندہ فرمادیا اور آپ کو اتنی ہی اولاد اور عنایت کی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا کی دوسری روایت میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے آپ کی زوجہ محترمہ کو دوبارہ جوانی عنایت کی اور ان کے ہاں کثیر اولاد ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کی حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام پر یہ عطائیں، خاص رحمتِ خداوندی تھیں جس میں دوسروں لوگوں کے لیے بہت نصیحت ہے کہ صبر کرنے والا بہت بامراد ہوتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِیْنَ[2]

ترجمہ: اور ہم نے اپنی طرف سے رحمت فرما کر اور عبادت گزاروں کو نصیحت کی خاطر ایوب کو اس کے گھر والے اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور عطا کر دیئے۔

اور ارشاد فرمایا:

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ[3]

ترجمہ: اور ہم نے اپنی رحمت کرنے اور عقلمندوں کی نصیحت کے لئے اسے اس کے گھر والے اور ان کے برابر اور عطا فرما دیئے۔

صبر کی توفیق بارگاہِ الٰہی سے ملی:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کتنے عرصہ تک بلا (یعنی مصیبت) میں

1... قصص الانبیاء لابن کثیر، قصة ایوب علیه السلام، ص۳۳۹۔ 2...پ۱۷، الانبیاء: ۸۴۔ 3...پ۲۳، ص: ۴۳۔

مبتلا رہے اور صبر بھی کیسا جمیل فرمایا! جب اس سے نجات ملی عرض کیا: الٰہی! میں نے کیسا صبر کیا؟ ارشاد ہوا: اور توفیق کس گھر سے لایا۔ ایوب عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کیا: بے شک اگر تُو توفیق نہ عطا فرماتا تو میں صبر کہاں سے کرتا! ۔[1]

حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کی زوجہ پر رحمتِ الٰہی:

بیماری کے زمانہ میں حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کی زوجہ ایک بار کہیں کام سے گئیں تو دیر سے خدمت میں حاضر ہوئیں، چونکہ تکلیف و کمزوری کی وجہ سے بہت سے امور خود نہ کرپاتے تھے اور زوجہ ہی معاون تھیں تو زوجہ کی عدمِ موجودگی میں غالباً سخت آزمائش کا معاملہ آیا جس سے بے قرار ہو کر آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے قسم کھائی کہ میں تندرست ہو کر تمہیں سو کوڑے ماروں گا۔ جب حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام صحت یاب ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام انہیں جھاڑو مار دیں اور اپنی قسم نہ توڑیں، چنانچہ حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام نے سو تیلیوں والا ایک جھاڑو لے کر اپنی زوجہ کو ایک ہی بار مار دیا۔[2]

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ[3]

ترجمہ: اور (فرمایا) اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اس سے مار دو اور قسم نہ توڑو۔

حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کے قسم کھانے کا ایک سبب اوپر بیان ہوا اور دوسرا سبب بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضرت سیدنا ایوب عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ہیں کہ آزمائش و ابتلاء کے دور میں آپ کی پاکیزہ بیوی جن کا نام رحمہ بنت افرائیم، یا میشا بنت یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم عَلَیْہِمُ السَّلَام تھا، وہ آپ کے لئے محنت و مزدوری کرکے خوراک مہیا فرماتی تھیں، ایک دن انہوں نے حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کی خدمت میں زیادہ کھانا پیش کیا تو حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کو گمان ہوا کہ شاید وہ کسی کا مال خیانت کے ذریعہ حاصل کرلائی ہیں، اس پر آپ کو غصہ آیا تو آپ نے قسم کھائی کہ اس کو ایک سو چھڑی ماروں گا۔[4] آگے کی تفصیل وہی ہے جو اوپر بیان ہوئی۔

1... ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص ۴۲۰، ملخصاً۔

2... بیضاوی، ص، تحت الآیۃ: ۴۴، ۵/ ۴۹، جلالین، ص، تحت الآیۃ: ۴۴، ص ۳۸۳، ملتقطاً۔

3... پ ۲۳، ص: ۴۴۔

4... فتاوی رضویہ، رسالہ: الجوھر الثمین فی علل نازلۃ الیمین، ۱۳/ ۵۲۶۔

حضرت ایوب عَلَيْهِ السَّلَام کی زوجہ پر رحمت اور تخفیف کا سبب:

مفسرین نے حضرت ایوب عَلَيْهِ السَّلَام کی زوجہ پر اس رحمت اور تخفیف کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ بیماری کے زمانہ میں انہوں نے اپنے شوہر کی بہت اچھی طرح خدمت کی اور آپ کے شوہر آپ سے راضی ہوئے تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آسانی فرمائی۔[1]

وفات:

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: آزمائش ختم ہونے کے بعد حضرت ایوب عَلَيْهِ السَّلَام نے ستر سال نعمت و راحت میں زندگی بسر کی، اور حضرت ابراہیم عَلَيْهِ السَّلَام کی شریعت پر عمل پیرا رہے۔ آپ کی اولاد اور قوم بھی اسی دین پر کاربند رہی یہاں تک کہ حضرت ایوب عَلَيْهِ السَّلَام کی وفات سے کچھ عرصہ بعد انہوں نے اپنا دین بدل دیا۔[2]

بعض علماء کے نزدیک 93 سال کی عمر میں اور بعض کے نزدیک ان سے زیادہ برس کی عمر میں حضرت ایوب عَلَيْهِ السَّلَام نے وفات پائی۔[3]

یہاں اس باب سے متعلق چند اہم باتیں ملاحظہ ہوں۔

حضرت ایوب عَلَيْهِ السَّلَام کی بیماری کی نوعیت:

حضرت ایوب عَلَيْهِ السَّلَام کی بیماری کے بارے میں علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں "عام طور پر لوگوں میں مشہور ہے کہ مَعَاذَ اللہ آپ کو کوڑھ کی بیماری ہو گئی تھی۔ چنانچہ بعض غیر معتبر کتابوں میں آپ کے کوڑھ کے بارے میں بہت سی غیر معتبر داستانیں بھی تحریر ہیں، مگر یاد رکھو کہ یہ سب باتیں سرتاپا بالکل غلط ہیں اور ہرگز ہرگز آپ یا کوئی نبی بھی کبھی کوڑھ اور جذام کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوا، اس لئے کہ یہ مسئلہ مُتَّفَق علیہ ہے کہ اَنبیاء عَلَيْهِمُ السَّلَام کا تمام اُن بیماریوں سے محفوظ رہنا ضروری ہے جو عوام کے نزدیک باعثِ نفرت و حقارت ہیں۔ کیونکہ انبیاء عَلَيْهِمُ السَّلَام کا

1... ابو سعود، ص، تحت الآیۃ: ۴۴، ۲/۴۴۴، ملخصاً۔ 2... تاریخ الانبیاء للخطیب بغدادی، باب فی ذکر قصۃ نبی اللہ ایوب... الخ، ص۱۴۷۔

3... البدایۃ والنہایۃ، قصۃ ایوب علیہ السلام، ۱/۳۱۲۔

یہ فرضِ منصبی ہے کہ وہ تبلیغ وہدایت کرتے رہیں تو ظاہر ہے کہ جب عوام ان کی بیماریوں سے نفرت کر کے ان سے دور بھاگیں گے تو بھلا تبلیغ کا فریضہ کیونکر ادا ہو سکے گا؟ الغرض حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام ہرگز کبھی کوڑھ اور جذام کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوئے بلکہ آپ کے بدن پر کچھ آبلے اور پھوڑے پھنسیاں نکل آئی تھیں جن سے آپ برسوں تکلیف اور مشقت جھیلتے رہے اور برابر صابر و شاکر رہے۔[1] یونہی بعض کتابوں میں جو یہ واقعہ مذکور ہے کہ بیماری کے دوران حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کے جسم مبارک میں کیڑے پیدا ہو گئے تھے جو آپ کا جسم شریف کھاتے تھے، یہ بھی درست نہیں کیونکہ ظاہری جسم میں کیڑوں کا پیدا ہونا بھی عوام کے لئے نفرت و حقارت کا باعث ہے اور لوگ ایسی چیز سے گھن کھاتے ہیں۔ لہٰذا خطباء اور واعظین کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف ایسی چیزوں کو منسوب نہ کریں جن سے لوگ نفرت کرتے ہوں اور وہ منصبِ نبوت کے تقاضوں کے خلاف ہو۔

آزمائش وامتحان ناراضی کی دلیل نہیں:

اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ کے مقرب بندوں کو آزمائش و امتحان میں مبتلا فرماتا ہے اور ان کی آزمائش اس بات کی دلیل نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہے بلکہ یہ ان کی بارگاہِ الٰہی میں عزت و قرب کی دلیل ہے۔ حضرت سعد رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، لوگوں میں سب سے زیادہ آزمائش کس پر ہوتی ہے؟ ارشاد فرمایا: انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی، پھر درجہ بدرجہ مُقَرَّبِین کی۔ آدمی کی آزمائش اس کے دین کے مطابق ہوتی ہے، اگر وہ دین میں مضبوط ہو تو سخت آزمائش ہوتی ہے اور اگر دین میں کمزور ہو تو دین کے حساب سے آزمائش کی جاتی ہے۔ بندے کے ساتھ یہ آزمائشیں ہمیشہ رہتی ہیں یہاں تک کہ وہ زمین پر اس طرح چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔[2]

مصیبت پر صبر کرنے کا ثواب:

مصیبت پر صبر کرنا انتہائی فضیلت کا باعث ہے، ترغیب کیلئے یہاں اس کے ثواب پر مشتمل 3 اَحادیث ملاحظہ ہوں:

(1) تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مومن مرد اور مومنہ عورت کو اس کی جان، اولاد اور مال کے بارے میں آزمایا جاتا رہے گا یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس پر کوئی گناہ

1... عجائب القرآن مع غرائب القرآن، حضرت ایوب علیہ السلام کا امتحان، ص۱۸۱-۱۸۲۔

2... ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی الصبر علی البلاء، ۴/۱۷۹، حدیث: ۲۴۰۶۔

باقی نہ ہوگا۔[1]

(2)رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: دنیا سے بے رغبتی صرف حلال کو حرام کر دینے اور مال کو ضائع کر دینے کا ہی نام نہیں، بلکہ دنیا سے بے رغبتی یہ ہے کہ جو کچھ تمہارے ہاتھ میں ہے وہ اس سے زیادہ قابلِ اعتماد نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور جب تجھے کوئی مصیبت پہنچے تو اس کے ثواب (کے حصول) میں زیادہ رغبت رکھے اور یہ تمنا ہو کہ کاش یہ میرے لئے باقی رہتی۔[2]

(3) حضور پُر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی بندے کے لیے کوئی درجہ مقدر ہو چکا ہو جہاں تک یہ اپنے عمل سے نہیں پہنچ سکتا تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے جسم یا مال یا اولاد کی آفت میں مبتلا کر دیتا ہے، پھر اسے اس پر صبر بھی دیتا ہے حتّٰی کہ وہ اس درجے تک پہنچ جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے مقدر ہو چکا۔[3]

اللہ تعالیٰ ہمیں آفات و بَلِیّات سے محفوظ فرمائے اور ہر آنے والی مصیبت پر صبر کر کے اجر و ثواب کمانے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

شرعی حیلوں کے جواز کا ثبوت:

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: جو حیلہ کسی کا حق مارنے یا اس میں شبہ پیدا کرنے یا باطل ذریعے سے فریب دینے کیلئے کیا جائے وہ مکروہ ہے اور جو حیلہ اس لئے کیا جائے کہ آدمی حرام سے بچ جائے یا حلال کو حاصل کر لے وہ اچھا ہے۔ اس قسم کے حیلوں کے جائز ہونے کی دلیل اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان ہے:

وَ خُذْ بِیَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَ لَا تَحْنَثْ[4]

ترجمہ: اور (فرمایا) اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اس سے مار دو اور قسم نہ توڑو۔[5]

1... ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی الصبر علی البلاء، ۴/۱۷۹، حدیث: ۲۴۰۷۔

2... ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی الزھادۃ فی الدنیا، ۴/۱۵۲، حدیث: ۲۳۴۷۔

3... ابو داؤد، کتاب الجنائز، باب الامراض المکفرۃ للذنوب، ۳/۲۴۶، حدیث: ۳۰۹۰۔

4... پ۲۳، ص: ۴۴۔ 5... فتاوی عالمگیری، کتاب الحیل، الفصل الاول، ۶/۳۹۰۔

البتہ یاد رہے کہ قابل اعتماد مفتیانِ کرام سے رہنمائی لئے بغیر عوام الناس کو کوئی حیلہ نہیں کرنا چاہئے کیونکہ بعض حیلوں کی شرعی طور پر اجازت نہیں ہوتی اور بعض اوقات حیلہ کرنے میں ایسی غلطی کر جاتے ہیں جس کی وجہ سے حیلہ ہوتا ہی نہیں۔

درس ونصیحت

نیک بندوں کی آزمائش: حضرت ایوب عَلَیْهِ السَّلَام کے اس واقعہ امتحان میں یہ نصیحت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا بھی اس کی طرف سے امتحان ہوا کرتا ہے اور جب وہ امتحان میں کامیاب اور آزمائش میں پورے اترتے ہیں تو رب کریم ان کے مراتب ودرجات میں بے حد بلندی ورفعت عطا کر دیتا ہے۔

صبر و شکر کی ترغیب: حضرت ایوب عَلَیْهِ السَّلَام نے آزمائش میں صبر کیا اور آزمائش ختم ہونے پر شکرِ الٰہی بجالائے، اس میں ہمارے لیے نصیحت ہے کہ مشکلات ومصائب اور بیماریوں میں صبر وہمت سے کام لیں اور رب تعالیٰ کی رضا پر راضی رہیں اور جب یہ آزمائش ختم ہو جائے تو شکرِ الٰہی ادا کرتے ہوئے اس کی اطاعت وعبادت پر کمربستہ ہو جائیں۔

وفاشعار بیوی: آپ عَلَیْهِ السَّلَام کی زوجہ تاریخ انسانی کی وہ عظیم ترین خاتون جنہوں نے وفاشعاری کی ایک اعلیٰ مثال قائم کی کہ مال واولاد کی محرومی پر صبر کیا، شوہر پر آنے والی مصیبت کو بڑے صبر اور ہمت وحوصلے سے برداشت کیا، مصیبت کی اس گھڑی میں انہیں تنہا چھوڑ دینے کی بجائے بھرپور انداز میں ان کا ساتھ نبھایا اور ہر دکھ درد میں اپنے شوہر کے شانہ بشانہ رہیں۔ ان کا یہ عمل اس دور کی خواتین کے لیے مشعل راہ ہے۔

شوہر کو خوش رکھنے کا صلہ: آپ عَلَیْهِ السَّلَام کی زوجہ نے مصائب وآلام کے دنوں میں اپنے شوہر کی خدمت گزاری کر کے انہیں خوش کیا تو اس کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے ان پر رحمت فرمائی۔ شوہر کو خوش رکھنا بیوی کے لئے نہایت ثواب کا کام ہے اور تنگ کرنا اور ایذاء پہنچانا سخت گناہ ہے، ہمارے ہاں بعض اوقات معمولی سی بات پر بیویاں شوہر سے طلاق کا مطالبہ کر دیتی ہیں، اور یہ حرکت شوہر کے لئے نہایت تکلیف دہ ہوتی ہے، حدیث پاک میں ہے: جو عورت بغیر کسی حرج کے شوہر سے طلاق کا سوال کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔[1]

[1]... ترمذی، کتاب الطلاق واللعان، باب ماجاء فی المختلعات، ۲/۴۰۲، حدیث: ۱۱۹۱۔

باب: 4

احادیث میں حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کا تذکرہ

احادیث میں بھی حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کا ذکرِ خیر کیا گیا ہے، یہاں ان سے متعلق 3 احادیث ملاحظہ ہوں۔

حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام پر سونے کی بارش:

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام برہنہ غسل کر رہے تھے کہ اس دوران آسمان سے آپ پر سونے کی ٹڈیاں برسیں۔ آپ انہیں چادر میں بھرنے لگے۔ رب تعالیٰ نے ندا فرمائی: ''یَااَیُّوْبُ اَلَمْ اَکُنْ اَغْنَیْتُكَ عَمَّا تَرٰی'' اے ایوب! جو تمہارے پیشِ نظر ہے، کیا میں نے تمہیں اس سے بے پروانہ کیا تھا؟ عرض کی: ''بَلٰی یَا رَبِّ وَلٰکِنْ لَاغِنٰی بِیْ عَنْ بَرَکَتِكَ'' یارب! کیوں نہیں، لیکن مجھے تیری برکت سے تو بے نیازی نہیں۔[1] (برہنہ غسل سے مراد یاتو یہ ہے کہ تہبند باندھا ہوا تھا اور یا پھر مکمل تنہائی میں غسل فرما رہے تھے۔)

علم و صبر میں کامل شخصیت:

حضرت ابن ابزی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے مروی ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام لوگوں میں سب سے بڑھ کر عالم، صابر اور غصہ پینے والے تھے۔[2]

روزِ قیامت صابرین کے سردار:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے مروی ہے کہ حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام قیامت کے دن صبر کرنے والوں کے سردار ہوں گے۔[3]

---

1 ...بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالی: یریدون ان یبدلوا کلام اللہ، ۴/۵۷۲، حدیث: ۷۴۹۳۔

2 ... نوادر الاصول، الاصل السابع والثمانون والمائۃ، ۲/۷۰۸، حدیث: ۹۷۷۔

3 ... تاریخ ابن عساکر، ذکر من اسمہ: ایوب، ایوب نبی اللہ، ۱۰/۶۲۔

حضرت ذوالکفل عَلَیْہِ السَّلَام

فہرست ابواب

حضرت ذوالکفل عَلَیْہِ السَّلَام

قرآنِ مجید میں حضرت ذوالکفل عَلَیْہِ السَّلَام کے نام اور اجمالی اوصاف کے سوا ہمیں مزید کچھ بیان نہیں ملتا، اسی طرح حدیثوں میں بھی آپ کا کوئی تذکرہ منقول نہیں ہے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی سیرت پاک کا مختصر تذکرہ 1 باب میں بیان کیا گیا ہے جس کی تفصیل ذیلی سطور میں ملاحظہ ہو۔

باب: 1

حضرت ذوالکفل عَلَیْہِ السَّلَام کے ذکر کے قرآنی مقامات

قرآنِ کریم میں حضرت ذوالکفل عَلَیْہِ السَّلَام کا ذکر خیر دو سورتوں میں کیا گیا ہے:

(1) سورۂ انبیاء، آیت: 85، 86۔ (2) سورۂ صٓ، آیت: 48۔ ان دونوں سورتوں میں آپ کا نام اور اوصاف مذکور ہیں۔ ان کے علاوہ آپ کے حالات کا مجمل یا مفصل کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

نام و لقب:

علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ فرماتے ہیں: قرآن و حدیث کی روشنی میں اس سے زیادہ نہیں کہا جا سکتا کہ ذوالکفل عَلَیْہِ السَّلَام خدا کے برگزیدہ نبی اور پیغمبر تھے جو کسی قوم کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔

البتہ حضرت شاہ عبد القادر صاحب دہلوی (رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ) ارشاد فرماتے ہیں کہ ”حضرت ذوالکفل عَلَیْہِ السَّلَام حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کے فرزند ہیں اور انہوں نے خالصاً لِوَجْہِ اللہ (یعنی رضائے الٰہی کے لیے) کسی کی ضمانت کر لی تھی۔ جس کی وجہ سے ان کو کئی برس قید کی تکلیف برداشت کرنی پڑی۔ (موضح القرآن)

اور بعض مفسرین نے تحریر فرمایا کہ حضرت ذوالکفل عَلَیْہِ السَّلَام در حقیقت حضرت حزقیل عَلَیْہِ السَّلَام کا لقب ہے۔

اور زمانہ حال کے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ذوالکفل ”گوتم بدھ“ کا لقب ہے، مگر ”گوتم بدھ“ کی موجود تعلیمات کو سامنے رکھیں تو محض ایک خیالی تک بندی ہی لگتی ہے، حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔[1]

1... عجائب القرآن مع غرائب القرآن، ص ۳۴۳، ۳۴۴، ملخصاً۔

اوصاف اور احسانِ الٰہی:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام صبر کرنے والے، اللہ تعالیٰ کے قربِ خاص کے لائق بندوں اور بہترین لوگوں میں سے تھے، نیز اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنی خاص رحمت میں داخل فرمایا:

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِدْرِیْسَ وَ ذَاالْكِفْلِؕ-كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیْنَ(۸۵)وَ اَدْخَلْنٰهُمْ فِیْ رَحْمَتِنَاؕ-اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ[1]

ترجمہ: اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو (یاد کرو) وہ سب صبر کرنے والے تھے۔ اور انہیں ہم نے اپنی رحمت میں داخل فرمایا، بیشک وہ ہمارے قربِ خاص کے لائق لوگوں میں سے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اذْكُرْ اِسْمٰعِیْلَ وَ الْیَسَعَ وَ ذَاالْكِفْلِؕ-وَ كُلٌّ مِّنَ الْاَخْیَارِ[2]

ترجمہ: اور اسماعیل اور یسع اور ذوالکفل کو یاد کرو اور سب بہترین لوگ ہیں۔

---

❶...پ۱۷، الانبیاء: ۸۵، ۸۶۔

❷...پ۲۳، ص: ۴۸۔

حضرت یونس عَلَیہِ السَّلَام

فہرست ابواب

حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا نام یونس بن متّٰی جبکہ لقب ذوالنون اور صاحِبُ الْحُوْت(یعنی مچھلی والے) ہے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ بستی نِیْنَوٰی کے نبی تھے جو مُوصَل کے علاقہ میں دجلہ کے کنارے پر واقع تھی۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے چالیس سال لوگوں کو بت پرستی چھوڑنے اور توحید کی دعوت دی لیکن انہوں نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو جھٹلایا اور اپنے شرک سے باز نہ آئے، تب آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ تعالٰی کے حکم سے انہیں عذاب کی خبر دی اور خود علاقے سے باہر تشریف لے گئے۔ قوم نے علاماتِ عذاب کا مشاہدہ کر کے بارگاہِ الٰہی میں سچی توبہ کر لی تو ان سے عذاب اٹھا لیا گیا۔ مزید تفصیل اگلے ابواب میں ملاحظہ فرمائیں۔ یہاں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی سیرت مبارکہ کو 4 ابواب میں بیان کیا گیا ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

باب: 1

حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام کے واقعات کے قرآنی مقامات

حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام کا اجمالی ذکرِ خیر سورۂ نساء، آیت: 163 اور سورۂ اَنعام، آیت: 86 میں ہے، جبکہ تفصیلی تذکرہ درج ذیل 4 سورتوں میں ہے:

(1) سورۂ یونس، آیت: 98۔ (2) سورۂ انبیاء، آیت: 87، 88۔ (3) سورۂ صافات، آیت: 139 تا 148۔

(4) سورۂ قلم، آیت: 48 تا 50۔

باب: 2

حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام کا تعارف

نام و لقب:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا نامِ پاک یونس بن متّٰی ہے اور چونکہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام مچھلی کے پیٹ میں تشریف لے گئے تھے اس وجہ سے آپ کو ”ذوالنون“ اور ”صاحِبُ الْحُوْت“ (یعنی مچھلی والے) بھی کہا جاتا ہے اور یہ دونوں آپ کے القاب ہیں۔

نزولِ احکام:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر جداگانہ کوئی کتاب یا صحیفہ نازل نہیں ہوا، البتہ وحی کے ذریعے آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر بعض احکام نازل ہوئے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ كَمَاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖۚ-وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ عِیْسٰى وَ اَیُّوْبَ وَ یُوْنُسَ وَ هٰرُوْنَ وَ سُلَیْمٰنَ [1]

ترجمہ: بیشک اے حبیب! ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی جیسے ہم نے نوح اور اس کے بعد پیغمبروں کی طرف بھیجی اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کے بیٹوں اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی فرمائی۔

انعاماتِ الٰہی:

اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر بہت سے انعامات فرمائے جن میں سے چند یہ ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا قبول فرمائی، آپ کا رجوع بھی قبول فرمایا۔ مچھلی کے پیٹ میں بھی تَوَجُّہ اِلَی اللہ، رضا بالقضاء اور ذکرِ الٰہی کی توفیق بخشی۔ خاص فضل فرما کر مچھلی کے پیٹ سے نجات دی۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنے منتخب بندوں میں شامل فرمایا اور صالحین کے گروہ میں اعلیٰ درجہ عطا فرمایا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَ لَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِۘ-اِذْ نَادٰى وَ هُوَ مَكْظُوْمٌؕ(۴۸) لَوْ لَاۤ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَ هُوَ مَذْمُوْمٌ(۴۹) فَاجْتَبٰىهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ [2]

ترجمہ: تو تم اپنے رب کے حکم تک صبر کرو اور مچھلی والے کی طرح نہ ہونا جب اس نے اس حال میں پکارا کہ وہ بہت غمگین تھا۔ اگر اس کے رب کی نعمت اسے نہ پالیتی تو وہ ضرور چٹیل میدان میں پھینک دیا جاتا اور وہ ملامت کیا ہوا ہوتا۔ تو اسے اس کے رب نے چن لیا اور اپنے قربِ خاص کے حقداروں میں کر لیا۔

---

1 ...پ۶، النسآء: ۱۶۳۔ 2 ...پ۲۹، القلم: ۴۸-۵۰۔

باب:3

سیرتِ یونس عَلَیْهِ السَّلَام کے اہم واقعات

اس باب میں حضرت یونس عَلَیْهِ السَّلَام کی سیرتِ مبارکہ کے اہم واقعات کا بیان ہے، تفصیل ذیلی سطور میں ملاحظہ ہو:

حضرت یونس عَلَیْهِ السَّلَام اور ان کی قوم:

حضرت یونس عَلَیْهِ السَّلَام کی قوم کا واقعہ یہ ہے کہ یہ لوگ موصل کے علاقے نینوٰی میں رہتے تھے اور کفر و شرک میں مبتلا تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس عَلَیْهِ السَّلَام ان کی طرف رسول بنا کر بھیجے۔ آپ نے انہیں ایک عرصے تک بت پرستی چھوڑنے اور ایمان لانے کا حکم دیا، لیکن یہ لوگ دعوت قبول کرنے سے انکار اور حضرت یونس عَلَیْهِ السَّلَام کی تکذیب کی راہ پر ہی گامزن رہے۔ طویل عرصے تک پوری کوشش کے باوجود جب لوگ راہِ راست پر نہ آئے تو آپ عَلَیْهِ السَّلَام نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی: اے اللہ! قوم مجھے جھٹلانے پر ہی قائم ہے، پس تو ان پر اپنا عذاب نازل کر دے۔ اس پر ان سے فرمایا گیا: آپ انہیں خبر دے دیں کہ تین دن بعد صبح کے وقت ان پر عذاب نازل ہو جائے گا۔ چنانچہ آپ عَلَیْهِ السَّلَام نے قوم کو نزولِ عذاب کی خبر دے دی۔[1]

قومِ یونس کی توبہ اور رفعِ عذاب:

نزولِ عذاب کی خبر سن کر لوگوں نے آپس میں کہا: حضرت یونس عَلَیْهِ السَّلَام نے کبھی کوئی بات غلط نہیں کہی ہے، دیکھو اگر وہ رات کو یہاں رہے جب تو کوئی اندیشہ نہیں اور اگر انہوں نے رات یہاں نہ گزاری تو سمجھ لینا چاہیے کہ عذاب آئے گا۔ جب رات ہوئی تو حضرت یونس عَلَیْهِ السَّلَام وہاں سے تشریف لے گئے اور صبح کے وقت عذاب کے آثار نمودار ہو گئے، آسمان پر سیاہ رنگ کا ہیبت ناک بادل آیا، بہت سارا دھواں جمع ہوا اور تمام شہر پر چھا گیا۔ یہ دیکھ کر انہیں یقین ہو گیا کہ عذاب آنے والا ہے، انہوں نے حضرت یونس عَلَیْهِ السَّلَام کو تلاش کیا لیکن آپ کو نہ پایا، اب انہیں اور زیادہ اندیشہ ہوا۔ یہ سب دیکھ کر وہ لوگ اپنی عورتوں، بچوں اور جانوروں کے ساتھ جنگل کی طرف نکل گئے، موٹے کپڑے

[1]... خازن، یونس، تحت الآیۃ:۹۸، ۲/۳۳۵، روح البیان، یونس، تحت الآیۃ:۹۸، ۴/۸۲، ملتقطاً.

پہن کر توبہ و اسلام کا اظہار کیا، شوہر سے بیوی اور ماں سے بچے جدا ہو گئے اور سب نے بارگاہِ الٰہی میں گریہ وزاری شروع کر دی اور عرض کرنے لگے کہ جو دین حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام لائے ہیں ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے سچی توبہ کی اور جو جرائم ان سے ہوئے تھے انہیں دور کیا، پرائے مال واپس کئے حتّٰی کہ اگر دوسرے کا ایک پتھر کسی کی بنیاد میں لگ گیا تھا تو بنیاد اکھاڑ کر وہ پتھر نکال دیا اور واپس کر دیا۔ اللہ تعالیٰ سے اخلاص کے ساتھ مغفرت کی دعائیں کیں تو پروردگارِ عالَم نے ان پر رحم کیا، دعا قبول فرمائی اور عذاب اٹھا دیا گیا۔[1]

قرآنِ کریم میں ہے:

فَلَوْ لَا كَانَتْ قَرْیَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَاۤ اِیْمَانُهَاۤ اِلَّا قَوْمَ یُوْنُسَ ؕ لَمَّاۤ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْیِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ مَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِیْنٍ[2]

ترجمہ: تو کیوں ایسا نہ ہوا کہ کوئی قوم ایمان لے آتی تا کہ اس کا ایمان اسے نفع دیتا لیکن یونس کی قوم جب ایمان لائی تو ہم نے ان سے دنیا کی زندگی میں رسوائی کا عذاب ہٹا دیا اور ایک وقت تک انہیں فائدہ اٹھانے دیا۔

اس مقام پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کے بارے میں ذکر فرمایا کہ اس نے آخری وقت توبہ کی لیکن اس کی توبہ قبول نہ ہوئی جبکہ حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم کے بارے میں ذکر فرمایا کہ انہوں نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی، دونوں کی توبہ میں کیا فرق ہے؟ امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ فرعون کی توبہ اور حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم کی توبہ میں واضح فرق ہے وہ یہ کہ فرعون نے عذاب کا مشاہدہ کرنے کے بعد توبہ کی تھی جبکہ حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم پر جب وہ نشانیاں ظاہر ہوئیں جو عذاب کے قریب ہونے پر دلالت کرتی ہیں تو انہوں نے عذاب کا مشاہدہ کرنے سے پہلے اسی وقت ہی توبہ کر لی تھی۔[3]

اس کا مطلب یہ نکلا کہ نزولِ عذاب کے بعد توبہ قبول نہیں البتہ نزولِ عذاب سے پہلے صرف علاماتِ عذاب کے ظہور کے بعد توبہ قبول ہو سکتی ہے۔

حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام کا دریائی سفر اور مچھلی کا نگلنا:

دوسری طرف حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام اپنی قوم کی توبہ سے باخبر نہیں تھے اور جب انہوں نے دیکھا کہ قوم کو

❶... خازن، یونس، تحت الآیۃ: ۹۸، ۲/ ۳۳۵-۳۳۶، ملتقطاً۔ ❷... پ۱۱، یونس: ۹۸۔ ❸... تفسیر کبیر، یونس، تحت الآیۃ: ۹۸، ۶/ ۳۰۲۔

عذاب آنے کی جو خبر دی تھی اس میں تاخیر ہو گئی ہے تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام اپنی قوم کے کفر و نافرمانی پر غضبناک ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت نازل ہوئے بغیر ہی ہجرت کے ارادے سے چل دیئے اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے یہ خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر کوئی تنگی نہیں کرے گا اور نہ ہی اس فعل پر مجھ سے کوئی باز پرس ہو گی۔ حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام کے ہجرت کرنے اور غضبناک ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ لوگ اس شخص کو قتل کر دیتے تھے جس کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے، آپ عَلَیْہِ السَّلَام یقینی طور پر سچے تھے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے وحی الٰہی سے ہی انہیں بتایا کہ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو تم پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا عذاب آئے گا لیکن چونکہ فی الحال عذاب آیا نہیں تھا تو قوم کی نظر میں آپ کا کہنا واقع کے خلاف تھا اس لیے آپ قتل کے اندیشے سے وہاں سے چل دیئے حالانکہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے عذاب کا تو فرمایا تھا لیکن انہیں کوئی متعین وقت نہیں بتایا تھا کہ جس پر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو معاذ اللہ آپ کی قوم جھوٹا کہہ سکتی۔

حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت وہب رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا کا قول ہے کہ حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی قوم سے عذاب کا وعدہ کیا تھا، جب اس میں تاخیر ہوئی تو (قتل سے بچنے کے لئے) آپ عَلَیْہِ السَّلَام اُن سے چھپ کر نکل گئے، آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے دریائی سفر کا قصد کیا اور بھری کشتی پر سوار ہو گئے، جب کشتی دریا کے درمیان پہنچی تو ٹھہر گئی اور اس کے ٹھہرنے کا کوئی ظاہری سبب موجود نہ تھا۔ ملاحوں نے کہا: اس کشتی میں اپنے مولا سے بھاگا ہوا کوئی غلام ہے، قرعہ اندازی کرنے سے ظاہر ہو جائے گا کہ وہ کون ہے۔ چنانچہ قرعہ اندازی کی گئی تو اس میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام ہی کا نام نکلا، اس پر آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا کہ میں ہی وہ غلام ہوں۔ اس کے بعد آپ عَلَیْہِ السَّلَام پانی میں ڈال دیئے گئے کیونکہ ان لوگوں کا دستور یہی تھا کہ جب تک بھاگا ہوا غلام دریا میں غرق نہ کر دیا جائے اس وقت تک کشتی چلتی نہ تھی۔[1]

جب حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام دریا میں ڈال دیئے گئے تو انہیں ایک بڑی مچھلی نے نگل لیا اور اس وقت آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا حال یہ تھا کہ آپ خود کو اس بات پر ملامت کر رہے تھے کہ نکلنے میں جلدی کیوں کی اور قوم سے جدا ہونے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کیوں نہ کیا۔ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو الہام فرمایا: میں نے حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام کو تیرے لئے غذا نہیں بنایا بلکہ تیرے پیٹ کو اس کے لئے قید خانہ بنایا ہے لہٰذا تم نہ تو ان کی کوئی ہڈی توڑنا اور نہ ہی ان کے گوشت کو کاٹنا۔[2]

---

1 ...خازن، والصافات، تحت الآیۃ: ۱۴۰، ۴/۲۶، مدارک، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۴۰، ص۱۰۰۹، ملتقطاً۔

2 ...روح البیان، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۴۲، ۷/۴۸۷، ملخصاً۔

قرآنِ کریم میں ہے:

وَ اِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِیْنَ ﴿۱۴۱﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَ هُوَ مُلِیْمٌ (1)

ترجمہ: اور بیشک یونس ضرور رسولوں میں سے ہے۔ جب وہ بھری کشتی کی طرف نکل گیا۔ تو کشتی والے نے قرعہ ڈالا تو یونس دھکیلے جانے والوں میں سے ہوگئے۔ پھر انہیں مچھلی نے نگل لیا اور وہ اپنے آپ کو ملامت کررہے تھے۔

یہاں ایک اہم بات قابلِ توجہ ہے، علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام اپنے اجتہاد کی وجہ سے کشتی میں سوار ہوئے تھے کیونکہ جب عذاب میں تاخیر ہوئی تو حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام کو یہ گمان ہوا کہ اگر وہ اپنی قوم میں ٹھہرے رہے تو وہ انہیں شہید کردیں گے کیونکہ ان لوگوں کا دستور یہ تھا کہ جس کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے تو وہ اسے قتل کردیتے تھے، لہٰذا حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام کا کشتی میں سوار ہونا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں اور نہ ہی کوئی کبیرہ یا صغیرہ گناہ تھا اور مچھلی کے پیٹ میں قید کرکے ان کا جو مؤاخذہ ہوا وہ اَولیٰ کام کی مخالفت کی بنا پر ہوا کیونکہ ان کے لئے اَولیٰ یہی تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کرتے۔ (2)

حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا:

جب حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام مچھلی کے پیٹ میں تشریف لائے تو انہیں کئی قسم کی تاریکیوں کا سامنا ہوا، جیسے دریا کی تاریکی، رات کی تاریکی اور مچھلی کے پیٹ کی تاریکی، ان اندھیروں میں حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ سے اس طرح دعا کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور تو ہر عیب سے پاک ہے، بیشک مجھ سے بے جا ہوا کہ میں اپنی قوم سے تیرا اِذن اور اجازت پانے سے پہلے ہی جدا ہوگیا۔ (3)

قرآن پاک میں ہے:

وَ ذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْهِ فَنَادٰى فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ

ترجمہ: اور ذوالنون کو (یاد کرو) جب وہ غضبناک ہو کر چل پڑے تو اس نے گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہ

(1)...پ۲۳، الصافات: ۱۳۹-۱۴۲۔ (2)...صاوی، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۴۰، ۵/ ۱۷۵۲، ملخصاً۔ (3)...مدارک، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۸۷، ص ۷۲۴۔

اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ﳓ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (1) کریں گے تو اس نے اندھیروں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہر عیب سے پاک ہے، بیشک مجھ سے بے جا ہوا۔

یہاں آیت کے ان الفاظ ”اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ“ سے متعلق ایک اہم بات ملاحظہ ہو۔ عربی لغت کے اعتبار سے یہاں لفظ ”نَّقْدِرَ“ میں ایک احتمال یہ ہے کہ یہ مصدر ”قدرت“ سے بنا ہے، اس صورت میں ”فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْهِ“ کا معنی یہ ہوگا کہ انہوں نے یہ گمان کر لیا کہ ہم ان پر قدرت نہ پاسکیں گے۔ یہاں یہ احتمال ہرگز درست نہیں کہ یہ بات نبی عَلَیْهِ السَّلَام تو کیا کسی عام مسلمان کی طرف بھی منسوب نہیں کرسکتے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کو عاجز گمان کیا گیا ہے جو کہ کفر ہے اور نبی عَلَیْهِ السَّلَام کفر و گناہ سے معصوم ہوتے ہیں۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ لفظ ”نَّقْدِرَ“ مصدر ”قدر“ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں ”تنگی کرنا“ اور یہاں یہی معنی درست ہے۔ امام فخر الدین رازی رَحْمَةُ اللهِ عَلَیْه فرماتے ہیں: ”جس شخص نے یہ گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ عاجز ہے وہ کافر ہے، اور یہ ایسی بات ہے کہ کسی عام مومن کی طرف بھی اس کی نسبت کرنا جائز نہیں تو انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ السَّلَام کی طرف یہ بات منسوب کرنا کس طرح جائز ہوگا (کہ وہ اللہ تعالیٰ کو عاجز گمان کرتے ہیں۔ لہٰذا اس آیت کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ حضرت یونس عَلَیْهِ السَّلَام نے یہ گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ انہیں پکڑنے پر قادر نہیں بلکہ) اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ”حضرت یونس عَلَیْهِ السَّلَام نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ ان پر تنگی نہیں فرمائے گا۔ (2)

امام فخر الدین رازی رَحْمَةُ اللهِ عَلَیْه کے علاوہ دیگر معتبر مفسرین نے بھی اس آیت کا یہ معنی بیان کیا ہے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللهِ عَلَیْه نے بھی اسی معنی کو اختیار کیا ہے اور ہم نے بھی اعلیٰ حضرت رَحْمَةُ اللهِ عَلَیْه اور دیگر معتبر مفسرین کی پیروی کرتے ہوئے اس آیت میں لفظ ”لَنْ نَّقْدِرَ“ کا ترجمہ ”ہم تنگی نہ کریں گے“ کیا ہے۔

حضرت یونس عَلَیْهِ السَّلَام کی دعا کی قبولیت:

اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس عَلَیْهِ السَّلَام کی پکار سن لی اور ان کی دعا کو شرفِ قبولیت سے نوازا، چنانچہ انہیں تنہائی اور وحشت کے غم سے نجات بخشی اور مچھلی کو حکم دیا تو اس نے حضرت یونس عَلَیْهِ السَّلَام کو دریا کے کنارے آکر اپنے پیٹ سے نکال دیا۔

1...پ۱۷، الانبیاء: ۸۷۔ 2... تفسیر کبیر، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۸۷، ۸/ ۱۸۰۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَ نَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَ كَذٰلِكَ نُـْۨجِی الْمُؤْمِنِیْنَ (1)

ترجمہ: تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور اسے غم سے نجات بخشی اور ہم ایمان والوں کو ایسے ہی نجات دیتے ہیں۔

یاد رہے کہ حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا کے الفاظ مقبول دعائیہ کلمات میں سے ہیں، چنانچہ حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "حضرت یونس نے مچھلی کے پیٹ میں جب دعا مانگی تو یہ کلمات کہے "لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖۗ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ" جو مسلمان ان کلمات کے ساتھ کسی مقصد کے لئے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماتا ہے۔ (2)

ذکرِ الٰہی اور تسبیح کی برکت:

مچھلی کے پیٹ میں حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام نے ذکر الٰہی کی کثرت کی اور یہ پڑھا "لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖۗ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ" اس کی برکت سے انہیں نجات ملی، اگر وہ ایسا نہ کرتے تو ضرور قیامت کے دن تک اس مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَوْ لَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ ﴿۱۴۳﴾ۙ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ (3)

ترجمہ: تو اگر وہ تسبیح کرنے والا نہ ہوتا۔ تو ضرور اس دن تک اس مچھلی کے پیٹ میں رہتا جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے۔

مفسرین فرماتے ہیں: "تم آسانی کے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو تو وہ تمہیں تمہاری سختی اور مصیبت کے وقت یاد کرے گا کیونکہ حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے تھے، جب وہ مچھلی کے پیٹ میں گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا:

فَلَوْ لَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ ﴿۱۴۳﴾ۙ لَلَبِثَ فِیْ

ترجمہ: تو اگر وہ تسبیح کرنے والا نہ ہوتا۔ تو ضرور

---

(1)...پ۱۷، الانبیاء:۸۸۔ (2)...ترمذی، کتاب الدعوات، ۸۱-باب، ۵/۳۰۲، حدیث:۳۵۱۶۔ (3)...پ۲۳، الصافات:۱۴۳، ۱۴۴۔

بَطْنِهٖۤ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ[1]

اس دن تک اس مچھلی کے پیٹ میں رہتا جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے۔

اس کے برعکس فرعون ساری زندگی تو سرکش، نافرمان اور اللہ تعالیٰ کو بھولا رہا لیکن جب وہ ڈوبنے لگا تو خدا کو یاد کر کے کہنے لگا:

اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ[2]

ترجمہ: میں اس بات پر ایمان لایا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

آٰلْـٰٔنَ وَ قَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ[3]

ترجمہ: (اُسے کہا گیا) کیا اب (ایمان لاتے ہو؟) حالانکہ اس سے پہلے تو نافرمان رہا۔[4]

مچھلی کے پیٹ سے باہر تشریف آوری:

جب حضرت یونس عَلَیْهِ السَّلَام نے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مچھلی کے پیٹ سے نکال کر میدان میں ڈال دیا اور مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے آپ ایسے کمزور، دبلے پتلے اور نازک ہو گئے تھے جیسے بچہ پیدائش کے وقت ہوتا ہے، آپ عَلَیْهِ السَّلَام کے جسم کی کھال نرم ہو گئی تھی اور بدن پر کوئی بال باقی نہ رہا تھا۔[5]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَ هُوَ سَقِیْمٌ[6]

ترجمہ: پھر ہم نے اسے میدان میں ڈال دیا اور وہ بیمار تھا۔

مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی مدت:

حضرت یونس عَلَیْهِ السَّلَام کے مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی مدت کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ اُسی دن

---

❶...پ۲۳، الصافات: ۱۴۳، ۱۴۴. ❷...پ۱۱، یونس: ۹۰. ❸...پ۱۱، یونس: ۹۱. ❹... تفسیر کبیر، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۴۳، ۱۴۴، ۹/۳۵۷.

❺...روح البیان، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۴۵، ۷/۴۸۸. ❻...پ۲۳، الصافات: ۱۴۵.

یا 3دن یا 7دن یا 20دن یا 40دن کے بعد آپ مچھلی کے پیٹ سے نکالے گئے۔[1]

حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام کے لیے سائے اور غذا کا قدرتی انتظام:

جس جگہ حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام مچھلی کے پیٹ سے باہر تشریف لائے وہاں کوئی سایہ نہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سایہ کرنے اور انہیں مکھیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے کدو کا پیڑ اگا دیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے روزانہ ایک بکری آتی اور اپنا تھن حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام کے دہنِ مبارک میں دے کر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو صبح و شام دودھ پلا جاتی یہاں تک کہ جسم مبارک کی جلد شریف یعنی کھال مضبوط ہوئی اور اپنے مقام سے بال اگ آئے اور جسم میں توانائی آئی۔[2]

قرآنِ پاک میں ہے:

وَ اَنْۢبَتْنَا عَلَیْهِ شَجَرَةً مِّنْ یَّقْطِیْنٍ[3]

ترجمہ: اور ہم نے اس پر کدو کا پیڑ اگا دیا۔

یاد رہے کہ کدو کی بیل ہوتی ہے جو زمین پر پھیلتی ہے مگر یہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا معجزہ تھا کہ یہ کدو کا درخت قد والے درختوں کی طرح شاخ رکھتا تھا اور اس کے بڑے بڑے پتوں کے سائے میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام آرام کرتے تھے۔[4]

حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم میں تشریف آوری:

اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام کو پہلے کی طرح موصل کی سرزمین میں قوم نینویٰ کے ایک لاکھ اور اس سے کچھ زیادہ آدمیوں کی طرف انتہائی عزت و احترام کے ساتھ بھیجا، انہوں نے عذاب کے آثار دیکھ کر توبہ کر لی تھی، پھر حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام کے دوبارہ تشریف لانے پر باقاعدہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ نے قوم کو ان کی آخری عمر تک آسائش کے ساتھ رکھا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِیْنٍ[5]

ترجمہ: اور ہم نے اسے ایک لاکھ بلکہ زیادہ آدمیوں کی طرف بھیجا۔ تو وہ ایمان لے آئے تو ہم نے انہیں ایک وقت تک فائدہ اٹھانے دیا۔

1... جلالین، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۴۵، ص۳۷۸۔ 2... خازن، والصافات، تحت الآیۃ: ۱۴۶، ۴/۲۷۔ 3... پ۲۳، الصافات: ۱۴۶۔

4... روح البیان، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۴۶، ۷/۴۸۹۔ 5... پ۲۳، الصافات: ۱۴۷، ۱۴۸۔

درس ونصیحت

بندگانِ خدا کی آزمائش اور ان کا صبر: علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ فرماتے ہیں: حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام کی دل ہلا دینے والی مصیبت اور مشکلات سے یہ ہدایت ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو کس کس طرح امتحان میں ڈالتا ہے۔ لیکن جب بندے امتحان میں پڑ کر صبر واستقامت کا دامن نہیں چھوڑتے اور عین بلاؤں کے طوفان میں بھی خدا کی یاد سے غافل نہیں ہوتے تو اَرْحَمُ الرّٰحِمِین اپنے بندوں کی نجات کا غیب سے ایسا انتظام فرما دیتا ہے کہ کوئی اس کو سوچ بھی نہیں سکتا۔ غور کیجئے کہ حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام کو جب کشتی والوں نے سمندر میں پھینک دیا تو ان کی زندگی اور سلامتی کا کون سا ذریعہ باقی رہ گیا تھا؟ پھر انہیں مچھلی نے نگل لیا تو اب بھلا ان کی حیات کا کون سا سہارا رہ گیا تھا؟ مگر اسی حالت میں آپ نے جب آیتِ کریمہ کا وظیفہ پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مچھلی کے پیٹ میں بھی زندہ وسلامت رکھا اور مچھلی کے پیٹ سے انہیں ایک میدان میں پہنچا دیا اور پھر انہیں تندرستی وسلامتی کے ساتھ اُن کی قوم اور وطن میں پہنچا دیا۔ اور ان کی تبلیغ کی بدولت ایک لاکھ سے زائد آدمیوں کو ہدایت مل گئی۔[1]

باب:4

احادیث میں حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام کا تذکرہ

حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام سے خود کو افضل کہنے کی ممانعت:

حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی ہرگز یہ نہ کہے کہ میں حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام سے افضل ہوں۔[2]

یہاں لفظ "میں" میں دو احتمال ہیں: (1) اس سے مراد نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ذات مبارکہ ہے۔ اس صورت میں حدیث پاک کے تین محمل ہیں (1) یہ فرمان اس وقت کا ہے جب آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام سے اپنے افضل ہونے کا علم نہ تھا اور جب معلوم ہوا تو اس وقت فرمایا: میں اولادِ آدم کا سردار ہوں۔ (2) یہاں

1... عجائب القرآن مع غرائب القرآن، ص۱۲۶، ۱۲۷۔

2... بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ: وان یونس لمن المرسلین... الخ، ۲/۴۴۶، حدیث ۳۴۱۲۔

یہ نہیں فرمایا کہ حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام ان سے یا دیگر انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام سے افضل ہیں (بلکہ خود کو ان سے افضل کہنے سے منع کیا اور یہ حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عاجزی وانکساری کی دلیل ہے نہ کہ حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام کے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے افضل ہونے کی۔) (3) آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ بات اس لیے فرمائی تاکہ قرآن کریم میں حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام کے بیان کردہ واقعہ کو بنیاد بنا کر کوئی جاہل آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا مرتبہ کم ہونے کا خیال نہ کرے۔ علماء فرماتے ہیں: حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام نے جو کیا اور جو کچھ ان کے ساتھ ہوا اس کی وجہ سے آپ عَلَیْہِ السَّلَام ذرہ بھر بھی مرتبہ نبوت سے نیچے نہیں آئے۔ (2) لفظ "مَیں" سے مراد ہر کہنے والا ہے۔ اس صورت میں حدیث پاک کا مطلب یہ ہو گا کہ کوئی امتی عبادت، علم اور ان کے علاوہ دیگر فضائل میں اگرچہ کتنے ہی بڑے مرتبے تک پہنچ جائے لیکن وہ درجۂ نبوت کو نہیں پا سکتا اس لیے کوئی بندہ خود کو حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام سے افضل نہ کہے کیونکہ وہ نبی ہیں اور تو نبی نہیں ہے۔[1] اس کی تائید اس حدیث پاک سے بھی ہوتی ہے جس میں ارشاد فرمایا: کسی بندے کو لائق نہیں کہ وہ کہے: میں حضرت یونس بن متّٰی سے افضل ہوں۔[2]

حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا مسلمانوں کے لیے بھی ہے:

حضرت سعد بن مالک رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "کیا میں تمہاری اللہ تعالیٰ کے اس اسمِ اعظم کی طرف رہنمائی نہ کروں جس کے ساتھ جب بھی دعا کی جائے تو وہ قبول ہو جائے اور جب سوال کیا جائے تو عطا ہو جائے، وہ حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا "لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ" ہے جو انہوں نے اندھیروں میں تین بار کی تھی۔ ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، یہ حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ خاص تھی یا تمام مسلمانوں کے لیے ہے؟ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا: "وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِی الْمُؤْمِنِیْنَ" اور اسے غم سے نجات بخشی اور ہم ایمان والوں کو ایسے ہی نجات دیتے ہیں۔[3] مراد یہ ہے کہ یہ دعا حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام کے لیے خاص نہیں مسلمانوں کے لیے بھی ہے، جب وہ ان الفاظ کے ساتھ دعا مانگیں گے تو ان کی دعا بھی قبول ہو گی۔

---

1 ...شرح النووی علی المسلم، کتاب الفضائل، فضائل موسیٰ علیہ السلام، ۸/۱۳۲، ۱۳۳، الجزء الخامس عشر۔

2 ...بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالی: وان یونس لمن المرسلین... الخ، ۲/۴۴۶، حدیث ۳۴۱۳۔

3 ...مستدرک حاکم، کتاب الدعاء والتکبیر والتھلیل... الخ، ایما مسلم دعا بدعوة یونس علیہ السلام... الخ، ۲/۱۸۳، الحدیث: ۱۹۰۸۔

دعا قبول ہونے کا وظیفہ:

حضرت سعد رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مچھلی کے پیٹ میں حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام نے یہ دعا مانگی "لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ﳓ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ" اور جو مسلمان اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے گا تو اس کی دعا قبول کی جائے گی۔[1]

حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پسندیدہ سبزی اور اس کی ایک وجہ:

ایک مرتبہ کسی نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، آپ کدّو شریف بہت پسند فرماتے ہیں۔ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ہاں، یہ میرے بھائی حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام کا درخت ہے۔[2]

1... تاریخ ابن عساکر، حرف السین فی أبائهم، ۵۲۱۳-عمر بن سعد بن ابی وقاص... الخ، ۳۸/۴۵۔

2... بیضاوی، الصافات، تحت الآیة: ۱۴۶، ۵/۲۷۔

حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام

فہرست ابواب

حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام

خطیب الانبیاء حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول، حضرت موسیٰ کلیم اللہ عَلَیْہِ السَّلَام جیسے جلیل القدر پیغمبر کے سسری والد اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی نسل میں سے تھے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام مدین شہر میں رہتے تھے۔ یہاں کے لوگ کفر و شرک، بت پرستی اور تجارت میں ناپ تول میں کمی کرنے جیسے بڑے گناہوں میں مبتلا تھے۔ ان کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو مقرر فرمایا۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں احسن انداز میں توحید و رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دی اور ناپ تول میں کمی کرنے اور دیگر حقوق العباد تلف کرنے سے منع کیا۔ عرصہ دراز تک تبلیغ و نصیحت کے باوجود صرف گنے چنے افراد ہی دولتِ ایمان سے مشرف ہوئے اور دیگر افراد کو سردارانِ قوم نے معاشی بدحالی اور تجارتی خسارے سے ڈرا دھمکا کر ایمان سے دور رکھا۔ جب سردارانِ قوم اور عوام نے کفر و شرک اور دیگر گناہوں پر ہی قائم رہنے کو ترجیح دی اور ان کے ایمان لانے کی کوئی صورت نہ رہی تو حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک ہولناک چیخ اور زلزلے کے عذاب سے تباہ و برباد کر دیا۔ پھر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو اَصحاب اَیکہ کی طرف مبعوث فرمایا۔ یہ لوگ بھی اہل مدین جیسے ہی گناہوں میں مبتلا تھے، انہوں نے بھی حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کی تبلیغ سے نصیحت حاصل نہ کی تو انہیں بادل کے ایک ٹکڑے سے آگ برسا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا گیا۔ یہاں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی سیرت پاک اور قوموں کے احوال و انجام کو 4 ابواب میں بیان کیا گیا ہے جن کی تفصیل ذیلی سطور میں ملاحظہ فرمائیں۔

باب:1

حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کے واقعات کے قرآنی مقامات

حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کی قوموں کا اجمالی ذکر قرآنِ پاک کی متعدد سورتوں میں ہے جبکہ تفصیلی تذکرہ درجِ ذیل 5 سورتوں میں ہے،

(1) سورۂ اعراف، آیت:85 تا 93۔ (2) سورۂ ہود، آیت:84 تا 95۔ (3) سورۂ حجر، آیت:78، 79۔

(4) سورۂ شعراء، آیت:176 تا 190۔ (5) سورۂ عنکبوت، آیت:36، 37۔

باب:2

حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کا تعارف

نام ولقب:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا اسم گرامی "شعیب" ہے اور حسنِ بیان کی وجہ سے آپ کو "خطیب الانبیاء" کہا جاتا ہے۔ امام ترمذی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ لکھتے ہیں: حضور پُرنور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کا تذکرہ کرتے تو فرماتے "وہ خطیب الانبیاء تھے۔" کیونکہ انہوں نے اپنی قوم کو انتہائی احسن طریقے سے دعوت دی اور دعوت دینے میں لطف و مہربانی اور نرمی کو بطورِ خاص پیشِ نظر رکھا۔[1]

حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کی بعثت:

اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو دو قوموں کی طرف رسول بنا کر بھیجا (1) اہلِ مدین۔ (2) اصحابُ الاَیکہ۔ حضرت عکرمہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کے علاوہ کسی نبی کو دو بار مبعوث نہیں فرمایا، آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو ایک بار اہلِ مدین کی طرف بھیجا جن کی اللہ تعالیٰ نے ہولناک چیخ (اور زلزلے کے عذاب) کے ذریعے گرفت فرمائی اور دوسری بار اصحاب الاَیکہ کی طرف بھیجا جن کی اللہ تعالیٰ نے شامیانے والے دن کے عذاب سے گرفت فرمائی۔[2]

مدین کا مختصر تعارف:

یہاں مَدیَن سے مراد وہ شہر ہے جس میں رہنے والوں کی طرف حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کو رسول بنا کر بھیجا گیا تاکہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام انہیں توحید و رسالت پر ایمان لانے، ناپ تول میں کمی نہ کرنے اور دیگر گناہوں سے بچنے کی دعوت دے کر راہِ راست پر لائیں۔

اصحاب الایکہ کا مختصر تعارف:

جنگل اور جھاڑی کو "اَیکہ" کہتے ہیں، ان لوگوں کا شہر چونکہ سرسبز جنگلوں اور مرغزاروں کے درمیان تھا اس

❶ ... نوادر الاصول، الاصل الخامس والستون والمائتان، ۲/۱۱۲۱، تحت الحدیث: ۱۴۳۹۔ ❷ ... روح المعانی، ہود، تحت الآیۃ: ۸۵، ۴/۵۷۵۔

لئے انہیں قرآن پاک میں ”اَصْحٰبُ لْئَیْكَةِ“ یعنی جھاڑی والے فرمایا گیا۔ یہ شہر، مدین کے قریب واقع تھا اور اس کے لوگ حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم سے تعلق نہ رکھتے تھے۔[1]

حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کا معجزہ:

حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام اپنی قوم کے پاس معجزہ لے کر آئے تھے، البتہ قرآنِ پاک میں معین نہیں کیا گیا کہ ان کا معجزہ کیا اور کس قسم کا تھا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِلٰى مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًاؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ[2]

ترجمہ: اور مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب کو بھیجا: انہوں نے فرمایا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آگئی۔

اس کے علاوہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے معجزات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو بکریاں تحفے میں دے کر فرمایا: یہ بکریاں سفید اور سیاہ بچے جنیں گی۔ چنانچہ جیسے آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا ویسے ہی ہوا۔[3]

اولاد:

قرآنِ کریم میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی دو شہزادیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام جیسے جلیل القدر اور اولوا العزم رسول کے نکاح میں آئیں، جس کی تفصیل حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی سیرت کے باب میں مذکور ہے۔

اوصاف:

(1) آپ عَلَیْہِ السَّلَام اپنی قوم میں انتہائی امانت دار شخص کی حیثیت سے معروف تھے، اسی لیے توحید و رسالت کی دعوت دیتے وقت قوم سے فرمایا:

1... خازن، الحجر، تحت الآیۃ: ۷۸، ۳/۱۰۷، جلالین، الشعراء، تحت الآیۃ: ۱۷۶، ص۳۱۵، مدارک، الشعراء، تحت الآیۃ: ۱۷۶، ص۸۲۹، ملتقطاً۔

2... پ۸، الاعراف: ۸۵۔ 3... البحر المحیط، الاعراف، تحت الآیۃ: ۸۵، ۴/۳۳۹، ملتقطاً۔

اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ (1) **ترجمہ**: بیشک میں تمہارے لیے امانتدار رسول ہوں۔

(2) دیگر انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی طرح آپ نے بھی بے لوث ہو کر اور صرف رضائے الٰہی کے حصول کے لیے توحید و رسالت کی دعوت دی۔ چنانچہ قوم سے فرمایا:

وَمَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍۚ-اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (2) **ترجمہ**: اور میں اس (تبلیغ) پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔

انعاماتِ الٰہی:

نبوت و رسالت وہ انعامِ الٰہی ہے جس کا کوئی نعم البدل نہیں ۔اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کو اس عظیم انعام سے مشرف فرمایا، معجزات سے نوازا اور اپنی رحمت سے آپ عَلَیْہِ السَّلَام اور اہلِ ایمان کو دنیوی عذاب سے محفوظ رکھا۔

باب: 3

اہلِ مدین کو تبلیغ اور اس قوم پر نزولِ عذاب

اہلِ مدین کے گناہ:

اہلِ مدین کے گناہوں اور جرائم کی ایک طویل فہرست ہے، اِن میں سے 18 گناہ یہ ہیں:

(1) اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کرنا۔

(2) بتوں کی پوجا کرنا۔

(3) نعمتوں کی ناشکری کرنا۔

(4) ناپ تول میں کمی کرنا۔

(5) لوگوں کو ان کی چیزیں کم کرکے دینا۔

(6) قتل و غارت گری اور دیگر گناہوں کے ذریعے زمین میں فساد کرنا۔

---

❶...پ۱۹، الشعراء:۱۷۸۔ ❷...پ۱۹، الشعراء:۱۸۰۔

(7)ڈاکے ڈال کر لوگوں کا مال لوٹ لینا۔

(8،9)لوگوں کو اذیت دینے کے لیے راستوں میں بیٹھنا اور جس چیز کو دیکھنا ان کے لیے حلال نہیں اسے دیکھنا۔

(10)غریبوں پر ظلم کرنا۔

(11)درہم و دینار بنا کر انہیں کسی صحیح غرض کے بغیر توڑ پھوڑ دینا۔

(12تا16)مسلمانوں کا مذاق اڑانا، نماز پڑھنے والوں اور اہلِ علم پر طنز کرنا، انہیں جبری احکام دینا، ان پر اپنی بڑائی جتانا اور انہیں حقیر جاننا۔

(17)بیماری اور غربت کی وجہ سے عار دلانا۔

(18)لوگوں کو حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام سے دور کرنے کی کوششیں کرنا۔(1)

حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم کو نصیحتیں:

گناہوں کی تاریکی میں پھنسے ہوئے اہلِ مدین کو راہِ نجات دکھانے اور ان کے اعمال و کردار کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ نے انہی کے ہم قوم حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کو منصبِ نبوت پر فائز فرما کر ان کی طرف بھیجا۔ چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے قوم کو بتوں کی پوجا چھوڑنے اور صرف عبادتِ الٰہی کرنے کی دعوت دی اور فرمایا کہ خرید و فروخت کے وقت ناپ تول پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کرکے نہ دو۔ کفر و گناہ کرکے زمین میں فساد برپا نہ کرو۔

قرآن کریم میں ہے:

وَ اِلٰى مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًاؕ-قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗؕ-قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَیْلَ وَ الْمِیْزَانَ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَاؕ-ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ(2)

ترجمہ: اور مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب کو بھیجا: انہوں نے فرمایا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آگئی تو ناپ اور تول پورا پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کرکے نہ دو اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ۔

(1)...حسن التنبیہ، ۷/۱۲۴-۱۴۵، ملتقطاً۔ (2)...پ۸، الاعراف: ۸۵۔

یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم ایمان لاؤ۔

یہاں روشن دلیل سے مراد وہ معجزہ ہے جو حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی صداقت کی نشانی کے طور پر دکھایا، یہ معجزہ کیا تھا اس کا ذکر قرآن کریم میں نہیں کیا گیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کا رسول بن کر تشریف لانا ہے۔

مخالفین کو نصیحت اور احساناتِ الٰہی کی یاد دہانی:

یہ لوگ حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کی نصیحت ماننے کی بجائے ان کی مخالفت پر اتر آئے اور لوگوں کو ان پر ایمان لانے سے روکنے کے لیے یہاں تک کوشش کی کہ مدین کے راستوں پر بیٹھ کر ہر راہ گیر سے کہنے لگے کہ مدین شہر میں ایک جادوگر ہے، تم اس کے قریب بھی مت پھٹکنا۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کے بعض لوگ ڈاکے ڈال کر مسافروں کو لوٹتے بھی تھے۔ اس پر حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں سمجھایا، اس حرکت سے منع کیا، انہیں انعاماتِ الٰہی یاد دلائے کہ تم تھوڑے تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں بہت کر دیا، غریب تھے امیر کر دیا، کمزور تھے قوی کر دیا، لہٰذا ان نعمتوں کا تقاضا ہے کہ تم مجھ پر ایمان لا کر اس کا شکر ادا کرو۔ نیز تم پچھلی اُمتوں کے احوال اور گزرے ہوئے زمانوں میں سرکشی کرنے والوں کے انجام کو عبرت کی نگاہ سے دیکھو اور سوچو کہ ان کا کیا حال ہوا۔

قرآن پاک میں ہے:

وَ لَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۪ وَ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ [1]	**ترجمہ:** اور ہر راستے پر یوں نہ بیٹھو کہ راہگیروں کو ڈراؤ اور اللہ کے راستے سے ایمان لانے والوں کو روکو اور تم اس میں ٹیڑھا پن تلاش کرو اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے تو اس نے تمہاری تعداد میں اضافہ کر دیا اور دیکھو، فسادیوں کا کیسا انجام ہوا؟

اپنے سے پہلی امتوں کے تاریخی حالات معلوم کرنا، قوم کے بننے بگڑنے سے عبرت پکڑنا حکمِ الٰہی ہے۔ ایسے ہی بزرگانِ دین کی سوانح عمریاں اور خصوصاً حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ بہترین عبادت ہے

❶...پ۸، الاعراف: ۸۶۔

اس سے تقویٰ اور خوفِ خدا پیدا ہوتا ہے۔

حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کی تنبیہ:

حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کے مسلسل وعظ و نصیحت سے متاثر ہو کر کچھ لوگ ایمان لے آئے اور کچھ نے انکار کر دیا، اس پر آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: اے لوگو! اگر تم میری رسالت میں اختلاف کر کے دو گروہ بن گئے ہو کہ ایک مومن اور دوسرا منکر۔ تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے کہ مومنوں کو نجات ملے اور منکرین کو عذاب کے ذریعے ہلاک کر دیا جائے، بیشک اللہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بہترین فیصلہ فرمانے والا ہے کیونکہ وہ حاکمِ حقیقی ہے، اس کے حکم میں نہ غلطی کا احتمال ہے نہ اس کے حکم کی کہیں اپیل ہے۔

قرآنِ مجید میں ہے:

وَ اِنْ كَانَ طَآىٕفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِیْۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَ طَآىٕفَةٌ لَّمْ یُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى یَحْكُمَ اللّٰهُ بَیْنَنَاۚ-وَ هُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ [1]

ترجمہ: اور اگر تم میں ایک گروہ اس پر ایمان لائے جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے اور ایک گروہ (اس پر) ایمان نہ لائے تو تم انتظار کرو حتّٰی کہ اللہ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے اور وہ سب سے بہترین فیصلہ فرمانے والا ہے۔

متکبر سرداروں کی دھمکی اور حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کا جواب:

قوم کے متکبر سردار حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کی تنبیہ و نصیحت سن کر کہنے لگے: اے شعیب! ہم ضرور تمہیں اور تمہارے مومن ساتھیوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے، اگر اس سے بچنا ہے تو ہمارے دین میں آ جاؤ۔ حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: ہم تو تمہارے دین سے بیزار ہیں، کیا اس بیزاری کے باوجود تمہارے دین میں آ جائیں؟ سرداروں نے کہا: ہاں پھر بھی تم ہمارے دین میں آ جاؤ۔ ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس باطل دین سے ہمیں بچایا ہوا ہے اور اس کی قباحت و فساد کا علم دے کر مجھے شروع ہی سے کفر سے دور رکھا اور میرے ساتھیوں کو کفر سے نکال کر ایمان کی توفیق دے دی ہے تو اس کے بعد بھی اگر ہم تمہارے دین میں آئیں تو پھر یقیناً ہمارا شمار اللہ عَزَّوَجَلَّ پر جھوٹ باندھنے والوں میں ہو گا۔

---

1 ...پ۸، الاعراف: ۸۷۔

قرآنِ کریم میں ہے:

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ یٰشُعَیْبُ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْیَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَاؕ-قَالَ اَوَ لَوْ كُنَّا كٰرِهِیْنَ(۸۸) قَدِ افْتَرَیْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَاؕ-وَ مَا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّعُوْدَ فِیْهَاۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَاؕ-وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًاؕ-عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا[1]

ترجمہ: اس کی قوم کے متکبر سردار کہنے لگے: اے شعیب! ہم ضرور تمہیں اور تمہارے ساتھ والے مسلمانوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین میں آجاؤ۔ فرمایا: کیا اگرچہ ہم بیزار ہوں؟ بیشک (پھر تو) ضرور ہم اللہ پر جھوٹ باندھیں گے اگر اس کے بعد بھی ہم تمہارے دین میں آئیں جبکہ اللہ نے ہمیں اس سے بچایا ہے اور ہم مسلمانوں میں کسی کا کام نہیں کہ تمہارے دین میں آئے مگر یہ کہ ہمارا رب اللہ چاہے۔ ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے، ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا۔

یہاں دو باتیں قابلِ توجہ ہیں:

پہلی بات: ان الفاظ "اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا" کا ایک معنی یہ بنتا ہے کہ "یا تم ہمارے دین میں لوٹ آؤ" اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ معاذاللہ حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام پہلے ان کے دین میں داخل تھے تبھی تو انہوں نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو واپس لوٹ آنے کی دعوت دی، مفسرین نے اس اشکال کے چند جوابات دیئے ہیں، ان میں سے 3 درج ذیل ہیں:

(1) حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام پر ایمان لانے والے چونکہ پہلے کافر تھے تو جب آپ کی قوم نے آپ کی پیروی کرنے والوں کو مخاطب کیا تو اس خطاب میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو بھی شامل کر کے آپ پر بھی وہی حکم جاری کر دیا حالانکہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام تو ان کے دین میں کبھی داخل ہی نہ تھے۔[2]

(2) کافر سرداروں نے عوام کو شک و شبہ میں ڈالنے کیلئے اس طرح کلام کیا تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام پہلے ان کے دین و مذہب پر ہی تھے۔ حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں جو جواب دیا کہ **"کیا اگرچہ ہم بیزار ہوں"** یہ ان کے اس اِشتِباہ کے رد میں تھا۔[3]

---

❶...پ۹، الاعراف: ۸۸، ۸۹. ❷... خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۸۸، ۲/۱۱۹. ❸... تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیۃ: ۸۸، ۵/۳۱۶.

(3) حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کفر و شرک سے تو قطعاً دور و نُفور تھے لیکن ابتداء میں چھپ کر عبادت وغیرہ کرتے تھے جس کی وجہ سے ان کا دین قوم پر ظاہر نہ تھا جس سے انہوں نے یہ سمجھا کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام ان کے دین پر ہیں۔

دوسری بات: گمراہ ہونے سے نبی عَلَیْہِ السَّلَام خارج ہیں کیونکہ وہ قطعی معصوم ہوتے ہیں اور شیطان انہیں گمراہ نہیں کر سکتا۔ رب عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ [1]

ترجمہ: بیشک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں۔

حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کا یہ فرمان کہ ”ہمارا رب اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے تو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔“ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت کے آگے سرِ تسلیم خَم کرنا ہے۔

سرداروں کا قوم کو ایمان لانے پر معاشی بدحالی سے ڈرانا:

حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام اور ان پر ایمان لانے والوں کی دین میں مضبوطی دیکھ کر سردارانِ قوم کو یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں دوسرے لوگ بھی ان پر ایمان نہ لے آئیں، چنانچہ انہوں نے قوم کو معاشی بدحالی سے ڈراتے ہوئے کہا: اگر تم نے حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام پر ایمان لا کر ان کے دین کی پیروی کی اور اپنا آبائی دین و مذہب، کم تولنا، کم ناپنا وغیرہ چھوڑ دیا تو تم یقینی طور پر نقصان اٹھاؤ گے کیونکہ اس طرح تم ہدایت کے بدلے گمراہی اختیار کر بیٹھو گے اور تمہیں تجارتی لین دین میں پورا تولنا اور ناپنا پڑے گا جس کی بنا پر کم ناپنے تولنے کے فوائد سے محروم ہو جاؤ گے۔ [2]

قرآن پاک میں ہے:

وَ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَىٕنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَیْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ [3]

ترجمہ: اور اس کی قوم کے کافر سردار بولے کہ اگر تم شعیب کے تابع ہوئے تو ضرور نقصان میں رہو گے۔

حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کی اپنی قوم کو مزید تبلیغ:

حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام نے قوم کو تبلیغ و نصیحت کا سلسلہ جاری رکھا، چنانچہ ایک بار دعوتِ توحید کے بعد قوم سے فرمایا: اے لوگو! ناپ اور تول میں کمی نہ کیا کرو۔ تم یقیناً خوشحال نظر آ رہے ہو اور خوشحال آدمی کو تو نعمت کی شکر

---

1 ...پ۱۴، الحجر: ۴۲۔ 2 ... ابوسعود، الاعراف، تحت الآیۃ: ۹۰، ۲/۲۷۶، روح البیان، الاعراف، تحت الآیۃ: ۹۰، ۳/۲۰۳، ملتقطاً۔

3 ...پ۹، الاعراف: ۹۰۔

گزاری اور دوسروں کو اپنے مال سے فائدہ پہنچانا چاہیے نہ کہ وہ ان کے حقوق میں کمی کرکے ناشکری و حق تلفی کا مرتکب ہو۔ یاد رکھو! ناپ تول میں کمی کی اس بدترین عادت سے اندیشہ ہے کہ کہیں تمہیں اس خوشحالی سے محروم نہ کر دیا جائے اور اگر تم اس سے باز نہ آئے تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم پر ایسا عذاب نہ آ جائے جس سے کسی کو رہائی میسر نہ ہو اور سب کے سب ہلاک ہو جاؤ۔[1]

قرآنِ مجید میں ہے:

وَ اِلٰى مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًاؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗؕ وَ لَا تَنْقُصُوا الْمِكْیَالَ وَ الْمِیْزَانَ اِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ بِخَیْرٍ وَّ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ[2]

ترجمہ: اور مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب کو بھیجا۔ انہوں نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور ناپ اور تول میں کمی نہ کرو۔ بیشک میں تمہیں خوشحال دیکھ رہا ہوں اور بیشک مجھے تم پر گھیر لینے والے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

حرام مال ترک کرنے اور حلال مال حاصل کرنے کا حکم:

حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام نے ناپ تول سے متعلق مزید نصیحت اور فساد پھیلانے سے بچنے کی تلقین کے بعد فرمایا: حرام مال ترک کرنے کے بعد جس قدر حلال مال بچے وہی تمہارے لئے بہتر ہے۔[3]

قرآن پاک میں ہے:

وَ یٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْیَالَ وَ الْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ(۸۵) بَقِیَّتُ اللّٰهِ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۚ۬ وَ مَاۤ اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ[4]

ترجمہ: اور اے میری قوم! انصاف کے ساتھ ناپ اور تول پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔ اللہ کا دیا ہوا جو بچ جائے وہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تمہیں یقین ہو اور میں تم پر کوئی نگہبان نہیں۔

---

1 ... تفسیر کبیر، ہود، تحت الآیۃ: ۸۴، ۶/۳۸۴، مدارک، ہود، تحت الآیۃ: ۸۴، ص۵۰۸، ۵۰۹، ملتقطاً۔

2 ... پ۱۲، ھود: ۸۴۔

3 ... مدارک، ہود، تحت الآیۃ: ۸۶، ص۵۰۹، خازن، ہود، تحت الآیۃ: ۸۶، ۲/۳۶۶، ملتقطاً۔

4 ... پ۱۲، ھود: ۸۵، ۸۶۔

اس سے معلوم ہوا کہ حلال میں برکت ہے اور حرام میں بے برکتی، نیز حلال کی تھوڑی روزی حرام کی زیادہ روزی سے بہتر ہے۔

اہلِ مدین کی طرف سے حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کی نصیحت کا جواب:

حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام نے مدین والوں کو دو باتوں کا حکم دیا تھا: (1) اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کریں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ اور کسی کی عبادت نہ کریں۔ (2) ناپ تول میں کمی نہ کریں۔ **پہلی بات** کا انہوں نے یہ جواب دیا: کیا ہم ان خداؤں کی عبادت کرنا چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے رہے ہیں۔ مدین والوں کے اس جواب سے یہ ظاہر ہوا کہ ان کے پاس بت پرستی کرنے پر دلیل اپنے آباء و اَجداد کی اندھی تقلید تھی اسی لئے جب حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں بت پرستی چھوڑنے کا حکم دیا تو انہیں بہت عجیب لگا اور کہنے لگے کہ بتوں کی پوجا کرنے کے جس طریقے کو ہمارے پچھلے لوگوں نے اپنایا ہے ہم اسے کیسے چھوڑ دیں۔ **دوسری بات** کا یہ جواب دیا: کیا ہم اپنے مال میں اپنی مرضی کے مطابق عمل نہ کریں۔ ان کی اس بات کا مطلب یہ تھا کہ ہم اپنے مال میں پورا اختیار رکھتے ہیں، چاہے کم ناپیں، چاہے کم تولیں۔[1]

قرآن پاک میں ہے:

قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُاؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ[2]

ترجمہ: (قوم نے) کہا: اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے خداؤں کو چھوڑ دیں یا اپنے مال میں اپنی مرضی کے مطابق عمل نہ کریں۔ واہ بھئی! تم تو بڑے عقلمند، نیک چلن ہو۔

مدین والے اپنے گمان میں حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کو بے وقوف اور جاہل سمجھتے تھے اس لئے طنز کے طور پر انہوں نے حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام سے کہا کہ تم تو بڑے عقلمند اور نیک چلن ہو۔ یہ جملہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی کنجوس آدمی کو آتے دیکھ کر کہے، جناب سخی داتا تشریف لا رہے ہیں۔ امام رازی اس جملے کا ایک اور معنیٰ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام اپنی قوم میں بڑے عقلمند اور نیک چلن آدمی کی حیثیت سے مشہور تھے لیکن جب حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی قوم کو ان میں نسل در نسل چلتے ہوئے بتوں کی پوجا کے

1... تفسیر کبیر، ھود، تحت الآیۃ: ۸۷، ۶/۳۸۶، ۳۸۷، ملخصاً۔ 2... پ۱۲، ھود: ۸۷.

جاہلانہ طریقے کو چھوڑنے کا حکم دیا تو انہوں نے حیران ہو کر کہا کہ آپ تو بڑے عقلمند اور نیک چلن ہیں، پھر آپ ہمیں کیسے یہ حکم دے رہے ہیں کہ ہم اپنے آباؤ واجداد سے چلتے ہوئے بتوں کی پوجا کے طریقے کو چھوڑ دیں۔(1)

حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کا جواب:

ارشاد فرمایا: اے میری قوم! مجھے بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے روشن دلیل یعنی علم، ہدایت، دین اور نبوت سے سرفراز کیا گیا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے پاس سے بہت زیادہ حلال مال عطا فرمایا ہوا ہو، تو پھر کیا میرے لئے یہ جائز ہے کہ میں اس کی وحی میں خیانت کروں اور اس کا پیغام تم لوگوں تک نہ پہنچاؤں۔ یہ میرے لئے کس طرح روا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اتنی کثیر نعمتیں عطا فرمائے اور میں اس کے حکم کی خلاف ورزی کروں۔(2)

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ قوم نے حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کے حلیم و رشید ہونے کا اعتراف کیا تھا اور ان کا یہ کلام طنز اور مذاق اڑانے کے طور پر نہ تھا بلکہ اس کلام سے مقصود یہ تھا آپ حلم اور کمالِ عقل کے باوجود ہمیں اپنے مال میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرنے سے کیوں منع فرماتے ہیں؟ اس کا جواب جو حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تم میرے کمالِ عقل کا اعتراف کر رہے ہو تو تمہیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ میں نے اپنے لئے جو بات پسند کی ہے وہ وہی ہو گی جو سب سے بہتر ہو اور وہ خدا تعالیٰ کی توحید اور ناپ تول میں خیانت نہ کرنا ہے اور میں چونکہ اس کا پابندی سے عامل ہوں تو تمہیں سمجھ لینا چاہیے کہ یہی طریقہ بہتر ہے۔(3)

مزید فرمایا: میرا تمہیں نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے سے مقصود یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے تمہاری اصلاح ہو جائے۔

قرآن کریم میں ہے:

قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ رَزَقَنِیْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًاؕ-وَ مَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُؕ-اِنْ اُرِیْدُ

ترجمہ: شعیب نے فرمایا: اے میری قوم! بھلا بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے اچھی روزی دی ہو

❶... تفسیر کبیر، ہود، تحت الآیۃ: ۸۷، ۶/۳۸۷، ملخصاً۔ ❷... تفسیر کبیر، ہود، تحت الآیۃ: ۸۸، ۶/۳۸۷، ۳۸۸۔

❸... تفسیر کبیر، ہود، تحت الآیۃ: ۸۸، ۶/۳۸۸۔

اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَ مَا تَوْفِیْقِیْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَیْهِ اُنِیْبُ [1]

(تومیں کیوں نہ تمہیں سمجھاؤں) اور میں نہیں چاہتا کہ جس بات سے میں تمہیں منع کرتا ہوں خود اس کے خلاف کرنے لگوں، میں تو صرف اصلاح چاہتا ہوں جتنی مجھ سے ہوسکے اور میری توفیق اللہ ہی کی مدد سے ہے میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

قوم کو عذابِ الٰہی سے ڈرا کر نصیحت:

ارشاد فرمایا: اے میری قوم! مجھ سے تمہاری عداوت و بغض، میرے دین کی مخالفت، کفر پر اِصرار، ناپ تول میں کمی اور توبہ سے اِعراض کی وجہ سے کہیں تم پر بھی ویسا ہی عذاب نازل نہ ہو جائے جیسا قومِ نوح یا قومِ عاد و ثمود اور قومِ لوط پر نازل ہوا اور ان میں حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم کا زمانہ دوسروں کی بنسبت تم سے زیادہ قریب ہے، لہٰذا ان کے حالات سے عبرت حاصل کرو اور اس بات سے ڈرو کہ کہیں میری مخالفت کی وجہ سے تم بھی اسی طرح کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤ جس میں وہ لوگ مبتلا ہوئے۔ لہٰذا توبہ کرو، بیشک میرا رب اپنے ان بندوں پر بڑا مہربان ہے جو توبہ استغفار کرتے ہیں اور وہ اہلِ ایمان سے محبت فرمانے والا ہے۔ [2]

قرآن مجید میں ہے:

وَ یٰقَوْمِ لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِیْۤ اَنْ یُّصِیْبَكُمْ مِّثْلُ مَاۤ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَ مَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِیْدٍ ﴿۸۹﴾ وَ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ ؕ اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ [3]

ترجمہ: اور اے میری قوم! میری مخالفت تم سے یہ نہ کروادے کہ تم پر بھی اسی طرح کا (عذاب) آپہنچے جو نوح کی قوم یا ہود کی قوم یا صالح کی قوم پر آیا تھا اور لوط کی قوم تو تم سے کوئی دور بھی نہیں ہے۔ اور اپنے رب سے معافی چاہو پھر اس کی طرف رجوع لاؤ، بیشک میرا رب بڑا مہربان، محبت والا ہے۔

1 ...پ۱۲، ہود: ۸۸۔ 2 ... تفسیر طبری، ہود، تحت الآیۃ: ۸۹، ۷/۱۰۲، ۱۰۳، خازن، ہود، تحت الآیۃ: ۸۹، ۹۰، ۲/۳۶۷، ۳۶۸، ملتقطاً۔

3 ...پ۱۲، ہود: ۸۹، ۹۰۔

قوم کی ہٹ دھرمی اور دھمکی:

قوم نے جواب دیا کہ آپ کی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آرہیں اور ہمارے مقابلے میں تم بذاتِ خود ایک کمزور آدمی ہو کہ اپنے دفاع کی طاقت نہیں رکھتے۔ اگر آپ کا قبیلہ ہمارے دین پر ہونے کی وجہ سے ہم میں عزت دار نہ ہوتا تو ہم پتھر مار مار کر آپ کو قتل کر دیتے اور تم ہمارے نزدیک کوئی معزز آدمی نہیں ہو۔[1]

قرآنِ پاک میں ہے:

قَالُوْا یٰشُعَیْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْنَا ضَعِیْفًا ۚ وَ لَوْ لَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ٘ وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَیْنَا بِعَزِیْزٍ [2]

ترجمہ: انہوں نے کہا: اے شعیب! تمہاری زیادہ تر باتیں تو ہماری سمجھ میں نہیں آرہیں اور بیشک ہم تمہیں اپنے درمیان کمزور دیکھتے ہیں اور اگر تمہارا قبیلہ نہ ہوتا تو ہم تمہیں پتھروں سے مارتے اور تم ہمارے نزدیک کوئی معزز آدمی نہیں ہو۔

حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کا جواب:

حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں جواب دیا: اے میری قوم! کیا تم پر میرے قبیلے کا دباؤ اللہ تعالیٰ سے زیادہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے تو تم میرے قتل سے باز نہ رہے جبکہ میرے قبیلے کی وجہ سے باز رہے اور تم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبی کا تو احترام نہ کیا جبکہ قبیلے کا احترام کیا۔ تم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم کو پسِ پشت ڈال رکھا ہے اور اس کے حکم کی تمہیں کوئی پرواہ نہیں۔ تم نے حکمِ الٰہی کو تو ایسے چھوڑ رکھا ہے جیسے وہ توجہ کے قابل ہی نہیں۔[3]

قرآنِ کریم میں ہے:

قَالَ یٰقَوْمِ اَرَهْطِیْۤ اَعَزُّ عَلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِیًّا ؕ اِنَّ رَبِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ [4]

ترجمہ: شعیب نے فرمایا: اے میری قوم! کیا تم پر میرے قبیلے کا دباؤ اللہ سے زیادہ ہے اور اسے تم نے اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈال رکھا ہے بیشک میرا رب تمہارے تمام

1... بیضاوی، ہود، تحت الآیۃ: ۹۱، ۳/۲۵۶، ۲۵۷۔

2... پ۱۲، ہود: ۹۱۔

3... تفسیر کبیر، ہود، تحت الآیۃ: ۹۲، ۶/۳۹۲، خازن، ہود، تحت الآیۃ: ۹۲، ۲/۳۶۸، ملتقطاً۔

4... پ۱۲، ہود: ۹۲۔

اعمال کو گھیرے ہوئے ہے۔

کفارِ قوم سے دوٹوک کلام:

پھر کفار سے نہایت جرأت مندی کے ساتھ یہ کلام فرمایا:

وَ یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْ عَامِلٌؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَۙ مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَ مَنْ هُوَ كَاذِبٌؕ وَ ارْتَقِبُوْۤا اِنِّیْ مَعَكُمْ رَقِیْبٌ [1]

ترجمہ: اور اے میری قوم! تم اپنی جگہ اپنا کام کیے جاؤ، میں اپنا کام کرتا ہوں۔ عنقریب تم جان جاؤ گے کہ رسوا کر دینے والا عذاب کس پر آتا ہے اور کون جھوٹا ہے اور تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار میں ہوں۔

حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا:

جب حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کو قوم کے ایمان لانے کی امید نہ رہی تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے یوں دعا فرمائی:

رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ [2]

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہم میں اور ہماری قوم میں حق کے ساتھ فیصلہ فرمادے اور تو سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔

زجاج نے کہا کہ اس کے یہ معنی ہوسکتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمارے امر کو ظاہر فرمادے، یعنی ان پر ایسا عذاب نازل فرما جس سے ان کا باطل پر ہونا اور حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کے پیروکاروں کا حق پر ہونا ظاہر ہو جائے۔ [3]

اہلِ مدین پر نزولِ عذاب:

اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا کو شرفِ قبولیت سے نوازا اور اس قوم پر عذاب نازل کر دیا۔ قرآن کریم میں اس کا تذکرہ ان الفاظ کے ساتھ کیا گیا ہے، چنانچہ سورۂ اعراف میں ہے:

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ [4]

ترجمہ: تو انہیں شدید زلزلے نے اپنی گرفت میں لے لیا تو صبح کے وقت وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

1...پ۱۲، ہود: ۹۳۔ 2...پ۹، الاعراف: ۸۹۔ 3... خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۸۹، ۲/۱۲۰۔ 4...پ۹، الاعراف: ۹۱۔

اور سورۂ ہود میں ہے:

وَ اَخَذَتِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِهِمْ جٰثِمِیْنَۙ(۹۴) كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَاؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْیَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ[1]

ترجمہ: اور ظالموں کو خوفناک چیخ نے پکڑ لیا تو وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے۔ گویا وہ کبھی وہاں رہتے ہی نہ تھے۔ خبردار! دور ہوں مدین والے جیسے قومِ ثمود دور ہوئی۔

اور سورۂ عنکبوت میں ہے:

وَ اِلٰى مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًاۙ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ ارْجُوا الْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ(۳۶) فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ[2]

ترجمہ: مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب کو بھیجا تو اس نے فرمایا، اے میری قوم! اللہ کی بندگی کرو اور آخرت کے دن کی امید رکھو اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو۔ تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں زلزلے نے آلیا تو صبح اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے۔

یہاں ایک اہم بات قابلِ توجہ ہے کہ قرآنِ مجید میں مدین والوں پر آنے والے عذاب کی کیفیت دو طرح سے بیان کی گئی ہے: (1) انہیں شدید زلزلے نے اپنی گرفت میں لے لیا۔ (2) ظالموں کو خوفناک چیخ نے پکڑ لیا تو وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے۔ ان دونوں کیفیتوں کے بارے میں تفسیر ابو سعود میں ہے: ممکن ہے کہ زلزلے کی ابتدا اس چیخ سے ہوئی ہو، اس لئے کسی جگہ جیسے سورۂ ہود میں ہلاکت کی نسبت سببِ قریب یعنی خوفناک چیخ کی طرف کی گئی اور دوسری جگہ جیسے (سورۂ اعراف اور سورۂ عنکبوت کی) آیت میں سببِ بعید یعنی زلزلے کی طرف کی گئی۔[3]

حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام اور اہلِ ایمان کی نجات:

جب اہلِ مدین پر عذاب نازل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام اور ان پر ایمان لانے والوں کو اپنے فضل و رحمت سے محفوظ رکھا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا شُعَیْبًا وَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

ترجمہ: اور جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے شعیب اور

---

❶...پ۱۲، ھود: ۹۴، ۹۵۔ ❷...پ۲۰، العنکبوت: ۳۶، ۳۷۔ ❸... ابو سعود، الاعراف، تحت الآیۃ: ۹۱، ۲/۲۷۶۔

مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا [1] اس کے ساتھ کے مسلمانوں کو اپنی رحمت سے بچالیا۔

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بندے کو جو بھی نعمت ملتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے ملتی ہے۔ نیز آیت میں مذکور رحمت سے ایمان اور تمام نیک اَعمال بھی مراد ہو سکتے ہیں اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی توفیق ہی سے نصیب ہوتے ہیں۔[2]

نزولِ عذاب کے بعد اہلِ مدین کی حالت:

حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کو جھٹلانے والوں پر جب مسلسل نافرمانی اور سرکشی کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا عذاب آیا تو ان کے شاندار محلات جہاں زندگی اپنی تمام تر رونقوں کے ساتھ جلوہ گر تھی ایسے ویران ہو گئے کہ وہاں ہر سُو خاک اڑنے لگی اور ہلاکت کے بعد ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا یہاں کبھی کوئی آباد ہی نہیں ہوا۔ نیز حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم کے لوگ اس خوف کی وجہ سے آپ پر ایمان نہیں لاتے تھے کہ اگر انہوں نے اِن پر ایمان لا کر ان کی شریعت پر عمل شروع کر دیا تو وہ معاشی بد حالی کی دلدل میں پھنس جائیں گے، ان کا یہ خوف درست ثابت نہ ہوا بلکہ نتیجہ اس کے بالکل برعکس نکلا کہ جنہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبی پر ایمان لا کر ان کی شریعت کی پیروی کی وہ تو دین و دنیا دونوں میں کامیاب ہو گئے اور جنہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبی حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کو جھٹلایا اور آپ کی نافرمانی کی، ان کی دنیا تو برباد ہوئی، اس کے ساتھ آخرت بھی برباد ہو گئی۔ لہٰذا نقصان تو ان لوگوں نے اٹھایا ہے جو سرکش اور نافرمان تھے نہ کہ انہوں نے جو تابع اور فرماں بردار تھے۔[3]

قرآن کریم میں ہے:

اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ۛۚ اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِیْنَ [4]

ترجمہ: وہ جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا ایسے ہوگئے گویا ان گھروں میں کبھی رہے ہی نہ تھے۔ شعیب کو جھٹلانے والے ہی نقصان اٹھانے والے ہوئے۔

کفار کی نعشوں سے خطاب:

قوم کی ہلاکت کے بعد جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام ان کی بے جان نعشوں پر گزرے تو ان سے فرمایا: اے میری قوم!

---

[1]... پ۱۲، ہود: ۹۴۔ [2]... تفسیر کبیر، ہود، تحت الآیۃ: ۹۴، ۶/ ۳۹۲، ۳۹۳۔

[3]... تفسیر طبری، الاعراف، تحت الآیۃ: ۹۲، ۶/ ۲، مدارک، الاعراف، تحت الآیۃ: ۹۲، ص ۳۷۵، ملخصاً۔ [4]... پ۹، الاعراف: ۹۲۔

بیشک میں نے تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچادیئے اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم کسی طرح ایمان نہ لائے اور جب تم خود ہی کفر پر قائم رہ کر اپنے آپ کو تباہ وبرباد کرنے پر تُل گئے تو میں کافروں کی ہلاکت پر کیوں غم کروں۔[1]

قرآنِ مجید میں ہے:

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْۚ فَكَیْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ[2]	**ترجمہ:** تو شعیب نے ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا، اے میری قوم! بیشک میں نے تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچادیئے اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی تو کافر قوم پر میں کیسے غم کروں؟

کفار کی ہلاکت کے بعد حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سے جو کلام فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ مُردے سنتے ہیں۔ حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبی حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی قوم کو سنایا، بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبی حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی قوم کو سنایا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی قوم کو سنایا۔[3]

باب:4

اَصحابُ الاَیکہ کو تبلیغ اور اس قوم پر نزولِ عذاب

مدین کے قریب ہی سرسبز جنگلوں اور مَرغزاروں کے درمیان ایک دوسرا شہر موجود تھا، یہاں رہنے والوں کا تذکرہ قرآنِ مجید میں "اصحابِ اَیکہ" یعنی جنگل والوں کے نام سے کیا گیا ہے۔ اہلِ مدین اور اصحابِ ایکہ دونوں قومیں چونکہ بین الاقوامی شاہراہ کے قرب وجوار میں آباد اور تجارت پیشہ تھیں اس لیے دونوں ایک ہی طرح کی برائیوں میں مبتلا تھیں، چنانچہ اہلِ مدین کی ہلاکت کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام ہی کو اصحابِ اَیکہ کی طرف مبعوث فرمایا۔

حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کا اصحابِ اَیکہ کو وعظ و نصیحت:

حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام نے اصحابِ اَیکہ کو جو وعظ و نصیحت فرمائی اسے قرآنِ کریم میں اس طرح بیان

1... صاوی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۹۳، ۲/ ۶۹۴، ملخصاً۔ 2... پ۹، الاعراف: ۹۳۔ 3... تفسیر ابن ابی حاتم، الاعراف، تحت الآیۃ: ۹۳، ۵/ ۱۵۲۴۔

کیا گیا ہے:

كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔیْكَةِ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۷۶﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَیْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۷۸﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۷۹﴾ وَ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۸۰﴾ اَوْفُوا الْكَیْلَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِیْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَ زِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ﴿۱۸۲﴾ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۱۸۳﴾ وَ اتَّقُوا الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَ الْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِیْنَ[1]

ترجمہ: ایکہ (جنگل) والوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب ان سے شعیب نے فرمایا: کیا تم ڈرتے نہیں؟ بیشک میں تمہارے لیے امانتدار رسول ہوں۔ تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اور میں اس (تبلیغ) پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔ (اے لوگو!) ناپ پورا کرو اور ناپ تول کو گھٹانے والوں میں سے نہ ہو جاؤ۔ اور بالکل درست ترازو سے تولو۔ اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کرکے نہ دو اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو۔ اور اس سے ڈرو جس نے تمہیں اور پہلی مخلوق کو پیدا کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام صرف عبادات ہی سکھانے نہیں آتے بلکہ اعلیٰ اخلاق اور معاملات کی درستی کی تعلیم بھی دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

قوم کی ہٹ دھرمی اور حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کا جواب:

لوگوں نے حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کی نصیحت سن کر یہ کہا:

اِنَّمَاۤ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَ مَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَ اِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۱۸۶﴾ فَاَسْقِطْ عَلَیْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ[2]

ترجمہ: (اے شعیب!) تم تو ان میں سے ہو جن پر جادو ہوا ہے۔ تم تو ہمارے جیسے ایک آدمی ہی ہو اور بیشک ہم تمہیں جھوٹوں میں سے سمجھتے ہیں۔ تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرادو اگر تم سچے ہو۔

حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سے فرمایا: میرا رب عَزَّوَجَلَّ تمہارے اعمال اور جس عذاب کے تم مستحق ہو

---

①...پ۱۹، الشعراء: ۱۷۶-۱۸۴۔ ②...پ۱۹، الشعراء: ۱۸۵-۱۸۷۔

اسے خوب جانتا ہے، وہ اگر چاہے گا تو آسمان کا کوئی ٹکڑا تم پر گرا دے گا یا تم پر کوئی اور عذاب نازل کرنا اس کی مشیت میں ہو گا تو میرا رب عَزَّوَجَلَّ وہ عذاب تم پر اتار دے گا۔[1]

قرآن پاک میں ہے:

قَالَ رَبِّیْۤ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ [2]

ترجمہ: شعیب نے فرمایا: میرا رب تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے۔

اَصحابِ اَیکہ پر نزولِ عذاب:

جب اَصحابِ اَیکہ کسی طرح بھی ایمان نہ لائے اور اپنی بد اعمالیوں پر ہی قائم رہنے کو ترجیح دی تو ایک دن ان پر عذابِ الٰہی نازل ہو گیا۔ اس عذاب کی تفصیل یوں بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر جہنم کا ایک دروازہ کھول دیا جس سے پوری آبادی میں شدید گرمی اور لو کی حرارت و تپش پھیل گئی اور شہر والوں کا دم گھٹنے لگا اور بدن جھلسنے لگے۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر وہ لوگ اپنے گھروں میں گھسنے اور اپنے اوپر پانی کا چھڑکاؤ کرنے لگے لیکن پانی اور سائے کے باوجود انہیں کوئی چین و سکون نہ ملا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بادل کا ایک ٹکڑا بھیجا جو شامیانے کی طرح پوری بستی پر چھا گیا اور اس کے اندر ٹھنڈک اور فرحت بخش ہوا تھی۔ یہ دیکھ کر سب گھروں سے نکل کر اس بادل کے شامیانے میں آ گئے۔ جب تمام لوگ اس کے نیچے آ گئے تو اچانک زلزلہ آیا اور اور اس بادل سے آگ برسنے لگی جس میں سب کے سب ٹڈیوں کی طرح تڑپ تڑپ کر جل گئے۔ ان لوگوں نے چونکہ اپنی سرکشی سے یہ کہا تھا کہ ”اے شعیب! ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دو۔“ اس لیے وہی عذاب اِس صورت میں اُس سرکش قوم پر آ گیا اور سب کے سب جل کر راکھ کا ڈھیر بن گئے۔[3]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ یَوْمِ الظُّلَّةِؕ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ [4]

ترجمہ: تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں شامیانے والے دن کے عذاب نے پکڑ لیا بیشک وہ بڑے دن کا عذاب تھا۔

1... مدارک، الشعراء، تحت الآیۃ: ۱۸۸، ص ۸۳۰۔ 2... پ۱۹، الشعراء: ۱۸۸۔ 3... صاوی، الشعراء، تحت الآیۃ: ۱۸۹، ۴/۱۴۷۴۔

4... پ۱۹، الشعراء: ۱۸۹۔

اَصحابِ اَیکہ کا واقعہ عبرت کی نشانی ہے:

اصحابِ اَیکہ کا جو واقعہ بیان کیا گیا اس میں بطورِ خاص ناپ تول میں کمی کرنے والوں اور عمومی طور پر ہر عقلمند کے لیے عبرت کی بہت بڑی نشانی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةًؕ-وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ [1]

ترجمہ: بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان کے اکثر لوگ مسلمان نہ تھے۔

ایک اور مقام پر فرمایا گیا:

وَ اِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ لَظٰلِمِیْنَۙ(۷۸) فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْۘ-وَ اِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِیْنٍ [2]

ترجمہ: اور بیشک کثیر درختوں والی جگہ کے رہنے والے ضرور ظالم تھے۔ تو ہم نے ان سے انتقام لیا اور بیشک وہ دونوں بستیاں صاف راستے پر ہیں۔

متعلقات

یہاں اس باب سے متعلق دو اہم باتیں ملاحظہ ہوں:

ناپ تول پورا نہ کرنے والوں کے لئے وعید:

اہلِ مدین اور اصحابِ اَیکہ کفر و شرک کے علاوہ جس بنیادی گناہ کے سبب مبتلائے عذاب اور رسوائے زمانہ ہوئے وہ ناپ تول میں کمی کرنا تھا اور انتہائی افسوس کہ یہی گناہ فی زمانہ ہمارے معاشرے کا بھی ایک ناسور بن چکا ہے جس سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔ ناپ تول میں کمی کرنے والوں سے متعلق فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَۙ(۱) الَّذِیْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ٘ۖ(۲) وَ اِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّ زَنُوْهُمْ یُخْسِرُوْنَؕ(۳) اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓىٕكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَۙ(۴) لِیَوْمٍ عَظِیْمٍۙ(۵) یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ [3]

ترجمہ: کم تولنے والوں کے لئے خرابی ہے۔ وہ لوگ کہ جب دوسرے لوگوں سے ناپ لیں تو پورا وصول کریں۔ اور جب انہیں ناپ یا تول کر دیں تو کم کر دیں۔ کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ انہیں (دوبارہ زندہ کرکے) اٹھایا جائے گا۔ ایک عظمت والے دن کے لیے۔ جس دن سب

---

[1]...پ۱۹، الشعراء: ۱۹۰۔ [2]...پ۱۴، الحجر: ۷۸، ۷۹۔ [3]...پ۳۰، مطففین: ۱-۶۔

لوگ رَبُّ العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ناپ تول کرنے والوں سے فرمایا: تم (ناپ اور تول) دو ایسی چیزوں کے ذمہ دار بنائے گئے ہو جن (میں کمی کرنے) کی وجہ سے تم سے پہلے امتیں ہلاک ہو چکی ہیں۔[1]

حضرت نافع رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا ایک بیچنے والے کے پاس سے گزرتے ہوئے یہ فرما رہے تھے: اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈر! اور ناپ تول پورا پورا کر! کیونکہ کمی کرنے والوں کو میدانِ محشر میں کھڑا کیا جائے گا یہاں تک کہ ان کا پسینہ ان کے کانوں کے نصف تک پہنچ جائے گا۔[2]

اللہ تعالیٰ ہمیں ناپ تول میں کمی کرنے سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

احکامِ الٰہیہ کی پابندی میں اپنی ناکامی سمجھنے والے غور کریں:

حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم کے سرداروں کو احکامِ الٰہیہ کی پابندی میں اپنی ناکامی، راہِ راست پر چلنے میں اپنی ہلاکت اور دینِ حق پر ایمان لانے میں مُہیب خطرات نظر آتے تھے اور انہوں نے دوسروں کو بھی دینِ حق سے دور کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ اس طرح کی بیمار ذہنیت کے حامل افراد کی ہمارے معاشرے میں بھی کوئی کمی نہیں جو اسلامی احکام پر عمل کو اپنی ترقی و خوشحالی کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے ہیں بلکہ اسلامی احکام کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ہمارے ہاں کتنے لوگ یہ نعرہ لگانے والے ہیں کہ ”اگر سودی نظام کو چھوڑ دیا، اگر عورتوں کو پردہ کروایا، تو ہم نقصان میں پڑ جائیں گے اور ہماری ترقی رک جائے گی۔“ اس جملے میں اور اہلِ مدین کے جملے ” اگر تم شعیب کے تابع ہوئے تو ضرور نقصان میں رہو گے “میں کتنا فرق ہے اس پر غور فرمالیں۔

---

❶...ترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء فی المکیال والمیزان، ۹/۳، حدیث ۱۲۲۱۔ ❷...بغوی، المطففین، تحت الآیۃ: ۳، ۴۲۸/۴۔

حضرت موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام

حضرت ھارون عَلَيْهِ السَّلَام

حضرت خضر عَلَيْهِ السَّلَام

فہرست ابواب

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر

حضرتِ موسٰی، ھارون، خضر عَلَیْہِمُ السَّلَام

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ کے انتہائی برگزیدہ پیغمبر اور اولوالعزم رسولوں میں سے ایک رسول ہیں، اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ ہم کلام ہونے کی سعادت پانے کے سبب ''کَلِیْمُ اللہ'' کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت کا سن کر فرعون نے آپ کو قتل کرنے کے لیے ہزاروں بچے ذبح کروائے لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکا، یہاں تک کہ رب تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے دشمن فرعون کے گھر میں ہی آپ کی پرورش کروائی۔ جوانی میں ایک قبطی کے قتل ہونے کے بعد مدین کی طرف ہجرت فرمائی۔ یہاں حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام سے ملاقات ہوئی اور کئی سال تک آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی بکریاں چرائیں، پھر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی شہزادی حضرت صفورا سے موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا نکاح ہوا۔ مدین سے مصر کی طرف ہجرت فرمائی، راستے میں مقدس وادی ''طُوٰی'' میں نبوت ورسالت اور معجزات کے شرف سے مشرف ہوئے۔ یہیں حضرت ہارون عَلَیْہِ السَّلَام کے لیے بھی پروانۂ نبوت عطا ہوا۔ یہاں سے مصر پہنچے اور حضرت ہارون عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ مل کر فرعون کو دعوتِ توحید دی اور پیغامِ رسالت پہنچایا۔ فرعون نے اسے قبول نہ کیا اور جادوگروں کے ذریعے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا مقابلہ کیا جس میں اسے شکست فاش ہوئی، آخر کار حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام حکمِ الٰہی سے بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر دریا کے پار تشریف لے گئے اور فرعون اپنے لشکر سمیت دریا میں غرق ہو کر تباہی و بربادی سے دوچار ہو گیا۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کے بچھڑا پوجنے، تورات عطا ہونے اور حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام سے ملاقات وغیرہ کے اہم واقعات رونما ہوئے۔ یہاں 7 ابواب میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی سیرت کے مختلف احوال ذکر کیے گئے ہیں، تفصیل ذیلی سطور میں ملاحظہ فرمائیں۔

باب: 1

حضرت موسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کے واقعات کے قرآنی مقامات

قرآنِ پاک میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے واقعات کا اجمالی بیان متعدد سورتوں میں ہے جبکہ تفصیلی بیان درج ذیل 20 سورتوں میں کیا گیا ہے۔

(1) سورۂ بقرہ، آیت: 49 تا 73۔ 92، 93۔ (2) سورۂ نساء، آیت: 15، 153۔ (3) سورۂ مائدہ، آیت: 20 تا 26۔

(4) سورۂ اعراف، آیت: 103 تا 156۔ 159 تا 162۔ (5) سورۂ یونس، آیت: 75 تا 93۔

(6) سورۂ ہود، آیت:96تا99۔ (7) سورۂ ابراہیم، آیت:5تا8۔ (8) سورۂ بنی اسرائیل، آیت:101تا104۔

(9) سورۂ کہف، آیت:60تا82۔ (10) سورۂ مریم، آیت:51تا53۔ (11) سورۂ طٰہٰ، آیت:9تا98۔

(12) سورۂ مؤمنون، آیت:45تا49۔ (13) سورۂ شعراء، آیت:10تا68۔ (14) سورۂ نمل، آیت:7تا14

(15) سورۂ قصص، آیت:3تا43۔ (16) سورۂ صافات، آیت:114تا122۔ (17) سورۂ مؤمن، آیت:23تا54۔

(18) سورۂ زخرف، آیت:46تا56۔ (19) سورۂ ذاریات، آیت:38تا40۔ (20) سورۂ نازعات، آیت:15تا26۔

باب:2

حضرت موسٰی وہارون عَلَیۡہِمَا السَّلَام کا تعارف

اس باب میں حضرت موسٰی عَلَیۡہِ السَّلَام اور حضرت ہارون عَلَیۡہِ السَّلَام کا تعارف پیش کیا گیا ہے، تفصیل ذیلی سطور میں ملاحظہ فرمائیں۔

نام ولقب:

آپ عَلَیۡہِ السَّلَام کا مبارک نام موسٰی عَلَیۡہِ السَّلَام، لقب کَلِیۡمُ الله، صَفِیُّ الله ہے۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: حضرت موسٰی بن عمران عَلَیۡہِ السَّلَام "صَفِیُّ الله" یعنی اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے ہیں۔[1]

نسب نامہ:

حضرت موسٰی عَلَیۡہِ السَّلَام حضرت ابراہیم عَلَیۡہِ السَّلَام کی نسل میں سے ہیں اور نسب نامہ یہ ہے: موسٰی بن عمران بن قاہث بن عازر بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم۔[2]

یہی نسب نامہ حضرت ہارون عَلَیۡہِ السَّلَام کا بھی ہے کیونکہ آپ حضرت موسٰی عَلَیۡہِ السَّلَام کے سگے بھائی تھے۔

ولادت:

آپ عَلَیۡہِ السَّلَام حضرت یوسف عَلَیۡہِ السَّلَام کی وفات سے چار سو برس اور حضرت ابراہیم عَلَیۡہِ السَّلَام سے سات

---

1 ... مستدرک حاکم، کتاب تواریخ المتقدمین... الخ، ذکر موسی و ہارون علیہم السلام، ۳/۴۵۹، حدیث: ۴۱۵۳.

2 ... قصص الانبیاء لابن کثیر، ص۳۷۷.

سو برس بعد پیدا ہوئے اور ایک سو بیس برس عمر پائی۔[1]

آپ عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت ہارون عَلَیْہِ السَّلَام کے واقعۂ ولادت کی تفصیل باب **"ولادت سے بعثت تک کے احوال"** میں ملاحظہ فرمائیں۔

حلیہ مبارک:

احادیث میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا مبارک حلیہ بھی بیان کیا گیا ہے، چنانچہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام (کا حلیہ جاننے کے لیے) اپنے صاحب (محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی طرف دیکھ لو اور رہے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام تو ان کا جسم دبلا پتلا اور رنگ گندمی تھا، وہ سرخ اونٹ پر سوار تھے جس کی ناک میں کھجور کی چھال کی مہار تھی، گویا میں ان کی طرف دیکھ رہا ہوں، وہ اللہ اکبر کہتے ہوئے وادی میں اتر رہے ہیں۔[2]

اور مسلم شریف میں ہے، حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: شبِ معراج میری حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے ملاقات ہوئی، وہ قبیلہ شنوءہ کے لوگوں کی طرح تھے، دبلا پتلا جسم اور بالوں میں کنگھی کی ہوئی تھی۔ پھر فرمایا: میری حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے ملاقات ہوئی، ان کا قد متوسط اور رنگ سرخ تھا اور وہ ایسے تروتازہ تھے گویا ابھی حمام سے نکلے ہوں اور میں نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو دیکھا اور میں ان کی اولاد میں سب سے زیادہ ان کے مشابہ ہوں۔[3]

شرم و حیا:

شرم و حیا اور جسم کو چھپا کر رکھنا پسندیدہ اوصاف اور کئی صورتوں میں شریعت کو مطلوب ہیں، حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام میں ان اوصاف سے متعلق نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام بہت حیا والے اور اپنا بدن چھپانے کا خصوصی اہتمام کرتے تھے۔[4]

حج مبارک:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے حج کی کیفیت سے متعلق حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا نے ارشاد فرمایا: حضور

---

1 ...صاوی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۰۳، ۲/ ۶۹۶۔

2 ...بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالی: واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا، ۲/ ۴۲۱، حدیث: ۳۳۵۵۔

3 ...مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء برسول اللہ... الخ، ص۹۱، حدیث: ۴۲۴۔ 4 ...بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، ۲/ ۴۴۲، حدیث: ۳۴۰۴۔

اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا وادی اَزْرَق سے گزر ہوا تو فرمایا: گویا کہ میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو اترتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور وہ بلند آواز سے تلبیہ پڑھ رہے ہیں۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک وادی سے گزرے تو پوچھا: یہ کون سی وادی ہے؟ عرض کی گئی: یہ فلاں فلاں وادی ہے۔ ارشاد فرمایا: گویا کہ میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو سرخ اونٹنی پر رمی کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، اونٹنی کی لگام کھجور کی چھال کی ہے اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام اونی جبہ پہنے ہوئے ہیں۔[1]

حضرت ہارون عَلَیْہِ السَّلَام:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے سگے بھائی اور عمر میں ان سے ایک سال بڑے تھے۔ حوصلہ مندی، بردباری اور فصاحت و بلاغت جیسے عظیم اوصاف سے مزین تھے۔ بنی اسرائیل آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے بہت محبت کرتے تھے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو بھی شرف نبوت سے سرفراز فرمایا اور فرعون کو دعوتِ توحید دینے میں انہیں موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا ساتھی بنایا تھا۔

صحائف اور تورات کا نزول:

اللہ تعالیٰ نے پہلے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر 10 صحیفے نازل فرمائے، پھر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو کتابِ الٰہی تورات عطا کی اور آپ کے واسطے سے حضرت ہارون عَلَیْہِ السَّلَام کو عطا ہوئی۔ اس کتاب سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اٰتَیْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِیْنَ[2]

ترجمہ: اور ہم نے ان دونوں کو روشن کتاب عطا فرمائی۔

مزید ارشاد فرمایا:

ثُمَّ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِیْۤ اَحْسَنَ وَ تَفْصِیْلًا لِّكُلِّ شَیْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ یُؤْمِنُوْنَ[3]

ترجمہ: پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی تاکہ نیک آدمی پر احسان پورا ہو اور ہر شے کی تفصیل ہو اور ہدایت و رحمت ہو کہ کہیں وہ اپنے رب سے ملنے پر ایمان لائیں۔

یہاں ایک اہم بات قابلِ توجہ ہے کہ فی زمانہ تورات اس حالت میں موجود نہیں ہے جس میں وہ نازل ہوئی بلکہ

---

❶...صحیح ابن حبان، کتاب التاریخ، باب بدء الخلق، ۸/۳۵، حدیث: ۶۱۸۶۔ ❷...پ۲۳، الصافات: ۱۱۷۔ ❸...پ۸، الانعام: ۱۵۴۔

اس میں یہودیوں نے بہت تحریفات کردی ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں بہت سی جگہوں پر یہود کی تحریفات کا بیان ہے۔

حضرت موسیٰ وہارون عَلَیْہِمَا السَّلَام کے اوصاف:

(2،1)حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اللہ عَزَّوَجَلَّ کے چنے ہوئے برگزیدہ بندے اور نبی رسول تھے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ مُوْسٰۤى٘-اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا[1]

ترجمہ: اور کتاب میں موسیٰ کو یاد کرو، بیشک وہ چنا ہوا بندہ تھا اور وہ نبی رسول تھا۔

(3)آپ عَلَیْہِ السَّلَام رب تعالیٰ کی بارگاہ میں بڑی وجاہت یعنی بڑے مقام والے اور مستجاب الدعوات تھے۔ ارشادباری تعالیٰ ہے:

وَ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًا[2]

ترجمہ: اور موسیٰ اللہ کے ہاں بڑی وجاہت والا ہے۔

(4تا6)آپ عَلَیْہِ السَّلَام کسی واسطے کے بغیر اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا شرف رکھتے ہیں اور بارگاہِ الٰہی میں قرب کے اس مقام پر فائز ہیں کہ آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے آپ کے بھائی ہارون عَلَیْہِ السَّلَام کو نبوت جیسی عظیم نعمت سے نوازا۔ قرآنِ پاک میں ہے:

وَ نَادَیْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَیْمَنِ وَ قَرَّبْنٰهُ نَجِیًّا(۵۲) وَ وَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَاۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِیًّا[3]

ترجمہ: اور ہم نے اسے طور کی دائیں جانب سے پکارا اور ہم نے اسے اپنا راز کہنے کیلئے مقرب بنایا۔ اور ہم نے اپنی رحمت سے اسے اس کا بھائی ہارون بھی دیا جو نبی تھا۔

اس سے اللہ تعالیٰ کے پیارے بندوں کی عظمت کا پتہ لگا کہ ان کی دعا سے وہ نعمت ملتی ہے جو بادشاہوں کے خزانوں سے نہ مل سکے تو اگر ان کی دعا سے اولاد یا دنیا کی دیگر نعمتیں مل جائیں تو کیا مشکل ہے۔ البتہ نبوت کا باب چونکہ بند ہوچکا اس لیے اب کسی کو نبوت نہیں مل سکتی۔

(7)آپ عَلَیْہِ السَّلَام اور آپ کے بھائی حضرت ہارون عَلَیْہِ السَّلَام اعلیٰ درجے کے کامل ایمان والے بندے تھے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

---

❶...پ۱۶، مریم: ۵۱۔ ❷...پ۲۲، الاحزاب: ۶۹۔ ❸...پ۱۶، مریم: ۵۲، ۵۳۔

اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ (1)

ترجمہ: بیشک وہ دونوں ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل ایمان والے بندوں میں سے ہیں۔

حضرت موسیٰ وہارون عَلَیْہِمَا السَّلَام پر انعاماتِ الٰہی:

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا السَّلَام پر ربِّ دو جہاں نے بے شمار انعامات فرمائے، ان میں سے 16 انعامات یہ ہیں۔

(1 تا 6) اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ وہارون عَلَیْہِمَا السَّلَام کو ہدایت، صلاح عطا فرمائی اور ان کے زمانے میں تمام مخلوقات پر فضیلت بخشی، صالحین میں شمار کیا، بطورِ خاص نبوت کے لیے منتخب کیا اور صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت بخشی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَؕ-كُلًّا هَدَیْنَاۚ-وَ نُوْحًا هَدَیْنَا مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ وَ اَیُّوْبَ وَ یُوْسُفَ وَ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَؕ-وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ(۸۴) وَ زَكَرِیَّا وَ یَحْیٰى وَ عِیْسٰى وَ اِلْیَاسَؕ-كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ(۸۵) وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ الْیَسَعَ وَ یُوْنُسَ وَ لُوْطًاؕ-وَ كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِیْنَ(۸۶) وَ مِنْ اٰبَآىٕهِمْ وَ ذُرِّیّٰتِهِمْ وَ اِخْوَانِهِمْۚ-وَ اجْتَبَیْنٰهُمْ وَ هَدَیْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (2)

ترجمہ: اور ہم نے انہیں اسحاق اور یعقوب عطا کیے۔ ان سب کو ہم نے ہدایت دی اور ان سے پہلے نوح کو ہدایت دی اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو (ہدایت عطا فرمائی) اور ایسا ہی ہم نیک لوگوں کو بدلہ دیتے ہیں۔ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو (ہدایت یافتہ بنایا) یہ سب ہمارے خاص بندوں میں سے ہیں۔ اور اسماعیل اور یَسَع اور یونس اور لوط کو (ہدایت دی) اور ہم نے سب کو تمام جہان والوں پر فضیلت عطا فرمائی۔ اور ان کے باپ دادا اور ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے (بھی) بعض کو (ہدایت دی) اور ہم نے انہیں چن لیا اور ہم نے انہیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی۔

---

(1)...پ۲۳، الصافات: ۱۲۲۔ (2)...پ۷، الانعام: ۸۴-۸۷۔

(7) آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو لوگوں کے دلوں کی آنکھیں کھولنے والی باتوں، ہدایت اور رحمت پر مشتمل کتاب تورات عطا فرمائی، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآىٕرَ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ [1]

ترجمہ: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی اس کے بعد کہ ہم نے پہلی قوموں کو ہلاک فرمادیا تھا (موسیٰ کو وہ کتاب دی) جس میں لوگوں کے دلوں کی آنکھیں کھولنے والی باتیں اور ہدایت اور رحمت ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

(8) اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے بلاواسطہ کلام فرمایا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِیْمًا [2]

ترجمہ: اور اللہ نے موسیٰ سے حقیقتاً کلام فرمایا۔

(9) اللہ تعالیٰ نے حضرت ہارون عَلَیْہِ السَّلَام کی صورت میں آپ کو وزیر اور مددگار عطا فرمایا، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ وَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَاۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِیًّا [3]

ترجمہ: اور ہم نے اپنی رحمت سے اسے اس کا بھائی ہارون بھی دیا جو نبی تھا۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ جَعَلْنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِیْرًا [4]

ترجمہ: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی اور اس کے ساتھ اس کے بھائی ہارون کو وزیر بنایا۔

(10) آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو فرقان عطا کیا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ الْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ [5]

ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اور حق و باطل میں فرق کرنا تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔

فرقان کے کئی معانی کئے گئے ہیں: (۱) فرقان سے مراد بھی تورات ہی ہے۔ (۲) کفر و ایمان میں فرق کرنے

---

❶...پ۲۰، القصص:۴۳۔ ❷...پ۶، النساء:۱۶۴۔ ❸...پ۱۶، مریم:۵۳۔ ❹...پ۱۹، الفرقان:۳۵۔ ❺...پ۱، البقرۃ:۵۳۔

والے معجزات جیسے عصا اور یدِ بیضاء وغیرہ۔ (۳) حلال و حرام میں فرق کرنے والی شریعت مراد ہے۔[1]

(11) آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو نبوت و رسالت پر دلالت کرنے والی 9 روشن نشانیاں عطا کیں، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ[2]

ترجمہ: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو نو روشن نشانیاں دیں۔

(12) آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو روشن غلبہ و تَسلُّط عطا فرمایا:

وَ اٰتَیْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا[3]

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ کو روشن غلبہ عطا فرمایا۔

اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے بنی اسرائیل کو توبہ کے لیے خود ان کے اپنے قتل کا حکم دیا تو وہ انکار نہ کر سکے اور انہوں نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی اطاعت کی۔

(13 تا 15) حضرت موسیٰ و ہارون عَلَیْہِمَا السَّلَام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو فرعون اور اس کی قوم کے ظلم و ستم سے نجات بخشی، قبطیوں کے مقابلے میں ان کی مدد فرمائی اور بعد میں آنے والی امتوں میں ان کی تعریف باقی رکھی۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَ نَجَّیْنٰهُمَا وَ قَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِیْمِ ﴿۱۱۵﴾ وَ نَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِیْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَ اٰتَیْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِیْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَ هَدَیْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ﴿۱۱۸﴾ وَ تَرَكْنَا عَلَیْهِمَا فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۱۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ[4]

ترجمہ: اور بیشک ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان فرمایا۔ اور انہیں اور ان کی قوم کو بہت بڑی سختی سے نجات بخشی۔ اور ہم نے ان کی مدد فرمائی تو وہی غالب ہوئے۔ اور ہم نے ان دونوں کو روشن کتاب عطا فرمائی۔ اور انہیں سیدھی راہ دکھائی۔ اور پچھلوں میں ان کی تعریف باقی رکھی۔ موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو۔ بیشک نیکی کرنے والوں کو ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔

(16) بنی اسرائیل کو ان کے زمانے میں تمام جہان والوں پر فضیلت عطا کی: ارشاد فرمایا:

وَ لَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ[5]

ترجمہ: اور بیشک ہم نے انہیں جانتے ہوئے اس زمانے والوں پر چن لیا۔

---

1 ...مدارک، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۵۳، ص ۵۲۔ 2 ...پ۱۵، بنی اسرائیل: ۱۰۱۔ 3 ...پ۶، النساء: ۱۵۳۔ 4 ...پ۲۳، الصافات: ۱۱۴-۱۲۱۔
5 ...پ۲۵، الدخان: ۳۲۔

باب:3

ولادت سے بعثت تک کے احوال

اس باب میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی حیاتِ مبارکہ کے چند اہم واقعات کا ذکر ہے، ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

فرعون کا مختصر تعارف:

جس طرح فارس کے بادشاہ کا لقب کسریٰ، روم کے بادشاہ کا قیصر اور حبشہ کے بادشاہ کا لقب نجاشی ہوتا تھا اسی طرح قِبطی اور عَمالِقہ قوم سے تعلق رکھنے والے، مصر کے بادشاہوں کا لقب فرعون ہوتا تھا۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے زمانہ کے فرعون کا نام ولید بن مُصْعَبْ بن رَیان تھا، اس کی عمر چار سو سال سے زیادہ ہوئی۔

ولادتِ موسیٰ سے پہلے فرعون اور بنی اسرائیل کا حال:

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت سے پہلے مصر کی سرزمین میں فرعون کا غلبہ تھا اور وہ ظلم و تکبر اور سرکشی میں اس انتہا کو پہنچ گیا کہ اس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا تھا۔ مزید یہ کہ فرعون نے اہلِ مصر کے مختلف گروہ بنا کر ان کے درمیان فساد و عداوت ڈال کر تقسیم کر دیا۔ بنی اسرائیل کو اس نے کمزور کر کے اپنا مطیع و خادم بنا کر رکھا ہوا تھا اور ان کے ساتھ اس کا سلوک یہ تھا کہ وہ ان کے ہاں پیدا ہونے والے بیٹوں کو ذبح کروا دیتا اور ان کی لڑکیوں کو خدمت گاری کے لیے زندہ چھوڑ دیتا تھا۔ بیٹوں کو ذبح کروانے کا سبب یہ تھا کہ ایک بار فرعون نے خواب دیکھا کہ بیت المقدس کی طرف سے ایک آگ آئی اور اس نے مصر کو گھیر کر تمام قبطیوں کو جلا ڈالا جبکہ بنی اسرائیل کو کوئی نقصان نہیں ہوا۔ اس خواب سے اسے بڑی وحشت ہوئی اور جب کاہنوں سے تعبیر پوچھی تو انہوں نے کہہ دیا: بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہو گا جو تیری ہلاکت اور بادشاہت کے زوال کا سبب بنے گا۔ یہ سن کر فرعون نے حکم جاری کر دیا کہ بنی اسرائیل میں جو لڑکا پیدا ہو، اُسے قتل کر دیا جائے۔ یہ اس کی انتہائی حماقت تھی کیونکہ اگر وہ اپنے خیال میں کاہنوں کو سچا سمجھتا تھا تو یہ بات ہونی ہی تھی تو لڑکوں کو قتل کر دینے سے کوئی نتیجہ نہ ملتا اور اگر وہ انہیں سچا نہیں جانتا تھا تو یہ اس کے نزدیک ایک لغو بات تھی اور صرف ایک لغو بات پر لاکھوں بچوں کو قتل کرنا کسی طرح درست نہ تھا۔ [1]

1 ... مدارک، القصص، تحت الآیۃ: ۴، ص ۸۶۰، روح البیان، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۴۹، ۱/ ۱۲۹، ملتقطاً۔

بنی اسرائیل کے بیٹوں کو ذبح کروانے والے فرعون کے ظلم کا ذکر سورۂ بقرہ ، آیت 49، سورۂ ابراہیم ، آیت 6 اور سورۂ قصص آیت 4 میں کیا گیا ہے۔

بنی اسرائیل پر خدائی احسان:

فرعون نے تو بنی اسرائیل کو کمزور بنا کر رکھا ہوا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ تھی کہ وہ بنی اسرائیل کو فرعون کی سختی سے نجات دے کر ان پر بہت سے احسان فرمائے، چنانچہ قرآنِ پاک میں فرمایا:

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَ جَعَلَ اَهْلَهَا شِیَعًا یَّسْتَضْعِفُ طَآىٕفَةً مِّنْهُمْ یُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَ یَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْؕ-اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ(۴) وَ نُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اَىٕمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِیْنَ(۵) وَ نُمَكِّنَ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَ نُرِیَ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَحْذَرُوْنَ[1]

ترجمہ: بیشک فرعون نے زمین میں تکبر کیا تھا اور اس کے لوگوں کے مختلف گروہ بنادیئے تھے ان میں ایک گروہ (بنی اسرائیل) کو کمزور کر رکھا تھا، ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتا تھا، بیشک وہ فسادیوں میں سے تھا۔ اور ہم چاہتے تھے کہ ان لوگوں پر احسان فرمائیں جنہیں زمین میں کمزور بنایا گیا تھا اور انہیں پیشوا بنائیں اور انہیں (ملک و مال کا) وارث بنائیں۔ اور انہیں زمین میں اقتدار دیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو وہی دکھادیں جس کا انہیں ان کی طرف سے خطرہ تھا۔

یہاں آیت نمبر 5 میں وراثت سے مراد سلطنت کا وارث ہونا ہے۔

فرعون کے حکم پر عمل اور حضرت موسیٰ و ہارون عَلَیْہِمَا السَّلَام کی ولادت:

فرعون کا حکم جاری ہونے کے بعد بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے ہر بچے کو فرعونی بڑی بے دردی سے ذبح کر دیتے اور بچی کو کچھ نہ کہتے۔ یہ سلسلہ عرصۂ دراز تک جاری رہا اور ہزاروں نو مولود بچے موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ قدرتِ الٰہی سے اس قوم کے بوڑھے یکے بعد دیگرے مرنے لگے، یہ دیکھ کر قبطی سردار گھبرا گئے اور فرعون سے

---

1 ...پ ۲۰، القصص: ۴-۶۔

کہا کہ ایک طرف بنی اسرائیل میں بوڑھے لوگ مسلسل مر رہے ہیں اور دوسری طرف ان کے بچے بھی قتل کئے جارہے ہیں، اگر یہی صورت حال رہی تو ہمیں خدمت گار کہاں سے ملیں گے؟ اس پر فرعون نے حکم دیا کہ ایک سال بچے قتل کئے جائیں اور ایک سال چھوڑ دیئے جائیں۔ چنانچہ جو سال چھوڑنے کا تھا اس میں حضرت ہارون عَلَیْہِ السَّلَام پیدا ہوئے اور قتل کے سال حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت ہوئی۔

ولادت کے بعد حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی والدہ کو تسلی و تاکید:

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی والدہ کا نام یوحانذ تھا اور آپ لاوی بن یعقوب کی نسل سے تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں خواب یا فرشتے کے ذریعے یا ان کے دل میں یہ بات ڈال کر الہام فرمایا کہ تم حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو دودھ پلاؤ، اور جب تمہیں یہ خوف لاحق ہو کہ ہمسائے واقف ہو گئے ہیں، وہ شکایت کریں گے اور فرعون اس فرزند کو قتل کرنے کے درپے ہو جائے گا تو بے خوف و خطر اسے مصر کے دریا ''نیل'' میں ڈال دینا اور اس کے ڈوب جانے کا اندیشہ نہ کرنا اور اس کی جدائی کا غم نہ کرنا، ہم اسے تیری طرف لوٹا دیں گے اور اسے رسول بنائیں گے۔

سورۂ قصص میں ہے:

وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوْسٰۤى اَنْ اَرْضِعِیْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ وَ لَا تَخَافِیْ وَ لَا تَحْزَنِیْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ وَ جَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ [1]

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو اِلہام فرمایا کہ اسے دودھ پلا پھر جب تجھے اس پر خوف ہو تو اسے دریا میں ڈال دے اور خوف نہ کر اور غم نہ کر، بیشک ہم اسے تیری طرف پھیر لائیں گے اور اسے رسولوں میں سے بنائیں گے۔

اور سورۂ طٰہٰ میں ہے:

اِذْ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّكَ مَا یُوْحٰۤى ﴿۳۸﴾ اَنِ اقْذِفِیْهِ فِی التَّابُوْتِ فَاقْذِفِیْهِ فِی الْیَمِّ فَلْیُلْقِهِ الْیَمُّ بِالسَّاحِلِ یَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّیْ وَ عَدُوٌّ لَّهٗ ؕ وَ

ترجمہ: جب ہم نے تمہاری ماں کے دل میں وہ بات ڈال دی جو اس کے دل میں ڈالی جانی تھی۔ کہ اس بچے کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دے پھر دریا اسے

[1] ...پ۲۰، القصص: ۷۔

اَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ ۚ۬ وَ لِتُصْنَعَ عَلٰى عَیْنِیْ [1]

کنارے پر ڈال دے گا تا کہ اسے وہ اٹھالے جو میرا دشمن ہے اور اس کا (بھی) دشمن ہے اور میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈالی اور تا کہ میری نگاہ کے سامنے تمہاری پرورش کی جائے۔

چنانچہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا چند روز حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو دودھ پلاتی رہیں۔آپ کی بہن کے سوا اور کسی کو آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت کی اطلاع نہ تھی لیکن جب کچھ دن بعد والدہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کو فرعون کی طرف سے اندیشہ ہوا تو انہوں نے ایک صندوق بنایا، اس میں روئی بچھائی، حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو اس میں رکھ کر صندوق بند کیا اور اس کی درزیں روغنِ قیر سے بند کر دیں، پھر اسے دریائے نیل میں بہا دیا۔ [2]

والدہ کی حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی بہن کو تاکید:

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی والدہ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی بہن مریم سے کہا: تم صورتِ حال معلوم کرنے کے لئے اس کے پیچھے چلتی رہو، چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی بہن آپ کے پیچھے چلتی رہی اور آپ کو دور سے دیکھتی رہی۔ فرعونیوں کو اس بات خبر نہ تھی کہ یہ اس بچے کی بہن ہے اور اس کی نگرانی کر رہی ہے۔

قرآنِ پاک میں ہے:

وَ قَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّیْهِ٘ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ [3]

ترجمہ: اور اس کی ماں نے اس کی بہن سے کہا: اس کے پیچھے چلی جا تو وہ بہن اسے دور سے دیکھتی رہی اور ان (فرعونیوں) کو خبر نہ تھی۔

صندوق کی فرعون کے گھر میں آمد:

اس دریا سے ایک بڑی نہر نکل کر فرعون کے محل میں سے گزرتی تھی۔ فرعون اپنی بیوی آسیہ کے ساتھ نہر کے

---

1 ...پ۱۶، طٰہٰ: ۳۸، ۳۹۔

2 ... خازن، القصص، تحت الآیۃ: ۷، ۳/ ۴۲۳، مدارک، القصص، تحت الآیۃ: ۷، ص ۸۶۱، جلالین، القصص، تحت الآیۃ: ۷، ص ۳۲۶، ملتقطاً۔

3 ...پ۲۰، القصص: ۱۱۔

کنارے بیٹھا تھا، اس نے نہر میں صندوق آتا دیکھ کر غلاموں اور کنیزوں کو اسے نکالنے کا حکم دیا۔ وہ صندوق نکال کر سامنے لایا گیا اور جب اسے کھولا تو اس میں ایک نورانی شکل کا فرزند جس کی پیشانی سے وجاہت و اِقبال کے آثار نمودار تھے نظر آیا، اسے دیکھتے ہی فرعون کے دل میں اس بچے کی محبت پیدا ہوئی۔ (1)

قرآنِ پاک میں ہے:

فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِیَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّ حَزَنًاؕ-اِنَّ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـٕیْنَ (2)

ترجمہ: تو اسے فرعون کے گھر والوں نے اٹھالیا تاکہ وہ ان کیلئے دشمن اور غم بنے، بیشک فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر خطاکار تھے۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی غیبی حفاظت:

فرعون کی قوم کے لوگوں نے اسے ورغلایا کہ کہیں یہ وہی بچہ نہ ہو جس کے متعلق خواب دیکھا تھا۔ ان باتوں میں آکر فرعون نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا لیکن فرعون کی بیوی نے کہا: یہ بچہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک بنے گا، تم اسے قتل نہ کرو، ہو سکتا ہے کہ یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں۔ فرعون کی بیوی آسیہ بہت نیک خاتون تھیں، انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی نسل سے تھیں، غریبوں اور مسکینوں پر رحم و کرم کرتی تھیں، انہوں نے فرعون سے یہ بھی کہا کہ یہ بچہ سال بھر سے زیادہ عمر کا معلوم ہوتا ہے اور تو نے اس سال کے اندر پیدا ہونے والے بچوں کے قتل کا حکم دیا ہے، اس کے علاوہ معلوم نہیں یہ بچہ دریا میں کس سرزمین سے یہاں آیا ہے اور تجھے جس بچے سے اندیشہ ہے وہ اسی ملک کے بنی اسرائیل سے بتایا گیا ہے، لہٰذا تم اسے قتل نہ کرو۔ آسیہ کی یہ بات ان لوگوں نے مان لی اور قتل سے باز آ گئے۔ (3)

قرآنِ کریم میں ہے:

وَ قَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَیْنٍ لِّیْ وَ لَكَؕ-لَا تَقْتُلُوْهُۗ-عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ (4)

ترجمہ: اور فرعون کی بیوی نے کہا: یہ بچہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اسے قتل نہ کرو شاید یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں اور وہ بے خبر تھے۔

---

(1)...خازن، طٰہٰ، تحت الآیۃ: ۳۹، ۳/۲۵۳۔ (2)...پ۲۰، القصص: ۸۔ (3)...خازن، القصص، تحت الآیۃ: ۹، ۳/۴۲۵، ملتقطاً۔ (4)...پ۲۰، القصص: ۹۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی والدہ کی بے قراری:

جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی والدہ نے سنا کہ ان کے فرزند فرعون کے ہاتھ میں پہنچ گئے ہیں تو یہ سن کر آپ کا دل بے قرار ہوگیا اور قریب تھا کہ وہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے متعلق ظاہر کر دیتی کہ یہ میرا بیٹا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ الہام کر کے ان کا دل مضبوط رکھا کہ وہ ہمارے اس وعدے پر یقین رکھے کہ تیرے اس فرزند کو تجھے واپس لوٹائیں گے۔[1]

قرآنِ پاک میں ہے:

وَ اَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًاؕ-اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِیْ بِهٖ لَوْ لَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ[2]

ترجمہ: اور صبح کے وقت موسیٰ کی ماں کا دل بے قرار ہو گیا، بیشک قریب تھا کہ وہ اسے ظاہر کر دیتی اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کرتے کہ وہ (ہمارے وعدے پر) یقین رکھنے والوں میں سے رہے۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی اپنی والدہ کے پاس واپسی:

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنی قدرت سے روک دیا کہ وہ اپنی والدہ کے علاوہ کسی اور کا دودھ نہ پئیں، چنانچہ جس قدر دائیاں حاضر کی گئیں ان میں سے کسی کی چھاتی آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے منہ میں نہ لی، اس سے ان لوگوں کو بہت فکر ہوئی کہ کہیں سے کوئی ایسی دائی میسر آئے جس کا دودھ آپ پی لیں۔ دائیوں کے ساتھ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی ہمشیرہ بھی یہ حال دیکھنے چلی گئی تھیں اور صورتِ حال دیکھ کر انہوں نے کہا: کیا میں تمہیں ایسے گھر کے متعلق بتاؤں جو اس بچے کی ذمہ داری لے لیں اور وہ اس کے خیر خواہ بھی ہوں؟ فرعونیوں نے یہ بات منظور کر لی تو آپ اپنی والدہ کو بلانے چلی گئیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام فرعون کی گود میں تھے اور دودھ کے لئے رو رہے تھے اور فرعون آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو شفقت کے ساتھ بہلا رہا تھا۔ جب آپ کی والدہ تشریف لائیں اور آپ نے اُن کی خوشبو پائی تو آپ کو قرار آ گیا اور آپ نے ان کا دودھ نوش فرما لیا۔ فرعون نے کہا: تم اس بچے کی کیا لگتی ہو کہ اُس نے تیرے سوا کسی کے دودھ کو منہ بھی نہ لگایا؟ انہوں نے کہا: میں ایک عورت ہوں، پاک صاف رہتی ہوں، میرا دودھ خوشگوار ہے، جسم طیب ہے، اس لئے جن

1... خازن، القصص، تحت الآیۃ: ۱۰، ۳/۴۲۵-۴۲۶، مدارک، القصص، تحت الآیۃ: ۱۰، ص۸۶۲، ملتقطاً۔ 2...پ۲۰، القصص: ۱۰۔

بچوں کے مزاج میں نفاست ہوتی ہے وہ اور عورتوں کا دودھ نہیں لیتے جبکہ میرا دودھ پی لیتے ہیں۔ فرعون نے بچہ انہیں دیا اور دودھ پلانے پر انہیں مقرر کر کے فرزند کو اپنے گھر لے جانے کی اجازت دی، چنانچہ آپ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنے مکان پر لے آئیں۔ یوں اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا اور انہیں اطمینان کامل ہو گیا کہ یہ فرزند ضرور نبی بنے گا۔[1]

سورۂ قصص میں ہے:

وَ حَرَّمْنَا عَلَیْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰۤى اَهْلِ بَیْتٍ یَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَ هُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ(۱۲) فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ وَ لِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ[2]

ترجمہ: اور ہم نے پہلے ہی سب دائیاں اس پر حرام کر دی تھیں تو موسیٰ کی بہن نے کہا: کیا میں تمہیں ایسے گھر والے بتادوں جو تمہارے اس بچہ کی ذمہ داری لے لیں اور وہ اس کے خیر خواہ بھی ہوں ؟ تو ہم نے اسے اس کی ماں کی طرف لوٹا دیا تا کہ ماں کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور وہ غم نہ کھائے اور جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اور سورۂ طٰہٰ میں ہے:

اِذْ تَمْشِیْۤ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ یَّكْفُلُهٗؕ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰۤى اُمِّكَ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ[3]

ترجمہ: جب تیری بہن چلتی جارہی تھی پھر وہ کہنے لگی: کیا میں تمہیں ایسی عورت کی طرف رہنمائی کروں جو اس بچہ کی دیکھ بھال کرے تو ہم تجھے تیری ماں کے پاس پھیر لائے تا کہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور وہ غمگین نہ ہو۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اپنی والدہ کے پاس دودھ پینے کے زمانہ تک رہے اور اس عرصے میں فرعون انہیں ایک اشرفی روز دیتا رہا۔ دودھ چھوٹنے کے بعد والدہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو فرعون کے پاس لے آئیں اور اس کے بعد آپ وہاں پرورش پاتے رہے۔[4]

---

1 ...خازن، القصص، تحت الآیۃ: ۱۲، ۳/۴۲۶، ملتقطاً۔ 2 ...پ۲۰، القصص: ۱۲، ۱۳۔ 3 ...پ۱۶، طٰہٰ: ۴۰۔

4 ...جلالین، القصص، تحت الآیۃ: ۱۳، ص۳۲۷۔

فرعون کے منہ پر طمانچہ:

بچپن میں ایک دن فرعون نے آپ کو اٹھایا تو آپ نے اس کی داڑھی پکڑ کر زور سے اس کے منہ پر طمانچہ مار دیا، اِس پر اُسے غصہ آیا اور اُس نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا، یہ دیکھ کر آسیہ نے کہا: اے بادشاہ! یہ ابھی بچہ ہے اسے کیا سمجھ؟ اگر تو تجربہ کرنا چاہے تو تجربہ کر لے۔ چنانچہ اس تجربہ کے لئے ایک طشت میں آگ کے انگارے اور ایک طشت میں سرخ یاقوت آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے سامنے پیش کئے گئے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے یاقوت لینا چاہا مگر فرشتے نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا ہاتھ انگارہ پر رکھ دیا اور وہ انگارہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے منہ میں دے دیا جس سے زبان مبارک جل گئی اور لکنت پیدا ہو گئی۔[1]

جوانی میں عطائے علم وحکمت:

جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی عمر شریف 30 سال سے زیادہ ہو گئی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو علم وحکمت سے نوازا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤى اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًاؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ[2]

ترجمہ: اور جب موسیٰ اپنی جوانی کو پہنچے اور بھرپور ہو گئے تو ہم نے اسے حکمت اور علم عطا فرمایا اور ہم نیکوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو علم لدنی ملا تھا جو استاد کے واسطے کے بغیر آپ کو عطا ہوا، جیسا کہ ” اٰتَیْنٰهُ “ فرمانے سے معلوم ہوا اور یہ علم آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو نبوت عطا کئے جانے سے پہلے دیا گیا، اور یہ بھی یاد رہے کہ یہاں حکم اور علم سے مراد نبوت نہیں کیونکہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو نبوت تو مدین سے مصر آتے ہوئے راستہ میں عطا ہوئی۔ نیز حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام شروع سے ہی صالح، نیک، متقی، پرہیزگار تھے۔

ایک قبطی کی اتفاقی ہلاکت:

جوانی میں ہی حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے حق کا بیان اور فرعون اور فرعونیوں کی گمراہی کا رد شروع کر دیا اور فرعونیوں کے دین سے منع کرنے لگے۔ بنی اسرائیل کے لوگ آپ کی بات سنتے اور آپ کی پیروی کیا کرتے تھے۔ آہستہ

---

[1]... بغوی، طٰہٰ، تحت الآیۃ: ۲۷، ۳/ ۱۸۲۔ [2]... پ۲۰، القصص: ۱۴۔

آہستہ اس بات کا چرچا ہوا اور فرعونیوں نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی تلاش شروع کر دی، اس لئے آپ جس بستی میں داخل ہوتے تو ایسے وقت داخل ہوتے جب وہاں کے لوگ غفلت میں ہوں۔[1]

ایک دن آپ عَلَیْہِ السَّلَام شہر (مَنْف، یاحابین، یاعینِ شمس) میں داخل ہوئے اور یہاں آپ نے دو مردوں کو لڑتے ہوئے پایا۔ ان میں سے ایک کا تعلق بنی اسرائیل میں سے تھا اور دوسرا فرعون کی قوم ''قبط'' سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ اسرائیلی پر جبر کر رہا تھا تاکہ وہ اس پر لکڑیوں کا انبار لاد کر فرعون کے کچن میں لے جائے۔ اسرائیلی نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو دیکھا تو ان سے قبطی کے خلاف مدد مانگی، جس پر آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے پہلے اس قبطی سے کہا: تو اسرائیلی پر ظلم نہ کر اور اسے چھوڑ دے۔ لیکن وہ باز نہ آیا اور بدزبانی کرنے لگا تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اسے اس ظلم سے روکنے کے لئے ایک گھونسا مارا۔ وہ گھونسا کھاتے ہی مر گیا حالانکہ آپ کا ارادہ اسے قتل کرنے کا نہیں تھا۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اسے ریت میں دفن کر دیا اور کہا:

هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ[2]

ترجمہ: یہ شیطان کی طرف سے ہوا ہے۔ بیشک وہ کھلا گمراہ کرنے والا دشمن ہے۔

یہاں ''هٰذَا'' سے مراد یہ ہے کہ اس قبطی کا اسرائیلی پر ظلم کرنا جو اس کی ہلاکت کا باعث ہوا، یہ کام شیطان کی طرف سے ہوا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں ''هٰذَا'' سے اس قتل کی طرف اشارہ ہے جو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے بلا ارادہ ہوا، یعنی قبطی کو قتل کرنے کا کام (بظاہر) شیطان کے وسوسے سے ہوا۔[3]

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی بارگاہِ الٰہی میں عاجزی وانکساری:

پھر آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی:

رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ[4]

ترجمہ: اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر زیادتی کی تو تو مجھے بخش دے تو اللہ نے اسے بخش دیا بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

---

❶... مدارک، القصص، تحت الآیۃ: ۱۵، ص ۸۶۴، خازن، القصص، تحت الآیۃ: ۱۵، ۳/۴۲۷، ملتقطاً۔
❷... پ ۲۰، القصص: ۱۵۔
❸... خازن، القصص، تحت الآیۃ: ۱۵، ۳/۴۲۷، مدارک، القصص، تحت الآیۃ: ۱۵، ص ۸۶۴۔
❹... پ ۲۰، القصص: ۱۶۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا یہ کلام عاجزی اور انکساری کے طور پر ہے کیونکہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے کوئی معصیت سرزد نہیں ہوئی۔ یاد رہے کہ انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام معصوم ہیں، ان سے گناہ نہیں ہوتے اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا قبطی کو مارنا در اصل ظلم دور کرنا اور مظلوم کی امداد کرنا تھا اور یہ کسی دین میں بھی گناہ نہیں، پھر بھی اپنی طرف تقصیر کی نسبت کرنا اور استغفار چاہنا یہ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کا دستور ہے۔

مجرموں کی صحبت سے بچنے کی دعا:

تقصیر کی بخشش کا مژدہ سن کر آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی:

رَبِّ بِمَاۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ [1]

ترجمہ: اے میرے رب!تو نے میرے اوپر جو احسان کیا ہے اس کی قسم کہ اب ہرگز میں مجرموں کا مددگار نہ ہوں گا۔

یعنی اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، جیسا کہ میری تقصیر کی بخشش فرما کر تو نے میرے اوپر احسان کیا ہے تو اب مجھ پر یہ کرم بھی فرما کہ مجھے فرعون کی صحبت اور اس کے یہاں رہنے سے بھی بچا کیونکہ اس کے ہمراہ رہنے والوں میں شمار کیا جانا بھی ایک طرح کا مددگار ہونا ہے اور میں ہرگز میں مجرموں کا مددگار نہ ہوں گا۔[2]

دوسرے دن کی صورت حال:

دعا مانگنے کے بعد حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے شہر میں ڈرتے ہوئے اور اس انتظار میں صبح کی کہ خدا جانے اس قبطی کے مارے جانے کا کیا نتیجہ نکلے اور اس کی قوم کے لوگ کیا کریں۔ دوسری طرف لوگوں نے فرعون کو اطلاع دی کہ بنی اسرائیل کے کسی شخص نے ہمارا ایک آدمی مار ڈالا ہے۔ اس پر فرعون نے کہا کہ قاتل اور گواہوں کو تلاش کرو۔ چنانچہ فرعونی گشت کرتے رہے لیکن انہیں کوئی ثبوت نہ ملا۔ دوسرے دن جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو پھر ایسا اتفاق پیش آیا کہ بنی اسرائیل کا وہی مرد جس نے پہلے دن ان سے مدد چاہی تھی آج پھر ایک فرعونی سے لڑ رہا ہے۔ وہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو دیکھ کر ان سے فریاد کرنے لگا۔ تب آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اس سے فرمایا:

اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ [3]

ترجمہ: بیشک تو ضرور کھلا گمراہ ہے۔

---

[1] ...پ۲۰، القصص:۱۷۔
[2] ... مدارک، القصص، تحت الآیۃ:۱۷، ص۸۶۴۔
[3] ...پ۲۰، القصص:۱۸۔

اس سے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی مراد یہ تھی کہ تو روز لوگوں سے لڑتا ہے، اپنے آپ کو بھی مصیبت و پریشانی میں ڈالتا ہے اور اپنے مددگاروں کو بھی، تو کیوں ایسے موقعوں سے نہیں بچتا اور کیوں احتیاط نہیں کرتا۔ پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو رحم آیا اور آپ نے چاہا کہ اسے فرعونی کے پنجۂ ظلم سے رہائی دلائیں۔ جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام فرعونی کو پکڑنے لگے تو اسرائیلی مرد غلطی سے یہ سمجھا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام مجھ سے خفا ہیں اور مجھے پکڑنا چاہتے ہیں، یہ سمجھ کر وہ بولا:

يٰمُوْسٰۤى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ۗ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِي الْاَرْضِ وَ مَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ [1]

ترجمہ: اے موسیٰ! کیا تم مجھے ویسا ہی قتل کرنا چاہتے ہو جیسا تم نے کل ایک شخص کو قتل کردیا تم تو یہی چاہتے ہو کہ زمین میں زبردستی کرنے والے بن جاؤ اور تم اصلاح کرنے والوں میں سے نہیں ہونا چاہتے۔

فرعونی نے یہ بات سنی اور جاکر فرعون کو اطلاع دی کہ کل کے فرعونی مقتول کے قاتل حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام ہیں۔ فرعون نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے قتل کا حکم دیا اور لوگ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو ڈھونڈنے نکل گئے۔ [2]

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی ہجرت:

یہ خبر سن کر ایک شخص جسے آلِ فرعون کا مومن کہتے ہیں، دوڑتا ہوا آیا اور اس نے کہا:

يٰمُوْسٰۤى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ [3]

ترجمہ: اے موسیٰ! بیشک درباروالے آپ کے بارے میں مشورہ کررہے ہیں کہ آپ کو قتل کردیں تو آپ نکل جائیں۔ بیشک میں آپ کے خیرخواہوں میں سے ہوں۔

صورتِ حال کا علم ہونے پر آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اس شہر سے ہجرت کرنے کا ارادہ کرلیا اور یہاں سے مدین کی طرف رختِ سفر باندھا کیونکہ مدین ایسا علاقہ تھا جو فرعون کی مملکت سے باہر تھا اور اس کے علاوہ آباد بھی تھا اور قریب بھی تھا۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے دعا فرمائی:

---

❶...پ۲۰، القصص: ۱۹۔ ❷... خازن، القصص، تحت الآیۃ: ۱۸-۱۹، ۳/۴۲۸، مدارک، القصص، تحت الآیۃ: ۱۸-۱۹، ص۸۶۴-۸۶۵، ملتقطاً۔

❸...پ۲۰، القصص: ۲۰۔

رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ[1] **ترجمہ:** اے میرے رب! مجھے ظالموں سے نجات دیدے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ خطرناک جگہ سے نکل جانا اور جان بچانے کی تدبیر کرنا، جائز ہے۔ اسباب پر عمل کرنا اور تدبیر اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی مار سے قبطی کا مر جانا ایسا فعل نہیں تھا جس کی وجہ سے قصاص لازم ہوتا اور اگر وہ صورت ایسی ہوتی جس میں قصاص لازم ہوتا تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام شہر سے نکلنے کی بجائے خود اپنے آپ کو قصاص کے لئے پیش فرما دیتے۔

اس واقعہ میں یہ بھی درس ہے کہ کبھی مصیبت بندے کو فائدے اور خیر کی طرف لے جاتی ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام بظاہر فرعون کی وجہ سے شہر چھوڑ رہے تھے مگر در حقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف جا رہے تھے۔ آپ کا یہ سفر بہت سی بھلائیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوا، حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کی صحبت، نیک بیوی اور نبوت کا عطا ہونا سب اسی سفر میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو مرحمت ہوا۔

قصہ مختصر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے مدین کا راستہ بھی نہ دیکھا تھا، نہ کوئی سواری ساتھ تھی، نہ توشہ نہ کوئی ہمراہی، راستے میں درختوں کے پتوں اور زمین کے سبزے کے سوا خوراک کی اور کوئی چیز نہ ملتی تھی۔ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے مدین کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو یوں کہا:

عَسٰى رَبِّیْۤ اَنْ یَّهْدِیَنِیْ سَوَآءَ السَّبِیْلِ[2] **ترجمہ:** عنقریب میرا رب مجھے سیدھا راستہ بتائے گا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا جو آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو مدین تک لے گیا۔[3]

حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کی بکریوں کو پانی پلانا:

جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام مدین پہنچے تو شہر کے کنارے پر موجود ایک کنوئیں پر تشریف لائے جس سے وہاں کے لوگ پانی لیتے اور اپنے جانوروں کو سیراب کرتے تھے۔ وہاں آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے لوگوں کا ایک گروہ دیکھا کہ وہ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور ان لوگوں سے علیحدہ دوسری طرف دو عورتیں کھڑی ہیں جو اپنے جانوروں کو اس

1... پ۲۰، القصص: ۲۱۔ 2... پ۲۰، القصص: ۲۲۔

3... جلالین، القصص، تحت الآیۃ: ۲۲، ص۳۲۸، خازن، القصص، تحت الآیۃ: ۲۲، ۳/۴۲۸-۴۲۹، ملتقطاً۔

انتظار میں روک رہی ہیں کہ لوگ پانی پلا کر فارغ ہو جائیں اور کنواں خالی ہو کیونکہ کنوئیں کو مضبوط اور طاقتور لوگوں نے گھیر رکھا تھا اوران کے ہجوم میں عورتوں سے ممکن نہ تھا کہ وہ اپنے جانوروں کو پانی پلا سکیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سے فرمایا: تم دونوں اپنے جانوروں کو پانی کیوں نہیں پلاتیں ؟ انہوں نے کہا: جب تک سب چرواہے اپنے جانوروں کو پانی پلا کر واپس نہیں لے جاتے تب تک ہم پانی نہیں پلاتیں کیونکہ نہ ہم مردوں کے مجمع میں جاسکتی ہیں اور نہ پانی کھینچ سکتی ہیں لہٰذا جب یہ لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا کر واپس چلے جاتے ہیں تو حوض میں بچ جانے والا پانی اپنے جانوروں کو پلا لیتی ہیں۔ ہمارے باپ بہت ضعیف ہیں، وہ خود یہ کام نہیں کر سکتے اس لئے جانوروں کو پانی پلانے کی ضرورت ہمیں پیش آئی۔ ان کی باتیں سن کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو رحم آیا اور وہیں اس کے قریب دوسرا کنواں جس پر ایک بہت بھاری پتھر رکھا ہوا تھا اور اسے بہت سے آدمی مل کر ہی ہٹا سکتے تھے، آپ نے تنہا اسے ہٹایا اور ان دونوں خواتین کے جانوروں کو پانی پلا دیا۔ اس وقت دھوپ اور گرمی کی شدت تھی اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے کئی روز سے کھانا نہیں کھایا تھا جس کی وجہ سے بھوک کا غلبہ تھا، اس لئے جانوروں کو پانی پلانے کے بعد آرام حاصل کرنے کی غرض سے ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی:

رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ [1]

ترجمہ: اے میرے رب! میں اس خیر (کھانے) کی طرف محتاج ہوں جو تو میرے لیے اتارے۔

حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس آمد:

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو باقاعدہ کھانا تناول فرمائے پورا ہفتہ گزر چکا تھا، اس عرصے میں کھانے کا ایک لقمہ تک نہ کھایا اور شکم مبارک پُشتِ اقدس سے مل گیا تھا، اس حالت میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ سے غذا طلب کی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نہایت قرب و منزلت رکھنے کے باوجود انتہائی عاجزی اور انکساری کے ساتھ روٹی کا ایک ٹکڑا طلب کیا اور جب وہ دونوں صاحب زادیاں اس دن بہت جلد اپنے مکان پر واپس تشریف لے آئیں تو ان کے والد ماجد نے فرمایا: آج اس قدر جلد واپس آجانے کا کیا سبب ہوا؟ انہوں نے عرض کی: ہم نے کنویں کے پاس ایک نیک مرد پایا، اس نے ہم پر رحم کیا اور ہمارے جانوروں کو سیراب کر دیا۔ اس پر ان کے والد صاحب نے ایک صاحبزادی سے فرمایا کہ

[1] ...پ۲۰، القصص: ۲۴۔

جاؤ اور اس نیک مرد کو میرے پاس بلا لاؤ۔ چنانچہ ان دونوں میں سے ایک صاحب زادی حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس اپنا چہرہ آستین سے ڈھانپے، جسم چھپائے، شرم سے چلتی ہوئی آئی۔ یہ بڑی صاحب زادی تھیں، ان کا نام صفوراء ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس پہنچ کر انہوں نے کہا:

اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْكَ لِیَجْزِیَكَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا[1]

ترجمہ: میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ آپ کو اس کام کی مزدوری دیں جو آپ نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اجرت لینے پر تو راضی نہ ہوئے لیکن حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کی زیارت اور ان سے ملاقات کرنے کے ارادے سے چلے اور ان صاحب زادی صاحبہ سے فرمایا: آپ میرے پیچھے رہ کر راستہ بتاتی جائیں۔ یہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے پردے کے اہتمام کے لئے فرمایا تھا۔ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس پہنچے تو کھانا حاضر تھا، آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: بیٹھئے کھانا کھایئے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان کی یہ بات منظور نہ کی اور فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔ حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: کھانا نہ کھانے کی کیا وجہ ہے، کیا آپ کو بھوک نہیں ہے؟ موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ یہ کھانا میرے اُس عمل کا عوض نہ ہو جائے جو میں نے آپ کے جانوروں کو پانی پلا کر انجام دیا ہے، کیونکہ ہم وہ لوگ ہیں جو نیک عمل پر عوض لینا قبول نہیں کرتے۔ حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: اے جوان! ایسا نہیں ہے، یہ کھانا آپ کے عمل کا عوض نہیں بلکہ میری اور میرے آباؤ اجداد کی عادت ہے کہ ہم مہمان نوازی کرتے اور کھانا کھلاتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام بیٹھ گئے اور کھانا تناول فرمایا۔ اس کے بعد تمام واقعات و احوال جو فرعون کے ساتھ گزرے تھے، اپنی ولادت شریف سے لے کر قبطی کے قتل اور فرعونیوں کے آپ کے درپے جان ہونے تک، سب حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام سے بیان کر دیئے۔ حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا:

لَا تَخَفْ ﱡ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ[2]

ترجمہ: ڈرو نہیں، آپ ظالموں سے نجات پا چکے ہو۔

---

[1] ...پ۲۰، القصص: ۲۵۔ [2] ...پ۲۰، القصص: ۲۵۔

8 سال ملازمت کی شرط پر نکاح کا وعدہ:

گفتگو ختم ہونے کے بعد حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کی ایک صاحب زادی نے عرض کی: اباجان آپ انہیں اجرت پر ملازم رکھ لیں کہ یہ ہماری بکریاں چرایا کریں اور یہ کام ہمیں نہ کرنا پڑے، یقیناً اچھا ملازم وہی ہوتا ہے جو طاقتور بھی ہو اور امانتدار بھی۔ اس پر حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی صاحب زادی سے دریافت کیا کہ تمہیں ان کی قوت و امانت کا کیسے علم ہوا؟ صاحب زادی نے عرض کی: قوت تو اس سے ظاہر ہے کہ انہوں نے تنہا کنوئیں پر سے وہ پتھر اُٹھالیا جسے دس سے کم آدمی نہیں اُٹھا سکتے اور امانت اس سے ظاہر ہے کہ انہوں نے ہمیں دیکھ کر سر جھکالیا اور نظر نہ اُٹھائی اور ہم سے کہا کہ تم میرے پیچھے چلو۔ یہ سن کر حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمایا:

اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَۚ وَ مَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْكَؕ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ [1]

ترجمہ: میں چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں بیٹیوں میں سے ایک کے ساتھ اس مہر پر تمہارا نکاح کردوں کہ تم آٹھ سال تک میری ملازمت کرو پھر اگر تم دس سال پورے کردو تو وہ (اضافہ) تمہاری طرف سے ہوگا اور میں تمہیں مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ اِنْ شَآءَ اللہ عنقریب تم مجھے نیکوں میں سے پاؤ گے۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے جواب دیا:

ذٰلِكَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكَؕ اَیَّمَا الْاَجَلَیْنِ قَضَیْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَیَّؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ [2]

ترجمہ: یہ میرے اور آپ کے درمیان (معاہدہ طے) ہے۔ میں ان دونوں میں سے جو بھی مدت پوری کردوں تو مجھ پر کوئی زیادتی نہیں ہوگی اور ہماری اس گفتگو پر اللہ نگہبان ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگرچہ سنت یہ ہے کہ پیغام نکاح لڑکے کی طرف سے ہو لیکن یہ بھی جائز ہے کہ لڑکی والوں کی طرف سے ہو۔ مزید یہ کہ لڑکی کے لئے مالدار لڑکا تلاش کرنے کی بجائے دیندار اور شریف لڑکا تلاش کیا

1...پ٢٠، القصص: ٢٧۔ 2...پ٢٠، القصص: ٢٨۔

جائے۔ جیسے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام مسافر تھے، مالدار نہ تھے، مگر آپ کی دین داری اور شرافت ملاحظہ فرما کر حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی صاحب زادی کا نکاح آپ سے کر دیا۔

صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ بظاہر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے بکریاں چروانا تھا، مگر درحقیقت ان کو اپنی صحبتِ پاک میں رکھ کر کلیم اللہ بننے کی صلاحیت پیدا کرنا تھا، لہٰذا یہ آیت صوفیاء کرام کے مجاہدہ وریاضت اور مرشد کے گھر رہ کر ان کی خدمت کرنے کی بڑی دلیل ہے۔

حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کی بکریوں کی نگہبانی:

جب معاہدہ مکمل ہو چکا تو حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی صاحب زادی کو حکم دیا کہ وہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو ایک عصا دیں جس سے وہ بکریوں کی نگہبانی کریں اور درندوں کو ان سے دور کریں۔ حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے کئی عصا موجود تھے، صاحب زادی کا ہاتھ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے عصاء پر پڑا جو آپ جنت سے لائے تھے اور انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام اس کے وارث ہوتے چلے آئے تھے، یہاں تک کہ وہ حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس پہنچا تھا۔ حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام نے یہ عصا حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو دے دیا۔[1]

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا نکاح اور سفر مصر:

جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے ملازمت کی مدت پوری کر دی تو حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام نے آپ کا نکاح اپنی بڑی صاحب زادی صفوراء سے کر دیا۔ پھر آپ نے حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام سے مصر کی طرف واپس جانے کی اجازت چاہی تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اجازت دے دی، چنانچہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اپنی زوجہ کو لے کر مصر کی طرف چلے۔ سفر کے دوران جب آپ ایک جنگل میں تھے، اندھیری رات تھی، سردی شدت کی پڑ رہی تھی اور راستہ گم ہو گیا تھا تو اس وقت آپ نے کوہِ طور کی طرف ایک آگ دیکھی، اسے دیکھ کر آپ نے اپنی گھر والی سے فرمایا:

اُمْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ[2]

ترجمہ: تم ٹھہرو، بیشک میں نے ایک آگ دیکھی ہے، شاید میں وہاں سے کچھ خبر لاؤں یا تمہارے لیے کوئی آگ کی چنگاری لاؤں تاکہ تم گرمی حاصل کرو۔

---

❶...خازن، القصص، تحت الآیۃ: ۲۸، ۳/۴۳۱، جلالین، القصص، تحت الآیۃ: ۲۸، ص۳۲۹، ملتقطاً۔ ❷...پ۲۰، القصص: ۲۹۔

کوہِ طور پر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو ندائے الٰہی:

جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اپنی زوجہ محترمہ کو اس جگہ چھوڑ کر آگ کے پاس آئے تو برکت والی جگہ میں میدان کے اس کنارے سے جو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے دائیں ہاتھ کی طرف تھا، ایک درخت سے انہیں ندا کی گئی:

یٰمُوْسٰۤى اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ[1]

ترجمہ: اے موسیٰ! بیشک میں ہی اللہ ہوں، سارے جہانوں کا پالنے والا ہوں۔

جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے سرسبز درخت میں آگ دیکھی تو جان لیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا یہ کسی کی قدرت نہیں اور یقیناً جو کلام انہوں نے سنا ہے اس کا متکلم اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ یہ بھی منقول ہے کہ یہ کلام حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے صرف اپنے مبارک کانوں ہی سے نہیں بلکہ اپنے جسمِ اقدس کے ہر ہر جزو سے سنا، اور جس درخت سے انہیں ندا کی گئی وہ عناب کا درخت تھا یا عوسج کا (جو کہ ایک خاردار درخت ہے اور اکثر جنگلوں میں ہوتا ہے۔)[2]

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو عطائے رسالت اور وحیِ الٰہی:

سورۂ طٰہٰ میں ہے:

فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِیَ یٰمُوْسٰى ﴿۱۱﴾ اِنِّیْۤ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۲﴾ وَ اَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰى ﴿۱۳﴾ اِنَّنِیْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ﴿۱۴﴾ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ اَكَادُ اُخْفِیْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى ﴿۱۵﴾ فَلَا یَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا یُؤْمِنُ بِهَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى[3]

ترجمہ: پھر وہ جب آگ کے پاس آئے تو ندا فرمائی گئی کہ اے موسیٰ۔ بیشک میں تیرا رب ہوں تو تو اپنے جوتے اتار دے بیشک تو پاک وادی طویٰ میں ہے۔ اور میں نے تجھے پسند کیا تو اب اسے غور سے سن جو وحی کی جاتی ہے۔ بیشک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری عبادت کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ۔ بیشک قیامت آنے والی ہے۔ قریب ہے کہ میں اسے چھپا رکھوں تاکہ ہر جان کو اس کی کوشش کا بدلہ دیا جائے۔ تو قیامت پر ایمان نہ لانے والا اور اپنی

---

❶...پ۲۰، القصص:۳۰۔ ❷... خازن، القصص، تحت الآیۃ:۳۰، ۳/۴۳۱-۴۳۲، ملتقطاً۔ ❸...پ۱۶، طٰہٰ:۱۱-۱۶۔

خواہش کی پیروی کرنے والا ہرگز تجھے اس کے ماننے سے باز نہ رکھے ورنہ تو ہلاک ہوجائے گا۔

یہاں آخری آیت میں خطاب بظاہر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے ہے اور اس سے مراد آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی اُمت ہے۔یعنی گویا کہ ارشاد فرمایا کہ اے امتِ موسیٰ! قیامت کا منکر اور خواہش کا بندہ تجھے قیامت پر ایمان سے باز نہ رکھے ورنہ تو ہلاک ہوجائے گا۔[1]

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے سوال اور ان کا جواب:

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمایا:

وَمَا تِلْكَ بِیَمِیْنِكَ یٰمُوْسٰى[2]

ترجمہ: اور اے موسیٰ! یہ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟

اس سوال کی حکمت یہ ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اپنے عصا کو دیکھ لیں اور یہ بات دل میں خوب راسخ ہوجائے کہ یہ عصا ہے تاکہ جس وقت وہ سانپ کی شکل میں ہو تو آپ کے خاطر مبارک پر کوئی پریشانی نہ ہو، یا یہ حکمت ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو مانوس کیا جائے تاکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کلام کی ہیبت کا اثر کم ہو۔[3] معلوم ہوا کہ سوال ہمیشہ پوچھنے والے کی لاعلمی کی بنا پر نہیں ہوتا بلکہ اس میں کچھ اور بھی حکمتیں ہوتی ہیں۔ اسی لئے حضور پُرنور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا کسی سے کچھ پوچھنا حضور انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بے خبر ہونے کی دلیل نہیں۔

آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی:

هِیَ عَصَایَۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَیْهَا وَ اَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِیْ وَلِیَ فِیْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى[4]

ترجمہ: یہ میرا عصا ہے میں اس پر تکیہ لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور میری اس میں اور بھی کئی ضرورتیں ہیں۔

یاد رہے کہ سوال کے جواب میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا اپنے عصا کے فوائد بھی بیان کرنا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر کے طور پر تھا۔[5]

---

❶...مدارک، طہ، تحت الآیۃ:۱۶، ص۶۸۸۔ ❷...پ۱۶، طہ:۱۷۔ ❸...مدارک، طہ، تحت الآیۃ:۱۷، ص۶۸۸۔ ❹...پ۱۶، طہ:۱۸۔
❺...مدارک، طہ، تحت الآیۃ:۱۸، ص۶۸۸۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو عطائے معجزات:

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! اس عصا کو زمین پر ڈال دو تا کہ تم اس کی شان دیکھ سکو۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے عصا زمین پر ڈال دیا تو وہ اچانک سانپ بن کر تیزی سے دوڑنے لگا اور اپنے راستے میں آنے والی ہر چیز کو کھانے لگا۔ یہ حال دیکھ کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو (طبعی طور پر) خوف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے ارشاد فرمایا: اسے پکڑ لو اور ڈرو نہیں، ہم اسے دوبارہ پہلی حالت پر لوٹا دیں گے۔ یہ سنتے ہی حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا خوف جاتا رہا، حتّٰی کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنا دستِ مبارک اس کے منہ میں ڈال دیا اور وہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے ہاتھ لگاتے ہی پہلے کی طرح عصا بن گیا۔[1]

سورۂ طٰہٰ میں ہے:

قَالَ اَلْقِهَا یٰمُوْسٰى ﴿۱۹﴾ فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِیَ حَیَّةٌ تَسْعٰى ﴿۲۰﴾ قَالَ خُذْهَا وَ لَا تَخَفْ سَنُعِیْدُهَا سِیْرَتَهَا الْاُوْلٰى[2]

ترجمہ: فرمایا: اے موسیٰ اسے ڈال دو۔ تو موسیٰ نے اسے (نیچے) ڈال دیا تو اچانک وہ سانپ بن گیا جو دوڑ رہا تھا۔ (اللہ نے) فرمایا: اسے پکڑ لو اور ڈرو نہیں، ہم اسے دوبارہ اس کی پہلی حالت پر لوٹا دیں گے۔

سورۂ قصص میں ہے:

وَ اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّ لَمْ یُعَقِّبْ یٰمُوْسٰۤى اَقْبِلْ وَ لَا تَخَفْ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ[3]

ترجمہ: اور یہ کہ تم اپنا عصا ڈال دو تو جب اسے لہراتا ہوا دیکھا گویا کہ سانپ ہے تو حضرت موسیٰ پیٹھ پھیر کر چلے اور مڑ کر نہ دیکھا۔ (ہم نے فرمایا:) اے موسیٰ! سامنے آؤ اور نہ ڈرو، بیشک تم امن والوں میں سے ہو۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے مزید فرمایا گیا: اپنا ہاتھ اپنی قمیص کے گریبان میں ڈال کر نکالو تو وہ کسی مرض کے

1 ... خازن، طٰہٰ، تحت الآیۃ: ۱۹-۲۱، ۳/۲۵۱-۲۵۲، مدارک، طٰہٰ، تحت الآیۃ: ۱۹-۲۱، ص۶۸۹، ملتقطاً۔
2 ... پ۱۶، طٰہٰ: ۱۹-۲۱۔
3 ... پ۲۰، القصص: ۳۱۔

بغیر سفید اور چمکتا ہوا نکلے گا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنا دستِ مبارک گریبان میں ڈال کر نکالا تو ویسا ہی چمک دار نکلا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا: اور خوف دور کرنے کے لئے اپنا ہاتھ اپنے ساتھ ملالو تا کہ ہاتھ اپنی اصلی حالت پر آئے اور خوف دور ہو جائے۔

سورۂ طٰہٰ میں ہے:

وَ اضْمُمْ یَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ اٰیَةً اُخْرٰىۙ(۲۲) لِنُرِیَكَ مِنْ اٰیٰتِنَا الْكُبْرٰى(1)

ترجمہ: اور اپنے ہاتھ کو اپنے بازو سے ملاؤ، بغیر کسی مرض کے خوب سفید ہو کر، ایک اور معجزہ بن کر نکلے گا۔ تاکہ ہم تجھے اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔

اور سورۂ قصص میں ہے:

اُسْلُكْ یَدَكَ فِیْ جَیْبِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ٘ وَّ اضْمُمْ اِلَیْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَاۡىٕهٖؕ-اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ(2)

ترجمہ: اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالو تو وہ بغیر کسی مرض کے سفید چمکتا ہوا نکلے گا اور خوف دور کرنے کیلئے اپنا ہاتھ اپنے ساتھ ملالو تو تیرے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف یہ دو بڑی دلیلیں ہیں، بیشک وہ نافرمان لوگ ہیں۔

یہاں جس خوف کا ذکر ہوا اس کے سبب کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ ہاتھ کی چمک دیکھ کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے دل میں خوف پیدا ہوا اور اس خوف کو دور کرنے کے لئے یہ طریقہ ارشاد فرمایا گیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے وہی خوف مراد ہے جو سانپ کو دیکھنے سے پیدا ہوا تھا، اسے آیت میں بیان کئے گئے طریقے سے دور کیا گیا۔

فرعون کی طرف جانے کا حکم:

عطائے معجزات کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے ارشاد فرمایا:

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى(3)

ترجمہ: فرعون کے پاس جاؤ، بیشک وہ سرکش ہو گیا ہے۔

---

❶...پ۱۶، طٰہٰ: ۲۲، ۲۳۔ ❷...پ۲۰، القصص: ۳۲۔ ❸...پ۱۶، طٰہٰ: ۲۴۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

اِذْهَبْ اَنْتَ وَ اَخُوْكَ بِاٰیٰتِیْ وَ لَا تَنِیَا فِیْ ذِكْرِیْ ﴿۴۲﴾ اِذْهَبَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى [1]

ترجمہ: تم اور تمہارا بھائی دونوں میری نشانیاں لے کر جاؤ اور میری یاد میں سستی نہ کرنا۔ دونوں فرعون کی طرف جاؤ بیشک اس نے سرکشی کی ہے۔

یہاں ایک اہم بات قابل توجہ ہے کہ حقیقت میں تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو فرعون اور اس کے تمام ماننے والوں کی طرف بھیجا گیا تھا البتہ فرعون کے خاص ذکر کی وجہ یہ ہے کہ اس نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور کفر میں حد سے گزر گیا تھا۔ [2]

فرعون کو تبلیغ میں نرمی کی ہدایت:

مزید نرمی کے ساتھ نصیحت کرنے کی ہدایت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّهٗ یَتَذَكَّرُ اَوْ یَخْشٰى [3]

ترجمہ: تو تم اس سے نرم بات کہنا اس امید پر کہ شاید وہ نصیحت قبول کرلے یا ڈر جائے۔

بعض مفسرین کے نزدیک فرعون کے ساتھ نرمی کا حکم اس لئے تھا کہ اس نے بچپن میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی خدمت کی تھی اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ نرمی سے مراد یہ ہے کہ آپ اس سے وعدہ کریں کہ اگر وہ ایمان قبول کرے گا تو تمام عمر جوان رہے گا کبھی بڑھاپا نہ آئے گا، مرتے دم تک اس کی سلطنت باقی رہے گی، کھانے پینے اور نکاح کی لذتیں تادمِ مرگ باقی رہیں گی اور مرنے کے بعد جنت میں داخلہ نصیب ہوگا۔ [4]

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی درخواست:

جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو سرکش فرعون کی طرف جانے کا حکم دیا گیا اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام جان گئے کہ انہیں ایک ایسے عظیم کام کا پابند کیا گیا ہے جس کے لئے سینہ کشادہ ہونے کی حاجت ہے تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی:

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ﴿۲۵﴾ وَ یَسِّرْ لِیْۤ اَمْرِیْ ﴿۲۶﴾

ترجمہ: اے میرے رب! میرے لیے میرا سینہ

---

❶...پ۱۶، طٰہٰ: ۴۲، ۴۳۔ ❷...خازن، طٰہٰ، تحت الآیۃ: ۴۴، ۳/ ۲۵۲۔ ❸...پ۱۶، طٰہٰ: ۴۴۔ ❹...خازن، طٰہٰ، تحت الآیۃ: ۴۴، ۳/ ۲۵۴۔

وَ احْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ ﴿۲۷﴾ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ [1]

کھول دے۔ اور میرے لیے میرا کام آسان فرمادے۔ اور میری زبان کی گرہ کھول دے۔ تاکہ وہ میری بات سمجھیں۔

مزید عرض کی:

وَ اجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ اَخِی ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِیْ ﴿۳۱﴾ وَ اَشْرِكْهُ فِیْۤ اَمْرِیْ ﴿۳۲﴾ كَیْ نُسَبِّحَكَ كَثِیْرًا ﴿۳۳﴾ وَّ نَذْكُرَكَ كَثِیْرًا ﴿۳۴﴾ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِیْرًا [2]

ترجمہ: اور میرے لیے میرے گھر والوں میں سے ایک وزیر کردے۔ میرے بھائی ہارون کو۔ اس کے ذریعے میری کمر مضبوط فرما۔ اور اسے میرے کام میں شریک کردے۔ تاکہ ہم بکثرت تیری پاکی بیان کریں۔ اور بکثرت تیرا ذکر کریں۔ بیشک تو ہمیں دیکھ رہا ہے۔

حضرت موسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام کی درخواست کی قبولیت:

حضرت موسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام کی اس درخواست پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَكَ یٰمُوْسٰی [3]

ترجمہ: اے موسیٰ! تیرا سوال تجھے عطا کردیا گیا۔

بارگاہِ الٰہی میں مزید عرض:

حضرت موسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام نے مزید عرض کی:

رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾ وَ اَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً یُّصَدِّقُنِیْۤ ٘ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ [4]

ترجمہ: اے میرے رب! میں نے ان میں سے ایک شخص کو قتل کردیا تھا تو مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے قتل کردیں گے۔ اور میرا بھائی ہارون اس کی زبان مجھ سے زیادہ صاف ہے تو اسے میری مدد کے لیے رسول بنا تاکہ وہ میری تصدیق کرے، بیشک مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندوں کی مدد لینا انبیاء کرام عَلَیْهِمُ السَّلَام کی سنت ہے جیسے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام نے حضرت

---

1 ...پ۱۶، طٰہٰ: ۲۵-۲۸۔ 2 ...پ۱۶، طٰہٰ: ۲۹-۳۵۔ 3 ...پ۱۶، طٰہٰ: ۳۶۔ 4 ...پ۲۰، القصص: ۳۳، ۳۴۔

ہارون عَلَیْہِ السَّلَام کی مدد لی۔

عرضِ موسیٰ کی قبولیت:

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی عرض قبول کی اور ان سے ارشاد فرمایا:

سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚ بِاٰيٰتِنَاۤ ۚ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ [1]

ترجمہ: عنقریب ہم تیرے بازو کو تیرے بھائی کے ذریعے قوت دیں گے اور تم دونوں کو غلبہ عطا فرمائیں گے تو وہ ہماری نشانیوں کے سبب تم دونوں کا کچھ نقصان نہ کر سکیں گے۔ تم دونوں اور تمہاری پیروی کرنے والے غالب آئیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی دعا کی بہت عظمت ہے جیسے حضرت ہارون عَلَیْہِ السَّلَام کی نبوت میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا کا اثر بھی ہے۔ البتہ یاد رہے کہ نبوت اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تشریف آوری کے بعد اب قیامت تک کسی کو نبوت نہیں مل سکتی کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آخری نبی ہیں اور آپ کی آمد پر اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ ختم فرما دیا ہے، البتہ اب بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے مقرب بندوں کی دعا سے ولایت، علم، اولاد اور سلطنت مل سکتی ہے۔

سورۂ شعراء میں مزید ہے:

وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰۤى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰﴾ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا يَتَّقُوْنَ ﴿۱۱﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۱۲﴾ وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۱۴﴾ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَاۤ اِنَّا مَعَكُمْ

ترجمہ: اور یاد کرو جب تمہارے رب نے موسیٰ کو ندا فرمائی کہ ظالم لوگوں کے پاس جاؤ۔ جو فرعون کی قوم ہے، کیا وہ نہیں ڈریں گے؟ عرض کی: اے میرے رب! میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔ اور میرا سینہ تنگ ہوگا اور میری زبان نہیں چلتی تو تُو ہارون کو بھی رسول بنادے۔ اور ان کا مجھ پر ایک الزام ہے تو میں

[1] ...پ۲۰، القصص: ۳۵۔

مُّسْتَمِعُوْنَ ۟(1) ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ مجھے قتل نہ کر دیں۔ (اللہ نے) فرمایا: ہرگز نہیں، تم دونوں ہمارے معجزات لے کر جاؤ، ہم تمہارے ساتھ ہیں، خوب سننے والے ہیں۔

اسی طرح یہ واقعہ سورۂ نمل، آیت 7 تا 14 میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

درس ونصیحت

عورت کا اصلی حسن شرم وحیا ہے: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو بلانے کے لیے آنے والی دخترِ شعیب کی شرم وحیا کا بطورِ خاص ذکر فرمایا، کیونکہ شرم وحیا اور پردے کا خیال رکھنا پچھلے زمانوں میں بھی شریف لوگوں کی خاص علامت رہا ہے۔ قرآن مجید کے اس درسِ حیا میں ان عورتوں کے لئے نصیحت ہے جو بے پردہ، سڑکوں، بازاروں اور دوکانوں پر پھرتی ہیں، سج دھج کر دفتروں میں مردوں کے ساتھ کام کرتی ہیں۔ یاد رکھیں کہ قرآن وحدیث کی تعلیم شرم وحیا ہے۔

دین کی تبلیغ میں نرمی چاہئے: اللہ تعالیٰ نے سرکش فرعون کی طرف حضرت موسیٰ وہارون عَلَیْہِمَا السَّلَام کو بھیجتے وقت انہیں نرمی کے ساتھ تبلیغ کرنے کی ہدایت فرمائی، اس سے معلوم ہوا کہ دین کی تبلیغ نرمی کے ساتھ کرنی چاہیے اور تبلیغ کرنے والے کو چاہیے کہ وہ پیار محبت سے نصیحت کرے کیونکہ اس طریقے سے کی گئی نصیحت سے یہ امید ہوتی ہے کہ سامنے والا نصیحت قبول کر لے اور اپنے معاملے میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرے۔

باب:4

فرعون کو تبلیغ اور اس پر عذاب

فرعون اور اس کی قوم کے گناہ:

فرعون اور اس کی قوم کے لوگ طرح طرح کے گناہوں اور جرائم میں مبتلا تھے، یہاں ان کی ایک مختصر فہرست ملاحظہ ہو،

(1) کفر وشرک،

(1)...پ۱۹، الشعراء: ۱۰-۱۵۔

(2)خدائی کا دعویٰ کرنا،

(4،3)تکبر و سرکشی کے کاموں میں حد سے بڑھنا۔

(5)لوگوں سے زبردستی مشقت والے کام کروانا۔

(6)ظلم وفساد،

(7)طرح طرح کی اذیتیں دے کر لوگوں کو ناحق قتل کرنا،

(8)جادو کرنا اور اسے سیکھنا سکھانا،

(10،9)بد فالی لینا، کاہنوں اور نجومیوں کی تصدیق کرنا۔

(11)حضرت موسیٰ و ہارون عَلَيْهِمَا السَّلَام اور ان پر ایمان لانے والوں سے دشمنی رکھنا اور انہیں حقیر جاننا۔

(13،12)لمبی امیدیں باندھنا اور آخرت کا انکار کرنا۔

(15،14)خود پسندی میں مبتلا ہونا اور دوسروں کو حقیر جاننا۔

(16)منصب، قوت اور صحت و عافیت پر مغرور ہونا۔

(18،17)عہد توڑنا اور احسان جتانا۔

(19)اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہونا۔

(21،20)بنی اسرائیل کو عبادت گاہ میں نماز سے روکنا اور ان کی عبادت گاہوں کو ویران و برباد کرنا۔

(23،22)گناہوں پر قائم رہنا اور حضرت موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام کے معجزات سے نصیحت حاصل نہ کرنا۔[1]

فرعون کو تبلیغِ رسالت اور اس کا احسان جتانا:

اللہ تعالیٰ کا حکم پا کر حضرت موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام مصر کی طرف روانہ ہوئے، آپ عَلَيْهِ السَّلَام اُون کا جبہ پہنے ہوئے تھے، دستِ مبارک میں عصا تھا، اس کے سرے میں زنبیل لٹکی ہوئی تھی جس میں سفر کا توشہ تھا۔ اس شان سے آپ عَلَيْهِ السَّلَام مصر میں پہنچ کر اپنے مکان میں داخل ہوئے۔ حضرت ہارون عَلَيْهِ السَّلَام وہیں تھے، آپ نے انہیں خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر فرعون کی طرف بھیجا ہے اور آپ کو بھی رسول بنایا ہے کہ فرعون کو خدا کی طرف دعوت دو۔ یہ

[1]...حسن التنبہ، ۷/ ۱۶۰-۲۴۴، ملخصاً۔

سن کر آپ کی والدہ صاحبہ گھبرائیں اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے کہنے لگیں کہ فرعون تمہیں قتل کرنے کے لئے تمہاری تلاش میں ہے، جب تم اس کے پاس جاؤ گے تو وہ تمہیں قتل کر دے گا۔ لیکن حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام حکمِ الٰہی پر عمل کے لئے ہارون عَلَیْہِ السَّلَام کو ساتھ لے کر فرعون کے ہاں پہنچے۔ فرعون کو خبر دی گئی اور صبح کے وقت آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو بلا لیا گیا۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اس کے پاس پہنچ کر اپنی رسالت کے بارے میں بتایا اور فرعون کے پاس جو حکم پہنچانے پر آپ عَلَیْہِ السَّلَام مامور کئے گئے تھے وہ پہنچایا۔ فرعون نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو پہچان لیا کیونکہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام اسی کے گھر میں پلے بڑھے تھے۔ اس نے احسان جتاتے ہوئے آپ سے کہا: [1]

اَلَمْ نُرَبِّكَ فِیْنَا وَلِیْدًا وَّلَبِثْتَ فِیْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِیْنَ [2]

ترجمہ: کیا ہم نے تمہیں اپنے ہاں بچپن میں نہ پالا؟ اور تم نے ہمارے یہاں اپنی عمر کے کئی سال گزارے۔

مفسرین فرماتے ہیں: حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرعون کے محل میں تیس سال گزارے اور اس زمانے میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام بادشاہ کے عمدہ لباس پہنتے، اس کی سواریوں میں سوار ہوتے اور اس کے فرزند کے طور پر مشہور تھے۔ [3]

فرعون نے مزید کہا:

وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِیْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ [4]

ترجمہ: اور تم نے اپنا وہ کام کیا جو تم نے کیا اور تم شکریہ ادا کرنے والوں میں سے نہیں ہو۔

یعنی اے موسیٰ! تم نے ہمارے احسانات کے باوجود قبطی کو قتل کیا اور تم ناشکرے ہو کہ تم نے ہمارے احسانات کی شکر گزاری نہ کی اور ہمارا ہی ایک آدمی قتل کر دیا۔ [5]

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا جواب:

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرعون سے فرمایا:

فَعَلْتُهَاۤ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ ﴿۲۰﴾ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِیْ رَبِّیْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ [6]

ترجمہ: میں نے وہ کام اس وقت کیا تھا جبکہ مجھے راہ کی خبر نہ تھی۔ پھر جب میں نے تم لوگوں سے ڈر محسوس کیا تو میں تمہارے پاس سے نکل گیا تو میرے رب نے

❶...خازن، الشعراء، تحت الآیۃ: ۱۷، ۳/۳۸۳-۳۸۴، ملتقطاً۔ ❷...پ۱۹، الشعراء: ۱۸۔ ❸...جلالین، الشعراء، تحت الآیۃ: ۱۸، ص۳۱۰۔
❹...پ۱۹، الشعراء: ۱۹۔ ❺...خازن، الشعراء، تحت الآیۃ: ۱۹، ۳/۳۸۴، ملخصاً۔ ❻...پ۱۹، الشعراء: ۲۰، ۲۱۔

مجھے حکمت عطا فرمائی اور مجھے رسولوں میں سے کر دیا۔

یعنی میں نے قبطی والا وہ کام اس وقت کیا تھا جب میں نہ جانتا تھا کہ گھونسہ مارنے سے وہ شخص مر جائے گا کیونکہ میرا اُس قِبطی کو مارنا اُسے ظلم سے روکنے اور ادب سکھانے کے لئے تھا، قتل کرنے کے لئے نہیں۔ پھر جب میں نے تم لوگوں سے ڈر محسوس کیا کہ اس کے بدلے تم مجھے قتل کر دو گے تو میں تمہارے پاس سے مدین شہر کی طرف نکل گیا اور مدین سے مصر آتے وقت کوہِ طور کے پاس مجھے میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے حکم عطا فرمایا اور مجھے رسالت کا منصب عطا فرمایا۔ اوپر آیت میں "حکم" سے نبوت یا علم مراد ہے۔[1]

احسان جتانے کا جواب:

فرعون نے جو احسان جتایا تھا اس کے جواب میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا:

وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ أَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيٓ إِسْرَآءِيْلَ [2]

ترجمہ: اور یہ کون سی نعمت ہے جس کا تو مجھ پر احسان جتا رہا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا کر رکھا۔

یعنی اس میں تیرا کیا احسان ہے کہ تم نے میری تربیت کی، بچپن میں مجھے اپنے پاس رکھا، کھلایا اور پہنایا۔ اپنے گھر میں پرورش پانے کی بجائے تیرے ہاں رہنے کا سبب تو یہی ہوا کہ تو نے (میری قوم) بنی اسرائیل کو غلام بنایا اور اُن کے بچوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ تیرے اس ظلم کی وجہ سے میرے والدین میری پرورش نہ کر سکے اور مجھے دریا میں ڈالنے پر مجبور ہوئے، اگر تو ایسا نہ کرتا تو میں اپنے والدین کے پاس ہی رہتا، اس لئے یہ بات اس قابل ہی نہیں کہ اس کا احسان جتایا جائے۔[3] اسے دوسرے الفاظ میں یوں سمجھ لیں کہ کوئی شخص کسی بچے کے باپ کو قتل کر کے بچہ گود میں لے اور اس کی پرورش کرے پھر بڑا ہونے پر اسے احسان جتلائے کہ بیٹا تو یتیم ولاوارث تھا میں نے تجھ پر احسان کیا اور تجھے پال پوس کر بڑا کیا، تو اس کے جواب میں وہ بچہ کیا کہے گا؟ وہ یہی کہے گا کہ اپنا احسان اپنے پاس سنبھال کر رکھ۔ مجھے پالنا تو تجھے یاد ہے لیکن یہ تو بتا کہ مجھے یتیم ولاوارث بنایا کس نے تھا؟

فرعون کا رَبُّ العالمین سے متعلق مکالمہ:

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی اس تقریر سے فرعون لاجواب ہو گیا تو اس نے یہ گفتگو چھوڑ کر دوسری بات شروع

1... خازن، الشعراء، تحت الآیۃ: ۲۰-۲۱، ۳/۳۸۴، مدارک، الشعراء، تحت الآیۃ: ۲۰-۲۱، ص۸۱٦، ملتقطاً۔ 2... پ۱۹، الشعراء: ۲۲۔

3... روح البیان، الشعراء، تحت الآیۃ: ۲۲، ٦/۲٦۸، ملخصاً۔

کردی اور کہا:

وَ مَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ (1) **ترجمہ:** اور سارے جہان کا رب کیا چیز ہے؟

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے جواب دیا:

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَاؕ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ (2) **ترجمہ:** آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے وہ سب کا رب ہے، اگر تم یقین کرنے والے ہو۔

ہو سکتا ہے کہ فرعون نے اللہ تعالیٰ کی جنس و ماہیت کے متعلق سوال کیا ہو لیکن حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اس کے سوال پر اللہ تعالیٰ کے افعال اور اس کی قدرت کے وہ آثار ذکر فرمائے جن کی مثل لانے سے مخلوق عاجز ہے، چنانچہ فرمایا کہ سارے جہان کا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے، ان سب کو پیدا کرنے والا ہے، اگر تم لوگ اشیاء کو دلیل سے جاننے کی صلاحیت رکھتے ہو تو ان چیزوں کی پیدائش اُس کے وجود کی کافی دلیل ہے۔ اس مفہوم کے اعتبار سے آیت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہر شخص سے اس کے لائق گفتگو کرنی چاہیے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق کلام کریں۔ (3)

بعض مفسرین کے نزدیک فرعون کا سوال اللہ تعالیٰ کی صفت کے بارے میں تھا اس لئے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے یہاں جو جواب دیا وہ فرعون کے سوال کے مطابق ہے۔ (4)

فرعون کے آس پاس اس کی قوم کے سرداروں میں سے پانچ سو شخص زیوروں سے آراستہ زریں کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا جواب سن کر تعجب کرتے ہوئے فرعون نے ان سے کہا:

اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ (5) **ترجمہ:** کیا تم غور سے نہیں سن رہے؟

اس کا مطلب یہ تھا کہ میں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے سارے جہان کے رب کی ماہیت پوچھی ہے اور یہ اِس کے جواب میں اُس کے افعال اور آثار بتا رہے ہیں اور بعض مفسرین کے نزدیک فرعون کا یہ کہنا اس معنی میں تھا کہ وہ لوگ آسمان اور زمین کو قدیم سمجھتے اور ان کے حادث ہونے کا انکار کرتے تھے اور مطلب یہ تھا کہ جب یہ چیزیں قدیم ہیں تو

---

(1)...پ۱۹، الشعراء: ۲۳۔ (2)...پ۱۹، الشعراء: ۲۴۔ (3)...فردوس الاخبار، باب الالف، ۱/۲۲۹، حدیث: ۱۶۱۴۔
(4)...مدارک، الشعراء، تحت الآیۃ: ۲۴، ص۸۱۷، ملتقطاً۔ (5)...پ۱۹، الشعراء: ۲۵۔

ان کے لئے ربّ کی کیا حاجت ہے۔یہ صورت حال دیکھ کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان چیزوں سے استدلال پیش کرنے کی ضرورت محسوس فرمائی جن کا حادث ہونا اور فنا ہو جانا ان کے مشاہدہ میں آ چکا تھا، چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا:

رَبُّكُمْ وَ رَبُّ اٰبَآىٕكُمُ الْاَوَّلِیْنَ [1]

ترجمہ: وہ تمہارا رب ہے اور تمہارے پہلے باپ داداؤں کا رب ہے۔

یعنی اگر تم آسمان وزمین کے رب اور مالک ہونے کی دلیل سے نہیں سمجھ پا رہے تو خود اپنے وجود میں غور کرلو۔ تم اپنے آپ کے بارے میں تو جانتے ہو کہ پیدا ہوئے ہو اور اپنے باپ دادا کے بارے میں جانتے ہو کہ وہ فنا ہو گئے تو تمہاری اپنی پیدائش اور تمہارے باپ دادا کے فنا ہو جانے میں اس رب تعالیٰ کے وجود کا ثبوت موجود ہے جو پیدا کرنے والا اور فنا کر دینے والا ہے۔[2]

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا جواب سن کر فرعون نے کہا:

اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْۤ اُرْسِلَ اِلَیْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ [3]

ترجمہ: بیشک تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے ضرور دیوانہ ہے۔

یعنی (معاذ اللہ) تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے ضرور دیوانہ ہے کہ یہ سوال ہی نہیں سمجھ سکا تو اس کا جواب کیا دے گا۔ بعض مفسرین کے نزدیک فرعون نے یہ اس لئے کہا کہ وہ اپنے سوا کسی معبود کے وجود کا قائل نہ تھا اور جو اس کے معبود ہونے کا اعتقاد نہ رکھے اسے وہ خارج از عقل کہتا تھا اور حقیقۃً اس طرح کی گفتگو آدمی کی زبان پر اس وقت آتی ہے جب وہ عاجز ہو چکا ہو، لیکن حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے ہدایت کے فریضہ کو علیٰ وجہ الکمال ادا کیا اور اس کی اِس تمام لایعنی گفتگو کے باوجود اپنے مقصود یعنی دعوتِ توحید ہی کی طرف متوجہ رہے اور فرمایا:

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ مَا بَیْنَهُمَاؕ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ [4]

ترجمہ: وہ مشرق اور مغرب اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے اگر تمہیں عقل ہو۔

یعنی سارے جہان کا رب وہ ہے جو مشرق و مغرب اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے، اگر تمہیں

---

❶...پ۱۹، الشعراء:۲۶۔ ❷... خازن، الشعراء، تحت الآیۃ:۲۵-۲۶، ۳/۳۸۵، مدارک، الشعراء، تحت الآیۃ:۲۵-۲۶، ص۸۱۷، ملتقطاً۔

❸...پ۱۹، الشعراء:۲۷۔ ❹...پ۱۹، الشعراء:۲۸۔

عقل ہو تو جوبات میں نے بیان کی اس سے اللہ تعالیٰ کے وجود پر استدلال کرسکتے ہو کیونکہ مشرق سے سورج کو طلوع کرنا اور مغرب میں غروب ہوجانا اور سال کی فصلوں میں ایک معین حساب پر چلنا، ہواؤں اور بارشوں وغیرہ کے نظام یہ سب اس کے وجود وقدرت پر دلالت کرتے ہیں۔[1]

فرعون کو تبلیغ اور اس سے مکالمہ کا ذکر سورۂ طٰہٰ، آیت 47 تا 53 میں بھی کیا گیا ہے۔

فرعون کی دھمکی:

حضرت موسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام کا جواب سن کر فرعون حیران رہ گیا اور اس کے پاس قدرتِ الٰہی کے آثار کا انکار کرنے کی کوئی صورت باقی نہ رہی، جب اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو اس نے کہا:

لَىٕنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَیْرِیْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِیْنَ[2]

ترجمہ: (اے موسیٰ!) اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں ضرور تمہیں قید کردوں گا۔

فرعون کی قید قتل سے بدتر تھی، اس کا جیل خانہ تنگ و تاریک اور گہرا گڑھا تھا جس میں بندے کو اکیلا ڈال دیتا، نہ وہاں کوئی آواز سنائی دیتی اور نہ کچھ نظر آتا تھا۔[3]

حضرت موسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام کا جواب اور فرعون کا مطالبہ:

دھمکی سن کر حضرت موسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام نے فرعون سے فرمایا:

اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَیْءٍ مُّبِیْنٍ[4]

ترجمہ: کیا اگرچہ میں تیرے پاس کوئی روشن چیز لے آؤں۔

یعنی کیا تو مجھے قید کردے گا اگرچہ میں تیرے پاس حق و باطل میں فرق واضح کرنے والا کوئی معجزہ لے کر آؤں اور یہ معجزہ میری حقانیت ورسالت کی دلیل ہو۔ اس پر فرعون نے کہا:

فَاْتِ بِهٖۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ[5]

ترجمہ: (اے موسیٰ!) اگر تم سچوں میں سے ہو تو وہ نشانی لے آؤ۔

---

❶... ابو سعود، الشعراء، تحت الآیۃ: ۲۸، ۴/ ۱٦۰، مدارک، الشعراء، تحت الآیۃ: ۲۸، ص۸۱۷، ملتقطاً۔ ❷... پ۱۹، الشعراء: ۲۹۔
❸... مدارک، الشعراء، تحت الآیۃ: ۲۹، ص۸۱۸۔ ❹... پ۱۹، الشعراء: ۳۰۔ ❺... پ۱۹، الشعراء: ۳۱۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے معجزات کا ظہور:

فرعون کے نشانی طلب کرنے پر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا تو اچانک وہ بالکل واضح ایک بہت بڑا سانپ بن گیا اور فرعون کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا: اے موسیٰ! عَلَیْہِ السَّلَام، مجھے جو چاہے حکم دیجئے۔

تفسیر صاوی میں ہے: جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنا عصا نیچے رکھا تو وہ زرد رنگ کا ایک بال دار اژدہا بن گیا، اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان تقریباً ایک سو بیس فٹ کا فاصلہ تھا، وہ اپنی دم پر کھڑا ہو گیا، اس کا ایک جبڑا زمین پر تھا اور دوسرا جبڑا فرعون کے محل کی دیوار پر تھا، وہ اژدہا فرعون کو پکڑنے کے لئے دوڑا تو فرعون اپنا تخت چھوڑ کر بھاگ گیا۔[1] اور گھبرا کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے کہا: اس کی قسم جس نے تمہیں رسول بنایا، اسے پکڑلو۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اسے اپنے دستِ مبارک میں لیا تو وہ پہلے کی طرح عصا بن گیا۔ فرعون کہنے لگا: اس کے سوا اور بھی کوئی معجزہ ہے؟ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: ہاں! پھر آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو اچانک اس سے سورج کی سی شعاع ظاہر ہوئی جس سے دیکھنے والوں کی نگاہیں چکا چوند ہو گئیں۔[2]

قرآنِ پاک میں ہے:

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ ﭫ وَّ نَزَعَ یَدَهٗ فَاِذَا هِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ[3]

ترجمہ: تو موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا تو اچانک وہ بالکل واضح ایک بہت بڑا سانپ ہو گیا۔ اور اپنا ہاتھ نکالا تو اچانک وہ دیکھنے والوں کی نگاہ میں جگمگانے لگا۔

ان معجزات کا ذکر سورۂ اعراف، آیت 107، 108 میں بھی کیا گیا ہے۔

معجزات کو جادو اور دعوتِ توحید کو نئی بات کہنا:

ان نشانیوں کا مشاہدہ کرنے کے بعد سمجھنے کی بجائے فرعونیوں نے کہا:

مَا هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِیْۤ اٰبَآىٕنَا الْاَوَّلِیْنَ[4]

ترجمہ: یہ تو صرف ایک بناوٹی جادو ہے اور ہم نے اپنے اگلے باپ داداؤں میں یہ (بات کبھی) نہیں سنی۔

---

1 ... صاوی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۰۷، ۲/۶۹۷، ملخصاً۔

2 ... خازن، الشعراء، تحت الآیۃ: ۳۲-۳۳، ۳/۳۸۵، ملتقطاً۔

3 ... پ۱۹، الشعراء: ۳۲، ۳۳۔

4 ... پ۲۰، القصص: ۳۶۔

ان بد نصیبوں نے معجزات کا انکار کر دیا اور ان کو جادو بتایا اور اس کا سبب یہ بنا کہ اس زمانے میں جادو گر پائے جاتے تھے جو مختلف قسم کے حیرت انگیز کرتب دکھاتے تھے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا معجزہ دیکھ کر اُن کا ذہن جادو کی طرف چلا گیا حالانکہ یہاں دو باتوں کا نہایت واضح فرق تھا۔ ایک تو یہ کہ جو چیز حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے دکھائی تھی ویسی جادو گر کبھی نہ دکھا سکے اور دوسری بات کہ موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے پاکیزہ کردار اور جادو گروں کے گھناؤنے افعال و کردار میں زمین و آسمان کا فرق تھا اور یہی فرق جادو اور معجزہ میں فرق کرنے کے لئے کافی تھا۔ فرعونیوں کا حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے معجزے کو جادو کہنے کا مطلب یہ تھا کہ جس طرح جادو کی تمام اقسام باطل ہوتی ہیں اسی طرح (معاذ اللہ) یہ معجزات بھی ہیں۔

حضرتِ موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا جواب:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان کے جواب میں ارشاد فرمایا:

رَبِّیْۤ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِؕ-اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ [1]	**ترجمہ:** میرا رب خوب جانتا ہے جو اس کے پاس سے ہدایت لائے اور جس کے لیے آخرت کے گھر کا (اچھا) انجام ہوگا۔ بیشک ظالم کامیاب نہیں ہوں گے۔

یعنی میرا رب عَزَّوَجَلَّ اسے خوب جانتا ہے کہ کون ہم میں سے حق و ہدایت پر ہے اور کسے آخرت کا اچھا انجام نصیب ہوگا۔ اگر تمہارے گمان کے مطابق میرے دکھائے ہوئے معجزات جادو ہیں اور میں نے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے جھوٹ بولا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھے یہ کبھی عطا نہ فرماتا کیونکہ وہ غنی اور حکمت والا ہے اور اس کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی جھوٹے اور جادو گر کو رسول بنا کر بھیجے۔ [2]

فرعون کا سرداروں سے مشورہ:

دو نشانیاں دیکھنے کے بعد فرعون کی حالت یہ ہوئی کہ اسے اپنی خدائی کا دعویٰ بھول گیا اور وہ خوف کی وجہ سے تھر تھرانے لگا۔ اپنے گمان میں خود کو معبود اور لوگوں کو اپنا بندہ سمجھنے کے باوجود اپنے ارد گرد موجود سرداروں سے مشورہ مانگنے لگا حالانکہ جب وہ احمق خود کو خدا کہتا تھا تو عاجز ہو کر اور گھبرا کر دوسروں سے مشورہ مانگنے کی کیا حاجت تھی؟

---

❶ ...پ۲۰، القصص:۳۷۔ ❷ ...مدارک، القصص، تحت الآیۃ:۳۷، ص۸۷۰، ملخصاً۔

بہر حال سرداروں سے کہنے لگا:

اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ ﴿۳۴﴾ یُّرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ﳓ فَمَا ذَا تَاْمُرُوْنَ [1]	**ترجمہ**: بیشک یہ بڑے علم والا جادوگر ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں اپنے جادو کے زور سے تمہارے ملک سے نکال دے تو (اب) تم کیا مشورہ دیتے ہو؟

اس زمانے میں چونکہ جادو کا بہت رواج تھا اس لئے فرعون نے خیال کیا کہ یہ بات چل جائے گی اور اس کی قوم کے لوگ اس دھوکے میں آکر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے متنفر ہو جائیں گے اور ان کی بات قبول نہ کریں گے۔ [2] نیز یہاں فرعون کا جو طریقہ بیان ہوا، حقیقت میں یہ وہی طریقہ ہے جسے ہم سیاسی چالبازی کہتے ہیں کہ جھوٹا پروپیگنڈا کرکے کسی کو بدنام اور غیر مقبول کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ کوئی اس کی بات نہ سنے۔ فی زمانہ ہمارے معاشرے میں دنیوی اعتبار سے بڑے منصب والوں اور دینی اعتبار سے بڑے رتبے والی شخصیات کو اسی طریقے کے ذریعے بدنام کرنے کی بھرپور کوششیں کی جاتی ہیں تاکہ لوگ ان کی طرف مائل نہ ہوں اور دینی شخصیات کی صحبت و قرب اور ان کے وعظ و نصیحت سے محروم رہیں اور اس مقصد کے لئے پرنٹ، الیکٹرونک اور سوشل میڈیا کو بطور خاص استعمال اور بے حد پیسہ خرچ کیا جاتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے: جو شخص کسی مسلمان کو ذلیل کرنے کی غرض سے اس پر الزام عائد کرے تو اللہ تعالیٰ جہنم کے پل پر اسے روک لے گا یہاں تک کہ وہ اپنے کہنے کے مطابق عذاب پالے۔ [3] بہر حال فرعون نے بھی ویسا ہی نعرہ بلند کیا کہ موسیٰ کوئی پیغمبر نہیں بلکہ اقتدار کا طلب گار ہے جو تمہیں اپنے جادو کے زور پر اقتدار سے نکال کر خود قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ فرعون کے مشورہ طلب کرنے پر سرداروں نے کہا:

اَرْجِهْ وَ اَخَاهُ وَ ابْعَثْ فِی الْمَدَآىٕنِ حٰشِرِیْنَ ﴿۳۶﴾ یَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِیْمٍ [4]	**ترجمہ**: اسے اور اس کے بھائی کو مہلت دو اور شہروں میں جمع کرنے والے بھیجو۔ وہ تمہارے پاس ہر بڑے علم والے جادوگر کو لے آئیں گے۔

یعنی تم حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اور اس کے بھائی ہارون عَلَیْہِ السَّلَام کو مہلت دو اور جب تک ان کو جھوٹا ہونا

---

(1)...پ۱۹، الشعراء: ۳۴، ۳۵۔ (2)... مدارک، الشعراء، تحت الآیۃ: ۳۴-۳۵، ص۸۱۸، خازن، الشعراء، تحت الآیۃ: ۳۴-۳۵، ۳/۳۸۶، ملتقطاً۔

(3)... ابو داؤد، کتاب الادب، باب من ردّ عن مسلم غیبۃ، ۴/۳۵۴، حدیث: ۴۸۸۳۔ (4)...پ۱۹، الشعراء: ۳۶، ۳۷۔

ظاہر نہیں ہو جاتا اس وقت تک انہیں قتل کرنے میں جلدی نہ کرو تاکہ لوگ تمہارے بارے میں برا گمان نہ کریں اور تمہارے پاس انہیں قتل کرنے کا عذر بھی آجائے، اس کے لئے تم یوں کرو کہ مختلف شہروں میں اپنے کارندے بھیجو جو جادو گروں کو جمع کر کے تمہارے پاس لے آئیں اور ایسے جادو گر لائیں جو جادو کے علم میں (بقول اُن کے) حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے بڑھ کر ہوں اور وہ لوگ اپنے جادو سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے معجزات کا مقابلہ کریں تاکہ ان کے لئے کوئی حجت باقی نہ رہے اور فرعونیوں کو یہ کہنے کا موقع مل جائے کہ یہ کام جادو سے ہو جاتے ہیں، لہٰذا یہ نبوت کی دلیل نہیں ہیں۔[1]

فرعون کی طرف سے جادوگروں کے ساتھ مقابلے کی دعوت:

فرعون حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے معجزات دیکھ کر سمجھ تو گیا تھا کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام حق پر ہیں اور جادو گر نہیں ہیں کیونکہ اس کے ملک میں اس سے پہلے بھی کئی جادو گر موجود تھے جو خود اس کے ماتحت تھے اور کسی نے بھی کبھی نہ تو ایسا حیران کُن امر دکھایا تھا اور نہ ہی کبھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا لیکن پھر بھی اس نے کوشش کی کہ کسی طرح حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو شکست ہو جائے اور اس کی سلطنت بچ جائے، چنانچہ اس نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے کہا:

اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۵۷﴾ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَاۤ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى[2]

ترجمہ: اے موسیٰ! کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہمیں اپنے جادو کے ذریعے ہماری سرزمین سے نکال دو۔ تو ضرور ہم بھی تمہارے آگے ویسا ہی جادو لائیں گے تو ہمارے درمیان اور اپنے درمیان ایک وعدہ مقرر کرلو جس کی خلاف ورزی نہ ہم کریں اور نہ تم۔ ایسی جگہ جو برابر فاصلے پر ہو۔

برابر فاصلے پر جگہ سے مراد ایسی جگہ ہے جو ہموار ہو تاکہ لوگ آسانی کے ساتھ فریقین میں ہونے والا مقابلہ دیکھ سکیں۔

---

❶...روح البیان، الشعراء، تحت الآیۃ: ٣٦-٣٧، ٦/ ٢٧١-٢٧٢، ملخصاً۔ ❷...پ١٦، طٰہٰ: ٥٧، ٥٨۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا جواب:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرعون کو جواب دیتے ہوئے فرمایا:

مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَ اَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى [1]

ترجمہ: تمہارے وعدے کا وقت میلے کا دن ہے اور یہ کہ لوگ دن چڑھے جمع کرلئے جائیں۔

اس آیت میں ’’يَوْمُ الزِّيْنَةِ‘‘ سے فرعونیوں کا وہ میلہ مراد ہے جو ان کی عید تھی جس میں وہ بہت سج سنور کر جمع ہوتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ وہ دن عاشوراء یعنی دسویں محرم کا تھا۔ اس سال یہ تاریخ ہفتے کے دن واقع ہوئی تھی اور اس دن کو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اس لئے معین فرمایا کہ یہ دن ان کی شوکت کا دن تھا اور حق کے ظہور و غلبہ اور باطل کی رسوائی کے لئے ایسا ہی وقت مناسب ہے جب کہ اَطراف و جوانب کے تمام لوگ اکٹھے ہوں۔ [2]

جادوگروں کا اجتماع اور فرعون کی طرف سے اعلان:

جادوگروں کو فرعونیوں کی عید کے دن جمع کرلیا گیا اور اس مقابلے کے لئے چاشت کا وقت مقرر کیا گیا اور فرعون کی جانب سے لوگوں سے کہا گیا: تم بھی جمع ہو جاؤ تاکہ دیکھو کہ دونوں فریق کیا کرتے ہیں اور اُن میں سے کون غالب آتا ہے۔ شاید ہم ان جادوگروں ہی کی پیروی کریں اگر یہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر غالب ہو جائیں۔ اس سے ان کا مقصود جادوگروں کی پیروی کرنا نہ تھا بلکہ غرض یہ تھی کہ اس حیلے سے لوگوں کو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی پیروی کرنے سے روکیں۔ [3] نیز یہ بھی مقصود ہوسکتا ہے کہ لوگوں کو جادوگروں کی پیروی کا کہیں اور چونکہ خود جادوگر فرعون کے پیروکار تھے تو یوں لوگ فرعون ہی کے پیروکار بنیں گے۔

قرآنِ کریم میں ہے:

فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۳۸﴾ وَّ قِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿۳۹﴾ لَعَلَّنَا

ترجمہ: تو جادوگروں کو ایک مقرر دن کے وعدے پر جمع کرلیا گیا۔ اور لوگوں سے کہا گیا: کیا تم جمع

---

❶...پ۱۶،طٰہٰ:۵۹۔ ❷...خازن،طٰہٰ،تحت الآیۃ:۵۹، ۳/۲۵۶-۲۵۷؛ جمل،طٰہٰ،تحت الآیۃ:۵۹، ۵/۸۰، ملتقطاً۔

❸...مدارک، الشعراء، تحت الآیۃ:۳۸-۴۰، ص۸۱۹؛ خازن، الشعراء، تحت الآیۃ:۳۸-۴۰، ۳/۳۸۶، ملتقطاً۔

نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ [1] | ہو گے؟ شاید ہم ان جادو گروں ہی کی پیروی کریں اگر یہ غالب ہو جائیں۔

جادو گروں کا فرعون سے مطالبہ:

جب جادو گر فرعون کے پاس آئے تو انہوں نے فرعون سے کہا:

اَىٕنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ [2] | **ترجمہ:** کیا ہمارے لئے کوئی معاوضہ بھی ہے اگر ہم غالب ہو گئے۔

فرعون نے کہا کہ تمہیں مقربین میں شامل کر لیا جائے گا چنانچہ آیت میں ہے:

نَعَمْ وَ اِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ [3] | **ترجمہ:** ہاں اور اس وقت تم میرے نہایت قریبی لوگوں میں سے ہو جاؤ گے۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی جادو گروں کو نصیحت:

مقررہ دن فرعون بڑی شان و شوکت کے ساتھ اپنی فوج اور جادو گروں کے ساتھ میدان میں پہنچ گیا۔ جب جادو گر مقابلے کے لئے میدان میں اترے تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سے فرمایا:

وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى [4] | **ترجمہ:** تمہاری خرابی ہو، تم اللہ پر جھوٹ نہ باندھو ورنہ وہ تمہیں عذاب سے ہلاک کر دے گا اور بیشک وہ ناکام ہوا جس نے جھوٹ باندھا۔

جادو گروں کا باہمی مشورہ:

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا کلام سن کر جادو گروں کا آپس میں اختلاف ہو گیا، بعض کہنے لگے کہ یہ بھی ہماری طرح جادو گر ہیں، اور بعض نے کہا کہ یہ باتیں جادو گروں کی ہیں ہی نہیں، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے سے منع کر رہے ہیں۔ انہوں نے چھپ کر مشورہ کیا تاکہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو معلوم نہ چلے اور اس مشورے میں بعض جادو گر دوسروں سے کہنے لگے:

---

1 ...پ۱۹، الشعراء: ۳۸-۴۰۔ 2 ...پ۱۹، الشعراء: ۴۱۔ 3 ...پ۱۹، الشعراء: ۴۲۔ 4 ...پ۱۶، طٰہٰ: ۶۱۔

اِنْ هٰذٰىنِ لَسٰحِرٰنِ یُرِیْدٰنِ اَنْ یُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَ یَذْهَبَا بِطَرِیْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿۶۳﴾ فَاَجْمِعُوْا كَیْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَ قَدْ اَفْلَحَ الْیَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى (1)

ترجمہ: بیشک یہ دونوں یقیناً جادوگر ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں تمہاری سرزمین سے اپنے جادو کے زور سے نکال دیں اور تمہارا بہت شرف وبزرگی والا دین لے جائیں۔ تو تم اپنا داؤ جمع کرلو پھر صف باندھ کر آ جاؤ اور بیشک آج وہی کامیاب ہوگا جو غالب آئے گا۔

جادوگروں سے مقابلہ اور اس کا نتیجہ:

اس کے بعد جادوگروں نے صف بندی کر لی اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے کہا: کیا آپ پہلے اپنا عصا ڈالیں گے یا ہم اپنے جادو کا سامان ڈالیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: تمہیں جو سامان ڈالنا ہے وہ ڈال دو۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے جادوگروں سے یہ بات اس لئے فرمائی تاکہ اُن کے پاس جو کچھ جادو کے مکر وحیلے ہیں پہلے وہ سب ظاہر کرلیں اس کے بعد آپ عَلَیْہِ السَّلَام اپنا معجزہ دکھائیں اور جب حق باطل کو مٹائے اور معجزہ جادو کو باطل کر دے تو دیکھنے والوں کو بصیرت و عبرت حاصل ہو۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے کہنے پر جادوگروں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں زمین پر ڈال دیں اور کہنے لگے:

بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ (2)

ترجمہ: فرعون کی عزت کی قسم! بیشک ہم ہی غالب ہوں گے۔

جادوگروں نے فرعون کی عزت کی قسم اس لئے کھائی کہ انہیں اپنے غلبہ کا اطمینان تھا کیونکہ انہوں نے جادو کے انتہائی اونچے درجے کا عمل ظاہر کیا تھا۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے دیکھا کہ زمین سانپوں سے بھر گئی اور میدان میں سانپ ہی سانپ دوڑ رہے ہیں اور دیکھنے والے اس نظر بندی سے مَسحور ہو گئے اور بعض علماء کے بقول حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے انسانی فطرت کے مطابق اپنے دل میں اس بات کا خوف محسوس کیا کہیں وہ سانپ ان کی طرف ہی نہ آ جائیں اور بعض مفسرین کے مطابق حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے دل میں قوم کے حوالے سے خوف محسوس کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بعض لوگ معجزہ دیکھنے سے پہلے ہی اس نظر بندی کے گرویدہ ہو جائیں اور معجزہ نہ دیکھیں،

---

(1)...پ۱۶، طٰہٰ: ۶۳، ۶۴۔ (2)...پ۱۹، الشعراء: ۴۴۔

اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمایا:

لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿۶۸﴾ وَ اَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَیْدُ سٰحِرٍ ؕ وَ لَا یُفْلِحُ السّٰحِرُ حَیْثُ اَتٰى [1]

ترجمہ: ڈرو نہیں بیشک تم ہی غالب ہو۔ اور تم بھی اسے ڈال دو جو تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے وہ ان کی بنائی ہوئی چیزوں کو نگل جائے گا۔ بیشک جو انہوں نے بنایا ہے وہ تو صرف جادوگروں کا مکروفریب ہے اور جادوگر کامیاب نہیں ہوتا جہاں بھی آجائے۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا تو وہ اسی وقت بہت بڑا سانپ بن کر اُن رسیوں اور لاٹھیوں کو نگلنے لگا جو جادو کی وجہ سے اژدھے بن کر دوڑتے نظر آرہے تھے، جب وہ اُن سب کو نگل گیا اور اس کے بعد حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اسے اپنے دستِ مبارک میں لیا تو وہ پہلے کی طرح عصا تھا۔ جادوگروں نے جب یہ منظر دیکھا تو انہیں یقین ہو گیا کہ یہ جادو نہیں ہے اور یہ دیکھنے کے بعد ان پر ایسا اثر ہوا کہ وہ بے اختیار اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گئے اور یوں لگتا تھا جیسے کسی نے انہیں پکڑ کر سجدے میں گرادیا ہو، پھر جادوگروں نے سچے دل سے کہا:[2]

اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۷﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ [3]

ترجمہ: ہم ایمان لائے اس پر جو سارے جہان کا رب ہے۔ جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔

سُبْحَانَ اللہ! کیا عجیب حال تھا کہ جن لوگوں نے ابھی کفر و انکار اور سرکشی کے لئے رسیاں اور لاٹھیاں ڈالی تھیں، ابھی معجزہ دیکھ کر انہوں نے شکر و سجود کے لئے اپنے سر اور گردنیں جھکا دیں۔

جادوگروں کے ایمان لانے پر فرعون کی دھمکی:

جب جادوگر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر ایمان لے آئے تو فرعون نے جادوگروں کو دھمکیاں بھی دیں اور اپنے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے کہا کہ اے جادوگرو، تم میری اجازت سے پہلے موسیٰ کو مان گئے اور اس پر ایمان لے آئے۔ میں سمجھ گیا کہ موسیٰ جادو میں تمہارا استاد ہے اور تم سے بڑھ کر ہے اور اسی نے تمہیں جادو سکھایا ہے اور آپس میں

---

❶...پ۱۶، طٰہٰ:۶۸، ۶۹۔ ❷... مدارک، الشعراء، تحت الآیۃ:۴۳، ص۸۱۹، خازن، الشعراء، تحت الآیۃ:۴۵-۴۸، ۳/۳۸۶، روح البیان، الشعراء، تحت الآیۃ:۴۵-۴۸، ۶/۲۷۳-۲۷۴، ملتقطاً۔ ❸...پ۱۹، الشعراء:۴۷، ۴۸۔

جو مقابلہ دکھایا ہے یہ سب میرے اقتدار کے خلاف سازش ہے تاکہ مجھے مغلوب کر سکو لیکن میں تمہیں عبرت ناک سزا دوں گا۔ فرعون کی یہ ساری سیاسی تقریر اپنے لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لئے تھی تاکہ وہ سمجھیں کہ فرعون حق پر ہے اور جادوگروں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ مل کر فرعون کے خلاف سازش کی ہے۔ چنانچہ فرعون نے جادوگروں سے کہا:

اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ؕ اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۫ وَ لَتَعْلَمُنَّ اَیُّنَاۤ اَشَدُّ عَذَابًا وَّ اَبْقٰى [1]

ترجمہ: کیا تم اس پر ایمان لائے اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دوں، بیشک وہ تمہارا بڑا ہے جس نے تم سب کو جادو سکھایا تو مجھے قسم ہے میں ضرور تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا اور تمہیں کھجور کے تنوں پر پھانسی دیدوں گا اور ضرور تم جان جاؤ گے کہ ہم میں کس کا عذاب زیادہ شدید اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

یہی مضمون سورۂ شعراء میں بھی ہے۔[2]

اس دھمکی سے فرعون کا ایک مقصد یہ تھا کہ لوگ شبہ میں پڑ جائیں اور وہ یہ نہ سمجھیں کہ جادوگروں پر حق ظاہر ہو گیا اسی لئے وہ ایمان لے آئے اور دوسرا مقصد یہ تھا کہ عام مخلوق ڈر جائے اور لوگ جادوگروں کو دیکھ کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر ایمان نہ لے آئیں۔[3] یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنی ناکامی کو مخالفین کی سازش قرار دینا اور اپنی شکست تسلیم نہ کرنا حکمرانی کے طلب گاروں کا پرانا وطیرہ ہے۔

جادوگروں کا ایمان افروز جواب:

فرعون کی دھمکی جادوگروں کے ایمان کو متزلزل نہ کر سکی اور انہوں نے ایمانی جذبے سے سرشار ہو کر فرعون کی تمام تر دھمکیوں کو پسِ پشت ڈالتے ہوئے بانگِ دہل حق کا اعلان کیا اور کہا کہ تو جو چاہے کر لے ہم ایمان چھوڑنے

1...پ۱۶، طٰہٰ:۷۱۔ 2...پ۱۹، الشعراء:۴۶-۴۹۔

3...روح البیان، الشعراء، تحت الآیۃ:۴۹، ۶/ ۲۷۴، مدارک، الشعراء، تحت الآیۃ:۴۹، ص۸۲۰، ملتقطاً۔

والے نہیں۔ تیرے ہاتھ میں صرف دنیا کا فیصلہ ہے اور ہم نے تو اِس دنیا کو آخرت پر قربان کرنے کا تہیہ کر لیا ہے اور ہم تو صرف اپنے خدا کی خوشنودی اور مغفرت کے طلب گار ہیں۔ انہوں نے کہا:

لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَ الَّذِیْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَاۤ اَنْتَ قَاضٍؕ اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَاؕ(۷۲) اِنَّاۤ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِیَغْفِرَ لَنَا خَطٰیٰنَا وَ مَاۤ اَكْرَهْتَنَا عَلَیْهِ مِنَ السِّحْرِؕ وَ اللّٰهُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰى[1]

ترجمہ: ہم ان روشن دلیلوں پر ہر گز تجھے ترجیح نہ دیں گے جو ہمارے پاس آئی ہیں۔ ہمیں اپنے پیدا کرنے والے کی قسم! تو تُو جو کرنے والا ہے کر لے۔ تو اس دنیا کی زندگی میں ہی تو کرے گا۔ بیشک ہم اپنے رب پر ایمان لائے تاکہ وہ ہماری خطائیں اور وہ جادو بخش دے جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا تھا اور اللہ بہتر ہے اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

فرعون نے جادو گروں کو جو جادو پر مجبور کیا تھا اس کا ایک مفہوم تو یہی ہے کہ وہ جادو گر کوئی اپنی خواہش و مرضی سے مقابلہ کرنے نہیں آئے تھے بلکہ فرعون جیسے جابر و قاہر و ظالم ہی کے حکم پر جمع ہو کر مقابلے میں آئے تھے اور حکمِ حاکم مرگِ مفاجات کے طور پر جبر و مجبوری ہی ہوتا ہے۔ بعض مفسرین نے یہ فرمایا کہ فرعون نے جب جادوگروں کو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے بلایا تو جادوگروں نے فرعون سے کہا تھا کہ ہم حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو سوتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں، چنانچہ اس کی کوشش کی گئی اور انہیں ایسا موقع فراہم کر دیا گیا، انہوں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام خواب میں ہیں اور عصا شریف پہرہ دے رہا ہے۔ یہ دیکھ کر جادوگروں نے فرعون سے کہا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام جادوگر نہیں، کیونکہ جادوگر جب سوتا ہے تو اس وقت اس کا جادو کام نہیں کرتا مگر فرعون نے انہیں جادو کرنے پر مجبور کیا۔ اس کی مغفرت کے وہ جادوگر اللہ تعالیٰ سے طالب اور امیدوار تھے۔[2]

سورۂ شعراء میں ہے:

لَا ضَیْرَ٘ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَۚ(۵۰) اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰیٰنَاۤ اَنْ كُنَّاۤ اَوَّلَ

ترجمہ: کچھ نقصان نہیں، بیشک ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں۔ ہم اس بات کی لالچ کرتے ہیں

---

[1]... پ۱۶، طٰہٰ: ۷۲، ۷۳۔ [2]... خازن، طٰہٰ، تحت الآیۃ: ۷۳، ۳/۲۵۹۔

الْمُؤْمِنِیْنَ[1]	کہ ہمارا رب ہماری خطائیں بخش دے اس بنا پر کہ ہم سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔

سورۂ اعراف میں ہے:

اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَ مَا تَنْقِمُ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰیٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَاؕ رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ[2]	**ترجمہ:** بیشک ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں۔ اور تجھے ہماری طرف سے یہی بات بری لگی ہے کہ ہم اپنے رب کی نشانیوں پر ایمان لے آئے جب وہ ہمارے پاس آئیں۔ اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمیں حالتِ اسلام میں موت عطا فرما۔

اس سے معلوم ہوا کہ مومن کے دل میں جذبۂ ایمانی کے غلبے کے وقت غیرُ اللہ کا خوف نہیں ہوتا۔ حق قبول کرنے کے بعد ان جادوگروں کا حال یہ ہوا کہ فرعون کی ایسی ہوش رُبا سزا سن کر بھی ان کے قدم ڈگمگائے نہیں بلکہ انہوں نے مجمعِ عام میں فرعون کے منہ پر اس کی دھمکی کا بڑی جرأت کے ساتھ جواب دیا اور اپنے ایمان کو کسی تقیہ کے غلاف میں نہ لپیٹا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی صحبت نے پرانے کافروں کو ایک دن میں ایمان، صحابیت، شہادت تمام مدارج طے کرا دیئے، صحبت کا فیض سب سے زیادہ ہے البتہ ایک قول یہ بھی ہے کہ فرعون انہیں شہید نہ کر سکا تھا۔[3]

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر ایمان لانے والے مزید افراد کا تذکرہ:

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے اتنا بڑا معجزہ دکھانے کے باوجود بہت تھوڑے لوگوں نے ایمان قبول کیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَمَاۤ اٰمَنَ لِمُوْسٰۤى اِلَّا ذُرِّیَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَ مَلَاۡئِهِمْ اَنْ یَّفْتِنَهُمْؕ وَ اِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِی الْاَرْضِۚ وَ اِنَّهٗ لَمِنَ	**ترجمہ:** تو فرعون اور اس کے درباریوں کے خوف کی وجہ سے موسیٰ پر اس کی قوم میں سے چند لوگوں کے علاوہ کوئی ایمان نہ لایا (اس ڈر سے) کہ فرعون انہیں تکلیف

❶...پ۱۹، الشعراء: ۵۰، ۵۱۔ ❷...پ۹، الاعراف: ۱۲۵، ۱۲۶۔ ❸... تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۲۴، ۵/۳۳۹۔

الْمُسْرِفِیْنَ [1] — میں ڈال دے گا اور بیشک فرعون زمین میں تکبر کرنے والا تھا اور بیشک وہ حد سے گزرنے والوں میں سے تھا۔

اس آیت میں قوم کی ذریت سے کون لوگ مراد ہیں، اس بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ یہاں قومِ فرعون کی ذریت مراد ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ وہ قومِ فرعون کے تھوڑے لوگ تھے جو ایمان لائے۔ [2]

اہلِ ایمان کو نصیحت اور ان کا جواب:

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اہلِ ایمان سے فرمایا:

یٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَیْهِ تَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِیْنَ [3]

ترجمہ: اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو اگر تم مسلمان ہو تو اسی پر بھروسہ کرو۔

قوم نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو جواب دیتے اور بارگاہِ الٰہی میں دعا کرتے ہوئے عرض کی:

عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۸۵﴾ وَ نَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ [4]

ترجمہ: ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا۔ اے ہمارے رب! ہمیں ظالم لوگوں کے لیے آزمائش نہ بنا۔ اور اپنی رحمت فرما کر ہمیں کافروں سے نجات دے۔

سرداروں کا فرعون کو موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے قتل پر ابھارنا اور اس کا جواب:

یہ صورت حال دیکھ کر سرداروں نے فرعون سے دو باتیں کہیں:

اَتَذَرُ مُوْسٰى وَ قَوْمَهٗ لِیُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَ یَذَرَكَ وَ اٰلِهَتَكَ [5]

ترجمہ: کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو اس لیے چھوڑ دے گا تاکہ وہ زمین میں فساد پھیلائیں اور وہ موسیٰ تجھے اور تیرے مقرر کئے ہوئے معبودوں کو چھوڑے رکھے۔

ان دونوں باتوں کی تفصیل یہ ہے

(1) اے فرعون! کیا تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کی قوم کو چھوڑ دے گا تاکہ وہ اس طرح فساد پھیلائیں

---

❶...پ۱۱، یونس: ۸۳۔ ❷...خازن، یونس، تحت الآیۃ: ۸۳، ۲/۳۲۷۔ ❸...پ۱۱، یونس: ۸۴۔ ❹...پ۱۱، یونس: ۸۵، ۸۶۔ ❺...پ۹، الاعراف: ۱۲۷۔

کہ مصر کی سرزمین میں تیری مخالفت کریں اور یہاں کے باشندوں کا دین بدل دیں۔ سرداروں نے یہ اس لئے کہا تھا کہ جادوگروں کے ساتھ اور بھی لوگ ایمان لے آئے تھے اور اس سے ان کا مقصد فرعون کو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اور آپ کی قوم کے قتل پر ابھارنا تھا۔

(2) سرداروں نے فرعون سے دوسری بات یہ کہی: وہ موسیٰ نہ تو تیری عبادت کرتے ہیں اور نہ تیرے مقرر کئے ہوئے معبودوں کی۔

اس کے پسِ منظر سے متعلق مفسر سُدّی کا قول ہے کہ فرعون نے اپنی قوم کے لئے بُت بنوا دیئے تھے جن کی وہ عبادت کرنے کا حکم دیتا اور کہتا تھا کہ ”میں تمہارا بھی رب ہوں اور ان بُتوں کا بھی۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ فرعون دہری تھا یعنی صانعِ عالَم کے وجود کا منکر، اس کا خیال تھا کہ عالَمِ سِفلی کی تدبیر ستارے کرتے ہیں اسی لئے اُس نے ستاروں کی صورتوں پر بت بنوائے تھے، ان کی خود بھی عبادت کرتا، دوسروں کو بھی ان کی عبادت کا حکم دیتا اور اپنے آپ کو زمین کا مُطاع و مخدوم اور ”اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى“ (میں تمہارا سب سے اعلیٰ رب ہوں) کہتا تھا۔[1]

سرداروں کی بات سن کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں عذابِ الٰہی کا خوف دلایا لیکن فرعون نے آگے سے اپنی دھمکیوں کے ذریعے مقابلہ کیا چنانچہ اس نے اپنی قوم سے کہا:

سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ[2]

ترجمہ: اب ہم ان کے بیٹوں کو قتل کریں گے اور ان کی بیٹیاں زندہ رکھیں گے۔

اس سے اس کا مطلب یہ تھا کہ اس طرح حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم کی نسل کُشی کر کے اُن کی قوت کم کریں گے۔ مزید یہ کہ عوام میں اپنا بھرم رکھنے کے لئے یہ بھی کہہ دیا کہ

وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ[3]

ترجمہ: اور بیشک ہم ان پر غالب ہیں۔

اس جملے سے اس کا مقصود یہ تھا کہ عوام کو پتا چل جائے کہ اس نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کی قوم کو کسی عجز یا خوف کی وجہ سے نہیں چھوڑا بلکہ وہ جب چاہے انہیں پکڑ سکتا ہے۔ یہ بات وہ اپنے منہ سے کہتا تھا جبکہ حقیقت میں فرعون کا حال یہ تھا کہ اس کا دل حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے رعب میں بھرا پڑا تھا۔[4]

---

1 ...خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ١٢٧، ٢/ ١٢٨۔ 2 ...پ٩، الاعراف: ١٢٧۔ 3 ...پ٩، الاعراف: ١٢٧۔

4 ...تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیۃ: ١٢٧، ٥/ ٣٤٢، قرطبی، الاعراف، تحت الآیۃ: ١٢٧، ٤/ ١٨٩، الجزء السابع، ملتقطاً۔

بنی اسرائیل کی پریشانی اور انہیں تسلی:

فرعون کی بات سن کر بنی اسرائیل میں کچھ پریشانی پیدا ہوگئی اور اُنہوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے اس کی شکایت کی، جس کے جواب میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

اِسْتَعِیْنُوْا بِاللّٰهِ وَ اصْبِرُوْاۚ-اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ﳜ یُوْرِثُهَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖؕ-وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ(1)

ترجمہ: اللہ سے مدد طلب کرو اور صبر کرو۔ بیشک زمین کا مالک اللہ ہے، وہ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے وارث بنادیتا ہے اور اچھا انجام پرہیزگاروں کیلئے ہی ہے۔

لوگوں نے پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے عرض کی:

اُوْذِیْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِیَنَا وَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا(2)

ترجمہ: ہمیں آپ کے تشریف لانے سے پہلے بھی اور تشریف آوری کے بعد بھی ستایا گیا ہے۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے جواب میں فرمایا:

عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَ یَسْتَخْلِفَكُمْ فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرَ كَیْفَ تَعْمَلُوْنَ(3)

ترجمہ: عنقریب تمہارا رب تمہارے دشمنوں کو ہلاک کردے گا اور تمہیں زمین میں جانشین بنادے گا پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیسے کام کرتے ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو غیب کا علم دیا تھا کہ آئندہ پیش آنے والے واقعات بلاکم وکاست بیان فرمادیئے اور کچھ ہی عرصے بعد جیسا آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا کہ فرعون اپنی قوم کے ساتھ ہلاک کردیا گیا اور بنی اسرائیل ملکِ مصر کے مالک ہوئے۔

حضرت آسیہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کا ایمان اور وفات:

جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے جادوگروں کو مغلوب کیا تو فرعون کی بیوی آسیہ آپ پر ایمان لے آئیں۔ فرعون کو خبر ہوئی تو اس نے انہیں سخت سزا دی اور چار میخوں سے آپ کے ہاتھ پاؤں بندھوا دیئے، سینے پر بھاری چکی رکھ دی اور اسی حال میں انہیں سخت دھوپ میں ڈال دیا۔ جب فرعون کی سختیاں بڑھ گئیں تو حضرت آسیہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا نے

(1)...پ۹، الاعراف:۱۲۸۔ (2)...پ۹، الاعراف:۱۲۹۔ (3)...پ۹، الاعراف:۱۲۹۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی:

رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ [1] **ترجمہ:** اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کا جنتی مکان ان پر ظاہر فرمایا اور اس کی خوشی میں ان پر فرعون کی سختیوں کی شدت آسان ہوگئی۔ پھر عرض کی:

وَ نَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِهٖ وَ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ [2] **ترجمہ:** اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے نجات دے اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات عطا فرما۔

ان کی یہ دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی روح قبض فرمالی۔ [3]

یقیناً جنت میں وہ گھر زیادہ درجے والا ہے جس میں بندے کو اللہ تعالیٰ کا قرب زیادہ ہو۔ اللہ کی محبت میں اس سے ملاقات کے شوق میں موت کی تمنا اور دعا کرنا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرنا، اس کی بارگاہ میں التجائیں کرنا، مشکلات اور مصائب میں اس سے خلاصی کا سوال کرنا نیک بندوں کی سیرت ہے۔

مکانات بنانے اور گھروں میں نماز پڑھنے کا حکم:

قرآنِ پاک میں ہے:

وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰى وَ اَخِیْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُیُوْتًا وَّ اجْعَلُوْا بُیُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ [4] **ترجمہ:** اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کو وحی بھیجی کہ مصر میں اپنی قوم کے لیے مکانات بناؤ اور اپنے گھروں کو نماز کی جگہ بناؤ اور نماز قائم رکھو اور مسلمانوں کو خوشخبری سناؤ۔

ابتداء میں بنی اسرائیل کو یہی حکم تھا کہ وہ گھروں میں چھپ کر نماز پڑھیں تاکہ فرعونیوں کے شر و ایذاء سے محفوظ رہیں۔ نیز حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے دین میں نماز فرض تھی، اس وقت زکوٰۃ کا حکم اس لئے نہ دیا گیا کہ

---

1 ...پ۲۸، التحریم: ۱۱۔
2 ...پ۲۸، التحریم: ۱۱۔
3 ... خازن، التحریم، تحت الآیۃ: ۱۱، ۴/ ۲۸۸، جلالین، التحریم، تحت الآیۃ: ۱۱، ص۴۶۶، ملتقطاً۔
4 ...پ۱۱، یونس: ۸۷۔

بنی اسرائیل غریب و مساکین تھے، جب ان کے پاس مال آیا تو پھر ان پر مال کا چوتھائی حصہ زکوۃ دینی فرض ہوئی۔

فرعونیوں پر عبرت انگیز عذابات کا نزول:

جب جادوگروں کے ایمان لانے کے بعد بھی فرعونی اپنے کفر و سرکشی پر جمے رہے اور فرعون اور اس کی قوم کی سرکشی یہاں تک پہنچ گئی کہ انہوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے صاف صاف کہہ دیا:

مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰیَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَاۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِیْنَ (1)

ترجمہ: (اے موسیٰ!) تم ہمارے اوپر جادو کرنے کے لئے ہمارے پاس کیسی بھی نشانی لے آؤ، ہم ہرگز تم پر ایمان لانے والے نہیں۔

تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اُن کے خلاف دعا کی: یارب! عَزَّوَجَلَّ، فرعون زمین میں بہت سرکش ہو گیا ہے اور اس کی قوم نے بھی عہد شکنی کی ہے انہیں ایسے عذاب میں گرفتار کر جو اُن کے لئے سزا ہو اور میری قوم اور بعد والوں کے لئے عبرت و نصیحت ہو۔ مفسرین نے عذابات کی تقریباً وہی تفصیل بیان کی ہے جو نیچے ہم نے ذکر کی ہے البتہ بائبل میں اس حوالے سے تفصیلات کچھ مختلف ہیں۔ بہر حال مفسرین کے بیان کے مطابق جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرعونیوں کے خلاف دعا کی تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا قبول ہوئی اور یوں ہوا کہ ایک بادل آیا، اندھیرا چھایا اور کثرت سے بارش ہونے لگی جس سے قبطیوں کے گھروں میں پانی بھر گیا یہاں تک کہ وہ اس میں کھڑے رہ گئے اور پانی اُن کی گردنوں کی ہنسلیوں تک آ گیا، اُن میں سے جو بیٹھا وہ ڈوب گیا۔ یہ لوگ نہ ہل سکتے تھے نہ کچھ کام کر سکتے تھے۔ ہفتہ کے دن سے لے کر دوسرے ہفتہ تک سات روز اسی مصیبت میں مبتلا رہے جبکہ بنی اسرائیل کے گھر قبطیوں کے گھروں سے قریب ہونے کے باوجود اِن کے گھروں میں پانی نہ آیا۔ جب یہ لوگ عاجز ہوئے تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے عرض کی: ہمارے لئے دعا فرمایئے کہ یہ مصیبت دور ہو جائے تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ بھیج دیں گے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے دعا فرمائی تو طوفان کی مصیبت دور ہو گئی اور زمین میں وہ سرسبزی و شادابی آئی جو پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ کھیتیاں خوب ہوئیں اور درخت خوب پھلے۔ یہ دیکھ کر فرعونی کہنے لگے: یہ پانی تو نعمت تھا اور ایمان نہ لائے۔ ایک مہینا تو عافیت سے گزرا، پھر اللہ تعالیٰ نے ٹڈیاں بھیجیں، وہ کھیتیاں اور پھل، درختوں کے پتے، مکان کے دروازے،

---

(1)...پ۹، الاعراف: ۱۳۲۔

چھتیں، تختے، سامان سب کھا گئیں اور قبطیوں کے گھروں میں بھر گئیں لیکن بنی اسرائیل کے یہاں نہ آئیں۔ اب قبطیوں نے پریشان ہو کر پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے دعا کی درخواست کی اور ایمان لانے کا وعدہ کیا، اس پر عہد و پیمان کیا۔ سات روز یعنی ہفتہ سے ہفتہ تک ٹڈی کی مصیبت میں مبتلا رہے، پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا سے نجات پائی۔ کھیتیاں اور پھل جو کچھ باقی رہ گئے تھے انہیں دیکھ کر کہنے لگے: یہ ہمیں کافی ہیں ہم اپنا دین نہیں چھوڑیں گے، چنانچہ ایمان نہ لائے، عہد وفا نہ کیا اور اپنے اعمالِ خبیثہ میں مبتلا ہو گئے۔ ایک مہینا عافیت سے گزرا، پھر اللہ تعالیٰ نے قُمَّل بھیجے۔ یہ کیا چیز تھی اس کے بارے میں مفسرین کا اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں: قُمَّل گھن ہے۔ بعض کہتے ہیں: جوں۔ بعض کہتے ہیں: ایک اور چھوٹا سا کیڑا ہے۔ اس کیڑے نے جو کھیتیاں اور پھل باقی رہے تھے وہ کھا لئے، یہ کیڑا کپڑوں میں گھس جاتا، جلد کو کاٹتا، کھانے میں بھر جاتا تھا، اگر کوئی دس بوری گندم چکی پر لے جاتا تو تین سیر واپس لاتا باقی سب کیڑے کھا جاتے۔ یہ کیڑے فرعونیوں کے بال، بھنویں، پلکیں چاٹ گئے، ان کے جسم پر چیچک کی طرح بھر جاتے حتّٰی کہ اِن کیڑوں نے اُن کا سونا دشوار کر دیا تھا۔ اس مصیبت سے فرعونی چیخ پڑے اور اُنہوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے عرض کی: ہم توبہ کرتے ہیں، آپ اس بلا کے دور ہونے کی دعا فرمائیے۔ چنانچہ سات روز کے بعد یہ مصیبت بھی حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا سے دور ہوئی، لیکن فرعونیوں نے پھر عہد شکنی کی اور پہلے سے زیادہ خبیث تر عمل شروع کر دیئے۔ ایک مہینا امن میں گزرنے کے بعد پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے مینڈک بھیجے اور یہ حال ہوا کہ ہانڈیوں میں مینڈک، کھانوں میں مینڈک، چولھوں میں مینڈک بھر جاتے تو آگ بجھ جاتی تھی، لیٹتے تھے تو مینڈک اوپر سوار ہوتے تھے، اس مصیبت سے فرعونی رو پڑے اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے عرض کی: اب کی بار ہم پکی توبہ کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اُن سے عہد و پیمان لے کر دعا کی تو سات روز کے بعد یہ مصیبت بھی دور ہوئی اور ایک مہینا عافیت سے گزرا، لیکن پھر اُنہوں نے عہد توڑ دیا اور اپنے کفر کی طرف لوٹے۔ پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے دعا کی تو تمام کنوؤں کا پانی، نہروں اور چشموں کا پانی، دریائے نیل کا پانی غرض ہر پانی اُن کے لئے تازہ خون بن گیا۔ سات روز تک خون کے سوا کوئی چیز پینے کی میسر نہ آئی تو پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے دعا کی درخواست کی اور ایمان لانے کا وعدہ کیا۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے دعا فرمائی یہ مصیبت بھی دور ہوئی مگر وہ ایمان پھر بھی نہ لائے۔[1]

---

[1] ... بغوی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۳۳، ۲/۱۵۹-۱۶۱۔

قرآن پاک میں ہے:

فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الطُّوْفَانَ وَ الْجَرَادَ وَ الْقُمَّلَ وَ الضَّفَادِعَ وَ الدَّمَ اٰیٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ(۱۳۳) وَ لَمَّا وَقَعَ عَلَیْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا یٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ لَىٕنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَ لَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ(۱۳۴) فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰۤى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ یَنْكُثُوْنَ[1]

ترجمہ: تو ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈی اور پِسُّو(یا جوئیں) اور مینڈک اور خون کی جدا جدا نشانیاں بھیجیں تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم قوم تھی۔ اور جب ان پر عذاب واقع ہوتا تو کہتے، اے موسیٰ! ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کرو اس عہد کے سبب جو اس کا تمہارے پاس ہے۔بیشک اگر آپ ہم سے عذاب اٹھادو گے تو ہم ضرور آپ پر ایمان لائیں گے اور ضرور ہم بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ کردیں گے۔ پھر جب ہم ان سے اس مدت تک کے لئے عذاب اٹھالیتے جس تک انہیں پہنچنا تھا تو وہ فوراً (اپنا عہد) توڑ دیتے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ مَا نُرِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ اِلَّا هِیَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا٘ وَ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ(۴۸) وَ قَالُوْا یٰۤاَیُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ(۴۹) فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ یَنْكُثُوْنَ[2]

ترجمہ: اور ہم انہیں جو نشانی دکھاتے وہ اپنی مثل (پہلی نشانی) سے بڑی ہی ہوتی اور ہم نے انہیں مصیبت میں گرفتار کیا تاکہ وہ باز آجائیں۔ اور انہوں نے کہا: اے جادو کے علم والے! ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کر، اُس عہد کے سبب جو اس نے تم سے کیا ہے۔بیشک ہم ہدایت پر آجائیں گے۔ پھر جب ہم نے ان سے وہ مصیبت ٹال دی تو اسی وقت انہوں نے عہد توڑ دیا۔

---

❶...پ۹، الاعراف: ۱۳۳-۱۳۵۔ ❷...پ۲۵، الزخرف: ۴۸-۵۰۔

فرعون کا اپنی قوم میں فخریہ اعلان اور انہیں بہکانا:

ایک موقع پر فرعون نے اپنی قوم سے چند باتیں کیں:

(1) بڑے فخر کے ساتھ اعلان کر کے کہا:

یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْكُ مِصْرَ وَ هٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ[1]

ترجمہ: اے میری قوم! کیا مصر کی بادشاہت میری نہیں ہے اور یہ نہریں جو میرے نیچے بہتی ہیں؟ تو کیا تم دیکھتے نہیں؟

اللہ تعالیٰ کی عجیب شان ہے کہ خلیفہ ہارون رشید نے جب یہ آیت پڑھی اور مصر کی حکومت پر فرعون کا غرور دیکھا تو کہا: میں وہ مصر اپنے ایک ادنیٰ غلام کو دے دوں گا، چنانچہ اُنہوں نے ملک مصر خصیب کو دے دیا جو اُن کا غلام تھا اور وضو کرانے کی خدمت پر مامور تھا۔[2]

(2) فرعون نے دوسری بات یہ کہی:

اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ ۙ۬ وَّ لَا یَكَادُ یُبِیْنُ[3]

ترجمہ: یا میں اس سے بہتر ہوں جو معمولی سا آدمی ہے اور صاف طریقے سے باتیں کرتا معلوم نہیں ہوتا۔

یہ اس ملعون نے جھوٹ کہا کیونکہ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے زبانِ اقدس کی وہ گرہ زائل کر دی تھی لیکن فرعونی اپنے پہلے ہی خیال میں تھے۔[4] نیز اس آیت سے معلوم ہوا کہ اپنے آپ کو نبی سے اعلیٰ کہنا یا نبی کو ذلت کے الفاظ سے یاد کرنا فرعونی کفر ہے۔

(3) تیسری بات یہ کہی:

فَلَوْ لَاۤ اُلْقِیَ عَلَیْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓىٕكَةُ مُقْتَرِنِیْنَ[5]

ترجمہ: (اگر یہ رسول ہے) تو اس پر سونے کے کنگن کیوں نہ ڈالے گئے؟ یا اس کے ساتھ قطار بنا کر فرشتے آتے؟

فرعون نے یہ بات اپنے زمانے کے دستور کے مطابق کہی کہ اس زمانے میں جس کسی کو سردار بنایا جاتا تھا تو اسے

1...پ۲۵، الزخرف: ۵۱۔ 2...مدارک، الزخرف، تحت الآیۃ: ۵۱، ص۱۱۰۳۔ 3...پ۲۵، الزخرف: ۵۲۔

4...روح البیان، الزخرف، تحت الآیۃ: ۵۲، ۸/۳۷۸۔ 5...پ۲۵، الزخرف: ۵۳۔

سونے کے کنگن اور سونے کا طوق پہنایا جاتا تھا۔[1]

فرعون نے اس طرح کی چکنی چپڑی باتیں کر کے ان جاہلوں کی عقل مار دی اور انہیں بہلا پھسلا لیا تو وہ اس کے کہنے پر چل پڑے اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی تکذیب کرنے لگے۔ یقیناً یہ نافرمان لوگ تھے کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت کرنے کی بجائے فرعون جیسے جاہل اور سرکش کی پیروی کی۔[2]

فرعونیوں پر قحط اور پھلوں کی کمی کی مصیبت:

جب فرعون اور اس کی قوم نے روشن نشانیوں کو جھٹلایا اور کسی طرح ایمان نہ لائے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرعونیوں کو کئی سال کے قحط، پھلوں کی کمی اور فقر وفاقہ کی مصیبت میں گرفتار کر دیا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: دیہات میں رہنے والے فرعونی قحط کی مصیبت میں گرفتار ہوئے اور شہروں میں رہنے والے (آفات کی وجہ سے) پھلوں کی کمی کی مصیبت میں مبتلا ہوئے۔ حضرت کعب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرماتے ہیں: ان لوگوں پر ایک وقت ایسا آیا کہ کھجور کے درخت پر صرف ایک ہی کھجور اگتی تھی۔[3]

اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ سختیاں اس لئے نازل فرمائیں تاکہ ان سے عبرت حاصل کرتے ہوئے وہ سرکشی اور عناد کا راستہ چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی بندگی کی طرف لوٹ آئیں کیونکہ سختی ومصیبت دل کو نرم کر دیتی ہے اور آخرت کی طرف راغب کر دیتی ہے۔ لیکن فرعونی کفر میں اس قدر راسخ ہو چکے تھے کہ ان تکلیفوں سے بھی ان کی سرکشی بڑھتی ہی رہی، جب انہیں سرسبزی وشادابی، پھلوں، مویشیوں اور رزق میں وسعت، صحت، آفات سے عافیت وسلامتی وغیرہ بھلائی ملتی تو کہتے: یہ تو ہمیں ملنا ہی تھا کیونکہ ہم اس کے اہل اور اس کے مستحق ہیں۔ یہ لوگ اس بھلائی کو نہ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل جانتے اور نہ ہی اس کے انعامات پر شکر ادا کرتے اور جب انہیں، قحط، خشک سالی، مرض، تنگی اور آفت وغیرہ کوئی برائی پہنچتی تو اسے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کے ساتھیوں کی نحوست قرار دیتے اور کہتے کہ یہ بلائیں اُن کی وجہ سے پہنچیں، اگر یہ نہ ہوتے تو یہ مصیبتیں نہ آتیں۔[4]

قرآن پاک میں ہے:

---

1 ... خازن، الزخرف، تحت الآیۃ: ۵۳، ۴/۱۰۸۔

2 ... خازن، الزخرف، تحت الآیۃ: ۵۴، ۴/۱۰۸، تفسیر کبیر، الزخرف، تحت الآیۃ: ۵۴، ۹/۶۳۸، ملتقطاً۔

3 ... أبو سعود، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۳۰، ۲/۲۸۸، ملتقطاً۔ 4 ... تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۳۱، ۵/۳۴۴، ملتقطاً۔

وَ لَقَدْ اَخَذْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِیْنَ وَ نَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ(۱۳۰) فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ یَّطَّیَّرُوْا بِمُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗؕ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓىٕرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ[1]

ترجمہ: اور بیشک ہم نے فرعونیوں کو کئی سال کے قحط اور پھلوں کی کمی میں گرفتار کردیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ تو جب انہیں بھلائی ملتی تو کہتے یہ ہمارے لئے ہے اور جب برائی پہنچتی تو اسے موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی نحوست قرار دیتے۔ سن لو! ان کی نحوست اللہ ہی کے پاس ہے لیکن ان میں اکثر نہیں جانتے۔

فرعون کی ہرزہ سرائی اور اس کی حقیقت:

ایک بار فرعون نے اپنے درباریوں سے کہا:

ذَرُوْنِیْۤ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَ لْیَدْعُ رَبَّهٗۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّبَدِّلَ دِیْنَكُمْ اَوْ اَنْ یُّظْهِرَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ[2]

ترجمہ: مجھے چھوڑدو تاکہ میں موسیٰ کو قتل کردوں اور وہ اپنے رب کو بلالے۔ بیشک مجھے ڈر ہے کہ وہ تمہارا دین بدل دے گا یا زمین میں فساد ظاہر کرے گا۔

فرعون جب کبھی حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو قتل کرنے کا ارادہ کرتا تو اس کی قوم کے لوگ اسے اس چیز سے منع کرتے اور کہتے: یہ وہ شخص نہیں ہے جس کا تجھے اندیشہ ہے، یہ تو ایک معمولی جادوگر ہے، اس پر ہم غالب آجائیں گے لیکن اگر اسے قتل کردیا تو عام لوگ شبہ میں پڑجائیں گے کہ وہ شخص سچا تھا، حق پر تھا اور تم دلیل سے اس کا مقابلہ کرنے میں عاجز ہوئے اور جواب نہ دے سکے تو تم نے اسے قتل کردیا۔ لیکن حقیقت میں فرعون کا یہ کہنا "مجھے چھوڑدو تاکہ میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو قتل کروں" صرف دھمکی ہی تھی، کیونکہ اسے خود آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے برحق نبی ہونے کا یقین تھا اور وہ جانتا تھا کہ جو معجزات آپ لے کر آئے ہیں وہ جادو نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں اور وہ یہ سمجھتا تھا کہ اگر اس نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو خود ہی مارا جائے گا کیونکہ اگر فرعون اپنے دل میں آپ کو برحق نبی نہ سمجھتا اور یہ نہ جانتا کہ ربانی تائیدیں جو آپ کے ساتھ ہیں ان کا مقابلہ ناممکن ہے تو وہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو قتل کرنے میں ہرگز دیر نہ کرتا کیونکہ وہ بڑا خونخوار، سفاک، ظالم اور بے درد تھا۔ ایک خواب کی وجہ سے جس نے بنی اسرائیل کے

---

[1] ...پ۹، الاعراف: ۱۳۰، ۱۳۱۔ [2] ...پ۲۴، المؤمن: ۲۶۔

ہزاروں بچے قتل کروا دیئے آخر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو شہید کرنے میں اُسے کیا رکاوٹ تھی؟ وہی کہ دل میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی صداقت جان چکا تھا۔[1]

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا رب تعالیٰ کی پناہ طلب کرنا:

فرعون کی ہرزہ سرائی سن کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی قوم سے فرمایا:

اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَ رَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ[2]

ترجمہ: میں تمہارے اور اپنے رب کی پناہ لیتا ہوں ہر اس متکبر سے جو حساب کے دن پر یقین نہیں رکھتا۔

آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرعون کی سختیوں کے جواب میں اپنی طرف سے کوئی بڑائی والا کلمہ نہ فرمایا بلکہ اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہی اور اس پر بھروسہ کیا، یہی خدا شناسوں کا طریقہ ہے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو ہر ایک بلا سے محفوظ رکھا۔

آلِ فرعون کے مومن کی نصیحتیں اور فرعون کا جواب:

جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کی اور اس کے فضل و رحمت پر بھروسہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس فتنے کو سرد کرنے کے لئے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی حمایت میں ایک اجنبی شخص کو کھڑا کر دیا۔ یہ فرعون کا چچازاد بھائی تھا لیکن حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر ایمان لا چکا تھا اور اپنے ایمان کو فرعون اور اس کی قوم سے چھپا کر رکھتا تھا کیونکہ اسے اپنی جان کا خطرہ تھا اور یہی وہ شخص تھا جس نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ نجات حاصل کی تھی اور ایک قول یہ ہے کہ وہ شخص اسرائیلی تھا اور اپنے ایمان کو فرعون اور آلِ فرعون سے مخفی رکھتا تھا۔ امام ابن جریر طبری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے پہلے قول کو راجح قرار دیا ہے۔[3] اس مومن نے کہا:

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ وَ قَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْؕ-وَ اِنْ یَّكُ كَاذِبًا فَعَلَیْهِ كَذِبُهٗۚ-وَ اِنْ یَّكُ صَادِقًا یُّصِبْكُمْ بَعْضُ

ترجمہ: کیا تم ایک مرد کو اس بنا پر قتل کرنا چاہ رہے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور بیشک وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن نشانیاں لے کر

---

1 ... خازن، حم المؤمن، تحت الآیۃ: ۲۶، ۴/۷۰، مدارک، غافر، تحت الآیۃ: ۲۶، ص۱۰۵۶، ملتقطاً۔ 2 ... پ۲۴، المؤمن: ۲۷۔

3 ... تفسیر طبری، غافر، تحت الآیۃ: ۲۸، ۱۱/۵۴۔

الَّذِیْ یَعِدُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾ یٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْیَوْمَ ظٰهِرِیْنَ فِی الْاَرْضِ ٘ فَمَنْ یَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ؕ قَالَ فِرْعَوْنُ مَاۤ اُرِیْكُمْ اِلَّا مَاۤ اَرٰى وَ مَاۤ اَهْدِیْكُمْ اِلَّا سَبِیْلَ الرَّشَادِ [1]

آیا ہے اور اگر بالفرض وہ غلط کہتے ہیں تو ان کی غلط گوئی کا وبال ان ہی پر ہے اور اگر وہ سچے ہیں تو جس عذاب کی وہ تمہیں وعید سنا رہے ہیں اس کا کچھ حصہ تمہیں پہنچ جائے گا۔ بیشک اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جو حد سے بڑھنے والا، بڑا جھوٹا ہو۔ اے میری قوم! زمین میں غلبہ رکھتے ہوئے آج بادشاہی تمہاری ہے تو اللہ کے عذاب سے ہمیں کون بچالے گا اگر ہم پر آئے۔ فرعون بولا: میں تو تمہیں وہی سمجھاتا ہوں جو میں خود سمجھتا ہوں اور میں تمہیں وہی بتاتا ہوں جو بھلائی کی راہ ہے۔

مردِ مومن کی دنیا و آخرت کے عذاب سے ڈرا کر نصیحت:

جب مردِ مومن نے دیکھا کہ نرمی کے ساتھ نصیحت کرنے اور سامنے والے کے خیال کی رعایت کرنے کے باجود یہ لوگ اپنے ارادے سے باز آتے نظر نہیں آرہے تو اس نے انہیں سابقہ قوموں پر آنے والے دنیوی عذاب اور آخرت کے عذاب سے ڈراتے ہوئے کہا:

یٰقَوْمِ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ مِّثْلَ یَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿۳۰﴾ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ وَ الَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ وَ مَا اللّٰهُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾ وَ یٰقَوْمِ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ یَوْمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾ یَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِیْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ [2]

ترجمہ: اے میری قوم! مجھے تم پر (گزشتہ) گروہوں کے دن جیسا خوف ہے۔ جیسا نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد والوں کا طریقہ گزرا ہے اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں چاہتا۔ اور اے میری قوم! میں تم پر پکارے جانے کے دن کا خوف کرتا ہوں۔ جس دن تم پیٹھ دے کر بھاگو گے۔ اللہ سے تمہیں کوئی بچانے والا نہیں ہے اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔

[1] ...پ۲۴، المؤمن: ۲۸، ۲۹۔ [2] ...پ۲۴، المؤمن: ۳۰-۳۳۔

یعنی اے میری قوم! تم جو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو جھٹلا رہے ہو اور انہیں شہید کرنے کا ارادہ کئے بیٹھے ہو، اس وجہ سے مجھے خوف ہے کہ تم پر بھی وہی دن نہ آجائے جو سابقہ قوموں میں سے ان لوگوں پر آیا جنہوں نے اپنے رسولوں عَلَیْہِمُ السَّلَام کو جھٹلایا تھا جیسا کہ حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم، عاد اور ثمود اور ان کے بعد والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا دستور گزرا ہے کہ وہ لوگ انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کو جھٹلاتے رہے اور ان میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ کے عذاب نے ہلاک کر دیا اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں چاہتا اور گناہ کے بغیر ان پر عذاب نہیں فرماتا اور ان پر حجت قائم کئے بغیر ان کو ہلاک نہیں کرتا (اور جب تم حرکتیں ہی عذاب پانے والی کرو گے تو ضرور تمہیں ان کی سزا ملے گی)۔[1]

اے میری قوم! میں تم پر اس دن کے عذاب کا خوف کرتا ہوں جس دن ہر طرف پکار مچی ہوئی ہو گی اور اس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگو گے اور اس دن اللہ تعالیٰ کے عذاب سے تمہیں بچانے والا اور تمہاری حفاظت کرنے والا کوئی نہیں ہو گا اور (جو باتیں میں نے تمہارے سامنے کی ہیں ان کا تقاضا یہ ہے کہ تم اپنے ارادے سے باز آجاؤ اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر ایمان لے آؤ، میں نے تمہیں ہر طریقے سے نصیحت کر دی ہے، اس کے بعد بھی اگر تم ہدایت حاصل نہیں کرتے تو تمہاری قسمت کیونکہ) جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو اسے نجات کی راہ دکھانے والا کوئی نہیں۔[2]

مردِ مومن کی مزید نصیحت:

مردِ مومن نے مزید کہا:

وَ لَقَدْ جَآءَكُمْ یُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَیِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِیْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖؕ-حَتّٰۤى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًاؕ-كَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُۚۖ(۳۴) الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْؕ-كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَ عِنْدَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْاؕ-كَذٰلِكَ

ترجمہ: اور بیشک اس سے پہلے تمہارے پاس یوسف روشن نشانیاں لے کر آئے تو تم ان کے لائے ہوئے پر شک ہی میں رہے یہاں تک کہ جب انہوں نے انتقال فرمایا تو تم نے کہا: اب اللہ ہرگز کوئی رسول نہ بھیجے گا، اللہ یونہی اسے گمراہ کرتا ہے جو حد سے بڑھنے والا شک کرنے والا ہو۔ وہ جو اللہ کی آیتوں میں بغیر

1... روح البیان، المؤمن، تحت الآیة: ۳۰-۳۱، ۸/ ۱۷۹-۱۸۰، مدارک، غافر، تحت الآیة: ۳۰-۳۱، ص۱۰۵۸، ملتقطاً۔

2... مدارک، غافر، تحت الآیة: ۳۲-۳۳، ص۱۰۵۸، روح البیان، المؤمن، تحت الآیة: ۳۲-۳۳، ۸/ ۱۸۰-۱۸۱، ملتقطاً۔

يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ [1]

کسی ایسی دلیل کے جھگڑا کرتے ہیں جو انہیں ملی ہو، یہ بات اللہ کے نزدیک اور ایمان لانے والوں کے نزدیک کس قدر سخت بیزاری کی ہے۔ اللہ ہر متکبر سرکش کے دل پر اسی طرح مہر لگادیتا ہے۔

یعنی اے مصر والو! بیشک حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے پہلے تمہارے آباؤ اجداد کے پاس حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام روشن نشانیاں لے کر آئے تو وہ ان کے لائے ہوئے دینِ حق میں شک ہی کرتے رہے یہاں تک کہ جب انہوں نے انتقال فرمایا تو تمہارے آباؤ اجداد نے کہا: اب اللہ تعالیٰ ہرگز کوئی رسول نہ بھیجے گا۔ یہ بے دلیل بات تمہارے پہلے لوگوں نے خود گڑھی تاکہ وہ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے بعد آنے والے انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی تکذیب کریں اور انہیں جھٹلائیں، تو وہ کفر پر قائم رہے، حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی نبوت میں شک کرتے رہے اور بعد والوں کی نبوت کے انکار کے لئے انہوں نے یہ منصوبہ بنالیا کہ اب اللہ تعالیٰ کوئی رسول ہی نہ بھیجے گا۔ یاد رکھو کہ جس طرح تمہارے آباؤ اجداد گمراہ ہوئے، اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو گمراہ کرتا ہے جو حد سے بڑھنے والا اور ان چیزوں میں شک کرنے والا ہو جن پر روشن دلیلیں شاہد ہیں اور حد سے بڑھنے والے، شک کرنے والے وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلا کر اور ان پر اعتراضات کرکے جھگڑا کرتے ہیں اور ان کا یہ جھگڑا کسی ایسی دلیل کے ساتھ نہیں ہوتا جو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہو بلکہ محض آباؤ اجداد کی اندھی تقلید اور جاہلانہ شبہات کی بنا پر ہوتا ہے اور یہ جھگڑا اللہ تعالیٰ اور ایمان لانے والوں کے نزدیک انتہائی سخت بیزاری کی بات ہے اور جس طرح ان جھگڑا کرنے والوں کے دلوں پر مہر لگادی اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر متکبر سرکش کے دل پر مہر لگادیتا ہے کہ اس میں ہدایت قبول کرنے کا کوئی محل باقی نہیں رہتا۔ [2]

ہامان کو اونچا محل بنانے کا حکم:

فرعون نے جب دیکھا کہ یہ شخص تو ایسی گفتگو کررہا ہے جس کی وجہ سے لوگوں کے دل اس کی طرف مائل ہورہے ہیں اور لوگ اس کی بات کو درست سمجھ رہے ہیں تو اس نے موضوع ہی تبدیل کردیا اور لوگوں کو مطمئن کرنے

---

1 ...پ۲۴، المؤمن: ۳۴، ۳۵۔

2 ...خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ۳۴، ۳۵، ۴/۷۳، تفسير كبير، المؤمن، تحت الآية: ۳۴، ۳۵، ۹/۵۱۳–۵۱۴، روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ۳۴، ۳۵، ۸/۱۸۱–۱۸۲، ملتقطاً۔

کے لئے مکاری اور چالبازی کے طور پر اپنے وزیر ہامان کو کہنے لگا:

یٰهَامٰنُ ابْنِ لِیْ صَرْحًا لَّعَلِّیْۤ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿۳۶﴾ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى وَ اِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًاؕ-وَ كَذٰلِكَ زُیِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَ صُدَّ عَنِ السَّبِیْلِؕ-وَ مَا كَیْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِیْ تَبَابٍ [1]

ترجمہ: اے ہامان! میرے لیے اونچا محل بنا شاید میں راستوں تک پہنچ جاؤں۔ آسمان کے راستوں تک تو موسیٰ کے خدا کو جھانک کر دیکھوں اور بیشک میرے گمان میں تو وہ جھوٹا ہے اور یونہی فرعون کی نگاہ میں اس کا برا کام خوبصورت بنا دیا گیا اور وہ راستے سے روکا گیا اور فرعون کا داؤ ہلاکت میں ہی تھا۔

یعنی اے ہامان! میرے لیے آسمان کے راستوں تک ایک اونچا محل بناؤ، میں اس پر چڑھ کر دیکھوں گا، شاید میں آسمان پر جانے والے راستوں تک پہنچ جاؤں اور وہاں جا کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے خدا کو جھانک کر دیکھوں، میرے گمان کے مطابق میرے علاوہ کسی اور خدا کے وجود کا دعویٰ کرنے میں موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام جھوٹے ہیں۔ یہ بات بھی فرعون نے اپنی قوم کو فریب دینے کے لئے کہی کیونکہ توحید و رسالت کی حقانیت کئی انداز میں اس پر آشکار ہو چکی تھی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اسی طرح فرعون کی نگاہ میں اس کا برا کام یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا اور اس کے رسول کو جھٹلانا خوش نما بنا دیا گیا اور شیطانوں نے وسوسے ڈال کر اس کی برائیاں اس کی نظر میں بھلی کر دکھائیں اور وہ ہدایت کے راستے سے روک دیا گیا اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی نشانیوں کے مقابلے میں فرعون کے مکر و فریب نقصان اور ہلاکت کا شکار ہوئے اور وہ اپنے کسی داؤ میں کامیاب نہ ہو سکا۔[2]

نوٹ: ہامان کو محل بنانے کا حکم دینے والا واقعہ سورۂ قصص کی آیت نمبر 38 میں بھی مذکور ہے۔

مردِ مومن کی قوم کو نصیحت:

جب مردِ مومن نے دیکھا کہ فرعون کوئی معقول جواب نہیں دے سکا تو اس نے دوبارہ اپنی قوم سے بڑے مؤثر انداز میں کلام کیا اور لوگوں کی غفلت کے سب سے بڑے سبب یعنی دنیا سے محبت کی طرف توجہ دلا کر دل نشین انداز میں انہیں نصیحت کی کہ یہ دنیوی زندگی فانی و معمولی ہے جس کی چکا چوند سے متاثر ہو کر تمہیں حق کی حقیقی روشنی نظر نہیں

---

1 ...پ۲۴، المؤمن: ۳۶، ۳۷۔ 2 ... خازن، حم المؤمن، تحت الآیۃ: ۳۶-۳۷، ۴/ ۷۲، جلالین، غافر، تحت الآیۃ: ۳۶-۳۷، ص۳۹۳، ملتقطاً۔

آرہی۔ اس فانی دنیا میں دل نہ لگاؤ، حقیقی زندگی اور جائے قرار تو آخرت کی کامیاب زندگی ہے جو ابد الآباد تک باقی رہنے والی ہے جسے حاصل کرنے کا طریقہ ایمان صحیح اور عملِ صالح ہے۔دوسرے الفاظ میں یوں کہہ لیں کہ دنیا میں ایمان اور نیکیوں بھری زندگی گزار لیں، آخرت میں راحتوں اور نعمتوں بھری زندگی مل جائے گی۔ مردِ مومن نے کہا:

یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾ یٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا مَتَاعٌ٘ وَّ اِنَّ الْاٰخِرَةَ هِیَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾ مَنْ عَمِلَ سَیِّئَةً فَلَا یُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَاۚ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىٕكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ یُرْزَقُوْنَ فِیْهَا بِغَیْرِ حِسَابٍ [1]

ترجمہ: اے میری قوم!میرے پیچھے چلو میں تمہیں بھلائی کی راہ بتاؤں۔ اے میری قوم! یہ دنیا کی زندگی تو تھوڑا سا سامان ہی ہے اور بیشک آخرت ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔ جو برا کام کرے تو اسے بدلہ نہ ملے گا مگر اتنا ہی اور جو اچھا کام کرے مرد ہو خواہ عورت اور وہ ہو مسلمان تو وہ جنت میں داخل کیے جائیں گے وہاں بے حساب رزق پائیں گے۔

اس میں اشارہ ہے کہ فرعون اور اس کی قوم جس راستہ پر چل رہی ہے وہ گمراہی کا راستہ ہے اور یہ بھی اشارہ ہے کہ ہدایت انبیاء کرام عَلَیْهِمُ السَّلَام اور اولیاء عظام رَحْمَةُ اللهِ عَلَیْهِم کی پیروی میں رکھی گئی ہے اور جس طرح نبی عَلَیْهِ السَّلَام اپنے امتی کو ہدایت کا راستہ دکھاتے ہیں اسی طرح نبی عَلَیْهِ السَّلَام کے تابع رہتے ہوئے اولیاء و صالحین بھی ہدایت کا راستہ دکھاتے ہیں۔[2]

باطل دین کی طرف بلانے کا ارادہ رکھنے والوں کو نصیحت:

اپنی قوم کو نصیحت کرتے وقت مردِ مومن نے یہ محسوس کیا کہ لوگ میری باتوں پر تعجب کر رہے ہیں اور میری بات ماننے کی بجائے مجھے اپنے باطل دین کی طرف بلانا چاہتے ہیں تو اس نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا:

وَ یٰقَوْمِ مَا لِیْۤ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَ تَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَى النَّارِ ﴿۴۱﴾ تَدْعُوْنَنِیْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ اُشْرِكَ بِهٖ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ٘ وَّ اَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى

ترجمہ: اور اے میری قوم مجھے کیا ہوا کہ میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلا رہے ہو۔ تم مجھے اس طرف بلاتے ہو کہ میں اللہ کا انکار

---

1 ...پ۲۴، المؤمن:۳۸-۴۰۔ 2 ... روح البیان، المؤمن، تحت الآیۃ:۳۸، ۸/۱۸۵۔

اَلْعَزِیْزِ الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَیْهِ لَیْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِی الدُّنْیَا وَ لَا فِی الْاٰخِرَةِ وَ اَنَّ مَرَدَّنَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَ اَنَّ الْمُسْرِفِیْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْؕ وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْۤ اِلَى اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ [1]

کروں اور ایسے کو اس کا شریک کروں جو میرے علم میں نہیں، اور میں تمہیں عزت والے بہت بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں۔ آپ ہی ثابت ہوا کہ جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو اس کو بلانا کہیں کام کا نہیں، دنیا میں، نہ آخرت میں اور یہ کہ ہمارا پھرنا اللہ کی طرف ہے اور یہ کہ حد سے گزرنے والے ہی دوزخی ہیں۔ تو جلد ہی تم وہ یاد کروگے جو میں تم سے کہہ رہا ہوں، اور میں اپنے کام اللہ کو سونپتا ہوں، بیشک اللہ بندوں کو دیکھتا ہے۔

یعنی تم عجیب لوگ ہو کہ میں تمہیں ایمان اور طاعت کی تلقین کرکے جنت کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے کفر و شرک کی دعوت دے کر جہنم کی طرف بلا رہے ہو۔ تم مجھے اِس بات کی طرف بلاتے ہو کہ میں اُس اللہ تعالیٰ کا انکار کردوں جس کا کوئی شریک نہیں اور معبود ہونے میں ایسے کو اس کا شریک کروں جس کے معبود ہونے پر کوئی دلیل ہی نہیں اور میں تمہیں اس اللہ کی طرف بلا رہا ہوں جو عزت والا اور توبہ کرنے والے کو بہت بخشنے والا ہے اور یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ تم مجھے جس جھوٹے معبود کی عبادت کی طرف بلا رہے ہو اس کی عبادت کرنا دنیا اور آخرت میں کہیں کام نہ آئے گا اور یاد رکھو کہ ہمیں مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہے، وہ ہمیں ہمارے اعمال کی جزا دے گا اور یہ بھی یاد رکھو کہ کافر ہمیشہ کے لئے جہنم میں جائیں گے۔ اگر میری باتیں ابھی تمہارے دل پر نہیں لگتیں لیکن عنقریب جب تم پر عذاب نازل ہوگا تو اس وقت تم میری نصیحتیں یاد کروگے مگر اس وقت کا یاد کرنا کچھ کام نہ دے گا۔ یہ سن کر ان لوگوں نے اس مومن کو دھمکی دی کہ اگر تم نے ہمارے دین کی مخالفت کی تو ہم تمہارے ساتھ برے طریقے سے پیش آئیں گے۔ اس کے جواب میں اس نے کہا: میں اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کو سونپتا ہوں، بیشک اللہ تعالیٰ بندوں کو دیکھتا اور ان کے اعمال و احوال کو جانتا ہے (لہٰذا مجھے تمہارا کوئی ڈر نہیں)۔ [2]

---

1 ...پ۲۴، المؤمن: ۴۱-۴۴.

2 ...روح البیان، المؤمن، تحت الآیۃ: ۴۱-۴۳، ۸/۱۸۶-۱۸۷، مدارک، غافر، تحت الآیۃ: ۴۱-۴۳، ص۱۰۶۰-۱۰۶۱، خازن، حمٓ المؤمن، تحت الآیۃ: ۴۴، ۴/۷۳، ملتقطاً.

مردِ مومن کی حفاظت:

جب فرعون اور اس کے درباریوں نے مردِ مومن کو سزا دینے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اُن کے شر سے بچا لیا جبکہ فرعون کا اپنی قوم سمیت یہ انجام ہوا کہ انہیں برے عذاب نے گھیر لیا، دنیا میں وہ فرعون کے ساتھ دریا میں غرق ہو گئے اور قیامت کے دن جہنم میں جائیں گے۔[1]

قرآنِ پاک میں ہے:

فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَ حَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ[2]

ترجمہ: تو اللہ نے اسے ان کے مکر کی برائیوں سے بچا لیا اور فرعونیوں کو برے عذاب نے آگھیرا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے اور اس پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے کفایت فرماتا اور دشمنوں کے مکر و فریب سے بچا لیتا ہے۔

فرعون اور اس کے سرداروں کے خلاف دعا:

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے عظیم معجزات دکھانے کے باوجود جب فرعونی اپنے کفر و عناد پر قائم رہے اور ان لوگوں کی سرکشی کا سبب اُن کا مال و دولت، دنیوی جاہ و زینت اور دل کی سختی تھی تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان کی بربادی کی دعا کی:

رَبَّنَاۤ اِنَّكَ اٰتَیْتَ فِرْعَوْنَ وَ مَلَاَهٗ زِیْنَةً وَّ اَمْوَالًا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَاۙ رَبَّنَا لِیُضِلُّوْا عَنْ سَبِیْلِكَۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ وَ اشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْا حَتّٰى یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ[3]

ترجمہ: اے ہمارے رب! تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں آرائش اور مال دیدیا، اے ہمارے رب! تاکہ وہ تیرے راستے سے بھٹکا دیں۔ اے ہمارے رب! ان کے مال برباد کردے اور ان کے دلوں کو سخت کردے تاکہ وہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔

1... تفسیر کبیر، المؤمن، تحت الآیۃ: ۴۵، ۹/۵۲۱، خازن، حم المؤمن، تحت الآیۃ: ۴۵، ۴/۷۳، ملتقطاً۔ 2... پ۲۴، المؤمن: ۴۵۔

3... پ۱۱، یونس: ۸۸۔

قبولیتِ دعا کی بشارت اور تاکید:

اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو شرفِ قبولیت سے نوازا اور ارشاد فرمایا:

قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِیْمَا وَ لَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِیْلَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ (1)

ترجمہ: تم دونوں کی دعا قبول ہوئی پس تم ثابت قدم رہو اور نادانوں کے راستے پر نہ چلنا۔

اس آیت میں دعا کی نسبت حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا السَّلَام دونوں کی طرف کی گئی حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام دعا کرتے تھے اور حضرت ہارون عَلَیْہِ السَّلَام آمین کہتے تھے۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو مصر سے نکلنے کا حکم:

قبولیتِ دعا کے کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وحی بھیجی کہ

اَسْرِ بِعِبَادِیْۤ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ (2)

ترجمہ: راتوں رات میرے بندوں کو لے چلو، بیشک تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔

سورۂ طٰہٰ میں ہے:

اَسْرِ بِعِبَادِیْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِیْقًا فِی الْبَحْرِ یَبَسًاۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّ لَا تَخْشٰى (3)

ترجمہ: راتوں رات میرے بندوں کو لے چلو اور ان کے لیے دریا میں خشک راستہ نکال دو۔ تجھے ڈر نہ ہو گا کہ فرعون پکڑ لے اور نہ تجھے خطرہ ہو گا۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی روانگی اور بڑھیا کا ایمان افروز واقعہ:

اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر راتوں رات مصر سے نکل گئے۔ اسی سفر کے دوران یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام دریا کے کنارے تک پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے سواری کے جانوروں کے منہ پھیر دیئے کہ خود واپس پلٹ آئے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: یااللہ! عَزَّوَجَلَّ، یہ کیا حال ہے؟ ارشاد ہوا: تم حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی قبر کے پاس ہو، ان کا جسم اپنے ساتھ لے لو۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو قبر کا پتہ معلوم نہ تھا، آپ نے لوگوں سے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی قبر کے

---

❶...پ۱۱، یونس:۸۹. ❷...پ۱۹، الشعراء:۵۲. ❸...پ۱۶، طٰہٰ:۷۷.

بارے میں جانتا ہو تو مجھے بتاؤ۔ لوگوں نے عرض کی: ہم میں سے تو کوئی نہیں جانتا البتہ بنی اسرائیل کی ایک بڑھیا ہے، ہو سکتا ہے کہ وہ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی قبر کے بارے میں جانتی ہو کہ وہ کہاں ہے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اس کے پاس آدمی بھیجا (جب وہ آگئی تو اس سے) فرمایا: تجھے حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی قبر معلوم ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ فرمایا: تو مجھے بتادے۔ اس نے عرض کی: خدا کی قسم میں اس وقت تک نہ بتاؤں گی جب تک آپ مجھے میری مانگی ہوئی چیز نہ دیدیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: تیری عرض قبول ہے۔ بڑھیا نے عرض کی: میں آپ سے یہ مانگتی ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ اس درجے میں رہوں جس درجے میں آپ ہوں گے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: جنت مانگ لے۔ (یعنی تجھے یہی کافی ہے اتنا بڑا سوال نہ کر۔) بڑھیا نے کہا: خدا کی قسم میں نہ مانوں گی مگر یہی کہ آپ کے ساتھ ہوں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اس سے یہی گفتگو کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی: اے موسیٰ! وہ جو مانگ رہی ہے تم اسے وہی عطا کردو کہ اس میں تمہارا کچھ نقصان نہیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اسے جنت میں اپنی رفاقت عطا فرمادی اور اس نے حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی قبر بتادی اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نعش مبارک کو ساتھ لے کر دریا پار کر گئے۔[1]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے اپنی تصنیف ''الامن والعلیٰ'' میں یہ حدیثِ پاک نقل کرکے اس کے تحت سات نِکات بیان فرمائے ہیں، ان میں سے مذکورہ بالا واقعہ سے متعلق کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ بڑھیا کا حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے جنت میں ان کی رفاقت کا سوال کرنا اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا یہ سوال سن کر غضب و جلال میں نہ آنا بلکہ اس سے یہ کہنا کہ ہم سے جنت مانگ لو اور اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو بڑھیا کی طلب کے مطابق عطا فرمانے کا حکم دینا اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا بڑھیا کو جنت میں اپنی رفاقت عطا فرما دینا، یہ سب شواہد اس بات کی دلیل ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں پر بہت مہربان ہے اور انہیں بہت نوازتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے مخلوق میں جنت اور اس کے درجات تک تقسیم فرماتے ہیں۔[2]

فرعون کا لشکر جمع کرنا اور متکبرانہ کلام:

جب فرعون نے ان کے مصر سے نکلنے کی خبر سنی تو اس نے اپنے نمائندے بھیج کر مختلف شہروں سے لشکر جمع

1... معجم الاوسط، باب المیم، من اسمہ: محمد، ۵/۴۰۲، حدیث: ۷۷۶۷۔

2... فتاویٰ رضویہ، رسالہ: الامن والعلیٰ لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء، ۳۰/ ۶۰۰-۶۰۴، ملخصاً۔

کرلئے جن کے مقابلے میں بنی اسرائیل کی تعداد تھوڑی معلوم ہونے لگی، چنانچہ فرعون نے بنی اسرائیل کے بارے میں کہا:

اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِیْلُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَ اِنَّهُمْ لَنَا لَغَآىٕظُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَ اِنَّا لَجَمِیْعٌ حٰذِرُوْنَ [1]

ترجمہ: (اور کہا:) یہ لوگ ایک تھوڑی سی جماعت ہیں۔ اور بیشک یہ ہمیں غصہ دلانے والے ہیں۔ اور بیشک ہم سب ہوشیار ہیں۔

مصر سے فرعون کا خروج اور بنی اسرائیل پر انعامِ الٰہی:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۵۷﴾ وَّ كُنُوْزٍ وَّ مَقَامٍ كَرِیْمٍ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَ اَوْرَثْنٰهَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ [2]

ترجمہ: تو ہم نے انہیں (فرعون اور اس کی قوم کو) باغوں اور چشموں (کی زمین) سے باہر نکالا۔ اور خزانوں اور عمدہ مکانوں سے۔ ہم نے ایسے ہی کیا اور بنی اسرائیل کو ان کا وارث بنادیا۔

فرعونیوں کا تعاقب اور بنی اسرائیل کی حفاظت کا خدائی انتظام:

جب سورج طلوع ہوا تو فرعونیوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اور بنی اسرائیل کا تعاقب کیا، پھر جب دونوں گروہوں کا آمنا سامنا ہوا اور ان میں سے ہر ایک نے دوسرے کو دیکھا تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھیوں نے کہا:

اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ [3]

ترجمہ: بیشک ہمیں پالیا گیا۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو چونکہ اللہ تعالیٰ کے وعدے پر پورا بھروسہ تھا اس لئے آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے بنی اسرائیل سے فرمایا:

كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ [4]

ترجمہ: ہرگز نہیں، بیشک میرے ساتھ میرا رب ہے وہ ابھی مجھے راستہ دکھادے گا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وحی بھیجی کہ اپنا عصا دریا پر مارو، چنانچہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے دریا پر عصا مارا تو اچانک وہ دریا پھٹ کر بارہ راستوں میں تقسیم ہو گیا، ہر راستہ بڑے پہاڑ جیسا ہو گیا اور ان کے

---

1 ...پ۱۹، الشعراء:۵۴-۵۶۔ 2 ...پ۱۹، الشعراء:۵۷-۵۹۔ 3 ...پ۱۹، الشعراء:۶۱۔ 4 ...پ۱۹، الشعراء:۶۲۔

درمیان خشک راستے بن گئے جن پر چل کر بنی اسرائیل دریا سے پار ہو گئے۔[1] یوں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کے سب ساتھیوں کو دریا سے سلامت نکال کر بچالیا۔

فرعون اور اس کے لشکریوں کی غرقابی:

دوسری طرف فرعون اور اس کے لشکر کے ساتھ یوں ہوا کہ اللہ تعالیٰ انہیں بنی اسرائیل کے قریب لے آیا یہاں تک کہ وہ اُن راستوں پر چل پڑے جو قدرتِ الٰہی سے دریا میں بنی اسرائیل کے لیے بنے تھے۔ جب بنی اسرائیل کے تمام لوگ راستوں سے گزر کر دریا سے باہر نکل گئے اور تمام فرعونی دریا کے اندر آ گئے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دریا مل کر پہلے کی طرح ہو گیا، یوں فرعون اپنی قوم کے ساتھ ڈوب گیا۔[2]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴿۷۸﴾ وَ اَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَ مَا هَدٰى[3]

ترجمہ: تو فرعون اپنے لشکر کے ساتھ ان کے پیچھے چل پڑا تو انہیں دریا نے ڈھانپ لیا جیسا انہیں ڈھانپ لیا۔ اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا اور راہ نہ دکھائی۔

اس سے معلوم ہوا کہ قوم کے عروج و زوال میں سربراہ کا کردار بڑا اہم ہوتا ہے، اگر یہ سدھر جائے تو قوم کامیابی پاتی ہے لیکن اگر یہ بگڑ جائے تو قوم تباہ ہو جاتی ہے۔

ڈوبتے وقت فرعون کا اظہارِ ایمان اور اسے جواب:

جب فرعون ڈوبنے لگا تو اس امید پر اپنے ایمان کا اِظہار کرنے لگا کہ اللہ تعالیٰ اسے اس مصیبت سے نجات دیدے گا۔ اس وقت اس سے کہا گیا: کیا اب حالتِ اِضطرار میں جب کہ عذابِ الٰہی کا شکار ہو کر ڈوبنے لگا ہے اور زندگی سے ناامید ہو چکا ہے، اس وقت ایمان لاتا ہے حالانکہ اس سے پہلے تو نافرمان رہا اور تو فسادی تھا، خود گمراہ تھا اور دوسروں کو گمراہ کرتا تھا۔

قرآن پاک میں ہے:

وَ جٰوَزْنَا بِبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ

ترجمہ: اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا عبور کرادیا تو

---

❶... جلالین، الشعراء، تحت الآیۃ: ۶۳، ص ۳۱۲۔ ❷... جلالین، الشعراء، تحت الآیۃ: ۶۵-۶۶، ص ۳۱۲۔ ❸... پ۱۶، طٰہٰ: ۷۸، ۷۹۔

فِرْعَوْنُ وَ جُنُوْدُهٗ بَغْیًا وَّ عَدْوًاؕ-حَتّٰۤى اِذَاۤ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُۙ-قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ(۹۰) آٰلْـٴٰـنَ وَ قَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ[1]

فرعون اور اس کے لشکروں نے سرکشی اور ظلم سے ان کا پیچھا کیا یہاں تک کہ جب اسے غرق ہونے نے آلیا تو کہنے لگا: میں اِس بات پر ایمان لایا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں مسلمان ہوں۔ (اُسے کہا گیا) کیا اب (ایمان لاتے ہو؟) حالانکہ اس سے پہلے تو نافرمان رہا اور تو فسادی تھا۔

مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام فرعون کے پاس ایک تحریری سوال لائے جس کا مضمون یہ تھا کہ ایسے غلام کے بارے میں بادشاہ کا کیا حکم ہے جس نے ایک شخص کے مال و نعمت میں پرورش پائی، پھر اس کی ناشکری کی اور اس کے حق کا منکر ہو گیا اور اپنے آپ مولیٰ ہونے کا مدعی بن گیا؟ اس پر فرعون نے یہ جواب لکھا کہ جو غلام اپنے آقا کی نعمتوں کا انکار کرے اور اس کے مقابل آئے اس کی سزا یہ ہے کہ اسے دریا میں ڈبو دیا جائے۔ جب فرعون ڈوبنے لگا تو حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے اس کا وہی فتویٰ اس کے سامنے کر دیا اور اسے اس نے پہچان لیا۔[2]

فرعون کی خود کو ملامت:

ڈوبتے وقت فرعون کا حال یہ تھا کہ وہ اپنے آپ کو ملامت کر رہا تھا کہ اس نے رب ہونے کا دعویٰ کیوں کیا اور وہ کیوں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر ایمان نہ لایا اور کیوں ان پر اعتراضات کئے۔[3] لیکن عذاب نازل ہو جانے کے بعد کی ندامت کا کوئی فائدہ نہیں کہ اب مہلت ختم ہو گئی۔

قرآنِ پاک میں ہے:

فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ وَ هُوَ مُلِیْمٌ[4]

ترجمہ: اور ہم نے فرعون اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں ڈال دیا اس حال میں کہ وہ (خود کو) ملامت کر رہا تھا۔

---

❶...پ۱۱، یونس: ۹۰، ۹۱. ❷...مدارک، یونس، تحت الآیۃ: ۹۱، ص ۴۸۴.

❸... ابو سعود، الذاریات، تحت الآیۃ: ۴۰، ۵/ ۶۳۱، جلالین، الذاریات، تحت الآیۃ: ۴۰، ص ۴۳۴، ملتقطاً. ❹...پ۲۷، الذاریات: ۴۰.

فرعون کی لاش کا ظہور:

علماءِ تفسیر کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی قوم کو ان کی ہلاکت کی خبر دی تو بنی اسرائیل میں سے بعض کو شبہ رہا اور فرعون کی عظمت و ہیبت جو ان کے دلوں میں تھی اس کے باعث انہیں اس کی ہلاکت کا یقین نہ آیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دریا نے فرعون کی لاش ساحل پر پھینک دی، بنی اسرائیل نے اس کو دیکھ کر پہچان لیا۔(1)

فرعون کی لاش نشانِ عبرت بنادی گئی:

ڈوبتے وقت فرعون سے یہ بھی کہا گیا:

فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةًؕ-وَ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ۠(2)

ترجمہ: آج ہم تیری لاش کو بچالیں گے تاکہ تو اپنے بعد والوں کے لیے نشانی بن جائے اور بیشک لوگ ہماری نشانیوں سے ضرور غافل ہیں۔

فرعون کی لاش آج بھی محفوظ ہے اور قاہرہ کے میوزیم میں لوگوں کے لیے عبرت کی نشانی کے طور پر موجود ہے۔ مزید فرمایا گیا:

فَمَا بَكَتْ عَلَیْهِمُ السَّمَآءُ وَ الْاَرْضُ وَ مَا كَانُوْا مُنْظَرِیْنَ۠(3)

ترجمہ: تو ان پر آسمان اور زمین نہ روئے اور انہیں مہلت نہ دی گئی۔

غرقابی کے بعد صبح و شام آگ پر پیشی:

فرعون اور اس کی قوم کو دنیا میں غرق کر دیا گیا اور اس کے بعد سے برزخ میں انہیں صبح و شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے یعنی وہ اس میں جلائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی، اس دن فرشتوں کو حکم فرمایا جائے گا کہ فرعون والوں کو جہنم کے سخت تر عذاب میں داخل کر دو۔(4)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِیًّاۚ-وَ یَوْمَ

ترجمہ: آگ جس پر صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں

---

❶...خازن، یونس، تحت الآیۃ: ۹۲، ۲/ ۳۳۲-۳۳۳. ❷...پ۱۱، یونس: ۹۲. ❸...پ۲۵، الدخان: ۲۹. ❹...جلالین، غافر، تحت الآیۃ: ۴۶، ص۳۹۴.

تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْۤا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ [1]

اور جس دن قیامت قائم ہوگی، (حکم ہوگا) فرعون والوں کو سخت تر عذاب میں داخل کرو۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: فرعونیوں کی روحیں سیاہ پرندوں کے قالب میں ہر روز دو مرتبہ صبح و شام آگ پر پیش کی جاتی ہیں اور ان سے کہا جاتا ہے کہ یہ آگ تمہارا مقام ہے اور قیامت تک ان کے ساتھ یہی معمول رہے گا۔[2]

اس آیت سے عذابِ قبر کے ثبوت پر استدلال کیا جاتا ہے کیونکہ یہاں پہلے صبح و شام فرعونیوں کو آگ پر پیش کئے جانے کا ذکر ہوا اور اس کے بعد قیامت کے دن سخت تر عذاب میں داخل کئے جانے کا بیان ہوا، اس سے معلوم ہوا کہ قیامت سے پہلے بھی انہیں آگ پر پیش کر کے عذاب دیا جارہا ہے اور یہی قبر کا عذاب ہے۔

فرعون اور اس کی قوم کی رسوائی اور اخروی انجام:

دنیا میں ہلاکت و بربادی سے دوچار ہونے والے فرعون اور اس کی قوم کے اخروی عذاب اور دنیاوی رسوائی سے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰیٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۹۶﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَاۡىٕهٖ فَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَ مَاۤ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِیْدٍ ﴿۹۷﴾ یَقْدُمُ قَوْمَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَ بِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ﴿۹۸﴾ وَ اُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ [3]

ترجمہ: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی آیتوں اور روشن غلبے کے ساتھ بھیجا۔ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف تو انہوں نے فرعون کی پیروی کی حالانکہ فرعون کا کام بالکل درست نہ تھا۔ (فرعون) قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے ہوگا پھر انہیں دوزخ میں لا اتارے گا اور وہ اترنے کا کیا ہی برا گھاٹ ہے۔ اور اس دنیا میں اور قیامت کے دن ان کے پیچھے لعنت لگادی گئی۔ کیا ہی برا انعام ہے جو انہیں ملا۔

اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کی رسوائی اور نیک لوگوں کا ہمیشہ کسی پر لعنت کرنا خدا کا عذاب ہے جبکہ ذکرِ خیر اور

---

1 ...پ۲۴، المؤمن: ۴۶۔ 2 ...خازن، حم المؤمن، تحت الآیۃ: ۴۶، ۴/۷۳۔ 3 ...پ۱۲، ھود: ۹۶-۹۹۔

اچھا چرچا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ جَعَلْنٰهُمْ اَىٕمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِۚ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ لَا یُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَ اَتْبَعْنٰهُمْ فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةًۚ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِیْنَ[1]

ترجمہ: اور انہیں ہم نے پیشوا بنادیا کہ آگ کی طرف بلاتے ہیں اور قیامت کے دن ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ اور اس دنیا میں ہم نے ان کے پیچھے لعنت لگادی اور قیامت کے دن وہ قبیح (بُری) حالت والوں میں سے ہوں گے۔

اس آیت کے مصداق آج کل کے وہ لوگ بھی ہیں جو لوگوں کو کفر و گمراہی اور بدعملی کی طرف بلاتے ہیں، ان پر اپنے اس عمل کا گناہ ہوگا اور جو لوگ ان کی پیروی کر رہے ہیں وہ بھی گناہگار ہوں گے اور دعوت دینے والوں کے کندھوں پر اپنے عمل کے گناہ کے علاوہ ان کی پیروی کرنے والوں کے گناہوں کا بوجھ الگ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اپنے حال پر رحم کھانے اور اپنے اس برے عمل سے باز آجانے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

فرعون اور اس کے لشکر کا انجام باعثِ عبرت ہے:

فرعون اور اس کے لشکریوں کا انجام ان کے بعد آنے والی قوموں اور ہم مسلمانوں سبھی کے لیے باعث عبرت ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَمَّاۤ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۵۵﴾ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّ مَثَلًا لِّلْاٰخِرِیْنَ[2]

ترجمہ: پھر جب انہوں نے ہمیں ناراض کیا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا تو ہم نے ان سب کو غرق کردیا۔ تو ہم نے انہیں اگلی داستان کردیا اور بعد والوں کیلئے مثال بنادیا۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ اسْتَكْبَرَ هُوَ وَ جُنُوْدُهٗ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اِلَیْنَا لَا یُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَ

ترجمہ: اور اس نے اور اس کے لشکریوں نے زمین میں بے جا تکبر کیا اور وہ سمجھے کہ انہیں ہماری طرف

---

[1] ...پ۲۰، القصص: ۴۱، ۴۲۔ [2] ...پ۲۵، الزخرف: ۵۵، ۵۶۔

جُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِیْنَ [1]

پھرنا نہیں۔ تو ہم نے اسے اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا تو دیکھو ظالموں کا کیسا انجام ہوا؟

اور ارشاد فرمایا:

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰیٰتِنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَاۡىٕهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ [2]

ترجمہ: پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے ان نشانیوں پر زیادتی کی تو دیکھو فسادیوں کا کیسا انجام ہوا؟

اور ارشاد فرمایا:

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰیٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۳﴾ ۚ وَ جَحَدُوْا بِهَا وَ اسْتَیْقَنَتْهَاۤ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا ؕ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ [3]

ترجمہ: پھر جب ان کے پاس آنکھیں کھولتی ہوئی ہماری نشانیاں آئیں تو وہ کہنے لگے: یہ تو کھلا جادو ہے۔ اور انہوں نے ظلم اور تکبر کی وجہ سے ان نشانیوں کا انکار کیا حالانکہ ان کے دل ان نشانیوں کا یقین کر چکے تھے تو دیکھو فساد کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا؟

اور ارشاد فرمایا:

هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ مُوْسٰى ﴿۱۵﴾ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۶﴾ ۚ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۱۷﴾ ۖ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ ۙ وَ اَهْدِیَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿۱۹﴾ ۚ فَاَرٰىهُ الْاٰیَةَ الْكُبْرٰى ﴿۲۰﴾ ۖ فَكَذَّبَ وَ عَصٰى ﴿۲۱﴾ ۖ ثُمَّ اَدْبَرَ یَسْعٰى ﴿۲۲﴾ ۖ فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿۲۳﴾ ۖ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿۲۴﴾ ۖ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَ

ترجمہ: کیا تمہیں موسیٰ کی خبر آئی۔ جب اسے اس کے رب نے پاک جنگل طویٰ میں ندا فرمائی۔ (فرمایا) کہ فرعون کے پاس جا، بیشک وہ سرکش ہو گیا ہے۔ تو اس سے کہہ: کیا تجھے اس بات کی طرف کوئی رغبت ہے کہ تو پاکیزہ ہو جائے؟ اور یہ کہ میں تجھے تیرے رب کی طرف راہ بتاؤں تو تو ڈرے۔ پھر موسیٰ نے اسے بہت بڑی نشانی دکھائی۔ تو اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی۔ پھر اس نے

❶...پ۲۰، القصص: ۳۹، ۴۰۔ ❷...پ۹، الاعراف: ۱۰۳۔ ❸...پ۱۹، النمل: ۱۳، ۱۴۔

الْاُوْلٰىؕ(۲۵) اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰى ؕ(۱)

(مقابلے کی) کوشش کرتے ہوئے پیٹھ پھیر دی۔ تو (لوگوں کو) جمع کیا پھر پکارا۔ پھر بولا: میں تمہارا سب سے اعلیٰ رب ہوں۔ تو اللہ نے اسے دنیا و آخرت دونوں کے عذاب میں پکڑا۔ بیشک اس میں ڈرنے والے کے لئے عبرت ہے۔

یہ وہ بنیادی مقصد ہے جس کے لئے یہ سارا واقعہ بیان کیا گیا کہ گزشتہ قوموں کے واقعات اور ان کے عروج و زوال سے عبرت حاصل کی جائے اور اپنی حالت کو سدھارا جائے۔ افسوس! فی زمانہ لوگ اس مقصد سے غفلت کا شکار ہیں اور سابقہ قوموں کی عملی حالت اور ان کے عبرت ناک انجام سے نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

درس و نصیحت

حکمرانی قائم رکھنے کے لئے فرعون کا طریقہ اور موجودہ دور کے حکمرانوں کا طرز عمل: حکمرانی قائم رکھنے کے لئے رعایا کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر دینا اور ان میں باہم بغض و عداوت ڈال دینا فرعون کا طریقہ تھا اور دیکھا جائے تو یہی طریقہ ہمارے دور میں بھی رائج ہے، مسلم اور غیر مسلم دونوں طرح کے حکمران لوگوں کو مختلف مسائل میں الجھائے رکھتے ہیں تاکہ لوگ ان مسائل ہی سے نہ نکل پائیں اور ان کی حکمرانی قائم رہے اور اس طرز عمل کے نتیجے میں ان حکمرانوں کا جو حال ہوتا ہے وہ بھی سب کے سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں عقل سلیم اور ہدایت عطا فرمائے، اٰمین۔

بندے کا حد میں رہنا اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے: فرعون کے بارے میں فرمایا کہ وہ متکبر تھا کیونکہ وہ خود کو خدا کہتا تھا اور اس سے بڑھ کر کیا تکبر ہو سکتا ہے، نیز فرعون کو حد سے بڑھنے والا کہا گیا کیونکہ اس نے بندہ ہو کر بندگی کی حد سے گزرنے کی کوشش کی اور اُلوہیت کا مدعی ہو گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حد میں رہنا اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ پانی حد سے بڑھ جائے تو طوفان بن جاتا ہے اور آدمی حد سے بڑھ جائے تو شیطان بن جاتا ہے۔

مَصائب خوابِ غفلت سے بیداری کا سبب بھی ہیں: فرعون اور اس کی قوم کو آفات و مصائب میں مبتلا کر کے خواب غفلت سے بیدار کرنے کی کوشش کی گئی، اس سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی گئی آفتوں اور مصیبتوں کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ ان کی وجہ سے انسان غفلت سے بیدار ہو کر اللہ تعالیٰ کا اطاعت گزار اور فرمانبردار بندہ بن جائے،

❶...پ۳۰، النّٰزعات: ۱۵-۲۶۔

لہٰذا زلزلہ، طوفان، سیلاب یا کسی اور مصیبت کا سامنا ہو تو اس سے عبرت حاصل کرتے ہوئے غفلت کی نیند سے بیدار ہونے کی کوشش کرنی چاہئے نہ کہ انہیں تفریح کا ذریعہ بنالیا جائے۔

معجزہ کبھی مغلوب نہیں ہوتا: فرعون ملک بھر سے بڑے بڑے جادوگر جمع کر کے انہیں مجمع عام میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے مقابلے کے لیے لایا، یہ جادوگر اپنے تمام تر مکر و فریب اور حیلوں کے باوجود حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر غالب نہ آسکے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کا معجزہ مغلوب نہیں ہوتا بلکہ یہ باطل پر غالب آکر ہی رہتا ہے۔

نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی تعظیم کی برکت: مقابلے کی ابتدا کے وقت جادوگروں نے ادباً حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو پہل کرنے کی دعوت دی، اس ادب کا انہیں یہ صلہ ملا کہ مقابلے کے اختتام پر انہیں ایمان کی لازوال دولت نصیب ہوئی اور شہادت کے عظیم رتبے پر فائز ہو کر جنت کی ابدی نعمتیں پاگئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام کا ادب دنیا و آخرت کی عظیم سعادتیں پانے کا اہم ترین ذریعہ ہے۔

راہِ حق میں درپیش مسائل پر صبر واستقامت: فرعون کے ظلم و ستم پر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے نومسلموں کو مددِ الٰہی طلب کرنے اور صبر و تحمل کی نصیحت فرمائی۔ اس میں اہل ایمان کے لیے درس ہے کہ راہِ حق میں آنے والے مصائب اور سختیوں پر صبر کا مظاہرہ کرنا، انہیں خندہ پیشانی سے برداشت کرنا اور ان سے خلاصی کے لیے بارگاہِ الٰہی سے مدد طلب کرنا چاہئے۔

باب: 5

فرعون کے ڈوبنے کے بعد کے اہم واقعات

بنی اسرائیل کی طرف سے معبود بنا کر دینے کا مطالبہ اور انہیں جواب:

فرعون کی غرقابی کے بعد بنی اسرائیل اپنے مقام سے چلے، اس دوران ان کا گزر ایک ایسی قوم کے پاس سے ہوا جو اپنے بتوں کے آگے جم کر بیٹھے ہوئے اور اُن کی عبادت کر رہے تھے۔ ابن جُرَیج نے کہا کہ یہ بُت گائے کی شکل کے تھے۔ یہاں سے بنی اسرائیل کے دل میں بچھڑا پوجنے کا شوق پیدا ہوا جس کا نتیجہ بعد میں گائے پرستی کی شکل میں نمودار ہوا۔ اُنہیں دیکھ کر بنی اسرائیل نے کہا:

---

[1] ...پ۹، الاعراف: ۱۳۸.

معبود بنادو جیسے ان کے لئے کئی معبود ہیں۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان کے مطالبے کو رد کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّ هُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ [1]

ترجمہ: تم یقیناً جاہل لوگ ہو۔ بیشک یہ لوگ جس کام میں پڑے ہوئے ہیں وہ سب برباد ہونے والا ہے اور جو کچھ یہ کررہے ہیں وہ سب باطل ہے۔ (موسیٰ نے) فرمایا: کیا تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی اور معبود تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہیں سارے جہان والوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔

یاد رہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے یہ عرض سارے بنی اسرائیل نے نہ کی تھی کیونکہ ان میں حضرت ہارون عَلَیْہِ السَّلَام اور دیگر بزرگ اولیاءُ اللہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِم بھی تھے، بلکہ اُن لوگوں نے کی تھی جو ابھی تک راسخ الایمان نہ ہوئے تھے۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی کوہِ طور پر روانگی اور ہارون عَلَیْہِ السَّلَام کو نصیحت:

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے مصر میں بنی اسرائیل سے وعدہ فرمایا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ اُن کے دشمن فرعون کو ہلاک فرمادے گا تو وہ اُن کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک کتاب لائیں گے جس میں حلال و حرام کا بیان ہوگا۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کو ہلاک کر دیا تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ الٰہی میں وہ کتاب نازل کرنے کی درخواست کی۔ اس پر انہیں حکم ملا کہ تیس روزے رکھیں، یہ ذوالقعدہ کا مہینہ تھا۔ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام روزے پورے کر چکے تو آپ کو اپنے دہن مبارک میں ایک طرح کی بو معلوم ہوئی (جو عموماً روزے میں نہ کھانے کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے)، اس وجہ سے آپ نے مسواک کر لی۔ فرشتوں نے ان سے عرض کی: ہمیں آپ کے منہ سے بڑی محبوب خوشبو آیا کرتی تھی، آپ نے مسواک کر کے اسے ختم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم فرمایا کہ ماہِ ذی الحجہ میں دس روزے اور رکھیں اور ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ روزے دار کے منہ کی خوشبو میرے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ [2]

---

❶...پ۹، الاعراف: ۱۳۸-۱۴۰۔ ❷...تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۴۲، ۵/۳۵۱، ۳۵۲، ملتقطاً۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے پہاڑ پر مناجات کے لئے جاتے وقت اپنے بھائی حضرت ہارون عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمایا:

اُخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَ اَصْلِحْ وَ لَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ [1]

ترجمہ: تم میری قوم میں میرا نائب رہنا اور اصلاح کرنا اور فسادیوں کے راستے پر نہ چلنا۔

یہاں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت ہارون عَلَیْہِ السَّلَام سے جو اصلاح اور صحیح راستے پر چلنے کا فرمایا وہ حقیقت میں آپ کے واسطے سے بنی اسرائیل کو فرمایا تھا ورنہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام تو فسادیوں کے راستے پر چلنے سے معصوم ہیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا حضرت ہارون عَلَیْہِ السَّلَام کو یہ فرمانا بطورِ تاکید و اِستقامت کے ہو۔

رضائے الٰہی میں اضافے کیلئے موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی جلدی:

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اپنی قوم میں سے ستر آدمیوں کو بھی منتخب کر کے ساتھ لے گئے تھے، راستے میں کلامِ پروردگار سننے کے شوق میں آگے بڑھ گئے اور ساتھیوں سے فرمادیا کہ میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ مَاۤ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ یٰمُوْسٰى [2]

ترجمہ: اور اے موسیٰ! تجھے اپنی قوم سے کس چیز نے جلدی میں مبتلا کردیا؟

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی:

هُمْ اُولَآءِ عَلٰۤى اَثَرِیْ وَ عَجِلْتُ اِلَیْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى [3]

ترجمہ: وہ یہ میرے پیچھے ہیں اور اے میرے رب! میں نے تیری طرف اس لئے جلدی کی تاکہ تو راضی ہوجائے۔

یہاں ایک نکتہ قابلِ ذکر ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے کلیم حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے بارے میں بیان فرمایا کہ انہوں نے رضائے رب کے حصول کے لئے کوہِ طور پر پہنچنے میں جلدی کی جبکہ اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِۚ فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا [4]

ترجمہ: ہم تمہارے چہرے کا آسمان کی طرف بار بار اٹھنا دیکھ رہے ہیں تو ضرور ہم تمہیں اس قبلہ کی

---

1 ...پ۹، الاعراف: ۱۴۲۔ 2 ...پ۱۶، طٰہٰ: ۸۳۔ 3 ...پ۱۶، طٰہٰ: ۸۴۔ 4 ...پ۲، البقرۃ: ۱۴۴۔

طرف پھیر دیں گے جس میں تمہاری خوشی ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (1)

ترجمہ: اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کیا خوب فرماتے ہیں:

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد

اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی اور دیدارِ الٰہی کی تمنا:

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے کلام فرمایا اس پر ہمارا ایمان ہے۔ کلام کی حقیقت اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ کتابوں میں مذکور ہے کہ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کے لئے حاضر ہوئے تو آپ نے طہارت کی، پاکیزہ لباس پہنا اور روزہ رکھ کر طورِ سینا میں حاضر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بادل نازل فرمایا جس نے پہاڑ کو ہر طرف سے چار فرسنگ (یعنی 12 میل) کی مقدار ڈھک لیا۔ شیاطین اور زمین کے جانور حتّٰی کہ ساتھ رہنے والے فرشتے تک وہاں سے علیحدہ کر دیئے گئے۔ آپ کے لئے آسمان کھول دیا گیا تو آپ نے ملائکہ کو ملاحظہ فرمایا کہ ہوا میں کھڑے ہیں۔ آپ نے عرشِ الٰہی کو صاف دیکھا یہاں تک کہ اَلواح پر قلموں کی آواز سنی اور اللہ تعالیٰ نے آپ سے کلام فرمایا۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اس کی بارگاہ میں اپنی معروضات پیش کیں، اُس نے اپنا کلام کریم سنا کر نوازا۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو کلامِ ربانی کی لذت نے اس کے دیدار کا آرزو مند اور مشتاق بنا دیا۔

چنانچہ بارگاہِ ربُّ العزّت عَزَّوَجَلَّ میں عرض کی:

رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَ (2)

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے اپنا جلوہ دکھا تاکہ میں تیرا دیدار کر لوں۔

یعنی صرف دل یا خیال کا دیدار نہیں مانگتا بلکہ آنکھ کا دیدار چاہتا ہوں کہ جیسے تو نے میرے کان سے حجاب اٹھا دیا تو میں نے تیرا کلامِ قدیم سن لیا ایسے ہی میری آنکھ سے پردہ ہٹا دے تاکہ تیرا جمال دیکھ لوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے

---

❶...پ۳۰، الضحی: ۵۔ ❷...پ۹، الاعراف: ۱۴۳۔

ارشاد فرمایا:

لَنْ تَرٰىنِیْ وَ لٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ[1]

ترجمہ: تو مجھے ہر گز نہ دیکھ سکے گا، البتہ اس پہاڑ کی طرف دیکھ، یہ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا۔

یاد رہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ میرا دیکھنا ممکن نہیں بلکہ دنیا میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے دیکھنے کی نفی کی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ دیدارِ الٰہی ممکن ہے اگرچہ دنیا میں نہ ہو کیونکہ صحیح حدیثوں میں ہے کہ روزِ قیامت مؤمنین اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے دیدار سے فیض یاب کئے جائیں گے، اس کے علاوہ یہ کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتے ہیں، اگر دیدارِ الٰہی ممکن نہ ہوتا تو آپ ہرگز سوال نہ فرماتے[2] کہ اللہ کے نبی کسی محال شے کی دعا نہیں کرتے۔

قصہ مختصر، جب رب تعالیٰ نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا تو وہ پہاڑ پاش پاش ہو گیا اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام بے ہوش ہو کر گر گئے، پھر جب ہوش آیا تو عرض کی:

سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ[3]

ترجمہ: تو پاک ہے، میں تیری طرف رجوع لایا اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

یہاں ایک نکتہ قابلِ ذکر ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ تعالیٰ سے اپنا دیدار کروانے کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں منع فرمایا، پہاڑ تجلی ربانی برداشت نہ کر سکا اور پاش پاش ہو گیا اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام بیہوش ہو کر زمین پر تشریف لے آئے جبکہ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ هُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ؕ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۙ فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰى ۚ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ؕ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ

ترجمہ: اس حال میں کہ وہ آسمان کے سب سے بلند کنارہ پر تھے۔ پھر وہ جلوہ قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہو گیا۔ تو دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ

---

❶...پ۹، الاعراف: ۱۴۳۔
❷... خازن، الاعراف، تحت الآیة: ۱۴۳، ۲/ ۱۳۵، صاوی، الاعراف، تحت الآیة: ۱۴۳، ۲/ ۷۰۷، ملتقطاً۔
❸...پ۹، الاعراف: ۱۴۳۔

مَا رَاٰى ﴿۱۱﴾ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا یَرٰى ﴿۱۲﴾ وَ لَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴿۱۳﴾ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿۱۴﴾ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ﴿۱۵﴾ اِذْ یَغْشَى السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰى ﴿۱۶﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰى [1]

گیا۔ پھر اس نے اپنے بندے کو وحی فرمائی جو اس نے وحی فرمائی۔ دل نے اسے جھوٹ نہ کہا جو (آنکھ نے) دیکھا۔ تو کیا تم ان سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو۔ اور انہوں نے تو وہ جلوہ دوبار دیکھا۔ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔ اس کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔ آنکھ نہ کسی طرف پھری اور نہ حد سے بڑھی۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو تسلی:

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو دیدار کے مطالبے پر منع فرما دیا، پھر انہیں اِن پر کئے گئے انعامات گنوا کر تسلی دیتے ہوئے شکر کرنے کا حکم دیا، گویا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! دیدار کا مطالبہ کرنے پر اگرچہ منع کر دیا گیا لیکن میں نے تمہیں فلاں فلاں عظیم نعمتیں تو عطا فرمائی ہیں لہٰذا دیدار سے منع کرنے پر اپنا سینہ تنگ نہ کرو، تم ان نعمتوں کی طرف دیکھو جن کے ساتھ میں نے تمہیں خاص کیا کہ میں نے اپنی رسالتوں کے ساتھ تجھے لوگوں پر منتخب کر لیا اور تمہیں مجھ سے بلا واسطہ ہم کلامی کا شرف عطا ہوا جبکہ دیگر انبیاء و مرسلین عَلَیْہِمُ السَّلَام سے فرشتے کے واسطے سے کلام ہوا۔[2] ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰمُوْسٰۤى اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَ بِكَلَامِیْ ﳲ فَخُذْ مَاۤ اٰتَیْتُكَ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ [3]

ترجمہ: اے موسیٰ! میں نے اپنی رسالتوں اور اپنے کلام کے ساتھ تجھے لوگوں پر منتخب کر لیا تو جو میں نے تمہیں عطا فرمایا ہے اسے لے لو اور شکر گزاروں میں سے ہو جاؤ۔

یاد رہے کہ آیت میں جو بیان ہوا کہ **"اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو اپنی رسالتوں اور اپنے کلام کے ساتھ لوگوں پر منتخب کر لیا"** اس میں لوگوں سے مراد اُن کے زمانے کے لوگ ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اپنے زمانے کے لوگوں میں سب سے زیادہ عزت و مرتبے، شرافت و وجاہت والے تھے کیونکہ آپ صاحبِ

---

1 ...پ۲۷، النجم: ۷-۱۷۔ 2 ...خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۴۴، ۲/ ۱۳۸۔ 3 ...پ۹، الاعراف: ۱۴۴۔

شریعت تھے اور آپ پر اللہ تعالٰی کی کتاب تورات بھی نازل ہوئی۔ لہٰذا اس سے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام اور ہمارے نبی حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر حضرت موسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔[1]

عطائے تورات اور حکمِ الٰہی:

اللہ نے حضرت موسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کے لئے تورات تختیوں میں لکھ دی۔ جن تختیوں میں تورات لکھی گئی وہ زبرجد یا زمرد کی تھیں اور ان کی تعداد سات یا دس تھی، نیز تورات عید الاضحٰی کے دن حضرت موسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کو عطا ہوئی۔[2] ارشادِ باری تعالٰی ہے:

وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْعِظَةً وَّ تَفْصِیْلًا لِّكُلِّ شَیْءٍۚ-فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّ اْمُرْ قَوْمَكَ یَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَاؕ-سَاُورِیْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِیْنَ[3]

ترجمہ: اور ہم نے اس کے لیے (تورات کی) تختیوں میں ہر چیز کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی (اور فرمایا) اسے مضبوطی سے پکڑ لو اور اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ اس کی اچھی باتیں اختیار کریں۔ عنقریب میں تمہیں نافرمانوں کا گھر دکھاؤں گا۔

اس آیت میں "**ہر چیز کی نصیحت**" سے مراد یہ ہے کہ حضرت موسٰی عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کی قوم کو اپنے دین میں حلال حرام اور اچھی بری چیزوں سے متعلق جن احکام کی ضرورت تھی وہ سب تورات میں لکھی ہوئی تھیں۔ "**ہر چیز کی تفصیل**" کا معنی یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو جتنے احکامِ شرعیہ دیئے گئے تھے تورات میں ان تمام احکام کی تفصیل لکھ دی تھی۔ "**تورات کو قوت اور مضبوطی سے پکڑنے**" کا مطلب یہ ہے کہ بڑی کوشش، چستی، ہوشیاری اور شوق سے اس میں موجود احکام پر عمل کرنے کا عزم کرکے اس کو ہاتھ میں لو۔ یاد رہے کہ اس میں حضرت موسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کی وساطت سے آپ کی قوم بھی مراد ہے۔ "**تورات کی اچھی باتیں اختیار کرنے کا حکم دینے**" کا معنی یہ ہے کہ تورات میں جو احکام مذکور ہیں ان میں جو زیادہ بہتر ہو اسے اختیار کرنے کا حکم دو کیونکہ تورات میں عزیمت، رخصت، جائز اور مُستحب اُمور کا بھی ذکر ہے۔ عزیمت پر عمل کرنا رخصت پر عمل کے مقابلے میں بہتر ہے۔[4]

---

[1]... خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۴۴، ۲/۱۳۸، ملتقطاً۔ [2]... تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۴۵، ۵/۳۶۰، ملتقطاً۔ [3]... پ۹، الاعراف: ۱۴۵۔
[4]... تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۴۵، ۵/۳۶۰، صاوی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۴۵، ۲/۷۰۹، ملتقطاً۔

بنی اسرائیل کے بچھڑا پوجنے کا واقعہ:

جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے کے لئے کوہِ طور پر گئے تو ان کے جانے کے تیس دن بعد سامری نے بنی اسرائیل سے وہ تمام زیورات جمع کر لئے جو قبطیوں نے ان کے پاس بطورِ حفاظت رکھوائے تھے یا بنی اسرائیل نے اپنی عید کے دن قبطیوں سے استعمال کی خاطر لئے تھے اور فرعون کی اپنی قوم سمیت ہلاکت کے بعد واپسی کی صورت نہ رہی تھی تو یہ زیورات بنی اسرائیل کے پاس تھے اور سامری کی حیثیت لوگوں میں ایسی تھی کہ اس کی بات کو اہمیت دی جاتی اور عمل کیا جاتا، سامری چونکہ سونا ڈھالنے کا کام کرتا تھا اس لئے اس نے تمام سونا چاندی ڈھال کر اس سے ایک بے جان بچھڑا بنایا، پھر سامری نے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے گھوڑے کے سُم کے نیچے سے لی ہوئی خاک اس بچھڑے میں ڈالی تو اس کے اثر سے وہ گوشت اور خون میں تبدیل ہو گیا اور بقولِ دیگر وہ سونے ہی کا بچھڑا تھا اور گائے کی طرح ڈکارنے لگا۔

یہ شعبدہ اور خلافِ عادت امر لوگوں کے لئے اس قدر متاثر کن ثابت ہوا کہ اس کے بعد سامری نے جو لوگوں کو گمراہ کُن پٹی پڑھائی تو اس کے بہکانے پر بنی اسرائیل کے بارہ ہزار لوگوں کے علاوہ بقیہ سب نے اس بچھڑے کی پوجا کی۔ آج بھی مشرک و بُت پرست لوگ اپنے بتوں کے حوالے سے شعبدے دکھا دکھا کر اپنی قوم کو بت پرستی پر لگائے رکھتے ہیں، یہی حال بنی اسرائیل کا ہوا تھا کہ یہ لوگ اتنے بے وقوف اور کم عقل تھے کہ اتنی بات بھی نہ سمجھ سکے کہ یہ بچھڑا نہ تو ان سے سوال جواب کی صورت میں کلام کر سکتا ہے، نہ ان کی کوئی رہنمائی کر سکتا ہے تو یہ معبود کس طرح ہو سکتا ہے، حالانکہ بنی اسرائیل جانتے تھے کہ رب وہ ہے جو قادرِ مُطْلَق، علیم، خبیر اور ہادی ہے۔

دوسری طرف حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی مناجات سے مشرف ہو کر کوہِ طور سے اپنی قوم کی طرف واپس پلٹے تو چونکہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں خبر دے دی تھی کہ سامری نے اُن کی قوم کو گمراہ کر دیا ہے، اس لئے آپ عَلَیْہِ السَّلَام بہت زیادہ غم و غصے میں بھرے ہوئے تھے آپ کا غصہ سامری اور اپنی قوم کے جاہلوں پر تھا جنہوں نے بچھڑے کی پوجا کی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو پہلے سے بتا دیا تھا کہ انہیں سامری نے گمراہ کیا ہے۔
حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی قوم سے فرمایا: تم نے میرے بعد کتنا برا کام کیا کہ بچھڑے کو معبود بنالیا اور بقیہ لوگوں نے روکنے میں پوری کوشش نہ کی۔ تم لوگوں نے جلد بازی کی اور حکمِ خداوندی آنے کا بھی انتظار نہیں کیا جو میں لینے گیا

تھا۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے تورات کی تختیاں زمین پر ڈال دیں اور اپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے کیونکہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنی قوم کا ایسی بدترین معصیت میں مبتلا ہونا نہایت شاق گزرا تھا تب حضرت ہارون عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے کہا: اے میری ماں کے بیٹے! میں نے قوم کو روکنے اور ان کو وعظ و نصیحت کرنے میں کمی نہیں کی لیکن قوم نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ مجھے مار ڈالتے تو تم مجھ پر دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ دو اور میرے ساتھ ایسا سلوک نہ کرو جس سے وہ خوش ہوں اور مجھے ظالموں کے ساتھ شمار نہ کرو۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے بھائی کا عذر قبول کر کے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں اپنی خاص رحمت میں داخل فرما اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔ یہ دعا آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اس لئے مانگی کہ دوسرے لوگ یہ سن کر خوش نہ ہوں کہ بھائیوں میں چل گئی اور اس کے ساتھ یہ وجہ بھی تھی کہ حضرت ہارون عَلَیْہِ السَّلَام کا غم و افسوس ختم ہو جائے۔[1]

قرآنِ پاک میں ہے:

وَ اتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِیِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌؕ اَلَمْ یَرَوْا اَنَّهٗ لَا یُكَلِّمُهُمْ وَ لَا یَهْدِیْهِمْ سَبِیْلًاۘ اِتَّخَذُوْهُ وَ كَانُوْا ظٰلِمِیْنَ (۱۴۸) وَ لَمَّا سُقِطَ فِیْۤ اَیْدِیْهِمْ وَ رَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْاۙ قَالُوْا لَىٕنْ لَّمْ یَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَ یَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (۱۴۹) وَ لَمَّا رَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًاۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِیْ مِنْۢ بَعْدِیْۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْۚ وَ اَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَ اَخَذَ بِرَاْسِ اَخِیْهِ یَجُرُّهٗۤ اِلَیْهِؕ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ

ترجمہ: اور موسیٰ کے پیچھے اس کی قوم نے اپنے زیورات سے ایک بے جان بچھڑے کو (معبود) بنالیا جس کی گائے جیسی آواز تھی۔ کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ (بچھڑا) ان سے نہ کلام کرتا ہے اور نہ انہیں کوئی ہدایت دیتا ہے؟ انہوں نے اسے (معبود) بنالیا اور وہ ظالم تھے۔ اور جب شرمندہ ہوئے اور سمجھ گئے کہ وہ یقیناً گمراہ ہوگئے تھے تو کہنے لگے: اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ فرمایا اور ہماری مغفرت نہ فرمائی تو ہم ضرور تباہ ہوجائیں گے۔ اور جب موسیٰ اپنی قوم کی طرف بہت زیادہ غم و غصے میں بھرے ہوئے لوٹے تو فرمایا: تم

[1]... خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۴۸-۱۵۱، ۲/۱۴۰-۱۴۲، ابو سعود، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۴۸-۱۵۱، ۲/۲۹۷-۲۹۹، ملتقطاً۔

اسۡتَضۡعَفُوۡنِیۡ وَ كَادُوۡا یَقۡتُلُوۡنَنِیۡ ۖ فَلَا تُشۡمِتۡ بِیَ الۡاَعۡدَآءَ وَ لَا تَجۡعَلۡنِیۡ مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۱۵۰﴾ قَالَ رَبِّ اغۡفِرۡ لِیۡ وَ لِاَخِیۡ وَ اَدۡخِلۡنَا فِیۡ رَحۡمَتِكَ ۫ۖ وَ اَنۡتَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡنَ[1]

نے میرے بعد کتنا برا کام کیا، کیا تم نے اپنے رب کے حکم میں جلدی کی؟ اور موسیٰ نے تختیاں (زمین پر) ڈال دیں اور اپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے۔ (ہارون نے) کہا: اے میری ماں کے بیٹے! بیشک قوم نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ مجھے مار ڈالتے تو تم مجھ پر دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ دو اور مجھے ظالموں کے ساتھ نہ ملا۔ عرض کی: اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرما اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔

یہاں ایک اہم بات قابلِ توجہ ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے جب اپنی قوم کو بچھڑے کی پوجا کرتے دیکھا تو دینی حمیت و غیرت کی وجہ سے شدید غضبناک ہوئے اور عُجلَت میں تورات کی تختیاں زمین پر رکھ دیں تاکہ ان کا ہاتھ جلدی فارغ ہو جائے۔ اسے قرآنِ پاک میں ڈالنے سے تعبیر کیا گیا۔ اس ڈالنے میں کسی بھی طرح تورات کی تختیوں کی بے حرمتی مقصود نہ تھی اور وہ جو منقول ہے کہ "بعض تختیاں ٹوٹ گئیں" یہ اگر درست ہے تو وہ عجلت میں زمین پر رکھنے کی وجہ سے ٹوٹی ہوں گی، نہ یہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی غرض تھی اور نہ ہی ان کو یہ گمان تھا کہ ایسا ہو جائے گا۔ یہاں پر صرف دینی حمیت و غضب کی وجہ سے جلدی میں ان تختیوں کو زمین پر رکھنا مراد ہے۔[2]

یونہی آخری آیت میں دعائے مغفرت امت کی تعلیم کے لئے ہے، ورنہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام گناہوں سے پاک ہوتے ہیں اس لئے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے بھائی کو اس دعا میں شامل فرمایا حالانکہ ان سے کوئی کوتاہی سرزد نہ ہوئی تھی۔ نیز اس دعا میں حضرت ہارون عَلَیْہِ السَّلَام کی دلجوئی اور قوم کے سامنے ان کے اکرام کا اظہار بھی مقصود تھا۔

---

❶...پ۹، الاعراف: ۱۴۸-۱۵۱۔ ❷...روح المعانی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۵۰، ۵/۹۰، ۹۱، ملتقطاً۔

سامری کا انجام:

اس کے بعد حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سامری کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے سامری! تو نے ایسا کیوں کیا؟ سامری نے کہا: میں نے وہ دیکھا جو بنی اسرائیل کے لوگوں نے نہ دیکھا۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: تو نے کیا دیکھا؟ اس نے کہا: میں نے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو دیکھا اور انہیں پہچان لیا، وہ گھوڑے پر سوار تھے، اس وقت میرے دل میں یہ بات آئی کہ میں ان کے گھوڑے کے نشانِ قدم کی خاک لے لوں تو میں نے وہاں سے ایک مٹھی بھر لی پھر اِسے اپنے بنائے ہوئے بچھڑے میں ڈال دیا، میرے نفس نے مجھے یہی اچھا کر کے دکھایا اور یہ فعل میں نے اپنی ہی نفسانی خواہش کی وجہ سے کیا کوئی دوسرا اس کا باعث و مُحرِّک نہ تھا۔[1]

قرآنِ پاک میں ہے:

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ یٰسَامِرِیُّ ﴿۹۵﴾ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ یَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَ كَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِیْ نَفْسِیْ[2]

ترجمہ: موسیٰ نے فرمایا: اے سامری! تو تیرا کیا حال ہے؟ اس نے کہا: میں نے وہ دیکھا جو لوگوں نے نہ دیکھا تو میں نے فرشتے کے نشان سے ایک مٹھی بھر لی پھر اسے ڈال دیا اور میرے نفس نے مجھے یہی اچھا کر کے دکھایا۔

سامری کی بات سن کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اس سے فرمایا:

فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِی الْحَیٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۪ وَ اِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ وَ انْظُرْ اِلٰۤى اِلٰهِكَ الَّذِیْ ظَلْتَ عَلَیْهِ عَاكِفًا ؕ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِی الْیَمِّ نَسْفًا ﴿۹۷﴾ اِنَّمَاۤ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَسِعَ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا[3]

ترجمہ: تو تو چلا جا پس بیشک زندگی میں تیرے لئے یہ سزا ہے کہ تو کہے گا: ''نہ چھونا'' اور بیشک تیرے لیے ایک وعدہ کا وقت ہے جس کی تجھ سے خلاف ورزی نہ کی جائے گی اور اپنے اس معبود کو دیکھ جس کے سامنے تو سارا دن ڈٹ کر بیٹھا رہا، قسم ہے: ہم ضرور اسے جلائیں گے پھر ریزہ ریزہ کرکے دریا میں بہائیں گے۔ تمہارا معبود تو وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا

---

❶...مدارک، طہ، تحت الآیۃ: ۹۵-۹۶، ص۷۰۱، خازن، طہ، تحت الآیۃ: ۹۵-۹۶، ۳/۲۶۲، ملتقطاً۔ ❷...پ۱۶، طہ: ۹۶، ۹۵۔ ❸...پ۱۶، طہ: ۹۷، ۹۸۔

علم ہر چیز کو محیط ہے۔

چنانچہ سامری کا مکمل بائیکاٹ کر دیا گیا اور لوگوں پر اس کے ساتھ ملاقات، بات چیت، خرید و فروخت حرام کر دی گئی اور اگر اتفاقاً کوئی اس سے چھو جاتا تو وہ اور چھونے والا دونوں شدید بخار میں مبتلا ہو جاتے، وہ جنگل میں یہی شور مچاتا پھرتا تھا کہ کوئی مجھے نہ چھوئے اور وہ وحشیوں اور درندوں میں زندگی کے دن انتہائی تلخی اور وحشت میں گزارتا رہا۔[1]

بنی اسرائیل کے 70 آدمیوں کی کوہِ طور پر حاضری:

اس کے بعد حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو حکم ہوا کہ گائے کی پوجا کرنے والوں کو معافی دلوانے کیلئے 70 آدمی ساتھ لے کر کوہِ طور پر حاضر ہوں، چنانچہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے ہر گروہ سے 6 افراد منتخب کر لئے، چونکہ بنی اسرائیل کے بارہ گروہ تھے اور جب ہر گروہ میں سے 6 آدمی چنے تو دو بڑھ گئے اور جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سے فرمایا کہ مجھے 70 آدمی لانے کا حکم ہوا ہے اور تم 72 ہو گئے اس لئے تم میں سے دو آدمی یہیں رہ جائیں تو وہ آپس میں جھگڑنے لگے۔ اس پر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: رہ جانے والے کو جانے والے کی طرح ہی ثواب ملے گا، یہ سن کر حضرت کالب اور حضرت یوشع رہ گئے اور کل ستر آدمی آپ کے ہمراہ گئے۔ یہ ستر افراد ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے بچھڑے کی پوجا نہ کی تھی۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں روزہ رکھنے، بدن اور کپڑے پاک کرنے کا حکم دیا پھر ان کے ساتھ طورِ سینا کی طرف نکلے، جب پہاڑ کے قریب پہنچے تو انہیں ایک بادل نے ڈھانپ لیا۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام ان کے ساتھ اس میں داخل ہو گئے اور سب نے سجدہ کیا۔ پھر قوم نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا جو اس نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمایا کہ یہ کرو اور یہ نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے بارے جو حکم دیا وہ توبہ کیلئے اپنی جان دینا تھا۔ جب کلام کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد بادل اٹھالیا گیا تو یہ لوگ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے: توبہ میں اپنی جانوں کو قتل کرنے کا جو حکم ہم نے سنا اس کی تصدیق ہم اس وقت تک نہیں کریں گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کو عَلانیہ دیکھ نہ لیں۔ اس پر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے دیکھتے ہی دیکھتے انہیں شدید زلزلے نے آ لیا اور وہ تمام افراد ہلاک ہو گئے۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے گڑگڑا کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کی:[2]

---

1 ... مدارک، طہ، تحت الآیۃ: ۹۷، ص ۷۰۱، خازن، طہ، تحت الآیۃ: ۹۷، ۳/ ۲۶۲.

2 ... ابو سعود، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۵۵، ۲/ ۳۰۱، صاوی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۵۵، ۲/ ۷۱۴-۷۱۵، ملتقطاً.

رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَ اِیَّایَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِیَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَ تَهْدِیْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِیُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَیْرُ الْغٰفِرِیْنَ ﴿۱۵۵﴾ وَ اكْتُبْ لَنَا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَاۤ اِلَیْكَ [1]

ترجمہ: اے میرے رب! اگر تو چاہتا تو پہلے ہی انہیں اور مجھے ہلاک کر دیتا۔ کیا تو ہمیں اس کام کی وجہ سے ہلاک فرمائے گا جو ہمارے بے عقلوں نے کیا۔ یہ تو نہیں ہے مگر تیری طرف سے آزمانا تو اس کے ذریعے جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ تو ہمارا مولیٰ ہے، تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔ اور ہمارے لیے اس دنیا میں اور آخرت میں بھلائی لکھ دے، بیشک ہم نے تیری طرف رجوع کیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے ارشاد فرمایا:

عَذَابِیْۤ اُصِیْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ [2]

ترجمہ: میں جسے چاہتا ہوں اپنا عذاب پہنچاتا ہوں اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے تو عنقریب میں اپنی رحمت ان کے لیے لکھ دوں گا جو پرہیزگار ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

اس دعا کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان مردوں کو زندہ فرما دیا اور یہ واپس بنی اسرائیل کے پاس لوٹ آئے۔ یہ واقعہ بھی نبی عَلَیْہِ السَّلَام کے سفارش کرنے کی ایک مثال ہے اور نبی کی شفاعت حق و ثابت ہے، اس سے دنیا و دین کی آفتیں ٹل جاتی ہیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سب کی سفارش فرمائی جو اُن کے کام آئی۔

بنی اسرائیل کی توبہ:

جب بنی اسرائیل کو معلوم ہوا کہ ان کے لیے توبہ و معافی کی صورت یہ ہے کہ جنہوں نے بچھڑے کی پوجا نہیں کی ہے وہ پوجا کرنے والوں کو قتل کریں اور مجرم راضی خوشی سکون کے ساتھ قتل ہو جائیں، تو وہ لوگ اس پر راضی ہو گئے

❶...پ۹، الاعراف: ۱۵۵، ۱۵۶۔ ❷...پ۹، الاعراف: ۱۵۶۔

اور صبح سے شام تک ستر ہزار قتل ہوگئے، تب حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا السَّلَام نے گڑگڑاتے ہوئے بارگاہِ حق میں ان کی معافی کی التجاء کی۔ اس پر وحی آئی کہ جو قتل ہو چکے وہ شہید ہوئے اور باقی بخش دیئے گئے، قاتل و مقتول سب جنتی ہیں۔[1]

قرآن پاک میں ہے:

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْۤا اِلٰى بَارِىٕكُمْ فَاقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِىٕكُمْؕ فَتَابَ عَلَیْكُمْؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ[2]

ترجمہ: اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم تم نے بچھڑے (کو معبود) بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا لہٰذا (اب) اپنے پیدا کرنے والے کی بارگاہ میں توبہ کرو (یوں) کہ تم اپنے لوگوں کو قتل کرو۔ یہ تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک تمہارے لیے بہتر ہے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی بیشک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ شرک کرنے سے مسلمان مرتد ہوجاتا ہے اور مرتد کی سزا قتل ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ سے بغاوت کر رہا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کا باغی ہو اسے قتل کر دینا ہی حکمت اور مصلحت کا تقاضا ہے۔ دنیا کے عام ممالک میں یہ قانون نافذ ہے کہ جو اس ملک کے بادشاہ سے بغاوت کرے اسے قتل کر دیا جائے۔ اس قانون کو انسانیت کے تمام علمبردار تسلیم کرتے ہیں اور اس کے خلاف کسی طرح کی کوئی آواز بلند نہیں کرتے، جب دنیوی بادشاہ کے باغی کو قتل کر دینا انسانیت پر ظلم نہیں تو جو سب بادشاہوں کے بادشاہ، اللہ تعالیٰ کا باغی ہو جائے اسے حاکم کی طرف سے قتل کر دیا جانا کس طرح ظلم ہو سکتا ہے؟

تورات پر عمل کا عہد پورا نہ کرنے پر بنی اسرائیل پر سختی:

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے یہ عہد بھی لیا تھا کہ وہ تورات کو مانیں گے اور اس پر عمل کریں گے، لیکن انہوں نے عہد پورا کرنے کی بجائے احکامِ تورات کو بوجھ سمجھ کر قبول کرنے سے انکار کر دیا حالانکہ انہوں نے خود بڑی التجا کر کے

❶... تفسیر عزیزی (مترجم)، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۵۴، ۱/۴۸۷-۴۸۸، ملخصاً۔ ❷...پ۱، البقرۃ: ۵۴.

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے ایسی آسمانی کتاب کی درخواست کی تھی جس میں قوانینِ شریعت اور آئینِ عبادت مفصل مذکور ہوں اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سے بار بار اسے قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کا عہد لیا تھا اور جب وہ کتاب عطا ہوئی تو انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اپنا عہد پورا نہ کیا۔ جب بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا عہد توڑا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے ایک پہاڑ جس کی مقدار لمبائی چوڑائی میں اُن کے لشکر کے برابر تھی اُٹھا کر سائبان کی طرح اُن کے سروں کے قریب کر دیا اور اُن سے کہا گیا کہ تورات کے احکام قبول کرو ورنہ یہ تم پر گرا دیا جائے گا۔ پہاڑ کو سروں پر دیکھ کر سب کے سب سجدے میں گر گئے اور ماننے کو تیار ہو گئے۔[1]

یہاں درج ذیل آیت "مِیْثَاقَكُمْ وَ رَفَعْنَا" میں مذکور "و" کے بارے میں مفسرین کے دو قول ہیں ایک یہ کہ "و" عاطفہ ہے۔ ان مفسرین نے آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ پہلے عہد لیا گیا، پھر انہوں نے عہد توڑا تو ان پر طور پہاڑ کو بلند کر دیا گیا۔ دوسرا قول یہ "و" حالیہ ہے۔ ان مفسرین نے لکھا ہے کہ جب عہد لیا گیا تو اس وقت طور پہاڑ ان پر بلند کر کے عہد پورا کرنے پر مجبور کیا گیا۔

قرآن پاک میں ہے:

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ وَ رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَؕ خُذُوْا مَاۤ اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّ اذْكُرُوْا مَا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ[2]

ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے تم سے عہد لیا اور تمہارے سروں پر طور پہاڑ کو مُعلّق کر دیا (اور کہا کہ) مضبوطی سے تھامو اس (کتاب) کو جو ہم نے تمہیں عطا کی ہے اور جو کچھ اس میں بیان کیا گیا ہے اسے یاد کرو اس امید پر کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْۚ خُذُوْا مَاۤ اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّ اذْكُرُوْا مَا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ[3]

ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے پہاڑ ان کے اوپر بلند کر دیا گویا وہ سائبان ہے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ ان پر گرنے ہی والا ہے (اور ہم نے کہا) جو ہم نے تمہیں دیا

---

❶... صاوی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۷۱، ۲/۷۲۳، ملتقطاً۔ ❷... پ۱، البقرۃ: ۶۳۔ ❸... پ۹، الاعراف: ۱۷۱۔

ہے اسے مضبوطی سے تھام لو اور جو کچھ اس میں ہے
اسے یاد کرو تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔

اس میں صورۃً عہد پورا کرنے پر مجبور کرنا پایا جارہا ہے لیکن در حقیقت پہاڑ کا سروں پر معلق کر دینا اللہ تعالیٰ کی قدرت کی قوی دلیل ہے جس سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے کہ بیشک حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور ان کی اطاعت اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے اور یہ اطمینان ان کو ماننے اور عہد پورا کرنے کا اصل سبب ہے۔ نیز یاد رہے کہ دین قبول کرنے پر جبر نہیں کیا جاسکتا البتہ دین قبول کرنے کے بعد اس کے احکام پر عمل کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ اس کی مثال یوں سمجھیں کہ کسی کو اپنے ملک میں آنے پر حکومت مجبور نہیں کرتی لیکن جب کوئی ملک میں آجائے تو حکومت اسے قانون پر عمل کرنے پر ضرور مجبور کرے گی۔

نوٹ: اس واقعہ کا اشارۃً ذکر سورۂ بقرہ آیت 93 اور سورۂ نساء آیت 154 میں بھی کیا گیا ہے۔

قارون کو اہلِ ایمان کی نصیحت اور اس کا جواب:

مفسرین فرماتے ہیں کہ قارون حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے چچا یَصْہُر کا بیٹا تھا۔ خوب صورت اور حسین شکل کا آدمی تھا۔ بنی اسرائیل میں تورات کا سب سے بہتر قاری تھا۔ ناداری کے زمانے میں نہایت عاجزی کرنے والا اور با اخلاق تھا۔ دولت ہاتھ آتے ہی اس کا حال تبدیل ہوا اور یہ بھی سامری کی طرح منافق ہو گیا۔ کہا گیا ہے کہ فرعون نے اسے بنی اسرائیل پر حاکم بنا دیا تھا، اس اعتبار سے یہ اسرائیلی ہو کر بھی ظالم فرعون کا ظالم ساتھی تھا کہ فرعون بنی اسرائیل پر ایسے آدمی ہی کو مقرر کرتا جو بہر صورت اس کے ساتھ وفادار ہوتا اور اس کے مفادات کی نگرانی کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اتنے خزانے دیئے تھے کہ ان کی چابیاں اُٹھانا ایک طاقتور جماعت پر بھاری پڑتا کہ اس زمانے میں مال و دولت کی حفاظت کے لئے بڑے بڑے کمرے بنائے جاتے جن پر بھاری تالے اور پیچیدہ قسم کی چابیاں ہوتیں۔ جب اس سے بنی اسرائیل کے مومن حضرات نے کہا:

لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ ﴿۷۶﴾ وَ ابْتَغِ فِیْمَاۤ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَ لَا تَنْسَ نَصِیْبَكَ مِنَ الدُّنْیَا وَ اَحْسِنْ كَمَاۤ اَحْسَنَ اللّٰهُ

ترجمہ: اِتراؤ نہیں، بیشک اللہ اِترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو مال تجھے اللہ نے دیا ہے اس کے ذریعے آخرت کا گھر طلب کر اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھول اور

اِلَیْكَ وَ لَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ [1]

احسان کر جیسا اللہ نے تجھ پر احسان کیا اور زمین میں فساد نہ کر، بے شک اللہ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔

تو قارون نے انہیں جواب دیتے ہوئے کہا:

اِنَّمَاۤ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِیْؕ [2]

ترجمہ: یہ تو مجھے ایک علم کی بنا پر ملا ہے جو میرے پاس ہے۔

اس علم سے کیا مراد ہے، اس کے بارے میں مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ اس سے تورات کا علم مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے علمِ کیمیا مراد ہے جو قارون نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے حاصل کیا تھا اور اس کے ذریعے سے وہ (ایک نرم دھات) رانگ کو چاندی اور تانبے کو سونا بنالیتا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے تجارت، زراعت اور پیشوں کا علم مراد ہے۔ [3] یعنی کاروباری اور معاشی سوجھ بوجھ۔

قارون کے ایک خیال کا رد:

قارون کا خیال تھا کہ چونکہ میرے پاس علم، زر، زور، جتھا، جماعت بہت کافی ہے اس لئے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور یوں خدائی گرفت کو بھی بھلا بیٹھا، اس کے اس خیال کی تردید میں فرمایا گیا:

اَوَ لَمْ یَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّ اَكْثَرُ جَمْعًاؕ وَ لَا یُسْــٴَـلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ [4]

ترجمہ: اور کیا اسے یہ نہیں معلوم کہ اللہ نے اس سے پہلے وہ قومیں ہلاک فرمادیں جو زیادہ طاقتور اور زیادہ مال جمع کرنے والی تھیں اور مجرموں سے ان کے گناہوں کی پوچھ گچھ نہیں کی جاتی۔

قارون کا جاہ وجلال دیکھ کر دنیاداروں کی تمنا اور علما کی نصیحت:

ایک مرتبہ قارون حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے خلاف اپنا جتھا بڑھانے اور لوگوں کو مرعوب ومتاثر کرنے کے لئے اپنے جاہ وجلال، شان وشوکت اور زیب وزینت کے ساتھ بڑے طمطراق سے اس طرح نکلا کہ سونے چاندی اور

---

[1] ...پ۲۰، القصص:۷۶، ۷۷۔
[2] ...پ۲۰، القصص:۷۸۔
[3] ...روح البیان، القصص، تحت الآیۃ:۷۸، ۶/۴۳۱-۴۳۲، خازن، القصص، تحت الآیۃ:۷۸، ۳/۴۴۱، ملتقطاً۔
[4] ...پ۲۰، القصص:۷۸۔

ریشمی لباسوں کی کثرت تھی اوراعلیٰ درجے کے لباس زیبِ تن کئے ہوئے خدام ساتھ تھے جب لوگوں نے اس کی زینت دیکھی تو دنیوی چکاچوند سے متاثر ہونے والے اور دنیوی زندگی کے طلبگار کہنے لگے:

یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ قَارُوْنُۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ [1] **ترجمہ:** اے کاش ہمیں بھی ایسا مل جاتا جیسا قارون کو ملا بیشک یہ بڑے نصیب والا ہے۔

یہ وہی کیفیت ہے جو آج بھی مالدار اور خوش حال لوگوں کو دیکھ کر دنیا کے طلبگاروں کے دلوں میں پیدا ہوتی ہے اور وہ آہیں بھرتے، حسرتوں میں جلتے اور آرزوئیں پالتے نظر آتے ہیں کہ ہائے فلاں کتنا خوش نصیب ہے کہ اتنی گاڑیوں، بنگلوں کا مالک ہے، اے کاش کہ ہمارا بھی اِس جیسا نصیب ہوتا؟

بنی اسرائیل کے جو علماء آخرت کے احوال کا علم رکھتے اور دنیا سے بے رغبت تھے، انہوں نے فریفتگانِ دنیا سے کہا:

وَیْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًاۚ وَلَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ [2] **ترجمہ:** تمہاری خرابی ہو، اللہ کا ثواب بہتر ہے اس آدمی کے لیے جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے اور یہ انہیں کو دیا جائے گا جو صبر کرنے والے ہیں۔

کوئی شک نہیں کہ دنیاداروں کی دنیاوی آسائش پر للچانا اور دنیا کی طلب وتمنا میں بے قرار ہوجانا غافل لوگوں کا کام ہے جبکہ خشیتِ الٰہی رکھنے والے ربانی علما دنیا سے بے رغبت، آخرت کے طلبگار اور رضائے الٰہی کی امید رکھتے ہوئے نیکیاں کرتے اور گناہوں سے باز رہتے ہیں اور اس کے ساتھ دوسروں کو بھی دنیا کے عیش وعشرت کے حصول کی تمنا کرنے کی بجائے اخروی ثواب پانے کے لئے کوشش کرنے کی طرف راغب کرتے ہیں۔

قارون اور اس کے خزانوں کو زمین میں دھنسائے جانے کا واقعہ:

قارون اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسانے کا واقعہ سیرت وواقعات بیان کرنے والے علمانے یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام نے بنی اسرائیل کو دریا کے پار لے جانے کے بعد قربانیوں کا انتظام حضرت ہارون عَلَیْهِ السَّلَام کے سپرد کر دیا۔ بنی اسرائیل اپنی قربانیاں حضرت ہارون عَلَیْهِ السَّلَام کے پاس لاتے اور وہ ان قربانیوں کو مذبح میں رکھتے جہاں آسمان سے آگ اتر کر انہیں کھالیتی۔ قارون کو حضرت ہارون عَلَیْهِ السَّلَام کے اس منصب پر حسد ہوا، اس نے

[1]...پ۲۰، القصص: ۷۹۔ [2]...پ۲۰، القصص: ۸۰۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے کہا: رسالت تو آپ کی ہوئی اور قربانی کی سرداری حضرت ہارون عَلَیْہِ السَّلَام کی، میں کچھ بھی نہ رہا حالانکہ میں تورات کا بہترین قاری ہوں، میں اس پر صبر نہیں کر سکتا۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: یہ منصب حضرت ہارون عَلَیْہِ السَّلَام کو میں نے خود سے نہیں دیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے دیا ہے۔ قارون نے کہا: خدا کی قسم! میں آپ کی تصدیق نہ کروں گا جب تک آپ مجھے اس بات کا ثبوت نہ دکھا دیں۔ اس کی بات سن کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے بنی اسرائیل کے سرداروں کو جمع کیا اور ان سے فرمایا: اپنی لاٹھیاں لے آؤ۔ وہ لاٹھیاں لے آئے تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اُن سب کو اپنے خیمے میں جمع کیا اور رات بھر بنی اسرائیل ان لاٹھیوں کا پہرہ دیتے رہے۔ صبح کو حضرت ہارون عَلَیْہِ السَّلَام کا عصا سرسبز و شاداب ہو گیا اور اس میں پتے نکل آئے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: اے قارون! تو نے یہ دیکھا؟ قارون نے کہا: یہ آپ کے جادو سے کچھ عجیب نہیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اس کے ساتھ اچھی طرح پیش آتے رہے لیکن وہ آپ کو ہر وقت ایذا دیتا رہا، اس کی سرکشی و تکبر اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ عداوت دم بدم ترقی پر تھی۔ ایک مرتبہ قارون نے ایک مکان بنایا جس کا دروازہ سونے کا تھا اور اس کی دیواروں پر سونے کے تختے نصب کئے، بنی اسرائیل صبح و شام اس کے پاس آتے، کھانے کھاتے، باتیں بناتے اور اُسے ہنسایا کرتے تھے۔

جب زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا تو قارون حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس آیا اور اُس نے آپ سے طے کیا کہ درہم و دینار اور مویشی وغیرہ میں سے ہزارواں حصہ زکوٰۃ دے گا، لیکن جب گھر جا کر اس نے حساب کیا تو اس کے مال میں سے اتنا بھی بہت کثیر ہوتا تھا، یہ دیکھ کر اس کے نفس نے اتنی بھی ہمت نہ کی اور اس نے بنی اسرائیل کی ایک جماعت جمع کر کے کہا: تم نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی ہر بات میں اطاعت کی، اب وہ تمہارے مال لینا چاہتے ہیں تو تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟ اُنہوں نے کہا: آپ ہمارے بڑے ہیں، جو آپ چاہیں حکم دیجئے۔ قارون نے کہا: فلانی بد چلن عورت کے پاس جاؤ اور اس سے ایک معاوضہ مقرر کرو کہ وہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر تہمت لگائے، ایسا ہوا تو بنی اسرائیل حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو چھوڑ دیں گے۔ چنانچہ قارون نے اس عورت کو کثیر مال اور بہت سے وعدے کر کے یہ تہمت لگانے پر تیار کر لیا اور دوسرے دن بنی اسرائیل کو جمع کر کے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس آیا اور کہنے لگا: بنی اسرائیل آپ کا انتظار کر رہے ہیں کہ آپ انہیں وعظ و نصیحت فرمائیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام تشریف لائے اور بنی اسرائیل میں کھڑے ہو کر آپ نے فرمایا: اے بنی اسرائیل! جو چوری کرے گا اس کے ہاتھ کاٹے جائیں گے، جو بہتان لگائے گا اسے

80 کوڑے لگائے جائیں گے اور جو زنا کرے گا اور اس کی بیوی نہیں ہے تو اسے سو کوڑے مارے جائیں گے اور اگر بیوی ہے تو اس کو سنگسار کیا جائے گا یہاں تک کہ مر جائے۔ یہ سن کر قارون کہنے لگا: یہ حکم سب کے لئے ہے خواہ آپ ہی ہوں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: خواہ میں ہی کیوں نہ ہوں۔ قارون نے کہا: بنی اسرائیل کا خیال ہے کہ آپ نے فلاں بدکار عورت کے ساتھ بدکاری کی ہے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: اسے بلاؤ۔ وہ آئی تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: اس کی قسم جس نے بنی اسرائیل کے لئے دریا پھاڑا اور اس میں راستے بنائے اور تورات نازل کی، تو جو بات سچ ہے وہ کہہ دے۔ وہ عورت ڈر گئی اور اللہ تعالیٰ کے رسول پر بہتان لگا کر اُنہیں ایذا دینے کی جرأت اُسے نہ ہوئی اور اُس نے اپنے دل میں کہا کہ اس سے توبہ کرنا بہتر ہے اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے عرض کی: جو کچھ قارون کہلانا چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ کی قسم یہ جھوٹ ہے اور اُس نے آپ پر تہمت لگانے کے بدلے میں میرے لئے کثیر مال مقرر کیا ہے۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حضور روتے ہوئے سجدہ میں چلے گئے اور یہ عرض کرنے لگے: یارب! عَزَّوَجَلَّ، اگر میں تیرا رسول ہوں تو میری وجہ سے قارون پر غضب فرما۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی فرمائی کہ میں نے زمین کو آپ کی فرمانبرداری کرنے کا حکم دیا ہے، آپ اسے جو چاہیں حکم دیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے بنی اسرائیل سے فرمایا: اے بنی اسرائیل! اللہ تعالیٰ نے مجھے قارون کی طرف بھی اسی طرح رسول بنا کر بھیجا ہے جیسا فرعون کی طرف بھیجا تھا، لہٰذا جو قارون کا ساتھی ہو وہ اس کے ساتھ اس کی جگہ ٹھہرا رہے اور جو میرا ساتھی ہو وہ اس سے جدا ہو جائے۔ یہ سن کر سب لوگ قارون سے جدا ہو گئے اور دو شخصوں کے علاوہ کوئی قارون کے ساتھ نہ رہا۔ پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے زمین کو حکم دیا کہ انہیں پکڑ لے، تو وہ لوگ گھٹنوں تک دھنس گئے۔ پھر آپ نے یہی فرمایا تو وہ کمر تک دھنس گئے۔ آپ یہی فرماتے رہے حتّٰی کہ وہ لوگ گردنوں تک دھنس گئے۔ اب وہ بہت منتیں کرتے تھے اور قارون آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسمیں اور رشتہ داری کے واسطے دیتا تھا، مگر آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اس طرف توجہ نہ فرمائی یہاں تک کہ وہ لوگ بالکل دھنس گئے اور زمین برابر ہو گئی۔ حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: وہ لوگ قیامت تک دھنستے ہی چلے جائیں گے۔

بنی اسرائیل نے قارون اور اس کے ساتھیوں کا حشر دیکھ کر کہا: حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے قارون کے مکان، اس کے خزانے اور اموال حاصل کرنے کے لیے اس کے خلاف دعا کی ہے۔ یہ سن کر آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اس

کا مکان، اس کے خزانے اور اموال سب زمین میں دھنس گئے۔[1]

قرآن پاک میں ہے:

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَ بِدَارِهِ الْاَرْضَ ۫ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ یَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِیْنَ[2]

ترجمہ: تو ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا تو اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی جو اللہ کے مقابلے میں اس کی مدد کرتی اور نہ وہ خود (اپنی) مدد کر سکا۔

جو لوگ قارون کے مال و دولت دیکھ کر اس کے خواہش مند تھے، جب انہوں نے قارون کا عبرتناک انجام دیکھا تو وہ اپنی اس آرزو پر نادم ہو کر کہنے لگے:

وَیْكَاَنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ یَقْدِرُ ۚ لَوْ لَاۤ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ وَیْكَاَنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ[3]

ترجمہ: عجیب بات ہے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کیلئے چاہتا ہے رزق وسیع کرتا ہے اور تنگ فرما دیتا ہے۔ اگر اللہ ہم پر احسان نہ فرماتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا۔ بڑی عجیب بات ہے کہ کافر کامیاب نہیں ہوتے۔

درس: قارون کے حالات اور اس کے عبرتناک انجام میں اپنے مال و دولت کی کثرت پر غرور و تکبر کرنے، دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے، گناہ اور ظلم و زیادتی کے ذریعے زمین میں فساد پھیلانے والوں کے لیے بڑی عبرت و نصیحت ہے کہ یہ اعمال جہاں دنیاوی بربادی کا سبب بن سکتے ہیں، وہیں آخرت کی تباہی اور جنت جیسی عظیم ترین نعمت سے محرومی کا بھی ذریعہ ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا ؕ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۸۳﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَیْرٌ مِّنْهَا ۚ وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجْزَى الَّذِیْنَ عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ[4]

ترجمہ: یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لیے بناتے ہیں جو زمین میں تکبر اور فساد نہیں چاہتے اور اچھا انجام پرہیزگاروں ہی کیلئے ہے۔ جو نیکی لائے گا اس کے لیے اس سے بہتر بدلہ ہے اور جو برائی لائے تو برا کام کرنے والوں کو اتنا ہی بدلہ دیا جائے گا جتنا وہ کرتے تھے۔

---

❶...خازن، القصص، تحت الآیۃ: ۸۱، ۳/ ۴۴۲-۴۴۳۔ ❷...پ۲۰، القصص: ۸۱۔ ❸...پ۲۰، القصص: ۸۲۔ ❹...پ۲۰، القصص: ۸۳، ۸۴۔

بنی اسرائیل کی قیمتی ترین گائے:

بنی اسرائیل میں ایک مالدار شخص عامیل کو اس کے عزیز نے خفیہ طور پر قتل کر کے دوسرے محلہ میں ڈال دیا تاکہ اس کی میراث بھی لے اور خون بہا بھی اور پھر دعویٰ کر دیا کہ مجھے خون بہا دلوایا جائے۔ قاتل کا پتہ نہ چلتا تھا۔ وہاں کے لوگوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام سے درخواست کی: آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ حقیقتِ حال ظاہر فرمائے۔ اس پر حکم ہوا کہ ایک گائے ذبح کر کے اس کے کسی حصے سے مقتول کو ضرب لگائیں تو وہ زندہ ہو کر قاتل کے بارے میں بتادے گا۔ لوگوں نے حیرانی سے کہا: کیا آپ عَلَیْهِ السَّلَام ہم سے مذاق کر رہے ہیں کیونکہ مقتول کا حال معلوم ہونے اور گائے کو ذبح کرنے کے درمیان کوئی تعلق سمجھ نہیں آرہا۔ اس پر حضرت موسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام نے جواب دیا: میں اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں مذاق کر کے جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔ جب بنی اسرائیل نے سمجھ لیا کہ گائے کا ذبح کرنا مذاق نہیں بلکہ باقاعدہ حکم ہے تو انہوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام سے اس کے اوصاف دریافت کیے اور بار بار سوال کر کے وہ لوگ قیدیں بڑھاتے گئے اور بالآخر یہ حکم ہوا کہ ایسی گائے ذبح کرو جو نہ بوڑھی ہو، نہ بہت کم عمر بلکہ درمیانی عمر کی ہو، بدن پر کوئی داغ نہ ہو، ایک ہی رنگ کی ہو، رنگ آنکھوں کو بھانے والا ہو، اس گائے نے کبھی کھیتی باڑی کی ہو نہ کبھی کھیتی کو پانی دیا ہو۔ آخری سوال میں انہوں نے کہا کہ اب ہم اِنْ شَآءَ اللہ راہ پالیں گے۔ بہر حال جب سب کچھ طے ہوا تو ان کی تسلی ہو گئی، پھر انہوں نے گائے کی تلاش شروع کر دی۔

ان کے اطراف میں ایسی صرف ایک گائے تھی، اس کا حال یہ تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک نیک شخص تھے، ان کا ایک چھوٹا بچہ تھا اور ان کے پاس گائے کے ایک بچے کے علاوہ اور کچھ نہ رہا تھا، انہوں نے اس گائے کے بچے کی گردن پر مہر لگا کر اللہ تعالیٰ کے نام پر چھوڑ دیا اور بارگاہِ حق میں عرض کی: یارب! عَزَّوَجَلَّ، میں اس بچھیا کو اس فرزند کے لیے تیرے پاس امانت رکھتا ہوں تاکہ جب فرزند بڑا ہو تو یہ اس کے کام آئے۔ اس نیک شخص کا تو انتقال ہو گیا لیکن وہ بچھیا جنگل میں اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں پرورش پاتی رہی۔ یہ لڑکا جب بڑا ہوا تو صالح و متقی بنا اور ماں کا فرمانبردار تھا۔ ایک دن اس کی والدہ نے کہا: اے نورِ نظر! تیرے باپ نے تیرے لئے فلاں جنگل میں خدا کے نام ایک بچھیا چھوڑی تھی وہ اب جوان ہو گئی ہوگی، اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ تجھے عطا فرمائے اور تو اسے جنگل سے لے آ۔ لڑکا جنگل میں گیا اور اس نے گائے کو جنگل میں دیکھا اور والدہ کی بتائی ہوئی علامتیں اس میں پائیں اور اس کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر بلایا تو وہ حاضر

ہو گئی۔ وہ جوان اس گائے کو والدہ کی خدمت میں لایا۔ والدہ نے بازار میں لے جا کر تین دینار پر فروخت کرنے کا حکم دیا اور یہ شرط کی کہ سودا ہونے پر پھر اس کی اجازت حاصل کی جائے۔ اس زمانہ میں گائے کی قیمت ان اطراف میں تین دینار ہی تھی۔ جوان جب اس گائے کو بازار میں لایا تو ایک فرشتہ خریدار کی صورت میں آیا اور اس نے گائے کی قیمت چھ دینار لگادی مگر یہ شرط رکھی کہ جوان اپنی والدہ سے اجازت نہیں لے گا۔ جوان نے یہ منظور نہ کیا اور والدہ سے تمام قصہ کہا، اس کی والدہ نے چھ دینار قیمت منظور کرنے کی تو اجازت دی مگر بیچنے میں پھر دوبارہ اپنی مرضی دریافت کرنے کی شرط لگا دی۔ جوان پھر بازار میں آیا، اس مرتبہ فرشتہ نے بارہ دینار قیمت لگائی اور کہا کہ والدہ کی اجازت پر موقوف نہ رکھو۔ اُس جوان نے پھر نہ مانا اور والدہ کو اطلاع دی، وہ صاحبِ فراست عورت سمجھ گئی کہ یہ خریدار نہیں کوئی فرشتہ ہے جو آزمائش کے لیے آتا ہے۔ بیٹے سے کہا کہ اب کی مرتبہ اس خریدار سے یہ کہنا کہ آپ ہمیں اس گائے کے فروخت کرنے کا حکم دیتے ہیں یا نہیں؟ لڑکے نے یہی کہا تو فرشتے نے جواب دیا کہ ابھی اسے روکے رہو، جب بنی اسرائیل خریدنے آئیں تو اس کی قیمت یہ مقرر کرنا کہ اس کی کھال میں سونا بھر دیا جائے۔ جوان گائے گھر لے آیا اور جب بنی اسرائیل تلاش کرتے ہوئے اس کے مکان پر پہنچے تو یہی قیمت طے کی اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی ضمانت پر وہ گائے بنی اسرائیل کے سپرد کی۔[1]

بنی اسرائیل نے گائے ذبح کرکے اس کے کسی عضو سے مردے پر ضرب لگائی تو وہ بحکمِ الٰہی زندہ ہو گیا، اس کے حلق سے خون کا فوارہ جاری تھا، اس نے اپنے چچازاد بھائی کے بارے میں بتایا کہ اس نے مجھے قتل کیا تھا، اب اس کو بھی اقرار کرنا پڑا اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اس پر قصاص کا حکم فرمایا۔

قرآنِ کریم میں اس واقعہ کا کچھ حصہ اِن الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے:

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖۤ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةًؕ-قَالُوْۤا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًاؕ-قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا هِیَؕ-قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّ لَا بِكْرٌؕ-عَوَانٌۢ

ترجمہ: اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا: بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو تو انہوں نے کہا کہ کیا آپ ہمارے ساتھ مذاق کرتے ہیں؟ موسیٰ نے فرمایا، "میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔ انہوں نے کہا کہ

[1] ... خازن، البقرة، تحت الآية: ٦٧، ١/ ٦٠-٦١، ملتقطاً.

بَیْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۸﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِیْنَ ﴿۶۹﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا هِیَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَیْنَا ؕ وَ اِنَّاۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِیْرُ الْاَرْضَ وَ لَا تَسْقِی الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِیَةَ فِیْهَا ؕ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ؕ فَذَبَحُوْهَا وَ مَا كَادُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَ اِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِیْهَا ؕ وَ اللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۷۲﴾ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ یُحْیِ اللّٰهُ الْمَوْتٰی ۙ وَ یُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ [1]

آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں بتادے کہ وہ گائے کیسی ہے؟ فرمایا: اللہ فرماتا ہے کہ وہ ایک ایسی گائے ہے جو نہ تو بوڑھی ہے اور نہ بالکل کم عمر بلکہ ان دونوں کے درمیان درمیان ہو۔ تو وہ کرو جس کا تمہیں حکم دیا جارہا ہے۔ انہوں نے کہا: آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں بتادے، اس گائے کا رنگ کیا ہے؟ فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے کہ وہ پیلے رنگ کی گائے ہے جس کا رنگ بہت گہرا ہے۔ وہ گائے دیکھنے والوں کو خوشی دیتی ہے۔ انہوں نے کہا: آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ہمارے لئے واضح طور پر بیان کردے کہ وہ گائے کیسی ہے؟ کیونکہ بیشک گائے ہم پر مشتبہ ہوگئی ہے اور اگر اللہ چاہے گا تو یقیناً ہم راہ پالیں گے۔ (موسیٰ نے) فرمایا: اللہ فرماتا ہے کہ وہ ایک ایسی گائے ہے جس سے یہ خدمت نہیں لی جاتی کہ وہ زمین میں ہل چلائے اور نہ وہ کھیتی کو پانی دیتی ہے۔ بالکل بے عیب ہے، اس میں کوئی داغ نہیں۔ (یہ سن کر) انہوں نے کہا: اب آپ بالکل صحیح بات لائے ہیں۔ پھر انہوں نے اس گائے کو ذبح کیا حالانکہ وہ ذبح کرتے معلوم نہ ہوتے تھے۔ اور یاد کرو جب تم نے ایک شخص کو قتل کردیا پھر اس کا الزام کسی دوسرے پر ڈالنے لگے حالانکہ اللہ ظاہر کرنے والا

---

1 ...پ۱، البقرۃ: ۶۷-۷۳۔

تھا اس کو جسے تم چھپا رہے تھے۔ تو ہم نے فرمایا (کہ) اس
مقتول کو اس گائے کا ایک ٹکڑا مارو۔ اسی طرح اللہ
مُردوں کو زندہ کرے گا۔ اور وہ تمہیں اپنی نشانیاں
دکھاتا ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ۔

یہ واقعہ قیامت کے دن مُردوں کو زندہ کرنے پر بہت بڑی دلیل بھی ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے اس مردے کو زندہ کیا اسی طرح وہ قیامت کے دن بھی مردوں کو زندہ فرمائے گا کیونکہ وہ مردے زندہ کرنے پر قادر ہے اور روزِ جزا مردوں کو زندہ کرنا اور حساب لینا حق ہے۔

حکمِ جہاد اور بنی اسرائیل پر انعاماتِ الٰہی:

فرعون کے غرق ہونے کے بعد بنی اسرائیل دوبارہ مصر میں آباد ہوگئے۔ کچھ عرصے بعد حضرت موسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام نے انہیں حکمِ الٰہی سنایا کہ ملکِ شام حضرت ابراہیم عَلَیْهِ السَّلَام اور ان کی اولاد کا مدفن ہے اور اسی میں بیت المقدس ہے، اُسے عمالِقہ قبیلے سے آزاد کرانے کے لیے جہاد کرو اور مصر چھوڑ کر وہیں وطن بناؤ۔ اپنا مانوس وطن مصر کا چھوڑنا بنی اسرائیل کیلئے بڑا تکلیف دِہ تھا۔ شروع میں تو انہوں نے ٹال مٹول کی لیکن بعد میں مجبور ہو کر حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْهِمَا السَّلَام کی مَعِیَّت میں روانہ ہونا ہی پڑا۔

بنی اسرائیل کو دو احکام اور مخالفت پر سزا:

بیتُ المقدس یا اس کے قریب ایک شہر اَریحا تھا جس میں عمالقہ قبیلے کے لوگ آباد تھے اور وہ لشکر کی آمد کا سن کر اسے خالی کر گئے تھے۔ جب بنی اسرائیل اس کے قریب پہنچے تو انہیں حکم دیا گیا کہ اس شہر کے دروازے میں جھکتے ہوئے داخل ہوں اور زبان سے ”حِطَّةٌ“ کہتے جائیں (یہ کلمہ استغفار تھا)۔ بنی اسرائیل نے دونوں حکموں کی مخالفت کی اور سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونے کی بجائے سرینوں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے اور توبہ و استغفار کا کلمہ پڑھنے کی بجائے مذاق کے طور پر ”حَبَّةٌ فِي شَعْرَةٍ“ کہنے لگے جس کا معنیٰ تھا: بال میں دانہ۔ اس مذاق اور نافرمانی کی سزا میں ان پر طاعون مسلط کیا گیا جس سے ہزاروں اسرائیلی ہلاک ہوگئے۔[1]

1... خازن، البقرة، تحت الآية: ۵۸، ۱/۵۶، ملتقطاً.

قرآنِ کریم میں ہے:

وَ اِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْیَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَیْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰیٰكُمْؕ وَ سَنَزِیْدُ الْمُحْسِنِیْنَ(۵۸) فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ [1]

ترجمہ: اور جب ہم نے انہیں کہا کہ اس شہر میں داخل ہو جاؤ پھر اس میں جہاں چاہو بے روک ٹوک کھاؤ اور دروازے میں سجدہ کرتے داخل ہونا اور کہتے رہنا، ہمارے گناہ معاف ہوں، ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے اور عنقریب ہم نیکی کرنے والوں کو اور زیادہ عطا فرمائیں گے۔ پھر ان ظالموں نے جو اُن سے کہا گیا تھا اسے ایک دوسری بات سے بدل دیا تو ہم نے آسمان سے ان ظالموں پر عذاب نازل کر دیا کیونکہ یہ نافرمانی کرتے رہے تھے۔

بنی اسرائیل کی بزدلی اور انہیں سزا:

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے بنی اسرائیل سے فرمایا:

یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَرْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ [2]

ترجمہ: (موسیٰ نے فرمایا:) اے میری قوم! اس پاک سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے اور اپنے پیٹھ پیچھے نہ پھرو کہ تم نقصان اٹھاتے ہوئے پلٹو گے۔

اِس زمین کو مقدس اِس لئے کہا گیا کہ وہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی رہائش گاہ تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی سکونت سے زمینوں کو بھی شرف حاصل ہوتا ہے اور وہ دوسروں کے لئے باعثِ برکت ہوتی ہیں۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا حکم سن کر بنی اسرائیل نے بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا:

یٰمُوْسٰۤى اِنَّ فِیْهَا قَوْمًا جَبَّارِیْنَۗ وَ اِنَّا لَنْ

ترجمہ: اے موسیٰ! اس (سرزمین) میں تو بڑے

❶...پ۱، البقرۃ:۵۸، ۵۹۔ ❷...پ۶، المائدۃ:۲۱۔

نَّدۡخُلَهَا حَتّٰى يَخۡرُجُوۡا مِنۡهَا ۚ فَاِنۡ يَّخۡرُجُوۡا مِنۡهَا فَاِنَّا دٰخِلُوۡنَ [1]	زبردست لوگ ہیں اور ہم اس میں ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں، تو اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم (شہر میں) داخل ہوں گے۔

بنی اسرائیل نے بزدلی دکھادی تھی مگر دو حضرات کالب بن یوقنا اور یوشع بن نون رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا نے جرأت مندی کا مظاہرہ کیا۔ یہ دونوں حضرات اُن سرداروں میں سے تھے جنہیں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے جبّارین قوم کا حال دریافت کرنے کے لئے بھیجا تھا اور انہوں نے حالات معلوم کرنے کے بعد حکم کے مطابق جبارین کا حال صرف حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے عرض کیا تھا، دوسروں کو نہ بتایا تھا۔ ان دونوں حضرات نے قوم کو جوش دلانے کیلئے فرمایا:

اُدۡخُلُوۡا عَلَيۡهِمُ الۡبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلۡتُمُوۡهُ فَاِنَّكُمۡ غٰلِبُوۡنَ ۚ۬ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوۡۤا اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ [2]	**ترجمہ:** (شہر کے) دروازے سے ان پر داخل ہو جاؤ تو جب تم دروازے میں داخل ہو جاؤ گے تو تم ہی غالب ہو گے اور اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ ہی پر بھروسہ کرو۔

بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ جہاد میں جانے سے صاف انکار کر دیا اور کہا:

يٰمُوۡسٰۤى اِنَّا لَنۡ نَّدۡخُلَهَاۤ اَبَدًا مَّا دَامُوۡا فِيۡهَا فَاذۡهَبۡ اَنۡتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوۡنَ [3]	**ترجمہ:** اے موسیٰ! بیشک ہم تو وہاں ہرگز کبھی نہیں جائیں گے جب تک وہ وہاں ہیں تو آپ اور آپ کا رب دونوں جاؤ اور لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی قوم کے جواب سے افسردہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی:

رَبِّ اِنِّىۡ لَاۤ اَمۡلِكُ اِلَّا نَفۡسِىۡ وَاَخِىۡ فَافۡرُقۡ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِيۡنَ [4]	**ترجمہ:** اے میرے رب! مجھے صرف اپنی جان اور اپنے بھائی کا اختیار ہے تو تو ہمارے اور نافرمان قوم کے درمیان جدائی ڈال دے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

---

❶...پ٦، المآئدۃ:٢٢. ❷...پ٦، المآئدۃ:٢٣. ❸...پ٦، المآئدۃ:٢٤. ❹...پ٦، المآئدۃ:٢٥.

فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ [1]

ترجمہ: پس چالیس سال تک وہ زمین ان پر حرام ہے یہ زمین میں بھٹکتے پھریں گے تو (اے موسیٰ!) تم (اس) نافرمان قوم پر افسردہ نہ ہو۔

بزدلی اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے حکم پر عمل نہ کرنے کی سزا بنی اسرائیل کو یہ ملی کہ ان پر مقدس سرزمین چالیس سال تک کیلئے حرام کر دی گئی، یعنی بنی اسرائیل اب مقدس سرزمین میں داخل نہ ہو سکیں گے۔ وہ زمین جس میں یہ لوگ بھٹکتے پھرے تقریباً ستائیس میل تھی اور قوم کئی لاکھ افراد پر مشتمل تھی۔ وہ سب اپنے سامان لئے سارا دن چلتے رہتے اور جب شام ہوتی تو اپنے کو وہیں پاتے جہاں سے چلے تھے۔ یہ اُن پر سزا تھی سوائے حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت یوشع اور حضرت کالب عَلَیْہِمُ السَّلَام کے کہ اُن پر اللہ تعالیٰ نے آسانی فرمائی اور ان کی مدد فرمائی اور اتنی بڑی جماعت کا اتنے چھوٹے حصۂ زمین میں چالیس برس آوارہ و حیران پھرنا اور کسی کا وہاں سے نکل نہ سکنا خلافِ عادات میں سے ہے۔[2]

میدان تیہ میں بنی اسرائیل کے لیے کھانے پینے کا انتظام:

جب بنی اسرائیل نے اس جنگل میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے کھانے پینے وغیرہ ضروریات اور تکالیف کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی دُعا سے اُن کو آسمانی غذا ''مَنّ و سَلْویٰ'' عطا فرمایا۔ ان میں سے جو بیس سال سے زیادہ عمر کے تھے سب وہیں مر گئے سوائے یوشع بن نون اور کالب بن یوقنا کے اور جن لوگوں نے ارضِ مقدسہ میں داخل ہونے سے انکار کیا ان میں سے کوئی بھی داخل نہ ہو سکا۔

قرآنِ پاک میں ہے:

وَ قَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗۤ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ وَ ظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَ

ترجمہ: اور ہم نے انہیں بارہ قبیلوں میں تقسیم کر کے الگ الگ جماعت بنا دیا اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی جب اُس سے اس کی قوم نے پانی مانگا کہ اس پتھر پر اپنا عصا مارو تو اس میں سے بارہ چشمے جاری ہو گئے، ہر گروہ نے اپنے پینے کی جگہ کو پہچان لیا اور ہم

[1] ...پ٦، المائدۃ:٢٦۔ [2] ...قرطبی، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٢٦، ٣/٧٠، ملتقطاً۔

اَنْزَلْنَا عَلَیْهِمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَ مَا ظَلَمُوْنَا وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ [1]

نے ان پر بادلوں کا سایہ کیا اور ان پر من و سلویٰ اتارا (اور فرمایا) ہماری دی ہوئی پاک چیزیں کھاؤ اور انہوں نے (ہماری نافرمانی کرکے) ہمارا کچھ نقصان نہ کیا لیکن اپنی ہی جانوں کا نقصان کرتے رہے۔

اِس واقعے سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اسباب بھی مشیتِ الٰہی کے تابع ہیں، خدا چاہے تو دریا خشک اور پانی غائب ہو جائیں اور وہ چاہے تو پتھر جیسی خشک چیز سے پانی کے چشمے جاری کر دے جیسے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام کے عظیم معجزہ کے طور پر ہوا اور اس سے بڑھ کر ہمارے آقا، حضور سید المرسلین صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کر دیئے جو پتھر والے واقعے سے بھی بڑھ کر معجزہ تھا کیونکہ پتھر تو زمین ہی کی جنس سے ہے اور اس سے چشمے بہا کرتے ہیں لیکن اس کے برخلاف گوشت پوست سے پانی کا چشمہ جاری کرنا حد درجہ عظیم ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْه کیا خوب فرماتے ہیں:

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر ندیاں پنج آب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

یہاں یہ بھی واضح ہوا کہ مشکل وقت میں لوگوں کا انبیاءِ کرام عَلَيْهِمُ السَّلَام کی بارگاہ میں مدد کے لئے رجوع کرنا اور انبیاءِ کرام عَلَيْهِمُ السَّلَام کا بارگاہِ خداوندی سے ان کے مسائل حل کروانا ہمیشہ سے امتوں میں جاری رہا ہے۔

بنی اسرائیل کی کم ہمتی اور نالائقی:

بعض لوگوں کی طبیعت میں کم ہمتی، نالائقی اور بیچ پن ہوتا ہے۔ آپ انہیں پکڑ کر بھی اوپر کرنا چاہیں تو وہ کم تر اور نیچے رہنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ بنی اسرائیل کا حال بھی کچھ ایسا ہی تھا، ان کی کم ہمتی اور نالائقی و نافرمانی کا ایک واقعہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام سے مطالبہ کیا کہ ہم ایک ہی قسم کے کھانے پر صبر نہیں کر سکتے، آپ دعا کریں کہ ہمیں زمین کی ترکاریاں اور دالیں وغیرہ ملیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام نے انہیں سمجھایا کہ تمہیں اتنا اچھا کھانا بغیر محنت کے مل رہا ہے، کیا اس کی جگہ ادنیٰ قسم کا کھانا لینا چاہتے ہو؟ (جو فرعون کی سلطنت میں ذلت سے ملتا تھا۔ عزت کی سوکھی روٹی ذلت کے مرغن کھانوں سے بہتر ہوتی ہے۔) لیکن جب وہ نہ مانے تو حضرت موسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی۔

---

1 …پ۹، الاعراف: ١٦٠۔

اِس پر حکم ہوا کہ اے بنی اسرائیل! اگر تمہارا یہی مطالبہ ہے تو پھر مصر جاؤ وہاں تمہیں وہ چیزیں ملیں گی جن کا تم مطالبہ کر رہے ہو۔ مصر سے مراد یا تو مُلکِ مصر یا مطلقاً کوئی بھی شہر ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

وَ اِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَ قِثَّآىٕهَا وَ فُوْمِهَا وَ عَدَسِهَا وَ بَصَلِهَاؕ-قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌؕ-اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ [1]

ترجمہ: اور جب تم نے کہا: اے موسیٰ! ہم ایک کھانے پر ہرگز صبر نہیں کرسکتے۔ لہٰذا آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ہمارے لئے وہ چیزیں نکالے جو زمین اگاتی ہے جیسے ساگ اور ککڑی اور گندم اور مسور کی دال اور پیاز۔ فرمایا: کیا تم بہتر چیز کے بدلے میں گھٹیا چیزیں مانگتے ہو۔ (اچھا پھر) مُلکِ مصر یا کسی شہر میں قیام کرو، وہاں تمہیں وہ سب کچھ ملے گا جو تم نے مانگا ہے۔

یہاں اس بات کا خیال رکھیں کہ ساگ ککڑی وغیرہ جو چیزیں بنی اسرائیل نے مانگیں ان کا مطالبہ گناہ نہ تھا لیکن ''مَن وسلویٰ'' جیسی عزت سے اور بغیر محنت کے خاص انعام و فضلِ الٰہی کے طور پر ملنے والی نعمت چھوڑ کر دوسری معمولی چیزوں کی طرف مائل ہونا پست خیالی ہے۔ ہمیشہ ان لوگوں کا میلانِ طبع پستی ہی کی طرف رہا اور حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا السَّلَام ایسے جلیل القدر، بلند ہمت انبیاء کے بعد تو بنی اسرائیل کے بچپن اور کم حوصلگی کا پورا ظہور ہوا۔ جب بڑوں سے نسبت ہو تو دل و دماغ اور سوچ بھی بڑی بنانی چاہئے اور مسلمانوں کو تو بنی اسرائیل سے زیادہ اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ ان کی نسبت سب سے بڑی ہے۔

بلعم بن باعوراء کا واقعہ:

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے جبّارین سے جنگ کا ارادہ کیا اور سرزمینِ شام میں نزول فرمایا تو بلعم بن باعوراء کی قوم اس کے پاس آئی اور اس سے کہنے لگی: حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام بہت تیز مزاج ہیں اور اُن کے ساتھ بہت بڑا لشکر ہے، وہ یہاں اس لئے آئے ہیں تاکہ ہم سے جنگ کریں اور ہمیں

[1] ...پ۱، البقرۃ: ٦١.

ہمارے شہروں سے نکال کر ہماری بجائے بنی اسرائیل کو اس سرزمین میں آباد کریں، تیرے پاس اسمِ اعظم ہے اور تم ایسے شخص ہو کہ تمہاری ہر دعا قبول ہوتی ہے، تم نکلو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ اُنہیں یہاں سے بھگا دے۔ قوم کی بات سن کر بلعم نے کہا: افسوس ہے تم پر! حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں، اُن کے ساتھ فرشتے اور ایمان دار لوگ ہیں، اس لئے میں اُن کے خلاف کیسے بد دعا کر سکتا ہوں! مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو علم ملا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر میں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے خلاف ایسا کیا تو میری دنیا و آخرت برباد ہو جائے گی۔ قوم نے جب گریہ و زاری کے ساتھ مسلسل اصرار کیا تو بلعم نے کہا: اچھا! میں پہلے اپنے رب کی مرضی معلوم کر لوں۔ بلعم کا یہی طریقہ تھا کہ جب کبھی کوئی دعا کرتا تو پہلے مرضیٔ الٰہی معلوم کر لیتا اور خواب میں اس کا جواب مل جاتا، چنانچہ اس مرتبہ اس کو یہ جواب ملا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اور اُن کے ساتھیوں کے خلاف دعا نہ کرنا۔ چنانچہ اُس نے قوم سے کہہ دیا: میں نے اپنے رب سے اجازت چاہی تھی مگر میرے رب نے اُن کے خلاف دعا کرنے کی ممانعت فرما دی ہے۔ پھر اس کی قوم نے اسے ہدیے اور نذرانے دیئے جنہیں اُس نے قبول کر لیا۔ اس کے بعد قوم نے دوبارہ اس سے بد دعا کرنے کی درخواست کی تو دوسری مرتبہ بلعم نے رب تعالیٰ سے اجازت چاہی۔ اب کی بار اس کا کچھ جواب نہ ملا تو اُس نے قوم سے کہہ دیا: مجھے اس مرتبہ کچھ جواب ہی نہیں ملا۔ وہ لوگ کہنے لگے: اگر اللہ تعالیٰ کو منظور نہ ہوتا تو وہ پہلے کی طرح دوبارہ بھی صاف منع فرما دیتا، پھر قوم نے اور بھی زیادہ اصرار کیا حتی کہ وہ ان کی باتوں میں آ گیا۔ چنانچہ بلعم بن باعوراء اپنی گدھی پر سوار ہو کر ایک پہاڑ کی طرف روانہ ہوا۔ گدھی نے اسے کئی مرتبہ گرایا اور وہ پھر سوار ہو جاتا حتی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے گدھی نے اس سے کلام کیا اور کہا: افسوس! اے بلعم! کہاں جا رہے ہو؟ کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ فرشتے مجھے جانے سے روک رہے ہیں۔ (شرم کرو) کیا تم اللہ تعالیٰ کے نبی اور فرشتوں کے خلاف بد دعا کرنے جا رہے ہو؟ بلعم پھر بھی باز نہ آیا اور آخر کار وہ بد دعا کرنے کے لئے اپنی قوم کے ساتھ پہاڑ پر چڑھا۔ اب بلعم جو بد دعا کرتا اللہ تعالیٰ اس کی زبان کو اس کی قوم کی طرف پھیر دیتا تھا اور اپنی قوم کے لئے جو دعائے خیر کرتا تھا تو بجائے قوم کے بنی اسرائیل کا نام اُس کی زبان پر آتا تھا۔ یہ دیکھ کر اس کی قوم نے کہا: اے بلعم! تو یہ کیا کر رہا ہے؟ بنی اسرائیل کیلئے دعا اور ہمارے لئے بد دعا کیوں کر رہا ہے؟ بلعم نے کہا: یہ میرے اختیار کی بات نہیں، میری زبان میرے قبضہ میں نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی قدرت مجھ پر غالب آ گئی ہے۔ اتنا کہنے کے بعد اس کی زبان نکل کر اس کے سینے پر لٹک گئی۔ اس نے اپنی قوم سے کہا: میری تو دنیا و آخرت دونوں برباد

ہو گئیں، اب میں تمہیں ان کے خلاف ایک تدبیر بتاتا ہوں: تم حسین و جمیل عورتوں کو بنا سنوار کر ان کے لشکر میں بھیج دو، اگر ان میں سے ایک شخص نے بھی بدکاری کر لی تو تمہارا کام بن جائے گا کیونکہ جو قوم زنا کرے اللہ تعالیٰ اس پر سخت ناراض ہوتا ہے اور اسے کامیاب نہیں ہونے دیتا، چنانچہ بلعم کی قوم نے اسی طرح کیا، جب عورتیں بن سنور کر لشکر میں پہنچیں اور ایک کنعانی عورت بنی اسرائیل کے ایک سردار کے پاس سے گزری تو وہ اپنے حسن و جمال کی وجہ سے اسے پسند آ گئی۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے منع کرنے کے باوجود اس سردار نے اس عورت کے ساتھ بدکاری کی، اس کی پاداش میں اسی وقت بنی اسرائیل پر طاعون مُسلّط کر دیا گیا۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا مُشیر اس وقت وہاں موجود نہ تھا، جب وہ آیا تو اس نے بدکاری کا قصہ معلوم ہونے کے بعد مرد و عورت دونوں کو قتل کر دیا۔ تب طاعون کا عذاب ان سے اٹھا لیا گیا، لیکن اس دوران ستر ہزار اسرائیلی طاعون سے ہلاک ہو چکے تھے۔ (1)

قرآنِ پاک میں یہ واقعہ ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے:

وَ اتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّیْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِیْنَ ﴿۱۷۵﴾ وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَ لٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَیْهِ یَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ یَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ سَآءَ مَثَلَا ﹰالْقَوْمُ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ اَنْفُسَهُمْ كَانُوْا یَظْلِمُوْنَ (2)

ترجمہ: اور اے محبوب! انہیں اس آدمی کا حال سناؤ جسے ہم نے اپنی آیات عطا فرمائیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا تو وہ آدمی گمراہوں میں سے ہو گیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو آیتوں کے سبب اسے بلند مرتبہ کر دیتے مگر وہ تو دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی خواہش کا تابع ہو گیا تو اس کا حال کتے کی طرح ہے تو اس پر سختی کرے تو زبان نکالے اور تو اسے چھوڑ دے تو (بھی) زبان نکالے۔ یہ ان لوگوں کا حال ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو تم یہ واقعات بیان کرو تاکہ وہ غور و فکر کریں۔ کتنی بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ اپنی

---

❶... بغوی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۷۵، ۲/۱۷۹-۱۸۰، ملتقطاً۔ ❷... پ۹، الاعراف: ۱۷۵-۱۷۷۔

جانوں پر ہی ظلم کیا کرتے تھے۔

ان آیات میں دنیا کے مال و متاع کی وجہ سے دین کے احکام پسِ پشت ڈالنے والے عالم کو کتے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ کتا ایک ذلیل جانور ہے اور ذلیل تر کتا وہ ہے جو تھکاوٹ، شدت کی گرمی اور پیاس ہونے یا نہ ہونے کے باوجود ہر وقت زبان باہر نکال کر ہانپتا رہتا ہو۔ جسے اللہ تعالیٰ علمِ دین کی عزت و کرامت سے سرفراز فرمائے اور اسے لوگوں کے مال سے بے نیاز کر دے، پھر وہ کسی حاجت و ضرورت کے بغیر صرف اپنی قلبی خساست اور گھٹیا پن کی وجہ سے دین کے واضح احکام سے اعراض کر کے دنیا کے مال دولت اور منصب و مرتبے کی طرف جھکے اور اس خبیث عمل پر قائم رہے تو وہ ہانپنے والے کتے کی طرح ہے کہ ہر وقت ہانپنے والا کتا کسی حاجت کی بنا پر نہیں بلکہ اپنی فطرت کی وجہ سے ہانپتا رہتا ہے۔[1]
لیکن یہاں یہ ذہن میں رہے کہ مثال صرف انہی لوگوں کے لئے نہیں جو بہت زیادہ علم حاصل کر چکے بلکہ وہ لوگ بھی ان آیات کا مصداق ہیں جن کے سامنے حق و باطل کا علم آچکا، دنیا کی فنا، آخرت کی بقا، دنیاوی زندگی سے اعراض کی فضیلت اور آخرت کی طرف رغبت کی عظمت واضح ہو چکی لیکن اِس سارے علم کے باوجود بھی وہ دنیا کے طلب گار ہی رہے اور آخرت کی عظمت اُن کے دلوں پر غالب آکر انہیں غفلتوں سے نہ نکال سکی۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی براءت:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًا[2]	**ترجمہ:** اے ایمان والو! ان لوگوں جیسے نہ ہونا جنہوں نے موسیٰ کو ستایا تو اللہ نے موسیٰ کا اس شے سے بری ہونا دکھا دیا جو انہوں نے کہا تھا اور موسیٰ اللہ کے ہاں بڑی وجاہت والا ہے۔

بنی اسرائیل نے کیا کہہ کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو ستایا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا بری ہونا کس طرح دکھایا تھا، اس سے متعلق مفسرین نے مختلف واقعات ذکر کئے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ جب حضرت ہارون عَلَیْہِ السَّلَام وفات پاگئے تو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے کہا: آپ نے ان کو قتل کیا ہے

1... تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۷۶، ۵/۴۰۵، ملخصاً۔ 2... پ۲۲، الاحزاب: ۶۹۔

اور وہ آپ کی بہ نسبت ہم سے زیادہ محبت کرنے والے اور زیادہ نرم مزاج تھے۔ بنی اسرائیل نے ان باتوں سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو اذیت پہنچائی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا، چنانچہ وہ حضرت ہارون عَلَیْہِ السَّلَام کا جسم مبارک اٹھا کر لائے اور ان کی وفات کی خبر دی۔ تب بنی اسرائیل نے سمجھ لیا کہ حضرت ہارون عَلَیْہِ السَّلَام طبعی موت سے فوت ہوئے ہیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو ان کی تہمت سے بری کر دیا۔[1]

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو اذیت دینے کا انجام:

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی قوم سے فرمایا، اے میری قوم! تم مختلف طریقوں سے مجھے کیوں ستاتے ہو حالانکہ تم یقین کے ساتھ جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور رسول کی تعظیم واجب، ان کی توقیر اور احترام لازم ہے اور انہیں ایذا دینا سخت حرام اور انتہا درجہ کی بد نصیبی ہے۔ پھر جب وہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو ایذا دے کر راہِ حق سے منحرف اور ٹیڑھے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اتباعِ حق کی توفیق سے محروم کر کے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا جو اس کے علم میں نافرمان ہیں۔

قرآنِ کریم میں ہے:

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِیْ وَ قَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْؕ فَلَمَّا زَاغُوْۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ[2]

ترجمہ: اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا، اے میری قوم مجھے کیوں ستاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں پھر جب وہ ٹیڑھے ہوئے تو اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اس آیت میں تنبیہ ہے کہ رسولوں عَلَیْہِمُ السَّلَام کو ایذا دینا شدید ترین جرم ہے اور اس کے وبال سے دل ٹیڑھے ہو جاتے ہیں اور آدمی ہدایت سے محروم ہو جاتا ہے۔[3]

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو حکمِ الٰہی اور اس پر عمل:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی بعثت کا اہم مقصد یہ تھا کہ آپ لوگوں کو کفر و گمراہی و جہالت کے اندھیروں سے ہدایت اور

1... خازن، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٦٩، ٣/٥١٣، طبری، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٦٩، ١٠/٣٣٨۔ 2... پ٢٨، الصف: ٥۔

3... خازن، الصف، تحت الآیۃ: ٥، ٤/٢٦٢، ملخصاً۔

ایمان کی روشنی کی طرف لانے کی کوشش کریں، چنانچہ اللہ تعالٰی نے انہیں حکم دیا کہ

وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَیّٰىمِ اللّٰهِؕ-اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ [1]

ترجمہ: اور انہیں اللہ کے دن یاد دلاؤ۔ بیشک اس میں ہر بڑے صبر کرنے والے، شکر گزار کیلئے نشانیاں ہیں۔

حضرت موسٰی عَلَیْہِ السَّلَام نے حکمِ الٰہی پر عمل کرتے ہوئے بنی اسرائیل سے فرمایا:

اُذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَ یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ یَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَكُمْؕ-وَ فِیْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِیْمٌ۠(۶) وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ وَ لَىٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ(۷) وَ قَالَ مُوْسٰۤى اِنْ تَكْفُرُوْۤا اَنْتُمْ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًاۙ-فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ حَمِیْدٌ [2]

ترجمہ: اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو جب اس نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی جو تمہیں بری سزا دیتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی۔ اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان فرمادیا کہ اگر تم میرا شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ عطا کروں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب سخت ہے۔ اور موسٰی نے فرمایا: (اے لوگو!) اگر تم اور زمین میں جتنے لوگ ہیں سب ناشکرے ہو جاؤ تو بیشک اللہ بے پرواہ، خوبیوں والا ہے۔

معلوم ہوا کہ شکر سے نعمت زیادہ ہوتی ہے۔ شکر کی حقیقت یہ ہے کہ نعمت دینے والے کی نعمت کا اس کی تعظیم کے ساتھ اعتراف کرے اور نفس کو اس چیز کا عادی بنائے۔ یہاں ایک باریک نکتہ یہ ہے کہ بندہ جب اللہ تعالٰی کی نعمتوں اور اس کے طرح طرح کے فضل و کرم اور احسان کا مطالعہ کرتا ہے تو اس کے شکر میں مشغول ہوتا ہے، اس سے نعمتیں زیادہ ہوتی ہیں اور بندے کے دل میں اللہ تعالٰی کی محبت بڑھتی چلی جاتی ہے یہ مقام بہت برتر ہے اور اس سے اعلٰی مقام یہ ہے کہ نعمت دینے والے کی محبت یہاں تک غالب ہو جائے کہ دل کا نعمتوں کی طرف میلان باقی نہ رہے، یہ مقام صدیقوں کا ہے۔ [3]

---

❶...پ۱۳، ابراھیم:۵۔ ❷...پ۱۳، ابراھیم:۶-۸۔ ❸... خازن، ابراھیم، تحت الآیۃ:۷، ۳/۷۵-۷۶۔

باب:6

حضرت موسیٰ اور حضرت خضر عَلَیْہِمَا السَّلَام

حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام کا مختصر تعارف:

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی سیرت کا ایک اہم واقعہ حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام سے ملاقات ہے۔لفظ خضر لغت میں تین طرح سے آیا ہے۔(1) ”خا“ کے نیچے زیر اور ضاد کے اوپر جزم کے ساتھ یعنی خِضْر۔(2)”خا“ کے اوپر زبر اور ضاد کے اوپر جزم کے ساتھ یعنی خَضْر۔(3) ”خا“ کے اوپر زبر اور ضاد کے نیچے زیر کے ساتھ یعنی خَضِر۔[1] یہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا لقب ہے۔ اس کا سبب نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ بیان فرمایا: ان کا نام خضر اس لیے رکھا گیا کہ آپ خشک گھاس پر بیٹھتے تو اچانک ان کے (نیچے اور) ارد گرد کی گھاس سرسبز ہو کر لہرانے لگتی تھی۔[2]

شارحین نے ایک وجہ یہ بھی بیان کی ہے کہ جہاں آپ عَلَیْہِ السَّلَام نماز پڑھتے تو آپ کے ارد گرد کی جگہ سرسبز ہو جاتی تھی۔[3]

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا نام بَلْیا بن مَلْکان اور کنیت ابو العباس ہے۔بزرگانِ دین فرماتے ہیں: ”جو حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام کا نام ان کی ولدیت، کنیت اور لقب کے ساتھ (یعنی ابو العباس بلیا بن ملکان الخضر) یاد رکھے گا اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کا خاتمہ ایمان پر ہو گا۔[4]

ایک قول یہ ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام بنی اسرائیل میں سے ہیں۔ایک قول یہ ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام شہزادے تھے اور آپ نے دنیا ترک کر کے زہد اختیار فرما لیا تھا۔[5]

اللہ تعالیٰ نے آپ کی شان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا[6]

ترجمہ: جسے ہم نے اپنے پاس سے خاص رحمت دی تھی اور اسے اپنا علم لدنی عطا فرمایا۔

---

❶...صاوی، الکھف، تحت الآیۃ: ٦٥، ١٢٠٧/٤.

❷...بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب حدیث الخضر مع موسی علیہما السلام، ٤٤١/٢، حدیث: ٣٤٠٢.

❸...عمدۃ القاری، کتاب العلم، باب ما ذکر فی ذھاب موسی...الخ، ٨٤/٢.

❹...صاوی، الکھف، تحت الآیۃ: ٦٥، ١٢٠٧/٤.

❺...خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ٦٥، ٢١٨/٣.

❻...پ١٥، الکھف: ٦٥.

اس رحمت سے نبوت مراد ہے یا ولایت یا علم یا لمبی زندگی۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام ولی تو بالیقین ہیں جبکہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی نبوت میں اختلاف ہے۔ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”سیدنا خضر عَلَیْہِ السَّلَام جمہور کے نزدیک نبی ہیں اور ان کو خاص طور سے علمِ غیب عطا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا“[1] ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: ”معتمد و مختار یہ ہے کہ وہ (یعنی حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام) نبی ہیں اور دنیا میں زندہ ہیں۔[2]

حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام زندہ ہیں:

اکثر علماء کا مؤقف یہ ہے، نیز مشائخ صوفیہ اور اصحابِ عرفان کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام زندہ ہیں۔ شیخ ابو عمرو بن صلاح نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا کہ حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام جمہور علماء و صالحین کے نزدیک زندہ ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت خضر اور حضرت الیاس عَلَیْہِمَا السَّلَام دونوں زندہ ہیں اور ہر سال زمانۂ حج میں ملتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم[3]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”چار نبی زندہ ہیں کہ اُن کو وعدۂ الٰہیہ ابھی آیا ہی نہیں، یوں تو ہر نبی زندہ ہے: اِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ فَنَبِیُّ اللهِ حَیٌّ یُّرْزَقُ۔ بیشک اللہ نے حرام کیا ہے زمین پر کہ انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کے جسموں کو خراب کرے تو اللہ کے نبی زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں۔[4] اَنبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام پر ایک آن کو محض تصدیقِ وعدۂ الٰہیہ کے لیے موت طاری ہوتی ہے، بعد اِس کے پھر اُن کو حیاتِ حقیقی حِسّی دُنیوی عطا ہوتی ہے۔ خیر اِن چاروں میں سے دو آسمان پر ہیں اور دو زمین پر۔ خضر و الیاس عَلَیْہِمَا السَّلَام زمین پر ہیں اور ادریس و عیسٰی عَلَیْہِمَا السَّلَام آسمان پر۔[5]

بعض حضرات کا یہ مؤقف ہے کہ حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام زندہ نہیں ہیں اور انہوں نے حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات پر قرآن و حدیث اور دیگر امور سے استدلال کیا ہے، یہاں ان کے 3 دلائل اور ان کا جواب ملاحظہ ہو۔

(1) قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ“[6] اس میں بیان ہوا کہ حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کسی بشر کو لمبی عمر نہیں دی جس سے ثابت ہوا کہ حضرت خضر عَلَیْہِ

1... فتاوی رضویہ، ۲۶/ ۴۰۱۔ 2... فتاوی رضویہ، ۲۸/ ۶۱۰۔ 3... خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۸۲، ۳/ ۲۲۲۔

4... ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ذکر وفاتہ ودفنہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۲/ ۲۹۱، حدیث: ۱۶۳۷۔ 5... ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ چہارم، ص ۴۸۴۔

6... پ۱۷، الانبیاء: ۳۴۔

السَّلَام زندہ نہیں ہے کیونکہ اگر انہیں زندہ مانا جائے تو انہیں لمبی عمر ملنا ثابت ہو گا جبکہ قرآن کریم میں صراحت کے ساتھ اس کی نفی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آیتِ مبارکہ کے لفظ ”اَلْخُلْدَ“ کا معنی ”لمبی عمر“ نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے اور آیت کا درست ترجمہ یہ ہے ”اور ہم نے تم سے پہلے کسی آدمی کے لیے (دنیا میں) ہمیشہ رہنا نہ بنایا۔“ جب دنیا ہی ہمیشہ نہیں کہ بالآخر فنا ہو گی تو اس میں ہمیشہ رہنا کیسے ہو سکتا ہے اور رہا لمبی عمر ملنا تو یہ قدرتِ الٰہی سے بعید نہیں اور اس کے شواہد بھی موجود ہیں جیسے حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کے لیے لمبی عمر کا ذکر خود قرآنِ مجید میں موجود ہے، حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اپنی حیات ظاہری کے ساتھ ابھی بھی زندہ ہیں اگرچہ وہ آسمانوں پر ہیں، یونہی حضرت الیاس عَلَیْہِ السَّلَام بھی زندہ ہیں۔ یہ تو برگزیدہ بندوں کا بیان ہے، دوسری طرف یاجوج ماجوج اور دجال بھی زندہ ہے۔ لہٰذا یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام کو بھی لمبی عمر عطا فرمائی اور انہیں لوگوں کی نظروں سے چھپا دیا ہو۔

(2) اگر حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مبارک زمانے میں موجود ہوتے تو ان پر لازم تھا کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوتے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے تابع ہو کر دین اسلام کی خدمات بجالاتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اسلام و مسلمین کی مدد بھی کی اور جہاں تک حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شریعت کی اتباع کا تعلق ہے تو یہ کوئی بعید نہیں کہ حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تشریف آوری کے بعد آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے شریعتِ محمدیہ پر عمل شروع کر دیا ہو۔

(3) حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی وفات ظاہری سے پہلے ایک رات عشاء کی نماز کے بعد ارشاد فرمایا: بیشک اب سے سو سال گزرنے پر ان میں سے کوئی شخص زندہ نہیں رہے گا جو آج زمین کے اوپر ہے۔[1] اس سے بھی ثابت ہوا کہ اگر حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانے تک زندہ تھے تو 100 سال گزرنے سے پہلے ان کی بھی وفات ہو گئی۔

---

[1] ...بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب السمر فی الفقہ...الخ، ۲۱۸/۱، حدیث: ۶۰۱۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث پاک سے حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات پر استدلال کرنا درست نہیں کیونکہ حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام سمندر میں رہنے والے تھے اور یہ حدیث پاک زمین پر رہنے والوں کے بارے میں ہے، لہٰذا حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام اس حدیث میں داخل ہی نہیں۔ نیز جب حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ بات ارشاد فرمائی اس وقت حضرت الیاس عَلَیْہِ السَّلَام، دجال اور یاجوج ماجوج بھی موجود تھے، 100 سال گزرنے پر یہ کیوں فوت نہ ہوئے؟ تو جو جواب ان کی حیات کے بارے میں ہو گا وہی جواب حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام کی حیات کے بارے میں بھی ہو گا۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام سے ملاقات:

ایک بار حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے بنی اسرائیل کی جماعت میں وعظ فرمایا، اس کے بعد کسی نے پوچھا: کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ سے بڑا عالم بھی کوئی ہے۔ ارشاد فرمایا: نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی: اے موسیٰ! عَلَیْہِ السَّلَام، تم سے بڑے عالم حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام ہیں۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ تعالیٰ سے ان کا پتہ پوچھا تو ارشاد فرمایا: مَجْمَعِ بَحْرَین میں رہتے ہیں، وہاں کی نشانی یہ بتائی، کہ جہاں بھنی مچھلی زندہ ہو کر دریا میں چلی جائے اور پانی میں سرنگ بن جائے، وہاں حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام ہوں گے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے خادم یوشع بن نون سے فرمایا:

لَاۤ اَبْرَحُ حَتّٰۤى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا [1]

ترجمہ: میں مسلسل سفر میں رہوں گا جب تک دو سمندروں کے ملنے کی جگہ نہ پہنچ جاؤں یا مدتوں چلتا رہوں گا۔

اس کے بعد یہ حضرات روٹی اور نمکین بھنی مچھلی زنبیل میں توشہ کے طور پر لے کر روانہ ہوئے اور مسلسل سفر کرتے رہے، یہاں تک کہ دو سمندروں (ایک قول کے مطابق بحر روم اور بحر فارس) کے ملنے کی جگہ پہنچ گئے، یہاں ایک پتھر کی چٹان اور چشمۂ حیات تھا، اس جگہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے آرام فرمایا اور حضرت یوشع عَلَیْہِ السَّلَام وضو کرنے لگے۔ اسی دوران بھنی ہوئی مچھلی زنبیل میں زندہ ہو گئی اور تڑپ کر دریا میں گری، اس پر سے پانی کا بہاؤ رک گیا اور ایک محراب سی بن گئی۔ حضرت یوشع عَلَیْہِ السَّلَام یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے اور جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام بیدار ہوئے تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو ان سے مچھلی کا واقعہ ذکر کرنا یاد نہ رہا۔[2]

---

❶...پ۱۵، الکھف: ٦٠. ❷...بخاری، کتاب التفسیر، باب و اذ قال موسیٰ لفتاہ...الخ، ٣/٢٦٥، حدیث: ٤٧٢٥، مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل الخضر علیہ السلام، ص٩٩٥-٩٩٧، حدیث: ٦١٦٣-٦١٦٨، ملتقطاً.

پھر جب وہ دونوں اس جگہ سے گزر گئے اور چلتے رہے یہاں تک کہ دوسرے روز کھانے کا وقت آیا تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے خادم سے فرمایا:

اٰتِنَا غَدَآءَنَا٘ لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا[1]

ترجمہ: ہمارا صبح کا کھانا لاؤ بیشک ہمیں اپنے اس سفر سے بڑی مشقت کا سامنا ہوا ہے۔

یہ بات جب تک مَجْمَعُ الْبَحْرَیْن پہنچے تھے پیش نہ آئی تھی اور جب منزلِ مقصود سے آگے بڑھ گئے تو تھکن اور بھوک معلوم ہوئی، (اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ تھی کہ انہیں مچھلی یاد آ جائے اور اس کی طلب میں منزلِ مقصود کی طرف واپس ہوں۔) حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے یہ فرمانے پر خادم نے معذرت کی اور یہ کہا:

اَرَءَیْتَ اِذْ اَوَیْنَاۤ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّیْ نَسِیْتُ الْحُوْتَ٘ وَمَاۤ اَنْسٰنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ٘ وَاتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ٘ عَجَبًا[2]

ترجمہ: سنئے! جب ہم نے اس چٹان کے پاس (آرام کیلئے) ٹھکانہ بنایا تھا تو بیشک میں مچھلی (کے متعلق بتانا) بھول گیا تھا اور مجھے شیطان ہی نے اس کا ذکر کرنا بھلا دیا اور (ہوا یہ ہے کہ) مچھلی نے سمندر میں اپنا راستہ بڑا عجیب بنایا۔

حضرت یوشع بن نون عَلَیْہِ السَّلَام کی بات سن کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا:

ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ[3]

ترجمہ: یہی تو ہم چاہتے تھے۔

اس کے بعد وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانات کی پیروی کرتے ہوئے واپس لوٹے اور جب وہ دونوں بزرگ واپس اسی جگہ پہنچے تو یہاں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جو چادر اوڑھے آرام فرما رہا تھا۔ یہ حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام تھے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سے فرمایا:

هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا[4]

ترجمہ: کیا اس شرط پر میں تمہارے ساتھ رہوں کہ تم مجھے وہ درست بات سکھا دو جو تمہیں سکھائی گئی ہے۔

صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام کو دیکھا کہ

---

1 ...پ١٥، الکهف: ٦٢۔ 2 ...پ١٥، الکهف: ٦٣۔ 3 ...پ١٥، الکهف: ٦٤۔ 4 ...پ١٥، الکهف: ٦٦۔

سفید چادر میں لپٹے ہوئے ہیں تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے دریافت کیا کہ تمہاری سرزمین میں سلام کہاں؟ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا کہ میں موسیٰ ہوں۔ انہوں نے کہا کہ بنی اسرائیل کے موسیٰ؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں۔ پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سے کہا: کیا اس شرط پر میں آپ کے ساتھ رہوں کہ آپ مجھے وہ درستی و حق کی بات سکھادیں جو آپ کو سکھائی گئی ہے۔[1]

حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو جواب دیا:

اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴿۶۷﴾ وَ كَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا[2]	**ترجمہ:** آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے۔ اور آپ اس بات پر کس طرح صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں۔

حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام نے یہ اس لئے فرمایا کہ وہ جانتے تھے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو کچھ ناپسندیدہ اور ممنوع کام دیکھنا پڑیں گے اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام سے ممکن ہی نہیں کہ وہ ممنوع کام دیکھ کر صبر کر سکیں۔[3]

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا:

سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّ لَاۤ اَعْصِیْ لَكَ اَمْرًا[4]	**ترجمہ:** اگر اللہ چاہے گا تو عنقریب آپ مجھے صبر کرنے والا پاؤ گے اور میں آپ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کروں گا۔

حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا:

فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْـٴَـلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰۤى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا[5]	**ترجمہ:** تو اگر آپ کو میرے ساتھ رہنا ہے تو مجھ سے کسی شے کے بارے میں سوال نہ کرنا جب تک میں خود آپ کے سامنے اس کا ذکر نہ کردوں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ شاگرد اور مرید کے آداب میں سے ہے کہ وہ اپنے استاد اور پیر کے افعال پر زبانِ

1... بخاری، کتاب التفسیر، باب واذقال موسی لفتاہ...الخ، ۳/۲۶۵، حدیث: ۴۷۲۵۔
2... پ۱۵، الکھف: ۶۷، ۶۸۔
3... خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۶۷، ۳/۲۱۹۔
4... پ۱۵، الکھف: ۶۹۔
5... پ۱۵، الکھف: ۷۰۔

اعتراض نہ کھولے اور منتظر رہے کہ وہ خود ہی اس کی حکمت ظاہر فرمادیں۔[1]

حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام کا کشتی توڑنا اور موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا اعتراض:

اس کے بعد حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام کشتی کی تلاش میں ساحل کے کنارے چلنے لگے۔ جب ان کے پاس سے ایک کشتی گزری تو کشتی والوں نے حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام کو پہچان کر بغیر معاوضہ کے سوار کرلیا، جب کشتی سمندر کے بیچ میں پہنچی تو حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام نے کلہاڑی کے ذریعے اس کا ایک یا دو تختے اکھاڑ ڈالے۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام خاموش نہ رہ سکے اور فرمایا:

اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَاۚ لَقَدْ جِئْتَ شَیْـًٔا اِمْرًا[2]

ترجمہ: کیا تم نے اسے اس لیے چیر دیا تاکہ کشتی والوں کو غرق کردو، بیشک یہ تم نے بہت برا کام کیا۔

حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سے فرمایا:

اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا[3]

ترجمہ: کیا میں نہ کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا:

لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَ لَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا[4]

ترجمہ: میری بھول پر میرا مواخذہ نہ کرو اور مجھے میرے کام کی طرف سے مشکل میں نہ ڈالو۔[5]

حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام کا ایک لڑکے کو قتل کرنا اور موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا اعتراض:

کشتی سے اتر کر وہ دونوں چلے اور ایک ایسے مقام پر گزرے جہاں لڑکے کھیل رہے تھے۔ وہاں انہیں ایک لڑکا ملا جو کافی خوبصورت تھا اور حدِ بلوغ کو نہ پہنچا تھا۔ بعض مفسرین نے کہا وہ لڑکا جوان تھا اور رہزنی کیا کرتا تھا اور کافر تو بہر حال وہ تھا جیسا کہ بخاری کی حدیث میں موجود ہے۔ حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام نے اسے قتل کردیا۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام

---

1 ... مدارک، الکھف، تحت الآیۃ: ٧٠، ص٦٥٨، ملخصاً۔ 2 ... پ١٥، الکھف: ٧١۔ 3 ... پ١٥، الکھف: ٧٢۔ 4 ... پ١٥، الکھف: ٧٣۔

5 ... بخاری، کتاب التفسیر، باب و اذ قال موسی لفتاہ... الخ، ٣/٢٦٥، حدیث: ٤٧٢٥، مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل الخضر علیہ السلام، ص٩٩٥-٩٩٧، حدیث: ٦١٦٣-٦١٦٨، ملتقطاً۔

سے پھر نہ رہا گیا اور آپ نے فرمایا:[1]

اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِیَّةًۢ بِغَیْرِ نَفْسٍؕ لَقَدْ جِئْتَ شَیْــٴًـا نُّكْرًا[2]

ترجمہ: کیا تم نے کسی جان کے بدلے کے بغیر ایک پاکیزہ جان کو قتل کر دیا۔ بیشک تم نے بہت ناپسندیدہ کام کیا ہے۔

حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام نے کہا:

اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا[3]

ترجمہ: میں نے آپ سے نہ کہا تھا کہ آپ ہرگز میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے۔

اس بار حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے کلام میں لفظ "لَكَ" کا اضافہ فرمایا اور ایک اعتبار سے اس تنبیہ میں پہلی تنبیہ کی بنسبت سختی تھی کیونکہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے دوسری مرتبہ ان کے فعل پر کلام فرمایا تھا۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا:

اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَیْءٍۭ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِیْۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّیْ عُذْرًا[4]

ترجمہ: اگر اس مرتبہ کے بعد میں آپ سے کسی شے کے بارے میں سوال کروں تو پھر مجھے ساتھی نہ رکھنا، بیشک میری طرف سے تمہارا اعذر پورا ہو چکا ہے۔

حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام کا گرتی دیوار درست کرنا اور موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا اعتراض:

اس گفتگو کے بعد حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام چلنے لگے یہاں تک کہ جب ایک بستی والوں کے پاس آئے تو ان حضرات نے اس بستی کے باشندوں سے کھانا مانگا، انہوں نے ان دونوں کی مہمان نوازی کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر دونوں نے اس گاؤں میں ایک دیوار پائی جو گرنے والی تھی تو حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے دستِ مبارک سے اسے سیدھا کر دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا:

لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَیْهِ اَجْرًا[5]

ترجمہ: اگر تم چاہتے تو اس پر کچھ مزدوری لے لیتے۔

1... بخاری، کتاب التفسیر، باب واذ قال موسی لفتاہ... الخ، ۳/۲۶۶، حدیث: ۴۷۲۵، خازن، الکہف، تحت الآیۃ: ۷۴، ۳/۲۱۹-۲۲۰، ملخصاً۔

2... پ۱۵، الکہف: ۷۴۔ 3... پ۱۶، الکہف: ۷۵۔ 4... پ۱۶، الکہف: ۷۶۔ 5... پ۱۶، الکہف: ۷۷۔

یعنی اگر آپ چاہتے تو اس دیوار کو سیدھی کرنے پر کچھ مزدوری لے لیتے کیونکہ یہ ہماری حاجت کا وقت ہے اور بستی والوں نے ہماری کچھ مہمان نوازی نہیں کی، اس لئے ایسی حالت میں ان کا کام بنانے پر اجرت لینا مناسب تھا۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف سے تیسری مرتبہ اپنے فعل پر کلام سن کر حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سے فرمایا:

هٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَ بَیْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِیْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا [1]

ترجمہ: یہ میری اور آپ کی جدائی کا وقت ہے۔ اب میں آپ کو ان باتوں کا اصل مطلب بتاؤں گا جن پر آپ صبر نہ کرسکے۔ [2]

افعالِ خضر کی حقیقت کا بیان:

اس کے بعد حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے تینوں افعال کی حقیقت سے پردہ اٹھایا، چنانچہ کشتی کا تختہ اکھاڑنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اَمَّا السَّفِیْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِیْنَ یَعْمَلُوْنَ فِی الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِیْبَهَا وَ كَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ یَّاْخُذُ كُلَّ سَفِیْنَةٍ غَصْبًا [3]

ترجمہ: وہ جو کشتی تھی تو وہ کچھ مسکین لوگوں کی تھی جو دریا میں کام کرتے تھے تو میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کردوں اور ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر صحیح سلامت کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا۔

یعنی وہ جو میں نے کشتی کا تختہ اکھاڑا تھا، اس سے میرا مقصد کشتی والوں کو ڈبو دینا نہیں تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ کشتی کچھ مسکین بھائیوں کی تھی اور اسی پر ان کے روزگار کا دارومدار تھا جبکہ آگے معاملہ یہ تھا کہ راستے میں آگے ایک بادشاہ تھا جس کا طریقہ یہ تھا کہ وہ ہر صحیح سلامت کشتی کو زبردستی چھین لیتا اور اگر عیب دار ہوتی تو چھوڑ دیتا تھا اس لئے میں نے اس کشتی کو عیب دار کردیا تاکہ وہ ان غریبوں کے لئے بچ جائے۔ [4]

اس سے معلوم ہوا: اللہ تعالیٰ اپنے مسکین بندوں پر خاص عنایت اور کرم نوازی فرماتا ہے اور ان پر آنے والے

---

❶...پ١٦، الکھف: ٧٨۔ ❷... بخاری، کتاب التفسیر، باب و اذ قال موسی لفتاہ...الخ، ٣/٢٦٥، حدیث: ٤٧٢٥، مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل الخضر علیہ السلام، ص ٩٩٥-٩٩٧، حدیث: ٦١٦٣-٦١٦٨، ملتقطاً۔ ❸...پ١٦، الکھف: ٧٩۔

❹... تفسیر کبیر، الکھف، تحت الآیۃ: ٧٩، ٧/٤٩٠-٤٩١، خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ٧٩، ٣/٢٢٠-٢٢١، ملتقطاً۔

مَصائب اور آفات کو دور کرنے میں کفایت فرماتا ہے۔ نیز بڑے نقصان اور بڑی تکلیف سے بچنے کے لئے چھوٹے نقصان اور چھوٹی تکلیف کو برداشت کرلینا بہتر ہے، جیسے یہاں مسکینوں نے چھوٹے نقصان یعنی کشتی کا تختہ اکھاڑ دیئے جانے کو برداشت کیا تو وہ بڑے نقصان یعنی پوری کشتی چھن جانے سے بچ گئے۔

اور لڑکے کو قتل کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَ اَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَیْنِ فَخَشِیْنَاۤ اَنْ یُّرْهِقَهُمَا طُغْیَانًا وَّ كُفْرًاۚ(۸۰) فَاَرَدْنَاۤ اَنْ یُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَیْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّ اَقْرَبَ رُحْمًا[1]

ترجمہ: اور وہ جو لڑکا تھا تو اس کے ماں باپ مسلمان تھے تو ہمیں ڈر ہوا کہ وہ لڑکا انہیں بھی سرکشی اور کفر میں ڈال دے گا۔ تو ہم نے چاہا کہ اُن کا رب اُنہیں پاکیزگی میں پہلے سے بہتر اور حسنِ سلوک اور رحمت و شفقت میں زیادہ مہربان عطا کردے۔

یعنی وہ لڑکا جسے میں نے قتل کیا تھا، اس کے ماں باپ مسلمان تھے تو ہمیں ڈر ہوا کہ وہ بڑا ہو کر انہیں بھی سرکشی اور کفر میں ڈال دے گا اور وہ اس لڑکے کی محبت میں دین سے پھر جائیں اور گمراہ ہو جائیں گے، اس لئے ہم نے چاہا کہ ان کا رب عَزَّوَجَلَّ اس لڑکے سے بہتر، گناہوں اور نجاستوں سے پاک اور ستھرا اور پہلے سے زیادہ اچھا لڑکا عطا فرمائے جو والدین کے ساتھ ادب سے پیش آئے، ان سے حسنِ سلوک کرے اور ان سے دلی محبت رکھتا ہو۔[2]

یاد رہے کہ حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام کا یہ اندیشہ اس سبب سے تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خبر دینے کی وجہ سے اس لڑکے کا باطنی حال جانتے تھے۔[3] مسلم شریف میں حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس لڑکے کو حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام نے قتل کر دیا تھا وہ کافر ہی پیدا ہوا تھا اگر وہ زندہ رہتا تو اپنے ماں باپ کو کفر اور سرکشی میں مبتلا کر دیتا۔[4]

اُس بچے کا حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام کے ہاتھوں مارا جانا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے تکوینی امور میں سے ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعے بچوں، جوانوں کو موت دیتا ہے جس کی حکمتیں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے لیکن تکوینی امور میں ایسے

1... پ۱۶، الکھف: ۸۰، ۸۱. 2... روح البیان، الکھف، تحت الآیۃ: ۸۰-۸۱، ۵/ ۲۸۵. 3... جمل، الکھف، تحت الآیۃ: ۸۰، ۴/ ۴۴۷، ملخصاً.

4... مسلم، کتاب القدر، باب کل مولود یولد علی الفطرۃ... الخ، ص۱۰۹۷، حدیث: ۶۷۶۶.

تصرفات کی سب کو اجازت نہیں بلکہ تفصیل یہ ہے کہ فرشتے تو ہیں ہی حکمِ الٰہی کے پابند اور کارکنانِ قضاو قدر، لہٰذا ان کا معاملہ جدا ہے اور انسانوں میں اگر اللہ تعالیٰ کسی نبی کو وحی کے ذریعے ایسا حکم دے تو بھی جائز ہے اور ثابت ہے جیسا کہ اِسی واقعہ میں اور جہاں تک اولیاء کا معاملہ ہے تو اولیاء کو ایسے امور کی اجازت نہیں۔ اگر حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام کو صرف ولی مانا جائے تو پھر یہ حکم ہماری شریعت میں منسوخ ہے اور ہمارے زمانے میں اگر کوئی ولی کسی کے ایسے باطنی حال پر مطلع ہو جائے کہ یہ آگے جا کر کفر اختیار کرلے گا اور دوسروں کو کافر بھی بنادے گا اور اس کی موت بھی حالتِ کفر میں ہوگی تو وہ ولی اس بنا پر اسے قتل نہیں کر سکتا، جیسا کہ امام سُبکی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ باطن کا حال جان کر بچے کو قتل کر دینا حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ خاص ہے، انہیں اس کی اجازت تھی۔ اب اگر کوئی ولی کسی بچے کے ایسے حال پر مطلع ہو تو اُس کے لئے قتل کرنا جائز نہیں ہے۔[1]

مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کے بدلے ایک مسلمان لڑکا عطا کیا اور ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک بیٹی عطا کی جو ایک نبی عَلَیْہِ السَّلَام کے نکاح میں آئی اور اس سے نبی عَلَیْہِ السَّلَام پیدا ہوئے جن کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے ایک اُمت کو ہدایت دی۔ واللہ اعلم[2]

اور گرتی دیوار سیدھی کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَ اَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَیْنِ یَتِیْمَیْنِ فِی الْمَدِیْنَةِ وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ یَّبْلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَ یَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖۗ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَ مَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ ؕ ذٰلِكَ تَاْوِیْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا[3]

ترجمہ: اور بہرحال دیوار (کا جہاں تک تعلق ہے) تو وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس دیوار کے نیچے ان دونوں کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا تو آپ کے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکالیں (یہ سب) آپ کے رب کی رحمت سے ہے اور یہ سب کچھ میں نے اپنے حکم سے نہیں کیا۔ یہ ان باتوں کا اصل مطلب ہے جس پر آپ صبر نہ کرسکے۔

یعنی دیوار کا جہاں تک تعلق ہے تو وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی جن کے نام اصرم اور صریم تھے اور اس دیوار کے

---

❶... جمل، الکھف، تحت الآیۃ: ۸۰، ۴/۴۴۸، ملخصاً۔ ❷... خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۸۱، ۳/۲۲۱۔ ❸... پ۱۶، الکھف: ۸۲۔

نیچے ان دونوں کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں، اُن کی عقل کامل ہو جائے، قوی و توانا ہو جائیں اور اپنا خزانہ نکالیں یہ سب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے ہے اور جو کچھ میں نے کیا وہ میری اپنی مرضی سے نہ تھا بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے تھا۔ یہ ان باتوں کی اصل تشریح و تفصیل ہے جس پر آپ صبر نہ کرسکے۔[1]

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات:

کہا گیا ہے کہ تیہ میں ہی حضرت ہارون اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِمَا السَّلَام کی وفات ہوئی۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات سے چالیس برس بعد حضرت یوشع عَلَیْہِ السَّلَام کو نبوّت عطا کی گئی اور جبّارین پر جہاد کا حکم دیا گیا۔ آپ باقی ماندہ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر گئے اور جبّارین پر جہاد کیا۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے واقعۂ وفات سے متعلق رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ملک الموت عَلَیْہِ السَّلَام کو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف بھیجا گیا، جب ملک الموت عَلَیْہِ السَّلَام آئے تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں ایک تھپڑ مار دیا جس سے ان کی آنکھ باہر نکل آئی۔ ملک الموت عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں واپس لوٹے اور عرض کی: تو نے مجھے ایسے بندے کے پاس بھیجا ہے جو مرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھ واپس لوٹا دی اور فرمایا: ان کے پاس دوبارہ جاؤ اور ان سے کہنا: اپنا ہاتھ ایک بیل کی پیٹھ پر رکھیں، آپ کے ہاتھ کے نیچے آنے والے ہر بال کے بدلے ایک سال آپ کی عمر میں اضافہ کر دیا جائے گا۔ (ملک الموت عَلَیْہِ السَّلَام سے پیغامِ الٰہی سن کر) حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: اے میرے رب! اس کے بعد؟ فرمایا: پھر موت۔ عرض کی: تو پھر ابھی مرنا ٹھیک ہے۔ پھر آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ وہ انہیں ارضِ مقدس سے ایک پتھر پھینکے جانے کے فاصلہ پر کر دے۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اگر میں وہاں ہوتا تو ضرور تمہیں راستہ کی ایک جانب کثیبِ احمر کے نیچے ان کی قبر دکھاتا۔[2]

درس ونصیحت

دین فروش علماء کے لئے عبرت: بلعم بن باعوراء مال و دولت کے لالچ میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے خلاف دعا کرکے

---

1 ... خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۸۲، ۳/۲۲۱-۲۲۲، ملخصاً۔

2 ... مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل موسی علیہ السلام، ص ۹۹۲، حدیث: ۶۱۴۸۔

بد ترین انجام سے دوچار ہوا، اس واقعہ میں ایسے علماء کیلئے بڑی عبرت ہے جو منصب و مرتبے، مُراعات و وظائف کے حصول کی خاطر حکام کی طبیعت کے مطابق فتوے اور ان کے موافق بیان دیتے ہیں۔ اگر یہ فتوے شریعت کے حقیقی معتبر احکام سے ٹکراتے ہوں تو انہیں ڈر جانا چاہئے کہ کہیں ان کا انجام بھی بلعم کی طرح نہ ہو جائے۔

حصولِ علم کے لیے سفر سنتِ انبیاء ہے: حضرت موسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام نے حصولِ علم کے لیے حضرت خضر عَلَیْهِ السَّلَام کی طرف سفر فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ علم کے حصول کے لیے سفر کرنا سنتِ انبیاء ہے۔

ماتحتوں کو خود سے دور کرنے کا عمدہ طریقہ: حضرت خضر عَلَیْهِ السَّلَام نے دو بار حضرت موسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام کے اعتراض سے در گزر فرمایا اور تیسری بار اعتراض کرنے پر انہیں خود سے جدا کرنے پر آگاہ کر دیا اور ساتھ ہی اس کی وجہ بھی بتا دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر اپنا قریبی ساتھی یا ماتحت شخص کوئی ایسا کام کرے جس کی وجہ سے اسے خود سے دور کرنے کی صورت بنتی ہو تو فوراً اسے دور نہ کر دے بلکہ ایک یا دو مرتبہ اسے معاف کر دیا جائے اور اس سے در گزر کیا جائے اور ساتھ میں مناسب تنبیہ بھی کر دی جائے تاکہ وہ اپنی کوتاہی یا غلطی پر آگاہ ہو جائے اور اگر وہ تیسری بار پھر وہی کام کرے تو اب چاہے تو اسے خود سے دور کر دے۔ نیز اگر اپنے قریبی ساتھی کو خود سے دور کرے تو اسے دور کرنے کی وجہ بتا دے تاکہ اس کے پاس اعتراض کی کوئی گنجائش نہ رہے۔

باب: 7

احادیث میں حضرت موسیٰ، ھارون اور خضر عَلَیْهِمُ السَّلَام کا تذکرہ

قرآنِ پاک کی طرح احادیث میں بھی حضرت موسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام کا بکثرت ذکر خیر کیا گیا ہے، یونہی حضرت ہارون عَلَیْهِ السَّلَام اور حضرت خضر عَلَیْهِ السَّلَام کا مبارک تذکرہ احادیث میں بھی ملتا ہے، یہاں ان کے تذکرے پر مشتمل 8 احادیث ملاحظہ ہوں:

حضرت موسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام کی نسبت سے عاشورہ کا روزہ رکھنا:

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْهُمَا فرماتے ہیں: جب حضور پر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ یہودی عاشوراء کے دن روزہ رکھتے ہیں، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: یہ کیا ہے؟ یہودیوں نے عرض کی: یہ نیک دن ہے، یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی تو

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اس دن روزہ رکھا تھا۔ رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا "تمہاری نسبت موسیٰ سے میرا تعلق زیادہ ہے، چنانچہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس دن (خود) روزہ رکھا اور (دوسروں کو) اس دن روزہ رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔[1]

البتہ صرف دس محرم کا روزہ رکھنے کی بجائے اس کے ساتھ آگے یا پیچھے ایک روزہ ملایا جائے جیسا کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: عاشوراء کے دن کا روزہ رکھو اور اس میں یہودیوں کی مخالفت کرو، عاشوراء کے دن سے پہلے یا بعد میں ایک دن کا روزہ رکھو۔[2] اس سے معلوم ہوا کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام پر جو انعامِ الٰہی ہو اس کی یادگار قائم کرنا اور شکر بجالانا سنت ہے۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے لئے دعائے رحمت:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے فرمایا: حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کچھ تقسیم فرمایا تو ایک شخص نے کہا: آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس تقسیم سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا ارادہ نہیں کیا۔ میں نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس بات کی خبر دی تو آپ جلال میں آگئے حتی کہ میں نے چہرۂ اقدس میں غضب کے آثار دیکھے۔ پھر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر رحم فرمائے، انہیں اس سے زیادہ اذیت دی گئی تو انہوں نے صبر کیا (میں بھی اس اذیت ناک بات پر صبر کروں گا۔)[3]

کاش حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام صبر کرتے:

حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: ہم پر اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو، اگر وہ جلدی نہ کرتے تو بہت حیران کن چیزیں دیکھتے لیکن انہیں حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام سے حیا آئی اور کہا: اگر اس مرتبہ کے بعد میں آپ سے کسی شے کے بارے میں سوال کروں تو پھر مجھے ساتھی نہ بنانا، بیشک میری طرف سے تمہارا عذر پورا ہو چکا ہے۔ کاش! حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام صبر کرتے تو بہت عجیب و غریب چیزیں دیکھتے۔[4]

---

1 ... بخاری، کتاب الصوم، باب صیام یوم عاشوراء، ١/٦٥٦، حدیث: ٢٠٠٤.

2 ... مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن العباس... الخ، ١/٥١٨، حدیث: ٢١٥٤. 3 ... بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، ٢/٤٤٢، حدیث: ٣٤٠٥.

4 ... مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل الخضر علیہ السلام، ص ٩٩٦، حدیث: ٦١٦٥.

حضرت موسیٰ اور آدم عَلَیْہِمَا السَّلَام میں مباحثہ:

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے، رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”حضرت آدم اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِمَا السَّلَام نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے سامنے مباحثہ کیا جس میں آدم عَلَیْہِ السَّلَام موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر غالب رہے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے کہا: آپ وہی آدم ہیں جنہیں اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا، آپ میں اپنی خاص روح پھونکی، آپ کو اپنے فرشتوں سے سجدہ کرایا، اپنی جنت میں رکھا، اس کے باوجود آپ نے اپنی لغزش کے سبب لوگوں کو (جنت سے) نیچے زمین کی طرف اتار دیا۔ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: آپ وہی موسیٰ ہیں جنہیں اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی رسالت کے لیے چن لیا اور ہمکلامی کا شرف بخشا، آپ کو (تورات کی) تختیاں عطا کیں جن میں ہر چیز کا کھلا بیان ہے اور اپنا راز کہنے کے لیے مقرب بنایا۔ بتائیں! آپ کی معلومات کے مطابق اللّٰہ تعالیٰ نے میری تخلیق سے کتنا عرصہ پہلے تورات لکھ دی تھی؟ کہا: چالیس سال پہلے۔ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: کیا آپ نے تورات میں پڑھا ہے کہ آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے رب کی فرمانبرداری سے لغزش کی تو کامیاب نہ ہوئے؟ کہا: ہاں۔ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: کیا آپ میرے اس عمل پر کلام کر رہے ہیں جس کے بارے میں اللّٰہ تعالیٰ نے میری تخلیق سے چالیس سال پہلے لکھ دیا تھا کہ میں یہ عمل کروں گا۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: پس (یہ فرما کر) حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر غالب آ گئے۔ [1]

قبر میں نماز:

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے، رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس رات مجھے معراج کرائی گئی اس رات میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس سے گزرا تو آپ کثیب احمر (ایک سرخ ٹیلے) کے پاس اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ [2]

شبِ معراج حضرت ہارون و موسیٰ عَلَیْہِمَا السَّلَام کی طرف سے استقبال:

حضرت مالک بن صَعْصَعَہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے (معراج والی حدیث

---

1 ...مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسی علیہما السلام، ص ۱۰۹۴، حدیث: ۶۷۴۴۔

2 ...مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل موسی علیہ السلام، ص ۹۹۴، حدیث: ۶۱۵۷۔

میں) ارشاد فرمایا: ہم پانچویں آسمان پر آئے، کہا گیا: یہ کون ہیں؟ فرمایا: جبریل عَلَیْہِ السَّلَام۔ کہا گیا: اور آپ کے ساتھ کون ہیں؟ فرمایا: محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔ کہا گیا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ فرمایا: جی ہاں۔ کہا گیا: انہیں خوش آمدید ہو، کیا ہی اچھے ہیں آنے والے۔ پھر ہم حضرت ہارون عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس آئے اور میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے عرض کی: ایک بھائی اور نبی کی طرف سے آپ کو خوش آمدید ہو۔ پھر ہم چھٹے آسمان پر آئے، کہا گیا: یہ کون ہیں؟ فرمایا: جبریل عَلَیْہِ السَّلَام۔ کہا گیا: آپ کے ساتھ کون ہیں؟ فرمایا: محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔ کہا گیا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ فرمایا: جی ہاں۔ کہا گیا: انہیں خوش آمدید ہو اور کیا ہی اچھے ہیں آنے والے۔ پھر ہم حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس آئے اور میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے عرض کی: ایک بھائی اور نبی کی طرف سے آپ کو خوش آمدید ہو۔[1]

شبِ معراج نمازوں سے متعلق حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے درخواست:

حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: (شب معراج) اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض فرمائیں۔ میں یہ لے کر واپس ہوا اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے آپ کی امت پر کیا فرض فرمایا ہے؟ میں نے کہا: اس نے پچاس نمازیں فرض کی ہیں۔ انہوں نے عرض کی: اپنے رب کی طرف لوٹ جایئے کیونکہ آپ کی امت اتنی نمازوں کی طاقت نہیں رکھتی۔ انہوں نے مجھے واپس لوٹا دیا (اور میں نے بارگاہِ الٰہی میں درخواست کی تو) رب تعالیٰ نے کچھ نمازیں معاف کر دیں۔ میں پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف لوٹا اور انہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ نمازیں معاف کر دی ہیں تو انہوں نے عرض کی: آپ اپنے رب کی طرف واپس جایئے کیونکہ آپ کی امت (اتنی نمازیں پڑھنے کی) طاقت نہیں رکھتی۔ میں پھر واپس ہوا (اور درخواست کی) تو اللہ تعالیٰ نے کچھ نمازیں اور معاف فرما دیں۔ میں دوبارہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس آیا تو انہوں نے پھر عرض کی: آپ اپنے رب کی طرف واپس جایئے کیونکہ آپ کی امت (اتنی نمازیں پڑھنے کی) طاقت نہیں رکھتی۔ میں واپس گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نمازیں پانچ ہیں اور حقیقت میں پچاس ہیں، ہمارے ہاں فیصلے میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاتی۔ میں پھر جناب موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف لوٹا تو انہوں نے عرض کی: اپنے رب کی طرف واپس جایئے۔ میں نے کہا: اب مجھے اپنے رب سے شرم آتی ہے۔[2]

---

1 ... بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ، ۲/ ۳۸۰-۳۸۱، حدیث: ۳۲۰۷.

2 ... بخاری، کتاب الصلاۃ، باب کیف فرضت الصلوات فی الاسراء، ۱/ ۱۴۰، حدیث: ۳۴۹.

روزِ محشر بارگاہِ موسیٰ میں مخلوق کی حاضری:

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:(قیامت کے دن) لوگ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس آکر کہیں گے: اے موسیٰ! عَلَیْہِ السَّلَام، آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو لوگوں پر اپنی رسالت اور کلام کے ذریعے فضیلت بخشی، آپ ہمارے لیے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں شفاعت کیجیے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہم کس حال میں ہیں؟ یہ سن کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام ان سے فرمائیں گے: میرے رب نے آج ایسا غضب کیا ہے کہ ایسا غضب نہ اس سے پہلے کیا اور نہ ہی آج کے بعد کرے گا، اور میں نے ایک ایسی جان کو قتل کر دیا تھا جسے قتل کرنے کا مجھے حکم نہیں تھا، اس لیے مجھے اپنی فکر ہے، مجھے اپنی فکر ہے، مجھے اپنی فکر ہے، تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس چلے جاؤ، تم حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس چلے جاؤ۔[1]

---

❶...بخاری، کتاب التفسیر، باب ذریۃ من حملنا مع نوح...الخ، ۳/۲۶۰، حدیث: ۴۷۱۲.

حضرت یوشع عَلَیْہِ السَّلَام

فہرست ابواب

حضرت یوشع عَلَیْہِ السَّلَام

حضرت یوشع عَلَیْہِ السَّلَام حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے اصحاب میں حضرت ہارون عَلَیْہِ السَّلَام کے بعد سب سے عظیم المرتبہ ساتھی تھے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر ایمان لائے اور ان کی تصدیق کی۔ حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام سے ملاقات کے سفر میں آپ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ تھے اور ان کے وصالِ ظاہری تک ساتھ ہی رہے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات کے بعد آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو نبوت عطا ہوئی۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے جبارین کے خلاف جہاد فرمایا اور فتح حاصل کی۔ یہاں 3 ابواب میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی سیرت پاک بیان کی گئی ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

باب:1

قرآن پاک میں حضرت یوشع عَلَیْہِ السَّلَام کا تذکرہ

قرآنِ پاک میں دو مقامات پر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا تذکرہ موجود ہے البتہ دونوں جگہ صراحت کے ساتھ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا نام مبارک مذکور نہیں:

(1) سورۂ مائدہ، آیت:23۔ (2) سورۂ کہف، آیت:59 تا 65۔

باب:2

حضرت یوشع عَلَیْہِ السَّلَام کا تعارف

نام و نسب:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا نام ''یوشع'' اور نسب نامہ یہ ہے ''یوشع بن نون بن افرائیم بن حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام بن حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم عَلَیْہِمُ السَّلَام۔ [1]

1...البدایۃ والنہایۃ، ذکر نبوۃ یوشع... الخ، ۱/۴۲۱۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی خدمتگاری:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے خدمتگار اور انتہائی قریبی ساتھی تھے، جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے تو اس وقت آپ ہی حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے ہمراہ تھے۔

قوم کو جبارین کے خلاف جہاد کی ترغیب:

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے قوم جبارین کے احوال معلوم کرنے کے لیے چند افراد کو بھیجا تو ان میں حضرت یوشع بن نون عَلَیْہِ السَّلَام بھی شامل تھے۔ واپسی پر کالب بن یوقنا اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے جبارین کا حال حکم کے مطابق صرف حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے عرض کیا جبکہ دیگر سرداروں نے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے قوم کو دشمنوں کی قوت و طاقت اور جسامت سے ڈرایا۔ حضرت یوشع عَلَیْہِ السَّلَام اور کالب بن یوقنا نے قوم کو جوش دلانے کیلئے فرمایا:

اُدْخُلُوْا عَلَیْهِمُ الْبَابَۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ۬ۚ وَ عَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ[1]	**ترجمہ:** (شہر کے) دروازے سے ان پر داخل ہو جاؤ توجب تم دروازے میں داخل ہو جاؤ گے تو تم ہی غالب ہوگے اور اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ ہی پر بھروسہ کرو۔

یعنی اے لوگو! شہر کے دروازے سے ان جبارین پر داخل ہو جاؤ، اگر تم ہمت کر کے دروازے میں داخل ہو جاؤ تو تم ہی غالب ہوگے اور اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مدد کا وعدہ کیا ہے اور اس کا وعدہ ضرور پورا ہونا ہے۔ تم جبارین کے بڑے بڑے جسموں سے خوف نہ کھاؤ، ہم نے اُنہیں دیکھا ہے، اُن کے جسم بڑے لیکن دِل کمزور ہیں، ان دونوں کی بات سن کر بنی اسرائیل بہت برہم ہوئے اور جوش میں آنے کی بجائے اُلٹا انہی کے خلاف ہو گئے۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف سے خلافت:

جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے بنی اسرائیل کے سامنے کھڑے ہو کر ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں انہیں وعظ و نصیحت فرمائی اور حضرت یوشع بن نون عَلَیْہِ السَّلَام کو بنی اسرائیل پر اپنا خلیفہ نامزد کیا۔[2]

---

1 ...پ٦، المائدۃ، ٢٣۔ 2 ...الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل، وفاۃ موسیٰ علیہ السلام، ١/١٩٧۔

نبوت اور حکمِ جہاد:

میدانِ تیہ میں ہی حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا وصال ہوا اور جب اس میدان میں بنی اسرائیل کے چالیس سال مکمل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع عَلَیْہِ السَّلَام کو نبوت عطا فرمائی اور جبارین کے خلاف جہاد کا حکم دیا، چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے باقی ماندہ بنی اسرائیل کو لے کر جبارین کے خلاف جہاد فرمایا۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ایک نبی (حضرت یوشع بن نون عَلَیْہِ السَّلَام) غزوہ کے لیے تشریف لے گئے اور اپنی قوم سے فرمایا: جس شخص نے ابھی نکاح کیا ہو اور اب تک اس نے شب زفاف نہیں گزاری اور وہ یہ عمل کرنا چاہتا ہے تو وہ میرے ساتھ نہ چلے اور وہ شخص بھی نہ جائے جس نے مکان بنایا اور ابھی تک اس کی چھت نہیں ڈالی، اور نہ وہ شخص جائے جس نے بکریاں اور گابھن اونٹنیاں خریدی ہوں اور وہ ان کے بچہ جننے کا منتظر ہے۔ پھر اس نبی عَلَیْہِ السَّلَام نے جہاد کیا اور عصر کی نماز کے وقت یا اس کے قریب وہ ایک دیہات میں پہنچے تو انہوں نے سورج سے کہا: تم بھی حکمِ الٰہی کے ماتحت ہو اور میں بھی حکمِ الٰہی کا تابع ہوں، اے اللہ اس سورج کو تھوڑی دیر میری خاطر روک دے۔ (یہ دعا قبول ہوئی) اور ان کی خاطر سورج روک دیا گیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح عطا فرمائی، پھر انہوں نے مالِ غنیمت ایک جگہ جمع کیا اور (دستور کے مطابق) اسے کھانے کے لیے (آسمان سے) آگ آئی، لیکن اس نے مال نہ کھایا۔ (یہ دیکھ کر) اس نبی عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: تم میں سے کسی نے (مالِ غنیمت میں) خیانت کی ہے، لہٰذا ہر قبیلے کا ایک شخص مجھ سے بیعت کرے، پھر سب نے بیعت کی تو ایک شخص کا ہاتھ نبی عَلَیْہِ السَّلَام کے ہاتھ سے چمٹ گیا۔ نبی عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: تمہارے قبیلے میں سے کسی نے خیانت کی ہے۔ بالآخر وہ گائے کے سر کے برابر سونا نکال کر لائے تو نبی عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: اسے مالِ غنیمت میں اونچی جگہ رکھ دو۔ اس کے بعد آگ آئی اور اس نے سارا مال کھا لیا۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ہم سے پہلے کسی کے لئے بھی مالِ غنیمت حلال نہیں کیا گیا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ہمارا ضعف و عجز دیکھا تو ہمارے لیے مالِ غنیمت حلال کر دیا۔[1]

بنی اسرائیل کے ہزاروں افراد کی ہلاکت کا سبب:

حضرت وضین بن عطاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع بن نون عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف

---

❶...مسلم، کتاب الجھاد والسیر، باب تحلیل الغنائم... الخ، ص ۷۴۳، حدیث: ۴۵۵۵، بخاری، کتاب فرض الخمس، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم احلت لکم الغنائم، ۲/۳۴۹، حدیث: ۳۱۲۴.

وحی فرمائی کہ میں تمہاری قوم کے ایک لاکھ چالیس ہزار نیک لوگوں اور ستر ہزار برے لوگوں کو ہلاک کر دوں گا۔ حضرت یوشع عَلَیْہِ السَّلَام نے (حکمت جاننے کے لیے) عرض کی: اے میرے رب! تو ان کے برے لوگوں کو ہلاک فرما دے لیکن ان کے نیک لوگ کس بنا پر ہلاک کیے جائیں گے۔ ارشاد فرمایا: یہ برے لوگوں کے پاس جاتے اور ان کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں اور میری ناراضی سے صَرفِ نظر کر کے (ان کے گناہوں اور نافرمانیوں پر) غصہ نہیں کرتے۔[1]

الامان والحفیظ، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کی صحبت میں بیٹھنا اور قدرت کے باوجود انہیں رب تعالیٰ کی نافرمانی سے منع نہ کرنا اور برائیوں سے نہ روکنا نیک لوگوں کو بھی اللہ تعالیٰ کے غضب و عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔

اوصاف:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے، اس کے انعام یافتہ بندے اور انتہائی شجاع و بہادر تھے۔ قرآن پاک میں ہے:

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَیْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ۬ وَ عَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ[2]

ترجمہ: اللہ سے ڈرنے والوں میں سے وہ دو مرد جن پر اللہ نے احسان کیا تھا انہوں نے کہا: (شہر کے) دروازے سے ان پر داخل ہو جاؤ تو جب تم دروازے میں داخل ہو جاؤ گے تو تم ہی غالب ہو گے اور اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ ہی پر بھروسہ کرو۔

تفاسیر میں مذکور ہے کہ ان دو اشخاص میں سے ایک حضرت یوشع عَلَیْہِ السَّلَام تھے۔

وصال:

جب بنی اسرائیل بیت المقدس کو فتح کر کے اس میں رہائش پذیر ہو گئے تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ کی کتاب تورات کے مطابق ایک عرصے تک ان کے درمیان فیصلے فرماتے رہے جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی عمر مبارک 127 سال ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی روح قبض فرمالی۔[3]

---

1 ...شعب الایمان، باب فی مباعدۃ الکفار... الخ، ۷/۵۳، حدیث: ۹۴۲۸۔ 2 ...پ۶، المائدۃ: ۲۳۔

3 ...البدایۃ والنہایۃ، ذکر نبوۃ یوشع... الخ، ۱/۴۲۹۔

باب:3

حدیث پاک میں حضرت یوشع عَلَیْہِ السَّلَام کا تذکرہ

یوشع عَلَیْہِ السَّلَام کے لیے سورج کو روکنا:

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بیشک کسی انسان کی وجہ سے سورج کو نہیں روکا گیا سوائے حضرت یوشع عَلَیْہِ السَّلَام کے، (ان کے لئے) ایک رات (سورج غروب ہونے سے روک دیا گیا یہاں تک کہ) آپ عَلَیْہِ السَّلَام بیت المقدس پہنچ گئے۔ [1]

یہاں ایک بات قابلِ توجہ ہے کہ بعض روایات میں ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے لئے بھی سورج روکا گیا، ان دونوں میں باہم کوئی اختلاف نہیں کیونکہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے لئے سورج کو طلوع ہونے سے روکا گیا جبکہ حضرت یوشع عَلَیْہِ السَّلَام کے لیے سورج غروب ہونے سے روکا گیا۔

1...مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ، ۳/۲۱۴، حدیث: ۸۳۲۲.

حضرت شمویل عَلَیْہِ السَّلَام

فہرست ابواب

حضرت شمویل عَلَيْهِ السَّلَام

آپ عَلَيْهِ السَّلَام انبیاءِ بنی اسرائیل میں سے ہیں۔ بعثت کے بعد آپ نے بنی اسرائیل کی ہدایت کا فریضہ سرانجام دیا۔ حکم الٰہی سے طالوت کو بنی اسرائیل کا بادشاہ مقرر کیا اور بنی اسرائیل کو تباہ و برباد کرنے والے جالوت کے خلاف جہاد میں شرکت فرمائی۔ یہاں 3 ابواب میں آپ عَلَيْهِ السَّلَام کا مبارک تذکرہ کیا گیا ہے۔ تفصیل ذیلی سطور میں ملاحظہ ہو۔

باب: 1

حضرت شمویل عَلَيْهِ السَّلَام کے واقعات کے قرآنی مقامات

قرآن پاک میں آپ عَلَيْهِ السَّلَام کا نام لے کر کہیں تذکرہ نہیں گیا، البتہ اکثر مفسرین کے نزدیک سورہ بقرہ کی آیت 246 تا 251 میں حضرت شمویل عَلَيْهِ السَّلَام کے واقعات کا بیان ہے۔

باب: 2

حضرت شمویل عَلَيْهِ السَّلَام کا تعارف

نام و نسب:

آپ عَلَيْهِ السَّلَام کا مبارک نام ”شَمْوِیل“ یا ”اشمویل“ اور نسب نامہ یہ ہے: اشمویل بن بالی بن علقمہ بن یرخام بن الیہو بن نہو بن صوف بن علقمہ بن ماحث بن عموصا بن عزریا۔[1]

بنی اسرائیل پر قوم جالوت کا تسلط:

حضرت موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام کے بعد جب بنی اسرائیل کی اعتقادی و عملی حالت خراب ہوگئی اور وہ عہدِ الٰہی کو فراموش کر کے بت پرستی میں مبتلا ہوگئے، سرکشی اور برے افعال انتہا کو پہنچ گئے تو ان پر جالوت اور اس کی قوم عَمالِقہ کو مسلط کر دیا گیا۔ جالوت ایک نہایت جابر بادشاہ تھا اور اس کی قوم کے لوگ مصر و فلسطین کے درمیان بحر روم کے ساحل پر رہتے تھے۔ انہوں نے بنی اسرائیل کے شہر چھین لیے، ان کے لوگ گرفتار کئے اور ان پر طرح طرح کی سختیاں کیں۔

1 ...البداية والنهاية، قصة شمويل عليه السلام...الخ، ١/٢٥٠.

درس: یہ سنتِ الٰہیہ رہی ہے کہ جب قوم کی اعتقادی اور عملی حالت خراب ہو جاتی ہے تو ان پر ظالم و جابر قوموں کو مسلط کر دیا جاتا ہے۔ قرآن کے اس طرح کے واقعات بیان کرنے کا مقصد صرف تاریخی واقعات بتانا نہیں بلکہ عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی طرف لانا ہوتا ہے۔

حضرت شمویل عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت وبعثت:

اس زمانہ میں بنی اسرائیل میں کوئی نبی موجود نہ تھے، خاندانِ نبوت میں صرف ایک خاتون حاملہ تھیں، ان کے ہاں بیٹے کی ولادت ہوئی جن کا نام شمویل رکھا گیا۔ جب وہ بڑے ہوئے تو انہیں تورات کا علم حاصل کرنے کے لئے بیت المقدس میں ایک بزرگ عالم کے سپرد کر دیا گیا۔ وہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ بڑی شفقت سے پیش آتے اور آپ کو اپنا بیٹا کہتے۔ جب حضرت شمویل عَلَیْہِ السَّلَام بلوغت کی عمر کو پہنچے تو ایک رات آپ اُس عالم کے قریب آرام فرما رہے تھے کہ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے اُسی عالم کی آواز میں ''یا شمویل'' کہہ کر پکارا۔ آپ عالم کے پاس گئے اور فرمایا: آپ نے مجھے پکارا ہے۔ عالم نے یہ سوچ کر کہ انکار کرنے سے کہیں آپ ڈر نہ جائیں، یہ کہہ دیا: بیٹا! تم سو جاؤ۔ پھر دوبارہ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے اسی طرح پکارا اور حضرت شمویل عَلَیْہِ السَّلَام عالم کے پاس گئے۔ عالم نے کہا: بیٹا! اب اگر میں تمہیں پھر پکاروں تو تم جواب نہ دینا۔ چنانچہ تیسری مرتبہ میں حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام ظاہر ہو گئے اور انہوں نے بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت کا منصب عطا فرمایا ہے، لہٰذا آپ اپنی قوم کے پاس جا کر انہیں رب تعالیٰ کے احکام پہنچایئے۔[1]

جہاد کی فرضیت اور قوم کا طرزِ عمل:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام قوم کے پاس تشریف لائے، انہیں تبلیغ و نصیحت فرمائی اور اپنی نبوت کے بارے میں بتایا تو انہوں نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو نبی ماننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام اتنی جلدی کیسے نبی بن گئے، اچھا اگر آپ عَلَیْہِ السَّلَام نبی ہیں تو ایک کام کریں۔ وہ مطالبہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا ہے:

اِبْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ[2]

ترجمہ: ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دیں تاکہ ہم اللہ کی راہ میں لڑیں۔

حضرت شمویل عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا:

---

❶... خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۴۶، ۱/ ۱۸۶. ❷... پ۲، البقرۃ: ۲۴۶.

هَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ؕ[1]

ترجمہ: کیا ایسا تو نہیں ہوگا کہ اگر تم پر جہاد فرض کیا جائے تو پھر تم جہاد نہ کرو؟

اس پر قوم نے جذبات میں آکر کہا:

وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ قَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَ اَبْنَآىٕنَا ؕ[2]

ترجمہ: ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں حالانکہ ہمیں ہمارے وطن اور ہماری اولاد سے نکال دیا گیا ہے۔

یہ سن کر حضرت شمویل عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی تو ان کی درخواست قبول فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایک بادشاہ مقرر کردیا (جس کی تفصیل آگے آرہی ہے) اور انہیں جہاد کا حکم دیا لیکن بعد میں وہی ہوا جس کا اندیشہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ظاہر فرمایا تھا یعنی بنی اسرائیل کی ایک بہت معمولی تعداد جہاد کے لئے تیار ہوئی اور بقیہ سب نے منہ پھیر لیا۔[3]

قرآنِ پاک میں ہے:

فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ[4]

ترجمہ: تو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں سے تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ (بقیہ) نے منہ پھیر لیا اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

درس: اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ نعرے مارنے میں آگے آگے ہونا اور عملی میدان میں پیٹھ دکھا دینا بزدل قوموں کا وطیرہ ہے جبکہ کامل لوگ گفتار کے نہیں بلکہ کردار کے غازی ہوتے ہیں۔

بادشاہ کا انتخاب اور بنی اسرائیل کی نافرمانی:

بنی اسرائیل میں بادشاہ کا انتخاب اس طرح ہوا کہ دعا کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت شمویل عَلَیْہِ السَّلَام کو ایک عصا ملا اور بتایا گیا کہ وہ شخص تمہاری قوم کا بادشاہ ہے جس کا قد اِس عصا کے برابر ہوگا۔ حکم کے مطابق لوگوں کی پیمائش کرنے پر طالوت کا قد اس عصا کے برابر نکلا تو حضرت شمویل عَلَیْہِ السَّلَام نے اس سے فرمایا: میں تمہیں حکمِ الٰہی سے

❶...پ۲، البقرۃ: ۲۴۶. ❷...پ۲، البقرۃ: ۲۴۶. ❸...جمل، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۴۶، ۱/۳۰۱-۳۰۲، ملتقطاً. ❹...پ۲، البقرۃ: ۲۴۶.

بنی اسرائیل کا بادشاہ مقرر کرتا ہوں اور بنی اسرائیل سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا کر بھیجا ہے۔[1]

یہ سن کر سرداروں نے حضرت شمویل عَلَیْہِ السَّلَام سے کہا: نبوت تو لاوی بن یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد میں چلی آتی ہے اور سلطنت یہود بن یعقوب کی اولاد میں جبکہ طالوت ان دونوں خاندانوں میں سے نہیں ہے، نیز یہ غریب آدمی ہے، تو یہ بادشاہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اس سے زیادہ تو بادشاہت کے حقدار ہم ہیں۔ اِس معاملے میں یہ بنی اسرائیل کی پہلی نافرمانی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلہ میں اپنا قیاس کیا اور بلاوجہ کی بحث کی۔ انہیں بتایا گیا کہ سلطنت کوئی وراثت نہیں کہ کسی نسل اور خاندان کے ساتھ خاص ہو، اِس کا دارومدار صرف فضلِ الٰہی پر ہے۔ طالوت کو تم پر اللہ تعالیٰ نے بادشاہ مقرر کیا ہے۔ نیز وہ علم و قوت میں تم سے بڑھ کر ہے اور چونکہ علم اور قوت سلطنت کے لیے بڑے معاون ہوتے ہیں اور طالوت اس زمانہ میں تمام بنی اسرائیل سے زیادہ علم رکھتا اور سب سے جسیم اور توانا بھی ہے، اس لئے وہی بادشاہت کا مستحق ہے۔[2]

قرآنِ پاک میں ہے:

وَ قَالَ لَهُمْ نَبِیُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًاؕ قَالُوْۤا اَنّٰى یَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَیْنَا وَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَ لَمْ یُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِؕ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَیْكُمْ وَ زَادَهٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِؕ وَ اللّٰهُ یُؤْتِیْ مُلْكَهٗ مَنْ یَّشَآءُؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ[3]

ترجمہ: اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا: بیشک اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ مقرر کیا ہے۔ وہ کہنے لگے: اسے ہمارے اوپر کہاں سے بادشاہی حاصل ہو گئی حالانکہ ہم اس سے زیادہ سلطنت کے مستحق ہیں اور اسے مال میں بھی وسعت نہیں دی گئی۔ اس نبی نے فرمایا: اسے اللہ نے تم پر چن لیا ہے اور اسے علم اور جسم میں کشادگی زیادہ دی ہے اور اللہ جس کو چاہے اپنا ملک دے اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے۔

مطالبے پر طالوت کی بادشاہی کی نشانی کا تقرر:

بنی اسرائیل نے طالوت کی بادشاہی پر کوئی نشانی مانگی تو حکمِ الٰہی سے حضرت شمویل عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا:

---

❶... جمل، البقرۃ، تحت الآیۃ: ٢٤٧، ١/٣٠٣، ملتقطاً۔ ❷... خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ٢٤٧، ١/١٨٧، ملتقطاً۔ ❸... پ٢، البقرۃ: ٢٤٧۔

اِنَّ اٰیَةَ مُلْكِهٖۤ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ التَّابُوْتُ فِیْهِ سَكِیْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ بَقِیَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَ اٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓىٕكَةُؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ [1]

ترجمہ: اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ تابوت آجائے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور معزز موسیٰ اور معزز ہارون کی چھوڑی ہوئی چیزوں کا بقیہ ہے، فرشتے اسے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ بیشک اس میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان والے ہو۔

تابوتِ سکینہ:

یہ تابوت اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام پر نازل فرمایا تھا، اس میں تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام اور ان کے مکانات کی تصویریں تھیں، آخر میں حضور سید الانبیاء صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مقدس گھر کی تصویر ایک سرخ یاقوت میں تھی جس میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نماز کی حالت میں قیام میں ہیں اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ارد گرد صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُم موجود ہیں۔ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے ان تمام تصویروں کو دیکھا اور یہ تصویریں کسی آدمی کی بنائی ہوئی نہ تھیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی تھیں۔

یہ صندوق نسل در نسل منتقل ہوتا ہوا حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام تک پہنچا، آپ اس میں تورات بھی رکھتے تھے اور اپنا مخصوص سامان بھی، چنانچہ اس تابوت میں تورات کی تختیوں کے ٹکڑے بھی تھے اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا عصا، کپڑے، نعلین شریفین، حضرت ہارون عَلَیْہِ السَّلَام کا عمامہ، ان کا عصا اور تھوڑا سا مَن جو بنی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام جنگ کے مواقع پر اس صندوق کو آگے رکھتے جس سے بنی اسرائیل کے دل پر سکون رہتے تھے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے بعد یہ تابوت بنی اسرائیل میں چلتا آیا، جب انہیں کوئی مشکل درپیش ہوتی تو یہ تابوت سامنے رکھ کر دعائیں کرتے اور کامیاب ہوتے، دشمنوں کے مقابلہ میں اس کی برکت سے فتح پاتے۔

بنی اسرائیل سے تابوت سکینہ چھن جانا اور اس کی دوبارہ آمد:

جب بنی اسرائیل کی حالت خراب ہوئی اور ان کی بد عملی بہت بڑھ گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان پر عمالقہ کو مسلط کیا تو

[1]...پ۲، البقرۃ:۲۴۸.

وہ ان سے تابوت چھین کر لے گئے، انہوں نے اسے نجس اور گندے مقامات میں رکھا اور اس کی بے حرمتی کی۔ ان گستاخیوں کی وجہ سے عمالقہ کے لوگ طرح طرح کے امراض و مصائب میں مبتلا ہوگئے، ان کی پانچ بستیاں ہلاک ہوگئیں اور انہیں یقین ہوگیا کہ تابوت کی توہین و بے ادبی ہی ان کی بربادی کا باعث ہے، چنانچہ انہوں نے تابوت ایک بیل گاڑی پر رکھ کر بیلوں کو چھوڑ دیا اور فرشتے اسے بنی اسرائیل کے سامنے طالوت کے پاس لائے اور چونکہ اس تابوت کا آنا بنی اسرائیل کے لیے طالوت کی بادشاہی کی نشانی قرار دیا گیا تھا اس لیے اب بنی اسرائیل نے طالوت کی بادشاہی کو تسلیم کر لیا اور بلا تاخیر جہاد کے لیے آمادہ ہوگئے کیونکہ تابوت کے آنے سے انہیں اپنی فتح کا یقین ہوگیا تھا۔ طالوت نے بنی اسرائیل میں سے ستر ہزار جوان منتخب کیے جن میں حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام بھی تھے۔[1]

درس: اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات کا اعزاز و احترام لازم ہے، ان کی برکت سے دعائیں قبول اور حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔ تبرکات کی تعظیم گزشتہ انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام سے چلتی آرہی ہے۔ سورۂ یوسف میں بھی حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے کُرتے کی برکت سے حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کی آنکھوں کی روشنی درست ہونے کا واقعہ مذکور ہے۔ تبرکات کی بے ادبی و گستاخی گمراہ لوگوں کا طریقہ اور بربادی کا سبب ہے۔ جب تبرکات کی گستاخی گمراہی اور تباہی ہے تو جن ہستیوں کے تبرکات ہوں ان کی بے ادبی اور گستاخی کس قدر سنگین اور خطرناک ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے پیاروں سے نسبت رکھنے والی ہر چیز بابرکت ہوتی ہے جیسے تابوت میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے نعلین شریفین یعنی پاؤں میں پہننے کے جوڑے بھی برکت کا ذریعہ تھے۔

سفرِ جہاد کے دوران بنی اسرائیل کا امتحان اور اکثر کی ناکامی:

طالوت اپنے لشکر کو لے کر بیت المقدس سے روانہ ہوا، چونکہ بنی اسرائیل کا یہ سفر جہاد سخت گرمی میں تھا، اس لیے جب گرمی کی وجہ سے ان مجاہدین کو سخت پیاس لگی تو طالوت نے ان سے کہا:

اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِیْكُمْ بِنَهَرٍۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَیْسَ مِنِّیْۚ وَ مَنْ لَّمْ یَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّیْۤ اِلَّا	**ترجمہ:** بیشک اللہ تمہیں ایک نہر کے ذریعے آزمانے والا ہے تو جو اس نہر سے پانی پیئے گا وہ میرا نہیں ہے اور

[1] ... جلالین، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۴۸، ص۳۸، جمل، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۴۸، ۱/۳۰۴، خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۴۸، ۱/۱۸۷-۱۸۹، مدارک، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۴۸، ص۱۲۹، ملتقطاً۔

مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِیَدِهٖ[1] | جو نہ پئے گا وہ میرا ہے سوائے اس کے جو ایک چلو اپنے ہاتھ سے بھر لے۔

طالوت نے یہ سب کچھ حضرت شمویل عَلَیْہِ السَّلَام پر اترنے والی وحی کی بنا پر کہا تھا اور اس میں حکمت یہ تھی کہ شدید پیاس کے وقت جو حکم کی تعمیل پر ثابت قدم رہا وہ آئندہ بھی ثابت قدم رہے اور سختیوں کا مقابلہ کر سکے گا اور جو اس وقت اپنی خواہش سے مغلوب ہو کر نافرمانی کرے گا وہ آئندہ کی سختیوں کو کیسے برداشت کر سکے گا۔

قصہ مختصر! جب وہ نہر آئی تو اکثر لوگ جی بھر کر پانی پینے کے سبب امتحان میں ناکام ہو گئے، صرف تین سو تیرہ افراد ثابت قدم رہے، پیاس کی شدت پر صبر کیا اور ایک چلو پر گزارا کر لیا، اس سے ان کے قلب و ایمان کو قوت حاصل ہوئی جبکہ جی بھر کر پینے والوں کے ہونٹ سیاہ ہو گئے، پیاس مزید بڑھ گئی، دلوں میں بزدلی بیٹھ گئی اور جب انہوں نے جالوت کے لشکر کی تعداد و طاقت دیکھی تو کہنے لگے:

لَا طَاقَةَ لَنَا الْیَوْمَ بِجَالُوْتَ وَ جُنُوْدِهٖ[2] | **ترجمہ:** ہم میں آج جالوت اور اس کے لشکروں کے ساتھ مقابلے کی طاقت نہیں ہے۔

لیکن اِن کے برعکس لقائے ربانی اور رضائے الٰہی کے مشتاق بندوں نے عرض کی:

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِیْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِیْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ[3] | **ترجمہ:** بہت دفعہ چھوٹی جماعت اللہ کے حکم سے بڑی جماعت پر غالب آئی ہے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

پھر جب دونوں لشکر آمنے سامنے آئے تو لشکرِ مومنین کے ثابت قدم مجاہدوں نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی:[4]

رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ[5] | **ترجمہ:** اے ہمارے رب! ہم پر صبر ڈال دے اور ہمیں ثابت قدمی عطا فرما اور کافر قوم کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔

1...پ۲، البقرة: ۲۴۹۔ 2...پ۲، البقرة: ۲۴۹۔ 3...پ۲، البقرة: ۲۴۹۔ 4...خازن، البقرة، تحت الآیة: ۲۴۹، ۲۵۰، ۱/ ۱۸۹، ۱۹۰، ملتقطاً۔

5...پ۲، البقرة: ۲۵۰۔

جالوت کا قتل:

میدانِ جنگ میں جالوت نے بنی اسرائیل سے مقابلہ کرنے والا طلب کیا تو وہ اس کی قوت وجسامت دیکھ کر گھبرا گئے کیونکہ وہ بڑا جابر، قوی، شہ زور، عظیم الجثہ اور قد آور تھا۔ طالوت نے اپنے لشکر میں اعلان کیا کہ جو شخص جالوت کو قتل کر دے، میں اپنی بیٹی اس کے نکاح میں اور آدھی سلطنت اسے دیدوں گا، مگر کسی نے اس کا جواب نہ دیا۔ طالوت نے حضرت شمویل عَلَیْہِ السَّلَام سے عرض کی کہ بارگاہِ الٰہی میں دعا کریں۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے دعا کی تو بتایا گیا کہ حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام جالوت کو قتل کریں گے۔ چنانچہ حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام جالوت سے مقابلے کے لیے نکلے اور آپ نے پتھر پھینکنے والی رسی سے پتھر مار کر جالوت کو قتل کر دیا۔

قرآن پاک میں ہے:

فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ﳜ وَ قَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَهٗ مِمَّا یَشَآءُ [1]

ترجمہ: تو انہوں نے اللہ کے حکم سے دشمنوں کو بھگا دیا اور داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا اور اللہ نے اسے سلطنت اور حکمت عطا فرمائی اور اسے جو چاہا سکھا دیا۔

قتل کے بعد حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام نے جالوت کو طالوت کے سامنے ڈال دیا۔ اس کی لاش دیکھ کر تمام بنی اسرائیل بڑے خوش ہوئے، دوسری طرف جالوت کو مرتا دیکھ کر اس کے لشکریوں کے حوصلے پست ہو گئے اور یہ لوگ شکست کھا کر بھاگے، یوں کفر کا زور ٹوٹا اور اہلِ ایمان کو غلبہ حاصل ہو گیا۔ اس کے بعد حسبِ وعدہ طالوت نے حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام کو آدھی سلطنت دی اور اپنی بیٹی کا نکاح آپ کے ساتھ کر دیا۔ ایک مدت کے بعد طالوت نے وفات پائی تو پوری سلطنت کی بادشاہی حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام کو مل گئی۔ [2]

باب:3

حدیث پاک میں حضرت شمویل عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم کا ذکر

حضرت براء بن عازب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں: ہم محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابہ ذکر کیا کرتے تھے کہ

1 ...پ۲، البقرۃ: ۲۵۱۔ 2 ...جمل، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۵۱، ۱/۳۰۸، ۳۰۹، ملتقطاً۔

غزوۂ بدر میں شریک صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُم کی تعداد اتنی تھی جتنی (امتحان میں کامیاب ہونے والے) طالوت کے ان ساتھیوں کی تھی جنہوں نے اس کے ساتھ دریا پار کیا تھا۔ یہ تین سو دس سے کچھ زائد تھے۔[1]

ترمذی شریف کی روایت ہے کہ (امتحان میں کامیاب ہونے والے) طالوت کے ساتھیوں کی تعداد تین سو تیرہ افراد تھی۔[2]

❶...بخاری، کتاب المغازی، باب عدۃ اصحاب بدر، ۳/۶، حدیث: ۳۹۵۷.

❷...ترمذی، کتاب السیر، باب ماجاء فی عدۃ اصحاب اهل بدر، ۳/۲۲۰، حدیث: ۱۶۰۴.

حضرت داؤد عَلَيۡهِ السَّلَام

فہرست ابواب

حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام

آپ عَلَیْہِ السَّلَام نبوت و سلطنت کے جامع پیغمبر تھے۔خوف خدا، تقویٰ وورع، عاجزی و انکساری اور عبادت و ریاضت کے اوصاف سے مالا مال تھے۔یہاں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی مبارک زندگی میں رونما ہونے والے اہم واقعات کو 4 ابواب میں ذکر کیا گیا ہے، تفصیل ذیلی سطور میں ملاحظہ فرمائیں۔

باب:1

حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام کے واقعات کے قرآنی مقامات

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا اجمالی ذکرِ خیر قرآنِ پاک کی متعدد سورتوں میں ہے جبکہ تفصیلی تذکرہ درج ذیل 6 سورتوں میں کیا گیا ہے:

(1) سورۂ بقرہ، آیت:65، 66، 251۔ (2) سورۂ مائدہ، آیت:78 تا 81۔ (3) سورۂ اعراف، آیت: 163 تا 166۔
(4) سورۂ انبیاء، آیت:78 تا 80۔ (5) سورۂ سبا، آیت:10، 11۔ (6) سورۂ ص، آیت:17 تا 26۔

باب:2

حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام کا تعارف

نام و نسب:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا مبارک نام "داوٗد" اور نسب نامہ یہ ہے: داوٗد بن ایشا بن عوید بن عابر بن سلمون بن نحشون بن عویناذب بن ارم بن حصرون بن فارص بن یہودا بن حضرت یعقوب بن حضرت اسحاق بن حضرت ابراہیم عَلَیْہِمُ السَّلَام۔ (1)

حلیہ مبارک:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام بہت خوبصورت تھے، چنانچہ آپ کا مبارک حلیہ بیان کرتے ہوئے حضرت کعب رَضِیَ اللہُ عَنْہ

(1)...البدایۃ والنہایۃ، قصۃ داؤد علیہ السلام وما کان فی ایامہ...الخ، ۱/ ۴۵۵.

فرماتے ہیں: حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام سرخ چہرے، نرم و ملائم بالوں، سفید جسم اور طویل داڑھی والے تھے۔[1]

آواز کی خوبصورتی اور تلاوتِ زبور:

جسمانی خوبصورتی کے ساتھ آپ کی آواز بھی بہت دل کش تھی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کو ایسی بے مثل اور عمدہ آواز عطا فرمائی جو کسی اور کو نہ دی۔ جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام ترنم کے ساتھ زبور شریف کی تلاوت کرتے تو پرندے ہوا میں ٹھہر کر آپ کی آواز کے ساتھ آواز نکالتے اور تسبیح کے ساتھ تسبیح کرتے، اسی طرح پہاڑ بھی صبح و شام آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ تسبیح کرتے تھے۔[2]

امام اوزاعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جتنی خوبصورت آواز حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کو عطا کی گئی اتنی کسی اور کو عطا نہ ہوئی۔ (جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام زبور شریف کی تلاوت کرتے تو) پرندے اور جنگلی جانور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے ارد گرد جمع ہو جاتے (اور تلاوت سننے میں اس قدر مگن ہوتے کہ انہیں کھانے پینے کا کچھ ہوش نہ رہتا) یہاں تک کہ (ان میں سے بعض کی) بھوک پیاس سے جان چلی جاتی تھی۔[3]

حضرت وہب بن منبہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جو بھی آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی آواز سنتا وہ جھومنے لگتا تھا۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام جیسی سریلی آواز سے زبور شریف کی تلاوت کرتے ویسی آواز کبھی کسی کان نے نہ سنی تھی۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی ترنم سے بھرپور آواز سن کر جن وانس، پرندے اور مویشی ایسے مگن ہو جاتے کہ ان میں سے بعض بھوک کی وجہ سے مر جاتے۔[4]

آواز کی خوبصورتی کے علاوہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام میں یہ خصوصیت بھی تھی کہ آپ بہت کم وقت میں پوری زبور شریف کی تلاوت مکمل کر لیتے تھے، جیسا کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام پر قراءت آسان کر دی گئی تھی، آپ عَلَیْہِ السَّلَام گھوڑے پر کاٹھی ڈالنے کا حکم دیتے اور گھوڑا تیار ہونے سے پہلے زبور پڑھ لیتے تھے۔[5]

1...روح المعانی، الانعام، تحت الآیۃ: ۸۴، ۴/۲۷۷۔

2...قصص الانبیاء لابن کثیر، الباب السادس عشر، قصۃ داود، فصل الاول ما کان فی ایامہ...الخ، ص۵۹۳۔

3...قصص الانبیاء لابن کثیر، الباب السادس عشر، قصۃ داود، فصل الاول ما کان فی ایامہ...الخ، ص۵۹۳۔

4...قصص الانبیاء لابن کثیر، الباب السادس عشر، قصۃ داود، فصل الاول ما کان فی ایامہ...الخ، ص۵۹۳، ۵۹۴۔

5...بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ: وآتینا داود زبورا، ۳/۲۶۱، حدیث: ۴۷۱۳۔

زبور شریف:

زبور شریف وہ آسمانی کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام پر نازل فرمائی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا[1] **ترجمہ**: اور ہم نے داوٗد کو زبور عطا فرمائی۔

اس مقدس کتاب میں ایک سو پچاس سورتیں تھیں، سب میں دعا، اللہ تعالیٰ کی ثنا اور اس کی تَحمید وتمجید کا بیان ہے، نہ اس میں حلال وحرام کا بیان ہے، نہ فرائض اور نہ ہی حدود واَحکام کا۔[2]

اس کتاب کا کچھ مضمون قرآنِ پاک میں بھی بیان کیا گیا ہے، چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ[3] **ترجمہ**: اور بیشک ہم نے نصیحت کے بعد زبور میں لکھ دیا کہ اس زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔

اس آیت میں جس زمین کا تذکرہ ہے اس سے ایک قول کے مطابق مراد جنت کی زمین ہے جس کے وارث اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہوں گے جبکہ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: اس سے کفار کی زمینیں مراد ہیں جنہیں مسلمان فتح کریں گے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے شام کی زمین مراد ہے جس کے وارث اللہ تعالیٰ کے وہ نیک بندے ہوں گے جو اس وقت شام میں رہنے والوں کے بعد آئیں گے۔[4]

حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف کی جانے والی 3 وحی:

یہاں حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف کی جانے والی تین عدد وحی ملاحظہ ہوں:

(1) نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرتِ داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وحی بھیجی: اے داوٗد! عَلَیْہِ السَّلَام، گنہگاروں کو خوشخبری دے دو اور صدیقین کو ڈر سناؤ۔ حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کو اس بات پر بڑا تعجب ہوا، تو انہوں نے عرض کی: یارب! عَزَّوَجَلَّ، میں گنہگاروں کو کیا خوشخبری دوں اور صدیقین کو کیا ڈر سناؤں؟ ارشاد فرمایا: اے داوٗد! گنہگاروں کو یہ خوشخبری سنا دو کہ کوئی گناہ میری بخشش سے بڑا نہیں اور صدیقین کو اس بات کا ڈر سناؤ کہ

---

❶...پ۱۵، بنی اسرائیل: ۵۵۔ ❷...خازن، بنی اسراءیل، تحت الآیۃ: ۵۵، ۳/ ۱۷۸۔ ❸...پ۱۷، الانبیاء: ۱۰۵۔

❹...خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۱۰۵، ۳/ ۲۹۷۔

وہ اپنے نیک اعمال پر خوش نہ ہوں کہ میں نے جس سے بھی اپنی نعمتوں کا حساب لیا وہ تباہ وبرباد ہو جائے گا۔ اے داؤد! اگر تو مجھ سے محبت کرنا چاہتا ہے تو دنیا کی محبت اپنے دل سے نکال دے کیونکہ میری اور دنیا کی محبت ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ اے داؤد! جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ رات کو اس وقت نماز میں کھڑا ہوتا ہے جب لوگ سو رہے ہوتے ہیں، وہ اس وقت تنہائی میں مجھے یاد کرتا ہے جب غافل لوگ میرے ذکر سے غفلت میں پڑے ہوتے ہیں، وہ اس وقت میری نعمت پر شکر ادا کرتا ہے جب بھولنے والے مجھے بھلا بیٹھتے ہیں۔[1]

(2) حضرتِ عبد اللہ بن حارث رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے مروی ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وحی فرمائی: اے داؤد! مجھ سے اور میرے بندوں سے محبت کرو اور میرے بندوں کے دل میں میرے لئے محبت پیدا کرو۔ حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: اے میرے رب! میں تجھ سے محبت رکھتا ہوں اور ہر اس شخص سے بھی محبت رکھتا ہوں جو تجھ سے محبت رکھتا ہے، لیکن میں تجھے کیسے تیرے بندوں کا محبوب بنا دوں؟ ارشاد فرمایا: ان کے سامنے میرا ذکر کیا کرو تو وہ میرا ذکر اچھے الفاظ سے ہی کریں گے۔[2]

(3) حضرت ابو عثمان الجعد رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے مروی ہے، حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: اے اللہ! جو خالص تیری رضا کے لیے غم زدہ کی تعزیت کرے، اس کی جزا کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: میں اسے لباسِ تقویٰ پہناؤں گا۔ عرض کی: خالص تیری رضا کے لیے جنازہ کے ساتھ چلنے والے کی جزا کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: میں اس کے جنازے کے ساتھ فرشتوں کو چلاؤں گا، اور عالمِ ارواح میں اس کی روح پر رحمتیں بھیجوں گا۔ عرض کی: اے اللہ! خالص تیری رضا کے لیے یتیموں اور مسکینوں کا سہارا بننے والے کی جزا کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: جس روز میرے عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا، اس دن اسے میرے عرش کا سایہ نصیب ہوگا۔ عرض کی: تیرے خوف و خشیت سے رونے والے کی جزا کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: بڑی گھبراہٹ کے دن اسے امان دوں گا اور اس کا چہرہ جہنم کی گرمی سے محفوظ رکھوں گا۔[3]

عبادت وریاضت:

حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام عبادت و ریاضت میں بھی انتہائی اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہ

---

❶... بحر الدموع، الفصل الاول، فضل التوبۃ وثمارھا، ص۲۱، حلیۃ الاولیاء، عبد العزیز بن ابی رواد، ۸/۲۱۱، رقم: ۱۱۹۰۶۔

❷... مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزھد، باب ماذکر عن داود، ۱۹/۳۲، حدیث: ۳۵۳۹۵۔

❸... الزھد لاحمد، کتاب الزھد، زھد داود علیہ السلام، ص۱۰۵، ۱۰۶، حدیث: ۳۶۳۔

عَنْہ فرماتے ہیں: حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کا تذکرہ کرتے تو فرماتے: وہ بہت عبادت گزار انسان تھے۔[1]

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے روزے اور نماز کے بارے میں حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کو حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کے (نفلی) روزے سب روزوں سے زیادہ پسند ہیں، (ان کا طریقہ یہ تھا کہ) وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن چھوڑ دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کی (نفل) نماز سب نمازوں سے زیادہ پسند ہے، وہ آدھی رات تک سوتے، تہائی رات عبادت کرتے، پھر باقی چھٹا حصہ سوتے تھے۔[2]

اہلِ خانہ کی عبادت گزاری:

حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام اپنے اہل خانہ کو بھی مشغولِ عبادت رکھا کرتے تھے، چنانچہ حضرت ثابت بنانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کہتے ہیں: ہمیں حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کے بارے میں خبر پہنچی ہے کہ آپ نے نماز کو اپنے اہل وعیال پر یوں تقسیم کر رکھا تھا کہ دن اور رات کے ہر حصے میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے گھرانے کا کوئی نہ کوئی فرد مشغولِ عبادت ہوتا۔[3] سبحان اللہ، کیا خوبصورت اندازِ زندگی ہے کہ دن رات کا کوئی حصہ ایسا نہ ہو جس میں گھر میں عبادت نہ ہو رہی ہو۔

حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کی ثنائیں اور دعائیں:

دعا بھی عبادت بلکہ عبادت کا مغز ہے، اور ثنا بھی دعا ہے۔ حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام اس عظیم عبادت کا بھی خاص شغف رکھتے تھے، چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی مانگی ہوئی 4 دعائیں ملاحظہ ہوں:

(1) اے اللہ! تو پاک ہے، تو میرا رب ہے، عرش کے اوپر تیری ہی سلطنت و بادشاہی ہے، تو نے آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز پر اپنی خشیت لازم کر دی ہے، تو تیری مخلوق میں قدر و منزلت کے اعتبار سے وہی زیادہ تیرے قریب ہے جو سب سے زیادہ تجھ سے ڈرتا ہے، اس بندے کے پاس کچھ علم نہیں جو تجھ سے ڈرتا نہیں اور اس میں کوئی دانائی نہیں جو تیرے حکم کا پابند نہیں۔[4]

---

1 ...ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء فی عقد التسبیح بالید، ۵/۲۹۲، حدیث: ۳۵۰۱۔

2 ...بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب احب الصلاة الی اللہ صلاة داود... الخ، ۲/۴۴۸، حدیث: ۳۴۲۰۔

3 ...مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الفضائل، ما ذکر من امر داود علیہ السلام وتواضعہ، ۷/۴۶۴، حدیث: ۳۔

4 ...مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزھد، باب ما ذکر عن داود، ۱۹/۲۹، حدیث: ۳۵۳۸۷۔

(2) حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام دن میں تین بار یہ دعا کرتے: ”اے اللہ! اس دن میں تو نے میرے لیے جو آزمائش مقدر کی ہے اس سے مجھے نجات عطا فرما اور اے اللہ! تو نے اس دن میں جو بھلائی نازل کی ہے مجھے بھی اس میں سے حصہ عطا فرما۔“ آپ عَلَیْہِ السَّلَام شام میں بھی اسی طرح دعا کرتے اور اس دعا کے بعد آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے کوئی ناپسندیدہ معاملہ نہیں دیکھا۔[1]

(3) اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس مال سے جو مجھ پر فتنہ ہو اور اس اولاد سے جو مجھ پر وبال ہو اور اس بد خلق عورت سے جو بڑھاپے سے پہلے بوڑھا کر دے اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس برے پڑوسی سے جس کی آنکھیں میرے معاملات تو دیکھیں اور اس کے کان میری باتیں تو سنیں، لیکن اگر وہ کوئی اچھائی دیکھے تو اسے دبا دے اور برائی دیکھے تو اسے لوگوں پر ظاہر کر دے۔[2]

(4) اے اللہ! مجھے ایسا محتاج نہ بنانا کہ تجھے بھول جاؤں اور ایسا مالدار بھی نہ بنانا کہ تجھ سے سرکش ہو جاؤں۔[3]

محتاجی اور مالداری دونوں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دوری اور گناہوں میں پڑنے کا سبب بن سکتے ہیں اسی لئے حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام نے دوسروں کی تعلیم کے لئے اور عاجزی کے طور پر یہ دعا مانگی۔ غربت و امیری کی ایسی کیفیت سے بچنے کے حوالے سے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی بہت خوبصورت رہنمائی فرمائی ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: سات چیزوں سے پہلے نیک اعمال کرنے میں جلدی کر لو۔ لوگ انتظار نہیں کر رہے مگر بھلا دینے والے فقر کا، یا سرکشی میں ڈال دینے والی مالداری کا، یا بے عقل کر دینے والے بڑھاپے کا یا (مزاج و حواس کو) بگاڑ دینے والی بیماری کا، یا اچانک آنے والی موت کا یا دجال کا، پس وہ پوشیدہ شر ہے جس کا انتظار کیا جا رہا ہے، یا قیامت کا حالانکہ قیامت تو نہایت سخت اور سب سے زیادہ کڑوی ہے (لہٰذا ان امور کے واقع ہونے سے پہلے پہلے نیک اعمال کر لو)۔[4]

یہاں حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا سے متعلق ایک واقعہ بھی ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت ابو الجلد رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے مروی ہے کہ حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام نے منادی کو ”اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ“ کا اعلان کرنے کا حکم دیا، لوگ یہ گمان کرتے ہوئے

1... درمنثور، ص، تحت الآیۃ: ۲۴، ۷/۱۶۵۔ 2... معجم الاوسط، من اسمہ محمد، ۴/۳۴۱، حدیث: ۶۱۸۰۔

3... الزھد لاحمد، کتاب الزھد، ھد داود علیہ السلام، ص۱۰۶، حدیث: ۳۷۰۔

4... ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی المبادرۃ بالعمل، ۴/۱۳۷، حدیث: ۲۳۱۳۔

گھروں سے نکلے کہ آج وعظ و نصیحت اور دعا کا دن ہو گا، جب جمع ہونے کی جگہ بھر گئی تو حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام نے دعا کی: ”اے اللہ! ہمیں بخش دے۔“ یہ دعا فرما کر آپ عَلَیْہِ السَّلَام واپس چلے گئے، بعد میں آنے والوں نے پہلوں سے مل کر واپسی کی وجہ پوچھی، انہوں نے کہا: حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام ایک دعا کر کے واپس تشریف لے گئے۔ بعد میں آنے والوں نے کہا: سبحان اللہ، ہمیں تو امید تھی کہ آج کا دن عبادت، دعا اور وعظ و نصیحت کا خاص دن ہو گا، اور انہوں نے صرف ایک دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر وحی فرمائی کہ اپنی قوم کو پیغام پہنچا دیں کہ وہ آپ کی اس دعا کو کم سمجھتے ہیں (حالانکہ یہ اتنی اہم ترین دعا ہے کہ) جس کی میں مغفرت کر دوں اس کے دنیا و آخرت کے تمام کام درست کر دیتا ہوں۔[1]

ورع و احتیاط:

نیک اعمال کے ساتھ ساتھ حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام سنّت و سیرتِ انبیاء کے مطابق ہمیشہ حلال و طیب چیزیں کھاتے پیتے اور اس کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔ حضرت ثابت اور عبد الوہاب بن ابی حفص رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا سے مروی ہے، ایک مرتبہ حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام نے روزے کی حالت میں شام کی، وقتِ افطار آپ کی بارگاہ میں دودھ پیش کیا گیا تو فرمایا: تمہارے پاس یہ دودھ کہاں سے آیا؟ لوگوں نے عرض کی: ہماری بکری کا ہے۔ ارشاد فرمایا: بکری خریدنے کے پیسے کہاں سے آئے تھے؟ عرض کی: یا نبی اللہ! آپ یہ باتیں کیوں پوچھ رہے ہیں؟ ارشاد فرمایا: ہم رسولوں کے گروہ سے ہیں اور ہمیں حلال رزق کھانے اور نیک عمل کرتے رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔[2]

یہاں ایک اہم بات قابلِ توجہ ہے حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام کا دودھ سے متعلق سوال جواب فرمانا یا تو حلال و حرام کا خیال کرنے میں کسی موقع محل کی مناسبت سے لوگوں کی تربیت کے لئے ہو گا اور یا پھر کسی ایسے خارجی قرینے اور سبب کی وجہ سے ہو گا کہ جس کی خاطر ایسا سوال کیا جا سکے ورنہ مطلقاً لوگوں سے ایسی باتوں میں پوچھتے پھرنے کی اجازت نہیں ہوتی مثلاً مہمان کو یہ اجازت نہیں کہ عام نیک مسلمان کے گھر جائے تو اس سے سوال کرے کہ جو کھانا تم میرے سامنے پیش کر رہے ہو یہ کہاں سے کمایا ہے؟ وغیرہ۔

خوفِ خدا:

حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام بہت زیادہ خوفِ خدا رکھتے تھے۔ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: لوگ

---

1 ... الزھد لاحمد، کتاب الزھد، زھد داود علیہ السلام، ص١٠٨، حدیث: ٣٧٧.

2 ... شعب الایمان، التاسع والثلاثون من شعب الایمان، باب فی المطاعم... الخ، ٥/٥٩، حدیث: ٥٧٦٩.

حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کو بیمار سمجھتے ہوئے ان کی عیادت کرتے تھے حالانکہ انہیں کوئی مرض نہیں تھا بلکہ وہ خشیتِ الٰہی میں مبتلا تھے۔[1]

حضرت خالد بن درکل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے مروی ہے، حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کی حضرت لقمان رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے ملاقات ہوئی تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: اے لقمان! تم نے کس حال میں صبح کی؟ عرض کی: اس تصور میں کہ میری جان دوسرے کے قبضے میں ہے (یعنی خدا کے قبضے میں) حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام نے اس بات میں غور و تفکر کیا تو (خوفِ خدا سے) ان کی چیخ نکل گئی۔[2]

حضرت ابن سابط رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے مروی ہے کہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے بعد اگر حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کے (خوف خدا کے سبب بہنے والے) آنسوؤں کا تمام اہلِ زمین کے آنسوؤں سے موازنہ کیا جائے تو دونوں برابر ہوں گے۔[3]

امام غزالی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام جب موت اور قیامت کو یاد کرتے تو رونے لگتے یہاں تک کہ آپ کے جوڑ ہل جاتے، پھر جب رحمتِ الٰہی کا ذکر کیا جاتا تو اپنی حالت میں واپس لوٹتے۔[4]

اللہ اکبر! حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ کے خاص خلیفہ اور نبوت جیسے عظیم ترین منصب پر سرفراز تھے، آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے نامۂ اعمال میں ذرہ برابر بھی کوئی گناہ نہ تھا، آپ عَلَیْہِ السَّلَام بخشے ہوئے اور یقینی و قطعی طور پر نہ صرف جنتی بلکہ اس کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہیں۔ ان تمام اعزازات کے باوجود آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے دل میں اللہ تعالیٰ کا اس قدر خوف ہے تو ہم گناہگار مسلمانوں کو کس قدر اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے۔

عاجزی وانکساری:

عاجزی و انکساری آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی سیرت پاک کا ایک خاص حصہ تھی۔ حضرت ابو سلیل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے مروی ہے کہ حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام جب مسجد میں داخل ہوتے تو بنی اسرائیل کے مفلوک الحال لوگوں کا حلقہ دیکھتے اور (ان کے ساتھ تشریف فرما ہونے کے بعد) فرماتے: مسکین مسکینوں کے درمیان ہے۔[5]

---

1 ...تاریخ ابن عساکر، محمد بن احمد بن ابی جحوش... الخ، ۵۱/۲۳، حدیث: ۱۰۷۱۶۔ 2 ...حسن التنبہ، باب التشبہ بالنبیین، ۱۵/۵۔

3 ...موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب الرقۃ والبکاء، ۲۳۸/۳، حدیث: ۳۳۷۔

4 ...احیاء علوم الدین، کتاب ذکر الموت ومابعدہ، الباب الاول فی ذکر الموت... الخ، بیان فضل ذکر الموت کیفما کان، ۱۹۵/۵۔

5 ...الزہد لاحمد، کتاب الزہد، زہد داود علیہ السلام، ص۱۰۸، حدیث: ۳۷۹۔

یاد رہے کہ یہاں حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے لیے جو مسکین کا لفظ استعمال فرمایا اس سے مراد وہ مسکینی نہیں جو فقر و محتاجی کی ایک قسم ہے بلکہ اس سے ”دل کا مسکین“ یا ”عاجزی والا بندہ“ مراد ہے۔ نیز اس طرح ارشاد فرمانے میں در حقیقت امت کے لئے تعلیم ہے کہ وہ فقراء کی فضیلت پہچان کر ان سے محبت کریں اوران کے ساتھ بیٹھیں تاکہ انہیں بھی مسکینوں کی برکتیں نصیب ہوں۔

اوصاف:

قرآنِ پاک میں بھی حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کے کچھ اوصاف بیان ہوئے ہیں کہ وہ عبادت پر بہت قوت والے اور اپنے رب کی طرف بہت رجوع کرنے والے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَیْدِۚ-اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ [1]

ترجمہ: اور ہمارے نعمتوں والے بندے داوٗد کو یاد کرو بیشک وہ بڑا رجوع کرنے والا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ”ذَا الْاَیْدِ“ سے مراد یہ ہے کہ حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام عبادت میں بہت قوت والے تھے۔ [2]

انعاماتِ الٰہی:

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام پر بہت سے انعامات فرمائے، ان میں سے 13 انعامات یہ ہیں:

(1 تا 3) اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو حکومت اور حکمت (یعنی نبوت) دونوں عطا فرمادیئے اور آپ کو جو چاہا سکھادیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَهٗ مِمَّا یَشَآءُ [3]

ترجمہ: اور اللہ نے اسے سلطنت اور حکمت عطا فرمائی اور اسے جو چاہا سکھادیا۔

(4 تا 6) آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو سلطنت مضبوط کرنے کے اسباب و ذرائع مہیا کئے، حکمت سے نوازا اور حق و باطل میں فرق کر دینے والا علم عطا فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ شَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَ اٰتَیْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَ فَصْلَ

ترجمہ: اور ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کیا اور

---

❶...پ۲۳، ص:۱۷. ❷...خازن، ص، تحت الآیۃ: ۱۷، ۴/ ۳۲، مدارک، ص، تحت الآیۃ: ۱۷، ص۱۰۱۷، ملتقطاً. ❸...پ۲، البقرۃ: ۲۵۱.

الْخِطَابِ[1] اسے حکمت اور حق و باطل میں فرق کر دینے والا علم عطا فرمایا۔

(7) زمین میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنا خلیفہ بنایا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ[2] **ترجمہ:** اے داؤد! بیشک ہم نے تجھے زمین میں (اپنا) نائب کیا۔

(8) آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو کثیر علم عطا فرمایا گیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ عِلْمًا[3] **ترجمہ:** اور بیشک ہم نے داؤد اور سلیمان کو بڑا علم عطا فرمایا۔

(9) اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے تابع کر دیا کہ جب شام اور سورج کے چمکتے وقت حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام تسبیح کرتے تو پہاڑ بھی آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ مل کر تسبیح کرتے۔ یونہی پرندوں کو بھی آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا فرمانبردار بنا دیا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَ الْاِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾ وَ الطَّیْرَ مَحْشُوْرَةً ؕ كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ[4] **ترجمہ:** بیشک ہم نے اس کے ساتھ پہاڑوں کو تابع کر دیا کہ وہ شام اور سورج کے چمکتے وقت تسبیح کریں۔ اور جمع کئے ہوئے پرندے، سب اس کے فرمانبردار تھے۔

(10 تا 13) اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام کو صاحبِ فضل بنایا، پہاڑوں اور پرندوں کو ان کے ساتھ تسبیح کرنے کا حکم دیا، لوہے کو آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے ہاتھوں میں نرم کیا اور زرہیں بنانا سکھا دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَهٗ وَ الطَّیْرَ ۚ وَ اَلَنَّا لَهُ الْحَدِیْدَ ﴿۱۰﴾ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّ قَدِّرْ فِی السَّرْدِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ[5] **ترجمہ:** اور بیشک ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بڑا فضل دیا۔ اے پہاڑو اور پرندو! اس کے ساتھ (اللہ کی طرف) رجوع کرو اور ہم نے اس کے لیے لوہا نرم کر دیا۔ کہ کشادہ زرہیں بناؤ اور بنانے میں اندازے کا لحاظ رکھو اور

---

1 ...پ۲۳، ص: ۲۰۔ 2 ...پ۲۳، ص: ۲۶۔ 3 ...پ۱۹، النمل: ۱۵۔ 4 ...پ۲۳، ص: ۱۸، ۱۹۔ 5 ...پ۲۲، سبا: ۱۰، ۱۱۔

تم سب نیکی کرو بیشک میں تمہارے کام دیکھ رہا ہوں۔

اور ارشاد فرمایا:

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ[1]

ترجمہ: اور ہم نے تمہارے فائدے کے لئے اسے ایک خاص لباس کی صنعت سکھادی تاکہ تمہیں تمہاری جنگ کی آنچ سے بچائے۔

باب:3

سیرتِ داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کے اہم واقعات

سلطنت و نبوت:

جب طالوت بنی اسرائیل کے بادشاہ بن گئے تو انہوں نے بنی اسرائیل کو جہاد کے لئے تیار کیا اور ایک کافر بادشاہ ''جالوت'' سے جنگ کرنے کے لئے اپنی فوج لے کر میدانِ جنگ میں نکلے۔جب دونوں لشکر میدانِ جنگ میں آمنے سامنے ہوئے تو جالوت نے بنی اسرائیل سے مقابلہ کرنے والا طلب کیا، چونکہ جالوت بڑا جابر، قوی، شہ زور، عظیم الجثہ اور قد آور تھا، طالوت کے لشکر والے اُس کی قوت و جسامت دیکھ کر گھبرا گئے کیونکہ طالوت نے اپنے لشکر میں اعلان کیا کہ جو شخص جالوت کو قتل کرے میں اپنی بیٹی اس کے نکاح میں دیدوں گا اور آدھا ملک اسے دیدوں گا مگر کسی نے اس کا جواب نہ دیا۔ طالوت نے حضرت شمویل عَلَیْہِ السَّلَام سے عرض کیا کہ بارگاہِ الٰہی میں دعا کریں۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے دعا کی تو بتایا گیا کہ حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام جالوت کو قتل کریں گے۔ حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کے والد ''ایشا'' طالوت کے لشکر میں تھے اور ان کے ساتھ ان کے تمام فرزند بھی تھے، حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام ان میں سب سے چھوٹے تھے اور بیمار تھے، رنگ زرد تھا اور بکریاں چرایا کرتے تھے۔ جب طالوت نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے عرض کی کہ اگر آپ جالوت کو قتل کریں تو میں اپنی لڑکی آپ کے نکاح میں دیدوں گا اور آدھا ملک آپ کو پیش کردوں گا تو آپ نے اس پیشکش کو قبول فرما لیا اور جالوت کی طرف روانہ ہوگئے۔ لڑائی کی صفیں بندھ گئیں اور حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام اپنے دست مبارک میں

---

[1]...پ۱۷، الانبیاء:۸۰.

گوپھن یعنی پتھر پھینکنے والی رسی لے کر جالوت کے سامنے آ گئے۔ جالوت کے دل میں آپ کو دیکھ کر دہشت پیدا ہوئی مگر اس نے باتیں بہت متکبرانہ کیں اور آپ کو اپنی قوت سے مرعوب کرنا چاہا، آپ نے اپنی اُس رسی میں پتھر رکھ کر مارا وہ اس کی پیشانی توڑ کر پیچھے سے نکل گیا اور جالوت مر کر گر گیا۔ حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام نے اسے لا کر طالوت کے سامنے ڈال دیا، تمام بنی اسرائیل بڑے خوش ہوئے اور طالوت نے حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کو حسبِ وعدہ نصف ملک دیا اور اپنی بیٹی کا آپ کے ساتھ نکاح کر دیا۔ ایک مدت کے بعد طالوت نے وفات پائی تو حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام پوری سلطنت کے بادشاہ بن گئے۔

کچھ عرصے بعد حضرت شمویل عَلَیْہِ السَّلَام کا وصال ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کو سلطنت کے ساتھ نبوت سے بھی سرفراز فرما دیا۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے بعد آپ پہلے شخص ہیں جنہیں سلطنت و نبوت، دونوں عہدوں پر فائز کیا گیا اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے تقریباً ستر سال دونوں ذمہ داریوں کو پورا کیا، پھر آپ کے بعد آپ کے فرزند حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کو بھی اللہ تعالیٰ نے سلطنت اور نبوت دونوں مرتبوں سے سرفراز فرمایا۔[1]

اس واقعہ کا اجمالی بیان سورۂ بقرہ میں اس طرح ہے کہ

وَ قَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَهٗ مِمَّا یَشَآءُ[2]

ترجمہ: اور داوٗد نے جالوت کو قتل کر دیا اور اللہ نے اسے سلطنت اور حکمت عطا فرمائی اور اسے جو چاہا سکھا دیا۔

حق کے مطابق فیصلے کرنے کا حکم:

حکومت ملنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمایا:

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ

ترجمہ: اے داوٗد! بیشک ہم نے تجھے زمین میں (اپنا) نائب کیا تو لوگوں میں حق کے مطابق فیصلہ کر اور نفس کی خواہش کے پیچھے نہ چلنا ورنہ وہ تجھے اللہ کی راہ

---

[1]... جمل، البقرة، تحت الآية: ٢٥٠، ٢٥١، ١/٣٠٨، ٣٠٩، خازن، البقرة، تحت الآية: ٢٥٠، ٢٥١، ١/ ١٩٠- ١٩٢، مدارک، تحت الآية: ٢٥٠، ٢٥١، ص١٢٩، ١٣٠، ملتقطاً۔

[2]... پ٢، البقرة: ٢٥١۔

عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِؕ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌۢ بِمَا نَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ[1]

سے بہکا دے گی بیشک وہ جو اللہ کی راہ سے بھٹکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اس بنا پر کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حکمران اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے احکام کے مطابق ہی چلیں اور اس سے باہر ہرگز نہ جائیں۔ اسلامی ریاست کا بنیادی کام حق قائم کرنا ہے نیز حکمرانوں پر لازم ہے کہ تنازعات وغیرہ کا انصاف کے مطابق ہی فیصلہ کریں۔ حکمران نفسانی خواہشات کی پیروی سے بچیں کہ یہی چیز راہِ حق اور عدل و انصاف سے دور کرتی ہے۔

سلطنت ملنے کے بعد ذریعہ معاش:

جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام بنی اسرائیل کے بادشاہ بنے تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام لوگوں کے حالات کی جستجو کے لئے اس طرح نکلتے کہ لوگ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو پہچان نہ سکیں، اور جب کوئی ملتا اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو پہچان نہ پاتا تو اس سے دریافت کرتے: داوٗد کیسا شخص ہے؟ وہ شخص ان کی تعریف کرتا۔ اس طرح جن سے بھی اپنے بارے میں پوچھتے تو سب لوگ آپ کی تعریف ہی کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی صورت میں ایک فرشتہ بھیجا۔ حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام نے اس سے بھی حسبِ عادت یہی سوال کیا تو فرشتے نے کہا: داوٗد ہیں تو بہت ہی اچھے آدمی، کاش! ان میں ایک خصلت نہ ہوتی۔ اس پر آپ عَلَیْہِ السَّلَام متوجہ ہوئے اور اس سے فرمایا: اے خدا کے بندے! وہ کون سی خصلت ہے؟ اس نے کہا: وہ اپنا اور اپنے اہل و عیال کا خرچ بیت المال سے لیتے ہیں۔ یہ سن کر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے خیال میں آیا کہ اگر آپ عَلَیْہِ السَّلَام بیت المال سے وظیفہ نہ لیتے تو زیادہ بہتر ہوتا، اس لئے آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی کہ اُن کے لئے کوئی ایسا سبب بنا دیا جائے جس سے آپ عَلَیْہِ السَّلَام اپنے اہل و عیال کا گزارہ کر سکیں اور بیت المال (یعنی شاہی خزانے) سے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو بے نیازی ہو جائے۔ یہ دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے لئے لوہا نرم کر دیا اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو زرہ سازی کی صنعت کا علم دیا۔ سب سے پہلے زرہ بنانے والے آپ عَلَیْہِ السَّلَام ہی ہیں۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام روزانہ ایک زرہ بناتے تھے اور وہ چار ہزار درہم میں بکتی تھی اس میں سے اپنے اور اپنے اہل و عیال پر بھی خرچ فرماتے اور فقراء و مساکین پر بھی صدقہ کرتے۔[2]

❶...پ۲۳، ص:۲۶۔ ❷...خازن، سبا، تحت الآیۃ:۱۰، ۳/۵۱۷۔

قرآنِ کریم میں ہے:

وَ اَلَنَّا لَهُ الْحَدِیْدَۙ(۱۰) اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّ قَدِّرْ فِی السَّرْدِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًاؕ-اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ(۱۱)[1]

ترجمہ: اور ہم نے اس کے لیے لوہا نرم کردیا۔ کہ کشادہ زِرہیں بناؤ اور بنانے میں اندازے کا لحاظ رکھو اور تم سب نیکی کرو بیشک میں تمہارے کام دیکھ رہا ہوں۔

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: اس آیت سے معلوم ہوا کہ عظمت و فضیلت رکھنے والی کسی شخصیت کا (ذریعہ معاش کے لئے) کوئی صنعت اور فن سیکھنا جائز ہے اور اِس سے ان کے مرتبے میں کوئی کمی نہ ہوگی بلکہ ان کی فضیلت میں اور زیادہ اضافہ ہوگا کیونکہ اس سے ان کی عاجزی کا اظہار ہوگا اور دوسروں سے بے نیازی بھی حاصل ہوگی۔[2]

شہر اَیلہ والوں پر نزولِ عذاب:

شہر اَیلَہ میں رہنے والے بنی اسرائیل کو اللہ تعالٰی نے ہفتے کا دن عبادت کے لیے خاص کرنے اور اس دن تمام دنیاوی مشاغل ترک کرنے کا حکم دیا نیز ان پر ہفتے کے دن شکار حرام فرما دیا۔ جب اللہ تعالٰی نے ان کی آزمائش کا ارادہ فرمایا تو ہوا یوں کہ ہفتے کے دن دریا میں خوب مچھلیاں آتیں اور یہ لوگ پانی کی سطح پر انہیں دیکھتے تھے، جبکہ اتوار کے دن مچھلیاں نہ آتیں۔ شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ تمہیں مچھلیاں پکڑنے سے منع کیا گیا ہے لہٰذا تم ایسا کرو کہ دریا کے کنارے بڑے بڑے حوض بنالو اور ہفتے کے دن دریا سے ان حوضوں کی طرف نالیاں نکال لو، یوں ہفتے کو مچھلیاں حوض میں آجائیں گی اور تم اتوار کے دن انہیں پکڑ لینا، چنانچہ ان کے ایک گروہ نے یہ کیا کہ جمعہ کو دریا کے کنارے کنارے بہت سے گڑھے کھودے اور ہفتے کی صبح کو دریا سے ان گڑھوں تک نالیاں بنائیں جن کے ذریعے پانی کے ساتھ آکر مچھلیاں گڑھوں میں قید ہوگئیں اور اتوار کے دن انہیں نکال لیا اور یہ کہہ کر اپنے دل کو تسلی دے دی کہ ہم نے ہفتے کے دن تو مچھلی پانی سے نہیں نکالی۔ ایک عرصے تک یہ لوگ اس فعل میں مبتلا رہے۔ ان کے اس عمل کی وجہ سے اس بستی میں بسنے والے افراد تین گروہوں میں تقسیم ہوگئے تھے۔

(1) ایک تہائی ایسے لوگ تھے جو ہفتے کے دن مچھلی کا شکار کرنے سے باز رہے اور شکار کرنے والوں کو منع کرتے تھے۔

(2) ایک تہائی ایسے افراد تھے جو خود خاموش رہتے اور دوسروں کو منع نہ کرتے تھے جبکہ منع کرنے والوں سے

---

[1] ...پ۲۲، سبا: ۱۰، ۱۱.
[2] ...روح البیان، سبا، تحت الآیۃ: ۱۱، ۷/ ۲٦٨.

کہتے تھے کہ ایسی قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ ہلاک کرنے والا یا انہیں سخت عذاب دینے والا ہے۔

(3) اور ایک تہائی وہ خطاکار لوگ تھے جنہوں نے حکمِ الٰہی کی مخالفت کرتے ہوئے ہفتے کے دن مچھلی کا شکار کیا، اسے کھایا اور بیچا۔

جب مچھلی کا شکار کرنے والے لوگ اس معصیت سے باز نہ آئے تو منع کرنے والے گروہ نے ان سے کہا: ہم تمہارے ساتھ میل جول نہ رکھیں گے۔ اس کے بعد انہوں نے گاؤں تقسیم کر کے درمیان میں ایک دیوار کھینچ دی۔ منع کرنے والوں کا ایک دروازہ الگ تھا جس سے آتے جاتے تھے اور خطاکاروں کا دروازہ جدا تھا۔ حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام نے ان خطاکاروں پر لعنت کی تو ایک روز منع کرنے والوں نے دیکھا کہ خطاکاروں میں سے کوئی باہر نہیں نکلا، تو انہوں نے خیال کیا کہ شاید آج شراب کے نشہ میں مدہوش ہو گئے ہوں گے، چنانچہ اُنہیں دیکھنے کے لئے دیوار پر چڑھے تو دیکھا کہ وہ بندروں کی صورتوں میں مسخ ہو گئے تھے۔ اب یہ لوگ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے تو وہ بندر اپنے رشتہ داروں کو پہچانتے اور ان کے پاس آکر اُن کے کپڑے سونگھتے تھے اور یہ لوگ ان بندر ہو جانے والوں کو نہیں پہچانتے تھے۔ اِن لوگوں نے بندر ہو جانے والوں سے کہا: کیا ہم لوگوں نے تمہیں اس سے منع نہیں کیا تھا؟ اُنہوں نے سر کے اشارے سے کہا: ہاں۔ اس کے تین دن بعد وہ سب ہلاک ہو گئے اور منع کرنے والے سلامت رہے۔[1]

وہ گروہ جس نے خاموشی اختیار کی تھی، اس کے افراد مچھلی کے شکار پر بالکل راضی نہ تھے بلکہ ان شکاریوں سے مُتَنَفِّر تھے جبکہ انہیں سمجھاتے اس لئے نہیں تھے کہ ان کے ماننے کی امید نہ تھی۔ اس سے بظاہر یہی سمجھ آتا ہے کہ یہ لوگ بھی نجات پا گئے تھے کیونکہ جب کسی کے ماننے کی امید نہ ہو تو امر بالمعروف کرنا فرض نہیں رہتا، ہاں افضل ضرور ہوتا ہے نیز امر بالمعروف فرضِ کفایہ ہے لہٰذا جب ایک گروہ یہ کر ہی رہا تھا تو ان پر بِعَیْنِہٖ فرض نہ رہا۔

قرآنِ پاک میں یہ واقعہ ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے:

وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا	**ترجمہ:** اور ان سے اُس بستی کا حال پوچھو جو دریا کے کنارے پر تھی، جب وہ ہفتے کے بارے میں حد سے بڑھنے لگے، جب ہفتے کے دن تو مچھلیاں پانی پر تیرتی

---

1 ... قرطبی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۶۳ - ۱۶۶، ۴/۲۱۸—۲۲۱، البحر المحیط، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۶۵، ۱/۴۰۹۔

يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚ كَذٰلِكَ ۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ وَ اِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَ اَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَـِٕيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۵﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ [1]

ہوئی ان کے سامنے آتیں اور جس دن ہفتہ نہ ہوتا اس دن مچھلیاں نہ آتیں۔ اسی طرح ہم ان کی نافرمانی کی وجہ سے ان کی آزمائش کرتے تھے۔ اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا: تم ان لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا انہیں سخت عذاب دینے والا ہے؟ انہوں نے کہا: تمہارے رب کے حضور عذر پیش کرنے کے لئے اور شاید یہ ڈریں۔ پھر جب انہوں نے اس نصیحت کو بھلا دیا جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے برائی سے منع کرنے والوں کو نجات دی اور ظالموں کو ان کی نافرمانی کے سبب برے عذاب میں گرفتار کر دیا۔ پھر جب انہوں نے ممانعت کے حکم سے سرکشی کی ہم نے ان سے فرمایا: دھتکارے ہوئے بندر بن جاؤ۔

یہاں ایک اہم بات قابلِ توجہ ہے، حدیث شریف میں ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں، ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، کیا بندر اور خنزیر مسخ شدہ لوگ ہیں؟ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو ہلاک کر کے یا کسی قوم کو عذاب دے کر اس کی نسل نہیں چلائی اور بندر اور خنزیر تو ان سے پہلے بھی ہوتے تھے۔[2] لہٰذا موجودہ بندر اس قوم کی اولاد میں سے نہیں کیونکہ وہ تو فنا کر دی گئی تھی۔ بعض لوگوں نے اِس واقعے کے متعلق کہا کہ وہ حیلہ کرنے والے لوگ حقیقتاً بندر نہ بنے تھے بلکہ ان کی عادتیں بندروں جیسی ہو گئی تھیں۔ یہ تاویل غلط ہے کہ ان کی عادتیں تو پہلے ہی بندروں والی تھیں، حرص، گھٹیا پن وغیرہ جس پر انہیں حقیقی بندر بنا دیا گیا، نئے سرے سے بھی عادتیں بندروں والی ہی رہیں تو فرق کیا ہوا؟ نیز قرآن کے ظاہر الفاظ کا سیدھا سیدھا مطلب حقیقی اصلی بندر ہی ہے، خواہ مخواہ غیر مسلموں سے مرعوب ہو کر قرآن کے معانی نہ بدلے جائیں۔

---

1 ...پ۹، الاعراف: ۱۶۳–۱۶۶۔ 2 ...مسلم، کتاب القدر، باب بیان ان الآجال والارزاق وغیرها... الخ، ص۱۰۹۸، حدیث: ۳۳(۲۶۶۳)۔

تفسیرِ قرآن کا بنیادی اصول ہے کہ الفاظ کو ان کے ظاہر معنیٰ پر محمول کیا جائے گا جب تک کہ بہت قوی عارضہ اُس سے مانع نہ ہو اور یہاں ایسا کوئی عارضہ نہیں۔

درس: شہر اَیلہ والوں کے واقعہ میں ان لوگوں کے لئے بڑی عبرت ہے کہ جو شرعی احکام کو باطل کرنے اور حرام چیزوں کو حلال کرنے کے لئے غیر شرعی حیلوں کا سہارا لیتے ہیں، جیسے سود کو نفع کا نام، بے پردگی کو آزادی کا نام، موسیقی کو روح کی غذا کا نام، ڈانس کو آرٹ کا نام، شراب کو کوئی دوسرا نام دے کر حلال کہتے اور فروغ دیتے ہیں۔ یہ سب حرام حیلوں کے مرتکب بنتے ہیں۔ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جیسا یہودیوں نے کیا تم اس طرح نہ کرنا کہ تم اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو طرح طرح کے حیلے کرکے حلال سمجھنے لگو۔[1]

یادرہے کہ اسلامی احکام کو باطل کرنے کے لئے حیلہ کرنا حرام ہے جیسا کہ اوپر چند مثالیں ذکر کی ہیں جبکہ حکمِ شرعی کو کسی دوسرے شرعی طریقے سے حاصل کرنے کے لئے حیلہ کرنا جائز ہے اور قرآن و سنت سے ثابت ہے البتہ مفتیانِ کرام سے شرعی رہنمائی لیے بغیر از خود حیلہ نہ کیا جائے۔

حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کی تربیت کا انوکھا انداز:

حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کی ننانوے بیویاں تھیں، اس کے بعد آپ نے ایک اور ایسی عورت کو پیغام دے دیا جسے ایک مسلمان پہلے سے پیغامِ نکاح دے چکا تھا لیکن آپ کا پیغام پہنچنے کے بعد عورت کے رشتہ دار دوسرے کی طرف التفات کرنے والے کب تھے، لہٰذا آپ کے لئے راضی ہوگئے اور آپ سے نکاح ہوگیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس مسلمان کے ساتھ نکاح ہوچکا تھا، آپ نے اس مسلمان سے اپنی رغبت کا اظہار کیا اور چاہا کہ وہ اپنی عورت کو طلاق دیدے، وہ آپ کے لحاظ سے منع نہ کرسکا اور اس نے طلاق دیدی، آپ کا نکاح ہوگیا اور اس زمانہ میں ایسا کرنا معیوب نہ سمجھا جاتا تھا کہ اگر کسی شخص کو کسی عورت کی طرف رغبت ہوتی تو اس سے استدعا کرکے طلاق دلوا لیتا اور عدت کے بعد نکاح کرلیتا۔ یہ بات نہ تو شرعاً ناجائز ہے نہ اس زمانہ کے رسم و عادت کے خلاف، لیکن شانِ انبیاء بہت ارفع و اعلیٰ ہوتی ہے اس لئے یہ آپ کے منصبِ عالی کے لائق نہ تھا تو مرضیِ الٰہی یہ ہوئی کہ آپ کو اس پر آگاہ کیا جائے اور اس کا سبب یہ پیدا کیا کہ دو افراد مدعی (یعنی دعویٰ کرنے والے) اور مدعا علیہ (یعنی جس کے خلاف دعویٰ کیا جائے) کی شکل میں آپ کے سامنے

---

1 ...در منثور، الاعراف، تحت الآیۃ: ١٦٣، ٣ / ٥٩٢۔

پیش ہوئے۔[1]

یہ دونوں چونکہ دیوار کود کر حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس آئے تھے، اس لیے انہیں دیکھ کر آپ عَلَیْہِ السَّلَام گھبرا گئے۔ یہ گھبراہٹ فطری اور طبعی تھی کیونکہ کسی شخص کا عادت کے برخلاف بے وقت اور پہرہ توڑ کر اس طرح آنا عام طور پر بری نیت سے ہی ہوتا ہے اور جو خوف اور گھبراہٹ طبعی ہو وہ نبوت کے منافی نہیں ہوتی۔

یہ دیکھ کر انہوں نے عرض کی:

لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾ اِنَّ هٰذَآ اَخِىْ ۫ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِىَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۫ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِىْ فِى الْخِطَابِ[2]

ترجمہ: ڈریئے نہیں ہم دو فریق ہیں، ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے تو ہم میں حق کے ساتھ فیصلہ فرمادیجئے اور حق کے خلاف نہ کیجئے گا اور ہمیں سیدھی راہ بتادیں۔ بیشک یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دُنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دُنبی ہے۔ اب یہ کہتا ہے کہ وہ بھی میرے حوالے کردو اور اس نے اس بات میں مجھ پر زور ڈالا ہے۔

مشہور قول کے مطابق یہ آنے والے فرشتے تھے جو حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام کی آزمائش کے لئے آئے تھے، اور انہوں نے جو یہ کہا: ''ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے'' اس کے بارے میں صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ان کا یہ قول ایک مسئلہ کی فرضی شکل پیش کر کے جواب حاصل کرنا تھا اور کسی مسئلہ کے متعلق حکم معلوم کرنے کے لئے فرضی صورتیں مقرر کر لی جاتی ہیں اور معین اشخاص کی طرف ان کی نسبت کر دی جاتی ہے تاکہ مسئلہ کا بیان بہت واضح طریقہ پر ہو اور ابہام باقی نہ رہے۔ یہاں جو صورت مسئلہ ان فرشتوں نے پیش کی اس سے مقصود حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام کی توجہ دلانا تھی اس امر کی طرف جو انہیں پیش آیا تھا۔۔۔۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر بزرگوں سے کوئی لغزش صادر ہو اور کوئی امر خلاف شان واقع ہو جائے تو ادب یہ ہے کہ معترضانہ زبان نہ کھولی جائے بلکہ اس واقعہ کی مثل ایک واقعہ متصور کر کے اس کی نسبت سائلانہ و مستفتیانہ و مستفیدانہ سوال کیا جائے

1... خزائن العرفان، ص، تحت الآیۃ: ۲۲، ص ۸۴۰، ملخصاً۔ 2... پ ۲۳، ص: ۲۲، ۲۳۔

اور ان کی عظمت واحترام کالحاظ رکھا جائے۔ نیز یہ بھی پتا چلا کہ اللہ تعالیٰ مالک و مولیٰ اپنے انبیاء کی ایسی عزت فرماتا ہے کہ ان کو کسی بات پر آگاہ کرنے کے لئے ملائکہ کو اس طریق ادب کے ساتھ حاضر ہونے کا حکم دیتا ہے۔[1]

درس: دیوار کود کر آنے والوں نے آتے ہی اپنی بات شروع کر دی اور حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام خاموشی کے ساتھ ان کی بات سنتے رہے، اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص گفتگو کے آداب کی خلاف ورزی کرے تو اسے فوراً ملامت اور ڈانٹ ڈپٹ کرنے کی بجائے پہلے اس کی بات سن لینی چاہیے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس کے پاس اس کا کوئی جواز تھا یا نہیں اور اگر جواز نہ بھی ہو تو بھی ممکنہ حد تک صبر ہی کرنا چاہئے جیسا کہ حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا۔

بہر حال حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام نے دعویٰ سن کر دوسرے فریق سے پوچھا تو اس نے اعتراف کر لیا، آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے دعویٰ کرنے والے سے فرمایا:

لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ؕ وَ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَیَبْغِیْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ قَلِیْلٌ مَّا هُمْ[2]

ترجمہ: بیشک تیری دنبی کو اپنی دنبیوں کے ساتھ ملانے کا سوال کرکے اس نے تجھ پر زیادتی کی ہے اور بیشک اکثر شریک ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں مگر ایمان والے اور اچھے کام کرنے والے اور وہ بہت تھوڑے ہیں۔

حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کی یہ گفتگو سن کر فرشتوں میں سے ایک نے دوسرے کی طرف دیکھا اور تبسم کرکے وہ آسمان کی طرف روانہ ہوگئے۔ اب حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے تو صرف انہیں آزمایا تھا اور دنبی ایک کنایہ تھا جس سے مراد عورت تھی کیونکہ ننانوے عورتیں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس ہوتے ہوئے ایک اور عورت کی آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے خواہش کی تھی اس لئے دنبی کے پیرایہ میں سوال کیا گیا، جب آپ نے یہ سمجھا تو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔[3]

قرآن پاک میں ہے:

وَ ظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَ خَرَّ

ترجمہ: اور داوٗد سمجھ گئے کہ ہم نے تو صرف اسے

1... خزائن العرفان، ص، تحت الآیۃ: ۲۲، ص ۸۴۰، ملتقطاً۔ 2... پ ۲۳، ص: ۲۴۔

3... مدارک، ص، تحت الآیۃ: ۲۴، ص ۱۰۱۹، خازن، ص، تحت الآیۃ: ۲۴، ۴/ ۳۵، ملتقطاً۔

رَاكِعًا وَّ اَنَابَ ﴿۲۴﴾ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَ اِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَ حُسْنَ مَاٰبٍ (1)

آزمایا تھا تو اس نے اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑا اور رجوع کیا۔ تو ہم نے اسے یہ معاف فرمادیا اور بیشک اس کے لیے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانہ ہے۔

اس واقعہ سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے کہ بہت سے وہ کام جو دوسرے لوگوں کے لئے تو درست ہوسکتے ہیں لیکن انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی شان اور ان کے مقام و مرتبے کے لائق نہیں ہوتے، اسی لئے جب ان سے کوئی خلافِ شان کام واقع ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ کے ان مقبول بندوں کی تربیت فرمادیتا ہے اور یہ حضرات بھی بارگاہِ خداوندی میں عاجزی کرتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے مقبول بندوں کا معاملہ ہے، وہ جیسے چاہے اپنے مقبول بندوں کی تربیت فرمائے اور یہ جیسے چاہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی و انکساری کا اظہار کریں، عام لوگوں کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ ان کے خلافِ شان کاموں اور ان پر کئے گئے عجز و انکسار کو بنیاد بنا کر ان کے خلاف زبانِ طعن دراز کریں اور ان کی عصمت پر اعتراضات کرنا شروع کردیں، یہ ایمان کے لئے زہرِ قاتل سے بھی زیادہ خطرناک ہے، اس سے تمام مسلمانوں کو بچنا چاہئے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے نکاح کے معاملے میں وحی کے ذریعے اپنے پیارے نبی حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کی تربیت فرمانے کی بجائے جو خاص طریقہ اختیار فرمایا اس میں نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے والے کے لئے بھی ہدایت کا سامان موجود ہے کہ جب وہ کسی کی اصلاح کرنے لگے تو اس وقت حکمت سے کام لے اور موقع کی مناسبت سے ایسا طریقہ اختیار کرے جس سے سامنے والا اپنی غلطی خود ہی محسوس کرلے، اسے زبانی تنبیہ کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے اور اس کے لئے مثال بیان کرنے کا طریقہ اور کنایہ سے کام لینا بہت مؤثر ہوتا ہے، اس میں کسی کی دل آزاری بھی نہیں ہوتی اور اصل مقصود بھی حاصل ہوجاتا ہے۔

حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کی عمر:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی عمر مبارک 100 برس ہوئی، جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے، رسول

(1)... پ۲۳، ص: ۲۴، ۲۵.

اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو پیدا کیا تو ان کی پیٹھ پر اپنی شایانِ شان ہاتھ پھیرا تو ان کی پشت سے ان کی اولاد کی روحیں نکلیں جنہیں اللہ تعالیٰ قیامت تک پیدا فرمانے والا ہے اور ان میں سے ہر انسان کی دو آنکھوں کے درمیان نور کی چمک دی۔ پھر انہیں حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے سامنے پیش فرمایا۔انہوں نے عرض کی: یارب! یہ کون ہیں؟ ارشاد فرمایا: یہ تمہاری اولاد ہے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان میں ایک شخص کو دیکھا تو اس کی آنکھوں کے درمیان کی چمک پسند آئی، عرض کی: یا رب! یہ کون ہے؟ ارشاد فرمایا: داوٗد(عَلَیْہِ السَّلَام)۔ عرض کی: یارب! ان کی عمر کتنی مقرر فرمائی ہے؟ ارشاد فرمایا:60 سال۔ عرض کی: اے میرے رب! میری عمر میں سے چالیس سال اس کی زندگی میں بڑھادے۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: جب حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی عمر اُن چالیس سالوں کے علاوہ پوری ہوئی تو ان کی خدمت میں موت کا فرشتہ حاضر ہوا۔ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے کہا: کیا ابھی میری عمر کے چالیس سال باقی نہیں؟ فرمایا: وہ آپ اپنے فرزند داوٗد کو نہیں دے چکے۔ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے (یاد نہ ہونے کی بنا پر) انکار کیا، تو ان کی اولاد انکار کرنے لگی۔ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام بھول کر درخت کا پھل کھا گئے لہٰذا ان کی اولاد بھولنے لگی حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے (اجتہادی) خطا کی تو ان کی اولاد خطائیں کرنے لگی۔“[1]

حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات:

100 برس اس جہانِ فانی میں گزار کر آپ عَلَیْہِ السَّلَام دارِ بقا کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ کے واقعۂ وفات سے متعلق حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے، رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام بہت زیادہ غیرت مند تھے، جب اپنے گھر سے تشریف لے جاتے تو گھر کے دروازے بند کر دیا کرتے تاکہ آپ کے لوٹنے تک کوئی بھی گھر میں داخل نہ ہو۔ ایک مرتبہ دروازہ بند کر کے باہر نکلے ہی تھے کہ آپ کی زوجہ کو گھر میں ایک اجنبی نظر آیا، یہ دیکھ کر انہوں نے کہا: اسے کس نے اندر آنے دیا حالانکہ دروازہ تو بند ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اگر حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام تشریف لے آئے تو انہیں بہت دکھ پہنچے گا۔ جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام تشریف لائے تو وہ اجنبی گھر میں ہی موجود تھا، آپ نے اس سے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں وہ ہوں جو بادشاہوں سے نہیں ڈرتا اور نہ ہی کوئی دربان مجھے روک سکتا ہے۔ یہ سن کر حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! تب تو تم ملک الموت

---

1 ...ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الاعراف، ۵/ ۵۳، حدیث: ۳۰۸۷.

عَلَیْہِ السَّلَام ہو، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم کو خوش آمدید۔ پھر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی روح قبض کر لی گئی۔ جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے غسل و کفن کے مراحل مکمل ہوئے تو سورج طلوع ہوا۔ حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے پرندوں سے فرمایا: حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام پر سایہ کرو، تو پرندوں نے اتنا سایہ کیا کہ وہاں زمین پر اندھیرا چھا گیا، یہ دیکھ کر حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: اپنا ایک ایک پر سمیٹ لو۔ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: حضور پُرنور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمیں دکھانے لگے کہ پرندوں نے یہ کام کیسے کیا تھا۔ (1)

باب: 4

احادیث میں حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کا تذکرہ

کثیر احادیث میں حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کا ذکرِ خیر کیا گیا ہے، یہاں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے متعلق 4 احادیث ملاحظہ ہوں:

حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کی نماز اور روزے بارگاہِ الٰہی میں پسندیدہ تھے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو پیاری نماز حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کی ہے اور اللہ تعالیٰ کو پیارے روزے حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کے ہیں، آپ عَلَیْہِ السَّلَام آدھی رات سوتے، تہائی رات قیام کرتے، پھر چھٹا حصہ سوتے تھے۔ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن نہ رکھتے تھے۔ (2)

حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا:

حضرت ابودرداء رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام دعا مانگتے ہوئے یوں عرض کرتے: اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت، تیرے محبوبوں کی محبت اور وہ عمل مانگتا ہوں جو تیری محبت تک پہنچا دے۔ اے اللہ! تو اپنی محبت کو میرے نزدیک میری جان و مال، گھر بار اور ٹھنڈے پانی سے زیادہ محبوب بنا دے۔ راوی فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کا تذکرہ کرتے تو فرماتے: وہ بہت عبادت گزار انسان تھے۔ (3)

❶... مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ، ۱۵/ ۲۵۴، ۲۵۵، حدیث: ۹۴۳۲۔ ❷... بخاری، کتاب التھجد، باب من نام عند السحر، ۱/ ۳۸۵، حدیث: ۱۱۳۱۔

❸... ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء فی عقد التسبیح بالید، ۵/ ۲۹۶، حدیث: ۳۵۰۱۔

ایک صحابی کی حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کی خوبصورت آواز سے تشبیہ:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: ایک رات رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے میری قراءت سنی، پھر صبح کے وقت ارشاد فرمایا: اے ابو موسیٰ! رَضِیَ اللہُ عَنْہ، میں نے رات تمہاری قراءت سنی، بلاشبہ تمہیں حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کی خوبصورت آوازوں میں سے ایک خوبصورت آواز عطا کی گئی ہے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، اگر مجھے آپ کا معلوم ہوتا (کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سن رہے ہیں) تو میں آپ کے لیے اور زیادہ خوبصورت آواز بنا کر پڑھتا۔[1]

اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھانا:

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام اپنے ہاتھ سے کمایا ہوا ہی کھاتے تھے۔[2]

---

1 ... صحیح ابن حبان، کتاب اخبارہ صلی اللہ علیہ وسلم عن مناقب الصحابۃ... الخ، ذکر قول ابی موسی للمصطفی... الخ، ۹/۱۶۳، حدیث: ۷۱۵۳.

2 ... بخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ، ۲/۱۱، حدیث: ۲۰۷۳.

حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام

فہرست ابواب

حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام

حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کے فرزند ہیں۔ یہ اپنے والد ماجد کے جانشین ہوئے اور اللہ تعالٰی نے انہیں بھی علم و نبوت سے نوازا اور عظیم الشان سلطنت کا حاکم بنایا۔ آپ تختِ سلطنت پر چالیس برس جلوہ گر رہے۔ جن و انسان، شیاطین، پرندوں وغیرہا سب پر آپ کی حکومت تھی اور سب کی زبانوں کا آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو علم عطا کیا گیا تھا۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے زمانے میں عجیب و غریب صنعتوں کا ظہور ہوا۔ یہاں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی سیرت کے احوال 4 ابواب میں بیان کیے گئے ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

باب:1

حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے واقعات کے قرآنی مقامات

حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کا اجمالی ذکرِ خیر سورۂ بقرہ، آیت: 102، سورۂ نساء، آیت: 163، اور سورۂ اَنعام، آیت: 84 میں ہے، جبکہ تفصیلی تذکرہ درجِ ذیل 4 سورتوں میں کیا گیا ہے:

(1) سورۂ انبیاء، آیت: 78، 79، 81، 82۔
(2) سورۂ نمل، آیت: 15 تا 44۔
(3) سورۂ سبا، آیت: 12 تا 14۔
(4) سورۂ ص، آیت: 30 تا 40۔

باب:2

حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کا تعارف

نام و نسب:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا اسم گرامی "سلیمان" اور نسب نامہ یہ ہے: سلیمان بن داوٗد بن ایشا بن عوید بن عابر بن سلمون بن نحشون بن عمینا داب بن ارم بن حصرون بن فارص بن یہودا بن حضرت یعقوب بن حضرت اسحاق بن حضرت ابراہیم عَلَیْہِمُ السَّلَام۔[1]

---

[1]...البدایة والنهایة، قصة سلیمان بن داؤد علیهما السلام، ١/٣٦٦۔

عطائے الٰہی اور داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کے جانشین:

حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کو یہ شرف حاصل ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص عطا قرار دیا اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام علم، نبوت، حکمت اور سلطنت میں حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کے جانشین بنے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ وَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَیْمٰنَ [1] **ترجمہ:** اور ہم نے داوٗد کو سلیمان عطا فرمایا۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ وَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ [2] **ترجمہ:** اور سلیمان داوٗد کے جانشین بنے۔

روئے زمین کی بادشاہت:

منقول ہے کہ دنیا میں کل چار بادشاہ ایسے گزرے ہیں جنہیں پوری زمین کی بادشاہت ملی۔ ان میں دو مومنین تھے اور دو کافر۔ مومن تو حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ ہیں اور کافر، ایک بخت نصر اور دوسرا نمرود ہے۔ اور روئے زمین کے ایک پانچویں بادشاہ اس امت میں ہونے والے ہیں جن کا اسم گرامی حضرت امام مہدی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ ہے۔ [3]

مریضوں اور یتیموں پر شفقت:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام مریضوں اور یتیموں پر خصوصی شفقت کرتے اور انہیں اچھا کھانا کھلا کر ان کی دلجوئی فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو عمران الجونی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے مروی ہے: حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کوڑھ کے مریضوں اور یتیموں کو اچھا کھانا کھلاتے جب کہ خود جَو کھاتے تھے۔ [4]

مسکینوں کی دلجوئی:

مروی ہے کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام صبح کے وقت لوگوں کے حالات جاننے کے لئے ان کے چہروں میں غور کرتے، یہاں تک کہ مسکینوں کے پاس آ کر بیٹھ جاتے اور (ان کی دلجوئی کرتے ہوئے) ارشاد فرماتے: مسکین (یعنی عاجزی والا بندہ)، مسکینوں کے ساتھ بیٹھ گیا۔ [5]

---

1 ...پ٢٣، ص: ٣٠۔ 2 ...پ١٩، النمل: ١٦۔ 3 ...صاوی، الکھف، تحت الآیۃ: ٨٣، ١٢١٦/٤۔

4 ...حلیۃ الاولیاء، طبقۃ اھل المدینۃ، ابو عمران الجونی، ٣٥٥/٢، حدیث: ٢٥٤٧۔

5 ...الزواجر عن اقتراف الکبائر، الباب الاول: فی الکبائر الباطنیۃ وما یتبعھا، الکبیرۃ الرابعۃ: الکبر والعجب والخیلاء، خاتمۃ، ١٦٣/١۔

خوفِ خدا:

اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو بے مثل نعمتوں سے نوازا تھا، اس کے باوجود آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے خوفِ خدا کا عالم قابلِ دید ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کو جو کچھ عطا کیا، (یعنی علم، نبوت، حکمت اور بادشاہت) اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے ڈر سے کبھی آسمان کی طرف اپنی نگاہ نہ اٹھائی۔[1]

حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے جو حمام میں داخل ہوئے اور جن کے لئے (بال صاف کرنے والا) چونا تیار کیا گیا وہ حضرت سلیمان بن داؤد عَلَیْہِمَا السَّلَام ہیں، جب وہ اس میں داخل ہوئے تو اس کی گرمی اور گھٹن کو محسوس کر کے فرمایا: ہائے درد و غم عذاب خداوندی سے، ہائے درد و غم، ہائے درد و غم۔ پھر ہائے درد و غم اس سے پہلے پہلے کہ کوئی درد نہ رہے۔[2]

حکمت آمیز فرامین:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام بہت پُر مغز اور حکمت آمیز گفتگو فرماتے تھے، یہاں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے 3 فرامین ملاحظہ ہوں:

(1) ہم نے زندگی کی سختی و نرمی کو جانچا تو سمجھ لیا کہ تھوڑی زندگی ہی کافی ہے۔[3]

(2) اگر گفتگو چاندی ہے تو خاموشی سونا ہے۔[4]

(3) ہمیں وہ عطا کیا گیا جو لوگوں کو دیا گیا اور وہ بھی جو انہیں نہ دیا گیا اور ہمیں وہ علم دیا گیا جو لوگوں کو سکھایا گیا اور وہ علم بھی جو انہیں نہ سکھایا گیا تو ہم نے تین چیزوں سے زیادہ افضل کوئی چیز نہ پائی (1) غضب و رضا دونوں حالتوں میں حلم و بردباری کا مظاہرہ کرنا۔ (2) فقیری اور مالداری دونوں حالتوں میں میانہ روی اختیار کرنا۔ (3) پوشیدہ و اعلانیہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔[5]

---

1 ...تاریخ ابن عساکر، ذکر من اسمہ سلیمان، سلیمان بن داود... الخ، ۲۲/۲۷۴، حدیث: ۴۹۳۸.

2 ...شعب الایمان، الرابع والخمسون من شعب الایمان: وهو باب الحیاء بفصوله، فصل فی الحمام، ۶/۱۶۰، حدیث: ۷۷۷۸.

3 ... الزهد لاحمد، زهد سلیمان علیه السلام، ص۷۷، حدیث: ۴۱۵.

4 ...موسوعة ابن ابی الدنیا، کتاب الصمت و آداب اللسان، باب حفظ اللسان و فضل الصمت، ۷/۵۸، حدیث: ۴۷.

5 ...الزهد لاحمد، زهد سلیمان علیه السلام، ص۷۷، حدیث: ۴۱۴.

بیٹے کو نصیحتیں:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام اپنی اولاد کی تربیت پر خصوصی توجہ کرتے اور گاہے بگاہے انہیں نصیحت کرتے رہتے تھے، چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے ایک فرزند کو جو نصیحتیں فرمائیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

(1) اے میرے بیٹے! خوفِ خدا تجھ پر لازم ہے کیونکہ یہ ہر چیز کی انتہا ہے۔ اے میرے بیٹے! تو اس وقت تک کسی بھی کام کو ختم نہ کر جب تک کہ تو اپنے رہنما سے مشورہ نہ کر لے۔[1]

(2) اے میرے بیٹے! اپنی گھر والی کے خلاف زیادہ (یعنی حکمِ شرع سے زیادہ) غیرت مت کرنا کہ اس کی ذرا سی بھی کوئی برائی دیکھی تو اس پر برائی کی تہمت لگا دی اگرچہ وہ اس سے پاک ہو، اور زیادہ مت ہنسنا کہ زیادہ ہنسنا عقل مند شخص کے دل کو کمزور کر دیتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف کو لازم پکڑ لو کہ وہ ہر شے پہ غالب ہے۔[2]

(3) اے میرے بیٹے! شیر اور زہریلے سانپ کے پیچھے تو چل لینا لیکن کسی عورت کے پیچھے نہ چلنا۔[3] (یہ فرمان عورت کی برائی کے طور پر نہیں بلکہ عورت اور اپنے نفس کی حفاظت کے طور پر ہے کہ شیر وغیرہ سے تو آدمی ڈرتا اور بچتا ہے لیکن عورت کے پیچھے چلتے ہوئے اس کے اعضاء پر نظر پڑے تو شیطان گندے خیالات دل میں ڈال کر بہکا سکتا ہے۔)

(4) اے میرے بیٹے! مسکینی کی حالت میں گناہ زیادہ قبیح ہے، ہدایت کے بعد گمراہی بہت قبیح ہے اور ان سے زیادہ قبیح وہ شخص ہے جو عبادت کیا کرتا تھا اور اب اس نے اپنے رب کی عبادت کرنا چھوڑ دی۔[4]

(5) اے میرے بیٹے! غصہ کی کثرت سے بچتے رہو کیونکہ غصہ کی کثرت بُردبار شخص کے دل کو راہِ حق سے ہٹا دیتی ہے۔[5]

اوصاف:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ کی طرف بہت رجوع کرنے والے اور تمام اوقات تسبیح وذکر میں مشغول رہنے والے تھے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

❶... شعب الایمان، السابع والخمسون من شعب الایمان: وهو باب في حسن الخلق، فصل في ترك الغضب... الخ، ۶/ ۳۳۲، حدیث: ۸۳۹۳.

❷... شعب الایمان، الحادی عشر من شعب الایمان: وهو باب في الخوف من الله تعالى، ۱/ ۴۹۹، حدیث: ۸۳۰.

❸... الزهد لاحمد، زهد سليمان عليه السلام، ص۷۷، حدیث: ۲۱۹ . ❹... الزهد لاحمد، زهد سليمان عليه السلام، ص۷۸، حدیث: ۲۲۴.

❺... حلية الاولياء، يحيى بن ابى كثير، ۳/ ۸۲، رقم: ۳۲۵۹.

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ [1]

ترجمہ: اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا فرمایا، وہ کیا اچھا بندہ ہے بیشک وہ بہت رجوع کرنے والا ہے۔

انعاماتِ الٰہی:

اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو بہت سے خصوصی انعامات سے نوازا تھا، یہاں ان میں سے 10 انعامات کا ذکر کیا جاتا ہے:

(1) ہوا آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے تابع کر دی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ [2]

ترجمہ: اور تیز ہوا کو سلیمان کے لیے تابع بنا دیا جو اس کے حکم سے اس سرزمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکت رکھی تھی اور ہم ہر چیز کو جاننے والے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو عام معمول سے ہٹ کر طاقت و قدرت اور تصرف و اختیار عطا فرماتا ہے اور ان تصرفات و اختیارات کی نسبت اُن مقبولانِ بارگاہ کی طرف کی جا سکتی ہے جیسے یہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے حکم سے ہوا چلتی تھی حالانکہ قرآن مجید میں کئی جگہ اللہ تعالیٰ نے ہوا کے حکم خدا کے پابند ہونے کو اپنی الوہیت و توحید کی دلیل کے طور پر بیان کیا۔

(2) جنات آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے تابع کر دیئے گئے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ [3]

ترجمہ: اور کچھ جنات کو (سلیمان کے تابع کر دیا) جو اس کے لیے غوطے لگاتے اور اس کے علاوہ دوسرے کام بھی کرتے اور ہم ان جنات کو روکے ہوئے تھے۔

(3) آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو خاص علم عطا فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ [4]

ترجمہ: اور بیشک ہم نے داؤد اور سلیمان کو بڑا علم عطا فرمایا اور دونوں نے کہا: تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت بخشی۔

---

❶...پ۲۳، ص:۳۰۔ ❷...پ۱۷، الانبیاء:۸۱۔ ❸...پ۱۷، الانبیاء:۸۲۔ ❹...پ۱۹، النمل:۱۵۔

(4تا6) آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کا جانشین بنایا، پرندوں کی بولی سکھائی، بادشاہوں اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کو دی جانے والی چیزوں جیسی چیزیں عطا کی گئیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ [1]

ترجمہ: اور سلیمان داوٗد کے جانشین بنے اور فرمایا: اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہر چیز میں سے ہم کو عطا ہوا، بیشک یہی (اللہ کا) کھلا فضل ہے۔

(7،8) آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کے چشمے بہا دیئے اور آپ کے نافرمان جنات کو نارِ جہنم کی وعید سنائی، چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِؕ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖؕ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ [2]

ترجمہ: اور ہم نے اس کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہادیا اور کچھ جن (قابو میں دیدیے) جو اس کے آگے اس کے رب کے حکم سے کام کرتے تھے اور ان میں سے جو بھی ہمارے حکم سے پھرے ہم اسے بھڑکتی آگ کا عذاب چکھائیں گے۔

(9) آپ جیسی سلطنت کسی کو نہ دی گئی، چنانچہ قرآن پاک میں ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے یہ دعا فرمائی:

وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ [3]

ترجمہ: اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو بیشک تو ہی بہت عطا فرمانے والا ہے۔

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی یہ دعا قبول ہوئی اور آپ کو ویسی سلطنت عطا فرمادی گئی۔

(10) اللہ تعالیٰ نے دنیا میں عظیم ترین سلطنت کے ساتھ ساتھ حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کو آخرت میں بھی اعلیٰ مقام عطا فرمایا، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ [4]

ترجمہ: اور بیشک اس کے لیے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانہ ہے۔

1...پ۱۹، النمل:۱٦۔ 2...پ۲۲، سبا:۱۲۔ 3...پ۲۳، ص:۳۵۔ 4...پ۲۳، ص:۴۰۔

باب:3

سیرتِ سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے اہم واقعات

بچپن میں ایک کھیتی کے متعلق شاندار فیصلہ:

رات کے وقت کچھ لوگوں کی بکریاں ایک شخص کے کھیت میں چلی گئیں، ان کے ساتھ کوئی چَرانے والا نہ تھا اور وہ کھیتی کھا گئیں، یہ مقدمہ حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کے سامنے پیش ہوا، آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے تجویز دی کہ بکریاں کھیتی والے کو دے دی جائیں کیونکہ بکریوں کی قیمت کھیتی کے نقصان کے برابر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس معاملے کا ایک بہترین حل حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کو سمجھا دیا، چنانچہ جب یہ معاملہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے فرمایا: فریقین کے لئے اس سے زیادہ آسانی کی صورت بھی ہو سکتی ہے۔ اس وقت حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کی عمر شریف گیارہ سال کی تھی۔ حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام نے آپ سے فرمایا: وہ صورت بیان کریں۔ حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے یہ تجویز پیش کی کہ بکری والا کاشت کرے اور جب تک کھیتی اُس حالت کو پہنچے جس حالت میں بکریوں نے کھائی ہے، اُس وقت تک کھیتی والا بکریوں کے دودھ وغیرہ سے نفع اٹھائے اور کھیتی اس حالت پر پہنچ جانے کے بعد کھیتی والے کو کھیتی دے دی جائے، بکری والے کو اس کی بکریاں واپس کر دی جائیں۔ یہ تجویز حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام نے پسند فرمائی۔

قرآنِ پاک میں ہے:

وَ دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْكُمٰنِ فِی الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِیْهِ غَنَمُ الْقَوْمِۚ-وَ كُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِیْنَ(٧٨) فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَۚ-وَ كُلًّا اٰتَیْنَا حُكْمًا وَّ عِلْمًا [1]

ترجمہ: اور داوٗد اور سلیمان کو یاد کرو جب وہ دونوں کھیتی کے بارے میں فیصلہ کر رہے تھے جب رات کو اس میں کچھ لوگوں کی بکریاں چھوٹ گئیں اور ہم ان کے فیصلے کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا اور دونوں کو حکومت اور علم عطا کیا۔

---

[1] ...پ١٧، الانبیاء: ٧٨، ٧٩۔

یہاں ایک اہم بات قابلِ توجہ ہے کہ اس معاملہ میں یہ دونوں حکم اجتہادی تھے اور ان کی شریعت کے مطابق تھے۔ ہماری شریعت میں حکم یہ ہے کہ اگر چَرانے والا ساتھ نہ ہو تو جانور جو نقصان کرے اس کا ضمان لازم نہیں۔ امام مجاہد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کا قول ہے کہ حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام نے جو فیصلہ کیا تھا وہ اس مسئلہ کا حکم تھا اور حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے جو تجویز فرمائی یہ صلح کی صورت تھی۔[1]

نیز اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اِجتہاد برحق ہے اور اجتہاد کی اہلیت رکھنے والے کو اجتہاد کرنا چاہیے۔ نبی عَلَیْہِ السَّلَام بھی اجتہاد کر سکتے ہیں کیونکہ ان دونوں حضرات کے یہ حکم اجتہاد سے تھے نہ کہ وحی سے۔ نبی عَلَیْہِ السَّلَام کے اجتہاد میں خطا بھی ہو سکتی ہے تو غیر نبی میں بدرجہ اَولیٰ غلطی کا اِحتمال ہے۔ خطا ہونے پر اجتہاد کرنے والا گنہگار نہیں ہو گا۔ ایک اجتہاد دوسرے اجتہاد سے ٹوٹ سکتا ہے البتہ نَص اِجتہاد سے نہیں ٹوٹ سکتی۔ نبی عَلَیْہِ السَّلَام خطاءِ اِجتہادی پر قائم نہیں رہتے، اللہ تعالیٰ اصلاح فرما دیتا ہے۔

ایک بچے کی ماں کا فیصلہ:

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: دو عورتیں تھیں جن کے ساتھ ان کے بچے تھے، بھیڑیا آیا ایک کا بچہ لے گیا۔ اس کی ساتھ والی بولی کہ بھیڑیا تیرا بچہ لے گیا ہے اور دوسری نے کہا کہ تیرا بچہ لے گیا ہے۔ چنانچہ وہ دونوں حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس فیصلہ لے گئیں، آپ نے بڑی کے حق میں اس کا فیصلہ کر دیا۔ وہ دونوں حضرت سلیمان بن داؤد عَلَیْہِمَا السَّلَام کے پاس گئیں انہیں یہ خبر دی، آپ نے فرمایا: چھری لاؤ۔ میں تم دونوں کے درمیان بچے کے دو ٹکڑے تقسیم کر دوں، تو چھوٹی بولی اللہ آپ پر رحمت کرے، یہ نہ کریں، یہ اس بڑی کا بچہ ہے۔ تب آپ نے چھوٹی کے حق میں اس کا فیصلہ کر دیا۔[2]

حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام کی جانشینی:

حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام کے وصال ظاہری کے بعد حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام ان کے جانشین بنے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

1 ...مدارک، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۷۹، ص ۷۲۳، ملتقطاً.

2 ...بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالی: ووھبنا لداود... الخ، ۲/۴۵۱، حدیث: ۳۴۲۷.

وَ وَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ[1] **ترجمہ:** اور سلیمان داؤد کے جانشین بنے۔

یہاں آیت میں نبوت، علم اور ملک میں جانشینی مراد ہے مال کی وراثت مراد نہیں۔ اس سے متعلق مزید تفصیل صفحہ 719 پر ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کی آزمائش:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لَقَدْ فَتَنَّا سُلَیْمٰنَ وَ اَلْقَیْنَا عَلٰى كُرْسِیِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ[2] **ترجمہ:** اور بیشک ہم نے سلیمان کو آزمایا اور اس کے تخت پر ایک بے جان بدن ڈال دیا پھر اس نے رجوع کیا۔

علامہ ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان نہیں فرمایا کہ جس آزمائش میں حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کو مبتلا کیا گیا وہ کیا تھی اور نہ ہی یہ بیان فرمایا ہے کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے تخت پر جس بے جان جسم کو ڈالا گیا اس کا مصداق کون ہے، البتہ اس کی تفسیر کے زیادہ قریب وہ حدیث ہے جس میں حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے اِنْ شَآءَ اللہ نہ کہنے کا ذکر ہے۔[3]

وہ حدیث یہ ہے، حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے، سرکار دو عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا تھا کہ میں آج رات میں اپنی 90 بیویوں کے پاس جاؤں گا، ان میں سے ہر ایک حاملہ ہو گی اور ہر ایک سے راہ خدا میں جہاد کرنے والا سوار پیدا ہو گا، لیکن یہ فرماتے وقت زبان مبارک سے اِنْ شَآءَ اللہ تعالیٰ نہ فرمایا تو ایک عورت کے علاوہ کوئی بھی عورت حاملہ نہ ہوئی اور اس کے ہاں بھی ناقص بچہ پیدا ہوا۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اس کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے اِنْ شَآءَ اللہ فرمایا ہوتا تو ان سب عورتوں کے ہاں لڑکے ہی پیدا ہوتے اور وہ راہِ خدا میں جہاد کرتے۔[4]

نوٹ: ایک روایت میں ستر اور ایک روایت میں سو بیویوں کے پاس جانے کا بھی ذکر ہے۔ یہاں بعض لوگوں کو

---

❶...پ۱۹، النمل: ۱۶. ❷...پ۲۳، ص: ۳۴. ❸...البحر المحیط، ص، تحت الآیۃ: ۳۴، ۷/۳۸۱.

❹...بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب کیف کانت یمین النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۴/۲۸۵، حدیث: ۶۶۳۹.

یہ شبہ ہوتا ہے کہ ایک رات میں اتنی بیویوں کے پاس جانا کیسے ممکن ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ظاہری عقل سے ہر معجزہ ہی ناممکن ہے۔ خود حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے تخت کا ہوا میں اڑنا بھی ظاہراً ناممکن ہے لیکن بطورِ معجزہ کے ممکن بلکہ ثابت ہے تو اوپر کا معاملہ بھی وقت کے پھیلنے کے معجزے سے تعلق رکھتا ہے، جیسے شبِ معراج نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لئے وقت پھیلا دیا گیا۔

حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کی دعائے مغفرت:

حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے اِنْ شَآءَ اللہ کہنے کی بھول پر استغفار کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کی:

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ [1] **ترجمہ:** اے میرے رب! مجھے بخش دے۔

علامہ ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: (مستحب کاموں کے نہ کر سکنے پر بھی) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی اور انکساری کا اظہار کر کے اس پر مغفرت طلب کرنا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام اور صالحین کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک ادب ہے تاکہ ان کے مقام و مرتبہ میں ترقی ہو۔ [2]

بے مثل سلطنت کی دعا اور اس کی قبولیت:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے مزید یہ دعا فرمائی:

وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ [3]

ترجمہ: اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو بیشک تو ہی بہت عطا فرمانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا کو شرفِ قبولیت سے نوازا اور آپ کو ویسی سلطنت عطا فرما دی، اس سلطنت کی کچھ جھلکیاں درج ذیل ہیں:

(1) اللہ تعالیٰ نے ہوا آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے قابو میں کر دی کہ وہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے حکم سے اور جہاں آپ چاہتے اس طرف فرمانبردارانہ طریقے پر نرم نرم چلتی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

1... پ۲۳، ص: ۳۵۔ 2... البحر المحیط، ص، تحت الآیۃ: ۳۵، ۷/۳۸۱۔ 3... پ۲۳، ص: ۳۵۔

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَیْثُ اَصَابَ[1]

ترجمہ: تو ہم نے ہوا سلیمان کے قابو میں کر دی کہ اس کے حکم سے نرم نرم چلتی جہاں وہ پہنچنا چاہتے۔

(2) ہر معمار اور غوطہ خور جن آپ عَلَیْهِ السَّلَام کے تابع کر دیا، معمار آپ عَلَیْهِ السَّلَام کے حکم سے آپ عَلَیْهِ السَّلَام کی مرضی کے مطابق عجیب و غریب عمارتیں تعمیر کرتا اور غوطہ خور آپ عَلَیْهِ السَّلَام کے لئے سمندر سے موتی نکالتا۔ دنیا میں سب سے پہلے سمندر سے موتی نکلوانے والے آپ عَلَیْهِ السَّلَام ہی ہیں۔ یونہی سرکش شیطان بھی آپ عَلَیْهِ السَّلَام کے لئے مسخر کر دیئے گئے جنہیں آپ عَلَیْهِ السَّلَام ادب سکھانے اور فساد سے روکنے کے لئے بیڑیوں اور زنجیروں میں جکڑوا کر قید کر دیتے تھے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَالشَّیٰطِیْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ وَّاٰخَرِیْنَ مُقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ[2]

ترجمہ: اور ہر معمار اور غوطہ خور جن کو۔ اور دوسرے بیڑیوں میں جکڑے ہوئے (جنوں کو سلیمان کے تابع کر دیا)۔

(3) آپ کو دینے اور نہ دینے کا اختیار دیا گیا کہ جیسی مرضی ہو ویسے کریں۔[3]

قرآنِ پاک میں ہے:

هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَیْرِ حِسَابٍ[4]

ترجمہ: یہ ہماری عطا ہے تو تم احسان کرو یا روک رکھو (تم پر) کوئی حساب نہیں۔

حضرت سلیمان عَلَیْهِ السَّلَام کے لشکروں کی تعداد:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَحُشِرَ لِسُلَیْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّیْرِ فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ[5]

ترجمہ: اور سلیمان کے لیے جنوں اور انسانوں اور پرندوں سے اس کے لشکر جمع کر دیئے گئے تو وہ روکے جاتے تھے۔

---

1 ...پ۲۳، ص: ۳۶۔ 2 ...پ۲۳، ص: ۳۷، ۳۸۔

3 ...خازن، ص، تحت الآیة: ۳۵-۳۹، ۴/۴۲، مدارک، ص، تحت الآیة: ۳۵-۳۹، ص۱۰۲۲، ملتقطاً۔ 4 ...پ۲۳، ص: ۳۹۔

5 ...پ۱۹، النمل: ۱۷۔

اس آیت کا ایک مفہوم یہ ہے کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے لئے مختلف مقامات سے جنوں، انسانوں اور پرندوں کے لشکروں کو جمع کر دیا گیا اور اس لشکر کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ ان کا انتظام کرنے کے لئے اگلوں کو آگے بڑھنے سے روکا جاتا تاکہ سب جمع ہو جائیں، اس کے بعد انہیں چلایا جاتا تھا۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے لیے جنوں اور انسانوں اور پرندوں سے اس کے لشکر جمع کر دیئے گئے تو وہ پہلے ایک جگہ ترتیب سے روکے جاتے تھے پھر انہیں کہیں روانہ کیا جاتا تھا۔ [1]

حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے لیے جنات کے کام:

جنات حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے لیے مختلف چیزیں بناتے تھے، جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَ تَمَاثِيْلَ وَ جِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَ قُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ اِعْمَلُوْۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَ قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ [2]

ترجمہ: وہ جنات سلیمان کے لیے ہر وہ چیز بناتے تھے جو وہ چاہتا تھا، اونچے اونچے محل اور تصویریں اور بڑے بڑے حوضوں کے برابر پیالے اور ایک ہی جگہ جمی ہوئی دیگیں۔ اے داؤد کی آل! شکر کرو اور میرے بندوں میں شکر والے کم ہیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جنات حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے لئے ہر وہ چیز بناتے تھے جو وہ چاہتے تھے۔ ان میں سے چند چیزیں یہ ہیں:

(1) اونچے اونچے محل، عالی شان عمارتیں، مسجدیں اور انہیں میں سے بیت المقدس بھی ہے۔

(2) تانبے، بلور اور پتھر وغیرہ سے درندوں اور پرندوں وغیرہ کی تصویریں۔ یاد رہے کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کی شریعت میں تصویر بنانا حرام نہ تھا۔

(3) بڑے بڑے حوضوں کے برابر کھانے کے پیالے۔ یہ پیالے اتنے بڑے ہوتے تھے کہ ایک پیالے میں ایک ہزار آدمی کھانا کھاتے تھے۔

(4) ایک ہی جگہ جمی ہوئی دیگیں۔ یہ دیگیں اپنے پایوں پر قائم تھیں اور بہت بڑی تھیں حتی کہ اپنی جگہ سے

---

1 ...ابو سعود، النمل، تحت الآیۃ: ۱۷، ۴/۱۹۱، ۱۹۲، ملخصاً۔ 2 ...پ ۲۲، سبا: ۱۳۔

ہٹائی نہیں جاسکتی تھیں، لوگ سیڑھیاں لگا کر ان پر چڑھتے تھے اور یہ یمن میں تھیں۔ [1]

حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے سفر کی حیرت انگیز رفتار:

اللہ تعالیٰ نے چونکہ ہوا کو حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے قابو میں دے دیا تھا اس لیے آپ عَلَیْہِ السَّلَام ہوا کے دوش پر انتہائی تیز رفتاری سے سفر فرماتے تھے اور اس رفتار کا عالم یہ ہوتا تھا کہ صبح کے وقت چلتے تو دوپہر تک اتنا سفر کر لیتے جتنا ایک تیز رفتار گھوڑے سوار ایک مہینے میں طے کرتا تھا اور شام کے وقت چلتے تو رات تک ایک مہینے کی راہ کے برابر سفر کر لیتے تھے، چنانچہ مروی ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام صبح کے وقت دمشق سے روانہ ہوتے تو دوپہر کو قیلولہ اُصْطَخر میں فرماتے۔ یہ ملک فارس کا ایک شہر ہے اور دمشق سے ایک مہینہ کی راہ پر ہے اور شام کو اُصْطَخر سے روانہ ہوتے تو رات کو کابل میں آرام فرماتے۔ یہ بھی تیز سوار کے لئے ایک مہینے کا راستہ ہے۔ [2]

قرآن پاک میں ہے:

وَ لِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّ رَوَاحُهَا شَهْرٌ [3]

ترجمہ: اور ہوا کو سلیمان کے قابو میں دیدیا، اس کا صبح کا چلنا ایک مہینہ کی راہ اور شام کا چلنا ایک مہینے کی راہ (کے برابر) ہوتا تھا۔

حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کی بادشاہی اور عاجزی:

اتنی عظیم الشّان سلطنت کے مالک ہونے کے باوجود آپ عَلَیْہِ السَّلَام فخر و تکبر سے دور اور عاجزی واِنکساری کے عظیم پیکر تھے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے، حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام اپنے ہمراہیوں کے درمیان یوں جارہے تھے کہ پرندوں نے آپ پر سایہ کر رکھا تھا اور جن و انسان آپ کی دائیں بائیں جانب تھے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام بنی اسرائیل کے ایک عبادت گزار کے پاس سے گزرے تو اس نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اے حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام کے بیٹے! آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی بادشاہی عطا فرمائی ہے۔ حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے یہ بات سن کر فرمایا: مومن کے نامۂ اعمال میں ایک تسبیح اُس سے بہتر ہے جو حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام کے بیٹے کو دیا گیا ہے کیونکہ جو کچھ اسے دیا گیا وہ چلا جائے گا جبکہ تسبیح

---

1 ... جلالین، السبأ، تحت الآیۃ: ١٣، ص٣٦٠، مدارک، سبأ، تحت الآیۃ: ١٣، ص٩٥٨، خازن، سبأ، تحت الآیۃ: ١٣، ٣/٥١٨، ٥١٩، ملتقطاً۔

2 ... مدارک، سبأ، تحت الآیۃ: ١٢، ص٩٥٨۔ 3 ... پ٢٢، سبأ: ١٢۔

باقی رہے گی۔[1]

اور ایک روایت میں ہے: حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے ایک دن پرندوں، انسانوں، جنوں اور حیوانات سے فرمایا: نکلو! پس آپ دولاکھ انسانوں اور دولاکھ جنوں کے ساتھ نکلے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو اوپر بلند کیا گیا یہاں تک کہ آپ نے آسمانوں میں فرشتوں کی تسبیح کی آواز سنی، پھر نیچے لایا گیا یہاں تک کہ آپ کے پاؤں مبارک سمندر کو چھونے لگے۔ اس کے بعد آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ایک آواز سنی کہ اگر تمہارے آقا (حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام) کے دل میں ایک ذرے کے برابر بھی تکبر ہوتا تو انہیں جس قدر بلند کیا گیا ہے اس سے بھی زیادہ نیچے دھنسا دیا جاتا۔[2] (یعنی حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے قلبِ اطہر میں ایک لمحے کے لئے بھی اپنی بڑائی اور دوسروں کی تحقیر کا خیال نہ آیا۔)

حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کی گھوڑوں سے محبت:

قرآن مجید میں امورِ سلطنت کے متعلق حکمرانوں کی تربیت کے لئے حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کی خدمت میں ظہر کی نماز کے بعد جہاد کے لئے ایک ہزار گھوڑے پیش کئے گئے تاکہ وہ انہیں دیکھ لیں اور ان کے احوال کی کیفیت سے واقف ہوجائیں، ان گھوڑوں میں خوبی یہ تھی کہ وہ تین پاؤں پر کھڑے اور چوتھے سم کا کنارہ زمین پر لگائے ہوئے تھے جو ایک خوبصورت انداز تھا اور وہ بہت تیز دوڑنے والے تھے۔ انہیں دیکھ کر حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: میں ان سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور دین کی تقویت و تائید کے لئے محبت کرتا ہوں یعنی میری ان کے ساتھ محبت دنیوی غرض سے نہیں ہے۔ پھر حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں چلانے کا حکم دیا یہاں تک کہ وہ نظر سے غائب ہوگئے، پھر حکم دیا کہ انہیں میرے پاس واپس لاؤ، جب گھوڑے واپس پہنچے تو حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ اس ہاتھ پھیرنے کی چند وجوہات تھیں:

(1) گھوڑوں کی عزت و شرف کا اظہار مقصود تھا کہ وہ دشمن کے مقابلے میں بہتر مددگار ہیں۔

(2) امورِ سلطنت کی خود نگرانی فرمائی تاکہ تمام حکام مستعد رہیں۔

---

1 ... احیاء علوم الدین، کتاب ذم الدنیا، بیان ذم الدنیا، ۳/ ۲۵۰، ۲۵۱.

2 ... احیاء علوم الدین، کتاب ذم الکبر والعجب، الشطر الاول من الکتاب فی الکبر، بیان ذم الکبر، ۳/ ۴۱۳.

(3) آپ عَلَیْہِ السَّلَام گھوڑوں کے احوال اور ان کے امراض و عیوب کے اعلیٰ ماہر تھے، ان پر ہاتھ پھیر کر اُن کی حالت کا امتحان فرماتے تھے۔[1]

قرآنِ پاک میں ہے:

اِذْ عُرِضَ عَلَیْهِ بِالْعَشِیِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِیَادُ ﴿۳۱﴾ فَقَالَ اِنِّیْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّیْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿۳۲﴾ رُدُّوْهَا عَلَیَّ ؕ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَ الْاَعْنَاقِ [2]

ترجمہ: جب اس کے سامنے شام کے وقت ایسے گھوڑے پیش کئے گئے جو تین پاؤں پر کھڑے (اور) چوتھے سم کا کنارہ زمین پر لگائے ہوئے تھے، بہت تیز دوڑنے والے تھے۔ تو سلیمان نے کہا: مجھے اپنے رب کی یاد کے لئے ان گھوڑوں کی محبت پسند آئی ہے (پھر انہیں چلانے کا حکم دیا) یہاں تک کہ وہ نگاہ سے پردے میں چھپ گئے۔ (پھر حکم دیا کہ) انہیں میرے پاس واپس لاؤ تو ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

مذکورہ واقعہ کی حکمتیں: اس واقعہ کے بیان میں کئی حکمتیں ہیں: (۱) حکمران امورِ سلطنت کی نگرانی میں بہت سے معاملات کو خود بھی دیکھے۔ (۲) ریاست و سلطنت سے متعلقہ امور میں حکمران کو واقفیت اور تجربہ و مہارت ہونی چاہیے۔ (۳) حکومت کے معالات میں بھی رضائے الٰہی کو مقصودِ اصلی سمجھے اور حسنِ نیت سے یہ امور سرانجام دے۔ (۴) حکومت کی مصروفیت ذکرِ خداوندی سے غافل نہ کرے۔

بعض لوگوں نے ان آیات کی تفسیر میں بہت سے غلط اقوال لکھ دیئے ہیں جن کی صحت پر کوئی دلیل نہیں اور وہ محض حکایات ہیں جو مضبوط دلائل کے سامنے کسی طرح قابلِ قبول نہیں جبکہ مذکورہ بالا کلام الفاظِ قرآنی سے بالکل مطابق ہے۔[3]

حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے ایک ساتھی اور ملک الموت عَلَیْہِ السَّلَام:

ایک مرتبہ ملک الموت عَلَیْہِ السَّلَام حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ کے پاس بیٹھے

---

❶... جلالین، ص، تحت الآیۃ: ۳۱-۳۳، ص ۳۸۲، تفسیر کبیر، ص، تحت الآیۃ: ۳۱-۳۳، ۹/ ۳۸۹-۳۹۲، ملتقطاً۔

❷... پ۲۳، ص: ۳۱-۳۳۔ ❸... جلالین، ص، تحت الآیۃ: ۳۱-۳۳، ص ۳۸۲، تفسیر کبیر، ص، تحت الآیۃ: ۳۱-۳۳، ۹/ ۳۸۹-۳۹۲، ملتقطاً۔

ہوئے افراد میں سے ایک شخص کی طرف دیکھنا شروع کیا اور مسلسل اسے ہی دیکھتے رہے۔جب وہ تشریف لے گئے تو اس شخص نے حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام سے عرض کی: یہ کون تھے ؟فرمایا: یہ ملک الموت عَلَیْہِ السَّلَام تھے۔ عرض کی: آپ نے غور کیا کہ وہ مجھے ایسے دیکھ رہے تھے جیسے میری ہی روح قبض کرنا چاہتے ہوں۔ فرمایا: پھر تو کیا چاہتا ہے؟ عرض کی: میں چاہتا ہوں کہ ہوا مجھے اٹھا کر ہند کی سرزمین میں ڈال دے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ہوا کو حکم دیا تو اس نے اسے اٹھا کر سرزمین ہند میں ڈال دیا۔اس کے بعد دوبارہ ملک الموت عَلَیْہِ السَّلَام بارگاہِ سلیمان میں حاضر ہوئے تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: تم میرے ساتھیوں میں سے ایک شخص کی طرف مسلسل دیکھ رہے تھے (کیا اس کی کوئی خاص وجہ تھی؟) عرض کی: اسے دیکھ کر مجھے تعجب ہو رہا تھا کیونکہ مجھے تو یہ حکم دیا گیا کہ (تھوڑی دیر میں) ہند کی سرزمین میں اس کی روح قبض کروں لیکن وہ تو آپ کی بارگاہ میں حاضر تھا۔[1]

حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام اور چیونٹی کا واقعہ:

حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام چیونٹیوں کی بولی سننے اور سمجھنے کی طاقت رکھتے تھے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ایک مرتبہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام اپنے لشکروں کے ساتھ پیدل سفر فرما رہے تھے، اس دوران جب طائف یا شام میں اس وادی سے گزرے جہاں چیونٹیاں بکثرت تھیں تو چیونٹیوں کی ملکہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے لشکر کو دیکھ کر کہنے لگی:

يٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ[2]

ترجمہ: اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ، کہیں سلیمان اور ان کے لشکر بے خبری میں تمہیں کچل نہ ڈالیں۔

ملکہ نے یہ اس لئے کہا کہ وہ جانتی تھی کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نبی ہیں، عدل کرنے والے ہیں، جبر اور زیادتی ان کی شان نہیں ہے، اس لئے اگر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے لشکر سے چیونٹیاں کچلی جائیں گی تو بے خبری ہی میں کچلی جائیں گی کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ گزرتے ہوئے اس طرف توجہ نہ کریں۔ حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے چیونٹی کی یہ بات تین میل دور سے ہی سن لی تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام اس کے چیونٹیوں کی حفاظت، ان کی ضروریات کی تدبیر اور چیونٹیوں کو نصیحت کرنے پر تعجب کرتے ہوئے مسکرا کر ہنس پڑے اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کی:

---

1 ...الزھد لاحمد، زھد سلیمان علیہ السلام، ص۷۸، حدیث:۲۲۲۔ 2 ...پ۱۹، النمل:۱۸۔

رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰى وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ [1]

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیرے اس احسان کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیا اور (مجھے توفیق دے) کہ میں وہ نیک کام کروں جس پر تو راضی ہو اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے ان بندوں میں شامل کر جو تیرے خاص قرب کے لائق ہیں۔

پھر جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام چیونٹیوں کی وادی کے قریب پہنچے تو اپنے لشکروں کو ٹھہرنے کا حکم دیا یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے گھروں میں داخل ہو گئیں۔ [2]

ایک چیونٹی کی بارش کے لیے دعا:

حضرت ابو صدیق ناجی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ سے مروی ہے کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام بارش کی دعا کے لیے باہر نکلے تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ایک چیونٹی دیکھی جو اپنے پاؤں آسمان کی طرف اٹھائے کہہ رہی تھی: اے اللہ! میں بھی تیری مخلوق میں سے ایک مخلوق ہوں، اور ہم تیرے رزق سے بے نیاز نہیں ہو سکتے، پس تو ہمیں دوسروں کے گناہوں کے سبب ہلاک نہ فرما۔ حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے یہ دیکھ کر فرمایا: واپس لوٹ چلو، اس چیونٹی کی دعا سے ضرور بارش برسے گی۔ [3]

ہُدہُد پرندے کی غیر حاضری:

ایک سفر کے دوران ہدہد پرندے کے حوالے سے ایک واقعہ قرآن مجید میں بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے ایک جگہ پرندوں کا جائزہ لیا تو فرمایا:

مَا لِیَ لَاۤ اَرَى الْهُدْهُدَ ﳲ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآىٕبِیْنَ ﴿۲۰﴾ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِیْدًا اَوْ

ترجمہ: مجھے کیا ہوا کہ میں ہُدہُد کو نہیں دیکھ رہا یا وہ واقعی غیر حاضروں میں سے ہے۔ میں ضرور ضرور اسے

---

1 ...پ۱۹، النمل: ۱۹۔

2 ...جلالین، النمل، تحت الآیۃ: ۱۸، ۱۹، ص۳۱۸، خازن، النمل، تحت الآیۃ: ۱۸، ۳/ ۴۰۵، مدارک، النمل، تحت الآیۃ: ۱۹، ص۸۴۲، ملتقطاً۔

3 ...احیاء علوم الدین، کتاب الاذکار والدعوات، الباب الثانی فی آداب الدعاء... الخ، آداب الدعاء، ۱/ ۴۰۷۔

لَاَاذْبَحَنَّهٗۤ اَوْ لَیَاْتِیَنِّیْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ[1] سخت سزا دوں گا یا اسے ذبح کر دوں گا یا وہ کوئی واضح دلیل میرے پاس لائے۔

سخت سزا سے مراد اس کے پر اُکھاڑ کر، یا اسے اُس کے پیاروں سے جدا کر کے، یا اسے اُس کے ساتھیوں کا خادم بنا کر، یا اُسے غیر جانوروں کے ساتھ قید کرنے کی صورت میں سزا دینا ہے۔[2]

نیز ہُدہُد کو مصلحت کے مطابق سزا دینا حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے لئے حلال تھا اور جب پرندے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے لئے مسخر کر دیئے گئے تھے تو تادیب وسیاست اس تسخیر کا تقاضا ہے کہ اس کے بغیر تسخیر مکمل نہیں ہوتی۔[3]

مفسرین نے حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے پرندوں کا جائزہ لینے اور ہُدہُد کے بارے میں دریافت کرنے کا ایک سبب یہ بیان کیا ہے کہ جب حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کسی جگہ پر اترتے تو ہدہد حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کو پانی کی جگہ کے بارے میں بتادیتا تھا کیونکہ اس میں یہ صلاحیت تھی کہ وہ زمین کے اندر موجود پانی بھی دیکھ لیتا اور پانی کے قریب یا دور ہونے کے بارے میں جان لیتا تھا، جہاں اسے پانی نظر آتا وہ اپنی چونچ سے اس جگہ کو کریدنا شروع کر دیتا، پھر جنات آتے اور اس جگہ کو کھود کر تھوڑی دیر میں پانی نکال لیتے۔ حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام جب اس جگہ اترے تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو پانی کی حاجت ہوئی۔ لشکر والوں نے پانی تلاش کیا لیکن انہیں نہ ملا۔ ہدہد کو دیکھا گیا تاکہ وہ پانی کے بارے میں بتائے لیکن وہ یہاں موجود نہ تھا، اس لئے آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: میں ہدہد کو یہاں موجود نہیں پاتا۔[4]

ہُدہُد کی بارگاہِ سلیمان میں حاضری اور ملکہ بلقیس کی خبر:

ہدہد زیادہ دیر تک غیر حاضر نہ رہا بلکہ جلد ہی حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے دربار شریف میں حاضر ہو گیا اور انتہائی ادب، عاجزی اور انکساری کے ساتھ معافی طلب کر کے عرض کرنے لگا:

اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَ جِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ یَّقِیْنٍ ﴿۲۲﴾ اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَ اُوْتِیَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ وَّ لَهَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ ﴿۲۳﴾ وَجَدْتُّهَا

ترجمہ: کہ میں وہ بات دیکھ کر آیا ہوں جو آپ نے نہ دیکھی اور میں ملکِ سبا سے آپ کے پاس ایک یقینی خبر لایا ہوں۔ میں نے ایک عورت دیکھی جو لوگوں پر

---

❶...پ۱۹، النمل: ۲۰، ۲۱۔ ❷...جمل، النمل، تحت الآیۃ: ۲۰، ۵/۴۳۱، مدارک، النمل، تحت الآیۃ: ۲۰، ۲۱، ص۸۴۲، ملتقطاً۔

❸...مدارک، النمل، تحت الآیۃ: ۲۱، ص۸۴۲۔ ❹...خازن، النمل، تحت الآیۃ: ۲۰، ۳/۴۰۶۔

وَ قَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۲۴﴾ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ يَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَ مَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ [1]

بادشاہی کر رہی ہے اور اسے ہر چیز میں سے ملا ہے اور اس کا ایک بہت بڑا تخت ہے۔ میں نے اسے اور اس کی قوم کو پایا کہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال ان کی نگاہ میں اچھے بنادیئے تو انہیں سیدھی راہ سے روک دیا تو وہ سیدھا راستہ نہیں پاتے۔ (شیطان نے انہیں روک دیا) تاکہ وہ اس اللہ کو سجدہ نہ کریں جو آسمانوں اور زمین میں چھپی ہوئی چیزوں کو نکالتا ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو سب کو جانتا ہے۔ اللہ وہ ہے کہ اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے۔

حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کا ملکہ بلقیس کی طرف خط:

حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے ہدہد سے فرمایا:

سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ [2]

ترجمہ: ہم ابھی دیکھتے ہیں کہ تو نے سچ کہا یا تو جھوٹوں میں سے ہے۔

اس کے بعد حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے ایک مکتوب لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ ”اللہ کے بندے سلیمان بن داؤد کی جانب سے شہر سبا کی ملکہ بلقیس کی طرف۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اُس پر سلام جو ہدایت قبول کرے۔ اس کے بعد مدعا یہ ہے کہ تم مجھ پر بلندی نہ چاہو اور میری بارگاہ میں اطاعت گزار ہو کر حاضر ہو جاؤ۔“ اس مکتوب پر آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی مہر لگائی اور ہدہد سے فرمایا:

اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ [3]

ترجمہ: میرا یہ فرمان لے جاؤ اور اسے ان کی طرف ڈال دو پھر ان سے الگ ہٹ کر دیکھنا کہ وہ کیا جواب

---

1 …پ۱۹، النمل: ۲۲-۲۶۔ 2 …پ۱۹، النمل: ۲۷۔ 3 …پ۱۹، النمل: ۲۸۔

دیتے ہیں۔

چنانچہ ہدہد وہ مکتوبِ گرامی لے کر بلقیس کے پاس پہنچا، اس وقت بلقیس کے گرد اس کے اُمرا اور وزراء کا مجمع تھا۔ ہدہد نے وہ مکتوب بلقیس کی گود میں ڈال دیا۔ ملکہ بلقیس اس مکتوب پر مہر دیکھ کر کہنے لگی:

يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّیْۤ اُلْقِیَ اِلَیَّ كِتٰبٌ كَرِیْمٌ ﴿۲۹﴾ اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿۳۰﴾ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَ اْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ[1]

ترجمہ: اے سردارو! بیشک میری طرف ایک عزت والا خط ڈالا گیا ہے۔ بیشک وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور بیشک وہ اللہ کے نام سے ہے جو نہایت مہربان رحم والا ہے۔ یہ کہ میرے مقابلے میں بلندی نہ چاہو اور میرے پاس فرمانبردار بنتے ہوئے حاضر ہو جاؤ۔

بلقیس نے اس خط کو عزت والا اس لئے کہا کہ اس پر مہر لگی ہوئی تھی، اس سے اس نے جانا کہ مکتوب بھیجنے والا جلیل القدر بادشاہ ہے یا اس لئے عزت والا کہا کہ اس مکتوب کی ابتداء اللہ تعالیٰ کے نام پاک سے تھی۔[2]

بلقیس کا اپنے وزراء سے مشورہ:

مکتوب کا مضمون سنا کر بلقیس اپنی مملکت کے وزراء کی طرف متوجہ ہوئی اور کہا:

يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِیْ فِیْۤ اَمْرِیْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ[3]

ترجمہ: اے سردارو! میرے اس معاملے میں مجھے رائے دو میں کسی معاملے میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک تم میرے پاس موجود نہ ہو۔

سرداروں نے کہا:

نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّ اُولُوْا بَاْسٍ شَدِیْدٍ ﳔ وَّ الْاَمْرُ اِلَیْكِ فَانْظُرِیْ مَا ذَا تَاْمُرِیْنَ[4]

ترجمہ: ہم قوت والے اور بڑی سخت لڑائی والے ہیں اور اختیار تو تمہارے ہی پاس ہے تو تم غور کرلو کہ تم کیا حکم دیتی ہو؟

1...پ۱۹، النمل:۲۹-۳۱۔ 2...خازن، النمل، تحت الآیۃ:۲۷-۳۱، ۳/۴۰۹،۴۰۸، مدارک، النمل، تحت الآیۃ:۲۷-۳۱، ص۸۴۴، ۸۴۵، جلالین، النمل، تحت الآیۃ:۲۷-۳۱، ص۳۱۹، ملتقطاً۔ 3...پ۱۹، النمل:۳۲۔ 4...پ۱۹، النمل:۳۳۔

اس سے اُن کی مراد یہ تھی کہ اگر تیری رائے جنگ کی ہو تو ہم لوگ اس کے لئے تیار ہیں کیونکہ ہم بہادر اور شجاع ہیں، قوت و توانائی والے ہیں، کثیر فوجیں رکھتے ہیں اور جنگ آزما ہیں، نیز ہم جنگی لوگ ہیں، رائے اور مشورہ دینا ہمارا کام نہیں، تم خود صاحب عقل اور صاحب تدبیر ہو، ہم بہر حال تیری اطاعت کریں گے۔ [1]

جب بلقیس نے دیکھا کہ یہ لوگ جنگ کی طرف مائل ہیں تو اُس نے انہیں اُن کی رائے کی خطا پر آگاہ کیا اور جنگ کے نتائج سامنے رکھتے ہوئے کہا:

قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَةً اَفْسَدُوْهَا وَ جَعَلُوْۤا اَعِزَّةَ اَهْلِهَاۤ اَذِلَّةً ۚ وَ كَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ [2]	**ترجمہ**: اس نے کہا: بیشک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ کر دیتے ہیں اور اس کے عزت والوں کو ذلیل کر دیتے ہیں اور وہ ایسا ہی کرتے ہیں۔

ملکہ بلقیس چونکہ بادشاہوں کی عادت جانتی تھی اِس لئے اُس نے یہ کہا اور اُس کی مراد یہ تھی کہ جنگ مناسب نہیں ہے، اس میں ملک اور اس کے باشندوں کی تباہی و بربادی کا خطرہ ہے۔ اس بات میں ملکہ کی دانائی جھلکتی ہے۔

بلقیس کا حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف تحائف بھیجنا:

سرداروں کے سامنے جنگ کے نتائج رکھنے کے بعد ملکہ بلقیس نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

وَ اِنِّیْ مُرْسِلَةٌ اِلَیْهِمْ بِهَدِیَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ یَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ [3]	**ترجمہ**: اور میں ان کی طرف ایک تحفہ بھیجنے والی ہوں پھر دیکھوں گی کہ قاصد کیا جواب لے کر لوٹتے ہیں؟

تحائف بھیجنے سے اس کا مقصد یہ تھا کہ اس سے ظاہر ہو جائے گا کہ وہ بادشاہ ہیں یا نبی، کیونکہ بادشاہ عزت و احترام کے ساتھ ہدیہ قبول کرتے ہیں، اس لئے اگر وہ بادشاہ ہیں تو ہدیہ قبول کر لیں گے اور اگر نبی ہیں تو ہدیہ قبول نہ کریں گے اور اس کے علاوہ اور کسی بات سے راضی نہ ہوں گے کہ ہم اُن کے دین کی پیروی کریں۔ چنانچہ ملکہ نے اپنے قاصد کو ایک خط دے کر روانہ کیا اور اس کے ساتھ کثیر مال و دولت تحفے کے طور پر بھیجا۔ [4]

---

1 ...مدارک، النمل، تحت الآیۃ: ۳۲، ۳۳، ص۸۴۵، خازن، النمل، تحت الآیۃ: ۳۲، ۳۳، ۳/۴۰۹، ۴۱۰، ملتقطاً۔

2 ...پ۱۹، النمل: ۳۴۔ 3 ...پ۱۹، النمل: ۳۵۔

4 ...مدارک، النمل، تحت الآیۃ: ۳۵، ص۸۴۶، ۸۴۵، جلالین، النمل، تحت الآیۃ: ۳۵، ص۳۲۰، ملتقطاً۔

ہُدہُد کا تمام حالات کی خبر پہنچانا اور حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کی تیاری:

ہدہد یہ دیکھ کر چل دیا اور اس نے حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس تمام حالات کی خبر پہنچادی۔ جب بلقیس کا قاصد تحائف لے کر حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اس سے فرمایا:

اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ٘ فَمَاۤ اٰتٰىنَِۧ اللّٰهُ خَیْرٌ مِّمَّاۤ اٰتٰىكُمْۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِیَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ (1)

ترجمہ: کیا تم مال کے ذریعے میری مدد کرتے ہو؟ تو اللہ نے جو کچھ مجھے عطا فرمار کھا ہے وہ اُس سے بہتر ہے جو اس نے تمہیں دیا ہے بلکہ تم ہی اپنے تحفہ پر خوش ہوتے ہو۔

یعنی تم فخر کرنے والے لوگ ہو، مالِ دنیا کی وجہ سے ایک دوسرے پر بڑائی جتاتے ہو اور ایک دوسرے کے تحفے پر خوش ہوتے ہو، مجھے نہ دنیا سے خوشی ہوتی ہے نہ اس کی حاجت، اللہ تعالیٰ نے مجھے اِتنا کثیر عطا فرمایا کہ اُتنا اوروں کو نہ دیا اور اس کے ساتھ ساتھ مجھے دین اور نبوت سے بھی مشرف کیا۔ (2)

حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کا جوابی پیغام اور بلقیس کی روانگی:

اس کے بعد حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے وفد کے امیر مُنذِر بن عمرو سے فرمایا:

اِرْجِعْ اِلَیْهِمْ فَلَنَاْتِیَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَ لَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَاۤ اَذِلَّةً وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ (3)

ترجمہ: ان لوگوں کی طرف لوٹ جاؤ تو ضرور ہم ان پر ایسے لشکر لائیں گے جن کے مقابلے کی انہیں طاقت نہ ہوگی اور ضرور ہم ان کو اس شہر سے ذلیل کرکے نکال دیں گے اور وہ رسوا ہوں گے۔

چنانچہ جب قاصد ہدیئے لے کر بلقیس کے پاس واپس گئے اور تمام واقعات سنائے تو اس نے کہا: بے شک وہ نبی ہیں اور ہمیں اُن سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔ پھر بلقیس ایک بہت بڑا لشکر لے کر مقابلے کے لئے نہیں بلکہ ملاقات کے لئے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف روانہ ہوئی۔ (4)

---

❶...پ۱۹، النمل: ۳۶۔ ❷...خازن، النمل، تحت الآیۃ: ۳۶، ۳/۴۱۱، جلالین، النمل، تحت الآیۃ: ۳۵، ص ۳۲۰، ملتقطاً۔ ❸...پ۱۹، النمل: ۳۷۔

❹...خازن، النمل، تحت الآیۃ: ۳۷، ۳/۴۱۲، ۴۱۱، مدارک، النمل، تحت الآیۃ: ۳۷، ص ۸۴۷، ملتقطاً۔

تختِ بلقیس کی بارگاہِ سلیمان میں آمد:

جب بلقیس راستے میں تھی تو حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ [1]

ترجمہ: اے درباریو! تم میں کون ہے جو ان کے میرے پاس فرمانبردار ہوکر آنے سے پہلے اس کا تخت میرے پاس لے آئے۔

تخت منگوانے سے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا مقصود یہ تھا کہ اس کا تخت حاضر کرکے اسے معجزہ دکھادیں تاکہ اس پر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی نبوت کی حقانیت ظاہر ہوجائے کہ معجزہ نبی کی صداقت پر دلیل ہوتا ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے چاہا کہ بلقیس کے آنے سے پہلے اس تخت کی ہیئت وصورت بدل دیں اور اس سے اس کی عقل کا امتحان فرمائیں کہ وہ اپنا تخت پہچان سکتی ہے یا نہیں۔

حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کی بات سن کر ایک بڑے طاقتور خبیث جن نے عرض کی:

اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَ اِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ [2]

ترجمہ: میں وہ تخت آپ کی خدمت میں آپ کے اس مقام سے کھڑے ہونے سے پہلے حاضر کردوں گا اور میں بیشک اس پر قوت رکھنے والا، امانتدار ہوں۔

حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: میں اس سے جلدی چاہتا ہوں۔ یہ سن کر آپ کے وزیر حضرت آصف بن برخیا رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے عرض کی:

اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ [3]

ترجمہ: میں اسے آپ کی بارگاہ میں آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا۔

حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سے فرمایا: اگر تم نے ایسا کرلیا تو تم سب سے زیادہ جلدی اس تخت کو لانے والے ہوگے۔ چنانچہ حضرت آصف بن برخیا رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے اسم اعظم کے ذریعے دعا مانگی تو اسی وقت تخت حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے سامنے نمودار ہوگیا۔ جب حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے اس تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو فرمایا: [4]

---

❶...پ۱۹، النمل: ۳۸۔ ❷...پ۱۹، النمل: ۳۹۔ ❸...پ۱۹، النمل: ۴۰۔ ❹...خازن، النمل، تحت الآیۃ: ۳۸، ۳/۴۱۲، مدارک، النمل، تحت الآیۃ: ۳۸، ص۸۴۷، جلالین، النمل، تحت الآیۃ: ۳۹، ص۳۲۰، تفسیر سمرقندی، النمل، تحت الآیۃ: ۴۰، ۲/۴۹۷، ملتقطاً۔

هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ﱎ لِیَبْلُوَنِیْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُؕ وَ مَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖۚ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ [1]

ترجمہ: یہ میرے رب کے فضل سے ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری؟ اور جو شکر کرے تو وہ اپنی ذات کے لئے ہی شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا رب بے پرواہ ہے، کرم فرمانے والا ہے۔

پلک جھپکنے سے پہلے سینکڑوں میل دور اور بہت بڑے تخت کو حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے سامنے پیش کر دینا حضرت آصف بن برخیا رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی کرامت ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اولیاءِ کرام سے کرامات ظاہر ہوتی ہیں اور یہ چیز قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

تخت میں تبدیلی اور بلقیس کا اسے پہچان لینا:

تخت آ جانے کے بعد حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے خادموں کو حکم دیا کہ اس تخت کی شکل و صورت تبدیل کر دو تاکہ ہم دیکھیں کہ وہ اپنا تخت پہچان پاتی ہے یا نہیں۔ جب ملکہ بلقیس حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس آئی تو اس وقت تخت حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے سامنے موجود تھا۔ ملکہ سے کہا گیا: کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ اس نے جواب دیا: گویا یہ وہی ہے۔ اس جواب سے بلقیس کی عقل کا کمال معلوم ہوا۔ پھر ملکہ سے کہا گیا کہ یہ تیرا ہی تخت ہے۔ تمہیں دروازے بند کرنے، انہیں تالے لگانے اور پہرے دار مقرر کرنے سے کیا فائدہ ہوا؟ پھر ملکہ بلقیس نے اطاعت قبول کرتے ہوئے کہا: ہمیں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی نبوت صحیح ہونے کی خبر اس واقعہ سے پہلے ہدہد کے واقعہ سے اور وفد کے امیر سے مل چکی ہے اور ہم نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کی۔ [2]

قرآنِ پاک میں ہے:

قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِیْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِیْنَ لَا یَهْتَدُوْنَ ﴿۴۱﴾ فَلَمَّا جَآءَتْ قِیْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِؕ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَۚ وَ اُوْتِیْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَ كُنَّا مُسْلِمِیْنَ [3]

ترجمہ: حضرت سلیمان نے حکم دیا: اس ملکہ کے لئے اس کے تخت کو تبدیل کر دو تاکہ ہم دیکھیں کہ وہ راہ پاتی ہے یا راہ نہ پانے والوں میں سے ہوتی ہے۔ پھر جب وہ آئی تو اس سے کہا گیا: کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟

---

❶... پ۱۹، النمل: ۴۰۔ ❷... روح البیان، النمل، تحت الآیۃ: ۴۱، ۴۲، ۶/ ۳۵۲، خازن، النمل، تحت الآیۃ: ۴۱، ۴۲، ۳/ ۴۱۳، ملتقطاً۔

❸... پ۱۹، النمل: ۴۱، ۴۲۔

اس نے جواب دیا: گویا یہ وہی ہے اور ہم کو اس واقعہ سے پہلے خبر مل چکی اور ہم فرمانبردار ہوئے۔

قبولِ اسلام سے پہلے بلقیس سورج کی پوجا کرتی تھی:

بلقیس کا تعلق اس قوم سے تھا جو سورج کی پجاری تھی اور وہ چونکہ انہیں میں پلی بڑھی تھی اس لئے اسے صرف سورج کی پوجا کرنا ہی آتا تھا اور اسی پوجا نے بلقیس کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اسلام قبول کرنے کی طرف سبقت کرنے سے روک رکھا تھا۔

قرآنِ پاک میں ہے:

وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ [1]

ترجمہ: اور اسے اُس چیز نے روک رکھا تھا جس کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتی تھی۔ بیشک وہ کافر قوم میں سے تھی۔

بلقیس کی عقل کا امتحان اور دربارِ سلیمان کی شان و شوکت:

تخت میں تبدیلی کر کے ملکہ بلقیس کی عقل کا امتحان لینے کے بعد اس سے کہا گیا:

اُدْخُلِي الصَّرْحَ [2]

ترجمہ: صحن میں داخل ہو جاؤ۔

وہ صحن شفاف شیشے کا بنا ہوا تھا اور اس کے نیچے پانی جاری تھا جس میں مچھلیاں تیر رہی تھیں اور اس صحن کے وسط میں حضرت سلیمان عَلَيْهِ السَّلَام کا تخت تھا جس پر آپ عَلَيْهِ السَّلَام جلوہ افروز ہو چکے تھے۔ جب ملکہ نے اُس صحن کو دیکھا تو وہ سمجھی کہ یہ گہرا پانی ہے، اس لئے اس نے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اونچا کر لیا تاکہ پانی میں چل کر حضرت سلیمان عَلَيْهِ السَّلَام کی خدمت میں حاضر ہو سکے۔ حضرت سلیمان عَلَيْهِ السَّلَام نے اس سے فرمایا: یہ پانی نہیں بلکہ یہ تو شیشوں سے جڑا ہوا ایک ملائم صحن ہے۔ یہ سن کر بلقیس نے اپنی پنڈلیاں چھپالیں اور یہ عجوبہ دیکھ کر اسے بہت تعجب ہوا اور اس نے یقین کر لیا کہ حضرت سلیمان عَلَيْهِ السَّلَام کا ملک اور حکومت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور ان عجائبات سے بلقیس نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت سلیمان عَلَيْهِ السَّلَام کی نبوت پر استدلال کیا۔ اب حضرت سلیمان عَلَيْهِ السَّلَام نے اس کو اسلام کی دعوت

---

❶...پ۱۹، النمل: ۴۳۔ ❷...پ۱۹، النمل: ۴۴۔

دی تو اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: [1]

رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَ اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ [2]

ترجمہ: اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور میں سلیمان کے ساتھ اس اللہ کے حضور گردن رکھتی ہوں جو سارے جہان کا رب ہے۔

بیت المقدس کی تعمیر اور حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات:

مروی ہے کہ حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام نے بیتُ الْمَقْدِس کی بنیاد اس مقام پر رکھی تھی جہاں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا خیمہ نصب کیا گیا تھا۔ اس عمارت کے پورا ہونے سے پہلے حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات کا وقت آ گیا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے فرزند ارجمند حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کو اس کی تکمیل کی وصیت فرمائی، چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے جنات کو اس کی تکمیل کا حکم دیا۔ جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات کا وقت قریب پہنچا تو آپ نے دعا کی کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات جنات پر ظاہر نہ ہو تاکہ وہ عمارت کی تکمیل تک مصروف عمل رہیں اور انہیں جو علم غیب کا دعویٰ ہے وہ باطل ہو جائے۔ پھر آپ عَلَیْہِ السَّلَام محراب میں داخل ہوئے اور حسبِ عادت نماز کے لئے اپنے عصا کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔ جنات دستور کے مطابق اپنی خدمتوں میں مشغول رہے اور یہ سمجھتے رہے کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام زندہ ہیں اور حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کا عرصہ دراز تک اسی حال پر رہنا اُن کے لئے کچھ حیرت کا باعث نہیں ہوا، کیونکہ وہ بارہا دیکھتے تھے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام طویل طویل مدت تک عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی نماز بہت لمبی ہوتی ہے، حتی کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات کے بعد ایک طویل وقت تک جنات آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات پر مطلع نہ ہوئے اور اپنی خدمتوں میں مشغول رہے یہاں تک کہ دیمک نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا عصا کھا لیا اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا جسم مبارک جو لاٹھی کے سہارے سے قائم تھا زمین پر تشریف لے آیا۔ اس وقت جنات کو آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات کا علم ہوا۔ تب جنوں پر یہ حقیقت کھل گئی کہ وہ غیب نہیں جانتے کیونکہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات سے مطلع ہو جاتے اور اس ذلت و خواری کے عذاب میں نہ رہتے۔ [3] بلکہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات کے اگلے منٹ میں اپنے مشقت والے کاموں سے بھاگ جاتے۔

---

1 ... خازن، النمل، تحت الآیۃ: ۴۴، ۳/ ۴۱۳، ۴۱۴، جلالین، النمل، تحت الآیۃ: ۴۴، ص ۳۲۱، ملخصاً۔ 2 ... پ ۱۹، النمل: ۴۴۔

3 ... خازن، سبا، تحت الآیۃ: ۱۴، ۳/ ۵۱۹، ۵۲۰، مدارک، سبا، تحت الآیۃ: ۱۴، ص ۹۵۹، ملتقطاً۔

قرآن پاک میں ہے:

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ[1]

ترجمہ: پھر جب ہم نے سلیمان پر موت کا حکم بھیجا تو جنوں کو اس کی موت زمین کی دیمک نے ہی بتائی جو اس کا عصا کھا رہی تھی پھر جب سلیمان زمین پر آ رہا تو جنوں پر یہ حقیقت کھل گئی کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اس ذلت وخواری کے عذاب میں نہ رہتے۔

حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کی عمر شریف 53 سال کی ہوئی، تیرہ سال کی عمر شریف میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام سلطنت کے تخت پر براجمان ہوئے اور چالیس سال تک حکمرانی فرمائی۔[2]

حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کی جادو سے براءت کا بیان:

حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے زمانہ میں بنی اسرائیل جادو سیکھنے میں مشغول ہوئے تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں اس سے روکا اور ان کی کتابیں لے کر دفن کر دیں۔ حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات کے بعد شیاطین نے وہ کتابیں نکال کر لوگوں سے کہا: حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام اسی کے زور سے سلطنت کرتے تھے۔ بنی اسرائیل کے نیک لوگوں اور علماء نے تو اِس کا انکار کیا، لیکن ان کے جاہل لوگ جادو کو حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کا علم مان کر اسے سیکھنے پر ٹوٹ پڑے، انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی کتابیں چھوڑ دیں اور حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام پر ملامت کرنا شروع کر دی۔ ہمارے آقا محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانے تک یہی حال رہا، اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ذریعے حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کی جادو سے براءت کا اظہار فرمایا۔[3]

قرآنِ پاک میں ہے:

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ[4]

ترجمہ: اور یہ سلیمان کے عہدِ حکومت میں اس جادو کے پیچھے پڑ گئے جو شیاطین پڑھا کرتے تھے اور سلیمان نے کفر نہ کیا بلکہ شیطان کافر ہوئے جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔

❶...پ۲۲، سبا: ۱۴۔ ❷...خازن، سبا، تحت الآیۃ: ۱۴، ۳/ ۵۲۰، مدارک، سبا، تحت الآیۃ: ۱۴، ص۹۵۹، ملتقطاً۔

❸...خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۰۲، ۱/ ۷۳۔ ❹...پ۱، البقرۃ: ۱۰۲۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام پر ہونے والے اعتراضوں کے جواب دینا اور ان کی عزت و ناموس کی حفاظت کرنا اللہ تعالٰی کی سنت ہے جیسا کہ لوگوں نے حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام پر جادو گری کی تہمت لگائی اور اللہ تعالٰی نے اس آیت میں اس تہمت کو دور فرمایا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جادو کرنا کبھی کفر بھی ہوتا ہے جبکہ اس میں کفریہ الفاظ ہوں۔

متعلقات

نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد نبی کے مال کی وارث نہیں بنتی:

اللہ تعالٰی نے حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ [1] **ترجمہ:** اور سلیمان داؤد کے جانشین بنے۔

اس آیت میں وراثت سے کیا مراد ہے اس کے متعلق علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام کے وصال کے بعد علم، نبوت اور ملک صرف حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کو عطا ہوئے، ان کی باقی اولاد کو نہ ملے۔ اسے یہاں مجازاً میراث سے تعبیر کیا گیا کیونکہ میراث در حقیقت مال میں ہوتی ہے جبکہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام روحانی کمالات کا وارث بناتے ہیں ان کے نزدیک مال کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ [2]

اور ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ لکھتے ہیں: حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام کے انیس (19) بیٹے تھے، ان میں سے صرف حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام کی نبوت اور ملک کے وارث ہوئے، اگر یہاں مال کی وراثت مراد ہوتی تو حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام کے سب بیٹے اس میں برابر کے شریک ہوتے۔ [3]

لہٰذا اس آیت کو اس بات کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا کہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد نبی عَلَیْہِ السَّلَام کے مال کی وارث بنتی ہے۔ اس کی مزید صراحت اس حدیث پاک میں ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام نے کسی کو دینار و درہم کا وارث نہ بنایا بلکہ انہوں نے صرف علم کا وارث بنایا تو جس نے علم اختیار کیا اس نے پورا حصہ لیا۔ [4]

---

❶...پ۱۹، النمل: ۱۶۔ ❷...روح البیان، النمل، تحت الآیۃ: ۱۶، ۶/ ۳۲۷۔ ❸...روح البیان، النمل، تحت الآیۃ: ۱۶، ۶/ ۳۲۷۔

❹...ترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، ۴/ ۳۱۲، حدیث: ۲۶۹۱۔

جنات کو غیب کا علم حاصل نہیں:

سورۂ سبا کی آیت نمبر 14 کے آخری حصے ” تَبَیَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ الْغَیْبَ مَا لَبِثُوْا فِی الْعَذَابِ الْمُهِیْنِ “ سے معلوم ہوا کہ جنات کو غیب کا علم حاصل نہیں ہے۔فی زمانہ عوام کی اکثریت اس جہالت میں مبتلا ہے کہ وہ عاملوں کے ذریعے جنات سے آئندہ کے احوال معلوم کرتے ہیں، اسی طرح بعض مرد اور عورتیں بزرگوں کی سواری آنے کا دعویٰ کرتے ہیں اور لوگ عقیدت میں ان سے اپنے معاملات کے بارے میں دریافت کرتے اور ان کی بتائی ہوئی باتوں کو بعض اوقات یقین کی حد تک سچا تصور کر لیتے ہیں، حالانکہ جنات سے غیب کی بات پوچھنی حماقت اور اشد حرام ہے اور ان کی دی ہوئی خبر پر یقین رکھنا کفر ہے۔

باب: 4

احادیث میں حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کا تذکرہ

کثیر احادیث میں حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کا ذکر خیر کیا گیا ہے، یہاں ان میں سے 5 احادیث ملاحظہ ہوں:

دعائے سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کی رعایت:

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: گزشتہ رات مجھ پر ایک سرکش جن حملہ آور ہوا تا کہ وہ میری نماز منقطع کر دے، پس اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قدرت دی اور میں نے اسے قابو کر لیا۔ پھر میں نے ارادہ کیا کہ اسے مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دوں تا کہ تم سب اسے دیکھو، مگر مجھے میرے بھائی حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا یاد آ گئی کہ ” اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو“ تو میں نے اس جن کو ناکام واپس کر دیا۔[1]

حضرت ابو درداء رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نماز پڑھنے کھڑے ہوئے تو ہم نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:”میں تجھ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں“ پھر فرمایا:”میں تین بار تجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت کرتا ہوں“ پھر اپنا ہاتھ بڑھایا جیسے کوئی چیز پکڑ رہے ہیں۔ جب آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، ہم نے آپ کو نماز میں ایسے کلمات کہتے سنا جو اس سے پہلے کہتے نہ سنا تھا اور ہم نے

1... بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ: ووھبنا لداود... الخ، ۲/۴۵۰، حدیث: ۳۴۲۳۔

آپ کو ہاتھ بڑھاتے دیکھا۔ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا دشمن ابلیس میرا منہ جلانے کے لیے انگارے لے کر آیا تو میں نے تین بار کہا: ”میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں“ پھر میں نے کہا: میں اللہ تعالیٰ کی مکمل لعنت تجھ پر ڈالتا ہوں۔ وہ تین بار میں پیچھے نہ ہٹا تو میں نے اسے پکڑنے کا ارادہ کر لیا، خدا کی قسم! اگر ہمارے بھائی حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا کا خیال نہ ہوتا تو وہ صبح تک بندھا رہتا اور مدینہ والوں کے بچے اس کے ساتھ کھیلتے۔(1)

حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس ارشاد: ”ہمارے بھائی حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا کا خیال نہ ہوتا“ کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء و رسل عَلَیْہِمُ السَّلَام کے خصائص و معجزات اور خصوصی امتیازات و کمالات مجھ میں جمع فرما دیئے ہیں، اسی لئے جنات کی تسخیر پر بھی مجھے قدرت حاصل ہے لیکن چونکہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے اس اختصاص کو اپنا خصوصی امتیاز قرار دیا ہے اس لئے میں نے اس سلسلہ کا مظاہرہ کرنا مناسب نہیں سمجھا۔(2)

علم کی برکت سے دولت و بادشاہی ملنا:

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کو علم، مال اور بادشاہی کے مابین اختیار دیا گیا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے علم اختیار فرمایا جس کی برکت سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں دولت و بادشاہی بھی عطا فرما دی۔(3)

والدہ کی سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کو نصیحت:

حضرت جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: حضرت سلیمان بن داؤد عَلَیْہِمَا السَّلَام کی والدہ نے ان سے کہا: اے بیٹے! رات میں زیادہ نہ سویا کرو کہ رات میں نیند کی زیادتی بروزِ قیامت بندے کو فقیر بنا چھوڑے گی۔(4)

سانپ کی ایذا سے بچنے کا طریقہ:

حضرت ابو لیلیٰ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب گھر میں کوئی سانپ ظاہر ہو تو اس سے یوں کہو: ہم تجھ سے حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کے عہد اور حضرت سلیمان بن داؤد عَلَیْہِمَا السَّلَام کے وسیلے سے یہ سوال کرتے ہیں کہ ہمیں ایذا نہ پہنچاؤ۔ اس کے بعد اگر وہ دوبارہ ظاہر ہو تو اسے مار ڈالو۔(5)

1... مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب جواز لعن الشیطان... الخ، ص۲۱۷، حدیث: ۱۲۱۱(۵۴۲).

2... عجائب القرآن مع غرائب القرآن، ص۳۶۴، بتغیر. 3... مسند الفردوس، باب الخاء، ۱/۳۷۴، حدیث: ۲۷۸۱.

4... ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ، باب ما جاء فی قیام اللیل، ۲/۱۲۵، حدیث: ۱۳۳۲.

5... ترمذی، کتاب الاحکام والفوائد، باب ما جاء فی قتل الحیات، ۳/۱۵۷، حدیث: ۱۴۹۰.

حضرت الیاس عَلَیۡہِ السَّلَام

فہرست ابواب

حضرت الیاس عَلَیْہِ السَّلَام

آپ عَلَیْہِ السَّلَام حضرت ہارون عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد میں سے ہیں، بنی اسرائیل کی طرف رسول بن کر تشریف لائے اور انہیں تبلیغ و نصیحت فرمائی، اللہ تعالیٰ نے ظالم بادشاہ کے شر سے بچاتے ہوئے انہیں لوگوں کی نظروں سے اوجھل فرمادیا اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام ابھی تک زندہ ہیں اور قربِ قیامت وفات پائیں گے۔ یہاں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی سیرت 4 ابواب میں بیان کی گئی ہے جس کی تفصیل ذیلی سطور میں ملاحظہ ہو:

باب:1

حضرت الیاس عَلَیْہِ السَّلَام کے واقعات کے قرآنی مقامات

قرآن پاک میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا ذکر خیر دو مقامات پر کیا گیا ہے:

(1) سورۂ اَنعام، آیت:85۔ (2) سورۂ صافات، آیت:123 تا 132۔

باب:2

حضرت الیاس عَلَیْہِ السَّلَام کا تعارف

نام و نسب:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا مبارک نام "الیاس" ہے اور آپ حضرت ہارون عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد میں سے ہیں۔ قرآنِ پاک میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا نام "اِلْ یاسین" بھی مذکور ہے، یہ بھی الیاس کی ایک لغت ہے۔ جیسے سینا اور سِیْنِیْن دونوں "طور سینا" ہی کے نام ہیں، ایسے ہی الیاس اور اِلْ یاسین ایک ہی ذات کے نام ہیں۔[1]

معجزات:

اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو بہت سے معجزات عطا فرمائے، جیسے تمام پہاڑوں اور حیوانات کو آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے لئے مسخر فرمادیا، آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو ستر انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کی طاقت بخش دی، غضب و جلال اور قوت و طاقت میں

[1]... البدایة والنهایة، ذکر قصة الیاس، ۱/۴۴۳، روح البیان، الصافات، تحت الآیة: ۱۳۰، ۷/۴۸۲، جلالین، الصافات، تحت الآیة: ۱۳۰، ص۳۷۸، ملتقطاً۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا ہم پلہ بنادیا۔[1]

وصف:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام انتہائی اعلیٰ درجے کے کامل الایمان بندوں میں سے ہیں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ[2]

ترجمہ: بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل ایمان والے بندوں میں سے ہے۔

انعاماتِ الٰہی:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر اللہ تعالیٰ نے بہت سے انعامات فرمائے جن میں سے 4 یہ ہیں:

(1) قرآن پاک میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی رسالت کی گواہی دی گئی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِنَّ اِلْیَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ[3]

ترجمہ: اور بیشک الیاس ضرور رسولوں میں سے ہے۔

(2تا4) اللہ تعالیٰ نے بعد آنے والی امتوں میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا ذکرِ خیر باقی رکھا، آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر خصوصی سلام بھیجا، نیکی کرنے والوں اور اعلیٰ درجہ کے کامل ایمان والے بندوں میں شمار فرمایا۔ فرمانِ الٰہی ہے:

وَ تَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۲۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰۤى اِلْ یَاسِیْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۳۱﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ[4]

ترجمہ: اور ہم نے بعد والوں میں اس کی تعریف باقی رکھی۔ الیاس پر سلام ہو۔ بیشک ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔ بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل ایمان والے بندوں میں سے ہے۔

باب:3

سیرتِ الیاس عَلَیْہِ السَّلَام کے اہم واقعات

بنی اسرائیل کی عملی حالت:

حضرت حزقیل عَلَیْہِ السَّلَام کے وصالِ ظاہری کے بعد رفتہ رفتہ بنی اسرائیل کی عملی حالت خراب ہونے لگی اور یہ

❶...صاوی، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۲۳، ۵/۱۷۵۰، عجائب القرآن مع غرائب القرآن، ص۲۹۷، ملتقطاً۔

❷...پ۲۳، الصافات: ۱۳۲۔ ❸...پ۲۳، الصافات: ۱۲۳۔ ❹...پ۲۳، الصافات: ۱۲۹-۱۳۲۔

اس حد تک بڑھی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت چھوڑ کر ایک بت کی پوجا کرنا شروع کر دی جس کا نام **"بعل"** تھا۔ یہ بت سونے کا بنا ہوا تھا، اس کی لمبائی 20 گز تھی اور اس کے چار منہ تھے، چار سو خدمت گار اس بت کی خدمت کرتے تھے جنہیں ساری قوم بیٹوں کی طرح مانتی تھی۔[1]

یہ لوگ چونکہ اس "بعل" نامی بت کی بہت تعظیم کرتے اور جس مقام میں وہ بت تھا اس جگہ کا نام "بک" تھا، اس لئے اس علاقے کا نام ہی بعلبک مشہور ہو گیا، نیز ان دنوں "بعلبک" شہر پر "ارحب" نامی بادشاہ کی حکومت تھی اور یہ بادشاہ شیطان کا آلہ کار بن کر ساری قوم کو بت پرستی پر مجبور کئے ہوئے تھا۔

حضرت الیاس عَلَیْہِ السَّلَام کی بعثت اور قوم کو تبلیغ:

اس ماحول میں اللہ تعالیٰ نے حضرت الیاس عَلَیْہِ السَّلَام کو بعلبک والوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّ تَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِیْنَ ﴿۱۲۵﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَ رَبَّ اٰبَآىٕكُمُ الْاَوَّلِیْنَ[2]

ترجمہ: کیا تم ڈرتے نہیں؟ کیا تم بعل (بت) کی پوجا کرتے ہو اور بہترین خالق کو چھوڑتے ہو؟ اللہ جو تمہارا رب اور تمہارے اگلے باپ دادا کا رب ہے۔

قوم کا حضرت الیاس عَلَیْہِ السَّلَام کو جھٹلانا:

قوم نے حضرت الیاس عَلَیْہِ السَّلَام کی نصیحت قبول کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی رسالت کو جھٹلایا۔ اس تکذیب کی وجہ سے قوم پر دنیوی عذاب آیا، یا نہیں اس کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے البتہ قیامت کے دن اس قوم کے کفار ضرور عذابِ الٰہی میں مبتلا ہوں گے اور ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اور ان کے برعکس اللہ تعالیٰ کے وہ برگزیدہ بندے جو حضرت الیاس عَلَیْہِ السَّلَام پر ایمان لائے، یہ عذاب سے نجات پائیں گے۔[3]

قرآنِ پاک میں ہے:

---

1 ... صاوی، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۲۳، ۵/ ۱۷۴۹، ۱۷۵۰، ملتقطاً۔

2 ... پ۲۳، الصافات: ۱۲۴-۱۲۶۔

3 ... روح البیان، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۲۷، ۱۲۸، ۷/ ۴۸۲، خازن، و الصافات، تحت الآیۃ: ۱۲۷، ۱۲۸، ۴/ ۲۶، ملتقطاً۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ [1]

ترجمہ: پھر انہوں نے اسے جھٹلایا تو وہ ضرور پیش کئے جائیں گے۔ مگر اللہ کے چُنے ہوئے بندے۔

حضرت الیاس عَلَیْہِ السَّلَام کا لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہونا:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی تبلیغ و نصیحت سے کچھ لوگ تو ایمان لے آئے اور دیگر افراد اپنے کفر و سرکشی پر قائم رہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا، پھر گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ شہر کا بادشاہ ”ارحب“ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا جانی دشمن بن گیا اور اس نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو شہید کر دینے کا ارادہ کر لیا۔ خطرہ محسوس ہونے پر آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے خدا کے حکم سے شہر سے ہجرت فرمائی اور پہاڑوں کی چوٹیوں اور غاروں میں روپوش ہو گئے۔ سات برس تک روپوشی کے عالم میں رہے اور اس دوران جنگلی گھاسوں، پھولوں اور پھلوں پر زندگی بسر فرماتے رہے۔ بادشاہ نے آپ کی گرفتاری کے لئے بہت سے جاسوس مقرر کر دیئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کوئی بھی آپ تک نہ پہنچ سکا۔ آخر ایک دن آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے یہ دعا مانگی: اے اللہ! مجھے ان ظالموں سے نجات اور راحت عطا فرما۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر وحی آئی کہ تم فلاں دن فلاں جگہ پر جاؤ اور وہاں جو سواری ملے بلا خوف اس پر سوار ہو جاؤ۔ چنانچہ اس دن اس مقام پر آپ عَلَیْہِ السَّلَام پہنچے تو ایک سرخ رنگ کا گھوڑا کھڑا تھا۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام اس پر سوار ہو گئے اور گھوڑا چل پڑا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے چچازاد بھائی حضرت الیسع عَلَیْہِ السَّلَام نے آپ کو پکارا اور عرض کی: اب میں کیا کروں؟ یہ سن کر حضرت الیاس عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنا کمبل ان پر ڈال دیا اور یہ اس بات کی نشانی تھی کہ میں نے تمہیں بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے اپنا خلیفہ بنا دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت الیاس عَلَیْہِ السَّلَام کو لوگوں کی نظروں سے اوجھل فرما کر کھانے پینے سے بے نیاز کر دیا اور آپ کو فرشتوں کی جماعت میں شامل فرما لیا۔ [2]

حضرت الیاس عَلَیْہِ السَّلَام کی ابھی تک ظاہری وفات نہیں ہوئی:

حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام کی طرح حضرت الیاس عَلَیْہِ السَّلَام کی حیات کے بارے میں بھی مؤرخین اور مفسرین نے تفصیلی بحث کی ہے۔ راجح یہی ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام بھی ابھی تک زندہ ہیں۔ روحانی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے

---

1 ...پ۲۳، الصافات: ۱۲۷، ۱۲۸۔

2 ... صاوی، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۲۳، ۵/ ۱۷۴۹، ۱۷۵۰، ملتقطاً۔

خشک زمین کے انتظامی و تکوینی معاملات آپ کے سپرد ہیں جیسے فرشتوں کی کائنات کے امور میں ذمہ داریاں ہیں جو قرآن میں بیان فرمائی گئی ہیں۔ چنانچہ فرمایا: ”فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا“ ترجمہ: پھر کائنات کا نظام چلانے والوں کی۔[1] جب قیامت قریب آئے گی تو اس وقت وفات پائیں گے اور بعض بزرگوں کی آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے ملاقات بھی ہوئی ہے۔

حج اور روزے رکھنا:

ابن ابی رواد رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے روایت ہے کہ حضرت الیاس اور حضرت خضر عَلَیْہِمَا السَّلَام بیت المقدس میں رمضان شریف کے روزے رکھتے، ہر سال حج کرتے اور زمزم شریف پیتے ہیں جو انہیں آنے والے سال تک کے لیے کافی ہوتا ہے۔[2]

باب: 4

حدیثِ پاک میں حضرت الیاس عَلَیْہِ السَّلَام کا تذکرہ

حضرت خضر و الیاس عَلَیْہِمَا السَّلَام کی ملاقات:

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: حضرت خضر اور الیاس عَلَیْہِمَا السَّلَام ہر سال حج کے موسم میں مِنٰی کے مقام پر ملاقات کرتے، ایک دوسرے کا حلق فرماتے اور ان کلمات پر باہمی ملاقات ختم فرماتے ہیں: ”سُبْحَانَ اللّٰہِ مَا شَآءَ اللّٰہُ لَا یَسُوْقُ الْخَیْرَ اِلَّا اللّٰہُ مَا شَآءَ اللّٰہُ لَا یُصْلِحُ السُّوْءَ اِلَّا اللّٰہُ، مَا شَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ“

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: جو ان کلمات کو صبح و شام تین بار پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اسے ڈوبنے اور (اس کا مال) چوری ہونے سے محفوظ رکھے گا، حضرت عطاء بن ابی رباح رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میرا گمان ہے کہ شیطان، ظالم بادشاہ، سانپ اور بچھو سے بھی حفاظت کا ذکر تھا۔[3]

---

1 ... پ۳۰، النّٰزعات: ۵۔ 2 ... تاریخ ابن عساکر، الخضر، ۱۶/۴۲۸، ملخصاً۔

3 ... تاریخ ابن عساکر، الیاس بن تمیس بن العازر بن ھارون، ۹/۲۱۱۔

حضرت یَسَع عَلَیْہِ السَّلَام

فہرست ابواب

حضرت یسع عَلَیْہِ السَّلَام

آپ عَلَیْہِ السَّلَام بنی اسرائیل کے اَنبیاء میں سے ہیں، آپ کو حضرت الیاس عَلَیْہِ السَّلَام نے بنی اسرائیل پر اپنا خلیفہ مقرر کیا اور بعد میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو شرفِ نبوت سے سرفراز فرمایا گیا۔ یہاں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا ذکرِ خیر دو ابواب میں کیا گیا ہے جس کی تفصیل درج ذیل سطور میں ملاحظہ فرمائیں۔

باب:1

حضرت یسع عَلَیْہِ السَّلَام کا قرآن پاک میں تذکرہ

قرآنِ پاک میں دو مقامات پر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا مختصر تذکرہ کیا گیا ہے:

(1) سورۂ انعام، آیت:86۔ (2) سورۂ ص، آیت:48۔

باب:2

حضرت یسع عَلَیْہِ السَّلَام کا تعارف

نام مبارک:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا مبارک نام ''یَسَع'' ہے اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد میں سے ہیں۔

نسب نامہ:

ایک قول کے مطابق آپ عَلَیْہِ السَّلَام اخطوب بن عجوز کے فرزند ہیں اور ایک قول کے مطابق آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا نسب نامہ یہ ہے: ''یَسَعْ بن عدی بن شوتلم بن افراثیم بن حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام بن حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام بن حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام بن حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام''۔[1]

بعثت و تبلیغ:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام حضرت الیاس عَلَیْہِ السَّلَام کے بعد مبعوث ہوئے اور ایک عرصے تک حکمِ الٰہی کے مطابق لوگوں

---

[1] ...روح المعانی، الانعام، تحت الآیۃ: ۸۶، ۴/۲۷۹، الجزء السابع، البدایۃ والنہایۃ، قصۃ الیسع علیہ السلام، ۱/۴۴۹.

کو تبلیغ و نصیحت فرمائی اور کفار کو دینِ حق کی طرف بلانے کا فریضہ سرانجام دیا۔

اوصاف و خصوصیات:

اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو نبوت کے ساتھ بادشاہت بھی عطا فرمائی۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام دن میں روزہ رکھتے، رات میں کچھ دیر آرام کرتے اور بقیہ حصہ نوافل کی ادائیگی میں گزارتے تھے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام بردبار متحمل مزاج اور غصہ نہ کرنے والے تھے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام اپنی امت کے معاملات میں بڑی متانت و سنجیدگی سے فیصلہ فرماتے اور اس میں کسی قسم کی جلد بازی اور غصہ سے کام نہ لیتے تھے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو بہترین لوگوں میں شمار فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاذْكُرْ اِسْمٰعِیْلَ وَ الْیَسَعَ وَ ذَا الْكِفْلِ ؕ وَ كُلٌّ مِّنَ الْاَخْیَارِ ؕ[1]

ترجمہ: اور اسماعیل اور یسع اور ذو الکفل کو یاد کرو اور سب بہترین لوگ ہیں۔

انعامِ الٰہی:

اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو ہدایت و نبوت سے نوازا اور منصبِ نبوت کے ذریعے اپنے زمانے میں تمام جہان والوں پر فضیلت عطا فرمائی۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ الْیَسَعَ وَ یُوْنُسَ وَ لُوْطًا ؕ وَ كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ۙ[2]

ترجمہ: اور اسماعیل اور یسع اور یونس اور لوط کو (ہدایت دی) اور ہم نے سب کو تمام جہان والوں پر فضیلت عطا فرمائی۔

بوقتِ وفات جانشین کی نامزدگی:

مروی ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام بنی اسرائیل کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ بھی تھے۔ جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات کا وقت قریب آیا تو بنی اسرائیل کے کچھ بڑے آدمی مل کر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: آپ بادشاہت میں کسی کو اپنا جانشین مقرر کر دیجئے تا کہ ہم اپنے معاملات میں اس کی طرف رجوع کر سکیں۔ آپ عَلَیْہِ

❶...پ۲۳، ص: ۴۸۔ ❷...پ۷، الانعام: ۸۶۔

السَّلَام نے ارشاد فرمایا: میں ملک کی باگ دوڑ اس کے حوالے کروں گا جو مجھے تین باتوں کی ضمانت دے۔ ایک نوجوان کے علاوہ کسی شخص نے بھی اس ذمہ داری کو قبول کرنے کی ضمانت دینے کے بارے میں آپ سے کوئی بات نہ کی۔ اس نوجوان نے عرض کی: میں ضمانت دیتا ہوں۔ ارشاد فرمایا: تم بیٹھ جاؤ۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ کوئی اور شخص بات کرے، لیکن آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے دوبارہ کہنے پر وہی نوجوان ہی کھڑا ہوا اور اس نے ذمہ داری قبول کرنے کی یقین دہانی کرائی۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: ٹھیک ہے، تم تین چیزوں کی ذمہ داری قبول کر لو: (1) تم سوئے بغیر ساری رات عبادت میں بسر کیا کرو گے۔ (2) روزانہ دن میں روزہ رکھو گے اور کبھی چھوڑو گے نہیں۔ (3) غصہ کی حالت میں کوئی فیصلہ نہیں کرو گے۔ اس نوجوان نے ان تینوں چیزوں کی ذمہ داری قبول کر لی تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے بادشاہی کا نظام اس کے سپرد کر دیا۔[1]

1...روح المعانی، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۸۵، ۹/۱۰۸، الجزء السابع عشر.

حضرت عُزیر عَلَیْہِ السَّلَام

فہرست ابواب

حضرت عزیر عَلَیْہِ السَّلَام

آپ عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی تھے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو اللہ تعالیٰ نے مُردوں کو زندہ کرنے پر اپنی قدرت کا مشاہدہ کروایا جس سے آپ ”عین الیقین“ رکھنے والوں کے منصب پر فائز ہوئے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو بنی اسرائیل کے لیے اپنی قدرت کی ایک حیرت انگیز نشانی بنادیا کہ 100 سال تک حالتِ وفات میں رہنے کے باوجود آپ 40 سال والی حالت پر رہے اور جب اپنے فرزندوں کے درمیان تشریف فرما ہوتے تو وہ بوڑھے نظر آتے اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام جوان۔ یہاں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی سیرت پاک کو 4 ابواب میں بیان کیا گیا ہے، تفصیل کے لیے ذیلی سطور ملاحظہ ہوں۔

باب: 1

حضرت عزیر عَلَیْہِ السَّلَام کے واقعات کے قرآنی مقامات

قرآن پاک میں حضرت عزیر عَلَیْہِ السَّلَام کا تذکرہ دو مقامات پر کیا گیا ہے،

(1) سورۂ بقرہ، آیت: 259۔ (2) سورۂ توبہ، آیت: 30 تا 31۔

باب: 2

حضرت عزیر عَلَیْہِ السَّلَام کا تعارف

نام مبارک اور نسب نامہ:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا اسم گرامی ”عزیر“ ہے اور ایک قول کے مطابق نسب نامہ یہ ہے: عزیر بن سوریق بن عدیا بن ایوب بن درزنا بن عری بن تقی بن اسبوع بن فنحاص بن عازر بن ہارون بن عمران۔ [1]

حضرت عزیر عَلَیْہِ السَّلَام کا زمانۂ نبوت:

مشہور قول کے مطابق حضرت عزیر عَلَیْہِ السَّلَام بنی اسرائیل کے نبی تھے اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا زمانۂ نبوت حضرت

---

1 ...البدایۃ والنہایۃ، وھذہ قصۃ عزیر، ۱/۴۹۵۔

داؤد، حضرت سلیمان عَلَیۡہِمَا السَّلَام کے بعد اور حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ عَلَیۡہِمَا السَّلَام سے پہلے کا درمیانی زمانہ ہے۔[1]

حضرت عزیر عَلَیۡہِ السَّلَام کی طرف کی جانے والی ایک وحی:

حضرت وہب بن منبہ رَضِیَ اللہُ عَنۡہ سے مروی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت عزیز عَلَیۡہِ السَّلَام سے فرمایا: اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرو، کہ جو بھی اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرے گا میں اس سے راضی ہو جاؤں گا، اور جب میں راضی ہوں گا تو اسے برکت دوں گا اور جب میں برکت دوں گا تو وہ چوتھی نسل تک پہنچے گی۔[2]

وصف:

آپ عَلَیۡہِ السَّلَام بہترین اوصاف کے مالک تھے جن میں سے ایک وصف یہ تھا کہ آپ عَلَیۡہِ السَّلَام کے زمانے میں آپ سے زیادہ تورات کا علم اور اسے یاد رکھنے والا اور کوئی نہیں تھا۔[3]

انعامِ الٰہی:

اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیۡہِ السَّلَام کو مُردوں کو زندہ کرنے پر اپنی قدرت کا مشاہدہ کروایا اور بنی اسرائیل کے لئے ایک نشانی بنادیا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

بَلۡ لَّبِثۡتَ مِائَةَ عَامٍ فَانۡظُرۡ اِلٰی طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمۡ یَتَسَنَّهۡ ۚ وَ انۡظُرۡ اِلٰی حِمَارِكَ ۟ وَ لِنَجۡعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَ انۡظُرۡ اِلَی الۡعِظَامِ كَیۡفَ نُنۡشِزُهَا ثُمَّ نَكۡسُوۡهَا لَحۡمًا[4]

ترجمہ: (نہیں) بلکہ تو یہاں سو سال ٹھہرا ہے اور اپنے کھانے اور پانی کو دیکھ کہ اب تک بدبودار نہیں ہوا اور اپنے گدھے کو دیکھ (جس کی ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں) اور یہ (سب) اس لئے (کیا گیا ہے) تاکہ ہم تمہیں لوگوں کے لئے ایک نشانی بنادیں اور ان ہڈیوں کو دیکھ کہ ہم کیسے انہیں اٹھاتے (زندہ کرتے) ہیں پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں۔

---

1 ...قصص الانبیاء لابن کثیر، الفصل السابع، نبوۃ العزیر، ص۶۵۹۔

2 ... تاریخ ابن عساکر، عزیر بن جروۃ... الخ، ۴۰/۳۱۹، ۳۲۰، المجالسۃ وجواھر العلم، الجزء الثانی عشر، ۲/۱۶۵، روایت: ۱۶۸۸۔

3 ...قصص الانبیاء لابن کثیر، الفصل السادس، قصۃ العزیر، ص۶۵۵۔ 4 ...پ۳، البقرۃ: ۲۵۹۔

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر عَلَیْہِ السَّلَام کو بنی اسرائیل کے لیے نشانی بنادیا اور اس نشانی کی ایک صورت یہ تھی کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام اپنے بیٹوں کے ساتھ بیٹھتے اور بیٹے بوڑھے جبکہ آپ جوان تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو چالیس سال کی عمر میں وفات دے دی، پھر (سو سال بعد) اللہ تعالیٰ نے اسی جوانی کی حالت میں دوبارہ زندہ فرمایا۔[1]

باب:3

سیرتِ عزیر عَلَیْہِ السَّلَام کے اہم واقعات

اس باب میں حضرت عزیر عَلَیْہِ السَّلَام کی سیرت کے اہم واقعات کا ذکر ہے، تفصیل ذیلی سطور میں ملاحظہ فرمائیں:

بخت نصر کا حملہ اور حضرت عزیر عَلَیْہِ السَّلَام:

جب بنی اسرائیل کی بداعمالیاں بہت زیادہ بڑھ گئیں تو ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ عذاب آیا کہ بخت نصر بابلی ایک کافر بادشاہ نے بہت بڑی فوج کے ساتھ بیتُ المقدس پر حملہ کر دیا اور اسے فتح کرنے کے بعد لوگوں کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ان میں سے ایک حصے کو قتل کر دیا، ایک کو ملک شام میں ادھر ادھر بکھیر کر آباد کر دیا اور ایک حصے کو گرفتار کر کے لونڈی غلام بنالیا۔ حضرت عزیر عَلَیْہِ السَّلَام بھی انہیں قیدیوں میں تھے۔ اس کے بعد اس کافر بادشاہ نے پورے شہر بیتُ المقدس کو توڑ پھوڑ کر مسمار کر دیا اور بالکل ویران بناڈالا۔[2] یہی وہ پہلا فساد اور اس کا انجام ہے جس کا ذکر سورۂ بنی اسرائیل کی آیت 4 میں کیا گیا ہے، اس کی تفصیل حضرت دانیال عَلَیْہِ السَّلَام کی سیرت کے باب میں صفحہ 742 پر ملاحظہ فرمائیں۔

حضرتِ عُزَیر عَلَیْہِ السَّلَام اور قدرتِ الٰہی کا مشاہدہ:

کچھ دنوں بعد کسی طرح حضرت عزیر عَلَیْہِ السَّلَام بخت نصر کی قید سے رہا ہوئے تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا بیت المقدس سے گزر ہوا، آپ کے ساتھ ایک برتن کھجور اور ایک پیالہ انگور کا رس تھا اور آپ ایک گدھے پر سوار تھے، تمام بستی میں

[1] ...قصص الانبیاء لابن کثیر، الفصل السادس، قصة العزیر، ص ۶۵۸۔ [2] ... صاوی، البقرة، تحت الآیة: ۲۵۹، ۱/۲۲۰، ۲۲۱، ملتقطاً۔

پھرے لیکن کسی شخص کو وہاں نہ پایا، بستی کی عمارتیں گری ہوئی تھیں، آپ نے تعجب سے کہا:

اَنّٰى یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا[1]

ترجمہ: الله انہیں ان کی موت کے بعد کیسے زندہ کرے گا؟

اس کے بعد آپ عَلَیْهِ السَّلَام نے اپنی سواری کے جانور کو وہاں باندھ دیا اور خود آرام فرمانے لگے، اسی حالت میں آپ کی روح قبض کر لی گئی اور گدھا بھی مر گیا۔ یہ صبح کے وقت کا واقعہ ہے، اس سے ستر برس بعد اللہ تعالیٰ نے ایران کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کو غلبہ دیا اور وہ اپنی فوجیں لے کر بیتُ المقدس پہنچا، اس کو پہلے سے بھی بہتر طریقے پر آباد کیا اور بنی اسرائیل میں سے جو لوگ باقی رہ گئے تھے وہ دوبارہ یہاں آ کر بیتُ المقدس اور اس کے گرد و نواح میں آباد ہو گئے اور ان کی تعداد بڑھتی رہی۔ اس پورے عرصے میں اللہ تعالیٰ نے حضرتِ عُزیر عَلَیْهِ السَّلَام کو دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ رکھا اور کوئی آپ کو نہ دیکھ سکا، جب آپ کی وفات کو سو سال گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ کیا، پہلے آنکھوں میں جان آئی، ابھی تک تمام جسم میں جان نہ آئی تھی۔ بقیہ جسم آپ کے دیکھتے دیکھتے زندہ کیا گیا۔ یہ واقعہ شام کے وقت غروبِ آفتاب کے قریب ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرتِ عزیر عَلَیْهِ السَّلَام سے فرمایا:

كَمْ لَبِثْتَ[2]

ترجمہ: تم یہاں کتنا عرصہ ٹھہرے ہو؟

عرض کی:

لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ[3]

ترجمہ: میں ایک دن یا ایک دن سے بھی کچھ کم وقت ٹھہرا ہوں گا۔

یہ بات آپ عَلَیْهِ السَّلَام نے یہ سوچ کر کہی کہ یہ اسی دن کی شام ہے جس کی صبح کو سوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْۚ وَ انْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَ لِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَ انْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا[4]

ترجمہ: (نہیں) بلکہ تو یہاں سو سال ٹھہرا ہے اور اپنے کھانے اور پانی کو دیکھ کہ اب تک بدبودار نہیں ہوا اور اپنے گدھے کو دیکھ (جس کی ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں) اور یہ (سب) اس لئے (کیا گیا ہے) تاکہ ہم تمہیں لوگوں

---

❶...پ۳، البقرۃ: ۲۵۹. ❷...پ۳، البقرۃ: ۲۵۹. ❸...پ۳، البقرۃ: ۲۵۹. ❹...پ۳، البقرۃ: ۲۵۹.

کے لئے ایک نشانی بنادیں اور ان ہڈیوں کو دیکھ کہ ہم
کیسے انہیں اٹھاتے (زندہ کرتے) ہیں پھر انہیں گوشت
پہناتے ہیں۔

چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے دیکھا کہ کھانا بالکل سلامت ہے اور گدھا مر چکا ہے، اس کا بدن گل گیا اور اعضاء بکھر گئے ہیں، صرف سفید ہڈیاں چمک رہی تھیں۔ اس کے بعد آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی آنکھوں کے سامنے اس کے اعضاء جمع ہوئے، اعضاء اپنی اپنی جگہ پر آئے، ہڈیوں پر گوشت چڑھا، گوشت پر کھال آئی، بال نکلے پھر اس میں روح پھونکی گئی اور وہ اٹھ کھڑا ہوا اور آواز نکالنے لگا۔ جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کیا تو فرمایا:

اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ [1] **ترجمہ:** میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

یعنی یقین تو پہلے ہی تھا، اب عینُ الْیَقین حاصل ہو گیا۔ [2]

درس: اس واقعہ سے صاف صاف ظاہر ہوا کہ ایک ہی جگہ پر اور ایک ہی آب و ہوا میں حضرت عزیر عَلَیْہِ السَّلَام کا گدھا تو مر کر گل سڑ گیا اور اس کی ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو کر بکھر گئیں لیکن پھلوں، انگور کے شیرے اور خود حضرت عزیر عَلَیْہِ السَّلَام کی ذات میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، یہاں تک کہ سو برس میں ان کے بال بھی سفید نہیں ہوئے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک ہی قبرستان میں، ایک ہی آب و ہوا میں اگر بعض مردوں کی لاشیں گل سڑ کر ختم ہو جائیں اور بعض بزرگوں کی میتیں سلامت رہ جائیں اور ان کے کفن بھی میلے نہ ہوں تو ایسا ہو سکتا ہے، بلکہ مشاہدہ سے ثابت ہے کہ بارہا ایسا ہوا ہے اور مزاراتِ اولیاء اور قبورِ صالحین کے متعلق ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں اور خود حضرت عزیر عَلَیْہِ السَّلَام کا یہ قرآنی واقعہ اس کی بہترین دلیل ہے۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اس آیت میں جس واقعے کا بیان ہے اس کے متعلق دیگر اقوال بھی ہیں یعنی یہ کہ یہ واقعہ حضرت عزیر عَلَیْہِ السَّلَام کا نہیں بلکہ کسی اور نبی کا ہے۔

اپنے مکان پر تشریف آوری اور باندی کا آپ کو پہچاننا:

قصہ مختصر، حضرت عزیر عَلَیْہِ السَّلَام اپنی اس سواری پر سوار ہو کر اپنے محلے میں تشریف لائے اور سرِ اقدس اور داڑھی مبارک کے بال سفید تھے، لیکن عمر مبارک وہی چالیس سال کی تھی، کوئی آپ کو نہ پہچانتا تھا۔ اندازے سے اپنے

---

1 ...پ۳، البقرۃ: ۲۵۹۔ 2 ... خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۵۹، ۱/۲۰۲، ۲۰۳؛ جمل، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۵۹، ۱/۳۲۵، ملتقطاً۔

مکان پر پہنچے، ایک ضعیف بڑھیا ملی جو پاؤں سے معذور اور نابینا ہو گئی تھی، وہ آپ کے گھر کی باندی تھی اور اس نے آپ کو دیکھا ہوا تھا، آپ نے اس سے دریافت فرمایا: یہ عُزیر کا مکان ہے؟ اس نے کہا: ہاں، لیکن عُزیر کہاں، انہیں تو غائب ہوئے سو سال گزر گئے۔ یہ کہہ کر وہ خوب روئی۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: میں عُزیر ہوں۔ اس نے کہا: سُبْحَانَ اللہ! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے سو سال موت کی حالت میں رکھ کر پھر زندہ کیا ہے۔ اس نے کہا: حضرت عُزیر عَلَیْہِ السَّلَام جو دعا کرتے وہ قبول ہوتی تھی، آپ دعا کیجئے کہ میری آنکھیں دوبارہ دیکھنا شروع کر دیں تاکہ میں آپ کو دیکھ سکوں۔ آپ نے دعا فرمائی تو اس عورت کی بینائی واپس آگئی۔ آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: خدا کے حکم سے اٹھ۔ یہ فرماتے ہی اس کے معذور پاؤں درست ہو گئے۔ اس نے آپ کو دیکھ کر پہچانا اور کہا: میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ بیشک حضرتِ عُزیر عَلَیْہِ السَّلَام ہیں۔[1]

یہ حضرت عزیر عَلَیْہِ السَّلَام کا معجزہ تھا اور اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو ایسے معجزات سے نوازتا ہے۔

حضرت عزیر عَلَیْہِ السَّلَام کی اپنے فرزند سے ملاقات اور تورات لکھوانا:

اس کے بعد وہ باندی آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو بنی اسرائیل کے محلے میں لے گئی، وہاں ایک مجلس میں آپ کے فرزند تھے جن کی عمر ایک سو اٹھارہ سال ہو چکی تھی اور آپ کے پوتے بھی تھے جو بوڑھے ہو چکے تھے۔ بڑھیا نے مجلس میں بلند آواز سے کہا: یہ حضرت عُزیر عَلَیْہِ السَّلَام تشریف لائے ہیں۔ اہلِ مجلس نے اس عورت کی بات کو تسلیم نہ کیا۔ اس نے کہا: مجھے دیکھو، ان کی دعا سے میری حالت ٹھیک ہو گئی ہے۔ لوگ اُٹھے اور آپ کے پاس آئے، آپ کے فرزند نے کہا: میرے والد صاحب کے کندھوں کے درمیان سیاہ بالوں سے چاند کی شکل بنی ہوئی تھی، چنانچہ کندھوں سے کپڑا ہٹا کر دکھایا گیا تو وہ موجود تھا، نیز اس زمانہ میں تورات کا کوئی نسخہ باقی نہ رہا تھا اور کوئی اس کا جاننے والا موجود نہ تھا۔ آپ نے تمام تورات زبانی پڑھ دی۔ ایک شخص نے کہا: مجھے اپنے والد سے معلوم ہوا کہ بخت نصر کی ستم انگیزیوں کے بعد گرفتاری کے زمانہ میں میرے دادا نے تورات ایک جگہ دفن کر دی تھی اس کا پتہ مجھے معلوم ہے۔ اس پتہ پر پہنچ کر تورات کا وہ دفن شدہ نسخہ نکالا گیا اور حضرت عُزیر عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی یاد سے جو تورات لکھائی تھی اس سے تقابل کیا گیا تو ایک حرف کا فرق نہ تھا۔[2]

1... خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۵۹، ۱/۲۰۳، جمل، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۵۹، ۱/۳۲۵، ملتقطاً۔

2... خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۵۹، ۱/۲۰۳، جمل، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۵۹، ۱/۳۲۵، ملتقطاً۔

یہودیوں کے حضرت عزیر عَلَیْہِ السَّلَام سے متعلق مشرکانہ عقیدے کا رد:

شاید یہی وجہ ہو کہ یہودیوں کے ایک گروہ نے حضرت عزیر عَلَیْہِ السَّلَام کے متعلق خدا کا بیٹا ہونے کا عقیدہ بنالیا ہو کیونکہ قرآن مجید میں یہ بات موجود ہے کہ یہودیوں کے ایک گروہ نے حضرت عزیر عَلَیْہِ السَّلَام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا تھا، اگرچہ آج کے زمانے میں یہودیوں کا کسی ایسے گروہ کی موجودگی کا ہمیں علم نہیں۔ چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَ قَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ ﰳابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْۚ یُضَاهِــٴُـوْنَ قَوْلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ٘ۚ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ [1]	**ترجمہ:** اور یہودیوں نے کہا: عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائیوں نے کہا: مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ ان کی اپنے منہ سے کہی ہوئی بات ہے، یہ پہلے کے کافروں جیسی بات کرتے ہیں۔ اللہ انہیں مارے، کہاں اوندھے جاتے ہیں؟

باب: 4

احادیث میں حضرت عزیر عَلَیْہِ السَّلَام کا تذکرہ

حضرت عُزیر عَلَیْہِ السَّلَام کی نبوت:

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: میں نہیں جانتا ہے کہ ”تُبّع“ لعین ہے یا نہیں اور میں نہیں جانتا کہ عُزیر (عَلَیْہِ السَّلَام) نبی ہیں یا نہیں۔ [2]

یاد رہے کہ حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان اس وقت کا ہے جب آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تُبّع بادشاہ کے مسلمان ہونے اور حضرت عُزیر عَلَیْہِ السَّلَام کی نبوت کا علم نہیں دیا گیا تھا بعد میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بتادیا گیا تھا کہ تُبّع صاحبِ ایمان اور سعادت مند ہے اور حضرت عُزیر عَلَیْہِ السَّلَام منصبِ نبوت پر فائز تھے۔

حضرت عُزیر عَلَیْہِ السَّلَام کو ”ابن اللہ“ کہنے والے یہودیوں کا حشر:

حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے (شفاعت والی طویل حدیث

---

❶...پ۱۰، التوبۃ: ۳۰۔ ❷... ابو داؤد، کتاب السنۃ، باب فی التخییر بین الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام، ۴/ ۲۸۸، حدیث: ۴۶۷۴۔

میں) ارشاد فرمایا: یہودیوں کو بلا کر پوچھا جائے گا کہ تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ یہودی کہیں گے: اللہ کے بیٹے عزیر کی۔ ان سے کہا جائے گا: تم نے جھوٹ بولا، اللہ تعالیٰ نے نہ کوئی بیوی بنائی ہے اور نہ کوئی بیٹا۔ پس تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم پیاسے ہیں ہمیں پانی پلا دے۔ تو انہیں اشارے سے کہا جائے گا: تم وہاں کیوں نہیں جاتے؟ پھر انہیں جہنم کے پاس جمع کیا جائے گا وہ جہنم گویا کہ سراب ہو گی (یعنی دکھائی دے گا کہ وہ ریت اور پانی ہے لیکن ہو گی آگ) کہ اس کا ایک حصہ دوسرے کو کاٹ رہا ہو گا، پھر وہ جہنم میں گر جائیں گے۔[1]

1... بخاری، کتاب التفسیر، باب ان اللہ لا یظلم مثقال ذرة، ۳/۲۰۴، حدیث: ۴۵۸۱.

حضرت ارمیا عَلَیْہِ السَّلَام

فہرست ابواب

حضرت ارمیا عَلَیْہِ السَّلَام

آپ عَلَیْہِ السَّلَام بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے ایک ہیں، آپ نے بنی اسرائیل کو بخت نصر جیسے ظالم بادشاہ کے مسلط ہونے سے ڈرایا اور رب تعالیٰ کی نافرمانیاں چھوڑ دینے کا حکم دیا لیکن بنی اسرائیل نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی تکذیب کی جس کی سزا میں یہ بخت نصر کے مظالم کا شکار ہو گئے۔ یہاں ایک باب میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی مختصر سیرت بیان کی گئی ہے، تفصیل ذیلی سطور میں ملاحظہ فرمائیں۔

باب: 1

حضرت ارمیا عَلَیْہِ السَّلَام کا تعارف

نام و نسب:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا نام ”ارمیا بن حلقیا“ ہے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام لاوی بن حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد میں سے ہیں۔[1]

اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے:

حضرت عبد اللہ بن عبد الرحمن رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے مروی ہے کہ حضرت ارمیا عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب! کون سا بندہ تجھے سب سے زیادہ محبوب ہے؟ ارشاد فرمایا: وہ لوگ جو مجھے کثرت سے یاد کرتے ہیں، جو میرے ذکر میں مشغولیت کی وجہ سے مخلوق کو یاد نہیں کرتے۔ جنہیں نہ فنا کے وسوسے ستاتے ہیں اور نہ وہ اپنی جانوں کو ہمیشہ رہنے کا آسرا دیتے ہیں، جب دنیوی عیش و عشرت ان کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو وہ بے قرار ہو جاتے ہیں اور جب عیش و عشرت ہٹالیا جائے تو اس سے خوش ہو جاتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جنہیں میں اپنی محبت اور ان کے تصور سے زیادہ نعمتیں عطا کرتا ہوں۔[2]

1... البدایۃ والنہایۃ، باب ذکر جماعۃ من انبیاء بنی اسرائیل... الخ، ومنھم ارمیا بن حلقیا... الخ، ۱/۴۸۴۔

2... موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب الاولیاء، ۲/۴۲۱، حدیث: ۱۰۶۔

بنی اسرائیل کو نصیحت اور ان کی بربادی:

حضرت ارمیا عَلَیْہِ السَّلَام بنی اسرائیل کو (گناہوں سے) توبہ کا حکم دیتے اور (باز نہ آنے کی صورت میں) بخت نصر (جیسے ظالم بادشاہ کے مسلط ہونے) سے ڈراتے تھے لیکن بنی اسرائیل ان کی نصیحت پر کوئی توجہ نہ دیتے، (مسلسل تنبیہ و نصیحت کرتے رہنے کے باجود) جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے دیکھا کہ یہ لوگ کسی صورت اپنے گناہوں سے باز نہیں آئیں گے تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام ان سے جدا ہو گئے یہاں تک بخت نصر نے حملہ کر کے انہیں تباہ و برباد اور بیت المقدس کو ویران کر دیا۔[1]

بعض روایات میں یہ بھی ہے جب حضرت ارمیا عَلَیْہِ السَّلَام نے بنی اسرائیل کو رب تعالیٰ کا پیغام پہنچایا اور بنی اسرائیل نے اس پیغام میں وعید و عذاب کی بات سنی تو وہ بھڑک اٹھے، حضرت ارمیا عَلَیْہِ السَّلَام کو جھٹلایا، ان پر طرح طرح کے الزام لگائے اور انہیں مجنون کہتے ہوئے پکڑ کر قید کر دیا اور ہاتھ پاؤں میں زنجیریں ڈال دیں، اس وقت اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کو بنی اسرائیل کی طرف بھیج دیا جس کے لشکروں نے بنی اسرائیل کے قلعے محاصرے میں لے لیے، جب محاصرہ طویل ہوا تو مجبور ہو کر بنی اسرائیل نے ہتھیار ڈال دیئے، اس کے بعد بخت نصر کی فوجوں نے قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا، ہزاروں کو تہہ تیغ کیا، گھوڑوں کی ٹاپوں تلے روندا، مسجد بیت المقدس کو اجاڑا اور تورات کو جلا دیا۔

حضرت وہب بن منبہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جب بخت نصر قتل و غارت گری سے فارغ ہوا تو اسے بتایا گیا کہ ان لوگوں میں ایک شخص تھے جو انہیں ان مصائب سے ڈرایا کرتے اور تمہارے مسلط ہونے کی خبر دیا کرتے تھے، وہ ان سے فرماتے تھے کہ تم (یعنی بخت نصر) ان کے جنگجو لوگوں کو قتل کر دو گے، بوڑھوں، بچوں، عورتوں اور کمزور لوگوں کو قیدی بنا لو گے ان کی مسجدیں گرا دو گے اور کنیسے جلا دو گے۔ لیکن انہوں نے نصیحت حاصل کرنے کی بجائے انہیں جھٹلایا، ان پر الزام لگائے، انہیں مارا اور انہیں قید کر دیا۔ بخت نصر نے حکم دیا کہ انہیں قید سے نکال کر میرے سامنے پیش کیا جائے۔ جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام تشریف لائے تو بخت نصر نے پوچھا: کیا آپ اس قوم کو ان مصائب سے ڈراتے تھے جو انہیں پہنچے ہیں؟ ارشاد فرمایا: ہاں۔ بخت نصر نے کہا: آپ کو یہ کہاں سے معلوم ہوا؟ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کی طرف رسول بنا کر بھیجا لیکن انہوں نے مجھے جھٹلایا۔ بخت نصر نے کہا: انہوں نے آپ کو جھٹلایا، مارا اور قید کیا؟ ارشاد فرمایا: ہاں۔ بخت نصر نے کہا: وہ لوگ کتنے برے ہیں جنہوں نے اپنے نبی کو جھٹلا دیا اور اپنے رب کے پیغام کو نہ مانا۔ کیا آپ

---

1 ... الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل، قصۃ ارمیا علیہ السلام، ۱/ ۲۶۲.

میرے ساتھ ملنا چاہیں گے تاکہ میں آپ کو عزت و منصب دوں اور اگر آپ چاہیں تو اپنی سرزمین میں ہی قیام فرمائیں، میری طرف سے آپ کو امان ہے۔ حضرت ارمیا عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: میں ہمیشہ سے ہی اللہ تعالیٰ کی حفاظت و امان میں ہوں اور اس سے لمحہ بھر بھی نہیں نکلا، اگر بنی اسرائیل اپنے رب تعالیٰ کا حکم مان لیتے تو وہ نہ تجھ سے ڈرتے اور نہ کسی اور سے اور نہ ہی تو ان پر مسلط ہو سکتا تھا۔ یہ سن کر بخت نصر نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد آپ بیت المقدس میں ہی قیام پزیر ہو گئے۔[1]

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ گناہوں اور نافرمانیوں کے سبب ظالم و جابر حکمران کی صورت میں بھی عذاب الٰہی مسلط ہو سکتا ہے لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اطاعت و فرمانبرداری کو مضبوطی سے تھام لیں تاکہ ظالم حکمران کی شکل میں عذابِ الٰہی سے محفوظ رہیں۔

---

[1]... البدایۃ والنھایۃ، باب ذکر جماعۃ من انبیاء بنی اسرائیل... الخ، ذکر خراب بیت المقدس، ۱/۴۸۹، ۴۹۰، ملتقطاً۔

حضرت دانیال عَلَیۡہِ السَّلَام

فہرست ابواب

حضرت دانیال عَلَیْہِ السَّلَام

آپ عَلَیْہِ السَّلَام بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے ہیں۔ جب بخت نصر نے حملہ کر کے بنی اسرائیل کو قتل و قید کیا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام بھی قید ہونے والوں میں شامل تھے۔ آپ کی تبلیغ و نصیحت سے بنی اسرائیل اپنی بداعمالی سے تائب ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دوبارہ غلبہ عطا فرمادیا۔ قرآن کریم میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا تذکرہ صراحت کے ساتھ موجود نہیں ہے، البتہ احادیث و آثار وغیرہ میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا مختصر ذکر خیر ملتا ہے، یہاں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی سیرت دو ابواب میں بیان کی گئی ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

باب: 1

حضرت دانیال عَلَیْہِ السَّلَام کا تعارف

نام مبارک:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا نام "دانیال" ہے۔

ولادت:

جس علاقے میں حضرت دانیال عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت ہوئی اس کے بادشاہ کو نجومیوں نے بتایا: آج کی رات تیری سلطنت میں فلاں فلاں اوصاف والا ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا جو تیری سلطنت کو تباہ و برباد کر دے گا۔ یہ سن کر بادشاہ نے قسم کھائی کہ وہ آج کی رات پیدا ہونے والے ہر بچے کو قتل کر دے گا۔ جب حضرت دانیال عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت ہوئی تو بادشاہ کے سپاہیوں نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو پکڑ کر شیر کی کچھار میں ڈال دیا لیکن قدرتِ الٰہی سے شیروں نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو کچھ بھی نہ کہا بلکہ شیر اور شیرنی آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے مبارک تلوے چاٹتے رہے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی والدہ (گھبرائی ہوئی) کچھار کے پاس آئیں تو آپ نے دیکھا کہ شیر اور شیرنی میرے نورِ نظر کے تلوے چاٹ رہے ہیں (تو یہ دیکھ کر آپ مطمئن اور پرسکون ہو گئیں) یوں اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو قتل سے نجات بخشی یہاں تک کے آپ عَلَیْہِ السَّلَام جوانی کی عمر کو پہنچ گئے۔[1]

[1]... البدایة والنھایة، ذکر شیء من خبر دانیال علیه السلام، ۱/۴۹۳۔

حضرت دانیال عَلَیْہِ السَّلَام کی انگوٹھی:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس ایک انگوٹھی تھی جس کے نگینے پر دو شیروں کی تصویر تھی، درمیان میں ایک شخص تھے جن کے تلوے شیر چاٹ رہے تھے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے جب تُستَر شہر فتح کیا تو وہاں سے آپ کو یہ انگوٹھی بھی ملی، اس کے بارے میں وہاں کے اہلِ علم سے پوچھا تو انہوں نے کہا: اس انگوٹھی کے نگینے پر اللہ تعالیٰ نے حضرت دانیال عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کے تلوے چاٹنے والے دو شیروں کی صورت نقش فرمادی تھی تاکہ اللہ تعالیٰ کا یہ انعام ہمیشہ حضرت دانیال عَلَیْہِ السَّلَام کے پیش نظر رہے۔[1]

امتِ مصطفیٰ کی تعریف:

حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: ہمیں بتایا گیا ہے کہ حضرت دانیال عَلَیْہِ السَّلَام نے محمد مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی امت کی تعریف کی اور فرمایا: وہ ایسی نماز پڑھنے والے ہوں گے کہ اگر ویسی نماز حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم پڑھ لیتی تو وہ غرق نہ ہوتی، یا قوم عاد کے لوگ پڑھ لیتے تو ان پر خشک آندھی کا عذاب نہ بھیجا جاتا یا ثمود قبیلے کے لوگ پڑھ لیتے تو انہیں ہولناک چیخ اپنی گرفت میں نہ لیتی۔ حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: (اے مسلمانو!) نماز پڑھنا تم پر لازم ہے کیونکہ یہ اہلِ ایمان کے اچھے اخلاق میں سے ایک خُلق بھی ہے۔[2]

بنی اسرائیل کا پہلا فساد اور اس کا انجام:

تورات میں بنی اسرائیل کو بتادیا گیا تھا کہ

لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ مَرَّتَیْنِ وَ لَتَعْلُنَّ عُلُوًّا کَبِیْرًا[3]

ترجمہ: ضرور تم زمین میں دو مرتبہ فساد کرو گے اور تم ضرور بڑا تکبر کرو گے۔

چنانچہ جب پہلے فساد کا وقت آیا تو اس کا ظہور یوں ہوا کہ بنی اسرائیل تورات کے احکام کی مخالفت کرنے لگے، اطاعت الٰہی سے منہ موڑ لیا، غرور و تکبر اور کمزوروں پر ظلم و ستم شروع کر دیا اور انبیاء کرام عَلَیْہِ السَّلَام کو شہید کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی سزا میں شہر بابل کے ظالم و جابر حکمران بخت نصر کو بنی اسرائیل پر مسلط کر دیا، اس نے بنی اسرائیل

1... البدایة والنهایة، ذکر شیء من خبر دانیال علیه السلام، ۱/ ۴۹۳، ملتقطاً۔ 2... در منثور، معارج، تحت الآیة: ۲۲، ۲۳، ۸/ ۲۸۴۔

3... پ۱۵، بنی اسرائیل: ۴۔

کے علماء کو قتل کیا، تورات کو جلایا، مسجد بیت المقدس کو خراب اور ویران کیا اور بنی اسرائیل کے ستر ہزار افراد کو گرفتار کر لیا۔ اس واقعہ کا ذکر قرآن پاک میں ان الفاظ سے کیا گیا ہے:

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَاۤ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّیَارِؕ وَ كَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا[1]

ترجمہ: پھر جب ان دو مرتبہ میں سے پہلی بار کا وعدہ آیا تو ہم نے تم پر اپنے بندے بھیجے جو سخت لڑائی والے تھے تو وہ شہروں کے اندر تمہاری تلاش کے لئے گھس گئے اور یہ ایک وعدہ تھا جسے پورا ہونا تھا۔

حضرت دانیال عَلَیْهِ السَّلَام اور دو شیر:

حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْهَهُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: بخت نصر حضرت دانیال عَلَیْهِ السَّلَام کے پاس آیا تو انہیں بھی قید میں ڈالنے کا حکم دیا، پھر اس نے دو شیر منگوائے جنہیں ایک خشک کنویں میں پھینکا اور حضرت دانیال عَلَیْهِ السَّلَام کو بھی اسی کنویں میں ڈال کر اوپر سے کنویں کا منہ بند کر دیا، پھر پانچ دن بعد اسے کھولا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ حضرت دانیال عَلَیْهِ السَّلَام کھڑے ہو کر نماز ادا فرما رہے ہیں اور دونوں شیر کنویں کے ایک کونے میں بیٹھے ہیں، ان شیروں نے حضرت دانیال عَلَیْهِ السَّلَام کو کچھ بھی نہ کہا۔ بخت نصر نے کہا: مجھے بتائیں کہ آپ نے کیا پڑھا جس سے یہ شیر آپ سے دور رہے۔ ارشاد فرمایا: میں نے یہ کہا تھا:

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو اپنا ذکر کرنے والے کو بھولتا نہیں۔ سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو اسے نامراد نہیں کرتا جس نے اسے پکارا۔ ہر تعریف اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو اپنے اوپر بھروسہ کرنے والے کو کسی اور کے سپرد نہیں کرتا۔ ہر تعریف اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو ہماری تمام کوششیں ناکام ہونے کے باوجود بھی ہماری امیدوں کا مرکز ہے۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو اس وقت بھی ہماری امیدگاہ ہوتا ہے جب ہم اپنے اعمال کے سبب برے گمانوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو ہمارے کرب والم کے لمحات میں ہماری تکلیف دور کر دیتا ہے۔ سبھی تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو نیکی کا بہترین صلہ عطا فرماتا ہے۔ تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو صبر کی جزا نجات کی صورت میں عطا کرتا ہے۔[2]

---

1 ...پ۱۵، بنی اسرائیل: ۵۔ 2 ...موسوعة ابن ابی الدنیا، کتاب الشکر للہ عزوجل، الجزء الثانی، ۱/۵۲۲، حدیث: ۱۲۳۔

حضرت دانیال عَلَیْہِ السَّلَام کے لیے کھانے کا انتظام:

جب اس کنویں میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو بھوک پیاس محسوس ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ملک شام میں حضرت ارمیا عَلَیْہِ السَّلَام کو وحی فرمائی کہ حضرت دانیال عَلَیْہِ السَّلَام کے لیے کھانے پینے کا انتظام کریں، انہوں نے عرض کی: اے میرے رب! میں ارضِ مقدس میں ہوں جبکہ حضرت دانیال عَلَیْہِ السَّلَام عراق کے شہر بابل میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی: ہم نے جس چیز کا حکم دیا ہے اسے تیار کرو، ہم اسے بھیج دیں گے جو تمہیں اور تمہارے تیار کردہ کھانے پینے کے سامان کو اٹھا کر بابل پہنچا دے۔ چنانچہ جب حضرت ارمیا عَلَیْہِ السَّلَام نے کھانا تیار کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا جس نے حضرت ارمیا عَلَیْہِ السَّلَام اور آپ کے تیار کردہ کھانے پینے کی چیزوں کو کنویں کے کنارے پر پہنچا دیا۔ گڑھے کے کنارے پر کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تو حضرت دانیال عَلَیْہِ السَّلَام نے پوچھا: کون ہے؟ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: میں ارمیا ہوں۔ حضرت دانیال عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: کیسے آنا ہوا؟ فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ حضرت دانیال عَلَیْہِ السَّلَام نے پوچھا: میرے رب نے مجھے یاد کیا ہے؟ حضرت ارمیا عَلَیْہِ السَّلَام نے جواب دیا: جی ہاں۔ [1]

حضرت دانیال عَلَیْہِ السَّلَام کے مکاشفات اور خوابوں کی تعبیر:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کشف میں اعلیٰ مقام اور خواب کی تعبیر بیان کرنے میں بہت مہارت رکھتے تھے۔ عہد نامہ قدیم میں بھی آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے مکاشفات اور خوابوں کی تعبیر کا ذکر موجود ہے جن میں سے ایک خواب کا خلاصہ یہ ہے کہ بابل کے بادشاہ بخت نصر نے ایک پریشان کن خواب دیکھا اور صبح اٹھا تو اسے وہ خواب بھی یاد نہ رہا جس سے وہ مزید پریشان ہو گیا۔ بادشاہ نے حضرت دانیال عَلَیْہِ السَّلَام سے پوچھا: کیا آپ مجھے میرا خواب اور اس کی تعبیر بتا سکتے ہیں۔ حضرت دانیال عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: اے بادشاہ! تو جس راز کے بارے میں پوچھ رہا ہے اسے کوئی دانش مند، جادوگر اور نجومی نہیں بتا سکتا۔ ہاں! آسمان کا مالک ایسا خدا ہے جو پوشیدہ راز کو ظاہر کرتا ہے۔ اس خدا نے بخت نصر کو اس کے خواب میں وہ بتا دیا جو ہونے والا ہے۔ اے بادشاہ! تو اپنے بستر پر لیٹے مستقبل کے بارے میں سوچ رہا تھا (اسی حال میں تجھے نیند آگئی) اور پوشیدہ چیزوں کو ظاہر کرنے والے خدا نے تجھے وہ کچھ دکھا دیا جو مستقبل میں ہونے والا ہے۔ خدا نے وہ راز مجھے بھی بتا دیا ہے۔ اے بادشاہ! خواب میں تو نے اپنے سامنے ایک بڑی مورتی کھڑی دیکھی۔ یہ بہت بڑی، چمکدار اور ہیبت

---

[1] ... موسوعة ابن ابی الدنیا، کتاب القناعة والتعفف، باب انزال الحاجة باللہ تعالی... الخ، ۲/۲۸۲، حدیث: ۱۴۷۔

ناک تھی۔اس کا سر خالص سونے کا، سینہ اور بازو چاندی کے ،پیٹ اور رانیں تانبے کی بنی ہوئی تھیں۔اس کی پنڈلیاں لوہے کی جبکہ قدم لوہے اور مٹی سے بنے تھے۔جب تم اس مورتی کی جانب دیکھ رہے تھے تو تمہاری نظروں کے سامنے پتھر کا ایک ٹکڑا اگر پڑا حالانکہ اسے کسی شخص نے کاٹا نہیں تھا۔پھر وہ ٹکڑا اس مورتی کے پیروں سے ٹکرایا تو پیر ٹکڑوں میں بٹ گئے۔پھر مٹی، تانبا، چاندی اور سونا بھی چور چور ہو گئے ،اس مورتی کے ٹکڑے کھیت میں بھوسے کی مانند پڑے تھے ،پھر ہوا ان ٹکڑوں کو اڑا کر لے گئی اور وہاں کچھ بھی نہ بچا۔پھر پتھر کا وہ ٹکڑا ایک بڑے پہاڑ کی شکل میں بدل گیا اور ساری زمین پر چھا گیا۔اے بادشاہ! یہ تورہا تمہارا خواب اور اب ہم تمہیں اس کی تعبیر بتاتے ہیں۔اے بادشاہ! تمہیں آسمان کے مالک خدا نے سلطنت ، اختیار، شان و شوکت اور قوت عطا کی ہے۔تم جنگل کے جانوروں اور پرندوں پر حکومت کرتے ہو خواہ وہ کہیں بھی ہوں۔اے بادشاہ! اس مورتی کی اوپر جو سونے کا سر تھا اس سے مراد تم ہو۔چاندی کے حصے سے مراد تمہارے بعد آنے والی سلطنت ہے جو تمہاری سلطنت کی طرح بڑی نہ ہو گی۔اس کے بعد ایک تیسری سلطنت آئے گی جو ساری زمین پر حکومت کرے گی۔تانبے کے حصے سے اس سلطنت کی طرف اشارہ ہے۔اس کے بعد ایک چوتھی حکومت آئے گی جو لوہے کی مانند مضبوط ہو گی، جیسے لوہے سے چیزیں ٹوٹ کر چکنا چور ہو جاتی ہیں ایسے ہی یہ چوتھی حکومت دوسری سلطنتوں کے ٹکڑے کر کے انہیں کچل ڈالے گی۔اور جو تو نے مورتی کے پیر لوہے اور مٹی سے بنے دیکھے، اس سے مراد یہ ہے کہ چوتھی حکومت ایک تقسیم شدہ حکومت ہو گی۔اس حکومت کا کچھ حصہ تو لوہے کی مانند مضبوط ہو گا اور کچھ مٹی کی طرح کمزور۔تم نے جو لوہے کو مٹی سے ملا ہوا دیکھا، اس سے مراد یہ ہے کہ جیسے لوہا اور مٹی کبھی آپس میں مل نہیں سکتے اسی طرح چوتھی حکومت کے لوگوں میں باہمی ہم آہنگی نہ ہو گی۔انہی دنوں میں آسمان کا مالک خدا ایک سلطنت قائم فرمائے گا جو ہمیشہ ہمیشہ رہے گی، اس میں تبدیلی اور زوال نہ آئے گا۔یہ تمام ممالک اور ان کے بادشاہوں پر غالب آکر ان کی حکومتوں کا خاتمہ کر دے گی اور قیامت تک قائم رہے گی۔یہ اس پتھر کی تعبیر ہے جسے تو نے پہاڑ سے کسی توڑنے والے کے بغیر ٹوٹتے دیکھا یہاں تک کہ اس نے لوہے، تانبے اور چاندی سونے کو چکنا چور کر دیا۔[1]

بنی اسرائیل کی توبہ اور دانیال عَلَیْہِ السَّلَام کی حکمرانی:

بنی اسرائیل نے طویل عرصے تک بخت نصر کا ظلم و ستم اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، پھر ایک وقت

1... عہد نامہ قدیم، ص۸۷۱، ۸۷۲، ملخصاً۔

ایسا آیا کہ یہ لوگ سچے دل سے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی نافرمانیوں پر معافی کے طلبگار ہوئے، اپنے گناہوں سے توبہ کی اور تکبر و فساد سے باز آگئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر یوں کرم فرمایا کہ انہیں اپنے اوپر مسلط لوگوں پر غلبہ عطا کر دیا، مال و دولت اور ان کے بیٹوں سے ان کی مدد فرمائی اور ان کی تعداد کو بڑھا دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَ اَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَ جَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ۝ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۫ وَ اِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا[1]

ترجمہ: پھر ہم نے تمہارا غلبہ ان پر اُلٹ دیا اور مالوں اور بیٹوں کے ساتھ تمہاری مدد کی اور ہم نے تمہاری تعداد بھی زیادہ کر دی۔ اگر تم بھلائی کرو گے تو تم اپنے لئے ہی بہتر کرو گے اور اگر تم برا کرو گے تو تمہاری جانوں کے لئے ہی ہو گا۔

اس غلبے کی صورت یوں ہوئی کہ جب ملک فارس کے ایک بادشاہ نے بابل پر حملہ کیا اور بخت نصر کی فوجوں کو شکست دے کر بابل فتح کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بادشاہ کے دل میں بنی اسرائیل کے لئے شفقت ڈال دی چنانچہ اس نے انہیں قید سے آزاد کر دیا، پھر انہیں ان کے وطن روانہ کر کے حضرت دانیال عَلَیْہِ السَّلَام کو ان کا بادشاہ مقرر کر دیا۔[2]

حضرت دانیال عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا:

حضرت ابو الاشعث احمری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے، حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بیشک حضرت دانیال عَلَیْہِ السَّلَام نے دعا فرمائی تھی کہ ان کی تدفین محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی امت کرے۔[3]

حضرت دانیال عَلَیْہِ السَّلَام کی تدفین:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی یہ دعا قبول ہوئی اور بعدِ وفات آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا جسمِ پاک صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم کے زمانے تک ایک تابوت میں رہا۔ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرماتے ہیں: جب صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم نے تُستَر کو فتح کیا تو وہاں تابوت میں ایک شخص کا جسم دیکھا۔ وہاں کے لوگ اس تابوت کے وسیلے سے غلبہ و بارش طلب کیا کرتے تھے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی طرف خط لکھا اور سارا واقعہ سنایا۔ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے جواب میں لکھا: یہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں میں سے ایک نبی ہیں۔ ان کے بدن پاک کو نہ آگ

---

❶...پ۱۵، بنی اسرائیل: ۶، ۷۔ ❷...بیضاوی، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ: ۶، ۷، ۳/ ۴۳۲، ۴۳۳، ملخصاً۔

❸...البدایۃ والنہایۃ، ذکر شیء من خبر دانیال علیہ السلام، ۱/ ۴۹۲۔

کھاتی ہے نہ زمین۔ تم اور تمہارا ایک ساتھی کوئی ایسی جگہ دیکھو جس کا تم دونوں کے علاوہ کسی کو علم نہ ہو، وہاں اس تابوت کو دفن کر دو۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے ایک گمنام جگہ پر ان کی تدفین فرمادی۔[1]

ایک روایت میں ہے کہ شام کی فتوحات کے دوران "تستر" کے مقام پر اسلامی لشکر کو حضرت دانیال عَلَیْہِ السَّلَام کا جسد اطہر ملا، ان کے جسدِ مبارک کے ساتھ بہت سامال بھی رکھا ہوا تھا اور ساتھ ہی یہ تحریر تھا "جو بھی اپنی حاجات کے لیے مخصوص وقت تک یہ مال لینا چاہے تو لے لے مگر وقت پر واپس کردے ورنہ اسے برص کی بیماری لگ جائے گی۔" حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ عَنْہ (حصولِ برکت کے لیے) ان سے لپٹ گئے اور جسدِ اطہر کو بوسہ دیا۔ پھر امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہ کو ان کے بارے میں ایک مکتوب روانہ کیا۔ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے حکم دیا کہ انہیں غسل وکفن دے کر ان کی نماز جنازہ بھی ادا کرو اور انہیں ویسے دفناؤ جیسے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی تدفین کی جاتی ہے اور ان کے قریب سے جو مال ملا ہے اسے بیت المال میں جمع کرا دو۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے ویساہی کیا جیسا انہیں حکم دیا گیا۔[2]

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے جسدِ اطہر کے پاس جو مال ملا اس کے متعلق حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: حضرت دانیال عَلَیْہِ السَّلَام نے دعا مانگی تھی کہ اس مال کے وارث مسلمان ہوں۔ یہ دعا یوں قبول ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے جسد اطہر کو حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے زمانے میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے سامنے ظاہر کر دیا، جنہوں نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے جسد اطہر کو دوبارہ غسل وکفن دیا اور مسلمان آپ کے جسد اطہر کے پاس موجود مال کے وارث بن گئے۔[3]

باب: 2

احادیث میں حضرت دانیال عَلَیْہِ السَّلَام کا تذکرہ

علمِ رمل کی ممانعت:

مسلم شریف کی حدیث پاک میں ہے، حضرت معاویہ بن حکم رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے عرض کی: ہم میں سے بعض لوگ

1... مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب التاریخ، ماذکر فی تستر، ۸/۳۱، حدیث: ۷۔

2... کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الانبیاء، دانیال علیہ السلام، ۶/۲۱۷، حدیث: ۳۵۵۷۸، الجزء الثانی عشر۔

3... کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الانبیاء، دانیال علیہ السلام، ۶/۲۱۷، حدیث: ۳۵۵۷۶، الجزء الثانی عشر۔

خط کھینچتے ہیں (یعنی علم رمل کے طریقہ سے خطوط کھینچ کر غیبی خبریں معلوم کرتے ہیں، ان کا یہ عمل اسلامی شریعت کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟)ارشاد فرمایا: انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ السَّلَام میں سے ایک نبی خط کھینچتے تھے تو جس کی لکیر ان کے خط کے موافق ہو تو وہ درست ہے۔[1]

اس حدیث پاک میں جن نبی عَلَیۡہِ السَّلَام کا ذکر ہے ان سے متعلق شارحین کا ایک قول یہ ہے کہ ان سے مراد حضرت ادریس عَلَیۡہِ السَّلَام ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ ان سے مراد حضرت دانیال عَلَیۡہِ السَّلَام ہیں۔[2] نیز علم رمل اور اس کے شرعی حکم سے متعلق تفصیل صفحہ 151 پر ملاحظہ فرمائیں۔

درندوں کے شر سے بچنے کا وظیفہ:

حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ وَجۡہَہُ الۡکَرِیۡم فرماتے ہیں: جب تم ایسی وادی میں ہو جہاں تمہیں درندوں کا ڈر ہو تو یوں کہو: ''اَعُوۡذُ بِرَبِّ دَانۡیَالَ وَالۡجُبِّ مِنۡ شَرِّ الۡاَسَدِ'' میں حضرت دانیال عَلَیۡہِ السَّلَام اور کنویں کے رب کی پناہ مانگتا ہوں شیر کے شر سے۔[3]

---

❶...مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب تحریم الکلام فی الصلاۃ...الخ، حدیث: (۱۱۹۹)۳۳، ص۲۱۵، ۲۱۶۔

❷...مرقاۃ المفاتیح، کتاب الطب والرقی، باب الکھانۃ، تحت الحدیث: ۴۵۹۲، ۸/۳۵۸، ۳۵۹۔

❸...کنز العمال، کتاب الاذکار، باب ادعیۃ الھم والخوف، ۱/۲۷۷، حدیث: ۴۹۹۴، الجزء الثانی۔

حضرت شعیا عَلَیْہِ السَّلَام

فہرست ابواب

حضرت شعیا عَلَیْهِ السَّلَام

آپ عَلَیْهِ السَّلَام بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے ایک ہیں۔ یہاں آپ عَلَیْهِ السَّلَام کی مختصر سیرت ایک باب میں بیان کی گئی ہے، تفصیل ذیلی سطور میں ملاحظہ ہو:

باب:1

حضرت شعیا عَلَیْهِ السَّلَام کا تعارف

نام مبارک:

آپ عَلَیْهِ السَّلَام کا اسم گرامی "شعیا بن امصیا" ہے۔[1]

زمانۂ بعثت:

آپ عَلَیْهِ السَّلَام حضرت زکریا اور یحییٰ عَلَیْهِمَا السَّلَام سے پہلے مبعوث ہوئے اور آپ عَلَیْهِ السَّلَام نے حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام اور نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی تشریف آوری کی بشارت دی۔

معجزہ:

کشف الظنون میں ہے: علم رمل ایک معجزہ ہے اور یہ 6 انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ السَّلَام کو عطا ہوا، ان میں سے ایک حضرت شعیا عَلَیْهِ السَّلَام ہیں۔[2]

یاد رہے کہ ہمارے لیے علم رمل سیکھنا اور اسے استعمال کرنا حرام ہے۔ اس سے متعلق مزید تفصیل صفحہ 151 پر ملاحظہ فرمائیں۔

حضور اقدس صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی بشارت:

اللہ تعالیٰ نے کتابِ شعیا میں فرمایا: میرا وہ بندہ جس سے میری ذات خوش ہے، میں اس پر اپنی وحی اتاروں گا، وہ تمام امتوں میں میرا عدل ظاہر کرے گا، انہیں نیک باتوں کی تاکید فرمائے گا، فضول نہ ہنسے گا، بازاروں میں اس کی آواز نہ

---

[1] ...البدایة والنهایة، باب ذکر جماعة من انبیاء بنی اسرائیل...الخ، ۱/۲۸۳۔ [2] ...کشف الظنون، علم الرمل، ۱/۹۱۲۔

سنی جائے گی، اندھی آنکھیں اور بہرے کان کھول دے گا، غافل دلوں کو زندہ کرے گا، میں جو اسے عطا کروں گا وہ کسی کو نہ دوں گا اور مُشَفَّحْ اللہ تعالیٰ کی نئی حمد کرے گا۔[1]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ فرماتے ہیں: مُشَفَّحْ ہمارے حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کا نام اور محمد سے ہموزن وہم معنی ہے، یعنی بکثرت وبار بار سراہا گیا۔[2]

حضرت وہب بن منبہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیا عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وحی بھیجی: بیشک میں ایک نبی اُمّی کو بھیجنے والا ہوں جس کے ذریعے میں بہرے کان، غلاف چڑھے دل اور اندھی آنکھیں کھول دوں گا، اس کی ولادت گاہ مکہ، مقامِ ہجرت مدینہ اور سلطنت شام میں ہو گی۔ میرا یہ بندہ متوکل، مصطفیٰ، مرفوع، حبیب، محبوب اور مختار ہو گا۔ وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہ دے گا بلکہ عفو ودرگزر اور بخشش سے کام لے گا۔ اہل ایمان کے ساتھ رحمدلی سے پیش آئے گا۔ طاقت سے زیادہ بوجھ لادا ہوا جانور دیکھ کر افسردہ ہو جائے گا۔ بیوہ عورت کی گود میں یتیم بچے کے لیے دل گرفتہ ہو گا۔ وہ نہ بد خلق ہو گا نہ سخت مزاج، نہ بازاروں میں شور مچاتا پھرے گا، نہ بے حیائی پر مشتمل زیب وزینت کرے گا، نہ فضول بات کرنے والا ہو گا نہ بری بات کہنے والا۔ اگر وہ چراغ کے قریب سے گزرے تو اس کے سکون ووقار کے سبب چراغ نہ بجھے گا۔ اگر وہ سخت زمین پر چلے تو اس کے قدموں کی چاپ سنائی نہ دے گی۔ میں اسے خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر مبعوث فرماؤں گا۔ میں اسے ہر نیک عمل اور ہر طرح کے اچھے اخلاق کی توفیق عطا کروں گا۔ میں سکون ووقار اس کا لباس، نیکی اس کا شعار، تقویٰ اس کا ضمیر، حکمت اس کی فراست، صدق ووفا اس کی طبیعت، عفوو بخشش اور بھلائی اس کی عادت، عدل و انصاف اس کی سیرت، حق اس کی شریعت، ہدایت اس کا امام اور اسلام اس کی ملت بناؤں گا۔ اس کا اسم گرامی احمد ہے۔ اس کے سبب گمراہی کے بعد ہدایت دوں گا، اس کے ذریعے سے جہل کے بعد علم دوں گا، اس کے وسیلے سے گمنامی کے بعد بلند نامی دوں گا، اس کے ذریعے سے ناشناسی کے بعد شناخت دوں گا، اس کے واسطے سے کمی کے بعد کثرت دوں گا، اس کے سبب سے محتاجی کے بعد غنی کر دوں گا، اس کے وسیلے سے پھوٹ کے بعد یکدلی دوں گا، اس کے وسیلے سے پریشان دلوں، مختلف خواہشوں، متفرق امتوں میں الفت ومیلان پیدا کر دوں گا۔ اس کی امت کو لوگوں کی ہدایت کے لیے ظاہر کی جانے والی تمام امتوں میں سب سے بہتر امت بناؤں گا۔ وہ

---

1 ...سبل الھدی والرشاد، جماع ابواب اسمائہ صلی اللہ علیہ وسلم وکناہ، ۱/۵۱۴۔ 2 ... فتاویٰ رضویہ، ۳۰/۱۹۶۔

امت نیکی کا حکم دے گی اور برائی سے منع کرے گی۔ وہ لوگ میری وحدانیت کا پرچار کریں گے، مجھ پر ایمان لائیں گے، میرے لیے مخلص ہوں گے، میرے رسول جو وحی وہدایت لائے ہیں، وہ ان سب کی تصدیق کریں گے۔ وہ لوگ نمازوں کے اوقات کے لیے سورج کے طلوع و غروب پر نظر رکھیں گے۔ ایسے، دلوں، چہروں اور روحوں کو خوشخبری ہو جو میرے ساتھ مخلص ہوں گے۔ میں انہیں ان کی مسجدوں، مجلسوں، بستروں، گزرگاہوں اور آرام گاہوں میں تسبیح و تکبیر اور حمد و وحدانیت بیان کرنے کی توفیق دوں گا۔ وہ اپنی مسجدوں میں اس طرح صفیں بنائیں گے جس طرح میرے عرش کے گرد فرشتے صف بناتے ہیں۔ وہ میرے دوست اور مددگار ہیں، میں ان کے ذریعے اپنے دشمن بت پرستوں سے بدلہ لوں گا۔ وہ میرے لیے قیام و قعود اور رکوع و سجود کے ساتھ نمازیں پڑھیں گے۔ وہ میری رضا و خوشنودی کی خاطر اپنے شہروں اور مال و دولت کو چھوڑ کر ہجرت کر جائیں گے۔ وہ میری راہ میں صفیں باندھ کر اور لشکروں کی صورت میں جہاد کریں گے۔ میں ان کی کتاب کے ذریعے دوسری کتابوں، ان کی شریعت کے ذریعے دوسری شریعتوں اور ان کے دین کے ذریعے دوسرے ادیان کو ختم کر دوں گا۔ تو جس نے ان کا زمانہ پایا پھر وہ ان کی کتاب پر ایمان نہ لایا اور ان کے دین و شریعت میں داخل نہ ہوا تو وہ میری راہ پر نہیں اور وہ مجھ سے بری ہے۔ میں انہیں تمام امتوں سے افضل بناؤں گا اور انہیں ”درمیانی امت“ کروں گا جو تمام لوگوں پر گواہ ہو گی۔ جب انہیں غصہ آئے گا تو میری تہلیل (کلمہ طیبہ کا ورد) کریں گے۔ جب وہ بے بس ہوں گے تو میری بڑائی بیان کریں گے، جب ان میں کوئی باہمی اختلاف ہو گا تو وہ میری تسبیح کریں گے۔ وہ اپنے چہروں اور دیگر اعضاء کو پاک صاف رکھیں گے۔ ہر نشیب و فراز پر تہلیل و تکبیر کریں گے۔ ان کی قربانیاں جانوروں کا خون بہانا ہو گا۔ اللہ کی کتاب ان کے سینوں میں محفوظ ہو گی، وہ رات میں عبادت کریں اور دن میں روزہ رکھیں گے۔ ان کے مؤذن کی آواز سے فضاء آسمانی میں شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح آواز پیدا ہو گی۔ خوشخبری ہو اسے جو ان کے ساتھ، ان کے دین، ان کے طریقے اور ان کی شریعت پر ہو گا۔ یہ میرا فضل ہے اور میں جسے چاہتا ہوں یہ عطا کرتا ہوں اور میں ہی بہت فضیلت و عظمت والا ہوں۔[1]

بنی اسرائیل کو وعظ و نصیحت اور شہادت:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے زمانۂ نبوت میں حزقیا نامی بادشاہ بنی اسرائیل پر حکومت کرتا تھا۔ یہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا بہت

[1]... الخصائص الکبری، باب ذکرہ فی التوراۃ والانجیل وسائر کتب اللہ المنزلۃ، ۱/۲۳۔

فرمانبردار اور اطاعت گزار تھا۔ اس کے انتقال کے بعد بنی اسرائیل میں عملی اعتبار سے فساد برپا ہوا اور یہ لوگ نئے نئے خلافِ شرع امور ایجاد کر کے ان پر عمل میں مصروف ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے حضرت شعیا عَلَیْہِ السَّلَام کو حکم فرمایا کہ انہیں وعظ و نصیحت فرمائیں۔ چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے بنی اسرائیل میں کھڑے ہو کر وعظ فرمایا اور انہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ سے متعلق کیا عقیدہ رکھنا چاہیے، اس کے ساتھ ساتھ انہیں عذابِ الٰہی سے بھی ڈرایا کہ اگر تم اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو تمہیں سخت عذاب پہنچے گا۔ جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام ان کو وعظ فرما چکے تو لوگ آپ کے دشمن ہو گئے اور آپ کو قتل کرنے کے درپے ہوئے آپ وہاں سے نکلے اور ایک درخت کے قریب سے گزرے، درخت پھٹ گیا اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام اس میں داخل ہو گئے، شیطان مردود نے آپ کو دیکھا اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے کپڑے کے ایک کونے کو ظاہر کر دیا جب لوگوں نے دیکھا کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام درخت کے تنے میں چھپے ہیں تو آری سے درخت کو چیر ڈالا اس طرح آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا جسم مبارک بھی دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔[1]

---

1 ...البدایۃ والنہایۃ، باب ذکر جماعۃ من انبیاء بنی اسرائیل... الخ، ۱/۴۸۳، ۴۸۴، ملخصاً۔

حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام

فہرست ابواب

حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام

آپ عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی، حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے والد اور حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے خالو تھے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی کفالت و پرورش فرمائی، ان کے پاس بے موسمی پھلوں کی آمد دیکھ کر بارگاہِ الٰہی میں اولاد کی دعا مانگی جو قبول ہوئی اور آپ کو حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی صورت میں عظیم فرزند عطا ہوئے۔ یہودیوں نے سازش کر کے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو شہید کروادیا۔ یہاں 4 ابواب میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی سیرت مبارکہ بیان کی گئی ہے جس کی تفصیل ذیلی سطور میں ملاحظہ ہو۔

باب:1

حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام کے واقعات کے قرآنی مقامات

قرآن پاک میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا مختصر تذکرہ سورۂ انعام، آیت:85 میں اور تفصیلی ذکر خیر درج ذیل 3 سورتوں میں کیا گیا ہے:

(1) سورۂ آلِ عمران، آیت:37 تا 44۔ (2) سورۂ مریم، آیت:1 تا 11۔ (3) سورۂ انبیاء، آیت:89، 90۔

باب:2

حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام کا تعارف

نام و نسب:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا مبارک نام "زکریا" اور ایک قول کے مطابق نسب نامہ یہ ہے: "زکریا بن لدن بن مسلم بن صدوق بن حشبان بن داؤد بن سلیمان بن مسلم بن صدیقہ بن برخیا بن بلعاطۃ بن ناحور بن شلوم بن بہفاشاط بن اینامن بن رحبعام بن حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام بن حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام"۔[1]

[1] ...البدایۃ والنہایۃ، قصۃ زکریا ویحیی علیہما السلام، ۱/۵۰۰۔

پیشہ:

اپنی محنت سے کما کر کھانا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی پاکیزہ سیرت رہی ہے۔اسی لیے حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام بھی اپنے ہاتھ کی کمائی ہی سے کھاتے تھے، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام لکڑی سے اشیاء بنانے کا کام کیا کرتے تھے۔[1]

یہاں یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام میں سے کسی نبی عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی نبوت کو ذریعۂ معاش نہیں بنایا بلکہ کائنات کے یہ معزز ترین حضرات مختلف پیشے اختیار کر کے اپنا گزر بسر کیا کرتے تھے۔

تقویٰ:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام انتہائی پرہیزگار تھے۔مروی ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام اجرت پر کسی کی دیوار گارے سے بنارہے تھے اور اس کے بدلے میں وہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو ایک روٹی پیش کرتے کیونکہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام صرف اپنے ہاتھ کی کمائی سے ہی کھانا تناول فرماتے تھے۔ایک مرتبہ (کھانے کے دوران) کچھ لوگ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے کھانے کی دعوت نہ دی یہاں تک کہ خود کھانا کھا کر فارغ ہوگئے۔یہ دیکھ کر ان لوگوں کو آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے طرزِ عمل پر تعجب ہوا کہ انتہائی سخی اور زاہد ہونے کے باوجود آپ نے ہمیں اپنے کھانے میں شریک کیوں نہیں کیا اور یہ گمان کیا کہ اگر ہم ہی پہل کرتے ہوئے کھانا مانگ لیتے تو اچھا رہتا۔آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے (اپنے طرزِ عمل کی حکمت بیان کرتے ہوئے) ان سے ارشاد فرمایا: میں ایک قوم کے ہاں اجرت پر کام کرتا ہوں اور وہ مجھے ایک روٹی اس لیے دیتے ہیں تاکہ میرے اندر ان کا کام کرنے کی طاقت پیدا ہو، اب اگر میں تمہیں اپنے حصے کی روٹی میں سے کچھ کھلاتا ہوں تو یقیناً یہ نہ تمہیں کفایت کرتی نہ مجھے، مزید یہ کہ میرے اندر ان کا کام کرنے کی طاقت کم ہو جاتی۔[2]

اس واقعے میں نصیحت ہے کہ جب اجرت پر کسی کا کام کریں تو اس کے تمام تر تقاضوں کو بھی پورا کریں۔

فرزند پر اظہارِ شفقت:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے فرزند حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر اللہ تعالیٰ کا خوف بہت غالب تھا جس کے سبب وہ بکثرت

---

1 ...مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل زکریا علیہ السلام، ص۹۹۴، حدیث:۲۳۷۹۔

2 ...احیاء علوم الدین، کتاب النیۃ والاخلاص والصدق، الباب الاول فی النیۃ، بیان تفصیل الاعمال المتعلقۃ بالنیۃ، ۵/۱۰۰۔

گریہ وزاری کرتے تھے، ایک دن آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سے فرمایا: اے پیارے بیٹے! میں نے تو اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی تھی کہ وہ تجھے میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنادے۔ حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: اے ابا جان! حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے مجھے بتایا ہے کہ جنت اور دوزخ کے درمیان ایک جنگل ہے، جسے وہی طے کر سکتا ہے جو (اللہ تعالیٰ کے خوف سے) بہت رونے والا ہو۔ اس پر حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: اے میرے فرزند: ٹھیک ہے تم روتے رہو۔[1]

اللہ اکبر! حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام اللہ پاک کے برگزیدہ نبی، ہر طرح کے گناہ سے پاک اور یقینی، حتمی، قطعی طور پر بخشش و مغفرت و نجات اور جنت میں اعلیٰ ترین مقامات کا پروانہ حاصل کیے ہوئے ہیں، اس کے باوجود خوفِ خدا سے گریہ وزاری کا یہ حال ہے تو ہم گناہگاروں کو ربِّ قہار سے کس قدر ڈرنا اور اس کے خوف سے کس قدر رونا چاہئے۔

اوصاف:

دیگر انبیاءِ کرام عَلَیْہِ السَّلَام کی طرح آپ عَلَیْہِ السَّلَام بھی نیکیوں میں جلدی کرنے والے، اللہ تعالیٰ کو بڑی رغبت اور بڑے ڈر سے پکارنے والے اور اللہ تعالیٰ کے حضور دل سے جھکنے والے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّهُمْ كَانُوْا یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَ یَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا ؕ وَ كَانُوْا لَنَا خٰشِعِیْنَ[2]

ترجمہ: بیشک وہ نیکیوں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں بڑی رغبت سے اور بڑے ڈر سے پکارتے تھے اور ہمارے حضور دل سے جھکنے والے تھے۔

انعاماتِ الٰہی:

اللہ پاک نے حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام پر بہت سے انعامات فرمائے، ان میں سے 6 انعامات یہ ہیں:

(1تا3) اللہ تعالیٰ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو بطورِ خاص ان انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کے گروہ میں نام کے ساتھ ذکر کیا جنہیں اللہ کریم نے نعمتِ ہدایت سے نوازا، صالحین میں شمار فرمایا اور جنہیں ان کے زمانے میں سب جہان والوں پر فضیلت عطا کی۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَ زَكَرِیَّا وَ یَحْیٰى وَ عِیْسٰى وَ اِلْیَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ

ترجمہ: اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو (ہدایت

---

[1] ...احیاء علوم الدین، کتاب الخوف والرجاء، بیان احوال الانبیاء... الخ، ۴/۲۲۶۔ [2] ...پ۱۷، الانبیاء: ۹۰۔

الصّٰلِحِیْنَ ﴿۸۵﴾ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ الْیَسَعَ وَ یُوْنُسَ وَ لُوْطًاؕ وَ كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِیْنَ[1]

یافتہ بنایا) یہ سب ہمارے خاص بندوں میں سے ہیں۔ اور اسماعیل اور یَسَع اور یونس اور لوط کو (ہدایت دی) اور ہم نے سب کو تمام جہان والوں پر فضیلت عطا فرمائی۔

(4تا6) آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرزند کی دعا مانگی تو رب کریم نے اسے قبول فرمایا، آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے لیے آپ کی زوجہ کا بانجھ پن ختم کر کے اسے اولاد پیدا کرنے کے قابل بنا دیا اور انہیں سعادت مند فرزند حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام عطا فرمائے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ زَكَرِیَّاۤ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ ﴿۸۹﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ٘ وَ وَهَبْنَا لَهٗ یَحْیٰى وَ اَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ[2]

ترجمہ: اور زکریا کو (یاد کرو) جب اس نے اپنے رب کو پکارا، اے میرے رب! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب سے بہتر وارث ہے۔ تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے یحییٰ عطا فرمایا اور اس کے لیے اس کی بیوی کو قابل بنا دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ دین کی خدمت کے لئے بیٹے کی دعا اور فرزند کی تمنا کرنا سنتِ نبی ہے۔ یہ بھی پتا چلا کہ جیسی دعا مانگے، اسی قسم کے نام سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرے۔ چونکہ حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام کے فرزند نے اُن کے کمال کا وارث ہونا تھا، اس لیے آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے رب تعالیٰ کو وارث کی صفت سے یاد فرمایا۔

باب:3

سیرتِ زکریا عَلَیْہِ السَّلَام کے اہم واقعات

حضرت مریم کی کفالت:

حضرت حَنَّہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے ولادت کے بعد حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر بیتُ المقدس کے علماء کے سامنے پیش کر دیا کہ وہ انہیں اپنی کفالت میں لے لیں۔ ان علماء کو بہت معزز شمار کیا جاتا تھا، یہ علماء حضرت

❶...پ۷، الانعام: ۸۵، ۸۶۔ ❷...پ۱۷، الانبیاء: ۸۹، ۹۰۔

ہارون عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد میں سے تھے اور بیتُ المقدس کی خدمت پر مقرر تھے۔ چونکہ حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا حضرت عمران رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی بیٹی تھیں جو ان علماء میں ممتاز تھے اور ان کا خاندان بھی بنی اسرائیل میں بہت اعلیٰ اور صاحبِ علم خاندان تھا، اس لئے ستائیس کے قریب اُن سب علماء نے حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو اپنی پرورش میں لینے کا اظہار کیا۔ حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: میں ان کا سب سے زیادہ حقدار ہوں کیونکہ میرے گھر میں ان کی خالہ ہیں، معاملہ اس پر ختم ہوا کہ قرعہ اندازی کی جائے، چنانچہ جن قلموں سے تورات لکھا کرتے تھے ان کے ذریعے قرعہ اندازی کی گئی اور طے یہ پایا کہ ہر کوئی اپنا قلم پانی میں رکھے، جس کا قلم پانی کے بہاؤ کے الٹی طرف بہنا شروع کر دے وہ کفالت کا حق دار ہو گا۔ سب نے اپنی اپنی قلم پانی میں ڈالی تو حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام کا قلم الٹی طرف بہنا شروع ہو گیا، اس طرح حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی کفالت میں آ گئیں۔ [1]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَؕ وَ مَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَیُّهُمْ یَكْفُلُ مَرْیَمَ۪ وَ مَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ [2]

ترجمہ: یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم خفیہ طور پر تمہیں بتاتے ہیں اور تم ان کے پاس موجود نہ تھے جب وہ اپنی قلموں سے قرعہ ڈالتے تھے کہ ان میں کون مریم کی پرورش کرے گا اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے۔

فرمانِ خداوندی کے مطابق یہ معلومات غیب کی خبروں سے تعلق رکھتی ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ذریعے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو عطا فرمایا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ عام معاملات میں قرعہ اندازی سے بھی فیصلہ کیا جاسکتا ہے جیسے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سفر میں ساتھ لے جانے کیلئے ازواجِ مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی فرمایا کرتے تھے۔

حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا سے بے موسم پھلوں کے متعلق استفسار:

حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی کفالت ملنے کے بعد حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام نے ان کی پرورش پر خصوصی توجہ

[1]... مدارک، اٰل عمران، تحت الآیۃ: ۳۷، ص۱۵۸۔ تفسیر کبیر، اٰل عمران، تحت الآیۃ: ۴۴، ۳/۲۱۹، ۲۲۰، ملتقطاً۔ [2]... پ۳، اٰل عمران: ۴۴۔

فرمائی اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان کے لیے ایک کمرہ مخصوص فرما دیا تھا جس میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے سوا کوئی داخل نہ ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو بہت عظمت عطا فرمائی۔ آپ کی پرورش دوسرے بچوں کی مقابلے میں بہت تیزی سے ہوئی ۔ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے پاس بے موسم کے پھل آتے جو جنت سے اترتے۔ جب حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے پاس محراب (عبادت گاہ) میں جاتے تو وہاں بے موسم کے پھل پاتے۔ ایک مرتبہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا سے پوچھ لیا:

یٰمَرْیَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا [1]

ترجمہ: اے مریم! یہ تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے؟

انہوں نے جواب دیا:

هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ [2]

ترجمہ: یہ اللہ کی طرف سے ہے، بیشک اللہ جسے چاہتا ہے بے شمار رزق عطا فرماتا ہے۔

اس آیت سے اولیاء کرام رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِم کی کرامات بھی ثابت ہوتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کے ہاتھوں پر خوارق یعنی خلافِ عادت چیزیں ظاہر فرماتا ہے۔

محرابِ مریم میں پاکیزہ اولاد کی دعا:

حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام نے جب یہ دیکھا تو خیال فرمایا کہ جو پاک ذات حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو پھلوں کی پیداوار کے عمومی وقت و موسم کے بغیر اور بغیر ظاہری سبب کے میوہ عطا فرمانے پر قادر ہے وہ بیشک اس پر بھی قادر ہے کہ میری بانجھ بیوی کو نئے سرے سے تندرستی دے دے اور مجھے اس بڑھاپے کی عمر میں اولاد کی امید ختم ہو جانے کے بعد فرزند کی نعمت عطا فرما دے۔ اس خیال سے آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اسی جگہ بارگاہِ الٰہی میں دعا مانگی: [3]

رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةًۚ اِنَّكَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ [4]

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے اپنی بارگاہ سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بیشک تو ہی دعا سننے والا ہے۔

یہاں ایک بات قابلِ توجہ ہے کہ ایسا ہرگز نہیں تھا حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام کو پہلے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر یقین

---

❶...پ۳، آل عمران: ۳۷. ❷...پ۳، آل عمران: ۳۷. ❸... خازن، آل عمران، تحت الآیۃ: ۳۷، ۱/۲۴۶. ❹...پ۳، آل عمران: ۳۸.

نہیں تھا اور اب کرامت دیکھ کر یقین ہوا کہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام سے بڑھ کر خدا کی قدرت کون جانتا ہے البتہ یہ ہوا کہ قدرتِ الٰہی پر یقین پہلے سے ہی تھا جبکہ ولیہ کی کرامت کا مشاہدہ کرنے پر دل اس طرف متوجہ ہوا کہ جب ولی سے کرامت صادر ہو سکتی ہے تو نبی سے معجزہ کا ظہور بدرجہ اولیٰ ہو سکتا ہے، یوں کرامت کا مشاہدہ کرنے سے اولاد ملنے کی امید کی طرف ذہن منتقل ہو گیا اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کر دی۔

حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام نے پاکیزہ اولاد کی دعا مانگی، اس سے معلوم ہوا کہ صرف اولاد کی دعا نہیں کرنی چاہیے کہ اولاد تو سخت آزمائش بھی بن سکتی ہے بلکہ پاکیزہ کردار والی اولاد کی دعا کرنی چاہیے تاکہ اس سے دنیا و آخرت کا سکون نصیب ہو۔

بڑھاپے میں اولاد کی دعا مانگنے کا ایک سبب:

حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام کی عمر شریف 75 یا 80 سال تک پہنچ چکی تھی مگر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس اولاد جیسی نعمت نہ تھی، دوسری طرف آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنے رشتہ داروں میں سے بھی کوئی ایسا نیک وصالح مرد نظر نہیں آتا تھا جو آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات کے بعد اس قابل ہو کہ وہ علم و نبوت میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا جانشین بن سکے اور دین کی خدمت انجام دے سکے بلکہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے کئی رشتہ دار شریر تھے اور آپ کو خوف تھا کہ کہیں میرے بعد یہ دین میں تبدیلیاں شروع نہ کر دیں، اسی وجہ سے آپ عَلَیْہِ السَّلَام بہت فکر مند رہتے تھے اور یہ احساس جب بہت زیادہ بڑھا تو ایک مرتبہ یوں دعا کی:

رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَ اشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا وَّ لَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآىٕكَ رَبِّ شَقِیًّا(۴) وَ اِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَ كَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا(۵) یَّرِثُنِیْ وَ یَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ ﳓ وَ اجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا[1]

ترجمہ: اے میرے رب! بیشک میری ہڈی کمزور ہو گئی اور سر نے بڑھاپے کا شعلہ چمکا دیا ہے (بوڑھا ہو گیا ہوں) اور اے میرے رب! میں تجھے پکار کر کبھی محروم نہیں رہا۔ اور بیشک مجھے اپنے بعد اپنے رشتے داروں کا ڈر ہے اور میری بیوی بانجھ ہے، تو مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا وارث عطا فرما دے۔ جو میرا جانشین ہو اور یعقوب

❶...پ۱۶، مریم: ۴-۶.

کی اولاد کا وارث ہو اور اے میرے رب! اسے پسندیدہ

بنادے۔

سبحان اللہ! حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام نے کس قدر خوبصورت انداز میں دعا فرمائی، اس سے معلوم ہوا کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگی جائے تو پہلے ان اُمور کو ذکر کیا جائے جن سے دعا مانگنے والے کی عاجزی و اِنکساری کا اظہار ہو۔ نیز اپنی حاجت عرض کرنے سے پہلے اپنے اوپر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمت و رحمت اور لطف و کرم کا ذکر کیا جائے اور پہلے جو دعا قبول ہو چکی اسے دوبارہ دعا کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بنایا جائے۔

یہاں مزید تین باتیں قابلِ توجہ ہیں کہ جس وقت حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام نے بیٹے کے لیے دعا کی اس وقت آپ کی زوجہ کی عمر تقریباً 70 سال تھی۔ نیز آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا نیک بیٹے کی دعا کرنا، دین کے لیے تھا، نہ کہ کسی دُنیوی غرض سے۔ یونہی انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کی وراثت علم و حکمت ہی ہوتی ہے، اس لیے آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے دعا میں اسی وراثت کا ذکر فرمایا ہے۔ مزید یہ کہ بیٹے کی دعا کرنا سنتِ انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام ہے مگر اس لئے کہ وہ توشۂ آخرت ہو، البتہ بیٹی پیدا ہونے پر غم ہرگز نہیں کرنا چاہئے کہ یہ کفار کا طریقہ ہے۔

حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام کو بیٹے کی بشارت:

حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام بڑے عالم تھے، بنی اسرائیل کی قربانیاں بارگاہِ الٰہی میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام ہی پیش کیا کرتے تھے اور مسجد شریف میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی اجازت کے بغیر کوئی داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ ایک دن آپ عَلَیْہِ السَّلَام دروازہ بند کر کے محراب میں نماز ادا فرما رہے تھے اور لوگ باہر داخلے کی اجازت کا انتظار کر رہے تھے کہ اچانک آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ایک سفید پوش نوجوان دیکھا، وہ حضرتِ جبریل عَلَیْہِ السَّلَام تھے، انہوں نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو فرزند کی بشارت دیتے ہوئے عرض کی:[1]

اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ[2]

ترجمہ: بیشک اللہ آپ کو یحیٰ کی خوشخبری دیتا ہے جو اللہ کی طرف کے ایک کلمہ کی تصدیق کرے گا اور وہ سردار ہو گا اور ہمیشہ عورتوں سے بچنے والا اور صالحین

1... خازن، آل عمران، تحت الآیۃ: ۳۹، ۱/۲۴۶، ۲۴۷۔ 2... پ۳، آل عمران: ۳۹۔

میں سے ایک نبی ہوگا۔

یہ غیبی خبر حضرت جبریل کے ذریعے حضرت زکریا عَلَیْہِمَا السَّلَام کو معلوم ہوئی۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو بشارت ملی کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو ایسا بیٹا عطا کیا جائے گا جس کا نام ''یحیٰ'' ہوگا اور وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کلمہ یعنی حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی تصدیق کرے گا۔ نیز مذکورہ بالا آیت میں ذکر ہوا کہ حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام کے دعا مانگنے کے بعد فرشتوں نے انہیں حضرت یحیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی بشارت دی، جبکہ سورۂ مریم میں ہے:

یٰزَكَرِیَّاۤ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ﹰاسْمُهٗ یَحْیٰىۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا [1]

ترجمہ: اے زکریا! ہم تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحیٰ ہے، اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی دوسرا نہ بنایا۔

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت یحیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی بشارت دی، ان دونوں آیات میں تضاد نہیں کہ فرشتوں کی بشارت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوسکتی ہے کہ وہ حکمِ خداوندی ہی سے آئے تھے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ بشارت دو مرتبہ دی گئی ہو جیسا کہ امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''ہوسکتا ہے کہ بشارت دو مرتبہ دی گئی ہو یعنی ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے اور ایک مرتبہ فرشتوں نے بشارت دی ہو۔'' [2]

حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام کا اظہارِ تعجب:

بیٹے کی بشارت سن کر بڑھاپے میں اولاد کی پیدائش پر حیرت و تعجب سے آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی:

رَبِّ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّ قَدْ بَلَغَنِیَ الْكِبَرُ وَ امْرَاَتِیْ عَاقِرٌ [3]

ترجمہ: اے میرے رب میرے ہاں لڑکا کیسے پیدا ہوگا حالانکہ مجھے بڑھاپا پہنچ چکا ہے اور میری بیوی بھی بانجھ ہے؟

دوسرے مقام پر ہے:

رَبِّ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّ كَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا وَّ

ترجمہ: اے میرے رب! میرے لڑکا کہاں سے

❶...پ١٦، مریم: ٧۔ ❷...تفسیر کبیر، مریم، تحت الآیۃ: ٧، ٧/٥١٢۔ ❸...پ٣، آل عمران: ٤٠۔

قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا [1]

ہوگا حالانکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی وجہ سے سوکھ جانے کی حالت کو پہنچ چکا ہوں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان سے ارشاد فرمایا:

كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ [2]

ترجمہ: اللہ یوں ہی جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

دوسرے مقام پر ہے:

قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا [3]

ترجمہ: فرمایا: ایسا ہی ہے۔ تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ میرے اوپر بہت آسان ہے اور میں نے تو اس سے پہلے تجھے پیدا کیا حالانکہ تم کچھ بھی نہ تھے۔

بعض مفسرین کے نزدیک اس وقت حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام کی عمر 120 ہو چکی تھی اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی زوجہ کی عمر 98 سال تھی۔ حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام کے اس طرح عرض کرنے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت پر کسی عدمِ یقین کا اظہار نہیں تھا بلکہ معلوم یہ کرنا تھا کہ بیٹا کس طرح عطا ہو گا؟ آیا میری جوانی واپس لوٹائی جائے گی اور زوجہ کا بانجھ ہونا دور کیا جائے گا یا ہم دونوں اپنے حال پر رہیں گے؟ اس کے جواب میں فرمایا گیا کہ بیٹا اسی حالت میں دیا جائے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہے کہ وہ بڑھاپے کے عوارض دور کر کے آپ میں جوانوں کی سی قوت و توانائی پیدا کر دے اور آپ کی بیوی کا مرض دور کر کے انہیں صحت عطا کر دے جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے پہلے آپ یعنی زکریا عَلَیْہِ السَّلَام کو اس وقت پیدا کر دیا جب آپ کچھ بھی نہ تھے تو جو رب تعالیٰ معدوم کو موجود کرنے پر قادر ہے وہ بڑھاپے میں اولاد عطا فرمانے پر بھی یقیناً قادر ہے۔

حمل ٹھہر جانے کی نشانی کا مطالبہ اور اس کی قبولیت:

حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام کو جب یہ بتا دیا گیا کہ اسی عمر میں بیٹا عطا ہو گا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے مزید عرض کی:

رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً [4]

ترجمہ: اے میرے رب! میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما دے۔

---

❶...پ۱۶، مریم: ۸۔ ❷...پ۳، آل عمران: ۴۰۔ ❸...پ۱۶، مریم: ۹۔ ❹...پ۳، آل عمران: ۴۱۔

اللہ تعالیٰ نے نشانی مقرر کر دی اور فرمایا:

اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمْزًاؕ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِیْرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَ الْاِبْكَارِ[1]

ترجمہ: تیری نشانی یہ ہے کہ تم تین دن تک لوگوں سے صرف اشارہ سے بات چیت کر سکو گے اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔

یاد رہے کہ صرف اشارے سے بات چیت کر سکنے سے مراد یہ نہیں ہے کہ آپ کو گُنگ کی بیماری ہو جائے گی کیونکہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام اس سے محفوظ ہیں، بلکہ مراد یہ ہے کہ آپ صحیح سالم اور تندرست ہونے کے باوجود اور گونگا ہوئے بغیر تین دن رات لوگوں سے کلام نہ کر سکیں گے اگرچہ ذکر وغیرہ پر زبان قادر تھی۔ قرآن مجید میں ہے:

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْۤ اٰیَةًؕ قَالَ اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا[2]

ترجمہ: عرض کی: اے میرے رب! میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما دے۔ فرمایا: تیری نشانی یہ ہے کہ تم بالکل تندرست ہوتے ہوئے بھی تین رات دن لوگوں سے کلام نہ کر سکو گے۔

نیز یہ ایک عظیم معجزہ بھی ہے کہ جس میں اعضاء صحیح و سالم ہوں اور زبان سے تسبیح و تقدیس کے کلمات ادا ہوتے رہیں مگر لوگوں کے ساتھ گفتگو نہ ہو سکے اور یہ علامت اس لیے مقرر کی گئی تاکہ اس عظیم نعمت کے ادائے حق میں زبان ذکر و شکر کے سوا اور کسی بات میں مشغول نہ ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ نیک بیٹا ملنے پر رب عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرنا چاہیے، عقیقہ، صدقہ، خیرات، نوافل سب اسی نعمت کا شکریہ ہے۔ اسی سے یہ اشارہ بھی لیا جا سکتا ہے کہ چونکہ ہمارے آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْن اور کائنات کی سب سے عظیم ترین نعمت ہیں اس لئے اس نعمت کا شکر نبیٔ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محبت، تعظیم، اطاعت، اتباعِ سنت، مطالعہِ سیرت، اشاعتِ دین، ذکرِ خیر اور میلاد منانے کی صورت میں ہمیشہ ادا کرتے رہنا چاہیے۔

نشانی کا ظہور:

ایک دن حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام اپنی نماز کی جگہ سے باہر نکلے جبکہ لوگ محراب کے پیچھے انتظار میں تھے کہ

❶...پ٣، آل عمران: ٤١۔ ❷...پ١٦، مریم: ١٠۔

آپ عَلَیْہِ السَّلَام ان کے لئے دروازہ کھولیں تو وہ داخل ہو کر نماز پڑھیں، جب حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام باہر آئے تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا رنگ بدلا ہوا تھا اور آپ گفتگو نہیں فرما سکتے تھے۔ یہ حال دیکھ کر لوگوں نے دریافت کیا: کیا حال ہے؟ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں اشارہ سے کہا کہ صبح وشام تسبیح کرتے رہو اور عادت کے مطابق فجر وعصر کی نمازیں ادا کرتے رہو، اب حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے کلام نہ کر سکنے سے جان لیا کہ آپ کی زوجہ محترمہ حاملہ ہو گئی ہیں۔[1]

قرآنِ پاک میں ہے:

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤى اِلَیْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّ عَشِیًّا[2]

ترجمہ: پس وہ اپنی قوم کی طرف مسجد سے باہر نکلے تو انہیں اشارہ سے کہا کہ صبح وشام تسبیح کرتے رہو۔

حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام کی شہادت:

ایک عرصے تک آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے بنی اسرائیل میں تبلیغ وہدایت اور رشد ونصیحت کا فریضہ سرانجام دیا اور آخر کار وصالِ ظاہری فرمایا۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات سے متعلق بعض مؤرخین کی رائے یہ ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات طبعی موت کے ذریعے ہوئی اور بعض یہ کہتے ہیں کہ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد حالات نے کروٹ بدلی اور یہودی حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کے فرزند حضرت یحیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی جان کے دشمن بن گئے، چنانچہ پہلے انہوں نے حضرت یحیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو شہید کیا، اس کے بعد یہ ظالم لوگ حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف متوجہ ہوئے تاکہ انہیں بھی شہید کر دیں۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام یہ دیکھ کر وہاں سے ہٹ گئے اور ایک درخت کے شگاف میں روپوش ہو گئے۔ ظالم یہودیوں نے اسی درخت پر آرا چلا دیا اور درخت کے ساتھ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے بدن اقدس کے بھی دو ٹکڑے کر دیئے۔[3]

حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام کو شہید کرنے کا انجام:

حضرت زکریا اور حضرت یحیٰ عَلَیْہِمَا السَّلَام کو شہید کرنا بنی اسرائیل کا دوسرا فساد تھا جس کا تذکرہ سورۂ بنی اسرائیل میں کیا گیا ہے، اس کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر اہلِ فارس اور روم کو مسلط کر دیا جنہوں نے بڑی بے دردی سے بنی اسرائیل کے ہزاروں افراد قتل کر دیئے، ہزاروں کو قید وبند کی صعوبت سے دوچار کیا، بیتُ المقدس کی

[1]... خازن، مریم، تحت الآیۃ: ۱۱، ۳/۲۳۰، جلالین، مریم، تحت الآیۃ: ۱۱، ص۲۵۴، ملتقطاً۔ [2]... پ۱۶، مریم: ۱۱۔

[3]... قصص الانبیاء لابن کثیر، الفصل الاول، قصۃ زکریا ویحیی علیہما السلام، ص۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ملتقطاً۔

مسجد میں داخل ہو کر اسے ویران اور بنی اسرائیل کے شہروں پر غلبہ پا کر انہیں تباہ و برباد کر دیا۔ اس تباہی و بربادی کا ذکر قرآنِ پاک میں ان الفاظ سے کیا گیا ہے:

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِیَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَ لِیَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ لِیُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِیْرًا [1]

ترجمہ: پھر جب دوسری بار کا وعدہ آیا تاکہ وہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور تاکہ مسجد میں داخل ہو جائیں جیسے پہلی بار اس میں داخل ہوئے تھے اور جس چیز پر غلبہ پائیں اسے تباہ و برباد کر دیں۔

باب: 4

احادیث میں حضرت زکریا عَلَیْهِ السَّلَام کا تذکرہ

یہاں حضرت زکریا عَلَیْهِ السَّلَام کے تذکرے پر مشتمل دو احادیث ملاحظہ ہوں:

حضرت زکریا عَلَیْهِ السَّلَام کا روزگار:

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: حضرت زکریا عَلَیْهِ السَّلَام لکڑی سے اشیاء بنانے کا کام کیا کرتے تھے۔ [2]

حضرت زکریا عَلَیْهِ السَّلَام کے لیے دعائے رحمت:

حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت زکریا عَلَیْهِ السَّلَام پر رحم فرمائے، انہیں مال کی وراثت سے کوئی غرض نہ تھی۔ [3]

درس و نصیحت

نزولِ رحمت کی جگہ دعا مانگنی چاہئے: جس مقام پر حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو غیب سے رزق ملتا تھا وہیں حضرت زکریا عَلَیْهِ

❶...پ۱۵، بنی اسرائیل: ۷۔ ❷...مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل زکریاء علیہ السلام، ص ۹۹۴، حدیث: ۲۳۷۹۔

❸...تاریخ ابن عساکر، یحییٰ بن زکریا بن نشوی... الخ، ۶۴/ ۱۷۲۔

السَّلَام نے دعا مانگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ رحمتِ الٰہی کے نزول کی جگہ پر دعا مانگنی چاہیے، اسی وجہ سے خانۂ کعبہ، نبیٔ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے روضۂ اقدس اور مزاراتِ اولیاء پر دعا مانگنے میں زیادہ فائدہ ہے کہ یہ مقامات رحمتِ الٰہی کی بارش برسنے کے ہیں۔

نیک وصالح اولاد کی دعا مانگی جائے: حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام نے بیٹے کے لیے جو دعا مانگی، اس کے آخر میں فرمایا تھا **"اسے اپنا پسندیدہ بندہ بنانا"** اس میں ہمارے لئے یہ نصیحت ہے کہ جب بھی اولاد کی دعا مانگی جائے تو نیک وصالح اولاد کی دعا مانگی جائے، ورنہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دعا مانگی، قبول ہوئی اور اولاد مل گئی مگر اسی اولاد نے جینا حرام کر دیا ہو۔

نیک بیٹا اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے: اللہ تعالیٰ نے سورۂ مریم کی ابتداء میں بیٹا عطا فرمانے کے تذکرے کو رحمتِ الٰہی کا تذکرہ فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ نیک اور صالح بیٹا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بڑی رحمت ہے خصوصاً جب کہ بڑھاپے میں عطا ہو کیونکہ نیک اولاد اپنے والدین کی خدمت کرتی، بڑھاپے میں ان کا سہارا بنتی اور والدین کے انتقال کے بعد ایصالِ ثواب وغیرہ کے ذریعے انہیں نفع پہنچاتی ہے۔

حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام

فہرست ابواب

حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام

حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام کے فرزند ہیں، ولادت سے پہلے آپ کی بشارت دی گئی اور اللہ تعالیٰ نے خود آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا نام رکھا، بچپن میں ہی کامل عقل اور شرفِ نبوت سے نوازے گئے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام دنیا سے بے رغبت اور خوفِ خدا سے بکثرت گریہ وزاری کرنے والے تھے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام حق بیان کرنے میں کسی ملامت کرنے والے کی پروانہ کرتے تھے اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا یہی عظیم وصف بالآخر آپ کی شہادت کا سبب بنا اور حالتِ سجدہ میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام مرتبۂ شہادت پر سرفراز ہوئے۔ یہاں 3 ابواب میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی سیرتِ پاک کے احوال بیان کیے گئے ہیں جن کی تفصیل ذیلی سطور میں ملاحظہ فرمائیں۔

باب: 1

حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے واقعات کے قرآنی مقامات

قرآنِ پاک میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا مختصر تذکرہ سورۂ انعام، آیت: 85 میں کیا گیا ہے، جبکہ تفصیلی ذکرِ خیر درج ذیل 3 سورتوں میں ہے:

(1) سورۂ آلِ عمران، آیت: 38 تا 41۔ (2) سورۂ مریم، آیت: 7 تا 15۔ (3) سورۂ انبیاء، آیت: 89، 90۔

باب: 2

حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا تعارف

نام و نسب:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا مبارک نام "یحییٰ" اور ایک قول کے مطابق نسب نامہ یہ ہے: "یحییٰ بن زکریا بن لدن بن مسلم بن صدوق سے ہوتا ہوا حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام بن حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام تک جا پہنچتا ہے"۔

ولادت کی بشارت:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے والد حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام کو اللہ تعالیٰ نے شرفِ نبوت سے نوازا تھا لیکن ان کے کوئی

اولاد نہ تھی اور وہ بالکل ضعیف ہو چکے تھے۔ برسوں سے ان کے دل میں فرزند کی تمنا تھی اور بارہا انہوں نے خدا سے اولادِ نرینہ کے لئے دعا بھی مانگی تھی مگر خدا کی شانِ بے نیازی کہ اس سب کے باوجود اب تک انہیں کوئی فرزند نہیں ملا۔ جب انہوں نے حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی محراب میں یہ کرامت دیکھی کہ اس جگہ بے موسمی پھل آتے ہیں تو اس وقت ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ اگرچہ میری عمر اب اتنی ہو چکی ہے کہ اولاد کے پھل کا موسم ختم ہو چکا مگر وہ خداوند قدوس جو حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی محراب میں بے موسم کے پھل عطا فرمارہا ہے وہ یقیناً اس پر قادر ہے کہ مجھے بھی اس ضعیفی کی عمر میں اولاد کا پھل عطا فرمادے، چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اس محراب میں اولاد کی دعا مانگی جو قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو ایک فرزند کی بشارت عطا فرمائی، جس کا نام خود رب تعالیٰ نے ''یحییٰ'' رکھا اور ان کے اوصاف بھی بیان فرمادیئے، چنانچہ قرآن پاک میں ہے:

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ [1]

ترجمہ: جب کبھی زکریا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے تو اس کے پاس پھل پاتے۔ (زکریا نے) سوال کیا، اے مریم! یہ تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ اللہ کی طرف سے ہے، بیشک اللہ جسے چاہتا ہے بے شمار رزق عطا فرماتا ہے۔ وہیں زکریا نے اپنے رب سے دعا مانگی، عرض کی: اے میرے رب! مجھے اپنی بارگاہ سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بیشک تو ہی دعا سننے والا ہے۔ تو فرشتوں نے اسے پکار کر کہا جبکہ وہ اپنی نماز کی جگہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ بیشک اللہ آپ کو یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے جو اللہ کی طرف کے ایک کلمہ کی تصدیق کرے گا اور وہ سردار ہو گا اور ہمیشہ عورتوں سے بچنے والا اور صالحین میں سے ایک نبی ہو گا۔

---

1 ...پ۳، آل عمران: ۳۷-۳۹.

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

یٰزَكَرِیَّاۤ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اسْمُهٗ یَحْیٰىۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا [1]

ترجمہ: اے زکریا! ہم تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہے، اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی دوسرا نہ بنایا۔

والدہ کے پیٹ میں عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی تعظیم:

مروی ہے کہ ایک دن حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی والدہ حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْھَا سے ملیں تو انہیں اپنے حاملہ ہونے پر مطلع کیا، حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْھَا نے فرمایا: میں بھی حاملہ ہوں۔ حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی والدہ نے کہا: اے مریم! رَضِیَ اللہُ عَنْھَا مجھے یوں لگتا ہے کہ میرے پیٹ کا بچہ تمہارے پیٹ کے بچے کو سجدہ کرتا ہے۔[2]

تورات کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم:

حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت کے بعد جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی عمر دو سال ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یٰیَحْیٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ [3]

ترجمہ: اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھو۔

یعنی اے یحییٰ! کتاب تورات کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھو اور اس پر عمل کی بھرپور کوشش کرو۔

بچپن میں کامل عقل اور نبوت ملنا:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اٰتَیْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِیًّا [4]

ترجمہ: اور ہم نے اسے بچپن ہی میں حکمت عطا فرما دی تھی۔

تفاسیر میں ہے کہ جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی عمر شریف تین سال ہوئی، اس وقت میں اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو کامل عقل عطا فرمائی اور آپ کی طرف وحی کی۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا کا یہی قول ہے اور اتنی سی عمر میں فہم و فراست اور عقل و دانش کا کمال، خَوارقِ عادات (یعنی انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے معجزات) میں سے ہے اور جب

1...پ۱۶، مریم: ۷۔ 2...خازن، آل عمران، تحت الآیۃ: ۳۹، ۱/۲۴۷۔ 3...پ۱۶، مریم: ۱۲۔ 4...پ۱۶، مریم: ۱۲۔

اللہ تعالیٰ کے کرم سے یہ حاصل ہو تو اس حال میں نبوت ملنا کچھ بھی بعید نہیں، لہٰذا اس آیت میں حکم سے نبوت مراد ہے اور یہی قول صحیح ہے۔ بعض مفسرین نے اس سے حکمت یعنی تورات کا فہم اور دین کی سمجھ بھی مراد لی ہے۔[1]

حضرت عیسیٰ اور یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی ایک دوسرے کے بارے خوبصورت رائے:

حضرت حسن رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے روایت ہے کہ حضرت یحییٰ اور عیسیٰ عَلَیْہِمَا السَّلَام کی ملاقات ہوئی تو حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: میرے لیے مغفرت کی دعا کیجئے کیونکہ آپ مجھ سے افضل ہیں۔ حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے کہا: آپ میرے لیے دعا کیجئے کیونکہ آپ مجھ سے افضل ہیں۔ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: آپ مجھ سے افضل ہیں کیونکہ میں نے اپنے لیے خود سلامتی کی دعا کی جبکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے سلامتی کی خوشخبری سنائی۔[2]

شوقِ نماز:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام بچپن ہی سے نماز کے بے حد شوقین تھے، ایک مرتبہ بچوں نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے کہا: ہمارے ساتھ کھیلنے چلیں۔ ارشاد فرمایا: کیا ہم کھیل کود کے لیے پیدا کیے گئے ہیں؟ تم چلو تاکہ ہم نماز ادا کریں۔[3]

حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی دُعا:

ایک بار آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ ربُّ العزت میں عرض کی: اے اللہ! مجھے ایسا کر دے کہ کوئی مجھے برا نہ کہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے یحییٰ! یہ تو میں نے اپنے لیے بھی نہیں کیا، کوئی میرا شریک بناتا ہے، کوئی فرشتوں کو میری بیٹیاں بتاتا ہے اور کوئی میرے لیے بیٹے ٹھہراتا ہے۔[4]

ملفوظات شریف میں یہ دعا ذکر کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: لیکن نبی کی دعا خالی نہیں جاتی۔ آج آپ دیکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام و عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو اکثر برا کہنے والے موجود ہیں، لیکن حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا ایک بھی برا کہنے والا نہیں۔ قادیانی سے بد زبان کو دیکھو سیدنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی کیسی

---

❶... جلالین، مریم، تحت الآیۃ: ۱۲، ص ۲۵۴، خازن، مریم، تحت الآیۃ: ۱۲، ۳/۲۳۰، مدارک، مریم، تحت الآیۃ: ۱۲، ص ۶۶۹، تفسیر کبیر، مریم، تحت الآیۃ: ۱۲، ۷/۵۱۶، ۵۱۷، ملتقطاً۔ ❷... قصص الانبیاء لابن کثیر، الفصل الاول، قصۃ زکریا و یحیی علیھما السلام، ص ۶۶۹.

❸... کنز العمال، کتاب الاذکار، الفصل الرابع فی التفسیر، ۱/۱۵، رقم: ۳۰۰۸، الجزء الثانی.

❹... کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل سائر الانبیاء علیھم السلام، یحیی بن زکریا علیھما السلام، ۶/۲۳۷، حدیث: ۳۲۴۳۷، الجزء الحادی عشر.

توہین کرتا ہے یہاں تک کہ اُنہیں اور اُن کی ماں صدیقہ بتول طاہرہ (یعنی حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا) کو فحش گالیاں تک دیتا ہے، چار سو انبیاء کو صاف جھوٹا لکھا حتی کہ دربارہ حدیبیہ (یعنی حدیبیہ کے بارے میں) خود شانِ اقدس حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ناپاک حملہ کیا مگر یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تعریف ہی کی۔[1]

لباس:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام ٹاٹ کا لباس پہنتے اور نرم لباس سے بچتے تھے، نرم لباس نہ پہننے کے سبب آپ کی مبارک جلد سرخ ہو گئی تو ایک دن آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی والدہ نے مطالبہ کیا کہ وہ ٹاٹ کے لباس کی بجائے اون کا جبہ پہن لیں۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ایسا کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی: اے یحییٰ! کیا تو نے دنیا کو میری خوشنودی پر ترجیح دے دی۔ یہ سن کر آپ عَلَیْہِ السَّلَام رونے لگے اور اونی لباس اتار کر دوبارہ ٹاٹ کا لباس زیب تن فرمالیا۔[2]

پیٹ بھر کر کھانے سے پرہیز:

کم کھانا آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی عاداتِ مبارکہ میں شامل تھا۔ ایک بار آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے جَو کی روٹی پیٹ بھر کر کھالی تو صبح تک سوئے رہے اور اوراد و وظائف رہ گئے، اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ اے یحییٰ! کیا تو نے ایسا گھر پالیا جو تیرے لیے میرے گھر سے زیادہ اچھا ہے یا ایسا قرب پالیا جو میرے قرب سے زیادہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ اے یحییٰ! مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! اگر تم جنت الفردوس دیکھ لو تو اسے پانے کے شوق میں (اتنے مصروف ہو جاؤ کہ) تمہاری چربی پگھل جائے اور تمہاری جان چلی جائے اور اگر تم جہنم کا مشاہدہ کر لو تو (اس کے خوف سے) تمہاری چربی پگھل جائے اور تم اتنا روؤ کہ آنسوؤں کے بعد خون بہنے لگے اور ٹاٹ کا لباس چھوڑ کر چمڑے کا لباس پہننے لگو۔[3]

ایک دن آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے شیطان کو اس حالت میں دیکھا کہ اس کے پاس کچھ پھندے ہیں۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان پھندوں کے بارے میں پوچھا تو شیطان نے جواب دیا: یہ وہ نفسانی خواہشات ہیں جن کے ذریعے میں آدمی پر قابو پاتا ہوں۔ حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے دوبارہ اس سے پوچھا: کیا ان میں میرے لئے بھی کچھ ہے؟ شیطان نے جواب دیا: ایک بار آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے خوب سیر ہو کر کھانا کھا لیا تو میں نے نماز اور ذکر کو آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر بھاری کر دیا تھا۔ مزید

1... ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص۳۴۱۔ 2... احیاء علوم الدین، کتاب الفقر و الزهد، بیان درجات الزهد واقسامه... الخ، ۴/۲۸۲۔

3... احیاء علوم الدین، کتاب ترتیب الاوراد وتفصیل احیاء اللیل، فضیلة قیام اللیل، ۱/۴۶۶۔

پوچھا: کیا کوئی اور چیز بھی ہے؟ شیطان نے جواب دیا: نہیں۔ تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! آئندہ میں کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاؤں گا۔ یہ سن کر شیطان بولا: (اگر یہ بات ہے تو) اللہ تعالیٰ کی قسم! میں بھی کسی مسلمان کو نصیحت نہیں کروں گا۔[1]

اللہ اکبر، اس حکایت پر مکاشفۃ القلوب میں ہے کہ یہ اس مقدس ہستی کا حال ہے جس نے ساری عمر میں صرف ایک رات پیٹ بھر کر کھانا کھایا تھا، تو اس شخص کا کیا حال ہو گا جو عمر بھر کبھی بھی بھوکا نہیں رہتا اور پیٹ بھر کر کھانا کھاتا ہے اور اس کے باوجود تمنا رکھتا ہے کہ وہ عبادت گزار بن جائے۔[2]

بخل کی مذمت:

ایک بار آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ابلیس کو اس کی اصل شکل میں دیکھا تو اس سے فرمایا: اے ابلیس! مجھے بتا کہ تیرے نزدیک لوگوں میں سب سے پسندیدہ اور سب سے ناپسندیدہ کون ہے؟ اس نے عرض کی: لوگوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ مسلمان ہے جو بخیل ہو اور سب سے زیادہ ناپسندیدہ وہ گناہگار ہے جو سخی ہو۔ ارشاد فرمایا: ایسا کیوں؟ اس نے عرض کی: بخیل کا بخل ہی میرے لیے کافی ہے (کیونکہ یہ بخل اسے لے ڈوبے گا) جبکہ گناہگار سخی کے بارے میں مجھے خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ کہیں اس پر نظرِ کرم فرما کر اس کی سخاوت قبول نہ فرمالے (اور اس کے گناہ معاف کر دے)۔ اس کے بعد ابلیس یہ کہتے ہوئے لوٹ گیا کہ اگر آپ یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام نہ ہوتے تو میں کبھی بھی آپ کو بخیلوں کے بارے میں (راز کی یہ بات) نہ بتاتا۔[3]

خوفِ خدا:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرتے اور خوفِ خدا سے اکثر روتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کہیں تشریف لے گئے اور گھر واپس نہ آئے۔ تین دن بعد آپ کے والد حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام آپ کی تلاش میں نکلے تو دیکھا کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ایک گڑھا کھود رکھا ہے اور اس میں کھڑے ہو کر رو رہے ہیں۔ حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام نے نہایت شفقت سے فرمایا: اے میرے بیٹے! میں تمہیں تین دن سے تلاش کر رہا ہوں اور تم یہاں کھڑے آنسو بہا رہے ہے

---

1 ...حلیۃ الاولیاء، وہب بن الورد، ۸/۱۵۷، رقم: ۱۱۷۰۲۔ 2 ...مکاشفۃ القلوب، الباب الرابع فی الریاضۃ والشھوۃ النفسانیۃ، ص۱۹۔

3 ...احیاء علوم الدین، کتاب ذم البخل وذم حب المال، بیان ذم البخل، ۳/۳۱۶۔

ہو؟ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: ابا جان! کیا آپ نے مجھے نہیں بتایا کہ جنت اور دوزخ کے درمیان ایک خشک وادی ہے جسے رونے والوں کے آنسو ہی بھر سکتے ہیں؟ حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: ضرور ضرور! میرے بیٹے۔ پھر خود بھی ان کے ساتھ مل کر رونے لگے۔[1]

اوصاف:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام انتہائی اعلیٰ اوصاف کے مالک تھے، یہاں قرآن مجید میں بیان کیے گئے آپ کے 13 اوصاف ملاحظہ ہوں۔

(1 تا 4) اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی تصدیق کرنے والا، اہلِ ایمان کا سردار، قوت کے باوجود عورت سے بچنے والا اور صالحین میں سے ایک نبی بنایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ هُوَ قَآىٕمٌ یُّصَلِّیْ فِی الْمِحْرَابِۙ اَنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكَ بِیَحْیٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ سَیِّدًا وَّ حَصُوْرًا وَّ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ[2]

ترجمہ: تو فرشتوں نے اسے پکار کر کہا جبکہ وہ اپنی نماز کی جگہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ بیشک اللہ آپ کو یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے جو اللہ کی طرف کے ایک کلمہ کی تصدیق کرے گا اور وہ سردار ہوگا اور ہمیشہ عورتوں سے بچنے والا اور صالحین میں سے ایک نبی ہوگا۔

(5 تا 7) آپ عَلَیْہِ السَّلَام نرم دل، طاعت و اخلاص اور عمل صالح کے جامع اور اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَّ حَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ زَكٰوةًؕ-وَ كَانَ تَقِیًّا[3]

ترجمہ: اور اپنی طرف سے نرم دلی اور پاکیزگی دی اور وہ (اللہ سے) بہت زیادہ ڈرنے والا تھا۔

(8 تا 10) آپ عَلَیْہِ السَّلَام ماں باپ کے فرمانبردار اور ان سے اچھا سلوک کرنے والے تھے۔ تکبر کرنے والے اور اپنے رب تعالیٰ کے نافرمان نہ تھے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَیْهِ وَ لَمْ یَكُنْ جَبَّارًا عَصِیًّا[4]

ترجمہ: اور وہ اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک

1...شعب الایمان، باب فی الخوف من اللہ تعالیٰ، ۱/۴۹۴، رقم: ۸۰۹۔ 2...پ۳، اٰل عمران: ۳۹۔ 3...پ۱۶، مریم: ۱۳۔ 4...پ۱۶، مریم: ۱۴۔

کرنے والا تھا اور وہ متکبر، نافرمان نہیں تھا۔

(11 تا 13) آپ عَلَیْہِ السَّلَام نیکیوں میں جلدی کرنے والے، اللہ تعالیٰ کو بڑی رغبت اور بڑے ڈر سے پکارنے والے اور اللہ تعالیٰ کے حضور دل سے جھکنے والے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّهُمْ كَانُوْا یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَ یَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًاؕ-وَ كَانُوْا لَنَا خٰشِعِیْنَ (1)

ترجمہ: بیشک وہ نیکیوں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں بڑی رغبت سے اور بڑے ڈر سے پکارتے تھے اور ہمارے حضور دل سے جھکنے والے تھے۔

انعاماتِ الٰہی:

اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر بے شمار انعامات فرمائے، ان میں سے 8 انعام یہ ہیں:

(1) آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا نام "یحیٰ" خود رب تعالیٰ نے رکھا اور آپ سے پہلے یہ نام کسی اور کا نہ رکھا گیا، فرمان باری تعالیٰ ہے:

یٰزَكَرِیَّاۤ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ﹰاسْمُهٗ یَحْیٰىۙ-لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا (2)

ترجمہ: اے زکریا! ہم تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحیٰ ہے، اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی دوسرا نہ بنایا۔

(2) آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو بچپن میں ہی شرف نبوت سے سرفراز فرمادیا، فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَ اٰتَیْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِیًّا (3)

ترجمہ: اور ہم نے اسے بچپن ہی میں حکمت عطا فرما دی تھی۔

(3 تا 5) آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو بطورِ خاص ان انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کے گروہ میں نام کے ساتھ ذکر کیا جنہیں اللہ کریم نے نعمتِ ہدایت سے نوازا، صالحین میں شمار فرمایا اور جنہیں ان کے زمانے میں سب جہان والوں پر فضیلت عطا کی۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَ زَكَرِیَّا وَ یَحْیٰى وَ عِیْسٰى وَ اِلْیَاسَؕ-كُلٌّ مِّنَ

ترجمہ: اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو (ہدایت

---

(1)...پ۱۷، الانبیاء: ۹۰۔ (2)...پ۱۶، مریم: ۷۔ (3)...پ۱۶، مریم: ۱۲۔

الصّٰلِحِیْنَ ﴿۸۵﴾ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ الْیَسَعَ وَ یُوْنُسَ وَ لُوْطًاؕ وَ كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِیْنَ[1]

یافتہ بنایا) یہ سب ہمارے خاص بندوں میں سے ہیں۔ اور اسماعیل اور یَسَع اور یونس اور لوط کو (ہدایت دی) اور ہم نے سب کو تمام جہان والوں پر فضیلت عطا فرمائی۔

(6تا8) ولادت کے دن آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو شیطان سے اور وفات کے دن عذابِ قبر سے امان بخشی اور روزِ حشر ان کے لئے قیامت کی سختی سے امان و سلامتی ہو گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ سَلٰمٌ عَلَیْهِ یَوْمَ وُلِدَ وَ یَوْمَ یَمُوْتُ وَ یَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا[2]

ترجمہ: اور اس پر سلامتی ہے جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن وہ فوت ہو گا اور جس دن وہ زندہ اٹھایا جائے گا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت کے دن ان پر سلام بھیجا، اس سے معلوم ہوا کہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت کے دن ان پر سلام بھیجنا بہت خوبصورت اور پسندیدہ عمل ہے۔ مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ بارہ ربیع الاوّل کے دن اللہ تعالیٰ کے حبیب اور تمام اَنبیاء کے سردار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ولادت کا دن مناتے ہوئے اس دن آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر خوب درود و سلام بھیجیں اور نظم و نثر کی صورت میں آپ کی شان اور فضائل و مناقب بیان کریں کہ جب حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت کے دن ان پر سلام بھیجا گیا تو ہمارے آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تو اس کے زیادہ حق دار ہیں، خصوصاً جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآنِ مجید میں اپنی نعمت کا چرچا کرنے اور اپنا فضل و رحمت ملنے پر خوشی منانے کا حکم دیا ہے اور حضور پُر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت، سب سے بڑا فضل اور سب سے بڑی رحمت ہیں۔

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند   اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

بنی اسرائیل کو 5 باتوں کا حکم:

حضرت حارث اشعری رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو پانچ باتوں کا حکم دیا کہ وہ خود بھی ان پر عمل کرتے رہیں اور بنی اسرائیل کو بھی ان پر عمل

[1]...پ۷، الانعام: ۸۵، ۸۶۔ [2]...پ۱۶، مریم: ۱۵۔

کرنے کا حکم دیں۔ قریب تھا کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام اس حکم پر عمل مؤخر کر دیتے لیکن حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ باتوں کا حکم دیا ہے تاکہ آپ ان پر عمل کرتے رہیں اور بنی اسرائیل کو بھی ان پر عمل کرنے کا حکم دیں، لہٰذا یا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام بنی اسرائیل کو حکم پہنچا دیں یا میں انہیں پہنچا دوں۔ حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: اے میرے بھائی! مجھے ڈر ہے کہ اگر آپ یہ حکم دینے میں مجھ پر سبقت لے گئے تو کہیں مجھے عذاب میں مبتلا نہ کر دیا جائے یا زمین میں نہ دھنسا دیا جائے۔ یہ فرما کر حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے بنی اسرائیل کو بیت المقدس کی مسجد میں جمع کیا، جب مسجد بھر گئی تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام اونچی جگہ پر بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے کے بعد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ باتوں کا حکم دیا ہے کہ خود بھی ان پر عمل کرتا رہوں اور تمہیں بھی ان پر عمل کا حکم دوں (وہ پانچ باتیں یہ ہیں):

(1) تم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے خالص اپنے مال چاندی یا سونے سے ایک غلام خریدا، پھر وہ کام کاج کرنے لگے اور اس کی مزدوری اپنے آقا کی بجائے کسی اور کو دینے لگے، تم میں سے کسے یہ بات خوش کرے گی کہ اس کا غلام ایسا ہو؟ ایسے ہی یقیناً اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور روزی دی (اور وہی تمہارا حقیقی مالک ہے) تو تم (اپنے مالک رب تعالیٰ سے وفاداری کرتے ہوئے صرف) اسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

(2) تم نماز ادا کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنے بندے کے چہرے کی طرف متوجہ رہتی ہے جب تک کہ وہ اِدھر اُدھر توجہ نہ کرے لہٰذا جب تم نماز پڑھو تو اِدھر اُدھر توجہ نہ کرنا۔

(3) روزے رکھا کرو۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص مشک کی تھیلی لے کر ایک جماعت میں بیٹھا ہو اور سبھی کو اس کی خوشبو پہنچ رہی ہو۔ یاد رکھو! روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسند ہے۔

(4) صدقہ دیتے رہا کرو۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کو دشمنوں نے قید کر لیا اور گردن کے ساتھ اس کے ہاتھ باندھ دیئے، جب اسے قتل کرنے لے جانے لگے تو وہ کہنے لگا: تم فدیہ لے کر مجھے چھوڑ دو چنانچہ جو کچھ اس کے پاس تھا، کم یا زیادہ دے کر اس نے اپنی جان چھڑا لی۔

(5) کثرت سے اللہ تعالیٰ کا نام لیا کرو۔ اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس کے پیچھے تیزی کے ساتھ دشمن دوڑتا آ رہا ہو اور وہ ایک مضبوط قلعہ میں داخل ہو کر اس سے امن و امان پا لے، اسی طرح بندہ ذکرِ الٰہی کر کے (دین و ایمان کے سب سے بڑے دشمن) شیطان سے بچ جاتا ہے۔

یہ فرما کر رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اب میں بھی تمہیں ان پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں جن کا حکم اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے:

(1)(مسلمانوں کی) جماعت (کو لازم پکڑے رہنا۔)(3،2)(اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور مسلم حکمران کے احکام) سننا اور (ان کی) اطاعت کرنا۔(4) ہجرت کرنا۔(5) جہاد کرنا۔ جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھر نکل جائے گویا اس نے اسلام کا پٹا اپنے گلے سے اتار دیا، اِلَّا یہ کہ وہ رجوع کر لے۔ جو شخص جاہلیت کی پکار پکارے وہ جہنم کا کوڑا کرکٹ ہے۔ لوگوں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، اگرچہ وہ روزے دار اور نمازی ہو؟ ارشاد فرمایا: اگرچہ نماز پڑھتا، روزے رکھتا اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہو۔ مسلمانوں کو اِن کے اُن ناموں سے پکارتے رہو جو خود اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں یعنی مسلمین، مومنین اور عباد اللہ۔ (یعنی بلا ثبوت کسی کو کافر و منافق نہ کہو۔)[1]

حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی شہادت:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام بھی ان انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام میں سے ایک ہیں جنہیں شہید کیا گیا۔ ابن عساکر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے ''اَلْمُسْتَقْصٰی فِیْ فَضَائِلِ الْاَقْصٰی'' میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی شہادت کا واقعہ اس طرح تحریر فرمایا ہے کہ دمشق کے بادشاہ ''حداد بن حدار'' نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں، پھر وہ چاہتا تھا کہ اس کو واپس اپنی بیوی بنالے۔ اس نے حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے فتویٰ طلب کیا تو آپ نے فرمایا: وہ اب تم پر حرام ہو چکی ہے۔ اس کی بیوی کو یہ بات سخت ناگوار گزری اور وہ حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو شہید کرنے کے درپے ہو گئی، چنانچہ اس نے بادشاہ کو مجبور کر کے قتل کی اجازت حاصل کر لی اور جب کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام ''مسجد جبرون'' میں نماز پڑھ رہے تھے تو سجدے کی حالت میں انہیں شہید کروا دیا اور ایک طشت میں ان کا سر مبارک اپنے سامنے منگوایا اور اسی حالت میں اس پر خدا کا یہ عذاب نازل ہوا کہ وہ عورت زمین میں دھنس گئی۔[2]

مقامِ شہادت:

اس میں اختلاف ہے کہ حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی شہادت کا واقعہ کس جگہ پیش آیا؟ یہاں اس سے متعلق دو

---

1 ...مسند امام احمد، حدیث الحارث الاشعری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۲۸/۴۰۴-۴۰۶۔

2 ...البدایۃ والنہایۃ، بیان سبب قتل یحیی علیہ السلام، ۱/۵۱۰۔

قول ملاحظہ ہوں (1) ”مسجد جبرون“ میں شہادت ہوئی۔ (2) حضرت سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے شمر بن عطیہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ بیت المقدس میں ہیکل سلیمانی اور قربان گاہ کے درمیان اس جگہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو شہید کیا گیا جہاں آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے پہلے ستر انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کو یہودی شہید کر چکے تھے۔[1]

باب: 3

احادیث میں حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا تذکرہ

کثیر احادیث میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا ذکر خیر کیا گیا ہے یہاں ان میں سے 2 احادیث ملاحظہ ہوں:

بچپن میں حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا فکر انگیز کلام:

حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ میرے بھائی حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر رحم فرمائے، جب انہیں بچپن میں بچوں نے کھیلنے کے لئے بلایا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے (ان بچوں سے) کہا: کیا ہم کھیل کے لئے پیدا کئے گئے ہیں؟ (ایسا نہیں ہے، بلکہ ہمیں عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور یہی ہم سے مطلوب ہے۔ جب نابالغ بچہ اس طرح کہہ رہا ہے تو) اس بندے کا قول کیسا ہونا چاہئے جو بالغ ہو چکا ہے۔[2]

شبِ معراج حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے ملاقات:

حدیثِ معراج میں ہے، نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: پھر جبریل میرے ساتھ اُوپر چڑھے یہاں تک کہ دوسرے آسمان پر پہنچے اور جبریل نے دروازہ کھلوایا، پوچھا گیا، کون ہے؟ کہا: جبریل، پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: محمد مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔ پوچھا گیا: کیا وہ بلوائے گئے ہیں؟ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے کہا: ہاں! کہا گیا: ان کا آنا مبارک ہو اور دروازہ کھول دیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو میں نے حضرتِ عیسیٰ اور حضرتِ یحییٰ عَلَیْہِمَا السَّلَام کو وہاں پایا اور وہ دونوں آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں، حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: یہ حضرت یحییٰ اور عیسیٰ عَلَیْہِمَا السَّلَام ہیں، انہیں سلام کیجئے! میں نے انہیں سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا: صالح بھائی اور صالح نبی کو خوش آمدید ہو۔[3]

---

1 ... البدایۃ والنہایۃ، بیان سبب قتل یحیی علیہ السلام، ۱/۵۰۹، ۵۱۰، ملتقطاً۔ 2 ... تاریخ ابن عساکر، یحیی بن زکریا بن نشوی، ۶۴/۱۸۳۔

3 ... بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب المعراج، ۲/۵۸۴، ۵۸۵، حدیث: ۳۸۸۷۔

حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام

فہرست ابواب

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام

آپ عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے، برگزیدہ نبی اور اولوالعزم یعنی عزم وہمت والے رسول ہیں۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت قدرت الٰہی کا حیرت انگیز نمونہ ہے، آپ عَلَیْہِ السَّلَام حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے، بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے، یہودیوں نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے قتل کی سازش کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے شر سے بچا کر آسمان پر زندہ اٹھالیا اور اب قربِ قیامت میں دوبارہ زمین پر تشریف لائیں گے، ہمارے نبی حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شریعت پر عمل کریں گے، صلیب توڑیں اور خنزیر و دجال کو قتل کریں گے، چالیس سال تک زمین پر قیام فرمائیں گے، پھر وصال کے بعد مدینۂ منورہ میں حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حجرہ میں مدفون ہوں گے۔ یہاں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی مبارک سیرت کو 5 ابواب میں بیان کیا گیا ہے، جس کی تفصیل ذیلی سطور میں ملاحظہ فرمائیں۔

باب:1

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے واقعات کے قرآنی مقامات

قرآن کریم میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا مختصر تذکرہ متعدد مقامات پر کیا گیا ہے جبکہ تفصیلی ذکرِ خیر درج ذیل 6 سورتوں میں ہے۔

(1) سورۂ آل عمران، آیت:45 تا 57۔

(2) سورۂ نساء، آیت:156 تا 159۔ 171، 172۔

(3) سورۂ مائدہ، آیت:72 تا 75۔ 110 تا 119۔

(4) سورۂ مریم، آیت:16 تا 38۔

(5) سورۂ زخرف، آیت:63 تا 66۔

(6) سورۂ تحریم، آیت:12۔

باب:2

حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کا تعارف

حضرت مریم بنت عمران رَضِیَ اللہُ عَنْہَا اللہ تعالیٰ کی مقبول بندی، برگزیدہ ہستی، انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کے خاندان سے، انتہائی شریف، پارسا، عبادت گزار اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام جیسے عظیم المرتبت رسول کی والدہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ

نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کو کسی مرد کے چھوئے بغیر ایک فرزند عطا فرمایا اور حضرت مریم اور ان کے فرزند کو اپنی قدرت کی ایک بہت بڑی نشانی بنادیا۔ قرآنِ مجید میں آپ کا تذکرہ نام کے ساتھ ہے بلکہ ایک مکمل سورت آپ کے نام سے موسوم ہے۔ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی سیرت سے چونکہ ان کی والدہ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کا خاص تعلق ہے، اس لیے یہاں اولاً آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کی پاکیزہ سیرت کے چند اہم واقعات ملاحظہ ہوں۔

حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کی والدہ کی نذر:

علماءِ کرام فرماتے ہیں: حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت عمران رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ دونوں ہم زُلف تھے۔ فاقوذا کی دُختر اِیشاع حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام کی زوجہ تھیں اور ان کی بہن حضرت حَنَّہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا حضرت عمران رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی بیوی تھیں۔ ایک عرصے تک حضرت حَنَّہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کے ہاں اولاد نہ ہوئی یہاں تک کہ بڑھاپا آگیا اور اولاد کی امید نہ رہی۔ یہ صالحین کا خاندان تھا اور سب لوگ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے تھے۔ ایک دن حضرت حَنَّہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا نے درخت کے سائے میں ایک چڑیا دیکھی جو اپنے بچے کو دانہ کھلا رہی تھی۔ اسے دیکھ کر آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کے دل میں دوبارہ اولاد کا شوق پیدا ہوا اور بارگاہِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ میں دعا کی: یارب! عَزَّوَجَلَّ، اگر تو مجھے بچہ دے تو میں اسے بیت المقدس کا خادم بنادوں گی۔ ان کی یہ دعا قبول ہوئی اور کچھ عرصے بعد جب آپ حاملہ ہوئیں تو یوں نذر مانی:

رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ [1]

ترجمہ: اے میرے رب! میں تیرے لئے نذر مانتی ہوں کہ میرے پیٹ میں جو اولاد ہے وہ خاص تیرے لئے آزاد (وقف) ہے تو تو مجھ سے (یہ) قبول کرلے بیشک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔

یہ سن کر ان کے شوہر حضرت عمران رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے فرمایا: یہ تم نے کیا کیا، اگر لڑکی ہوئی تو وہ اس خدمت کے قابل کہاں ہوگی؟ اس زمانہ میں چونکہ بیتُ المقدس کی خدمت کے لیے لڑکوں کو دیا جاتا تھا اور لڑکیاں اپنے مخصوص معاملات، زنانہ کمزوریوں اور مردوں کے ساتھ نہ رہ سکنے کی وجہ سے اس قابل نہ سمجھی جاتی تھیں (اور اس بات میں حقیقت بھی ہے) اس لیے حضرت عمران رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کو زوجہ کی نذر سن کر فکر لاحق ہوئی۔ [2]

---

1 ...پ۳، آل عمران: ۳۵۔

2 ...خازن، آل عمران، تحت الآیۃ: ۳۵، ۱/۲۴۴، ملخصاً۔

ولادتِ مریم اور والدہ کی بارگاہِ الٰہی میں عرض:

حضرت حَنَّہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے ہاں ولادت ہونے سے پہلے ہی حضرت عمران رَضِیَ اللہُ عَنْہ کا انتقال ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ جب ان کے ہاں ولادت ہوئی تو بیٹے کی بجائے بیٹی پیدا ہوئی، یہ دیکھ کر آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی:

رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰىؕ[1] **ترجمہ:** اے میرے رب! میں نے تو لڑکی کو جنم دیا ہے۔

یہاں ایک بات قابلِ توجہ ہے کہ بیٹی کی ولادت ہونے پر حضرت حَنَّہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے اظہارِ افسوس کے طور پر یہ کلمہ کہا۔ ان کا یہ افسوس اور حسرت و غم بیٹی پیدا ہونے پر ہرگز نہیں تھا کیونکہ یہ تو کفار کا طریقہ ہے بلکہ اس وجہ سے تھا کہ لڑکی پیدا ہونے کی بنا پر ان کی نذر پوری نہ ہو سکے گی۔

آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے مزید عرض کی:

وَ اِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَ اِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ[2] **ترجمہ:** اور (اس نے کہا کہ) میں نے اس بچی کا نام مریم رکھا اور میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود کے شر سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

حضرت حَنَّہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے اپنی دختر حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا اور ان کی اولاد کے لیے شیطان کے شر سے پناہ مانگی اور اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی۔ لہٰذا یہ مقبول الفاظ ہیں، اپنی اولاد کے لیے ان الفاظ کے ساتھ دعا مانگتے رہنا چاہیے، اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ کرم ہو گا۔

نذر میں حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی قبولیت اور انعاماتِ الٰہی:

اللہ تعالیٰ نے نذر میں لڑکے کی جگہ حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو قبول فرما لیا اور انہیں احسن انداز میں پروان چڑھایا۔ حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام نے آپ کو اپنی کفالت میں لے لیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو بے موسمی پھلوں کا رزق عطا فرمایا۔ قرآنِ پاک میں ہے:

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا **ترجمہ:** تو اس کے رب نے اسے اچھی طرح قبول

---

[1]... پ۳، آل عمران: ۳۶۔ [2]... پ۳، آل عمران: ۳۶۔

حَسَنًا ۙ وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۖ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ [1]

کیا اور اسے خوب پروان چڑھایا اور زکریا کو اس کا نگہبان بنادیا، جب کبھی زکریا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے تو اس کے پاس پھل پاتے۔ (زکریا نے) سوال کیا، اے مریم! یہ تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ اللہ کی طرف سے ہے، بیشک اللہ جسے چاہتا ہے بے شمار رزق عطا فرماتا ہے۔

یاد رہے کہ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا نے یہ کلام اس وقت کیا تھا جب ان کی عمر بہت چھوٹی تھی اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا جھولے میں پرورش پا رہی تھیں۔

فضائل کی بشارت اور عبادت کی تاکید:

ایک بار چند فرشتوں کے ساتھ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام آپ کے پاس آئے اور فرمایا:

يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ [2]

ترجمہ: اے مریم، بیشک اللہ نے تمہیں چن لیا ہے اور تمہیں خوب پاکیزہ کر دیا ہے اور تمہیں سارے جہان کی عورتوں پر منتخب کر لیا ہے۔ اے مریم! اپنے رب کی فرمانبرداری کرو اور اس کی بارگاہ میں سجدہ کرو اور رکوع والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

خوب پاکیزہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کو مردوں کے چھونے اور حیض و نفاس وغیرہ سے پاک فرمایا۔ سارے جہان کی عورتوں پر منتخب کرنے سے مراد یہ ہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کو آپ کے زمانے کی تمام عورتوں سے افضل بنایا یہ مراد نہیں ہے کہ آپ قیامت تک آنے والی تمام خواتین سے افضل ہیں۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا جو حکم دیا اس کی تعمیل کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا باپردہ اور مردوں کی صف سے جدا کھڑے ہو کر نماز ادا کرتی ہوں، یہ بھی ممکن ہے کہ نماز کے وقت مزید عورتیں بھی حاضر ہوتی ہوں اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا ان کے ساتھ کھڑے

❶...پ۳، اٰل عمران: ۳۷۔ ❷...پ۳، اٰل عمران: ۴۲، ۴۳۔

ہو کر نماز پڑھتی ہوں۔

منقول ہے کہ عبادت سے متعلق حکم سن کر حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے اتنا طویل قیام کیا کہ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے قدم مبارک پر ورم آ گیا اور پاؤں پھٹ کر خون جاری ہو گیا۔[1]

نیز یہاں مزید ایک بات قابلِ توجہ ہے کہ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کا حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا سے کلام فرمانا ان کی انتہائی عظمت اور مقام و مرتبہ کی بنا پر تھا، یہ کلام نہ تو بطور وحی تھا اور نہ ہی یہ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے نبیّہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ نبوت کا منصب اللہ تعالیٰ نے صرف مردوں ہی کو عطا فرمایا، کوئی عورت اس منصب پر فائز نہ ہوئی، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ[2]

ترجمہ: اور ہم نے تم سے پہلے مرد ہی بھیجے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔

عظیم المرتبہ فرزند کی بشارت:

آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو ایک عظیم المرتبہ فرزند کی بھی بشارت دی گئی، چنانچہ ایک موقع پر حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے آپ سے فرمایا:

یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ﳓ اسْمُهُ الْمَسِیْحُ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ﴿۴۵﴾ وَ یُكَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَ كَهْلًا وَّ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ[3]

ترجمہ: اے مریم! اللہ تجھے اپنی طرف سے ایک خاص کلمے کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح، عیسیٰ بن مریم ہو گا۔ وہ دنیا و آخرت میں بڑی عزت والا ہو گا اور اللہ کے مُقرَّب بندوں میں سے ہو گا۔ اور وہ لوگوں سے جھولے میں اور بڑی عمر میں بات کرے گا اور خاص بندوں میں سے ہو گا۔

بیٹے کی بشارت سن کر حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے حیرت سے عرض کی:

رَبِّ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ وَلَدٌ وَّ لَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ[4]

ترجمہ: اے میرے رب! میرے ہاں بچہ کیسے

❶...خازن، آل عمران، تحت الآیۃ: ۴۳، ۱/۲۴۹۔ ❷...پ۱۴، النحل: ۴۳۔ ❸...پ۳، آل عمران: ۴۵، ۴۶۔ ❹...پ۳، آل عمران: ۴۷۔

ہوگا؟ مجھے تو کسی شخص نے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔

یعنی: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا؟ مجھے تو کسی شخص نے ہاتھ بھی نہیں لگایا اور دستور یہ ہے کہ بچہ عورت و مرد کے ملاپ سے ہوتا ہے تو مجھے بچہ کس طرح عطا ہوگا، نکاح سے یا یوں ہی بغیر مرد کے؟ اس کے جواب میں فرمایا گیا:

كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ [1]

ترجمہ: اللہ یوں ہی جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جب وہ کسی کام کا فیصلہ فرمالیتا ہے تو اسے صرف اتنا فرماتا ہے، ''ہوجا'' تو وہ کام فوراً ہوجاتا ہے۔

یعنی تم کنواری ہی رہو گی اور فرزند پیدا ہو جائے گا، کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ بڑی قدرت والا ہے اور جب وہ کسی کام کا فیصلہ فرمالیتا ہے تو اسے صرف اتنا فرماتا ہے، ''ہوجا'' تو وہ کام فوراً ہوجاتا ہے۔

اس عظیم فرزند سے متعلق مزید ارشاد فرمایا گیا:

وَ يُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ ۚ۝۴۸ وَ رَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ [2]

ترجمہ: اور اللہ اسے کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل سکھائے گا۔ اور (وہ عیسیٰ) بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا۔

حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کے پاس جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کی آمد:

ایک دن حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر جانبِ مشرق تنہائی میں تشریف لے گئیں، پھر اپنے اور گھر والوں کے درمیان ایک پردہ ڈال دیا تاکہ خلوت میں عبادت کر سکیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کی طرف حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو بھیجا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام ان کے سامنے نوجوان، بے ریش، روشن چہرے اور پیچ دار بالوں والے آدمی کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ قرآن پاک میں ہے:

وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۙ۝۱۶ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ

ترجمہ: اور کتاب میں مریم کو یاد کرو جب وہ اپنے گھر والوں سے مشرق کی طرف ایک جگہ الگ ہوگئی۔ تو

---

1 ...پ٣، اٰل عمران: ٤٧.
2 ...پ٣، اٰل عمران: ٤٨، ٤٩.

حِجَابًا ۪ فَاَرْسَلْنَاۤ اِلَیْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِیًّا (1)

ان (لوگوں) سے ادھر ایک پردہ کرلیا تو اس کی طرف ہم نے اپنا روحانی (جبرئیل) بھیجا تو وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کی صورت بن گیا۔

حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے انسانی شکل میں آنے کی حکمت یہ تھی کہ حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا ان کا کلام سن سکیں اور ان سے خوفزدہ نہ ہوں کیونکہ اگر آپ عَلَیْہِ السَّلَام اپنی ملکوتی شکل میں تشریف لاتے تو حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا خوفزدہ ہو جاتیں اور شدتِ خوف سے آپ کا کلام نہ سن سکتیں۔ (2)

حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نور ہیں اور بشری وجود میں تشریف لائے، اس سے معلوم ہوا کہ نوری وجود بشری صورت میں آسکتا ہے اور اس سے اس کی نورانیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کا خوفزدہ ہونا:

جب حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے تنہائی میں اپنے پاس ایک نوجوان دیکھا تو خوفزدہ ہو کر فرمایا:

اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِیًّا (3)

ترجمہ: میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تجھے خدا کا ڈر ہے۔

حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف سے تسلی:

آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو خوفزدہ دیکھ کر حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سے فرمایا:

اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا (4)

ترجمہ: میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ میں تجھے ایک پاکیزہ بیٹا عطا کروں۔

یہاں یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ کسی کو بیٹا دینا در حقیقت اللہ تعالیٰ کا کام ہے لیکن اس آیت میں صراحت سے مذکور ہے کہ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے بیٹا دینے کی نسبت اپنی طرف فرمائی۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ فرشتے اور مقبول بندے اللہ تعالیٰ کے بعض کاموں کو اپنی طرف منسوب کرسکتے ہیں۔ قرآن پاک میں دیگر مقامات پر بھی بہت سے وہ کام جو خداوندِ قدوس کے ہیں انہیں فرشتوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ ان آیات کی روشنی میں یہ ذہن میں رکھنا

---

1 ...پ۱۶، مریم: ۱۶، ۱۷. 2 ...مدارک، مریم، تحت الآیۃ: ۱۷، ص۶۷۰. 3 ...پ۱۶، مریم: ۱۸. 4 ...پ۱۶، مریم: ۱۹.

چاہیے کہ مسلمان اگر کسی ایسے کام مثلاً اولاد دینے، مدد کرنے وغیرہا کو کسی مقبولِ بارگاہ یا فرشتے کی طرف منسوب کرے تو اس کے مومن و موحد ہونے کی وجہ سے اس کے متعلق اچھا گمان رکھنا چاہیے کہ مومن ایسی جگہوں پر اصل قادر خدا تعالیٰ ہی کو سمجھتا ہے لیکن مقبولانِ بارگاہ کو وسیلہ سمجھتے ہوئے ان کی طرف مدد و نصرت کو منسوب کرتا ہے جیسے اوپر آیت میں جبریل عَلَیْهِ السَّلَام نے اپنی طرف اولاد دینا منسوب کیا۔

بیٹے کی خبر پر حضرت مریم کی حیرت اور جبریل عَلَیْهِ السَّلَام کا جواب:

بے ریش نوجوان کی حقیقت معلوم ہونے پر حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کا خوف تو دور ہو گیا لیکن بیٹے کی خبر سن کر حیرت سے کہنے لگیں:

اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِیًّا [1]	**ترجمہ:** میرے لڑکا کہاں سے ہوگا؟ حالانکہ مجھے تو کسی آدمی نے چھوا تک نہیں اور نہ ہی میں بدکار ہوں۔

یاد رہے کہ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کی حیرت اس بنا پر ہر گز نہ تھی کہ آپ کو قدرتِ الٰہی سے یہ کام بہت بعید لگا بلکہ اس لئے حیران ہوئی تھیں کہ باپ کے بغیر اولاد کا ہونا خلافِ عادت تھا اور عادت کے بر خلاف کام ہونے پر حیرت زدہ ہو جانا ایک فطرتی امر ہے۔

حضرت جبریل عَلَیْهِ السَّلَام نے انہیں جواب دیا:

كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗۤ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا [2]	**ترجمہ:** ایسا ہی ہے۔ تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ میرے اوپر بہت آسان ہے اور تاکہ ہم اسے لوگوں کیلئے نشانی بنادیں اور اپنی طرف سے ایک رحمت (بنا دیں) اور یہ ایسا کام ہے جس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کا حاملہ ہونا:

جب حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کو اطمینان ہو گیا اور ان کی پریشانی جاتی رہی تو حضرت جبریل عَلَیْهِ السَّلَام نے ان کے گریبان میں یا آستین میں یا دامن میں یا منہ میں دم کیا اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اسی وقت حاملہ ہو گئیں۔ [3]

---

❶...پ۱۶، مریم: ۲۰. ❷...پ۱۶، مریم: ۲۱. ❸... خازن، مریم، تحت الآیۃ: ۲۱-۲۲، ۳/۲۳۱، مدارک، مریم، تحت الآیۃ: ۲۱، ص۶۷۰، ملتقطاً.

یوسف نجار کا سوال اور اس کا جواب:

منقول ہے کہ سب سے پہلے جس شخص کو حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے حمل کا علم ہوا وہ ان کا چچازاد بھائی یوسف نجار تھا جو مسجد بیت المقدس کا خادم اور بہت عبادت گزار شخص تھا۔ اسے حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے حاملہ ہونے کا علم ہونے پر بہت حیرت ہوئی۔ جب اس کے ذہن میں حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا پر تہمت کا خیال آتا تو اُن کی عبادت و تقویٰ، ان کا ہر وقت کا حاضر رہنا اور کسی وقت غائب نہ ہونا یاد کر کے خاموش ہو جاتا اور جب حمل کا خیال کرتا تو اُن کو بَری سمجھنا مشکل معلوم ہوتا۔ بالآخر اُس نے ایک دن حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا سے کہہ دیا کہ میرے دِل میں ایک بات آئی ہے، ہر چند چاہتا ہوں کہ زبان پر نہ لاؤں مگر اب صبر نہیں ہوتا، آپ اجازت دیجئے کہ میں کہہ گزروں تاکہ میرے دل کی پریشانی دور ہو۔ حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے کہا: اچھی بات کہو۔ تو اُس نے کہا: اے مریم! رَضِیَ اللہُ عَنْہَا، مجھے بتاؤ کہ کیا کھیتی بغیر بیج کے، درخت بغیر بارش کے اور بچہ بغیر باپ کے ہو سکتا ہے؟ حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے فرمایا: ہاں، کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو سب سے پہلے کھیتی پیدا کی وہ بغیر بیج ہی کے پیدا کی اور درخت اپنی قدرت سے بغیر بارش کے اگائے، کیا تو یہ کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پانی کی مدد کے بغیر درخت پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ یوسف نے کہا: میں یہ تو نہیں کہتا بے شک میں اس کا قائل ہوں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر شے پر قادر ہے، جسے کُن فرمائے وہ ہو جاتی ہے۔ حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے کہا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام اور اُن کی بیوی کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا۔ حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے اس کلام سے یوسف کا شُبہ رفع ہو گیا۔ حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا حمل کے سبب سے جسمانی طور پر کمزور ہو گئی تھیں اس لئے حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی نِیابت کے طور پر یوسف نجار مسجد کی خدمت سر انجام دینے لگا۔[1]

یہاں ایک بات قابلِ توجہ ہے کہ عیسائیوں کے بعض فرقے اور موجودہ زمانے کے قادیانی یوسف نجار کو حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا والد قرار دیتے ہیں، یہ ہرگز درست نہیں کیونکہ اگر یوسف نجار حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے والد ہوتے تو قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ انہیں "ابنِ مریم" ہرگز نہ فرماتا بلکہ ان کے والد کی طرف ہی منسوب فرماتا، احادیث میں بھی ایسا ہی ہے چنانچہ بخاری شریف میں ہے، حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور بیشک محمد مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

---

1 ... خازن، مریم، تحت الآیۃ: ۲۲، ۳/ ۲۳۲.

وَسَلَّم اللہ تعالٰی کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور یقیناً حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالٰی کے بندے، اس کے رسول اور اس کا وہ کلمہ ہیں جسے اس نے مریم کی طرف ڈالا اور اللہ تعالٰی کی طرف سے ایک خاص روح ہیں، جنت حق ہے اور جہنم حق ہے تو اللہ تعالٰی اسے اس کے عمل کے مطابق جنت میں داخل کر دے گا۔[1] اس حدیث پاک میں یہی ہے کہ اگر حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام باپ کے بیٹے ہوتے تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی والدہ کے بجائے باپ کی طرف ہی آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی نسبت فرماتے۔

حمل کے آثار ظاہر ہونے پر قوم سے علیحدہ مقام کی طرف روانگی:

جب حمل کے ظاہری آثار نمودار ہوئے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کو اِلہام کیا کہ وہ اپنی قوم کا علاقہ چھوڑ کر کسی اور جگہ چلی جائیں، اس لئے وہ بیتُ اللّحم میں چلی گئیں۔ قرآنِ کریم میں ہے:

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِیًّا[2]

ترجمہ: پھر مریم حاملہ ہوگئیں تو اسے لے کر ایک دور کی جگہ چلی گئی۔

وقتِ ولادت کھانے پینے کا انتظام اور حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کو تسلی:

جب حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت کا وقت قریب آیا اور درد کی شدت زیادہ ہوئی تو حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کھجور کے ایک سوکھے درخت کے پاس آکر بیٹھ گئیں۔ اب ایک طرف درد کی شدّت تھی اور دوسری طرف مستقبل کے معاملات تھے کہ اگرچہ میں تو مطمئن ہوں مگر لوگوں کو کیسے مطمئن کروں گی، چنانچہ اس شدید پریشانی کے عالم میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا نے کہا:

یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ كُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا[3]

ترجمہ: اے کاش کہ میں اس سے پہلے مرگئی ہوتی اور میں کوئی بھولی بسری ہوجاتی۔

آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کی اس تمنا پر حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے تسلی دیتے ہوئے وادی کے نشیبی حصے سے پکار کر فرمایا:

اَلَّا تَحْزَنِیْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِیًّا ﴿۲۴﴾ وَ هُزِّیْۤ اِلَیْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَیْكِ

ترجمہ: کہ غم نہ کھا بیشک تیرے رب نے تیرے نیچے ایک نہر بنادی ہے۔ اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی

---

1 ...بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب، ۲/۴۵۵، حدیث: ۳۴۳۵. 2 ...پ۱۶، مریم: ۲۲. 3 ...پ۱۶، مریم: ۲۳.

تُسٰقِطْ عَلَیْكِ رُطَبًا جَنِیًّا ﴿۲۵﴾ فَكُلِیْ وَ اشْرَبِیْ وَ قَرِّیْ عَیْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَیِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِیْۤ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا [1]	طرف ہلاؤ، وہ تم پر عمدہ تازہ کھجوریں گرائے گا۔ تو کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھے تو (اشارے سے) کہہ دینا کہ میں نے آج رحمٰن کیلئے روزہ کی نذر مانی ہے تو آج ہرگز میں کسی آدمی سے بات نہیں کروں گی۔

یہاں اس واقعہ سے متعلق دو اہم باتیں بھی ملاحظہ ہوں

(1) حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی ایڑی زمین پر ماری تو میٹھے پانی کا ایک چشمہ جاری ہو گیا، کھجور کا درخت سرسبز ہو کر پھل لایا اور وہ پھل پختہ اور رس دار ہو گئے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس جگہ ایک خشک نہر تھی جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے جاری کر دیا اور کھجور کا خشک درخت سرسبز ہو کر پھل دار ہو گیا۔[2]

(2) حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کو خاموش رہنے کی نذر ماننے کا اس لئے حکم دیا گیا تاکہ کلام حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام فرمائیں اور ان کا کلام مضبوط حجت ہو جس سے تہمت زائل ہو جائے۔ نیز جہاں مخاطب کے نہ ماننے کا غالب گمان ہو وہاں خاموش رہنا اور منہ پھیر لینا چاہئے جیسے جاہلوں کے جواب میں خاموشی ہی بہتر ہے۔[3]

یاد رہے کہ پہلے زمانہ میں خاموشی کا بھی روزہ ہوتا تھا جیسا کہ ہماری شریعت میں کھانے پینے سے بچنے کا روزہ ہوتا ہے، البتہ ہماری شریعت میں چپ رہنے کا روزہ منسوخ ہو گیا ہے۔

ولادتِ عیسیٰ اور قوم کا ردِ عمل:

حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کا تسلی آمیز کلام سن کر حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کی پریشانی دور ہوئی اور کچھ ہی دیر میں حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی بھی ولادت ہو گئی۔ اس کے بعد حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا انہیں اُٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس تشریف لے آئیں۔ جب لوگوں نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کی گود میں بچہ دیکھا تو وہ غمزدہ ہو کر رونے لگے اور کہا:

---

❶...پ۱۶، مریم: ۲۴-۲۶۔ ❷...مدارک، مریم، تحت الآیۃ: ۲۴، ص۶۷۱، خازن، مریم، تحت الآیۃ: ۲۴، ۳/۲۳۲، ملتقطاً۔

❸...خازن، مریم، تحت الآیۃ: ۲۶، ۳/۲۳۳، مدارک، مریم، تحت الآیۃ: ۲۶، ص۶۷۲، ملتقطاً۔

یٰمَرْیَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَیْـًٔا فَرِیًّا ﴿۲۷﴾ یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّ مَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِیًّا [1]	**ترجمہ:** اے مریم!بیشک تو بہت ہی عجیب و غریب چیز لائی ہے۔ اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ ہی تیری ماں بدکار تھی۔

حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو ان کی قوم کے لوگوں نے ہارون کی بہن کہا، اس ہارون سے آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے حقیقی بھائی مراد ہیں یا تقویٰ و پرہیز گاری میں بنی اسرائیل کے ایک ہارون نامی شخص سے تشبیہ دیتے ہوئے لوگوں نے آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو ہارون کی بہن کہا۔[2]

حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کا جواب:

حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے چونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے چپ کا روزہ رکھا ہوا تھا اس لئے آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے خود جواب دینے کی بجائے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اگر کچھ پوچھنا ہے تو اس بچے سے پوچھ لو یہ جواب دے گا۔ اس پر لوگوں نے کہا:

كَیْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا [3]	**ترجمہ:** ہم اس سے کیسے بات کریں؟ جو ابھی ماں کی گود میں بچہ ہے۔

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا کلام فرمانا:

یہ گفتگو سن کر حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے دودھ پینا چھوڑ دیا اور بائیں ہاتھ پر ٹیک لگا کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور سیدھے ہاتھ مبارک سے اشارہ کر کے بات کرنا شروع کی اور فرمایا:[4]

اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ﳴ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ﴿۳۰﴾ وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ﴿۳۱﴾ وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ ۫ وَ لَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ﴿۳۲﴾ وَ	**ترجمہ:** بیشک میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔ اور اس نے مجھے مبارک بنایا ہے خواہ میں کہیں بھی ہوں اور اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کی تاکید فرمائی ہے جب تک میں زندہ

---

1 ...پ۱۶، مریم: ۲۷، ۲۸۔ 2 ...خازن، مریم، تحت الآیۃ: ۲۸، ۳/۲۳۳، مدارک، مریم، تحت الآیۃ: ۲۸، ص ۶۷۲۔ 3 ...پ۱۶، مریم: ۲۹۔

4 ...خازن، مریم، تحت الآیۃ: ۲۹، ۳/۲۳۳-۲۳۴، ملتقطاً۔

اَلسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَ یَوْمَ اَمُوْتُ وَ یَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا [1]

رہوں۔ اور (مجھے) اپنی ماں سے اچھا سلوک کرنے والا (بنایا) اور مجھے متکبر، بدنصیب نہ بنایا۔ اور مجھ پر سلامتی ہو جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن وفات پاؤں اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں۔

قوم کا حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کی پاکدامنی پر یقین:

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا کلام سن کر تمام لوگ خاموش ہو گئے اور انہیں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی والدہ ماجدہ کے نیک و پرہیز گار اور پاک دامن ہونے پر یقین آ گیا کہ جو بچہ اس طرح کی باتیں کر رہا ہے اس کی والدہ ہمارے لگائے ہوئے الزامات سے بَری ہیں، اس کلام کے بعد آپ عَلَیْہِ السَّلَام خاموش ہو گئے اور دوبارہ اسی وقت کلام کیا جب دوسرے بچوں کی طرح بولنے کی عمر تک پہنچ گئے۔[2]

حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کے فضائل:

قرآن و حدیث میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کے بہت سے فضائل بیان کیے گئے ہیں، ان میں سے 14 فضائل درج ذیل ہیں:

(1) اللہ تعالیٰ نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کو آپ کی والدہ کی دعا میں ذکر کردہ لڑکے سے بہتر بنایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَ لَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى [3]

ترجمہ: حالانکہ اللہ بہتر جانتا ہے جو اس نے جنا اور وہ لڑکا (جس کی خواہش تھی) اس لڑکی جیسا نہیں (جو اسے عطا کی گئی)۔

(2) عورت ہونے کے باوجود بیتُ المقدس کی خدمت کے لیے انہیں نذر میں قبول فرما لیا حالانکہ اس خدمت کے لیے صرف مردوں کو ہی منتخب کیا جاتا تھا۔

(3) آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کے لیے بے موسمی پھلوں کی صورت میں جنتی رزق بھیجا گیا۔

(4) آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا مادر زاد یعنی پیدائشی وَلِیّہ تھیں۔

1...پ۱۶، مریم: ۳۰-۳۳۔ 2...خازن، مریم، تحت الآیۃ: ۳۳، ۳/ ۲۳۴، ملتقطاً۔ 3...پ۳، آل عمران: ۳۶۔

(5) حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام کو آپ کا کفیل بنایا گیا۔

(6،7) آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کو گناہوں سے اور مردوں کے ان پر قدرت پانے سے پاکیزہ بنایا اورانہیں ان کے زمانے میں سارے جہان کی عورتوں پر فضیلت عطا فرمائی کہ بغیر باپ کے بیٹا دیا اور فرشتوں کا کلام سنوایا۔

(8 تا 10) آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا بہت سچی ، اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے کلمات اور اس کی کتابوں کی تصدیق کرنے والی تھیں۔اور اللہ تعالیٰ نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کی پاکیزہ سیرت کو مسلمانوں کے لیے ایک مثال بنایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُؕ وَ اُمُّهٗ صِدِّیْقَةٌؕ[1]

ترجمہ: مسیح بن مریم تو صرف ایک رسول ہے۔ اس سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں اوراس کی ماں صدیقہ (بہت سچی) ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ مَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَ صَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ وَ كَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِیْنَ۠[2]

ترجمہ: اور عمران کی بیٹی مریم کو (مثال بنادیا) جس نے اپنے پارسائی کے مقام کی حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی اور اس نے اپنے رب کی باتوں اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی۔

(11) آپ کے سوا کسی عورت کا نام قرآنِ مجید میں نہیں آیا۔

(12) آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا جنت میں افضل ترین خواتین میں سے ایک ہیں۔

(13) آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا جنت میں سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اَزواج میں سے ہوں گی۔

(14) حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ کو کامل خواتین میں شمار فرمایا۔[3]

1...پ۶، المائدۃ:۷۵۔ 2...پ۲۸، التحریم: ۱۲۔

3...بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالی، ۲/۴۴۵، حدیث: ۳۴۱۱۔

باب: 3

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا تعارف

نام و نسب:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا مبارک نام "عیسیٰ" اور آپ کا نسب حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام سے جا ملتا ہے۔[1]

کنیت و لقب:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی کنیت "ابن مریم" ہے اور تین القاب یہ ہیں۔

(1) **مسیح۔** آپ عَلَیْہِ السَّلَام چونکہ مَس کر کے یعنی چھو کر بیماروں کو شفا دیتے تھے، اس لیے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو "مسیح" کہا جاتا ہے۔

(2) **کلمۃُ اللہ۔** آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے جسم شریف کی پیدائش کلمہ "کُن" سے ہوئی، باپ اور ماں کے نطفہ سے نہ ہوئی، اس لئے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو "کلمۃُ اللہ" کہا جاتا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ[2]

ترجمہ: بیشک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے جسے اللہ نے مٹی سے بنایا پھر اسے فرمایا: "ہو جا" تو وہ فوراً ہو گیا۔

(3) **روحُ اللہ۔** اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنی طرف سے ایک خاص روح فرمایا، اس بنا پر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو "رُوحُ اللہ" بھی کہا جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْیَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ[3]

ترجمہ: بیشک مسیح، مریم کا بیٹا عیسیٰ صرف اللہ کا رسول اور اس کا ایک کلمہ ہے جو اس نے مریم کی طرف بھیجا اور اس کی طرف سے ایک خاص روح ہے۔

---

[1]...تاریخ ابن عساکر، مریم بنت عمران، ۷۰/۷۵۔ [2]...پ۳، اٰل عمران: ۵۹۔ [3]...پ۶، النساء: ۱۷۱۔

حلیہ مبارک:

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: میں نے حضرت عیسٰی، موسیٰ اور ابراہیم عَلَیْہِمُ السَّلَام کو دیکھا تو حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام سرخ رنگ، گھونگھریالے بالوں اور چوڑے سینے والے تھے۔[1]

بعثت و معجزات:

جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام عمر میں بڑے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور دلیل کے طور پر اس زمانے کے حالات کے موافق بہت سے معجزات عطا فرمائے۔ چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے بنی اسرائیل سے فرمایا:

اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْۙ اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْــٴَـةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِۚ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِۚ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَۙ فِیْ بُیُوْتِكُمْؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ[2]

ترجمہ: کہ میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں، وہ یہ کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے جیسی ایک شکل بناتا ہوں پھر اس میں پھونک ماروں گا تو وہ اللہ کے حکم سے فوراً پرندہ بن جائے گی اور میں پیدائشی اندھوں کو اور کوڑھ کے مریضوں کو شفا دیتا ہوں اور میں اللہ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کرتا ہوں اور تمہیں غیب کی خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو، بیشک ان باتوں میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

اس آیتِ مبارکہ میں حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کے 5 معجزات کا ذکر ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

(1) مٹی سے بنے پرندے کو پھونک مار کر حقیقی پرندہ بنا دینا: جب حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام نے بنی اسرائیل کو اپنی رسالت و معجزات کے بارے میں بتایا تو انہوں نے درخواست کی: آپ عَلَیْہِ السَّلَام ایک چمگادڑ پیدا کریں۔ آپ عَلَیْہِ

1... بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب واذکر فی الکتاب مریم ۔۔۔ الخ، ۲/۴۵۷، حدیث: ۳۴۳۸۔ 2... پ ۳، اٰل عمران: ۴۹۔

السَّلام نے مٹی سے چمگادڑ کی صورت بنائی پھر اس میں پھونک ماری تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اڑنے لگی۔[1]

(2،3)پیدائشی اندھوں کو آنکھوں کا نور عطا کرنا اور کوڑھیوں کو شفایاب کرنا: آپ عَلَیْہِ السَّلَام اپنا دستِ مبارک پھیر کر پیدائشی نابینا افراد کو آنکھوں کا نور عطا کر دیتے اور اس مریض کو بھی شفا دیتے جس کا برص بدن میں پھیل گیا ہو اور طبیب اس کے علاج سے عاجز ہوں۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے زمانہ میں چونکہ طب کا علم انتہائی عروج پر تھا اور ماہرینِ طب علاج کے معاملے میں انتہائی مہارت رکھتے تھے اس لیے ان کو اسی قسم کے معجزے دکھائے گئے تاکہ معلوم ہو کہ طب کے طریقہ سے جس کا علاج ممکن نہیں ہے اسے تندرست کر دینا یقیناً معجزہ اور نبی کی نبوت کی دلیل ہے۔ حضرت وہب بن منبہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کا قول ہے کہ اکثر حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس ایک ایک دن میں پچاس پچاس ہزار مریضوں کا اجتماع ہو جاتا تھا، ان میں جو چل سکتا تھا وہ حاضر خدمت ہو جاتا اور جسے چلنے کی طاقت نہ ہوتی اس کے پاس خود حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام تشریف لے جاتے اور دعا فرما کر اس کو تندرست کرتے اور اپنی رسالت پر ایمان لانے کی شرط کر لیتے۔[2]

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا کہ میں مُردے زندہ کرتا ہوں، میں لاعلاج بیماروں کو اچھا کرتا ہوں، میں غیبی خبریں دیتا ہوں، حقیقت میں یہ تمام کام ربّ العالمین کے ہیں لیکن آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی طرف منسوب کئے، اس سے معلوم ہوا کہ شِفا دینے، مشکلات دور کرنے وغیرہ کے الفاظ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کیلئے استعمال کرنا جائز ہے جبکہ یہ عقیدہ ذہن میں ہو کہ اصل قدرت و اختیار اللہ تعالیٰ کا ہے اور اس کی عطا سے ہی کوئی دوسرا کچھ کر سکتا ہے لہٰذا کوئی مسلمان انبیاء و اولیاء کو مشکل کشا اور دافعُ البلاء کہے تو اس کے متعلق حسن ظن رکھنا چاہیے۔

(4)مردوں کو زندہ کرنا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے چار شخصوں کو زندہ کیا، **(1)عازر۔** اسے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ مُخلصانہ محبت تھی، جب اس کی حالت نازک ہوئی تو اس کی بہن نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو اطلاع دی مگر وہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے تین دن کے سفر کی دوری پر تھا۔ جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام تین دن میں وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ اس کا انتقال ہو چکا ہے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اس کی بہن سے فرمایا: ہمیں اس کی قبر پر لے چلو۔ وہ لے گئی، آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی جس سے عازر حکمِ الٰہی سے زندہ ہو کر قبر سے باہر آ گیا، پھر ایک عرصے تک زندہ رہا اور اس کے ہاں اولاد بھی ہوئی۔ **(2)ایک بڑھیا کا لڑکا۔** اس کا جنازہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے

---

[1]... خازن، اٰل عمران، تحت الآیۃ: ۴۹، ۱/۲۵۱۔

[2]... خازن، اٰل عمران، تحت الآیۃ: ۴۹، ۱/۲۵۱۔

سامنے سے جارہا تھا، آپ نے اس کے لیے دعا فرمائی تو وہ زندہ ہو کر جنازہ اٹھانے والوں کے کندھوں سے اتر پڑا اور کپڑے پہن کر گھر آ گیا، پھر زندہ رہا اور اس کے ہاں اولاد بھی ہوئی۔ (3) ایک لڑکی۔ یہ شام کے وقت مری اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا سے اسے زندہ کر دیا۔ (4) سام بن نوح۔ ان کی وفات کو ہزاروں برس گزر چکے تھے۔ لوگوں نے خواہش کی کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام انہیں زندہ کریں۔ چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام ان کی نشاندہی سے قبر پر پہنچے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ سام نے سنا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے۔ ''اَجِبْ رُوْحَ اللّٰہ'' یعنی ''حضرت عیسیٰ روحُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام کی بات سن'' یہ سنتے ہی وہ مرعوب اور خوف زدہ اٹھ کھڑے ہوئے اور انہیں گمان ہوا کہ قیامت قائم ہو گئی، اس کی دہشت سے ان کے سر کے آدھے بال سفید ہو گئے پھر وہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر ایمان لائے اور انہوں نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے درخواست کی کہ دوبارہ انہیں سکراتِ موت کی تکلیف نہ ہو، اس کے بغیر انہیں واپس کیا جائے، چنانچہ اسی وقت ان کا انتقال ہو گیا۔[1]

(5) غیب کی خبریں دینا۔ جب حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے بیماروں کو تندرست اور مُردوں کو زندہ کیا تو بعض لوگوں نے کہا: یہ تو جادو ہے اور کوئی معجزہ دکھایئے، تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: جو تم کھاتے اور جو جمع کر کے رکھتے ہو میں تمہیں اس کی خبر دے دوں گا۔ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے دستِ مبارک پر یہ معجزہ بھی ظاہر ہوا، آپ عَلَیْہِ السَّلَام آدمی کو بتا دیتے تھے کہ وہ کل کیا کھا چکا اور آج کیا کھائے گا اور اگلے وقت کے لیے کیا تیار کر رکھا ہے۔ کبھی یوں بھی ہوتا کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس بہت سے بچے جمع ہو جاتے تھے، آپ عَلَیْہِ السَّلَام انہیں بتا دیتے کہ تمہارے گھر فلاں چیز تیار ہوئی ہے، تمہارے گھر والوں نے فلاں فلاں چیز کھائی ہے، فلاں چیز تمہارے لیے بچا کر رکھی ہے۔ بچے گھر جاتے اور گھر والوں سے وہ چیز مانگتے۔ گھر والے وہ چیز دیتے اور ان سے کہتے کہ تمہیں کس نے بتایا؟ بچے کہتے: حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے، تو لوگوں نے اپنے بچوں کو آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس آنے سے روکا اور کہا کہ وہ جادوگر ہیں، اُن کے پاس نہ بیٹھو، اس کے بعد مزید یہ کیا کہ ایک مکان میں سب بچوں کو جمع کر دیا۔ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام بچوں کو تلاش کرتے تشریف لائے تو لوگوں نے کہا: وہ یہاں نہیں ہیں۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا کہ پھر اس مکان میں کون ہے؟ انہوں نے کہا: سور ہیں۔ فرمایا، ایسا ہی ہو گا۔ اب جو دروازہ کھولا تو سب سور ہی سور تھے۔[2]

---

❶ ...جمل، آل عمران، تحت الآیۃ: ۴۹، ۱/۴۱۹-۴۲۰، ملتقطاً۔ ❷ ...جمل، آل عمران، تحت الآیۃ: ۴۹، ۱/۴۲۰، ملتقطاً۔

یہاں ایک بات قابلِ توجہ ہے کہ حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام گھروں میں رکھی ہوئی چیزوں کو بھی جانتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے محبوبانِ خدا غیب کی خبریں جانتے ہیں ان کیلئے علومِ غَیبِیہ ماننا توحید کے منافی نہیں بلکہ یہ تو عطائے الٰہی کا اقرار ہے۔

انجیل کا نزول:

اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنی کتاب انجیل عطا فرمائی، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَفَّيْنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۪ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ [1]

ترجمہ: اور ہم نے ان نبیوں کے پیچھے ان کے نقش قدم پر عیسیٰ بن مریم کو بھیجا اُس تورات کی تصدیق کرتے ہوئے جو اس سے پہلے موجود تھی اور ہم نے اسے انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور نور تھا اور وہ (انجیل) اس سے پہلے موجود تورات کی تصدیق فرمانے والی تھی اور پرہیز گاروں کے لئے ہدایت اور نصیحت تھی۔

اس آیتِ مبارکہ میں انجیل کی شان بیان فرمائی گئی کہ اس میں ہدایت و نور اور ہدایت و نصیحت تھی۔ پہلی جگہ ہدایت سے مراد گمراہی و جہالت سے بچانے کے لیے رہنمائی کرنا اور دوسری جگہ ہدایت سے سیدُ الانبیاء، حبیبِ کبریا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تشریف آوری کی بشارت مراد ہے جو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نبوت کی طرف لوگوں کی رہنمائی کا سبب ہے۔[2]

بیمارِ عصیاں کا علاج:

حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام جسمانی مریضوں کو شفا دینے کے ساتھ ساتھ روحانی مریضوں کا بھی علاج فرماتے تھے، چنانچہ حضرت سفیان بن عیینہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے مروی ہے کہ حضرت عیسٰی اور یحییٰ عَلَیْہِمَا السَّلَام دونوں کسی بستی میں جاتے تو عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام اس بستی کے برے لوگوں کے بارے میں پوچھتے اور یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام اچھے لوگوں کے بارے میں۔ ایک بار یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سے پوچھا: آپ برے لوگوں کا پوچھ کر ان کے پاس کیوں جاتے ہیں؟ حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام

---

1 ...پ۶، المائدۃ: ۴۶۔ 2 ... خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۴۶، ۱/۵۰۰۔

نے جواب دیا: میں (جسمانی) طبیب (کے ساتھ ساتھ روحانی طبیب بھی) ہوں اور (میں گناہ کے ان) مریضوں (کو توبہ و نیک اعمال کی تلقین کر کے ان) کا علاج کرتا ہوں۔ [1]

نماز و زکوٰۃ:

نماز و زکوٰۃ سے متعلق آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے شیر خوارگی کی عمر ہی میں لوگوں سے فرمادیا تھا کہ

اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا [2] **ترجمہ:** اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کی تاکید فرمائی ہے جب تک میں زندہ رہوں۔

حکمِ الٰہی کے مطابق آپ عَلَیْہِ السَّلَام پابندی سے نماز ادا کیا کرتے تھے اور اس کا تذکرہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی فرمایا ہے، چنانچہ حضرتِ ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نصف النہار (حقیقی) کے بعد نماز پڑھنا پسند فرمایا کرتے تھے۔ ام المومنین حضرتِ عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں دیکھتی ہوں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس گھڑی میں نماز پڑھنا پسند فرماتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: اس گھڑی میں آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر نظرِ رحمت فرماتا ہے اور یہ وہی نماز ہے جسے حضرتِ آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ عَلَیْہِمُ السَّلَام پابندی سے ادا کیا کرتے تھے۔ [3]

اور رہی مال کی زکوٰۃ تو یہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر فرض نہ تھی کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام پر زکوٰۃ فرض نہیں اور مذکورہ بالا آیت میں زکوٰۃ دینے کی تاکید حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے ذریعے آپ کی امت کو ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے تاکید فرمائی کہ اپنی امت کو مال کی زکوٰۃ دینے کا حکم دوں۔

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے حواری:

وہ حضرات جو حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر ایمان لائے اور اپنے اسلام کا اعلان کر کے اپنے تن من دھن سے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی مدد و حمایت کے لیے ہر وقت اور ہر دم کمربستہ رہے، انہیں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے حواری کہا جاتا ہے۔ یہ کون لوگ تھے؟ اور انہیں "حواری" کا لقب کیوں اور کس معنی کے لحاظ سے دیا گیا؟ اس بارے میں حضرت علامہ شیخ سلیمان

1... حسن التنبہ، باب التشبہ بالنبیین، ۵/۶۴۔ 2... پ۱۶، مریم: ۳۱۔

3... الترغیب والترھیب، کتاب النوافل، الترغیب فی الصلاۃ قبل الظھر وبعدھا، ۱/۲۷۱، حدیث: ۸۵۵۔

جمل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''حواری'' کا لفظ ''حور'' سے بنا ہے جس کے معنی ہیں ''سفیدی''۔ چونکہ ان لوگوں کے کپڑے نہایت سفید اور صاف تھے اور ان کے دل اور نیتیں بھی صفائی ستھرائی میں بہت بلند مقام رکھتی تھیں اس بناء پر انہیں ''حواری'' کہا جانے لگا۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ چونکہ یہ لوگ رزقِ حلال کے حصول کے لیے لوگوں کے کپڑے دھویا کرتے تھے، اس لیے یہ ''حواری'' کہلائے۔

بعض علماء کا یہ قول بھی ہے کہ بارہ آدمی حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر ایمان لائے، ان لوگوں کے ایمانِ کامل اور حسنِ نیت کی بناء پر انہیں یہ مقام مل گیا کہ جب بھی بھوک لگتی تو یہ لوگ کہتے: یا روحَ اللہ! ہمیں بھوک لگی ہے۔ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام زمین پر ہاتھ مار دیتے تو اس سے دو روٹیاں نکل کر ان لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ جایا کرتی تھیں۔ جب یہ لوگ پیاس سے فریاد کرتے تو حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام زمین پر ہاتھ مار دیا کرتے اور نہایت شیریں اور ٹھنڈا پانی ان لوگوں کو مل جایا کرتا۔ یہ لوگ اسی طرح کھاتے پیتے تھے۔ ایک دن انہوں نے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے پوچھا: اے روحُ اللہ! ہم مومنوں میں سب سے افضل کون ہے؟ ارشاد فرمایا: جو اپنے ہاتھ کی کمائی سے روزی حاصل کر کے کھائے۔ یہ سن کر ان بارہ حضرات نے رزقِ حلال کے لئے دھوبی کا پیشہ اختیار کر لیا، چونکہ یہ لوگ کپڑے دھو کر سفید کرتے تھے اس لیے ''حواری'' کے لقب سے پکارے جانے لگے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو ان کی والدہ نے ایک رنگریز کے ہاں کام پر رکھوا دیا تھا۔ ایک دن رنگریز مختلف کپڑوں کو نشان لگا کر رنگنے کے لیے آپ کے سپرد کر کے کہیں باہر چلا گیا۔ آپ نے ان سب کپڑوں کو ایک ہی رنگ کے برتن میں ڈال دیا۔ واپسی پر رنگریز نے صورت حال دیکھی تو گھبرا کر کہا: آپ نے سب کپڑوں کو ایک ہی رنگ کر دیا، حالانکہ میں نے نشان لگا کر مختلف رنگوں میں رنگنے کے لئے کہہ دیا تھا۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: اے کپڑو! تم اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہی رنگوں کے ہو جاؤ، جن رنگوں کا یہ چاہتا تھا۔ چنانچہ ایک ہی برتن میں سے لال، سبز، پیلا، جن جن کپڑوں کو رنگریز جس جس رنگ کا چاہتا تھا وہ کپڑا اسی رنگ کا ہو کر نکلنے لگا۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا یہ معجزہ دیکھ کر تمام حاضرین جو سفید پوش تھے اور ان کی تعداد بارہ تھی، سب ایمان لائے اور یہی لوگ ''حواری'' کہلانے لگے۔

حضرت امام قفال رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: ممکن ہے کہ ان حواریوں میں کچھ لوگ بادشاہ ہوں، کچھ مچھیرے، کچھ دھوبی اور کچھ رنگریز ہوں۔ چونکہ یہ سب حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے مخلص جاں نثار تھے اور ان لوگوں کے دل اور

نیتیں صاف تھیں اس بناء پر ان پاکباز اور نیک نفسوں کو "حواری" (یعنی مخلص دوست) کا معزز لقب عطا کیا گیا۔[1]

اطاعتِ الٰہی کی انوکھے انداز میں ترغیب:

ایک بار آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے حواریوں سے فرمایا: میں تم سے ایک سچی بات کہہ رہا ہوں کہ تم نہ تو دنیا چاہتے ہو اور نہ آخرت۔ انہوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے اس بات کی وضاحت فرما دیجئے کیونکہ ہم تو یہی سمجھ رہے ہیں کہ دنیا یا آخرت دونوں میں سے کسی ایک کو تو ہم چاہتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: اگر تم دنیا چاہتے تو ضرور دنیا کے رب (یعنی اللہ تعالیٰ) کی اطاعت کرتے جس کے دستِ قدرت میں دنیا کے خزانے ہیں اور وہ تمہیں (اس کے خزانے) عطا فرماتا اور اگر تم آخرت چاہتے تو ضرور آخرت کے رب (یعنی اللہ تعالیٰ) کی اطاعت کرتے اور وہ تمہیں آخرت عطا فرما دیتا لیکن (تمہاری نافرمانیوں سے یہی ظاہر ہے کہ) تم نہ دنیا چاہتے ہو نہ آخرت۔[2]

عاجزی و انکساری:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام تکبر سے دور اور عاجزی و انکساری کے پیکر تھے، جس کی گواہی خود رب کریم نے قرآن مجید میں بھی دی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

لَنْ یَّسْتَنْكِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَ لَا الْمَلٰٓىٕكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَؕ-وَ مَنْ یَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ یَسْتَكْبِرْ فَسَیَحْشُرُهُمْ اِلَیْهِ جَمِیْعًا[3]	**ترجمہ:** نہ تو مسیح اللہ کا بندہ بننے سے کچھ عار کرتا ہے اور نہ مقرب فرشتے اور جو اللہ کی بندگی سے نفرت اور تکبر کرے تو عنقریب وہ ان سب کو اپنے پاس جمع کرے گا۔

خود عجز و انکسار کے پیکر ہونے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیا کرتے تھے، چنانچہ ایک بار آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے حواریوں سے فرمایا: کیا بات ہے کہ میں تمہیں افضل عبادت کرتے ہوئے نہیں دیکھتا؟ انہوں نے عرض کی: اے روحُ اللہ! عَلَیْہِ السَّلَام، افضل عبادت کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی اختیار کرنا۔[4]

---

❶... جمل، آل عمران، تحت الآیۃ: ۵۲، ۱/۴۲۳، ۴۲۴، ملتقطاً۔ ❷... الزهد لاحمد، من مواعظ عیسی علیه السلام، ص ۹۴-۹۵، رقم: ۳۱۰۔

❸... پ۶، النساء: ۱۷۲۔ ❹... الزهد لاحمد، من مواعظ عیسی علیه السلام، ص ۹۵، رقم: ۳۱۲۔

حواریوں کی تربیت:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام اپنے حواریوں کی تربیت کا خصوصی اہتمام فرماتے اور موقع محل کی مناسبت سے انہیں نصیحت کرتے رہتے تھے، چنانچہ ایک بار آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ زیادہ کلام نہ کیا کرو ورنہ تمہارے دل سخت ہو جائیں گے اور جس کا دل سخت ہو وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے اور اسے اس کا علم تک نہیں ہوتا اور تم لوگوں کے گناہوں کو ایسے مت دیکھو جیسے تم آقا ہو اور اپنے گناہ یوں دیکھو گویا کہ تم غلام ہو۔ لوگ دو طرح کے ہیں (1) عافیت والے۔ (2) مصیبت میں مبتلا۔ پس مصیبت زدوں پر ان کی مصیبت کے وقت رحم کرو اور عافیت والوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد کرو۔[1]

پہاڑی کا وعظ:

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی مبارک سیرت میں ایک وعظ بہت مشہور ہے جسے "پہاڑی کا وعظ" کہا جاتا ہے، متیٰ کی انجیل میں اس کی تفصیلات موجود ہیں، یہاں مکمل وعظ نہیں بلکہ اس کے اقتباسات نقل کئے گئے ہیں اور جہاں اللہ تعالیٰ کے لئے باپ یا مخلوق کے لئے خدا کے بیٹے کا لفظ ہے وہ نکال دیا ہے۔ خلاصۂ وعظ کچھ یوں ہے کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام حکمِ الٰہی سے مریضوں کو شفا عطا فرماتے تھے، آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا یہ معجزہ اس قدر مشہور ہوا کہ قرب و جوار کے علاوہ دور دور سے بھی مریض آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر صحت و شفا کی دولت پانے لگے۔ ایک بار لوگوں کی کثیر تعداد دیکھ کر آپ عَلَیْہِ السَّلَام قریبی پہاڑ پر چڑھے اور انہیں وعظ و نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: مبارک ہیں وہ لوگ جو دل کے مسکین ہیں کیونکہ آسمانی بادشاہت انہی کے لیے ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو غم زدہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں تسلی ملے گی۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو حلم والے ہیں کیونکہ وعدۂ الٰہی کے مطابق وہ زمین کے وارث ہوں گے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو دیانتدار، بھوکے اور پیاسے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ انہیں آسودہ اور خوشحال کر دے گا۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو رحم دل ہیں کیونکہ ان پر بھی رحم کیا جائے گا۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو (گناہ کی گندگی سے) پاک ہیں کیونکہ یہ دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوں گے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو صلح کراتے ہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے کہلائیں گے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جنہیں سچ بولنے کے سبب ستایا گیا۔ لوگ میری پیروی کرنے کی وجہ سے تمہارا مذاق اُڑائیں اور

---

[1] ... الزھد لاحمد، من مواعظ عیسیٰ علیہ السلام، ص۹۵، رقم: ۳۱۱.

ظلم وزیادتی کریں گے اور تم پر غلط اور جھوٹی باتوں کے الزام لگائیں گے،(اگر اس اذیت پر تم نے صبر کیا)تو تم مبارک باد کے قابل ہو گے اور اس وقت تم خوشی کرنا اور شادماں ہونا کیونکہ جنت میں تمہیں اس کا بڑا بدلہ عطا ہو گا(اور اپنی تسلی کے لیے سن لو:) تم سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء عَلَيْهِمُ السَّلَام کے ساتھ بھی لوگ ایسا ہی سلوک کیا کرتے تھے۔تم زمین کے لئے نمک کی مانند ہو،اگر نمک اپنا مزہ کھودے تو دوبارہ اسے نمکین نہیں بناسکتے اور اس نمک سے کوئی فائدہ نہ ہو گا،لوگ اسے باہر پھینک کر پیروں تلے روندیں گے۔تم ساری دنیا کے لئے روشنی ہو،جو شہر پہاڑ کی چوٹی پر بنایا جائے وہ چھپ نہیں سکتا۔لوگ روشنی کو برتن کے نیچے نہیں رکھتے بلکہ اس چراغ کو شمع دان میں رکھتے ہیں،تب کہیں روشنی تمام گھر کے لوگوں کو پہنچتی ہے۔اسی طرح تم لوگوں کو روشنی دینے والے بنو تاکہ تمہاری نیک سیرت دیکھ کر وہ تمہارے باپ کی تعریف کریں(کہ اس کا باپ کتنا اچھا ہے جس نے اس کی ایسی شاندار تربیت کی)۔میں تم سے سچ ہی کہتا ہوں کہ زمین و آسمان کے فنا ہونے(یعنی قیامت آنے)تک اللہ تعالیٰ کا دین باقی رہے گا،لہٰذا ہر انسان کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کی تعمیل کرے۔اگر کوئی احکاماتِ الٰہی میں سے کسی ایک حکم کی تعمیل میں اس کی نافرمانی کرے اور دوسرے لوگوں کو بھی اس نافرمانی کی تعلیم دے تو وہ اللہ تعالیٰ کی سلطنت و بادشاہت میں انتہائی حقیر ہو گا اور اگر اس نے شریعت کا فرمانبردار ہو کر زندگی گزاری اور دوسروں کو شریعت کا پابند ہونے کی تلقین کی تو وہ رب تعالیٰ کی بادشاہت میں بہت اہم ہو گا۔بہت عرصہ پہلے لوگوں سے ایک بات کہی گئی تھی جسے تم نے بھی سنا ہے کہ کسی کا قتل نہیں کرنا چاہئے،جو شخص کسی کا قتل کرے تو اس سے بدلہ لیا جائے گا اور میں تم سے مزید یہ کہتا ہوں کہ تم کسی پر غصّہ نہ کرو،اگر تم دوسروں پر غصہ کرو گے تو تمہارا فیصلہ ہو گا اور اگر تم کسی کو برا کہو گے تو تم سے عدالت میں چارہ جوئی ہو گی۔اگر تم کسی کو"نادان"یا"اُجڈ"کہہ کر پکارو گے تو دوزخ کی آگ کے مستحق ہو گے۔لہٰذا جب تم اپنی نذر قربان گاہ میں پیش کرنے آؤ اور یہ بھی یاد آجائے کہ تم سے تمہارا بھائی ناراض ہے تو تم اپنی نذر قربان گاہ کے نزدیک ہی چھوڑ دو اور پہلے جا کر اسے راضی کرو،پھر آکر اپنی نذر پیش کرو۔میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک تم دوسروں کی کوڑی کوڑی ادا نہ کر دو تب تک تمہیں قید سے رہائی نہ ملے گی۔تم یہ بات سن چکے ہو کہ"زنانہ کرنا"میں تم سے مزید کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص کسی غیر عورت کو بری نظر سے دیکھے اور اس سے جنسی تعلق قائم کرنا چاہے تو گویا اس نے اپنے ذہن میں عورت سے زنا کیا۔اگر تیری دائیں آنکھ تجھے گناہ کے کاموں میں ملوث کر دے تو تو اسے نکال کر پھینک دے اور اگر دایاں ہاتھ تجھے گناہ کا مرتکب کرے تو اسے کاٹ کر پھینک

دے کیونکہ تیرا پورا بدن جہنم میں چلا جائے ،اس سے بہتر یہ ہے کہ بدن کا وہ حصہ الگ کر دیا جائے جس کے سبب گناہ ہوا۔ تم اپنے آباؤاجداد سے کہی ہوئی بات دوبارہ سن چکے ہو کہ اس قسم کو مت توڑو جو تم نے کھائی ہے اور اللہ تعالیٰ کے نام کی کھائی ہوئی قسم کو پورا کرو۔ تم سن چکے ہو کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت ہے۔ میں تم سے مزید یہ کہتا ہوں کہ برے شخص کی طرفداری میں کھڑے نہ ہونا۔ اگر کوئی تمہارے دائیں گال پر تھپڑ مارے تو اس کے سامنے بایاں گال بھی پیش کر دو۔ اگر کوئی تم سے کسی چیز کا طلبگار ہو اور وہ چیز تمہارے پاس ہے تو اسے دیدو۔ اگر کوئی تم سے قرض لینے آئے تو تم اسے انکار نہ کرو۔ تم نے یہ کہی ہوئی بات سنی ہے کہ "اپنے پڑوسی سے محبت اور دشمن سے نفرت کرو" لیکن میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ تم اپنے دشمنوں سے بھی محبت کرو اور نقصان پہنچانے والے کے لئے دعا کرو کیونکہ تمہارا رب نیکوں اور بروں، دونوں کے لیے سورج نکالتا اور اسے روشن کرتا اور دونوں کے لیے بارش بھیجتا ہے۔

ہوشیار رہو! تم اچھے کام لوگوں کے سامنے اس خیال سے نہ کرو کہ لوگ اسے دیکھیں کیونکہ آسمان کے مالک رب تعالیٰ کی طرف سے ایسے اچھے کام کا کوئی اجر نہ ملے گا۔ جب تم غریب کو خیرات دو تو اس کی تشہیر نہ کرو اور منافقوں کی طرح نہ بنو۔ ریاکار جب کبھی خیرات دیتے ہیں تو اس کا اعلان کرتے ہیں تاکہ لوگ ان کی تعریف کریں اور یہ تعریف ہی ان کا صلہ ہے جو وہ حاصل کرتے ہیں۔ جب بھی تم غریبوں کو کچھ دو تو خفیہ طور پر دو تاکہ اس کے بارے میں کسی کو علم نہ ہو۔ اس طرح تمہارا خیرات دینا پوشیدہ رہے گا البتہ تمہارا رب دیکھ رہا ہے، اس سے کچھ پوشیدہ نہیں اور وہی تمہیں اس کا اچھا صلہ دے گا۔ جب تم عبادت کرو تو ریاکاروں کی طرح نہ کرو۔ ریاکار لوگ عبادت گاہوں میں اور گلیوں کے کونوں پر ٹھہر کر زور سے دعا کرنا پسند کرتے ہیں اور ان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ لوگ ان کی عبادت کو دیکھیں۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ گویا وہ اسی وقت اپنا صلہ پا گئے۔ اگر تم عبادت کرنا چاہو تو تم اپنے کمرے میں جا کر دروازہ بند کر لو اور اپنے اس رب تعالیٰ کی عبادت کرو جسے تم نہیں دیکھ رہے لیکن وہ تمہیں ضرور دیکھ رہا ہے اور وہی تمہیں اس عبادت کا صلہ دے گا۔ تم ریاکاروں کی طرح نہ بنو کیونکہ تمہارے مانگنے سے پہلے تمہارے رب کو معلوم ہے کہ تمہیں کیا چاہئے۔ جب تم دعا کرو تو ایسے کرو: اے آسمانوں کے مالک! اے ہمارے رب! تیرا نام ہی مقدس ہے اور تو ہی بادشاہ ہے، جس طرح آسمان والے تیری رضا کے طلبگار ہیں اسی طرح زمین والے بھی ہیں۔ اے ہماری روزانہ کی روزی اسی دن عطا فرمانے والے! تو بھی ہمارے گناہوں کو معاف فرما دے جس طرح ہم غلطی کرنے والے کو معاف کرتے ہیں، ہمیں آزمائش میں نہ ڈال اور

مصیبت سے ہماری حفاظت فرما۔ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: اگر تم دوسروں کی غلطیاں معاف کروگے تو جنت کا مالک تمہارا رب بھی تمہاری غلطیاں معاف فرمادے گا اور اگر تم لوگوں کی غلطیاں معاف نہ کروگے تو آسمانوں کا مالک تمہیں بھی معاف نہ کرے گا۔ جب تم روزہ رکھو تو تم اپنے چہروں کو مرجھائے ہوئے اور اداس نہ بناؤ۔ ریاکاری کرنے والے ایسا ہی کرتے ہیں، تو تم ان ریاکاروں کی طرح نہ بنو۔ وہ روزہ کی حالت میں لوگوں کو دکھانے کے لیے اپنے چہروں کی ہیئت بگاڑ لیتے ہیں، میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ان ریاکاروں کو اپنے کئے کا پورا بدلہ مل چکا ہے۔ لہٰذا جب تم روزہ رکھو تو منہ کو اچھی طرح دھولو اور سر میں تیل لگاؤ، اس طرح لوگوں کو یہ بات معلوم نہ ہوگی کہ تم روزے سے ہو۔ لیکن تمہاری نظروں سے پوشیدہ تمہارا رب ضرور تمہیں دیکھتا ہے اور وہ تنہائی میں رونما ہونے والے تمام حالات جانتا ہے اور تمہارا رب تمہیں (اچھے اعمال کا) اچھا بدلہ دے گا۔ تم اپنے لئے اس زمین پر خزانہ جمع نہ کرو کیونکہ اس میں کیڑ الگ جائے گا اور زنگ آلود ہو کر ضائع ہو جائے گا۔ چور تمہارے گھروں میں داخل ہو کر اسے چرا سکتے ہیں بلکہ تم اپنے خزانوں کو جنت کے لئے تیار کرو کہ جہاں ان کو نہ تو کوئی کیڑا تباہ کرسکے گا اور نہ کوئی زنگ پکڑے گا اور نہ کوئی چور نقب زنی کے ذریعے اس کو چرا پائے گا، کیونکہ جہاں تیرا خزانہ ہوگا وہیں پر تیرا دل بھی لگا رہے گا۔ آنکھ بدن کے لئے روشنی ہے، اگر تیری آنکھیں اچھی ہوں تو تیرا سارا بدن روشن ہوگا اور اگر ان میں خرابی ہو تو تیرا سارا بدن تاریکی سے بھر جائے گا۔ دوسروں کے بارے میں غلط رائے قائم نہ کرو ورنہ تمہارے بارے بھی غلط رائے قائم کی جائے گی، تم دوسروں کے ساتھ جیسا کروگے تمہارے ساتھ بھی ویسا ہی ہوگا۔ تو اپنی آنکھ میں پائے جانے والے شہتیر کو نہیں دیکھتا، تو کیوں اپنے بھائی کی آنکھ میں پائے جانے والے تنکے کو دیکھتا ہے۔ تُو اپنے بھائی سے کیسے کہہ سکتا ہے کہ تُو مجھے اپنی آنکھ کا تنکا نکالنے دے؟ تجھے تو پہلے اپنی آنکھ دیکھنی چاہئے کہ اب تک تیری آنکھ میں شہتیر موجود ہے۔ تُو تو ایک ریاکار ہے۔ پہلے تُو اپنی آنکھ کا شہتیر نکال، پھر اپنے بھائی کی آنکھ میں پایا جانے والا تنکا نکالنے کے لئے تجھے صاف نظر آئے گا۔ مانگو، تب اللہ تعالیٰ تمہیں دے گا۔ تلاش کرو، تب کہیں تم پاؤ گے۔ دروازہ کھٹکھٹاؤ، تب کہیں وہ تمہارے لئے کھلے گا۔ ہمیشہ مانگنے والے ہی کو ملتا ہے، لگاتار ڈھونڈنے والا پا ہی لیتا ہے اور مسلسل کھٹکھٹانے والے کے لئے دروازہ کھل ہی جاتا ہے۔ دوسروں کے ساتھ تم ایسا اچھا برتاؤ کرو جس کی تم ان سے اپنے لئے کرنے کی امید کرتے ہو۔ جہنم کو جانے والا راستہ آسان اور جنت میں لے جانے والا راستہ بہت دشوار اور کٹھن ہے۔ جھوٹے نبیوں کے بارے میں ہوشیار رہو۔ وہ بھیڑوں کی طرح تمہارے پاس آئیں

گے، لیکن حقیقت میں وہ بھیڑیئے کی طرح خطرناک ہوں گے۔ تم ان کے کام دیکھ کر انہیں پہچان لوگے۔ جس طرح تم کانٹے دار جھاڑیوں سے انگور اور کانٹے دار درخت سے انجیر نہیں پاسکتے، اسی طرح اچھی چیزیں بُرے لوگوں سے نہیں پاسکتے۔ میری یہ باتیں سن کر ان پر عمل کرنے والا ہر شخص اُس عقلمند کی طرح ہو گا کہ جس نے اپنا گھر پہاڑ کی چوٹی پر پتھر سے بنایا، پھر سخت اور شدید بارش ہوئی اور پانی اوپر چڑھنے لگا۔ تیز ہوائیں اس گھر سے ٹکرانے لگیں لیکن وہ گرا نہیں کیونکہ وہ گھر پہاڑ کی چوٹی پر پتھر سے بنایا گیا تھا۔ اور جو شخص میری یہ باتیں سن کر ان پر عمل نہ کرے تو وہ بیوقوف اور کم عقل آدمی ایسا ہے جس نے ریت پر اپنا گھر بنایا، شدید بارش ہوئی اور پانی اوپر چڑھنے لگا اور تیز ہوائیں اس گھر سے ٹکرائیں اور وہ گھر زوردار آواز سے گر گیا۔ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام یہ تعلیمات ارشاد فرمانے کے بعد پہاڑ سے نیچے تشریف لے آئے اور لوگ ان تعلیمات پر غور و فکر کرنے لگے۔

زہد و قناعت:

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام خود بھی دنیا سے بہت زیادہ بے رغبت تھے، کبھی بھی دنیوی نعمتوں کو خاطر میں نہ لاتے، یہاں تک کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ایک ہی اُونی جبہ میں اپنی زندگی کے دس سال گزار دیئے، جب وہ جبہ کہیں سے پھٹ جاتا تو اسے باریک رسّی سے باندھ لیتے یا پیوند لگا لیتے۔[1]

حضرت حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: میں نے دنیا کو منہ کے بل گرایا اور اس کی پشت پر سوار ہوا، میرا نہ کوئی بیٹا ہے جس کے مرنے کا مجھے غم ہو اور نہ گھر ہے جس کی بربادی کا خوف ہو۔ لوگوں نے عرض کی: کیا ہم آپ کے لیے گھر نہ بنا دیں؟ ارشاد فرمایا: سرِ راہ گھر بنادو۔ عرض کی گئی: وہاں تو یہ قائم نہ رہے گا، لوگوں نے پھر عرض کی: کیا ہم آپ کیلئے زوجہ کا انتظام نہ کر دیں؟ فرمایا: میں ایسی بیوی کا کیا کروں گا جو مر جائے گی۔[2]

حضرت عبید بن عمیر رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام صبح کے کھانے سے رات اور رات کے کھانے سے صبح کے لیے کچھ نہ بچاتے اور ارشاد فرماتے: ہر دن کا رزق اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ آپ بالوں سے بنا ہوا لباس پہنتے، درختوں پر لگے ہوئے پھل پتے وغیرہ کھا لیتے اور جہاں رات ہو جاتی وہیں آرام فرما لیتے تھے۔[3]

1... عیون الحکایات، الحکایۃ الثامنۃ والتسعون من نصائح عیسی علیہ السلام، ص ۱۱۹۔

2... الزھد لاحمد، بقیۃ زھد عیسی علیہ السلام، ص ۱۲۵، رقم: ۴۷۳۔

3... مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الفضائل، ما ذکر مما فضل اللہ بہ عیسی علیہ السلام، ۱۶/۵۵۱، حدیث: ۳۲۵۳۸۔

ایک مرتبہ ایک آدمی نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے عرض کی: کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام ایک دراز گوش (یعنی گدھا) لے لیں اور اپنی حاجات پوری کرنے کے لئے اس پر سفر کیا کریں۔ ارشاد فرمایا: میں اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں کہ وہ کوئی ایسی چیز عطا فرمائے جو مجھے اس سے غافل کر دے۔[1]

یقین و توکل:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام یقین و توکل کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، حضرت فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے عرض کی گئی: آپ پانی کے اوپر کیسے چل لیتے ہیں؟ فرمایا: ایمان اور یقین کی برکت سے، عرض کی: ہم بھی آپ کی طرح ایمان و یقین کے مالک ہیں، فرمایا: تو چلو۔ وہ بھی آپ کے ساتھ پانی پہ چلنے لگے، اس دوران ایک بڑی لہر آئی تو سب پانی میں غوطے کھانے لگے، حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: کیا ہوا؟ عرض کی: ہم بڑی لہر سے ڈر گئے تھے۔ فرمایا: اس لہر کے رب عَزَّوَجَلَّ سے کیوں نہ ڈرے؟ پھر انہیں باہر نکالا اور زمین پر اپنے دونوں ہاتھ مار کر مٹھیاں بھر کے ان کے سامنے کھولیں تو ایک میں سونا اور دوسرے میں مٹی کا ڈھیلا یا کنکری تھی، فرمایا: تمہارے دلوں میں کس کی وقعت زیادہ ہے؟ عرض کی: اس سونے کی۔ فرمایا: میرے نزدیک دونوں برابر ہیں۔[2]

صبر و تحمل:

صبر و تحمل اور برداشت جیسی عظیم صفات آپ عَلَیْہِ السَّلَام میں بدرجۂ اتم موجود تھیں، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام چند لوگوں کے قریب سے گزرے تو انہوں نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو برا بھلا کہا، اس کے جواب میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سے اچھے الفاظ سے کلام فرمایا۔ اس کے بعد ایک اور جگہ پر چند لوگوں کے قریب سے گزرے تو انہوں نے آپ کے لیے سابقہ لوگوں سے زیادہ برے الفاظ کہے، لیکن آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان کے ساتھ پہلے سے زیادہ اچھے الفاظ سے کلام کیا۔ یہ دیکھ کر حواریوں میں سے ایک شخص نے عرض کی: جب لوگوں نے آپ کے لیے زیادہ برے الفاظ استعمال کیے تو آپ نے ان کے ساتھ زیادہ اچھے الفاظ میں کلام فرمایا، اس میں کیا حکمت ہے؟ ارشاد فرمایا: جس کے پاس جو چیز ہو وہ وہی دیتا ہے۔[3]

1... مصنف ابن أبي شيبه، كتاب الزهد، كلام عيسى عليه السلام، ۱۹/۲۶، حديث: ۳۵۳۷۶.

2... موسوعة ابن ابي الدنيا، كتاب اليقين، ۱/۳۹، رقم: ۴۰. 3... المجالسة وجواهر العلم، الجزء الحادي عشر، ۲/۱۰۹-۱۱۰، رقم: ۱۲۹۲.

خوفِ خدا:

ایک بار آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ارشاد فرمایا: میں نے تخلیق کے بارے میں غور و فکر کیا تو میں اس نتیجے پر پہنچا کہ جسے پیدا نہیں کیا گیا وہ اس سے زیادہ رشک کے قابل ہے جسے پیدا کر دیا گیا۔[1]

نزع کی سختیوں اور قیامت کا ڈر:

موت کے وقت نزع کا عالم انتہائی سخت اور اس کی تکلیف ناقابلِ برداشت ہو گی، اگرچہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام نزع کی اس سختی و تکلیف سے محفوظ ہیں جو عام لوگوں کو ہوتی ہے اس کے باوجود وہ عالم نزع کی سختیاں یاد کر کے گریہ و زاری فرمایا کرتے تھے، حضرت ابو عمر ضریر رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے سامنے جب موت کا ذکر کیا جاتا تو (نزع کی سختیاں یاد کر کے خوف کے سبب) آپ کی جلد مبارک سے خون کے قطرے ٹپکنا شروع ہو جاتے تھے۔[2]

اسی طرح آپ عَلَیْہِ السَّلَام اپنے حواریوں سے فرمایا کرتے: اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرو کہ وہ مجھ پہ موت کی سختیاں آسان کر دے۔[3]

اور قیامت کا ذکر سن کر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا جو حال ہوتا اس کے بارے میں امام شعبی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جب حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے سامنے قیامت کا ذکر کیا جاتا تو (شدتِ خوف سے) آپ کی چیخ نکل جاتی اور فرماتے: ابن مریم کے لیے یہی مناسب ہے کہ تذکرۂ قیامت کے وقت اس کی چیخ نکل جائے۔[4]

اللہ اکبر! حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام وہ عظیم ہستی ہیں جو یقینی طور پر قیامت کے دن امن پانے والوں میں سے ہیں اور انہیں قیامت کی بڑی گھبراہٹ غمزدہ نہ کرے گی، خود بھی یقینی اور حتمی طور پر بخشے ہوئے ہیں اور اپنی شفاعت سے نجانے کتنوں کو عذابِ جہنم سے نجات دلا کر داخلِ جنت فرمائیں گے، اس عظیم مرتبے پر فائز ہونے کے باوجود موت کی سختیوں اور قیامت کی ہولناکیوں سے اس قدر خوفزدہ ہیں تو ان لوگوں کو نزع کی شدت اور قیامت کو لے کر کس قدر فکر مند اور خوفزدہ ہونا چاہئے جن کے نہ ایمان پر خاتمے کی خبر ہے اور نہ قیامت کے دن نجات یافتہ ہونے کا یقینی علم ہے۔

1... المجالسة وجواهر العلم، الجزء الرابع، ۱/۲۲۴، رقم: ۴۸۶. 2... تاريخ ابن عساكر، عيسى بن مريم، ۴۷/۴۶۹.

3... تاريخ ابن عساكر، عيسى بن مريم، ۴۷/۴۶۹. 4... مصنف ابن ابي شيبه، كتاب الزهد، كلام عيسى عليه السلام، ۱۹/۲۸، رقم: ۳۵۳۸۵.

اخلاص کی حقیقت:

ایک بار حواریوں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کیا ہے؟ فرمایا: بندہ نیک عمل کرے اور اسے پسند نہ ہو کہ لوگوں میں سے کوئی بھی اس پر اس کی تعریف کرے اور اللہ کے لیے مخلص وہ ہے جو لوگوں کے حق سے پہلے اللہ تعالیٰ کا حق پورا کرنے کی ابتدا کرے، لوگوں کے حق پر اللہ تعالیٰ کے حق کو ترجیح دے اور جب اسے دو کام درپیش ہوں، ایک دنیا کا اور دوسرا آخرت کا تو دنیا کے کام سے پہلے آخرت کا کام شروع کرے۔[1]

دعا سے متعلق ایک نصیحت:

حضرت وہب بن منبہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ذکر، حمد اور پاکی کا بیان کثرت سے کیا کرو اور اس کی فرمانبرداری کرتے رہو، جب اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی سے راضی ہوگا تو اس کی اتنی دعا ہی اسے کافی ہوگی کہ "اے اللہ! میری خطائیں معاف فرمادے، میرا معاش اچھا فرما اور مجھے ناپسندیدہ چیزوں سے عافیت عطا فرما۔[2]

دعائے مغفرت کی اہمیت:

حضرت مالک بن دینار رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ایک قوم کو معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام ان کے پاس سے گزرنے والے ہیں تو چاروں طرف سے لوگ اکٹھے ہوگئے اور جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام ان کے پاس سے گزرے تو تین بار یوں دعا کی: اے اللہ! ہماری مغفرت فرما۔ لوگوں نے عرض کی: اے روحُ اللہ! ہمیں تو امید تھی کہ ہم آج آپ سے کوئی وعظ سنیں گے، لیکن ہم نے آج جو سنا وہ اس سے پہلے کبھی نہ سنا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وحی فرمائی کہ ان لوگوں سے کہہ دو: میں جس کی مغفرت کردوں اس کی دنیا و آخرت سنوار دیتا ہوں۔[3]

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی دعائیں:

بارگاہِ الٰہی میں بکثرت دعا کرنا آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی عاداتِ مبارکہ میں شامل تھا اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام انتہائی جامع دعائیں فرمایا کرتے تھے، یہاں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی مانگی ہوئی چند دعائیں ملاحظہ ہوں

1... مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزھد، کلام عیسی علیہ السلام، ۱۹/ ۲۶، رقم: ۳۵۳۷۵۔

2... الزھد لاحمد، من مواعظ عیسی علیہ السلام، ص ۹۳-۹۴، رقم: ۳۰۲۔ 3... حسن التنبہ، باب التشبہ بالنبیین، ۵/ ۲۳۵۔

(1) اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ میں نے اس حال میں صبح کی ہے کہ میں اپنے نفس کو وہ چیز (از خود) نہیں دے سکتا جس کی مجھے تمنا ہے اور نہ ہی اس سے وہ چیز دور کرنے کی (از خود) استطاعت رکھتا ہوں جو مجھے ناپسند ہے، بھلائی میرے علاوہ کسی اور ہی کے دستِ قدرت میں ہے، میں نے خود کو اپنے اعمال کے بدلے گروی رکھتے ہوئے صبح کی ہے، لہٰذا کوئی فقیر ایسا نہیں جو مجھ سے بڑھ کر (تیرا) محتاج ہو، پس تو میری مصیبت کو میرے دین کی مصیبت (نہ بنا) اور دنیا کو میرا سب سے بڑا مقصد نہ بنا اور مجھ پر اسے مسلط نہ فرما جو میرے اوپر رحم نہ کرے۔[1]

(2) آپ عَلَیْہِ السَّلَام مریض، اپاہج، نابینا اور جنون وغیرہ کے مرض میں مبتلا افراد کی تیمارداری کرتے وقت یوں دعا فرماتے: اے اللہ! تو ہی آسمان والوں کا بھی معبود ہے اور زمین والوں کا بھی، آسمان وزمین میں تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی زمین و آسمان میں عظمتوں والا ہے، دونوں جگہ تیرے سوا کوئی عظمتوں کا مالک نہیں، آسمان وزمین میں تو ہی (حقیقی) بادشاہ ہے، دونوں جگہ تیرے سوا کوئی بادشاہ نہیں، آسمان وزمین میں تیری قدرت وسلطنت یکساں ہے، میں تیرے باعزت نام، روشن ذات اور ہمیشہ ہمیشہ کی بادشاہی کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں (کہ تو اسے شفا عطا فرمادے) بیشک تو سب کچھ کر سکتا ہے۔[2]

(3) ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا فرماتی ہیں: حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: کیا تم نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے وہ دعا سنی ہے جو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے سکھائی ہے؟ میں نے عرض کی: وہ کون سی دعا ہے؟ فرمایا: حضرت عیسیٰ بن مریم عَلَیْہِ السَّلَام اپنے حواریوں کو یہ دعا سکھاتے ہوئے فرماتے تھے کہ اگر کسی پہ پہاڑ برابر بھی قرض ہو گا تو اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کی ادائیگی کا انتظام فرمادے گا، (وہ دعا یہ ہے) "اے پریشانیوں اور غموں کو دور اور بے قراروں کی دعائیں قبول کرنے والے، دنیا و آخرت میں رحمٰن و رحیم ذات! تو ہی مجھ پہ رحم فرمائے گا، پس مجھ پہ ایسا رحم فرما کہ تیرے علاوہ کسی کے رحم کی مجھے حاجت نہ رہے"۔[3]

نصیحت بھری اور حکیمانہ گفتگو:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام بہت نصیحت آمیز اور حکمت بھری گفتگو فرمایا کرتے تھے، یہاں ان میں سے آپ کے 9 فرامین

[1]... مصنف ابن ابی شیبه، کتاب الدعاء، دعاء عیسی بن مریم، ۱۵/۱۹۹، حدیث: ۲۹۹۹۹۔

[2]... المجالسة وجواهر العلم، الجزء التاسع، ۲/۱۷، رقم: ۱۲۰۳۔

[3]... مستدرک حاکم، کتاب الدعاء والتکبیر والتهلیل والتسبیح والذکر، دعاء قضاء الدین، ۲/۱۹۷-۱۹۸، حدیث: ۱۹۶۱۔

ملاحظہ ہوں۔

(1) احسان یہ نہیں کہ تو اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے جس نے تیرے ساتھ کیا کیونکہ یہ تو اچھے سلوک کے بدلے میں اچھا سلوک کرنا ہے، ہاں احسان یہ ہے کہ تو اس کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرے جس نے تیرے ساتھ برا سلوک کیا۔[1]

(2) جس کا جھوٹ زیادہ ہو گا اس کا حسن و جمال چلا جائے گا، جو لوگوں کے سامنے گڑگڑائے گا اس کی عزت و مقام ختم ہو جائے گا، جو زیادہ پریشان رہے گا اس کا جسم بیمار پڑ جائے گا اور جس کے اخلاق برے ہوں گے وہ اپنی جان کو تکلیف میں ڈالے گا۔[2]

(3) عمدہ لباس دل کے تکبر کی علامت ہے۔(یعنی علامت ہو سکتی ہے۔)[3]

(4) جنت کی محبت اور جہنم کا خوف، مصیبت پر صبر کرنے کی تلقین کرتا ہے اور بندے کو دنیوی لذات، نفسانی خواہشات اور گناہوں سے دور کرتا ہے۔[4]

(5) اپنی نظر کی حفاظت کرو، کیونکہ یہ دل میں شہوت کا بیج بوتی ہے اور فتنہ کے لئے یہی کافی ہے۔[5]

(6) ان لوگوں کے ساتھ بیٹھا کرو جنہیں دیکھنا تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلائے، جن کا کلام تمہارے نیک اعمال میں اضافہ کرے اور جن کا عمل تمہیں آخرت کی جانب راغب کر دے۔[6]

(7) تم دنیا کو آقا نہ بناؤ ورنہ وہ تمہیں اپنا غلام بنا لے گی، اپنا خزانہ اس کے پاس جمع کرواؤ جو اسے ضائع نہیں ہونے دے گا کیونکہ دنیوی خزانے والے کو اپنے مال پر آفت و مصیبت آنے کا ڈر رہتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے پاس خزانہ جمع کروانے والا اس پر آفت آنے سے بے خوف ہو جاتا ہے۔[7]

(8) گناہ کی بنیاد دنیا کی محبت ہے اور عورتیں شیطان کی رسیاں ہیں (جن کے ذریعے وہ نفسانی خواہشات میں مبتلا لوگوں کا شکار کرتا ہے) اور شراب ہر شر و فساد کی چابی ہے۔[8]

---

❶... الزهد لاحمد، من مواعظ عيسى عليه السلام، ص۹۵، رقم: ۳۱۷.

❷... المجالسة وجواهر العلم، الجزء الثاني والعشرون، ۳/۱۱۰، رقم: ۳۰۱۶. ❸... حلية الاولياء، عبد الله بن شوذب، ۶/۱۲۰، رقم: ۸۰۹۶.

❹... الزواجر عن اقتراف الكبائر، ۱/۳۳. ❺... احياء علوم الدين، ۳/۱۲۶. ❻... احياء علوم الدين، ۲/۱۹۹. ❼... احياء علوم الدين، ۳/۲۵۰.

❽... الزهد لاحمد، بقية زهد عيسى عليه السلام، ص۱۲۵، رقم: ۴۷۴.

(9) وہ علم والوں میں سے کیسے ہو سکتا ہے جو اپنی آخرت کی جانب رواں دواں ہے (یعنی موت کی طرف بڑھتا جارہا ہے) لیکن اس کی توجہ اپنی دنیا کے راستے پر ہے۔ وہ علم والوں میں سے کیسے ہو سکتا ہے جو صرف معلومات کے لیے علم حاصل کرے نہ کہ اس پر عمل کرنے کے لیے۔[1]

اوصاف:

آپ عَلَیْہِ السَّلَام بے شمار اچھے اوصاف، کمالات اور خصائل کے مالک تھے جن میں سے کچھ کا بیان قرآن کریم میں بھی ہے، یہاں ان میں سے 10 اوصاف ملاحظہ ہوں۔

(1 تا 4) آپ عَلَیْہِ السَّلَام دنیا و آخرت میں خدا کی بارگاہ میں بہت معزز و مقرب بندے ہیں، آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے بڑی عمر کے علاوہ بہت چھوٹی عمر میں بھی لوگوں سے کلام کیا اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں سے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ﴿۴۵﴾ وَ یُكَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَ كَهْلًا وَّ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ[2]

ترجمہ: وہ دنیا و آخرت میں بڑی عزت والا ہو گا اور اللہ کے مُقَرَّب بندوں میں سے ہو گا۔ اور وہ لوگوں سے جھولے میں اور بڑی عمر میں بات کرے گا اور خاص بندوں میں سے ہو گا۔

(5 تا 9) آپ عَلَیْہِ السَّلَام نماز کے پابند اور امت کو ادائے زکوٰۃ کی تاکید کرنے والے تھے، آپ کی ذات بڑی برکت والی تھی، آپ والدہ سے اچھا سلوک کرنے والے تھے نیز تکبر سے دور اور شقاوت سے محفوظ تھے۔ قرآنِ مجید میں ہے:

وَ جَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ۪ وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ﴿۳۱﴾ وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ٘ وَ لَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا[3]

ترجمہ: اور اس نے مجھے مبارک بنایا ہے خواہ میں کہیں بھی ہوں اور اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کی تاکید فرمائی ہے جب تک میں زندہ رہوں۔ اور (مجھے) اپنی ماں سے اچھا سلوک کرنے والا (بنایا) اور مجھے متکبر، بد نصیب نہ بنایا۔

---

❶... احیاء علوم الدین، ۱/۸۹۔ ❷... پ۳، آل عمران: ۴۵، ۴۶۔ ❸... پ۱۶، مریم: ۳۱، ۳۲۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب تک آدمی زندہ ہے اور کوئی ایسا شرعی عذر نہیں پایا جارہا جس سے عبادت ساقط ہو جائے تب تک شریعت کی طرف سے لازم کی گئی عبادات اور دیئے گئے احکامات کا وہ پابند ہے۔ اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی نصیحت ہے جو شیطان کے بہکاوے میں آکر لوگوں سے یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی معرفت کے اتنے اعلیٰ مقام پر فائز ہو چکے ہیں کہ اب ہم پر کوئی عبادت لازم نہیں رہی اور ہر حرام وناجائز چیز ہمارے لئے مباح ہو چکی ہے۔ جب مخلوق میں اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ معرفت رکھنے والی اور سب سے مقرب ہستیوں یعنی اَنبیاء ورُسُل عَلَیْہِمُ السَّلَام سے عبادات ساقط نہیں ہوئیں بلکہ پوری کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ مقرب بندے اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے یعنی ہمارے آقا، محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بھی عبادات ساقط نہیں ہوئیں تو آج کل کے جاہل اور بناوٹی صوفیا کس منہ سے کہتے ہیں کہ ہم سے عبادات ساقط ہو چکی ہیں۔ ایسے بناوٹی صوفی شریعت کے نہیں بلکہ شیطان کے پیروکار ہیں اور شیطان کا شکار ہو کر لوگوں کے دین و ایمان پر ڈاکے ڈال رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے شریروں کے شر سے ہمیں محفوظ فرمائے، اٰمین۔

(10) آپ عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ کا بندہ بننے میں کسی طرح کا شرم و عار محسوس نہیں فرماتے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَنْ یَّسْتَنْكِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَ لَا الْمَلٰٓىٕكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَؕ وَ مَنْ یَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ یَسْتَكْبِرْ فَسَیَحْشُرُهُمْ اِلَیْهِ جَمِیْعًا [1]	**ترجمہ:** نہ تو مسیح اللہ کا بندہ بننے سے کچھ عار کرتا ہے اور نہ مقرب فرشتے اور جو اللہ کی بندگی سے نفرت اور تکبر کرے تو عنقریب وہ ان سب کو اپنے پاس جمع کرے گا۔

انعاماتِ الٰہی:

اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر بے شمار انعامات فرمائے، جن میں سے 23 انعام یہ ہیں:

(1،2) ولادت سے پہلے ہی آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی بشارت دی گئی اور نام ولقب بتادیا گیا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓىٕكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكِ	**ترجمہ:** اور یاد کرو جب فرشتوں نے مریم سے کہا،

❶...پ۶، النساء: ۱۷۲.

بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۙ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ [1]

اے مریم! اللہ تجھے اپنی طرف سے ایک خاص کلمے کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح، عیسیٰ بن مریم ہوگا۔

(4،3) آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی والدہ میں اپنی خاص روح پھونکی، آپ اور آپ کی والدہ حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو تمام جہان والوں کے لیے اپنی قدرت کی نشانی بنایا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِن رُّوحِنَا وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً لِّلْعَالَمِينَ [2]

ترجمہ: اور اس عورت کو (یاد کرو) جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی خاص روح پھونکی اور اسے اور اس کے بیٹے کو سارے جہان والوں کیلئے نشانی بنادیا۔

یہاں دو باتیں قابلِ توجہ ہیں: (1) پھونک حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے ماری اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ہم نے پھونکا" اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کا کام در حقیقت اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ (2) حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کا نشانی ہونا اس طور پر ہے کہ انہیں کسی مرد نے نہ چھوا لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کے پیٹ میں حمل پیدا فرمادیا اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا نشانی ہونا اس طور پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بغیر باپ کے پیدا فرمایا اور ان کے دستِ اقدس سے پیدائشی اندھوں اور کوڑھ کے مریضوں کو شفادی اور مُردوں کو زندہ فرمایا۔

(5) اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو جھولے میں کلام کرنے کی طاقت دی۔ قرآنِ مجید میں ہے:

قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا [3]

ترجمہ: بچے نے فرمایا: بیشک میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔

(6) بچپن میں ہی آپ عَلَیْہِ السَّلَام اور آپ کی والدہ کو ایک بلند سطح والی، اچھی رہائش کے قابل اور آنکھوں کے سامنے بہتے پانی والی خوبصورت سرزمین میں ٹھکانہ دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ [4]

ترجمہ: اور ہم نے مریم اور اس کے بیٹے کو نشانی بنادیا اور انہیں ایک بلند، رہائش کے قابل اور آنکھوں کے سامنے بہتے پانی والی سرزمین میں ٹھکانہ دیا۔

---

❶...پ۳، آل عمران: ۴۵۔ ❷...پ۱۷، الانبیاء: ۹۱۔ ❸...پ۱۶، مریم: ۳۰۔ ❹...پ۱۸، المؤمنون: ۵۰۔

ایک قول کے مطابق اس سرزمین سے مراد بَیْتُ الْمَقْدِس ہے اور بعض مفسرین کے نزدیک اس سے دمشق یا فلسطین کی سرزمین مراد ہے۔ اس بارے میں اور بھی کئی قول ہیں۔[1]

(7،8) نبوت عطا فرما کر آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر احسان فرمایا اور آپ کو بنی اسرائیل کے لیے اپنی قدرت کا حیرت انگیز نمونہ بنایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَیْهِ وَ جَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ[2]

ترجمہ: عیسیٰ تو نہیں ہے مگر ایک بندہ جس پر ہم نے احسان فرمایا ہے اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لیے ایک عجیب نمونہ بنایا۔

(9تا12) آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو لکھنے کا فن، عقلی و شرعی علوم، تورات اور انجیل سکھائی اور بنی اسرائیل کی طرف رسول بنایا، چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَ یُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِیْلَ ﴿۴۸﴾ وَ رَسُوْلًا اِلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ[3]

ترجمہ: اور اللہ اسے کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل سکھائے گا۔ اور (وہ عیسیٰ) بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا۔

(13،14) آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو تورات کی تصدیق کرنے والا بنا کر بھیجا اور اپنی کتاب "انجیل" عطا فرمائی۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ قَفَّیْنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ بِعِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۪ وَ اٰتَیْنٰهُ الْاِنْجِیْلَ فِیْهِ هُدًى وَّ نُوْرٌ ۙ وَّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ هُدًى وَّ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَ[4]

ترجمہ: اور ہم نے ان نبیوں کے پیچھے ان کے نقشِ قدم پر عیسیٰ بن مریم کو بھیجا اُس تورات کی تصدیق کرتے ہوئے جو اس سے پہلے موجود تھی اور ہم نے اسے انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور نور تھا اور وہ (انجیل) اس سے پہلے موجود تورات کی تصدیق فرمانے والی تھی اور پرہیزگاروں کے لئے ہدایت اور نصیحت تھی۔

---

❶...خازن، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۵۰، ۳/۳۲۶، مدارک، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۵۰، ص۷۵۸، ملتقطاً۔ ❷...پ۲۵، الزخرف: ۵۹۔

❸...پ۳، اٰل عمران: ۴۸، ۴۹۔ ❹...پ۶، المآئدۃ: ۴۶۔

(16،15) آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو آپ کی رسالت حق ہونے پر روشن نشانیاں عطا کیں اور روح القدس حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے ذریعے ان کی مدد فرمائی۔ ارشاد فرمایا:

وَ اٰتَیْنَا عِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ وَ اَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ [1]

ترجمہ: اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو کھلی نشانیاں عطا فرمائیں اور پاک روح کے ذریعے ان کی مدد کی۔

(17 تا 19) آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو ہدایت یافتہ اور اپنے خاص بندوں میں سے بنایا اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنے زمانے میں تمام جہان والوں پر فضیلت عطا فرمائی۔

وَ زَكَرِیَّا وَ یَحْیٰى وَ عِیْسٰى وَ اِلْیَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۸۵﴾ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ الْیَسَعَ وَ یُوْنُسَ وَ لُوْطًا ؕ وَ كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِیْنَ [2]

ترجمہ: اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو (ہدایت یافتہ بنایا) یہ سب ہمارے خاص بندوں میں سے ہیں۔ اور اسماعیل اور یَسَع اور یونس اور لوط کو (ہدایت دی) اور ہم نے سب کو تمام جہان والوں پر فضیلت عطا فرمائی۔

(20) اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو مخلص حواری عطا فرمائے جنہوں نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے ارشادات دل و جان سے تسلیم کیے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذْ اَوْحَیْتُ اِلَى الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَ بِرَسُوْلِیْ ۚ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَ اشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ [3]

ترجمہ: اور جب میں نے حواریوں کے دل میں یہ بات ڈالی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ تو انہوں نے کہا: ہم ایمان لائے اور (اے عیسیٰ!) آپ گواہ ہوجائیں کہ ہم مسلمان ہیں۔

(22،21) کفار نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو شہید کرنے کا جو خفیہ منصوبہ بنایا، اسے ناکام کیا اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو زندہ آسمان پر اٹھالیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ مَكَرُوْا وَ مَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ [4]

ترجمہ: اور کافروں نے خفیہ منصوبہ بنایا اور اللہ نے خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر فرمانے والا ہے۔

---

❶…پ۱، البقرۃ:۸۷۔ ❷…پ۷، الانعام: ۸۵، ۸۶۔ ❸…پ۷، المائدۃ:۱۱۱۔ ❹…پ۳، اٰل عمران:۵۴۔

(23) آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے آسمان سے دوبارہ زمین پر تشریف لانے کو قیامت کی ایک نشانی بنایا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَ اتَّبِعُوْنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ [1]

ترجمہ: اور بیشک عیسیٰ ضرور قیامت کی ایک خبر ہے تو ہرگز قیامت میں شک نہ کرنا اور میری پیروی کرنا۔ یہ سیدھا راستہ ہے۔

باب: 4

سیرتِ عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے اہم واقعات

بنی اسرائیل کو تبلیغ و نصیحت:

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سے ارشاد فرمایا:

اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِیْ بُیُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۚ﴿۴۹﴾ وَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ لِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْكُمْ وَ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۫ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۵۰﴾ اِنَّ

ترجمہ: کہ میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں، وہ یہ کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے جیسی ایک شکل بناتا ہوں پھر اس میں پھونک ماروں گا تو وہ اللہ کے حکم سے فوراً پرندہ بن جائے گی اور میں پیدائشی اندھوں کو اور کوڑھ کے مریضوں کو شفا دیتا ہوں اور میں اللہ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کرتا ہوں اور تمہیں غیب کی خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو، بیشک ان باتوں میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ اور مجھ سے

[1] ...پ۲۵، الزخرف: ۶۱۔

اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ [1]

پہلے جو توریت کتاب ہے اس کی تصدیق کرنے والا بن کر آیا ہوں اور اس لئے کہ تمہارے لئے کچھ وہ چیزیں حلال کردوں جو تم پر حرام کی گئی تھیں اور میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ بیشک اللہ میرا اور تمہارا سب کا رب ہے تو اسی کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔

حضرت عیسٰی عَلَیْهِ السَّلَام تورات کے کتابُ اللہ اور حق ہونے کی تصدیق کیلئے تشریف لائے تھے اور اس کے بعض احکام کو منسوخ فرمانے بھی چنانچہ بعض وہ چیزیں جو شریعتِ موسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام میں حرام تھیں جیسے اونٹ کا گوشت اور کچھ پرندے تو آپ عَلَیْهِ السَّلَام نے انہیں حلال فرمادیا۔

ایک موقع پر آپ عَلَیْهِ السَّلَام نے بنی اسرائیل کو یوں بھی نصیحت فرمائی:

قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ [2]

ترجمہ: میں تمہارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں اور میں اس لئے (آیا ہوں) تاکہ میں تم سے بعض وہ باتیں بیان کردوں جن میں تم اختلاف رکھتے ہو تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔ بیشک اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے تو اس کی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔

حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی بشارت:

حضرت عیسٰی عَلَیْهِ السَّلَام کے بعد ہمارے نبی حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے علاوہ کسی اور نبی نے نہیں آنا تھا اس لئے آپ عَلَیْهِ السَّلَام کی بعثت و رسالت کے مقاصد میں سے ایک بنیادی مقصد نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی تشریف آوری کی خوش خبری سنانا بھی تھا چنانچہ آپ عَلَیْهِ السَّلَام نے اپنی قوم سے فرمایا:

1...پ۳، اٰل عمران: ۴۹-۵۱۔ 2...پ۲۵، الزخرف: ۶۳، ۶۴۔

يٰبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ[1]

ترجمہ: اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اس عظیم رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ذکر آپ کی تشریف آوری سے پہلے ہی مشہور ہو چکا تھا کیونکہ بنی اسرائیل کو باقاعدہ بتادیا گیا تھا اور کثیر روایات اور قرآنی آیات سے بھی یہ بات واضح ہے۔

امتِ مصطفیٰ کے اوصاف کا تذکرہ:

حضرت کعب احبار رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حواریوں نے حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام سے عرض کی: یاروح اللہ! کیا ہمارے بعد کوئی اور امت بھی ہے؟ ارشاد فرمایا: ہاں، احمد مجتبیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اُمت ہے، وہ لوگ حکمت والے، علم والے، نیکوکار اور متقی ہوں گے اور فقہ میں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے نائب ہوں گے، اللہ تعالیٰ سے تھوڑے رزق پر راضی رہنے والے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان سے تھوڑے عمل پر راضی ہوگا۔[2]

آسمان سے نزولِ دستر خوان کی عرض اور جوابِ عیسٰی:

ایک بار حواریوں نے حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام سے عرض کی:

يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآىِٕدَةً مِّنَ السَّمَآءِ[3]

ترجمہ: اے عیسٰی بن مریم! کیا آپ کا رب ایسا کرے گا کہ ہم پر آسمان سے ایک دستر خوان اُتار دے؟

اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ کیا اللہ تعالیٰ اس بارے میں آپ کی دعا قبول فرمائے گا؟ یہ مراد نہیں تھی کہ کیا آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ ایسا کرسکتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ وہ حضرات اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایمان رکھتے تھے۔ حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا:

اِتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ[4]

ترجمہ: اللہ سے ڈرو، اگر ایمان رکھتے ہو۔

یعنی اگر ایمان رکھتے ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو اور تقویٰ اختیار کرو تاکہ یہ مراد حاصل ہو جائے۔ بعض مفسرین

---

1 ...پ۲۸، الصف: ۶۔ 2 ... خازن، الصف، تحت الآیۃ: ۶، ۴/۲۶۲۔ 3 ...پ۷، المائدۃ: ۱۱۲۔ 4 ...پ۷، المائدۃ: ۱۱۲۔

نے کہا: اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ تمام اُمتوں سے نرالا سوال کرنے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو یا یہ معنی ہیں کہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کمالِ قدرت پر ایمان رکھتے ہو تو ایسے سوال نہ کرو جن سے تَرَدُّد کا شبہ گزر سکتا ہو۔[1]

حواریوں کی درخواست:

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے جب انہیں خدا خوفی کا حکم دیا تو انہوں نے عرض کی:

نُرِيۡدُ اَنۡ نَّاۡكُلَ مِنۡهَا وَتَطۡمَٮِٕنَّ قُلُوۡبُنَا وَنَعۡلَمَ اَنۡ قَدۡ صَدَقۡتَنَا وَنَكُوۡنَ عَلَيۡهَا مِنَ الشّٰهِدِيۡنَ[2]	**ترجمہ:** ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور ہم آنکھوں سے دیکھ لیں کہ آپ نے ہم سے سچ فرمایا ہے اور ہم اس پر گواہ ہو جائیں۔

حواریوں کے اس جواب نے واضح کر دیا کہ انہوں نے قدرتِ الٰہی میں شک و شبہ کی وجہ سے سابقہ مطالبہ نہیں کیا بلکہ اس کا مقصد کچھ اور تھا۔

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا:

حواریوں کی اِس درخواست پر حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں تیس روزے رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا جب تم ان روزوں سے فارغ ہو جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ سے جو دعا کرو گے قبول ہو گی۔ انہوں نے روزے رکھ کر دستر خوان اُترنے کی دعا کی۔ اُس وقت حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے بھی غسل فرمایا، موٹا لباس پہنا، دو رکعت نماز ادا کی، سرِ مبارک جھکایا اور رو کر اس طرح دعا کی۔[3]

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَاۤ اَنۡزِلۡ عَلَيۡنَا مَآٮِٕدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوۡنُ لَنَا عِيۡدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنۡكَ‌ۚ وَارۡزُقۡنَا وَاَنۡتَ خَيۡرُ الرّٰزِقِيۡنَ[4]	**ترجمہ:** اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے ایک دستر خوان اُتار دے جو ہمارے لئے اور ہمارے بعد میں آنے والوں کے لئے عید اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو جائے اور ہمیں رزق عطا فرما اور تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس روز اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہو اُس دن کو عید بنانا، خوشی منانا اور شکرِ الٰہی

---

❶...خازن، المائدة، تحت الآیة: ۱۱۲، ۱/۵۳۹، ملتقطاً۔ ❷...پ۷، المائدة: ۱۱۳۔ ❸...خازن، المائدة، تحت الآیة: ۱۱۲، ۱/۵۳۹۔ ❹...پ۷، المائدة: ۱۱۴۔

بجالانا صالحین کا طریقہ ہے اس لئے حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ولادتِ مبارکہ کے دن عید منانا اور میلاد شریف پڑھ کر شکرِ الٰہی بجالانا اور فرحت و سُرور کا اظہار کرنا مستحسن و محمود اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔

دعائے عیسیٰ کی قبولیت اور ایک تنبیہ:

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا قبول کی اور فرمایا:

اِنِّیْ مُنَزِّلُهَا عَلَیْكُمْ ۚ فَمَنْ یَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّیْۤ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ[1]

ترجمہ: بیشک میں وہ تم پر اُتارتا ہوں پھر اس کے بعد جو تم میں سے کفر کرے گا تو بیشک میں اسے وہ عذاب دوں گا کہ سارے جہان میں کسی کو نہ دوں گا۔

دستر خوان کا نزول:

اللہ تعالیٰ کے حکم سے چند فرشتے ایک دستر خوان لے کر آسمان سے اترے جس میں سات مچھلیاں اور سات روٹیاں تھیں۔[2] اس حوالے سے تفاسیر میں دیگر روایتیں بھی ہیں۔

بنی اسرائیل کو تاکید اور نافرمانی پر سزا:

دستر خوان نازل ہونے کے بعد حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ خوب پیٹ بھر کر کھاؤ لیکن خبردار! اس میں کسی قسم کی خیانت نہ کرنا اور کل کے لئے ذخیرہ بنا کر نہ رکھنا۔ بنی اسرائیل کے کچھ لوگوں نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اس میں خیانت بھی کر ڈالی اور کل کے لئے ذخیرہ بنا کر بھی رکھ لیا۔ اس نافرمانی کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب یوں آیا کہ وہ رات کو سوئے تو اچھے خاصے تھے لیکن صبح اٹھے تو مسخ ہو کر کچھ خنزیر اور کچھ بندر بن گئے۔ پھر حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان لوگوں کی موت کی دعا مانگی تو تیسرے دن یہ لوگ مر گئے۔[3]

قرآنِ پاک میں ہے:

لُعِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا یَعْتَدُوْنَ[4]

ترجمہ: بنی اسرائیل میں سے کفر کرنے والوں پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر سے لعنت کی گئی۔ یہ لعنت اس وجہ سے تھی کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ

---

❶...پ۷، المائدۃ: ۱۱۵۔ ❷...جلالین، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۱۱۵، ص ۱۱۱۔ ❸...جمل، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۱۱۵، ۲/۳۰۴، ملتقطاً۔ ❹...پ۶، المائدۃ: ۷۸۔

سرکشی کرتے رہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے منہ سے نکلی ہوئی نقصان و ہلاکت کی دعا دنیا و آخرت میں رسوائی اور بربادی کا سبب بن سکتی ہے، لہٰذا ایسے کاموں سے بچتے رہنا چاہئے جو ان کی ناراضی کا سبب بنیں۔

بنی اسرائیل کے کافروں پر لعنت کا ایک اور اہم سبب:

بنی اسرائیل کے کفار پر لعنت کا ایک اہم سبب یہ بھی تھا کہ انہوں نے برائی ہوتی دیکھ کر ایک دوسرے کو اس سے منع کرنا چھوڑ دیا تھا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ [1]

ترجمہ: وہ ایک دوسرے کو کسی برے کام سے منع نہ کرتے تھے جو وہ کیا کرتے تھے۔ بیشک یہ بہت ہی برے کام کرتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جب بنی اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہوئے تو اُن کے علماء نے پہلے تو انہیں منع کیا، جب وہ باز نہ آئے تو پھر وہ علماء بھی اُن سے مل گئے اور کھانے پینے اُٹھنے بیٹھنے میں اُن کے ساتھ شامل ہوگئے اُن کی اس نافرمانی اور سرکشی کا یہ نتیجہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِمَا السَّلَام کی زبان سے اُن پر لعنت اُتاری۔[2]

اس سے معلوم ہوا کہ برائی سے لوگوں کو روکنا واجب اور گناہ سے منع کرنے سے باز رہنا سخت گناہ ہے۔ اس سے ان علماء اور بطورِ خاص ان پیروں کو اپنے طرزِ عمل پر غور کرنے کی حاجت ہے کہ جو اپنے ماننے والوں یا مریدین و معتقدین میں علانیہ گناہ ہوتے دیکھ کر اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ میرے منع کرنے سے لوگ گناہ سے باز آجائیں گے پھر بھی مداہنت کرتے ہوئے خاموش رہتے ہیں۔

موت کی کڑواہٹ:

منقول ہے کہ بنی اسرائیل حضرت سام بن نوح کی قبر پر حاضر ہوئے اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی بارگاہ میں عرض کی: اے روحُ اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ اس قبر والے کو زندہ فرمائے تاکہ ہم اس سے موت کے

---

1 ...پ۶، المائدۃ: ۷۹۔ 2 ... ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ المائدۃ، ۵/ ۳۵، حدیث: ۳۰۵۸۔

بارے میں پوچھ سکیں۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرما دیا، وہ کھڑے ہوئے تو حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے دیکھا کہ ان کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے دریافت فرمایا: یہ بڑھاپا تو آپ کے زمانے میں نہیں تھا؟ انہوں نے جواب دیا: جب میں نے ندا سُنی تو گمان ہوا کہ شاید قیامت قائم ہو گئی ہے، اس کی ہیبت سے میرے سر اور داڑھی کے بال سفید ہو گئے ہیں۔ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے پوچھا: اس دارِ فنا سے کوچ کئے ہوئے کتنی مدت ہو گئی ہے؟ جواب دیا: مجھے اس دنیا سے رخصت ہوئے چار ہزار سال گزر چکے ہیں لیکن موت کی کڑواہٹ ابھی تک مجھ سے دور نہیں ہوئی۔[1]

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا مدد طلب کرنا اور حواریوں کا اعلان:

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام ایک عرصے تک بنی اسرائیل کو تبلیغ و نصیحت فرماتے رہے اور انہیں اپنی نبوت و رسالت کی صداقت پر معجزات بھی دکھائے، جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے دیکھا کہ اتنی روشن آیات اور معجزات سے بھی یہودیوں پر کوئی اثر نہیں ہوا اور یہ ایمان لانے کی بجائے اپنے کفر پر نہ صرف قائم ہیں بلکہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو قتل کرنے کا ارادہ بھی رکھتے ہیں کیونکہ انہوں نے پہچان لیا تھا کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام ہی وہ مسیح ہیں جن کی تورات میں بشارت دی گئی ہے اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام ان کا دین منسوخ کر دیں گے۔ یہ صورت حال دیکھ کر ایک دن آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَى اللّٰهِ[2]

ترجمہ: اللہ کی طرف ہو کر کون میرا مددگار ہوتا ہے؟

حواریوں نے عرض کی:

نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِۚ وَ اشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ(۵۲) رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا بِمَاۤ اَنْزَلْتَ وَ اتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ[3]

ترجمہ: ”ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں۔ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور آپ اس پر گواہ ہو جائیں کہ ہم یقیناً مسلمان ہیں۔ اے ہمارے رب! ہم اس کتاب پر ایمان لائے جو تو نے نازل فرمائی اور ہم نے رسول کی اتّباع کی پس ہمیں گواہی دینے والوں میں سے لکھ دے۔

---

❶...قرطبی، آل عمران، تحت الآیۃ: ۵۰، ۲/۷۴، الجزء الرابع، ملتقطاً۔ ❷...پ۳، آل عمران: ۵۲۔ ❸...پ۳، آل عمران: ۵۲، ۵۳۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے تسلی:

دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمایا:

يٰعِيْسٰۤى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَيَّ وَ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ [1]

ترجمہ: اے عیسیٰ! میں تمہیں پوری عمر تک پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا اور تجھے کافروں سے نجات عطا کروں گا اور تیری پیروی کرنے والوں کو قیامت تک تیرے منکروں پر غلبہ دوں گا پھر تم سب میری طرف پلٹ کر آؤ گے تو جن باتوں میں تم جھگڑتے تھے ان باتوں کا میں تمہارے درمیان فیصلہ کردوں گا۔

یہاں ایک بات قابلِ توجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو ماننے والوں سے مراد ہے "ان کو صحیح طور پر ماننے والے" اور صحیح ماننے والے یقیناً صرف مسلمان ہیں کیونکہ یہودی تو ویسے ہی حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے دشمن ہیں اور عیسائی انہیں خدا مانتے ہیں تو یہ "ماننا" تو بدترین قسم کا "نہ ماننا" ہے کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام فرمائیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی کو معبود نہ مانو اور یہ کہیں، نہیں، ہم تو آپ کو بھی معبود مانیں گے۔

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی آسمان پر تشریف آوری:

ایمان لانے والوں کے علاوہ باقی تمام یہودی اپنے کفر پر جمے رہے یہاں تک کہ جوشِ عداوت میں ان یہودیوں نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو شہید کرنے کا جو خفیہ منصوبہ بنایا تھا اس پر عمل کرتے ہوئے ایک شخص کو آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے مکان میں بھیج دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا ہم شکل بنا دیا اور حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو ایک بدلی کے ساتھ بھیجا جس نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو آسمان کی طرف اٹھالیا۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی والدہ جوشِ محبت میں آپ کے ساتھ چمٹ گئیں تو آپ نے فرمایا: امی جان! اب قیامت کے دن ہماری اور آپ کی ملاقات ہوگی اور بدلی نے آپ کو آسمان پر پہنچا دیا۔ یہ واقعہ بیت المقدس میں شب قدر کی مبارک رات میں وقوع پذیر ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر شریف علامہ جلال الدین سیوطی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے بقول 33 سال کی تھی۔[2]

---

❶...پ۳، آل عمران: ۵۵۔ ❷...جمل، آل عمران، تحت الآیۃ: ۵۷، ۱/۴۲۷۔

یہودیوں کا اپنے ہی بندے کو قتل کرنا:

جب بھیجا ہوا شخص بہت دیر تک مکان سے باہر نہ نکلا تو یہودیوں نے مکان میں جا کر دیکھا اور یہ شخص چونکہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا ہم شکل ہو چکا تھا اس لیے انہوں نے اسے ہی حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سمجھ کر سولی دے دی لیکن پھر خود بھی حیران تھے کہ ہمارا آدمی کہاں گیا، نیز اس کا چہرہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام جیسا تھا اور ہاتھ پاؤں مختلف۔[1] اسی وجہ سے وہ شک میں پڑ گئے اور یقینی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتے تھے کہ وہ مقتول کون ہے؟ بعض کہتے کہ یہ مقتول حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام ہیں اور بعض کہتے کہ یہ چہرہ تو حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا ہے لیکن جسم حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا نہیں، لہٰذا یہ وہ نہیں ہیں۔ یہودیوں کی پیروی میں آج کل قادیانی بھی اسی شک و انکار میں گرفتار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یہ واقعہ ان الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا ہے:

وَ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِۚ-وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْؕ-وَ اِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُؕ-مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّۚ-وَ مَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًاۙ(۱۵۷) بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِؕ-وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا[2]

ترجمہ: اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول کو شہید کیا حالانکہ انہوں نے نہ تو اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی بلکہ ان (یہودیوں) کے لئے (عیسیٰ سے) ملتا جلتا (ایک آدمی) بنا دیا گیا اور بیشک یہ (یہودی) جو اس عیسیٰ کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں ضرور اس کی طرف سے شبہ میں پڑے ہوئے ہیں (حقیقت یہ ہے کہ) سوائے گمان کی پیروی کے ان کو اس کی کچھ بھی خبر نہیں اور بیشک انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا تھا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام یہودیوں کے ہاتھوں شہید نہیں ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو صحیح سلامت زندہ آسمان پر اٹھا لیا، جو یہ عقیدہ رکھے کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام قتل ہو گئے اور سولی پر چڑھائے

1... مدارک، النساء، تحت الآیۃ: ۱۵۷، ص ۲۶۳-۲۶۴۔ 2... پ ۶، النساء: ۱۵۷، ۱۵۸۔

گئے جیسا کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے تو وہ شخص کافر ہے کیونکہ قرآن مجید میں صاف صاف مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نہ قتل کیے گئے اور نہ سولی پر لٹکائے گئے۔

حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی وفات:

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے آسمان پر تشریف لے جانے کے بعد حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے 6 سال دنیا میں رہ کر وفات پائی۔[1]

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد عیسائیوں کا حال:

عیسائیوں سے بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں عَلَیْہِمُ السَّلَام پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا تھا لیکن حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے بعد وہ بھی انجیل میں دی گئی نصیحتوں کا بڑا حصہ بھلا بیٹھے اور عہد شکنی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک کے لئے دشمنی اور بغض ڈال دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَصٰرٰۤى اَخَذْنَا مِیْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ۪ فَاَغْرَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِؕ وَ سَوْفَ یُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ[2]

ترجمہ: اور جنہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نصاریٰ ہیں ان سے ہم نے عہد لیا تو وہ ان نصیحتوں کا بڑا حصہ بھلا بیٹھے جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک کے لئے دشمنی اور بغض ڈال دیا اور عنقریب اللہ انہیں بتادے گا جو کچھ وہ کرتے تھے۔

حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے کہا کہ جب عیسائیوں نے کتابِ الٰہی (انجیل) پر عمل کرنا ترک کیا اور رسولوں کی نافرمانی کی، فرائض ادا نہ کئے اور حدودِ الٰہی کی پرواہ نہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان عداوت ڈال دی۔[3] جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ فرقوں میں بٹ گئے اور ایک دوسرے کو تباہ کرنے لگے چنانچہ دو عالمی عظیم جنگیں اور ان کی تباہیاں انہی صاحبان کی حرکتوں اور دشمنیوں سے ہوئیں۔

وفات سے پہلے یہودی اور عیسائی حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر ایمان لائیں گے:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

❶...جمل، اٰل عمران، تحت الآیۃ: ۵۷، ۱/۴۲۷۔ ❷...پ۶، المائدۃ: ۱۴۔ ❸... خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۱۴، ۱/۴۷۷۔

وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا[1]

ترجمہ: کوئی کتابی ایسا نہیں جو اس کی موت سے پہلے ان پر ایمان نہ لے آئے گا اور قیامت کے دن وہ (عیسیٰ) ان پر گواہ ہوں گے۔

اس آیت مبارکہ میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں۔ پہلی بات کی تفسیر میں چند اقوال ہیں۔

(1) یہود و نصاریٰ کو اپنی موت کے وقت جب عذاب کے فرشتے نظر آتے ہیں تو وہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر ایمان لے آتے ہیں اور اس وقت کا ایمان مقبول و معتبر نہیں۔[2] یہ قول ضعیف ہے۔

(2) آیت کے معنیٰ یہ ہیں کہ ہر کتابی اپنی موت سے پہلے اللہ تعالیٰ یا نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ایمان لے آئے گا لیکن موت کے وقت کا ایمان مقبول نہیں، اور اس سے کچھ نفع نہ ہو گا۔[3]

(3) حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات سے پہلے ہر یہودی اور عیسائی اور وہ افراد جو غیرِ خدا کی عبادت کرتے ہوں گے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر ایمان لے آئیں گے حتّٰی کہ اس وقت ایک ہی دین، دینِ اسلام ہو گا۔ اور یہ اس وقت ہو گا کہ جب آخری زمانے میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام آسمان سے زمین پر نزول فرمائیں گے۔ اُس وقت حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام شریعتِ محمدیہ کے مطابق حکم کریں گے اور دینِ محمدی کے اماموں میں سے ایک امام کی حیثیت میں ہوں گے اور عیسائیوں نے ان کے متعلق جو گمان باندھ رکھے ہیں انہیں باطل فرمائیں گے، دینِ محمدی کی اشاعت کریں گے اور اس وقت یہود و نصاریٰ کو یا تو اسلام قبول کرنا ہو گا یا قتل کر ڈالے جائیں گے، جزیہ قبول کرنے کا حکم حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے نازل ہونے تک ہے۔[4]

اس قول سے معلوم ہوا کہ ابھی حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات نہیں ہوئی کیونکہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات سے پہلے سارے اہلِ کتاب آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر ایمان لائیں گے، حالانکہ ابھی یہودی آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر ایمان نہیں لائے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام قریبِ قیامت زمین پر تشریف لائیں گے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی اس آمد پر سارے یہودی آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر ایمان لے آئیں گے اس طرح کہ سب آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بندہ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ایک کلمہ ہونے کا اقرار کر کے مسلمان ہو جائیں گے۔

---

[1]... پ۶، النساء: ۱۵۹.

[2]... قرطبی، النساء، تحت الآیة: ۱۵۹، ۳/۲۹۸، الجزء الخامس، جلالین، النساء، تحت الآیة: ۱۵۹، ص۹۱.

[3]... بغوی، النساء، تحت الآیة: ۱۵۹، ۱/۳۹۷.

[4]... خازن، النساء، تحت الآیة: ۱۵۹، ۱/۴۴۸-۴۴۹، ملتقطاً.

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام قیامت کے دن یہودیوں، عیسائیوں اور اہلِ ایمان کی گواہی دیں گے۔ یہودیوں پر گواہی یہ ہو گی کہ انہوں نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی تکذیب کی اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے حق میں زبانِ طعن دراز کی اور عیسائیوں پر یہ گواہی دیں گے کہ اُنہوں نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو رب ٹھہرایا اور خدا عَزَّوَجَلَّ کا شریک جانا جبکہ اہلِ کتاب میں سے جو لوگ ایمان لے آئیں گے ان کے ایمان کی بھی آپ عَلَیْہِ السَّلَام شہادت دیں گے۔

روزِ قیامت احساناتِ الٰہی کی یاد دہانی:

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر جو احسانات فرمائے ان کی یاد دہانی قیامت کے دن بھی فرمائے گا، چنانچہ اس دن اللہ تعالیٰ آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے اس طرح فرمائے گا:

یٰعِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِیْ عَلَیْكَ وَ عَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَیَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۫ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَ كَهْلًا ۚ وَ اِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِیْلَ ۚ وَ اِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ كَهَیْـٴَـةِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ فِیْهَا فَتَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِیْ وَ تُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ ۚ وَ اِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِیْ ۚ وَ اِذْ كَفَفْتُ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ [1]

ترجمہ: اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! اپنے اوپر اور اپنی والدہ پر میرا وہ احسان یاد کر، جب میں نے پاک روح سے تیری مدد کی۔ تو گہوارے میں اور بڑی عمر میں لوگوں سے باتیں کرتا تھا اور جب میں نے تجھے کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل سکھائی اور جب تو میرے حکم سے مٹی سے پرندے جیسی صورت بنا کر اس میں پھونک مارتا تھا تو وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتی اور تو میرے حکم سے پیدائشی نابینا اور سفید داغ کے مریض کو شفا دیتا تھا اور جب تو میرے حکم سے مردوں کو زندہ کر کے نکالتا اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تم سے روک دیا۔ جب تو ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر آیا تو ان میں سے کافروں نے کہا: یہ تو کھلا جادو ہے۔

---

[1] ...پ۷، المائدۃ:۱۱۰۔

روزِ قیامت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اور اللہ تعالیٰ کے درمیان مکالمہ:

قیامت کے دن حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو خدا ماننے والوں کی سرزنش کے لئے اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمائے گا:

یٰعِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَ اُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ [1]

ترجمہ: اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو معبود بنالو؟

اس خطاب کو سن کر حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کانپ جائیں گے اور عرض کریں گے:

سُبْحٰنَكَ مَا یَكُوْنُ لِیْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَ لَاۤ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ [2]

ترجمہ: (اے اللہ!) تو پاک ہے۔ میرے لئے ہرگز جائز نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو تجھے ضرور معلوم ہوتی۔ تو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے۔ بیشک تو ہی سب غیبوں کا خوب جاننے والا ہے۔

یہاں حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے لفظ لفظ سے ان کی عاجزی و بندگی اور خدا کی عظمت و شان کا اقرار و اظہار معلوم ہوتا ہے۔

اس کے بعد پھر عرض کریں گے:

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِیْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبَّكُمْ ۚ وَ كُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ ؕ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ [3]

ترجمہ: میں نے تو ان سے وہی کہا تھا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اور میں ان پر مطلع رہا جب تک ان میں رہا، پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو تو ہی ان پر نگاہ رکھتا تھا اور تو ہر شے پر گواہ ہے۔

---

1 ...پ۷، المائدۃ: ۱۱۶۔ 2 ...پ۷، المائدۃ: ۱۱۶۔ 3 ...پ۷، المائدۃ: ۱۱۷۔

یہاں ایک بات قابلِ توجہ ہے کہ آیتِ مبارکہ میں "تَوَفَّیْتَنِیْ" کے لفظ سے قادیانی حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات پر اِستِدلال کرتے ہیں اور یہ استدلال بالکل غلط ہے کیونکہ لفظ "تَوَفّٰی" موت کے لئے خاص نہیں بلکہ اس کا معنی ہے کسی چیز کو پورے طور پر لینا خواہ وہ بغیر موت کے ہو۔

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام مزید عرض کریں گے:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ(1)

ترجمہ: اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بیشک تو ہی غلبے والا، حکمت والا ہے۔

آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو معلوم ہو گا کہ قوم میں بعض لوگ کفر پر قائم رہے، بعض شرفِ ایمان سے مشرف ہوئے اس لئے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی بارگاہِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ میں یہ عرض ہے کہ "ان میں سے جو کفر پر قائم رہے اُن پر تو عذاب فرمائے تو بالکل حق و بجا اور عدل وانصاف ہے کیونکہ انہوں نے حجت تمام ہونے کے بعد کفر اختیار کیا اور جو ایمان لائے انہیں تو بخشے تو تیرا فضل و کرم ہے اور تیرا ہر کام حکمت ہے۔

متعلقات

عیسائیوں میں فرقہ بندی:

جب حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام آسمان پر زندہ تشریف لے گئے تو آپ کے بعد عیسائی مختلف فرقوں میں تقسیم ہو گئے، چنانچہ سورہِ مریم میں ہے:

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَیْنِهِمْ ۚ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ یَوْمٍ عَظِیْمٍ(2)

ترجمہ: پھر گروہوں کا آپس میں اختلاف ہو گیا تو کافروں کے لئے خرابی ہے ایک بڑے دن کی حاضری سے۔

اور سورۂ زخرف میں ہے:

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَیْنِهِمْ ۚ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ یَوْمٍ اَلِیْمٍ(3)

ترجمہ: پھر وہ گروہ آپس میں مختلف ہو گئے تو ظالموں کے لئے ایک دردناک دن کے عذاب کی خرابی ہے۔

---

(1)...پ۷، المائدۃ:۱۱۸۔ (2)...پ۱۶، مریم:۳۷۔ (3)...پ۲۵، الزخرف:۶۵۔

یہ فرقہ بندی عیسائیوں میں ایک یہودی نے پیدا کی جس کا نام بَوْلَس تھا، اس نے انہیں گمراہ کرنے کے لیے کفریہ عقیدوں کی تعلیم دی۔[1]

عیسائی فرقوں کے عقائد اور ان کا رد:

عیسائی درج ذیل چار بڑے فرقوں میں تقسیم ہوئے،

(1) **یعقوبیہ:** اس فرقے کے لوگ کہتے تھے کہ مریم نے اِلٰہ یعنی معبود کو جنا اور یہ بھی کہتے کہ اِلٰہ یعنی معبود نے عیسیٰ کی ذات میں حُلول کر لیا اور وہ اُن کے ساتھ مُتَّحِد ہوگیا تو عیسیٰ اِلٰہ (معبود) ہو گئے۔[2] **مَعَاذَ الله ثُمَّ مَعَاذَ الله**۔ انہوں نے الله تعالیٰ کے ساتھ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی بھی توہین کی کہ وہ تو اپنے آپ کو رب عَزَّوَجَلَّ کا بندہ کہتے تھے اور یہ انہیں جھٹلا کر انہی کو رب کہنے لگے۔ اس فرقے کے رد میں الله تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَ قَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ[3]

ترجمہ: بیشک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ الله وہی مسیح مریم کا بیٹا ہے حالانکہ مسیح نے تو یہ کہا تھا: اے بنی اسرائیل! الله کی بندگی کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ بیشک جو الله کا شریک ٹھہرائے تو الله نے اس پر جنت حرام کردی اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ اُمَّهٗ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ

ترجمہ: بیشک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ الله ہی مسیح بن مریم ہے۔ تم فرمادو: اگر الله مسیح بن مریم کو اور اس کی ماں اور تمام زمین والوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرمالے تو کون ہے جو الله سے بچانے کی طاقت رکھتا ہے؟ اور آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان کے

---

[1]... خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۱۷۱، ۱/۴۵۴، ملتقطاً۔ [2]... خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۷۲، ۱/۵۱۴۔ [3]... پ۶، المائدۃ: ۷۲۔

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (1)	درمیان ہے سب کی بادشاہت اللہ ہی کے لئے ہے۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

اس آیت میں حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی الوہیت کی کئی طرح تردید ہے۔

(1) حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو موت آسکتی ہے، اور جسے موت آسکتی ہے وہ خدا نہیں ہو سکتا۔

(2) آپ عَلَیْہِ السَّلَام ماں کے شکم سے پیدا ہوئے، اور جس میں یہ صفات ہوں وہ اللہ نہیں ہو سکتا۔

(3) اللہ تعالیٰ تمام آسمانی اور زمینی چیزوں کا مالک ہے اور ہر چیز رب عَزَّوَجَلَّ کا بندہ ہے، اگر کسی میں اللہ تعالیٰ نے حلول کیا ہوتا تو وہ اللہ کا بندہ نہ ہوتا حالانکہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام خود اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔

(4) اللہ تعالیٰ خالق مطلق ہے، اپنی مرضی سے مخلوق پیدا فرماتا ہے۔ اگر عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام میں اُلوہیت ہوتی تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام بھی اپنی مرضی سے مخلوق پیدا کرنے کی طاقت رکھتے حالانکہ آپ میں ایسی طاقت نہ تھی اور پرندوں کی مورتیاں بناکر ان میں پھونک مار کر اڑانا اپنی مرضی ومشیت سے نہ تھا بلکہ خاص اذنِ الٰہی سے تھا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَ اُمُّهٗ صِدِّیْقَةٌ ؕ كَانَا یَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَیْفَ نُبَیِّنُ لَهُمُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ (2)	**ترجمہ:** مسیح بن مریم تو صرف ایک رسول ہے۔ اس سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں اور اس کی ماں صدیقہ (بہت سچی) ہے۔ وہ دونوں کھانا کھاتے تھے دیکھو تو ہم ان کے لئے کیسی صاف نشانیاں بیان کرتے ہیں پھر دیکھو وہ کیسے پھرے جاتے ہیں؟

یعنی حضرت عیسیٰ بن مریم عَلَیْہِ السَّلَام تو ایک رسول ہیں خدا نہیں، لہٰذا اُنہیں خدا ماننا غلط، باطل اور کفر ہے۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں اور وہ رسول بھی معجزات رکھتے تھے، یہ معجزات اُن کی نبوت کی صداقت کی دلیل تھے نہ کہ خدا ہونے کی۔ اِسی طرح حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام بھی رسول ہیں اُن کے معجزات بھی ان کی نبوت کی

---

(1)...پ۶، المائدۃ: ۱۷۔ (2)...پ۶، المائدۃ: ۷۵۔

دلیل ہیں نہ کہ خدا ہونے کی۔ لہٰذا اُنہیں رسول ہی ماننا چاہئے کیونکہ جب دیگر انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کو معجزات کی بنا پر خدا نہیں مانتے تو عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو بھی خدا نہ مانو۔ حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا بہت سچی ہیں جو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے کلمات اور اس کی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہیں تو تم بھی ان کی پیروی کرو، نیز حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کی والدہ دونوں کھانا کھاتے تھے جبکہ معبود کھانے سے پاک ہوتا ہے اور کھانا کھانا بھی معبود نہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ معبود غذا کا محتاج نہیں ہو سکتا تو جو جسم رکھے، غذا کھائے اور اُس جسم میں تحلیل واقع ہو کہ غذا ایک نظام سے گزر کر بدن کا حصہ بنے مثلاً خون، گوشت وغیرہ میں اضافہ کرے تو وہ کیسے معبود ہو سکتا ہے؟

(2) **ملکانیہ:** بعض مفسرین کے نزدیک یہ فرقہ بھی وہی عقائد رکھتا تھا جو یعقوبیہ فرقے کے تھے البتہ تفسیر مدارک میں سورۂ مریم کی آیت 37 کے تحت عیسائیوں کے تین فرقوں کا ذکر ہے اور اس میں ملکانیہ فرقے کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ کہتا تھا کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ کے بندے، مخلوق اور نبی ہیں۔[1]

اور صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ نے بھی خزائن العرفان میں اسی مقام پر تین فرقوں کا ذکر کیا ہے اور ملکانیہ فرقے کا عقیدہ بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ فرقہ مومن تھا۔[2]

(3) **نسطوریہ:** اس فرقے کے لوگ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ ان کے تردید میں ارشاد فرمایا:

مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ یَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍۙ سُبْحٰنَهٗؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ[3]

ترجمہ: اللہ کیلئے لائق نہیں کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے، وہ پاک ہے۔ جب وہ کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو اسے صرف یہ فرماتا ہے، ''ہو جا'' تو وہ فوراً ہو جاتا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے اور اللہ تعالیٰ عیسائیوں کے لگائے گئے بہتان سے پاک ہے۔ اس کی شان تو یہ ہے کہ جب وہ کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو اسے صرف یہ فرماتا ہے، ''ہو جا'' تو وہ کام فوراً ہو جاتا ہے، اور جو ایسا قادرِ مُطلَق ہو اسے بیٹے کی کیا حاجت ہے اور اسے کسی کا باپ کس طرح قرار دیا جا سکتا ہے۔

(4) **مرقوسیہ:** اس فرقے کا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام تین میں سے تیسرے ہیں، اور اس جملے کا کیا مطلب ہے اس میں بھی ان میں اختلاف تھا، بعض تین اُقْنُوم (یعنی وجود) مانتے تھے اور کہتے تھے کہ باپ، بیٹا، روحُ القدس

---

[1]... مدارک، مریم، تحت الآیۃ: ۳۷، ص ۶۷۳۔ [2]... خزائن العرفان، مریم، تحت الآیۃ: ۳۷، ص ۵۷۴۔ [3]... پ۱۶، مریم: ۳۵۔

تین ہیں اور باپ سے ذاتِ خدا، بیٹے سے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اور روحُ القدس سے ان میں حلول کرنے والی حیات مراد ہے گویا کہ اُن کے نزدیک اِلٰہ تین تھے اور اس تین کو ایک بتاتے تھے۔ بعض کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام ناسُوتِیّت (یعنی انسانیت) اور اُلوہِیَّت کے جامع ہیں، ماں کی طرف سے اُن میں ناسوتیت آئی اور باپ کی طرف سے الوہیت آئی۔ ان کے رد میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍۘ وَ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّاۤ اِلٰهٌ وَّاحِدٌؕ وَ اِنْ لَّمْ یَنْتَهُوْا عَمَّا یَقُوْلُوْنَ لَیَمَسَّنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۷۳﴾ اَفَلَا یَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَهٗؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ[1]

ترجمہ: بیشک وہ لوگ کافر ہوگئے جنہوں نے کہا: بیشک اللہ تین (معبودوں) میں سے تیسرا ہے حالانکہ عبادت کے لائق تو صرف ایک ہی معبود ہے اور اگر یہ لوگ اس سے باز نہ آئے جو یہ کہہ رہے ہیں تو جو اِن میں کافر رہیں گے ان کو ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔ تو یہ کیوں اللہ کی بارگاہ میں توبہ نہیں کرتے اور کیوں اس سے مغفرت طلب نہیں کرتے؟ حالانکہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

عیسائیوں کو عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے بارے میں حد سے نہ بڑھنے کی تاکید:

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں عیسائیوں کو تاکید فرمائی ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے بارے میں افراط و تفریط سے باز رہیں، انہیں خدا اور خدا کا بیٹا بھی نہ کہیں اور حلول (یعنی خدا ان کے اندر اترا ہوا ہے) اور اِتّحاد (یعنی خدا اور عیسیٰ مل کر ایک ہوگئے ہیں) کے دعوے کرکے غلو نہ کریں یعنی حد سے نہ بڑھیں، بلکہ ان کے بارے میں یہ عقیدہ رکھیں کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے بیٹے ہیں، ان کے لیے اس کے سوا اور کوئی نسب نہیں، صرف اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کا ایک کلمہ ہیں جو رب تعالیٰ نے حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی طرف بھیجا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص روح ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّؕ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ

ترجمہ: اے کتاب والو! اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو اور اللہ پر سچ کے سوا کوئی بات نہ کہو۔ بیشک مسیح،

[1]... پ۶، المائدۃ: ۷۳، ۷۴۔

عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ وَ کَلِمَتُہٗ ۚ اَلۡقٰہَاۤ اِلٰی مَرۡیَمَ وَ رُوۡحٌ مِّنۡہُ ۫ فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ ۚ۟ وَ لَا تَقُوۡلُوۡا ثَلٰثَۃٌ ؕ اِنۡتَہُوۡا خَیۡرًا لَّکُمۡ ؕ اِنَّمَا اللّٰہُ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبۡحٰنَہٗۤ اَنۡ یَّکُوۡنَ لَہٗ وَلَدٌ ۘ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیۡلًا [1]

مریم کا بیٹا عیسیٰ صرف اللہ کا رسول اور اس کا ایک کلمہ ہے جو اس نے مریم کی طرف بھیجا اور اس کی طرف سے ایک خاص روح ہے تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور نہ کہو (کہ معبود) تین ہیں۔ (اس سے) باز رہو، (یہ) تمہارے لئے بہتر ہے۔ صرف اللہ ہی ایک معبود ہے، وہ پاک ہے اس سے کہ اس کی کوئی اولاد ہو۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ کافی کارساز ہے۔

عقل مند انسان خود ہی غور کرلے آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ تعالٰی کی مخلوق ہے، جتنے انسان ہیں سب اسی کے بندے اور مملوک ہیں انہی میں حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا بھی داخل ہیں اور جب یہ بھی بندے اور مملوک ہیں تو ان کا بیٹا اور بیوی ہونا کیسے مُتَصَوَّر ہو سکتا ہے؟ بلاشُبہ اللہ تعالٰی ان سب بیہودہ باتوں سے پاک اور مُنَزَّہ ہے۔

خود کو اعمال سے بے نیاز جاننا غلط ہے:

یہودیوں اور عیسائیوں کا ایک عقیدہ یہ تھا کہ ہم تو اللہ تعالٰی کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ ان کے اس قول کا مطلب یہ تھا کہ ہم خدا عَزَّوَجَلَّ کو ایسے پیارے ہیں جیسے بیٹا باپ کو کیونکہ بیٹا کتنا ہی برا ہو مگر باپ کو پیارا ہوتا ہے، ایسے ہی ہم ہیں، یہاں بیٹے سے مراد اولاد نہیں کیونکہ وہ لوگ خود کو اس معنی میں خدا کا بیٹا نہ کہتے تھے۔ ان کے رد میں ارشاد فرمایا:

قُلۡ فَلِمَ یُعَذِّبُکُمۡ بِذُنُوۡبِکُمۡ ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ بَشَرٌ مِّمَّنۡ خَلَقَ ؕ یَغۡفِرُ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ لِلّٰہِ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ مَا بَیۡنَہُمَا ۫ وَ اِلَیۡہِ الۡمَصِیۡرُ [2]

ترجمہ: اے حبیب! تم فرما دو: (اگر ایسا ہے تو) پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں پر عذاب کیوں دیتا ہے؟ بلکہ تم (بھی) اس کی مخلوق میں سے (عام) آدمی ہو۔ وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے اور

1...پ۶، النسآء: ۱۷۱۔ 2...پ۶، المآئدۃ: ۱۸۔

آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اس کے درمیان ہے سب کی

سلطنت اللہ ہی کے لئے ہے اور اسی کی طرف پھرنا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اپنے آپ کو اعمال سے بے نیاز جاننا عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔ آج کل بعض اہلِ بیت سے محبت کے دعوے دار اور بعض جاہل فقیر بھی یہی اعمال سے بے نیازی کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ ایسا عقیدہ بے دینی ہے کیونکہ قرآنِ کریم نے جگہ جگہ ایمان کے ساتھ اعمالِ صالحہ کا ذکر فرمایا۔

حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام زندہ ہیں:

حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام کے بارے میں مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ عَلَیْهِ السَّلَام کی ابھی تک وفات نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام سے فرمایا:

يٰعِيْسٰۤى اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَیَّ وَ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ جَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِۚ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَیْنَكُمْ فِیْمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ [1]

ترجمہ: اے عیسیٰ! میں تمہیں پوری عمر تک پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا اور تجھے کافروں سے نجات عطا کروں گا اور تیری پیروی کرنے والوں کو قیامت تک تیرے منکروں پر غلبہ دوں گا پھر تم سب میری طرف پلٹ کر آؤ گے تو جن باتوں میں تم جھگڑتے تھے ان باتوں کا میں تمہارے درمیان فیصلہ کردوں گا۔

مرزائیوں نے آیتِ پاک کے ان الفاظ ”اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ“ کو بنیاد بنا کر یہود و نصاریٰ کی پیروی میں حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام کی وفات کا دعویٰ کیا اور یہ سراسر غلط ہے کیونکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ تَوَفِّی کا حقیقی معنی ہے ”پورا کرنا“ جیسے قرآن پاک میں ہے:

وَ اِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤى [2]

ترجمہ: اور ابراہیم کے جس نے (احکام کو) پوری طرح ادا کیا۔

اور یہ موت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، لیکن یہ اس کا مجازی معنی ہے اور جب تک کوئی واضح قرینہ

1...پ۳، اٰل عمران: ۵۵۔ 2...پ۲۷، النجم: ۳۷۔

موجود نہ ہو اس وقت تک لفظ کا حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنی مراد نہیں لیا جا سکتا، اور یہاں کوئی ایسا قرینہ موجود نہیں کہ تَوَفِّی کا معنی موت کیا جائے بلکہ اس کا حقیقی معنی مراد لینے پر واضح قرائن بھی موجود ہیں اور وہ قرائن احادیثِ مبارکہ ہیں جن میں یہ بیان ہے کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور قربِ قیامت میں واپس تشریف لائیں گے۔ لہٰذا اس آیت سے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات ثابت نہیں ہوتی۔ دوسرے نمبر پر بالفرض اگر تَوَفِّی کا معنیٰ ''وفات دینا'' ہی ہے تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام وفات پا چکے ہیں۔ صرف یہ فرمایا ہے کہ ''اے عیسیٰ! میں تجھے وفات دوں گا'' تو یہ بات تو ہم بھی مانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام بھی وفات پائیں گے، یہ معنی نہیں ہے کہ ہم نے تجھے فوت کر دیا۔ اب یہ بات کہ آیت میں تَوَفِّی یعنی وفات دینے کا پہلے تذکرہ ہے اور اٹھائے جانے کا بعد میں اور چونکہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اٹھائے جا چکے ہیں لہٰذا ان کی وفات بھی پہلے ثابت ہو گئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ آیت میں ''مُتَوَفِّیْكَ'' اور ''رَافِعُكَ'' کے درمیان میں ''واؤ'' ہے اور عربی زبان میں ''واؤ'' ترتیب کیلئے نہیں آتی کہ جس کا مطلب یہ نکلے کہ وفات پہلے ہوئی اور اٹھایا جانا بعد میں، جیسے قرآن پاک میں حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا سے فرمایا گیا:

وَاسْجُدِیْ وَارْكَعِیْ [1] **ترجمہ:** اور سجدہ اور رکوع کر۔

یہاں سجدے کا پہلے تذکرہ ہے اور رکوع کا بعد میں، تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا رکوع بعد میں کرتی تھیں اور سجدہ پہلے، ہرگز نہیں۔ لہٰذا جیسے یہاں ''واؤ'' کا آنا ترتیب کیلئے نہیں ہے ایسے ہی مذکورہ بالا آیت میں ''واؤ'' ترتیب کیلئے نہیں ہے۔

باب 5:

احادیث میں حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا تذکرہ

کثیر احادیث میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا ذکرِ خیر کیا گیا ہے، یہاں ان میں سے 10 احادیث ملاحظہ ہوں

پیدائش کے وقت شیطان حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو نہ چھو سکا:

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اولادِ آدم میں کوئی

---

1 ...پ۳، آل عمران: ۴۳.

ایسا نہیں جسے پیدائش کے وقت شیطان چھوتا نہ ہو، وہ بچہ شیطان کے چھونے سے ہی چیخ کر روتا ہے سوائے حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا اور ان کے فرزند (حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام) کے۔[1]

یاد رہے کہ ولادت کے وقت حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بھی شیطان نہیں چھو سکا تھا اور تحقیق سے یہ بات ثابت ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عام بچوں کی طرح روتے ہوئے پیدا نہیں ہوئے تھے۔

چور کے جواب پر حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا طرزِ عمل:

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: حضرت عیسیٰ بن مریم عَلَیْہِ السَّلَام نے ایک شخص کو چوری کرتے ہوئے دیکھا تو اس سے کہا: کیا تو نے چوری کی؟ اس نے جواب دیا: بالکل نہیں، اس کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور میری آنکھوں نے دھوکہ کھایا۔[2]

شبِ معراج حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے ملاقات:

حضرت مالک بن صَعْصَعَہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے (معراج والی طویل حدیث میں) ارشاد فرمایا: پھر ہم دوسرے آسمان پر گئے، کہا گیا: یہ کون ہیں؟ فرمایا: جبریل۔ کہا گیا: آپ کے ساتھ کون ہیں؟ فرمایا: محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔ کہا گیا: انہیں بلایا گیا ہے؟ فرمایا: ہاں، کہا گیا: انہیں خوش آمدید ہو اور آنے والے کیا ہی اچھے ہیں۔ اس کے بعد میں حضرت عیسیٰ اور یحییٰ عَلَیْہِمَا السَّلَام کے پاس آیا۔ انہوں نے کہا: بھائی اور نبی کی طرف سے آپ کو خوش آمدید ہو۔[3]

مسلم شریف کی روایت میں ہے: پھر ہم دوسرے آسمان پر گئے، حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے دروازہ کھولنے کا فرمایا تو کہا گیا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: جبریل۔ کہا گیا: آپ کے ساتھ کون ہیں؟ فرمایا: محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔ کہا گیا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ فرمایا: بیشک انہیں بلایا گیا ہے، چنانچہ ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا تو میری ملاقات دو خالہ زاد یعنی

1... بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ: واذکر فی الکتاب مریم ۔۔۔ الخ، ۲/۴۵۳، حدیث: ۳۴۳۱۔

2... مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل عیسی، ص ۹۹۰، حدیث: ۶۱۳۷۔

3... بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ، ۲/۳۸۰، حدیث: ۳۲۰۷۔

حضرت عیسیٰ بن مریم اور حضرت یحییٰ بن زکریا عَلَیْہِمَا السَّلَام سے ہوئی، انہوں نے خوش آمدید کہا اور میرے لیے دعائے خیر کی۔[1]

یہاں ایک بات یاد رہے کہ حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی والدہ کی خالہ کے فرزند تھے اور حدیث پاک میں عزت و تکریم کی بنا پر مجازاً دونوں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمَا السَّلَام کو خالہ زاد کہا گیا ہے جیسے ہمارے ہاں رواج ہے کہ والدہ کی خالہ اور ماموں کو بچے بھی خالہ اور ماموں کہہ دیتے ہیں۔

قربِ قیامت میں نزولِ عیسیٰ کا بیان:

رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام میری امت پر خلیفہ ہو کر نازل ہوں گے، صلیب توڑیں گے، خنزیروں کو قتل کریں گے، چالیس سال رہیں گے، نکاح فرمائیں گے، اولاد ہوگی اور پھر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا وصال ہوگا۔ وہ امت کیسے ہلاک ہو جس کا اوّل میں ہوں اور آخر حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اور وسط میں میرے اہلِ بیت میں سے حضرت مہدی رَضِیَ اللہُ عَنْہ۔[2]

حضرت جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: میری امت کی ایک جماعت حق پر قیامت تک لڑتی رہے گی۔ فرمایا: تب حضرت عیسیٰ بن مریم عَلَیْہِ السَّلَام نازل ہوں گے تو اس جماعت کا امیر کہے گا: آیئے! ہمیں نماز پڑھایئے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام فرمائیں گے: نہیں۔ تم میں سے بعض بعض پر امیر ہیں، یہ اللہ کی طرف سے اس امت کے احترام کی وجہ سے ہوگا۔[3]

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام علاتی بھائی ہیں (یعنی) ان کا دین ایک ہے اور مائیں (یعنی شرعی احکام) مختلف ہیں۔ میں لوگوں میں حضرت عیسیٰ بن مریم عَلَیْہِ السَّلَام سے قریب تر ہوں کیونکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ وہ یقیناً نازل ہونے والے ہیں، جب تم انہیں دیکھو تو پہچان لینا، وہ رنگے ہوئے دو کپڑوں میں، سرخ و سفید رنگ والے اور درمیانے قد کے مرد ہوں گے، ان کے بال

1... مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء برسول اللہ... الخ، ص۸۷، حدیث: ۴۱۱.

2... مدارک، اٰل عمران، تحت الاٰیۃ: ۵۵، ص۱۶۳، ابن عساکر، ذکر من اسمہ عیسیٰ، عیسیٰ بن مریم، ۴۷/۵۲۲.

3... مسلم، کتاب الایمان، باب نزول عیسی... الخ، ص۸۳، حدیث: ۳۹۵.

سیدھے اور ایسے ہوں گے گویا کہ ان کے سر سے قطرے ٹپک رہے ہیں اگرچہ انہوں نے پانی استعمال نہیں کیا، وہ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کر دیں گے، جزیہ ختم اور (لوگوں کو دینِ اسلام کی طرف بلا کر) تمام ادیان منسوخ فرما دیں گے (یعنی جزیہ دے کر اپنے دین پر باقی رہنے کی اجازت بھی ختم ہو جائے گی) حتی کہ اس وقت اسلام کے سوا کوئی دین نہ ہو گا اور اللہ آپ کے زمانے میں مسیح دجال کذاب کو ہلاک فرما دے گا اور زمین میں ایسا امن قائم ہو گا کہ اونٹ اور شیر، چیتے اور گائے، بھیڑیے اور بکریاں ایک ساتھ چراگاہ میں چریں گے، بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے، کوئی بھی ایک دوسرے کو نقصان نہ پہنچائے گا، جتنا عرصہ اللہ تعالیٰ چاہے گا آپ زمین میں رہیں گے پھر وفات پا جائیں گے اور مسلمان آپ کی نماز جنازہ پڑھ کر دفنا دیں گے۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: حضرت عیسیٰ بن مریم عَلَیْہِ السَّلَام ضرور انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے والے اور عادل حکمران بن کر اتریں گے۔ وہ ضرور اس راستے سے حج یا عمرہ یا دونوں کی نیت کرتے ہوئے گزریں گے، وہ ضرور میرے روضے پر آ کر مجھے سلام کریں گے اور میں ان کے سلام کا جواب دوں گا۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرماتے تھے: اے میرے بھتیجو! اگر تم انہیں دیکھو تو ابو ہریرہ کا سلام عرض کر دینا۔[2]

نارِ جہنم سے محفوظ لوگ:

حضرت ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: میری امت کے دو گروہوں کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے محفوظ فرما دیا ہے۔ ایک وہ گروہ جو ہند میں جہاد کرے گا اور دوسرا وہ گروہ جو حضرت عیسیٰ بن مریم عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ ہو گا۔[3]

روزِ قیامت مخلوق کی رہنمائی:

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے (شفاعت والی طویل حدیث میں) ارشاد

1... مسند امام احمد، مسند ابی ہریرۃ، ۳/۴۳۵، حدیث: ۹۶۳۸۔

2... مستدرک حاکم، کتاب تواریخ المتقدمین من الانبیاء والمرسلین، ہبوط عیسی علیہ السلام... الخ، ۳/۴۹۰، حدیث: ۴۲۱۸۔

3... نسائی، کتاب الجہاد، غزوۃ الہند، ص۵۱۷، حدیث: ۳۱۷۲۔

فرمایا: (موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام فرمائیں گے) تم لوگ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس جاؤ۔ تو لوگ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے عیسیٰ! عَلَیْہِ السَّلَام، آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ نے جھولے میں لوگوں سے کلام کیا، آپ اس کا کلمہ ہیں جو اس نے جنابِ مریم میں ڈالا اور آپ اس کی طرف سے خاص روح ہیں، آپ ہمارے لیے اپنے رب کے پاس شفاعت کیجیے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہم کس حال میں ہیں؟ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہمیں کیا پہنچا ہے؟ یہ سن کر حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام ان سے کہیں گے: میرے رب نے آج ایسا غضب کیا ہے کہ ایسا غضب نہ اس سے پہلے کیا اور نہ ہی آج کے بعد کرے گا، سو مجھے اپنی فکر ہے، مجھے اپنی فکر ہے، تم میرے سوا کسی اور کے پاس چلے جاؤ، تم محمد مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس چلے جاؤ۔ [1]

1... مسلم، کتاب الایمان، باب ادنی اہل الجنۃ منزلۃ فیہا، ص ۱۰۶، حدیث: ۴۸۰.

حضرت محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

سید الانبیاء، احمد مجتبیٰ، حبیب خدا، محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وہ عظیم ہستی ہیں جن کی سیرت اور اوصاف کا بیان چند صفحات میں ممکن نہیں بلکہ اس کے لیے ہزارہا صفحات بھی ناکافی ہیں، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

زندگیاں ختم ہوئیں اور قلم ٹوٹ گئے　　پر تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سیرت طیبہ کے لئے اِنْ شَآءَ اللہ ایک جداگانہ کتاب لکھی جائے گی، یہاں صرف تکمیلِ عدد کے لیے سیرتِ مبارکہ کا مختصر خلاصہ ملاحظہ ہو، یہ خلاصہ حضرت علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کی مشہور کتاب ”سیرتِ مصطفیٰ“ اور دیگر علماءِ کرام کے مضامین سے اخذ کیا گیا ہے۔

نسب نامہ:

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے والد ماجد کا نام عبد اللہ اور والدہ کا آمِنہ ہے۔ والد کی طرف سے نسب یوں ہے: محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبدِ مناف بن قُصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔[1] والدہ کی طرف سے نسب یوں ہے: محمد بن آمِنہ بنتِ وہب بن عبدِ مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ۔[2]

یہاں دو باتیں قابلِ توجہ ہیں: (1) حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے والدین کا نسب نامہ ”کلاب بن مرہ“ پر مل جاتا ہے اور آگے چل کر دونوں سلسلے ایک ہو جاتے ہیں۔ (2) ”عدنان“ تک کا نسب نامہ صحیح سندوں کے ساتھ ثابت ہے، اس کے بعد ناموں میں بہت اختلاف ہے، حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب بھی اپنا نسب نامہ بیان فرماتے تو ”عدنان“ تک ہی ذکر فرماتے تھے، البتہ اس پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ ”عدنان“ حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد میں سے ہیں، اور حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے فرزند ارجمند ہیں۔

خاندانی شرافت:

حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا خاندان اور نسب، عظمت و شرافت میں دنیا کے تمام خاندانوں سے اشرف و

1...بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب مبعث النبی، ۲/۵۷۳۔　2...سیرت النبویہ لابن ہشام، ص۴۸۔

اعلیٰ ہے اور یہ وہ حقیقت ہے جس کا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بدترین دشمن بھی کبھی انکار نہ کر سکے۔ چنانچہ حضرت ابوسفیان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے جب وہ کفر کی حالت میں تھے، بادشاہِ روم ہرقل کے بھرے دربار میں اس حقیقت کا اقرار کیا کہ "ھُوَفِیْنَا ذُوْنَسَبٍ" یعنی نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہم میں سے اعلیٰ ترین خاندان والے ہیں۔ [1]

برکاتِ نبوت کا ظہور:

جب آفتابِ رسالت کے طلوع کا زمانہ قریب آگیا تو اطراف عالم میں بہت سے عجیب و غریب واقعات کا ظہور ہوا، چنانچہ اصحابِ فیل کی ہلاکت کا واقعہ، ناگہاں بارانِ رحمت سے سرزمینِ عرب کا سرسبز و شاداب ہو جانا، اور برسوں کی خشک سالی دور ہو کر پورے ملک میں خوشحالی کا دور دورہ ہو جانا، بتوں کا منہ کے بل گر پڑنا، فارس کے مجوسیوں کی ایک ہزار سال سے جلائی ہوئی آگ کا ایک لمحہ میں بجھ جانا، شام اور کوفہ کے درمیان وادی "سماوہ" کی خشک ندی کا اچانک جاری ہو جانا، حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی والدہ کے بدن سے ایک ایسے نور کا نکلنا جس سے "بُصریٰ" کے محل روشن ہو گئے۔ یہ سب واقعات اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں جو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تشریف آوری سے پہلے ہی "بشارت" بن کر عالمِ کائنات کو سرورِ دوجہاں صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی آمد کی خوشخبری دینے لگے۔

ولادت باسعادت:

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تاریخِ ولادت سے متعلق مختلف اقوال ہیں، ان میں سے مشہور قول یہی ہے کہ اصحابِ فیل کے واقعہ سے 55 دن بعد 12 ربیع الاول مطابق 20 اپریل 571ء کو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، پاکیزہ بدن، ناف بریدہ، ختنہ کئے اور خوشبو میں بسے ہوئے، مکہ مکرمہ کی مقدس سرزمین پر اپنے والد ماجد کے مکان عالیشان میں جلوہ گر ہوئے اور پیدا ہوتے ہی سجدہ فرمایا۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چچا ابولہب کی لونڈی "ثُویبہ" خوشی میں دوڑتی ہوئی گئی اور ابولہب کو بھتیجا پیدا ہونے کی خوشخبری دی تو اُس نے اِس خوشی میں شہادت کی انگلی کے اشارہ سے "ثُویبہ" کو آزاد کر دیا جس کا ثمرہ ابولہب کو یہ ملا کہ اس کی موت کے بعد اس کے گھر والوں نے اسے خواب میں دیکھا اور حال پوچھا، تو اس نے اپنی انگلی اٹھا کر کہا: تم لوگوں سے جدا ہونے کے بعد مجھے کچھ (کھانے پینے کو) نہیں ملا سوائے اس کے کہ "ثُویبہ" کو آزاد کرنے کی وجہ سے اس

---

[1]...بخاری، کتاب بدء الوحی، ۱/۱۰، حدیث: ۷۔

انگلی کے ذریعہ کچھ پانی پلا دیا جاتا ہوں۔[1]

سُبْحَانَ اللہ! حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ولادت کی خوشی منانے پر ابولہب جیسا ازلی بد بخت اور بد ترین کافر بھی اچھا صلہ ملنے سے محروم نہ رہا تو اس مسلمان کا کیا حال ہوگا جو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محبت سے سرشار ہو کر شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے ولادتِ مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خوشی منائے اور اپنا مال خرچ کرے گا۔

نام مبارک:

جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ولادت ہوئی اس وقت آپ کے دادا حضرت عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ طوافِ کعبہ میں مشغول تھے۔ خوشخبری سن کر آپ خوشی خوشی حرمِ کعبہ سے اپنے گھر آئے اور والہانہ جوشِ محبت میں اپنے پوتے کو سینے سے لگالیا۔ پھر کعبہ میں لے جاکر خیر وبرکت کی دعا مانگی اور "محمد" نام رکھا۔[2]

دودھ پینے کا زمانہ:

سب سے پہلے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ابولہب کی لونڈی "ثویبہ" کا دودھ نوش فرمایا، پھر اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کے دودھ سے سیراب ہوتے رہے، پھر حضرت حلیمہ سعدیہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا آپ کو اپنے ساتھ لے گئیں اور اپنے قبیلہ میں رکھ کر آپ کو دودھ پلاتی رہیں اور انہیں کے پاس آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دودھ پینے کا زمانہ گزرا۔[3]

بچپن کی ادائیں:

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا جھولا فرشتوں کے ہلانے سے ہلتا اور جھولے میں چاند کی طرف انگلی اٹھا کر جس طرف اشارہ فرماتے چاند اسی طرف جھک جاتا تھا۔

چاند جھک جاتا جدھر اٹھتی تھی انگلی مہد میں　　　کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

بچوں کی عادت کے مطابق کبھی بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کپڑوں میں بول و براز نہیں فرمایا، بلکہ ہمیشہ

---

1 ...بخاری، کتاب النکاح، باب وامہاتکم ... الخ، ۳/ ۴۳۲، حدیث: ۵۱۰۱، ملتقطاً۔　　2 ...سیرت مصطفٰی، ص۷۱۔

3 ...مدارج النبوۃ، ۲/ ۱۸-۱۹، ملخصاً۔

ایک معین وقت پر رفعِ حاجت فرماتے۔ جب آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے پاؤں پر چلنے کے قابل ہوئے تو باہر نکل کر بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھتے مگر خود کھیل کود میں شریک نہ ہوتے۔ لڑکے آپ کو کھیلنے کے لئے بلاتے تو آپ فرماتے: مجھے کھیلنے کے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔

پرورش:

جب حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرت حلیمہ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا کے گھر سے مکہ مکرمہ پہنچ گئے اور اپنی والدہ محترمہ کے پاس رہنے لگے تو آپ کے والد ماجد کی باندی حضرت اُمِّ ایمن رَضِیَ اللہُ عَنْھَا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خاطر داری اور خدمت گزاری کرتیں، یہی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو کھانا کھلاتی، کپڑے پہناتی اور آپ کے کپڑے دھویا کرتی تھیں۔

جب حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عمر شریف 6 سال کی ہو گئی تو آپ کی والدہ ماجدہ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ساتھ لے کر مدینۂ منورہ تشریف لے گئیں۔ حضرت اُمِّ ایمن رَضِیَ اللہُ عَنْھَا بھی اس سفر میں آپ کے ساتھ تھیں، وہاں سے واپسی پر "ابواء" نامی گاؤں میں حضرت آمنہ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا کی وفات ہو گئی اور وہیں ان کی تدفین ہوئی۔ حضرت اُمِّ ایمن رَضِیَ اللہُ عَنْھَا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو مکۂ مکرمہ لائیں اور حضرت عبد المطلب کے سپرد کر دیا۔ دادا جان نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اپنی آغوشِ تربیت میں انتہائی شفقت و محبت کے ساتھ پالا اور حضرت اُمِّ ایمن رَضِیَ اللہُ عَنْھَا بھی آپ کی خدمت کرتی رہیں۔ جب آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عمر مبارک 8 سال کی ہو گئی تو حضرت عبد المطلب کا بھی انتقال ہو گیا۔ ان کی وفات کے بعد آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چچا ابو طالب نے آپ کو اپنی آغوشِ تربیت میں لے لیا اور حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نیک خصلتوں اور دل لبھا دینے والی بچپن کی پیاری پیاری اداؤں نے ابو طالب کو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا گرویدہ بنا دیا۔ ابو طالب کا بیان ہے کہ میں نے کبھی بھی نہیں دیکھا کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کسی وقت بھی کوئی جھوٹ بولے ہوں، یا کبھی کسی کو دھوکہ دیا ہو، یا کبھی کسی کو کوئی ایذا پہنچائی ہو، یا بیہودہ لڑکوں کے پاس کھیلنے کے لئے گئے ہوں، یا کبھی کوئی خلافِ تہذیب بات کی ہو۔ ہمیشہ انتہائی خوش اخلاق، نیک اطوار، نرم گفتار، بلند کردار اور اعلیٰ درجہ کے پارسا اور پرہیز گار رہے۔

کاروباری مصروفیت:

تجارت آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا خاندانی پیشہ تھا، 13 سال کی عمر میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پہلی بار اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ ملکِ شام کا تجارتی سفر فرمایا، جبکہ تقریباً 25 سال کی عمر میں بغرضِ تجارت حضرتِ خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کا مال لے کر اُن کے غلام میسرہ کے ساتھ ملکِ شام کا دوسرا سفر اختیار کیا اور خوب نفع کما کر واپس تشریف لائے۔

جوانی میں غیر معمولی کردار:

حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بچپن کا زمانہ ختم ہوا اور جوانی کا زمانہ آیا تو بچپن کی طرح آپ کی جوانی بھی عام لوگوں سے نرالی تھی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا شباب مجسم حیا اور چال چلن عصمت و وقار کا کامل نمونہ تھا۔ اعلانِ نبوت سے پہلے بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ذات مبارکہ بہترین اخلاق و عادات کا مجموعہ تھی۔ سچائی، دیانتداری، وفاداری، عہد کی پابندی، بزرگوں کی عظمت، چھوٹوں پر شفقت، رشتہ داروں سے محبت، رحم و سخاوت، قوم کی خدمت، دوستوں سے ہمدردی، عزیزوں کی غمخواری، غریبوں اور مفلسوں کی خبر گیری، دشمنوں کے ساتھ نیک برتاؤ، مخلوق خدا کی خیر خواہی، غرض تمام نیک خصلتوں اور اچھی اچھی باتوں میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اتنی بلند منزل پر پہنچے ہوئے تھے کہ دنیا کے بڑے سے بڑے انسانوں کیلئے وہاں تک رسائی ممکن نہیں ہے۔ کم بولنا، فضول باتوں سے بچنا، خندہ پیشانی اور خوش روئی کے ساتھ دوستوں اور دشمنوں سے ملنا، ہر معاملہ میں سادگی اور صفائی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا خاص شیوہ تھا۔ حرص، طمع، دغا، فریب، جھوٹ اور دیگر اخلاقی و معاشرتی خرابیوں سے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ذات گرامی پاک صاف رہی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی راست بازی اور امانت و دیانت کا لوگوں میں شہرہ تھا اور مکہ کے ہر چھوٹے بڑے کے دل میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے برگزیدہ اخلاق کا اعتبار اور سب کی نظروں میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ایک خاص وقار تھا۔

نکاح وازواجِ مطہرات:

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے چار سے زائد نکاح فرمائے اور یہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خصوصیت ہے، کسی امتی کے لیے ایک ہی وقت میں چار سے زائد عورتوں سے نکاح حلال نہیں۔ پہلا نکاح پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا سے فرمایا اور جب تک وہ حیات رہیں دوسرا نکاح نہ فرمایا، ان کی وفات کے بعد مزید ان خواتین کو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ازواج مطہرات بننے کا شرف حاصل ہوا (1) حضرتِ سودہ (2) حضرتِ عائشہ (3) حضرتِ حفصہ

(4)حضرتِ اُمِّ سَلَمہ (5)حضرتِ اُمِّ حبیبہ (6) حضرت زینب بنتِ جَحش (7)حضرتِ زینب بنتِ خُزیمہ (8) حضرت میمونہ(9)حضرتِ جُویریہ (10) حضرتِ صَفیّہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُنَّ۔ان کے علاوہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تین باندیاں بھی تھیں جن کے نام یہ ہیں:(1)حضرتِ ماریہ قِبطِیّہ (2) حضرتِ ریحانہ (3)حضرتِ نفیسہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُنَّ۔

اولاد:

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے تین شہزادے:(1)حضرت قاسم(2)حضرت عبدُاللہ اور (3)حضرت ابراہیم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم اور چار شہزادیاں تھیں:(1)حضرتِ زینب (2) حضرتِ رُقیّہ(3)حضرتِ اُمِّ کُلثوم(4)حضرتِ فاطمۃُ الزّہراء رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُنَّ۔آپ کی تمام اولاد مبارک حضرتِ خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا سے ہوئی البتہ حضرتِ ابراہیم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ حضرتِ ماریہ قبطیہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کے شکمِ اطہر سے پیدا ہوئے۔

عبادت وریاضت اور پہلی وحی کا نزول:

جب حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مقدس زندگی کا چالیسواں سال شروع ہوا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا مزاج مبارک خلوت پسند ہو گیا اورآپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تنہائی میں جاکر خدا کی عبادت میں زیادہ سے زیادہ وقت گزارنے لگے۔ تفکر و تدبر بڑھ گیا نیز آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اچھے اچھے خواب نظر آنے لگے اور آپ کا ہر خواب اتنا سچا ہوتا کہ خواب میں جو کچھ دیکھتے اس کی تعبیر صبحِ صادق کی طرح روشن ہو کر ظاہر ہو جایا کرتی تھی۔

مکۂ مکرمہ سے تقریباً تین میل کی دوری پر ”جبلِ حراء“ نامی پہاڑ کے اُوپر ایک غار ہے جسے ”غارِ حراء“ کہتے ہیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اکثر کئی کئی دنوں کا کھانا پانی ساتھ لے کر اس غار کے پرسکون ماحول کے اندر خدا کی عبادت میں مصروف رہا کرتے،جب کھانا پانی ختم ہو جاتا تو کبھی خود گھر پر آکر لے جاتے اور کبھی حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کھانا پانی غار میں پہنچا دیا کرتی تھیں۔اسی غار میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر پہلی وحی نازل ہوئی۔ آج بھی یہ نورانی غار اپنی اصلی حالت میں موجود اور زیارت گاہ خلائق ہے۔

اِعلانِ نبوت ودعوتِ اِسلام:

چالیس سال کی عمر میں ہی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِعلانِ نبوت فرمایا، پھر تین سال تک پوشیدہ طور پر تبلیغِ اسلام کا فریضہ سرانجام دیتے رہے، خواتین میں سب سے پہلے آپ کی زوجہ حضرت خدیجۃُ الکبریٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا ، مَردوں

میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ اور بچوں میں سب سے پہلے حضرت علیُّ المرتضیٰ شیر خدا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ اسلام لائے، پھر حضرت عثمانِ غنی، حضرت زبیر بن عوام، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی و قاص حضرت طلحہ بن عُبَیدُ اللہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم بھی دامنِ اِسلام میں آگئے۔ تین سال کے بعد آپ نے رب تعالیٰ کے حکم سے اپنے قبیلے والوں کو جمع کر کے دعوتِ اسلام دی اور عذابِ الٰہی سے ڈرایا، لیکن انہوں نے دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور ناراض ہو کر نہ صرف چلے گئے بلکہ آپ کے خلاف اَول فَول بکنے لگے۔

اعلانیہ دعوتِ اسلام اور کفار کا ظلم و ستم:

اِعلانِ نبوت کے چوتھے سال آپ علانیہ طور پر دینِ اسلام کی تبلیغ اور شرک و بت پرستی کی کھلم کھلا برائی بیان فرمانے لگے جس کی وجہ سے کفار آپ کی مخالفت پر کمربستہ ہوگئے۔ یہ لوگ خاندان بنو ہاشم کے انتقام اور لڑائی بھڑک اٹھنے کے خوف سے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو شہید تو نہ کر سکے لیکن طرح طرح کی تکلیفوں اور ایذا رسانیوں سے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ظلم و ستم کا پہاڑ توڑنے لگے۔ چنانچہ سب سے پہلے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے کاہن، جادوگر، شاعر، مجنون ہونے کا پروپیگنڈہ کرنے لگے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پیچھے شریر لڑکوں کا غول لگا دیا جو راستوں میں آپ پر پھبتیاں کستے، گالیاں دیتے اور یہ دیوانہ ہے، یہ دیوانہ ہے، کا شور مچا مچا کر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اوپر پتھر پھینکتے۔ کبھی کفارِ مکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے راستوں میں کانٹے بچھاتے اور کبھی دھکے دیتے۔ رحمتِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ ساتھ غریب مسلمانوں پر بھی کفار مکہ نے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے۔

ہجرتِ حبشہ:

کفار مکہ نے جب اپنے ظلم و ستم سے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا تو حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مسلمانوں کو "حبشہ" جا کر پناہ لینے کا حکم دیا۔ حبشہ کے بادشاہ کا نام "اَصحمہ" اور لقب "نجاشی" تھا۔ یہ عیسائی دین کا پابند مگر بہت ہی انصاف پسند اور رحم دل تھا اور تورات و انجیل وغیرہ آسمانی کتابوں کا بہت ہی ماہر عالم تھا۔ اعلانِ نبوت کے پانچویں سال رجب کے مہینے میں گیارہ مرد اور چار خواتین نے حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ یہاں کفار مکہ کے مسلمان ہونے کی خبر سن کر کچھ حضرات واپس مکہ آئے لیکن خبر غلط نکلی، جس کے بعد کچھ دوبارہ حبشہ چلے گئے اور کچھ مکہ میں ہی روپوش ہوگئے جنہیں کفار مکہ نے ڈھونڈ نکالا اور پہلے سے بھی زیادہ ان پر ظلم و ستم کرنے لگے، پھر کچھ عرصہ بعد حبشہ سے واپس

آنے والے اور دیگر مظلوم مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی، یہ کل 83 مرد اور 18 خواتین تھیں۔

شعبِ ابی طالب میں محصوری:

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چچا حضرت حمزہ اور حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کے قبولِ اسلام سے دِینِ اسلام کو بہت تقویت ملی، لیکن پھر بھی کفار کی مخالفت ختم نہ ہوئی بلکہ دن بدن بڑھتی ہی گئی۔ اعلانِ نبوت کے ساتویں سال کفار نے آپ کے خاندان والوں کا مکمل بائیکاٹ کر کے ایک پہاڑ کی گھاٹی تک محصور کر دیا جسے ”شعبِ ابی طالب“ کہا جاتا ہے۔ مسلسل تین سال تک حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور خاندان بنو ہاشم ہوش ربا مصائب کو جھیلتے رہے یہاں تک کہ خود قریش کے کچھ رحم دل لوگوں کو بنو ہاشم کی ان مصیبتوں پر رحم آگیا اور ان لوگوں نے اس ظالمانہ معاہدہ کو توڑنے کی تحریک اٹھائی جس کی ابو جہل نے مخالفت کی۔ آخر میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دی ہوئی غیبی خبر پر اس معاملے کا فیصلہ ہوا اور بنو ہاشم کو اس محصوری سے نجات ملی۔

غم کا سال:

حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ”شعب ابی طالب“ سے نکل کر اپنے گھر میں تشریف لائے اور چند ہی روز کفار قریش کے ظلم و ستم سے کچھ امان ملی تھی کہ گھاٹی سے باہر آنے کے آٹھ مہینے بعد ابو طالب کی وفات ہوگئی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قلب مبارک پر ابھی یہ زخم تازہ ہی تھا کہ ابو طالب کی موت کے تین یا پانچ دن بعد حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا بھی دنیا سے رحلت فرما گئیں۔ ابو طالب کی اور حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کی وفات سے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مددگار اور غمگسار دونوں ہی دنیا سے اٹھ گئے جس سے آپ کے قلبِ نازک پر اتنا عظیم صدمہ گزرا کہ آپ نے اس سال کا نام ”عامُ الحزن“ یعنی غم کا سال رکھ دیا۔

طائف وغیرہ کا سفر:

مکہ والوں کے عناد اور سرکشی کو دیکھتے ہوئے جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ان لوگوں کے ایمان لانے کی امید نظر نہ آئی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تبلیغ اسلام کے لئے مکہ کے قرب و جوار کی بستیوں کا رُخ کیا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں طائف کا بھی سفر فرمایا۔ اس سفر میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے غلام حضرت زید بن حارثہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہمراہ تھے۔ طائف میں بڑے بڑے مالدار اور رئیس لوگ رہتے تھے۔ ان رئیسوں میں

عمرو کا خاندان تمام قبائل کا سردار شمار کیا جاتا تھا۔ یہ لوگ تین بھائی تھے: عبدیالیل، مسعود، حبیب۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان تینوں کے پاس تشریف لے گئے اور اسلام کی دعوت دی۔ ان تینوں نے اسلام قبول نہ کیا بلکہ انتہائی بیہودہ اور گستاخانہ جواب دیا۔ ان بدنصیبوں نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ طائف کے شریر غنڈوں کو ابھارا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ برا سلوک کریں۔ چنانچہ یہ شریر گروہ ہر طرف سے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ٹوٹ پڑا اور یہ شرپسند آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر پتھر برسانے لگے یہاں تک کہ آپ کے مقدس پاؤں زخموں سے لہولہان ہو گئے اور آپ کے موزے اور نعلین مبارک خون سے بھر گئے۔ جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم زخموں سے بے تاب ہو کر بیٹھ جاتے تو یہ ظالم انتہائی بے دردی کے ساتھ آپ کا بازو پکڑ کر اٹھاتے اور جب آپ چلنے لگتے تو پھر آپ پر پتھروں کی بارش کرتے اور ساتھ ساتھ طعنہ زنی کرتے، گالیاں دیتے، تالیاں بجاتے اور ہنسی اڑاتے۔ حضرت زید بن حارثہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ دوڑ دوڑ کر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر آنے والے پتھروں کو اپنے بدن پر لیتے تھے اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بچاتے تھے یہاں تک کہ وہ بھی خون میں نہا گئے اور زخموں سے نڈھال ہو کر بے قابو ہو گئے۔ آخرکار آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انگور کے ایک باغ میں پناہ لی۔ یہ باغ مکہ کے ایک مشہور کافر عتبہ بن ربیعہ کا تھا۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ حال دیکھ کر عتبہ بن ربیعہ اور اس کے بھائی شیبہ بن ربیعہ کو آپ پر رحم آگیا اور کافر ہونے کے باوجود خاندانی حمیت نے جوش مارا۔ چنانچہ ان دونوں کافروں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اپنے باغ میں ٹھہرایا اور اپنے نصرانی غلام عداس کے ہاتھ سے آپ کی خدمت میں انگور کا ایک خوشہ بھیجا۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر خوشہ کو ہاتھ لگایا تو عداس تعجب سے کہنے لگا: اس اطراف کے لوگ تو یہ کلمہ نہیں بولا کرتے۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے دریافت فرمایا کہ تمہارا وطن کہاں ہے؟ عداس نے کہا: میں شہر نینویٰ کا رہنے والا ہوں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: وہ حضرت یونس بن متی عَلَیْہِ السَّلَام کا شہر ہے۔ وہ بھی میری طرح اللّٰہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے۔ یہ سن کر عداس آپ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا اور فوراً ہی آپ کا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

اہلِ مدینہ کا قبولِ اسلام:

حج کے موقع پر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مختلف علاقوں سے آئے ہوئے قبائل کو دعوتِ اسلام دیتے اور ہر سال کچھ لوگ اِسلام قبول کر لیتے۔ اعلان نبوت کے گیارہویں سال خزرج قبیلے کے 6 افراد نے اسلام قبول کیا، بارہویں

سال 12 اشخاص نے قبولِ اسلام کی سعادت حاصل کی اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بیعت ہوئے، تاریخ اسلام میں اس بیعت کا نام "بیعتِ عقبہ اولی" ہے۔ تیرہویں سال مدینے سے آئے ہوئے 72 افراد نے اِسلام قبول کیا اور بیعت کی، اسے "بیعتِ عقبہ ثانیہ" کہتے ہیں۔ اسلام قبول کرنے والوں نے واپس جاکر اپنے یہاں دعوتِ اسلام دینا شروع کردی اور رفتہ رفتہ شمعِ اسلام کی روشنی مدینہ سے قبا تک گھر گھر پھیل گئی۔

ہجرتِ مدینہ:

اعلانِ نبوت کے تیرہویں سال سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مسلمانوں کو ہجرت کرکے مدینۂ منورہ جانے کی اجازت عطا فرمائی اور بعد میں حضرتِ ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کے ساتھ خود بھی ہجرت کرکے وہاں تشریف لے گئے۔

مدنی حیاتِ طیبہ:

ہجرت کے بعد آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مدینۂ منورہ کو گیارہ سال شرفِ قیام بخشا، اِن سالوں پیش آنے والے مختلف اہم واقعات کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

پہلا سال: مسجدِ قُبا و مسجدِ نبوی کی تعمیر کی گئی ······ پہلا جمعہ ادا فرمایا ······ اذان و اقامت کی ابتدا ہوئی۔

دوسرا سال: قبلہ تبدیل ہوا، یعنی بیت المقدس کے بجائے خانۂ کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ······ رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے ······ نمازِ عیدین و قربانی کا حکم دیا گیا ······ حضرت فاطمہ زہرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کا حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کے ساتھ نکاح ہوا ······ مسلمانوں کو غزوۂ بدر میں فتحِ مبین حاصل ہوئی۔

تیسرا سال: کفار کے ساتھ غزوۂ اُحُد کا معرکہ ہوا ······ ایک قول کے مطابق اسی سال شراب کو حرام قرار دیا گیا۔

چوتھا سال: نمازِ خوف کا حکم نازل ہوا ······ حضرت امام حسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی ولادت ہوئی ······ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرتِ اُمِّ سلمہ اور حضرتِ زینب بنتِ جحش رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے نکاح فرمایا ······ نمازِ قصر اور پردے کا حکم نازل ہوا۔

پانچواں سال: آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرتِ جُوَیریہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا سے نکاح فرمایا ······ غزوۂ احزاب یعنی غزوۂ خندق اور غزوۂ بنی مُصطَلِق واقع ہوئے ······ تیمم کا حکم بھی اِسی سال نازل ہوا۔

چھٹا سال: صلح حدیبیہ اور بیعتِ رضوان واقع ہوئے ۔۔۔۔۔۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مختلف بادشاہوں کے نام اسلام کی دعوت پر مشتمل خطوط روانہ فرمائے ۔۔۔۔۔۔ حبشہ کے بادشاہ حضرت نَجاشی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے اِسلام قبول کیا۔ ۔۔۔۔۔۔ اسی سال آپ پر جادو کیا گیا اور اس کے توڑ کیلئے سورۂ فلق اور سورۂ ناس نازل ہوئیں۔

ساتواں سال: غزوۂ خیبر اور غزوۂ ذاتُ الرّقاع واقع ہوئے ۔۔۔۔۔۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرتِ اُمِّ حبیبہ، حضرتِ صَفیہ اور حضرتِ میمونہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُنَّ سے نکاح فرمایا ۔۔۔۔۔۔ حضرت علیُّ المرتضٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی نمازِ عصر کیلئے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دعا سے سورج واپس پلٹا۔

آٹھواں سال: آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لختِ جگر حضرت ابراہیم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی ولادت ہوئی ۔۔۔۔۔۔ غزوۂ حنین واقع ہوا ۔۔۔۔۔۔ مکۂ مکرّمہ فتح ہوا۔

نواں سال: شاہِ حبشہ حضرت نجاشی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کا وصال ہوا ۔۔۔۔۔۔ مختلف وُفود کی بارگاہِ رسالت میں حاضری ہوئی ۔۔۔۔۔۔ حج کی فرضیت کا حکم نازل ہوا ۔۔۔۔۔۔ غزوۂ تبوک واقع ہوا جس کیلئے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم نے دِل کھول کر مالی معاونت کی۔

دسواں سال: اللہ تعالٰی کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لخت جگر حضرت ابراہیم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کا وصال ہوا ۔۔۔۔۔۔ اسی سال آپ نے حج ادا فرمایا جسے حجۃُ الوداع کہا جاتا ہے۔

گیارہواں سال: ہجرت کے گیارہویں سال، 63 برس کی عمر میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا وِصالِ ظاہری ہوا اور حضرت عائشہ صِدّیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کے حجرے میں تدفین ہوئی۔

انبیاء عَلَیْهِمُ السَّلَام کی دعائیں

یہاں حصولِ برکت کے لیے انبیاء عَلَیْهِمُ السَّلَام کی اُن دعاؤں کو ایک جگہ ذکر کیا گیا ہے جن کا تذکرہ قرآنِ کریم میں موجود ہے۔ ان دعاؤں میں کچھ ایسی ہیں جنہیں ہم بھی مانگ سکتے ہیں اور کچھ ایسی ہیں جن کا تعلق مخصوص واقعے کے ساتھ ہے یا وہ انبیاء عَلَیْهِمُ السَّلَام کے ساتھ خاص ہیں۔

حضرت آدم عَلَیْهِ السَّلَام کی دعا:

رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا ٜ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ [1]

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اور اگر تو نے ہماری مغفرت نہ فرمائی اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو ضرور ہم نقصان والوں میں سے ہو جائیں گے۔

اہم بات: اِس آیت میں اپنی جانوں پر زیادتی کرنے سے مراد "گناہ کرنا" نہیں بلکہ اپنا نقصان کرنا ہے اور وہ اس طرح کہ جنت کی رہائش چھوڑ کر زمین پر آنا پڑا اور وہاں کی آرام کی زندگی کی جگہ یہاں مشقت کی زندگی اختیار کرنا پڑی۔

حضرت نوح عَلَیْهِ السَّلَام کی دعائیں:

(1):

اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ [2]

ترجمہ: میں مغلوب ہوں تو تو (میرا) بدلہ لے۔

(2):

رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ [3]

ترجمہ: اے میرے رب! میری مدد فرما کیونکہ انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے۔

(3):

رَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ كَذَّبُوْنِ ۚۖ فَافْتَحْ بَیْنِیْ وَ بَیْنَهُمْ فَتْحًا وَّ نَجِّنِیْ وَ مَنْ مَّعِیَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ [4]

ترجمہ: اے میرے رب! بیشک میری قوم نے مجھے جھٹلایا۔ تو مجھ میں اور ان میں پورا فیصلہ کردے اور

❶...پ۸، الاعراف: ۲۳۔ ❷...پ۲۷، القمر: ۱۰۔ ❸...پ۱۸، المؤمنون: ۲۶۔ ❹...پ۱۹، الشعراء: ۱۱۷، ۱۱۸۔

مجھے اور میرے ساتھ والے مسلمانوں کو نجات دے۔

:(4)

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ دَیَّارًا ﴿۲۶﴾ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ یُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَ لَا یَلِدُوْۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا [1]

ترجمہ: اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔ بیشک اگر تو انہیں چھوڑ دے گا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کردیں گے اور یہ اولاد بھی ایسی ہی جنیں گے جو بدکار، بڑی ناشکری ہوگی۔

:(5)

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِؕ وَ لَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا [2]

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے اور میرے ماں باپ کو اور میرے گھر میں حالتِ ایمان میں داخل ہونے والے کو اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کو بخش دے اور کافروں کی تباہی میں اضافہ فرمادے۔

:(6)

رَبِّ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْــٴَـلَكَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌؕ وَ اِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَ تَرْحَمْنِیْۤ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ [3]

ترجمہ: اے میرے رب! میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے وہ چیز مانگوں جس کا مجھے علم نہیں اور اگر تو میری مغفرت نہ فرمائے اور مجھ پر رحم نہ فرمائے تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔

حضرت ہود عَلَیْهِ السَّلَام کی دعا:

رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ [4]

ترجمہ: اے میرے رب! میری مدد فرما کیونکہ انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے۔

---

❶...پ۲۹، نوح: ۲۶، ۲۷۔ ❷...پ۲۹، نوح: ۲۸۔ ❸...پ۱۲، ھود: ۴۷۔ ❹...پ۱۸، المؤمنون: ۲۶۔

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی دعائیں:

:(1)

رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ[1]

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے حکمت عطا کر اور مجھے ان سے ملادے جو تیرے خاص قرب کے لائق بندے ہیں۔

اہم بات: یہاں "حکم" سے مراد علم یا حکمت ہے اور قرب کے لائق خاص بندوں سے مراد انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام ہیں۔

:(2)

وَ اجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ[2]

ترجمہ: اور بعد والوں میں میری اچھی شہرت رکھ دے۔

:(3)

وَ اجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ[3]

ترجمہ: اور مجھے ان میں سے کردے جو چین کے باغوں کے وارث ہیں۔

اہم بات: انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی طلبِ جنت کی دعائیں در حقیقت اللہ تعالیٰ کے دیدار، ملاقات، قرب، رضائے الٰہی اور انعاماتِ الٰہیہ کے لئے تھیں کیونکہ جنت ان تمام چیزوں کے حصول کا مقام ہے۔ جنت کی دعا مانگنا انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کی سنت ہے۔

:(4)

وَ لَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ ﴿۸۷﴾ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ[4]

ترجمہ: اور مجھے اس دن رسوا نہ کرنا جس دن سب اٹھائے جائیں گے۔ جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ بیٹے۔ مگر وہ جو اللہ کے حضور سلامت دل کے ساتھ حاضر ہوگا۔

---

❶...پ۱۹، الشعراء: ۸۳۔ ❷...پ۱۹، الشعراء: ۸۴۔ ❸...پ۱۹، الشعراء: ۸۵۔ ❹...پ۱۹، الشعراء: ۸۷-۸۹۔

اہم بات: حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا قیامت کے دن کی رسوائی سے پناہ مانگنا بھی لوگوں کی تعلیم کے لئے ہے تاکہ وہ اس کی فکر کریں اور قیامت کی رسوائی سے بچنے کی کوشش کرنے کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں اس کے لئے دعا بھی مانگیں۔

:(5)

رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ [1]

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے نیک اولاد عطا فرما۔

اہم بات: نیک اولاد کی دعا کرنا سنتِ ابراہیمی ہے، لہٰذا جب بھی حصولِ اولاد کی دعا مانگیں تو نیک اولاد کی دعا مانگا کریں۔

:(6)

رَبَّنَاۤ اِنِّیْۤ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْىٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْۤ اِلَیْهِمْ وَ ارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ [2]

ترجمہ: اے ہمارے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد کو تیرے عزت والے گھر کے پاس ایک ایسی وادی میں ٹھہرایا ہے جس میں کھیتی نہیں ہوتی۔ اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم رکھیں تو تو لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کردے اور انہیں پھلوں سے رزق عطا فرما تاکہ وہ شکر گزار ہو جائیں۔

:(7)

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّاؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ [3]

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرما، بیشک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔

اہم بات: نیک عمل کرکے اس کی قبولیت کی دعا کرنا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی سنت ہے، ہمیں بھی چاہئے کہ نیک اعمال کے بعد ان کے قبول ہونے کی دعا مانگا کریں۔

:(8)

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّ ارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ [4]

ترجمہ: اے میرے رب اس شہر کو امن والا بنادے اور اس میں رہنے والے جو اللہ اور آخرت کے دن پر

❶...پ۲۳، الصّٰفّٰت:۱۰۰۔ ❷...پ۱۳، ابراھیم:۳۷۔ ❸...پ۱، البقرۃ:۱۲۷۔ ❹...پ۱، البقرۃ:۱۲۶۔

ایمان رکھتے ہوں انہیں مختلف پھلوں کا رزق عطا فرما۔

:(9)

رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ۪ وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ تُبْ عَلَیْنَاۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ [1]

ترجمہ: اے ہمارے رب:اور ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار رکھ اور ہماری اولاد میں سے ایک ایسی امت بنا جو تیری فرمانبردار ہو اور ہمیں ہماری عبادت کے طریقے دکھادے اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرمابیشک توہی بہت توبہ قبول کرنے والامہربان ہے۔

:(10)

رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ یُزَكِّیْهِمْؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ [2]

ترجمہ: اے ہمارے رب! اور ان کے درمیان انہیں میں سے ایک رسول بھیج جواِن پر تیری آیتوں کی تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب پاکیزہ فرمادے۔ بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

اہم بات: یہ دعا نبی آخر الزماں صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے متعلق تھی جو قبول ہوئی اور ان دونوں بزرگوں کی نسل میں حضور پرنور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تشریف آوری ہوئی۔

:(11)

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّ اجْنُبْنِیْ وَ بَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِۚ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْۚ وَ مَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ [3]

ترجمہ: اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنادے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی عبادت کرنے سے بچائے رکھ۔ اے میرے رب! بیشک بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا تو جو میرے پیچھے چلے

---

[1]...پ۱، البقرۃ:۱۲۸۔ [2]...پ۱، البقرۃ:۱۲۹۔ [3]...پ۱۳، ابراھیم:۳۵، ۳۶۔

تو بیشک وہ میرا ہے اور جو میری نافرمانی کرے تو بیشک تو بخشنے والا مہربان ہے۔

(12):

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ ۖ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ[1]

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے اور کچھ میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا رکھ، اے ہمارے رب اور میری دعا قبول فرما۔ اے ہمارے رب! مجھے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو بخش دے جس دن حساب قائم ہوگا۔

اہم بات: حضرت ابراہیم عَلَیْهِ السَّلَام کو چونکہ بعض افراد کے بارے میں اللہ تعالٰی کے بتانے سے معلوم ہو چکا تھا کہ وہ کافر ہوں گے اس لئے آپ عَلَیْهِ السَّلَام نے اپنی بعض اولاد کے لئے نمازوں کی پابندی اور محافظت کی دعا کی۔[2] نیز علماء فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ماں باپ سے حضرت ابراہیم عَلَیْهِ السَّلَام کے حقیقی والدین مراد ہیں اور وہ دونوں مومن تھے اسی لئے حضرت ابراہیم عَلَیْهِ السَّلَام نے ان کے لئے دعا فرمائی۔

حضرت لوط عَلَیْهِ السَّلَام کی دعائیں:

(1):

رَبِّ نَجِّنِیْ وَ اَهْلِیْ مِمَّا یَعْمَلُوْنَ[3]

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کے اعمال سے محفوظ رکھ۔

(2):

رَبِّ انْصُرْنِیْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَ[4]

ترجمہ: اے میرے رب! ان فسادی لوگوں کے مقابلے میں میری مدد فرما۔

---

❶...پ۱۳، ابراھیم: ۴۰، ۴۱۔ ❷... مدارک، ابراھیم، تحت الآیۃ: ۴۰، ص ۵۷۲-۵۷۳۔ ❸...پ۱۹، الشعراء: ۱۶۹۔

❹...پ۲۰، العنکبوت: ۳۰۔

حضرت یوسف عَلَیْهِ السَّلَام کی دعائیں:

:(1)

رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَیْهِۚ وَ اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَ اَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ [1]

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے اس کام کی بجائے قید خانہ پسند ہے جس کی طرف یہ مجھے بلا رہی ہیں اور اگر تو مجھ سے ان کا مکر و فریب نہ پھیرے گا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور میں نادانوں میں سے ہو جاؤں گا۔

:(2)

رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَ عَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ۫ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ [2]

ترجمہ: اے میرے رب! بیشک تو نے مجھے ایک سلطنت دی اور مجھے خوابوں کی تعبیر نکالنا سکھادیا۔ اے آسمانوں اور زمین کے بنانے والے! تو دنیا اور آخرت میں میرا مددگار ہے، مجھے اسلام کی حالت میں موت عطا فرما اور مجھے اپنے قرب کے لائق بندوں کے ساتھ شامل فرما۔

اہم بات: اس آیت میں حضرت یوسف عَلَیْهِ السَّلَام نے جو اسلام کی حالت میں موت عطا ہونے کی دعا مانگی، ان کی یہ دعا دراصل امت کی تعلیم کے لئے ہے کہ وہ حسنِ خاتمہ کی دعا مانگتے رہیں۔

حضرت ایوب عَلَیْهِ السَّلَام کی دعائیں:

:(1)

اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ [3]

ترجمہ: بیشک مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

:(2)

اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّ عَذَابٍ [4]

ترجمہ: مجھے شیطان نے تکلیف اور ایذا پہنچائی ہے۔

---

❶...پ۱۲، یوسف: ۳۳۔ ❷...پ۱۳، یوسف: ۱۰۱۔ ❸...پ۱۷، الانبیآء: ۸۳۔ ❹...پ۲۳، ص: ۴۱۔

حضرت یونس عَلَیْهِ السَّلَام کی دعا:

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ﳓ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ [1]

ترجمہ: تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہر عیب سے پاک ہے، بیشک مجھ سے بے جا ہوا۔

اہم بات: رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: حضرت یونس عَلَیْهِ السَّلَام نے مچھلی کے پیٹ میں جب دعا مانگی تو یہ کلمات کہے ”لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ“ جو مسلمان ان کلمات کے ساتھ کسی مقصد کے لئے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماتا ہے۔ [2]

حضرت شعیب عَلَیْهِ السَّلَام کی دعا:

رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ [3]

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہم میں اور ہماری قوم میں حق کے ساتھ فیصلہ فرمادے اور تو سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔

حضرت موسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام کی دعائیں:

:(1)

آپ عَلَیْهِ السَّلَام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی:

رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ [4]

ترجمہ: اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر زیادتی کی تو تو مجھے بخش دے۔

اہم بات: حضرت موسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام کا یہ کلام عاجزی اور انکساری کے طور پر ہے کیونکہ آپ عَلَیْهِ السَّلَام سے کوئی معصیت سرزد نہیں ہوئی۔

:(2)

رَبِّ بِمَاۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِیْرًا

ترجمہ: اے میرے رب! تو نے میرے اوپر جو

1...پ۱۷، الانبیاء: ۸۷۔ 2...ترمذی، کتاب الدعوات، ۸۱-باب، ۵/۳۰۲، حدیث: ۳۵۱۶۔ 3...پ۹، الاعراف: ۸۹۔ 4...پ۲۰، القصص: ۱۶۔

لِّلْمُجْرِمِیْنَ [1] — احسان کیا ہے اس کی قسم کہ اب ہرگز میں مجرموں کا مددگار نہ ہوں گا۔

یعنی اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، جیسا کہ میری تقصیر کی بخشش فرماکر تو نے میرے اوپر احسان کیا ہے تو اب مجھ پر یہ کرم بھی فرما کہ مجھے فرعون کی صحبت اور اس کے یہاں رہنے سے بھی بچا کیونکہ اس کے ہمراہ رہنے والوں میں شمار کیا جانا بھی ایک طرح کا مددگار ہونا ہے اور ہرگز میں مجرموں کا مددگار نہ ہوں گا۔[2]

:(3)

رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ [3] — **ترجمہ**: اے میرے رب! مجھے ظالموں سے نجات دیدے۔

:(4)

رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ [4] — **ترجمہ**: اے میرے رب! میں اس خیر (کھانے) کی طرف محتاج ہوں جو تو میرے لیے اتارے۔

:(5)

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ﴿۲۵﴾ وَ یَسِّرْ لِیْۤ اَمْرِیْ ﴿۲۶﴾ وَ احْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ ﴿۲۷﴾ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ [5] — **ترجمہ**: اے میرے رب! میرے لیے میرا سینہ کھول دے۔ اور میرے لیے میرا کام آسان فرمادے۔ اور میری زبان کی گرہ کھول دے۔ تاکہ وہ میری بات سمجھیں۔

مزید عرض کی:

وَ اجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ اَخِی ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِیْ ﴿۳۱﴾ وَ اَشْرِكْهُ فِیْۤ اَمْرِیْ ﴿۳۲﴾ كَیْ نُسَبِّحَكَ كَثِیْرًا ﴿۳۳﴾ وَّ نَذْكُرَكَ كَثِیْرًا ﴿۳۴﴾ — **ترجمہ**: اور میرے لیے میرے گھر والوں میں سے ایک وزیر کردے۔ میرے بھائی ہارون کو۔ اس کے ذریعے میری کمر مضبوط فرما۔ اور اسے میرے کام میں

---

1 ...پ۲۰، القصص:۱۷۔
2 ...مدارک، القصص، تحت الآیۃ:۱۷، ص۸٦۴۔
3 ...پ۲۰، القصص:۲۱۔
4 ...پ۲۰، القصص:۲۴۔
5 ...پ۱٦، طٰہٰ:۲۵-۲۸۔

اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا [1]

شریک کردے۔ تاکہ ہم بکثرت تیری پاکی بیان کریں۔ اور بکثرت تیرا ذکر کریں۔ بیشک تو ہمیں دیکھ رہا ہے۔

:(6)

رَبَّنَاۤ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّ اَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ [2]

ترجمہ: اے ہمارے رب! تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں آرائش اور مال دیدیا، اے ہمارے رب! تاکہ وہ تیرے راستے سے بھٹکا دیں۔ اے ہمارے رب! ان کے مال برباد کردے اور ان کے دلوں کو سخت کردے تاکہ وہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔

:(7)

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ۖ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ [3]

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرمااور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔

:(8)

رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾ وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَاۤ اِلَيْكَ [4]

ترجمہ: اے میرے رب! اگر تو چاہتا تو پہلے ہی انہیں اور مجھے ہلاک کردیتا۔ کیاتو ہمیں اس کام کی وجہ سے ہلاک فرمائے گاجو ہمارے بے عقلوں نے کیا۔ یہ تو نہیں ہے مگر تیری طرف سے آزمانا تو اس کے ذریعے جسے چاہتاہے گمراہ کرتاہے اور جسے چاہتاہے ہدایت دیتا ہے۔ تو ہمارا مولیٰ ہے، تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم

---

[1] ...پ۱۶، طٰہٰ: ۲۹-۳۵۔ [2] ...پ۱۱، یونس: ۸۸۔ [3] ...پ۹، الاعراف: ۱۵۱۔ [4] ...پ۹، الاعراف: ۱۵۵، ۱۵۶۔

فرما اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔ اور ہمارے لیے اس دنیا میں اور آخرت میں بھلائی لکھ دے، بیشک ہم نے تیری طرف رجوع کیا۔

:(9)

رَبِّ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِیْ وَ اَخِیْ فَافْرُقْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ [1]

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے صرف اپنی جان اور اپنے بھائی کا اختیار ہے تو تو ہمارے اور نافرمان قوم کے درمیان جدائی ڈال دے۔

حضرت سلیمان عَلَیْهِ السَّلَام کی دعائیں:

:(1)

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَ هَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ [2]

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو بیشک تو ہی بہت عطا فرمانے والا ہے۔

اہم بات: علامہ ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی رَحْمَةُ اللہِ عَلَیْه فرماتے ہیں: (مستحب کاموں کے نہ کرسکنے پر بھی) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی اور انکساری کا اظہار کر کے اس پر مغفرت طلب کرنا انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ السَّلَام اور صالحین کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک ادب ہے تاکہ ان کے مقام و مرتبہ میں ترقی ہو۔ [3]

:(2)

رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ [4]

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیرے اس احسان کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیا اور (مجھے توفیق دے) کہ میں وہ نیک کام کروں جس پر تو راضی ہو اور مجھے اپنی رحمت

---

[1] ...پ۶، المائدۃ: ۲۵۔ [2] ...پ۲۳، ص: ۳۵۔ [3] ... البحر المحیط، ص، تحت الآیۃ: ۳۵، ۷/۳۸۱۔ [4] ...پ۱۹، النمل: ۱۹۔

سے اپنے ان بندوں میں شامل کر جو تیرے خاص قرب کے لائق ہیں۔

حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام کی دعائیں:

(1):

رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةًۚ اِنَّكَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ [1]

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے اپنی بارگاہ سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بیشک تو ہی دعا سننے والا ہے۔

(2):

رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَ اشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا وَّ لَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآىٕكَ رَبِّ شَقِیًّا ﴿۴﴾ وَ اِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَ كَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا ﴿۵﴾ یَّرِثُنِیْ وَ یَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ ۗۖ وَ اجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا [2]

ترجمہ: اے میرے رب! بیشک میری ہڈی کمزور ہوگئی اور سر نے بڑھاپے کا شعلہ چمکا دیا ہے (بوڑھا ہوگیا ہوں) اور اے میرے رب! میں تجھے پکار کر کبھی محروم نہیں رہا۔ اور بیشک مجھے اپنے بعد اپنے رشتے داروں کا ڈر ہے اور میری بیوی بانجھ ہے، تو مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا وارث عطا فرما دے۔ جو میرا جانشین ہو اور یعقوب کی اولاد کا وارث ہو اور اے میرے رب! اسے پسندیدہ بنا دے۔

(3):

رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ [3]

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب سے بہتر وارث ہے۔

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا:

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَاۤ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآىٕدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا وَ اٰیَةً

ترجمہ: اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے ایک دسترخوان اُتار دے جو ہمارے لئے اور

[1]...پ۳، آل عمران: ۳۸۔ [2]...پ۱۶، مریم: ۴-۶۔ [3]...پ۱۷، الانبیاء: ۸۹۔

مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ (1)

ہمارے بعد میں آنے والوں کے لئے عید اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو جائے اور ہمیں رزق عطا فرما اور تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

1...پ۷، المائدۃ:۱۱۴۔

ماٰخذومراجع

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / مؤلف	مطبوعات
*	قرآن مجید	کلام الٰہی	* * * *
*	عہد نامہ قدیم	* * * * * * *	* * * *
*	عہد نامہ جدید	* * * * * * *	* * * *
1	کنز العرفان	شیخ الحدیث والتفسیر ابو الصالح مفتی محمد قاسم قادری	مکتبۃ المدینہ، کراچی

کتب التفسیر وعلوم القرآن

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / مؤلف	مطبوعات
1	تفسیر طبری	امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
2	تفسیر ابن ابی حاتم	حافظ عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس رازی ابن ابی حاتم، متوفی ۳۲۷ھ	مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، ریاض ۱۴۱۷ھ
3	تاویلات اہل السنۃ	امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی، متوفی ۳۳۳ھ	پشاور، پاکستان
4	تفسیر سمرقندی	ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی، متوفی ۳۷۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۳ھ
5	تفسیر بغوی	امام ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی، متوفی ۵۱٦ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۴ھ
6	تفسیر کبیر	امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی، متوفی ٦۰٦ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ
7	تفسیر قرطبی	ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، متوفی ٦۷۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
8	تفسیر بیضاوی	ناصر الدین عبد اللہ بن ابو عمر بن محمد شیرازی بیضاوی، متوفی ٦۸۵ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
9	تفسیر مدارک	امام عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی، متوفی ۷۱۰ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
10	تفسیر خازن	علاء الدین علی بن محمد بغدادی، متوفی ۷۴۱ھ	مطبعہ میمنیہ، مصر ۱۳۱۷ھ
11	البحر المحیط	ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی، متوفی ۷۴۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
12	تفسیر ابن کثیر	ابو فداء اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی شافعی، متوفی ۷۷۴ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
13	تفسیر جلالین	امام جلال الدین محلی، متوفی ۸٦۳ھ وامام جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	کراچی
14	تفسیر در منثور	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۰۳ھ
15	تفسیر السراج المنیر	امام محمد بن احمد خطیب شربینی مصری، متوفی حدود ۹۷۷ھ	بولاق، مصر
16	تفسیر ابو سعود	علامہ ابو سعود محمد بن مصطفیٰ عمادی، متوفی ۹۸۲ھ	دار الفکر، بیروت

17	روح البیان	شیخ اسماعیل حقی بروسی، متوفی ۱۱۳۷ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۰۵ھ
18	تفسیر جمل	علامہ شیخ سلیمان جمل، متوفی ۱۲۰۴ھ	کراچی
19	تفسیر عزیزی (مترجم)	شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، متوفی ۱۲۳۹ھ	ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی
20	تفسیر صاوی	علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی خلوتی، متوفی ۱۲۴۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۱ھ
21	روح المعانی	ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی، متوفی ۱۲۷۰ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ
22	خزائن العرفان	صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ، کراچی
23	عجائب القرآن مع غرائب القرآن	مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی، متوفی ۱۴۰۶ھ	مکتبۃ المدینہ، کراچی

کتب الحدیث ومتعلقات

1	المصنف	ابو بکر محمد عبد الرزاق بن ہمام بن نافع صنعانی، متوفی ۲۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
2	المصنف	حافظ عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ کوفی عبسی، متوفی ۲۳۵ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
3	المسند	امام احمد بن محمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
4	بخاری	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
5	مسلم	امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ	دار ابن حزم، بیروت ۱۴۱۹ھ
6	ابن ماجہ	امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
7	ابو داؤد	امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱ھ
8	ترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
9	مسند البزار	امام ابو بکر احمد عمرو بن عبد الخالق بزار، متوفی ۲۹۲ھ	مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ ۱۴۲۴ھ
10	سنن نسائی	امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۶ھ
11	سنن الکبریٰ	امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۱ھ
12	نوادر الاصول	امام ابو عبد اللہ محمد بن علی الحکیم ترمذی، متوفی ۳۲۰ھ	مکتبۃ الامام بخاری، قاہرہ
13	معجم الاوسط	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
14	معجم الکبیر	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۲ھ
15	معجم الصغیر	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۳ھ

16	مستدرک	امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری، متوفی ۴۰۵ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
17	حلیۃ الاولیاء	حافظ ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی شافعی، متوفی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
18	شعب الایمان	امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
19	تاریخ بغداد	حافظ ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ
20	مسند الفردوس	ابو منصور شہر دار بن شیرویہ بن شہر دار دیلمی، متوفی ۵۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰٦ھ
21	ابن عساکر	امام ابو قاسم علی بن حسن شافعی، متوفی ۵۷۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ
22	الترغیب والترہیب	امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی منذری، متوفی ٦۵٦ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
23	الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان	علامہ امیر علاء الدین علی بن بلبان فارسی، متوفی ۷۳۹ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ
24	جمع الجوامع	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
25	جامع صغیر	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۵ھ
26	کنز العمال	علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری، متوفی ۹۷۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ

کتب شروح الحدیث

1	شرح نووی علی المسلم	امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ٦۷٦ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۱ھ
2	فتح الباری	حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۵ھ
3	عمدۃ القاری	امام بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۸ھ
4	ارشاد الساری	شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی، متوفی ۹۲۳ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۱ھ
5	مرقاۃ المفاتیح	علی بن سلطان محمد ہروی قاری حنفی، متوفی ۱۰۱۴ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
6	مرآۃ المناجیح	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	مکتبہ اسلامیہ، لاہور

کتب الفقہ

1	در مختار	علامہ علاء الدین محمد بن علی حصکفی، متوفی ۱۰۸۸ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
2	عالمگیری	علامہ ہمام مولانا شیخ نظام، متوفی ۱۱٦۱ھ وجماعۃ من علماء الہند	دار الفکر، بیروت ۱۴۰۳ھ
3	رد المحتار	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ

4	فتاوی رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	رضا فاؤنڈیشن، لاہور
5	بہار شریعت	مفتی محمد امجد علی اعظمی، متوفی ۱۳٦۷ھ	مکتبۃ المدینہ، کراچی
6	فتاوی فیض الرسول	مولانا مفتی جلال الدین امجدی، متوفی ۱۴۲۲ھ	شبیر برادرز، لاہور ۱۴۱۱ھ

کتب التصوف

1	الزہد	امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ	دار الغد الجدید، مصر ۱۴۲٦ھ
2	رسائل ابن ابی الدنیا	حافظ امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد قرشی، متوفی ۲۸۱ھ	مکتبۃ العصریہ، بیروت ۱۴۲٦ھ
3	الرسالۃ القشیریہ	امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری، متوفی ۴٦۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
4	احیاء علوم الدین	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	دار صادر، بیروت ۲۰۰۰ء
5	منہاج العابدین	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	مؤسسۃ السیروان، بیروت ۱۴۱٦ھ
6	مکاشفۃ القلوب	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
7	کتاب الکبائر	امام محمد بن احمد بن عثمان ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ	پشاور، پاکستان
8	الزواجر عن اقتراف الکبائر	امام احمد بن محمد بن علی بن حجر مکی ہیتمی، متوفی ۹۷۴ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۱۹ھ

کتب السیرت

1	دلائل النبوۃ	امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۳ھ
2	الروض الانف	ابو القاسم عبد الرحمٰن بن عبد اللہ خثعمی سہیلی، متوفی ۵۸۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
3	قصص الانبیاء	ابو فداء اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی شافعی، متوفی ۷۷۴ھ	دار الطباعۃ والنشر الاسلامیہ، مصر ۱۴۱۷ھ
4	الخصائص الکبریٰ	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
5	المواہب اللدنیۃ	امام شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی، متوفی ۹۲۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ
6	سبل الہدیٰ والرشاد	امام محمد بن یوسف صالحی شامی، متوفی ۹۴۲ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۸ھ
7	سیرت حلبیہ	امام ابو الفرج نور الدین علی بن ابراہیم حلبی شافعی، متوفی ۱۰۴۴ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
8	شرح الزرقانی علی المواہب	امام محمد بن عبد الباقی بن یوسف زرقانی، متوفی ۱۱۲۲ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ
9	النبوۃ والانبیاء	امام محمد علی صابونی	مکتبہ غزالی، دمشق ۱۴۰۵ھ

کتب التاریخ والاعلام

1	اخبار مکۃ	امام ابوالولید محمد بن عبد اللہ بن احمد ازرقی، متوفی ۲۵۰ھ	مکتبہ اسدی، مکۃ المکرمہ، ۱۴۲۴ھ
2	المعارف لابن قتیبہ	ابو محمد عبد اللہ بن مسلم، متوفی ۲۷۶ھ	کراچی ۱۳۹۶ھ
3	تاریخ الطبری	امام ابو جعفر بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ	دار ابن کثیر، بیروت ۱۴۲۸ھ
4	تاریخ الانبیاء	ابو بکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۵ھ
5	الکامل فی التاریخ	ابو الحسن علی بن ابی الکرم شیبانی المعروف ابن الاثیر، متوفی ۶۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
6	البدایۃ والنہایۃ	ابو فداء اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی شافعی، متوفی ۷۷۴ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۸ھ
7	حسن المحاضرۃ	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
8	الانس الجلیل	امام عبد الرحمٰن بن محمد مجیر الدین حنبلی علیمی، متوفی ۹۲۷ھ	مکتبہ دندیس، فلسطین ۱۴۳۰ھ
9	کشف الظنون	امام مولیٰ مصطفیٰ بن عبد اللہ رومی حنفی، متوفی ۱۰۶۷ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۹ھ

الکتب المتفرقۃ

1	المجالسۃ وجواہر العلم	امام ابو بکر احمد بن مروان الدینوری مالکی، متوفی ۳۳۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
2	عیون الحکایات	امام ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
3	بحر الدموع	امام ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	مکتبہ دار الفجر، دمشق ۱۴۲۴ھ
4	حسن التنبہ	علامہ نجم الدین محمد بن محمد غزی دمشقی شافعی، متوفی ۱۰۶۱ھ	دار النوادر، لبنان ۱۴۳۲ھ
5	فضائل دعا	مصنف: رئیس المتکلمین مولانا نقی علی خان، متوفی ۱۲۹۷ھ شارح: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ، کراچی
6	ملفوظات اعلیٰ حضرت	شہزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند محمد مصطفیٰ رضا خان، متوفی ۱۴۰۲ھ	مکتبۃ المدینہ، کراچی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انبیاء عَلَیْهِمُ السَّلَام کی عظمت اور مطالعۂ سیرت کی اہمیت

انبیاء عَلَیْهِمُ السَّلَام کائنات کی عظیم ترین ہستیاں اور انسانوں میں ہیروں موتیوں کی طرح جگمگاتی شخصیات ہیں جنہیں خدا نے وحی کے نور سے روشنی بخشی، حکمتوں کے سرچشمے ان کے دلوں میں جاری فرمائے اور سیرت و کردار کی وہ بلندیاں عطا فرمائیں جن کی تابانی سے مخلوق کی آنکھیں خیرہ ہوجاتی ہیں۔ ان کی ربانی سیرتوں، راہِ خدا میں کاوشوں اور خدائی پیغام پہنچانے میں اٹھائی گئی مشقتوں میں تمام انسانیت کے لئے عظمت، شوکت، کردار، ہمت، حوصلے اور استقامت کا عظیم درس موجود ہے۔ ان کی سیرت کا مطالعہ آنکھوں کو روشنی، روح کو قوت، دلوں کو ہمت، عقل کو نور، سوچ کو وسعت، کردار کو حسن، زندگی کو معنویت، بندوں کو نیاز اور قوموں کو عروج بخشتا ہے۔

978-969-722-119-6
01013136

فیضانِ مدینہ، محلہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی کراچی
UAN +92 21 111 25 26 92   0313-1139278
www.maktabatulmadinah.com / www.dawateislami.net
feedback@maktabatulmadinah.com / ilmia@dawateislami.net